 130550

اور اللہ والوں کی صحبت کیلئے نہیں نکال سکتے۔ یا وہ مدت نفع تام کیلئے ناکافی ہوتی ہے، اس لئے بزرگانِ ملت نے ایسے لوگوں کیلئے بطور مکافات بزرگوں کی حکایات و ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ تجویز فرمایا ہے، حضرت عارف شیرازی کا یہ شعر اسی حالت پر محمول ہے ؎

درین زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است
صراحی مئے ناب و سفینہ غزل است

چنانچہ زمانہ سلف سے یہ معمول جاری ہے کہ بزرگوں کی حکایات و ملفوظات و حالات کو جمع کرکے کتابی صورت میں شائع کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کتاب قصص الانبیاء، روضۃ الریاحین، تذکرۃ الاولیاء، حکایات الصالحین، سب اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں اور ہمیشہ حضرات مشائخ طالبین کو انکے مطالعہ کی ترغیب و تاکید فرماتے رہے ہیں اور یہ طبعی امر ہے کہ جن بزرگوں سے انسان کو خاندانی انتساب اور محبت ہوتی ہے اُن کی حکایات و حالات سے خاص اُنس اور اُن کے اعمال و اقوال کے اتباع کی جانب خاص کشش ہوتی۔

لیکن ابتک کوئی ایسی کتاب شائع نہ ہوئی تھی جس میں ہمارے قریب زمانہ کے خاندان ولی اللّٰہی[۱]، بزرگوں کی حکایات کا ذخیرہ موجود ہو اسلئے ضرورت تھی کہ بزرگان قریبہ کے حالات میں بھی کوئی کتاب مرتب کی جائے

حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں حضرت **امیر شاہ خانصاحب** رحؒ کو جنہوں نے باوجود علم رسمی تحصیل نہ کرنیکے بزرگوں کے فیض صحبت سے وہ درجہ حاصل کیا کہ آج اصطلاحی عالم بھی اُن کے علمی و عملی مرتبہ پر رشک کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اُن کو عمر و ذہن اور حافظہ بھی اس قدر وافر عطا فرمایا تھا کہ وہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر موجودہ زمانہ کے بزرگوں کے حالات و واقعات کو روایات حدیث کی طرح بسندہ و بلفظہ نقل فرماتے ہیں اور پھر حضرت حکیم الامۃ مرشدی و مولائی جناب مولنا محمد **اشرف علی** صاحب دام فیوضہم کو حق تعالیٰ ہر دو جہان میں مراتب اعلیٰ عطا فرمائیں کہ آپنے حضرت خانصاحبؒ موصوف سے بزرگوں کی حکایات کو بذریعہ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی ضبط کرانیکا اہتمام فرمایا جس کوشش اور اہتمام سے یہ تمام حکایات کتابی صورت میں جمع ہوگئیں اور کتاب کا نام راوی کے نام کی مناسبت سے "**امیر الروایات**" تجویز ہوا۔ اسی سلسلہ میں ہم مولنا

[۱] خاندان "ولی اللّٰہی" بزرگوں سے وہ حضرات مراد ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی اور اُن کے خاندان سے عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں اور جن کے خدام کو آجکل جماعت دیوبند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ [۲] یعنی کتب دینیہ کا مطالعہ

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند دام فیوضہم کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی حضرت امیر شاہ خاں صاحب سے سُنکر بزرگوں کے حالات کا ایک مجموعہ "روایات الطیب" کے نام سے جمع کر کے شائع کیا ایسے ہی جناب مولوی محمد نبیہ صاحب "واصل" نانوتوی دام فیوضہم کی سعی قابل صد منت ہے کہ آپ نے حضرت حکیم الامۃ تھانوی دام فیوضہم کے ملفوظات سے بزرگان سلسلہ "ولی اللہی"...... کی حکایات کو جمع کر کے بصورت رسالہ "اشرف التنبیہ" کے نام سے شائع کیا۔ پس ان سب حضرات کی سعی اور کوشش سے یہ تین رسالے بزرگان سلسلہ "ولی اللہی" کے ملفوظ میں جمع ہو گئے۔

(۱) امیر الروایات (۲) روایات الطیب (۳) اشرف التنبیہ چونکہ بزرگوں کے بعض حالات واقوال محتاج تفصیل ہوتے ہیں لہذا پہلے دو رسالوں کے بعض بعض مقامات پر حضرت حکیم الامۃ دام فیوضہم نے بغرض بیان مراد وتفصیل حواشی بھی تحریر فرمائے جنکو ہر حکایت کے بعد متن ہی میں لکھدیا گیا ہے۔ پہلے رسالہ کے حاشیہ کا نام "شرائف الدرایات" اور دوسرے رسالہ کے حاشیہ کا نام "سقایات الصیب" رکھا گیا۔

طبع ثانی کے وقت مولانا محمد نبیہ صاحب موصوف اور مولوی جلیل احمد صاحب علیگڈھی دامت الطافہما نے رسالہ اشرف التنبیہ کے آخر میں دو اضافے بھی فرمائے اور اس مرتبہ احقر نے بھی بعض بعض بزرگوں کی حکایات کا معتبر کتابوں سے انتخاب کر کے اضافہ کیا۔ اور پھر چونکہ یہ "مجموعہ حکایات" علاوہ اضافات موصوفہ کے تین رسالوں میں منتشر تھا اور ہر رسالہ میں بھی ہر ایک بزرگ کی حکایات منتشر طور پر تھیں۔ اس لئے ناظرین کیلئے باعث انتشار تھیں۔

لہذا احقر نے چاہا کہ تینوں رسالوں اور اضافات سے ہر ہر بزرگ کی حکایات کو انتخاب کر کے جدا جدا جمع کر دیا جائے تاکہ ناظرین کو ہر ہر بزرگ کے حالات یکجائی طور پر مل سکیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ رسالہ اسی صورت سے تیار ہو کر ہدیہ ناظرین ہے اور حسب تجویز حضرت حکیم الامت مدفیوضہم اس رسالہ کو "ارواح ثلثہ" سے ملقب کیا جاتا ہے اور ناظرین کی آسانی

ـــــــــــــــ

لے چونکہ اس کتاب کے ماخذ مختلف ہیں اسلئے بعض حکایات میں تکرار بھی ہو گیا۔ لیکن چونکہ یہ تکرار خند مکرر کا لطف رکھتا ہے لہذا بعینہ باقی رکھا گیا۔ اور دو مکرر حکایتوں میں اجمال وتفصیل یا تغیر عنوان کا فرق ہونا معنون واحد ہونیکی وجہ سے مضر نہیں ہے اور اگر کہیں معنون میں بھی فرق محسوس ہو تو چونکہ ماخذ کا حوالہ ہر جگہ موجود ہے۔ لہذا جس کا ماخذ ناظرین کے نزدیک اوثق ہو اُسکو ترجیح دیسکتے ہیں ۱۲ ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

Marfat.com

کیلئے ہر جگہ رسالہ موصوف میں ماخذ کا حوالہ بھی لکھدیا گیا۔ تاکہ ضرورت کے وقت حوالہ دیکھنے میں آسانی ہو۔ حق تعالیٰ اس کو ناظرین اور احقر کے لئے سبب خیر بنائیں اور ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے مستفیض اور اُن کے اقوال و اعمال و احوال کا متبع اور اپنی محبت کی چاشنی سے ہم سب کو بہرہ اندوز فرمائیں

احب الصالحین ولست منہم — لعل اللہ یرزقنی صلاحا

نیکوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ خود نیک نہیں ہوں — شاید اللہ تعالیٰ انکی برکت سے مجھکو بھی نیک بنادے

اخیر میں ضیافت طبع کے واسطے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب "مجذوب" دام فیوضہم اور دوسرے اہل دل حضرات کے کلام سے شوق انگیز اشعار کا بھی اضافہ کردیا گیا تاکہ ناظرین کے لئے مزید لطف کا باعث ہو۔

پس اول مزید بصیرت کیلئے تینوں رسالوں کی سابق تمہیدات کو بترتیب رسائل نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد روایات و حکایات شروع ہونگی اور آخر میں اہلِ دل کے اشعار ہونگے فقط والسلام۔ ادنیٰ غلام آستانہ اشرفی احقر ظہور الحسن غفرلہ ذنبہ الجلی والخفی

تمہید شریف الدرایات یعنی حواشی امیر الروایات فی حبیب الحکایات

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر بخدمت شائقین و محبین تذکرہ بزرگان سلسلہ ولی اللہیہ عرض رساں ہے کہ اپنی سب جماعت کو معلوم ہے کہ جناب امیر شاہ خاں صاحب متوطن خورجہ مقیم میڈو ضلع علیگڈھ مرحوم و مغفور کو خدا تعالیٰ نے اس موضوع کے متعلق چند نعمتوں کا جامع بنایا تھا (۱) اپنے سلسلہ کے متعدد اکابر کی خدمت و صحبت (۲) ان سب حضرات کی نظر میں مقبولیت و محبوبیت (۳) اُن حضرات کے اقوال و افعال سے استفادہ کا اہتمام (۴) اُن فوائد کے تبلیغ کا شوق و رغبت (۵) قوت حافظہ و احتیاط فی الروایۃ و التزام سند چنانچہ اُن مرحوم و مغفور کا کوئی جلسہ اس تذکرہ سے کم خالی ہوتا ہوگا۔ احقر کو ان روایات کا نافع ہونا دیکھ کر بار بار قلب میں تقاضا ہوا کہ اگر یہ جمع ہوجاویں تو اہلِ دین کو عموماً اور اپنے سلسلہ والوں کو خصوصاً بہت نفع ہو مگر اس کی کوئی صورت نہ بنتی تھی اتفاق سے میرے خالص مخلص مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کو مدرسہ میڈو کی مدرسی کے ذریعہ سے خانصاحب مرحوم کے ساتھ یکجائی کا موقع ملا اس موقع کو احقر نے غنیمت سمجھ کر مولوی صاحب موصوف سے اس کے جمع کی درخواست کی اور خدا تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس کو منظور

Marfat.com

کیا۔ گو بوجہ زیادہ وقت نہ مل سکنے کے زیادہ ذخیرہ جمع نہیں ہو سکا۔ مگر جتنا بھی ہوسکا بقول حضرت رومیؒ ؎

ہم بقدر تشنگی باید بر ید

آب جیحون را اگر نتواں کشید ہم ز قدر تشنگی نتواں برید

اُسی کو مغتنم سمجھا گیا۔ پھر خانصاحب مرحوم کے وفات ہو جانے سے اور اس لئے اضافہ کی اُمید قطع ہو جانے سے اس رسالہ کو ختم سمجھ کر یہ جی چاہا کہ اگر اسکی اشاعت کی کوئی صورت ہو جاوے تو اس کے ضروری ضروری مقامات پر کچھ حواشی لکھ دیئے جاویں چنانچہ بفضلہ تعالیٰ اب اس کا وقت بھی آگیا۔ سو وہ رسالہ مع حواشی حاضر ہے۔ میں نے رسالہ کا نام برعایت اسمار راوی و مروی عنہ **امیر الروایات فی حبیب الحکایات** اور حواشی کا نام برعایت اپنے نام کے مادہ کے اور اُن دونوں ناموں کے وزن کے شریف الدرایات رکھدیا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو نافع فرماوے۔ والسلام۔ کتبہ اشرفعلی عفی عنہ وسط ۱۳۴۳ھ

تمہید رسالہ امیر الروایات فی حبیب الحکایات بصورت خط از مولوی حبیب احمد صاحب مؤلف رسالہ بنام احقر اشرفعلی

مجدد الملت والدین فاضت انہار فیوضہم۔ جناب خانصاحب سے معلوم ہوا کہ جناب سامی کا خیال تھا۔ کہ جناب خانصاحب کو جو اپنے بزرگوں کے واقعات و ملفوظات وغیرہ یاد ہیں وہ اگر جمع ہو جائیں تو اچھا ہے۔ بنا بریں احقر نے ارادہ کیا ہے کہ جو جو باتیں جناب قبلہ خانصاحب سے سنوں اُن کو متفرق طور پر قلمبند کر کے خدمت سامی میں ارسال کرتا رہوں مجتمع ہو جانے کے بعد پھر ترتیب مناسب سے ان کو مرتب کر لیا جاوے۔ وباللہ التوفیق۔

حاشیہ مسمّٰی بہ **شریف الدرایات** (نوٹ) سہولت کیلئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ بدون اس کے کہ ترتیب میں کوئی تصرف کیا جاوے ہر حکایت کے بعد اُسکے نمبر کا حوالہ دیکر حاشیہ متن ہی میں لکھا جاویگا اور اُس کے شروع میں لفظ حاشیہ (جس سے مراد یہی حاشیہ شریف الدرایات ہوگی) اور اسکے ختم پر لفظ **شت** جو رمز ہے حاشیہ کے نام کا لکھا جاویگا وباللہ التوفیق

Marfat.com

روایات الطیب مع سقایات الصیب

الملقب بہ

الکلم الطیب مع سجم الصیب

تمہید حاشیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ رسالہ اشرف التنبیہ کی (جس میں اپنے اکابر تربیہ کے حالات مذکور ہیں) اشاعت کے زمانہ میں اس کے متعلق میری ایک مجلس میں کچھ ضروری مشورہ ہو رہا تھا جس میں مولوی محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور مولوی محمد نبیہ صاحب تاجر ٹانڈہ بھی موجود تھے سلسلہ گفتگو میں حاجی صاحب اول الذکر کے کلام سے معلوم ہوا کہ ایسے واقعات کچھ اُنکے پاس بھی جمع ہیں۔ اسپر میں نے اور مولوی صاحب آخر الذکر نے خصوصاً اور دیگر شرکائے مجلس نے عموماً اُن کے بھیجدینے کی اُن سے درخواست کی چنانچہ وہ درخواست منظوری اور عمل دونوں کے ساتھ مقرون ہوئی چونکہ وہ مجموعہ اپنے طرز میں امیر الروایات کے مشابہ تھا جی چاہا کہ اسی کے طرز پر اس کا ضروری تحشیہ بھی ہو اور اسی کے طرز پر متن اور حاشیہ کا تسمیہ بھی ہو اور ویسی ہی ترتیب ہو اور حاشیہ کا ویسا ہی رمز ہو چنانچہ متن کا نام روایات الطیب تجویز ہوا (اور یہ وہی عنوان ہے جو ماتن نے لوح ...... فارسی ترکیب میں لکھا تھا۔ مضاف الیہ پر الف لام داخل کر کے عربی ترکیب بنادی گئی۔ اور حاشیہ کا نام سقایات الصیب اول روایت مع عدد لکھی جاوے گی۔ پھر لفظ حاشیہ بڑھا کر اس روایت کا حاشیہ مع عدد روایت متن ہی میں اور اس کے ختم پر خلط سے بچنے کے لئے اس کا رمز لفظ سب لکھا جاویگا۔ فقط

اشرف علی - ۱۲- ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ

تمہید متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد احقر العباد ننگ خلائق محمد طیب

لہ جب متن روایات کا مسودہ آیا اسپر یہ عنوان لکھا تھا اور جب اسکی تمہید آئی اُسپر الکلم الطیب لکھا تھا میں نے دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی ۱۲ منہ ۔ ۲ــہ فی القاموس سجم الماء البین ۱۲ منہ۔

Marfat.com

دیوبندی عرض رسا ہے کہ تقریباً ۱۳۳۲ھ میں جناب حاجی امیر شاہ خانصاحب خورجوی نے (جو احقر کے جد امجد حضرت قاسم العلوم والخیرات مولینا محمد قاسم قدس سرہٗ کے خاص لوگوں میں تھے) احقر سے فرمایا کہ مجھے فضلائے خاندان ولی اللہی کے بہت سے واقعات ایسے محفوظ ہیں کہ غالباً دوسروں سے نہ مل سکیں گے میں چاہتا ہوں کہ تو ان کو قلمبند کرلے ورنہ یہ ذخیرہ میرے ساتھ قبر میں چلا جائیگا۔ احقر نے لبیک کہکر اُن کے ارشاد کی تعمیل کی۔ مگر کچھ ہی واقعات تحریر میں جمع کئے گئے تھے۔ کہ اچانک خانصاحب کو دیوبند سے واپس ہونا پڑ گیا۔ اور یہ غالباً اُن کا آخری سفر تھا۔ اس لئے باقیماندہ واقعات رہ گئے۔ مگر جتنے بھی واقعات اُنہوں نے بیان فرمائے اُن سے ایک خاص ذوق اس نوع کے حالات کے ساتھ علاوہ خاندانی مناسبت کے پیدا ہو گیا تھا اور جب کبھی حضرات اکابر دارالعلوم دیوبند مثل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ و حضرت والد ماجد مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت عم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں ان مقدسین ولی اللہی کا ذکر چھڑتا تھا تو میں اسی مذکورہ ذوق کے ساتھ اس کو قلمبند کر لیتا تھا۔ اور اس طرح تقریباً سوا سو حکایتوں کا ایک ذخیرہ جمع ہو گیا جس سے ان اکابر کی مختلف شئون حیات پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ ذخیرہ رکھا ہوا تھا اور کبھی کبھی ادھر دھیان جاتا تھا کہ اس ذخیرہ کو شائع کر کے اس کا افادہ عام کیا جائے کہ اس قریبی مدت میں اسی موضوع پر امیر الروایات فی حبیب الحکایات شائع ہوئی۔ اور اس میں خانصاحب مرحوم کی وہ روایت فرمودہ واقعات جو احقر نے لکھے تھے نقل بدست جناب مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی دام مجدہ اکثر آگئے تھے اسلئے اشاعت کا خیال پڑ گیا۔ لیکن اسکے بعد اسی موضوع میں رسالہ اشرف التنبیہ شائع ہوا۔ جس میں حضرت قبلہ سیدی و سندی حکیم الامۃ مولانا الحاج محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی روایت سے ان اکابر کے کچھ اور حالات و ملفوظات شائع ہوئے اس کو دیکھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ جو کچھ غیر مطبوع ذخیرہ میرے پاس ہے اسکو اسی سلسلہ میں شائع کرا دینا مناسب ہے۔ تاکہ اس کا وجود ہو جائے احقر نے یہ خیال حضرت ممدوح مدظلہ کے سامنے عرض کیا جس کو حضرت نے بہت خوشی سے قبول فرمایا۔ وللہ الحمد پس ذیل کا مجموعہ جو ۶۹ حکایات پر مشتمل ہے وہی مجموعہ ہے جو امیر الروایات و اشرف التنبیہ کے علاوہ ہے جس کا کچھ حصہ احقر کو خانصاحب مرحوم سے پہنچا اور کچھ والد ماجد حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور کچھ حضرت عم محترم مولانا حبیب الرحمن

Marfat.com

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور کچھ حضرت مرشدی و مولائی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہر حکایت کے شروع پر مروی عنہ کا اسم گرامی درج کر دیا ہے۔ اب اگر اس کے بعد کوئی ملفوظ یا واقعہ یاد آیا تو اُمید ہے کہ اسی سلسلہ کے کسی جزو میں پھر پیش کر سکوں۔ حق تعالے اس ذخیرہ کو میرے لئے اور تمام اخوان کیلئے دنیا اور آخرۃ میں نافع فرمائے اور اُسے مقبول فرمائے آمین ؛

محمد طیب غفرلہ (از دار العلوم دیوبند)

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ چہار شنبہ

تمہید ملفوظات یعنی حصہ اول جدید ملفوظات

ملقب بہ

اشرف التنبیہ

فی

کمالات بعض ورثۃ الشفیع النبیہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ عجالہ ہذا کی وجہ تالیف میں عرض ہے کہ رسالہ امیر الروایات کے زمانہ اشاعت میں (جو اپنے اکابر قریبہ کے مقامات و مقالات میں مدون کی گئی ہے) بعض[۱] احباب نے تحریک کی کہ ان حضرات کی اس قسم کی اور حکایات بھی جو یاد آجاویں اگر منضبط ہو جاویں تو موجب نفع ہیں مگر اسوقت تک اس تحریک پر عمل نہو سکا جس کا زیادہ سبب تھا کہ مجھکو تحریر کا وقت نہ ملتا تھا اور تقریر کا کوئی ضبط کرنے والا میسر نہوا مگر خیال اسکا برابر رہا چنانچہ میرے رسالہ التحسین والعلم کے (جو کہ القاسم محرم ۱۳۴۶ھ میں چھپا ہے) ایک حاشیہ میں اس خیال کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے بعنوان شذرۃ الی احتمال ضبط ما یتفق احیانا من سرد بعض من حکایات موالی الاکابر فی غیر ھم الخ اتفاق سے اس زمانہ میں کہ ۱۳۴۷ھ کا آغاز ہے بعض[۲] احباب نے اس کی پھر تحریک کی اور خوش قسمتی سے بعض[۳] احباب ضبط کیلئے بھی آمادہ ہوگئے وہ لکھ کر مجھکو دکھلا دیتے

---

[۱] یہی اس کا لقب ہوا اسکی وجہ حالت اسکے خطبہ سے معلوم ہوگی [۲] المراد بہ المولوی محمد زکریا الکاندھلوی سلمہ۔

[۳] المراد بہ المولوی محمد شفیع الدیوبندی سلمہ [۴] المراد بہ المولوی محمد نبیہ التھانوی سلمہ۔

تھے اور میں اس میں مناسب ترمیم کردیتا تھا جس سے وہ صورت حاصل ہوئی جو آپ کے سامنے ہے گویا اسکو امیر الروایات کا ضمیمہ کہنا چاہئے۔ اتنا فرق ہے کہ اس میں متون کیساتھ اکثر اسانید بھی ہیں اور مجھکو رجال یاد نہیں رہے لیکن کسی حکم شرعی کا مدار نہ ہونیکے سبب یہ مضر بھی نہیں۔
فالان اقول وبہ اصول واجول۔ کتبہ اشرفعلی

سید الطائفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

قدس اللہ سرہ کی حکایات

حکایت (۱) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک شخص نے شاہ ولی اللہ صاحب، مولنا فخر الدین صاحب، مرزا مظہر جان جاناں صاحب کی دعوت کی۔ تینوں کو ایک جگہ بٹھا کر چلا گیا۔ دوپہر ڈھلے آیا اور ایک ایک ٹکہ تینوں کے ہاتھ پر رکھدیا اور یہ کہا کہ حضرت میں ایک کام کو چلا گیا۔ اور دعوت کا بالکل خیال نہ رہا۔ اس وقت ناوقت ہو گیا ہے۔ کھانے کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کھانے کے دام دیئے گئے۔ مولانا فخر الدین صاحب نے تو اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ بھائی یہ بھی تمہارا احسان ہے۔ کیونکہ اگر ہم صبح سے اسوقت تک مزدوری کرتے تب ایک ٹکہ کے مستحق ہوتے اور تم نے ہمکو آرام سے بٹھا کر ایک ٹکہ دیدیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے خاموشی کے ساتھ لے لیا اور کچھ نہ کہا۔ مگر مرزا صاحب ناخوش ہوئے اور یہ کہا کہ تو نے ان حضرات کا وقت ضائع کیا۔ کیونکہ شاہ صاحب اس وقت تک حدیث پڑھاتے اور مولانا فخر الدین صاحب اپنے مریدوں کو فائدہ پہنچاتے میں اپنی نسبت کچھ نہیں کہتا کہ میں کیا کرتا مگر تو نے ان حضرات کو ان دینی خدمتوں سے روکدیا خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد تینوں حضرات اُٹھکر چلے آئے۔ یہ قصہ بیان فرما کر خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ مجھ سے حضرت حاجی صاحب نے بھی بیان فرمایا اور مولانا نانوتوی نے بھی اور مولانا گنگوہی نے بھی۔ حضرت حاجی صاحب نے تو اس قصہ کو بیان فرما کر یہ فرمایا کہ مولانا فخر الدین صاحب کی بات بہت انکساری کی ہے اس سے چشتیت ٹپکتی ہے اور مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی بات بڑھی ہوئی ہے کہ اُنکے نفس نے اصلا حرکت نہ کی اور حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ مرزا

Marfat.com

صاحب کی بات بہت بڑھی ہوئی ہے عدل کا اقتضا یہی ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب نے فرمایا
(ف) اس سے اپنے حضرات کا اختلاف مذاق اور اس سے اختلاف آرا صاف ظاہر ہے *

حاشیہ حکایت (۱) **قولہ** حضرت گنگوہی الخ **اقول** احقر کا میلان حضرت گنگوہی کی رائے کی طرف ہے (**رشت**)

حکایت (۲) خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے مولوی سراج احمد خورجوی اور مولوی محمد شاہ صاحب رامپوری سے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک خط میں شیخین کی فضلیت پر اس آیت سے استدلال فرمایا ہے واذکرو نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اور تقریر استدلال اس طرح فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے صحابہ پر اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اُس نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور تم اسکی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ میں آپس میں عداوت نہ تھی اور وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ برکت تھی آپکے وجود اور آپکی تعلیم کی جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ صحابہ میں یہ صفت اخوت پورے طور پر کس وقت تک رہی سو پورے طور پر یہ صفت دو خلافتوں تک رہی اور اگر حضرت عثمان کے خلافت کے ابتدائی چھ برس بھی شمار کئے جائیں تو کئے جا سکتے ہیں اور اسکے بعد صحابہ میں آپس میں مخالفتیں و جھگڑے قصے پیدا ہو گئے سو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اول کی ڈھائی خلافتیں اخیر کی ڈیڑھ خلافت سے افضل ہیں اور اُس زمانہ کے خلیفوں کی برکت اور تعلیم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور تعلیم کا بہ نسبت اخیر کے خلیفوں کی برکت و تعلیم کے زیادہ حصہ لئے ہوئے تھی اور اس سے پہلے خلیفوں کی افضلیت بعد کے خلیفوں پر ظاہر ہے اور ثابت ہے کہ پہلے دو خلیفوں کی تعلیم اخیر کے دو خلیفوں سے زیادہ علی منہاج النبوۃ تھی۔

حاشیہ حکایت (۲) **قولہ** فی آخر القصۃ اخیر کے دو خلیفوں سے زیادہ **اقول** یہ تفاوت ناقص کامل کا نہیں کامل اکمل کا ہے (**رشت**)

حکایت (۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے شاہزادہ جہانت

کا سانپ کی صورت میں قتل کرنا اور اسکے بعد قاضی جنات کی عدالت میں بحیثیت مجرم کے پیش ہونا اور قاضی کا حدیث من قتل فی غیر زیہ فلا مہ ہدر کی بنا پر مجرم کو رہا کرنا یہ شاہ ولی اللہ صاحب کو پیش آیا تھا نہ کہ شاہ اہل اللہ صاحب کو اور انہوں نے اس روایت کے علاوہ اس جن سے اور حدیثیں بھی سنی ہیں جنکو شاہ صاحب نے جمع کر کے اس کا نام سند جن رکھا ہے اور مولانا عبد القیوم صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے وہ سند دیکھا بھی ہے۔

اس کے بعد خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی اس قصہ کو بروایت شاہ عبد الغنی صاحب شاہ اہل اللہ صاحب کی طرف منسوب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ قصہ شاہ اہل اللہ صاحب کا ہے نہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا۔ میں نے اس معاملہ میں مولانا سے گفتگو بھی کی مگر مولانا اپنی رائے پر قائم رہے۔ واللہ اعلم۔

حاشیہ حکایت (۳) قولہ مولانا اپنی رائے پر قائم رہے **اقول** مولانا کا قول اسلئے راجح ہے کہ اس کی سند معلوم ہے۔ چنانچہ احقر کے رسالہ زیادات میں مذکور ہے اور دوسرے قول کی سند معلوم نہیں پس ترجیح ظاہر ہے (ش)

(منقول از امیر الروایات)

حکایت (۴) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب جب بطن مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک بہت تیز تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اسکے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے۔ اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اقرار و تسلیم فرمایا اور آکر بھول گئے۔ ایک روز شاہ صاحب کی زوجہ نماز میں تھیں جب انہوں نے دعا مانگی تو ان کے ہاتھوں میں دو چھوٹے چھوٹے ہاتھ نمودار ہو گئے۔ وہ ڈر گئیں اور گھبرا کر شاہ صاحب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا ڈرومت تمہارے پیٹ میں ولی اللہ ہے۔ پس اسی لئے اصل نام تو قطب الدین احمد رکھا گیا اور اکثر تحریرات میں اس نام کو حضرت شاہ صاحب لکھتے بھی تھے۔ اور مشہور ولی اللہ ہوا۔

(منقول از روایات الطیب)

حکایت (۵) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ ولی اللہ

Marfat.com

جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ اُسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہوگیا۔ مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔ جیسے بھی صاحب فضل و کمال ہوئے ظاہر ہے (از تحریرات بعض ثقات) (منقول از اضافہ مولوی محمد نبیہ صاحب و از شرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

حکایت (۶) ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے یاس ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ اُسی وقت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں تو کاہے کا فکر کرے ہے۔ جیسے تیری اولاد ویسی ہی میری۔ آپ کو اطمینان ہوگیا شاہ صاحب کی اولاد سب عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچے۔ جیسے بھی صاحب فضل و کمال ہوئے ظاہر ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ اب اُن کی اولاد میں بجز عبدالسلام غیر تعلیم یافتہ اور کوئی بھی نہیں۔ (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۲) حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۷) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے کسی بزرگ سے نہیں سُنا صرف دیوان اللہ دیئے سے سُنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جامع مسجد میں جب جمعہ کی نماز کیلئے تشریف لاتے تو جنوبی دروازہ سے داخل ہوتے اور جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لیجاتے تو شرقی دروازہ میں کو جاتے۔ جمعہ کی نماز کے لئے شرقی دروازہ کی شمالی سہ دری میں ایک بزرگ مصلے بچھا کر بیٹھتے تھے اور اُن کے سامنے ایک ٹوٹی کا لوٹا اور اُسکے اوپر ایک گھسی ہوئی اینٹ رکھی ہوتی تھی جب مرزا صاحب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لاتے تو ان بزرگ کے لاتیں مارتے اور بُرا بھلا کہتے اور اُن کے نیچے سے مصلے نکال کر پھینک دیتے۔ لوٹا اُٹھا کر توڑ دیتے اور اینٹ کو بھی اُٹھا کر پھینک دیتے اور یہ کر کے روانہ ہو جاتے لوگ اس حرکت کو دیکھ کر اور مرزا صاحب کی شان کے خلاف سمجھ کر اس پر تعجب کرتے

Marfat.com

مگر دریافت کرنے کی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی خاص شخص نے جرأت کرکے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون بزرگ ہیں اور آپ اُن کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کرتے ہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب ہم لڑکے تھے تو ہماری شکل صورت اچھی تھی ہمارے چاہنے والے ہمارے پاس آیا کرتے تھے یہ بھی ہمارے چاہنے والوں میں سے تھے اور یہ بھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ اُس وقت ان کے ساتھ یونہی ہاتھا پائی ہوا کرتی تھی۔ جوں جوں ہم جوان ہوتے گئے۔ ہمارے چاہنے والے رخصت ہوتے گئے۔ مگر صرف ایک یہ شخص تھا جو برابر آتا رہا۔ اب خدا نے ہمیں ہدایت کی اور ہم سلوک کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کے فضل سے صاحب اجازت ہوئے۔ ایک روز ہمیں خیال ہوا کہ یہ شخص باوفا دوست ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے میں نے جو اس کی طرف توجہ کی تو میں اسکے عکس ہی میں دب گیا اور میں نے اسکو اپنے سے بہت اونچا دیکھا اب تو میں نہایت پریشان ہوا اور میں نے اس کا نہایت ادب کیا اور اپنی جگہ اس کے لئے چھوڑی اور کہا کہ میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں آپ میری جگہ تشریف رکھیں اور میں آپکی جگہ مگر اس نے نہ مانا میں نے نہایت اصرار کیا مگر اس نے میرے اصرار پر بھی نہ مانا اور کہا کہ تمھیں میرے ساتھ وہی برتاؤ کرنا ہوگا جو اتنک کرتے رہے ہو اس کو میں نے نہ مانا اسپر اُنھوں نے میری تمام کیفیت سلب کرلی اور میں کورا رہ گیا اب میں بہت پریشان ہوا اور میں نے کہا کہ میری کیفیت دیدو اس پر اُس نے کہا کہ اس شرط پر واپس کرتا ہوں کہ وعدہ کرو کہ مجھ سے ہمیشہ وہی برتاؤ کرتے رہوگے جو اتنک کرتے رہے ہو اور یہاں نہیں بلکہ جامع مسجد میں سب لوگوں کے سامنے ؎

لگتی ہیں گالیاں بھی تیرے منہ کی کیا بھلی   قربان تیرے پھر مجھے کہدے اسی طرح

(یہ شعر اس جگہ خانصاحب نے اپنی طرف سے پڑھا تھا) میں نے ناچار اس کو منظور کیا اور اس مجبوری سے میں ایسا کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۷) قولہ ہمارے چاہنے والوں میں تھے **اقول** انکی محبت نفسانی نہ تھی ورنہ سب کے ساتھ یہ بھی رخصت ہو جاتے۔

قولہ کیفیت سلب کرلی **اقول**۔ اس سلب کی حقیقت جیسا احقر نے حضرت مولانا گنگوہی سے سُنی ہے یہ ہے کہ معمول کے قوی اور اکیہ علیہ میں ایسا تصرف کیا

جاتا ہے جس سے اُس میں غباوت پیدا ہو جاتی ہے باقی کمال و قرب کو کوئی زائل نہیں کر سکتا احقر کہتا ہے کہ ایسی غباوت کسی مرض یا کسی دوا وغیرہ کے غلبہ سے بھی پیدا ہو سکتی ہے اور اس سے فی نفسہ کوئی ضرر بھی نہیں۔ گو لذت کی کمی سے قلق ہوتا ہے البتہ بواسطہ اس لئے گاہے مضر ہو جاتا ہے کہ وہ سبب ہو جاتا ہے نشاط کی کمی کا اور وہ مفضی ہو جاتی ہے تقلیل فی الاعمال کی طرف اسی لئے جہاں ایسا احتمال ہو وہاں یہ تصرف حرام ہے اور جہاں کیفیات نفسانیہ کا غلبہ مخل ہو ضروریات واجبہ دینیہ یا دنیویہ میں وہاں یہہ تصرف طاعت ہے اور جہاں محض مصلحت مباحہ ہو وہاں مباح ہے جیسا اس قصہ میں ہوا (شت)

حکایت (۸) خاں صاحب نے فرمایا کہ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان سے تھے۔ اور عالمگیر کے خالہ زاد بھائی تھے اُن کے والد کا نام مرزا جانی تھا اور مرزا صاحب کا نام جان جاناں عالمگیر نے رکھا تھا اُن کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں نجف خاں رافضی کا تسلط تھا اور رافضی اُس وقت زور شور پر تھے اتفاق سے دو رافضی مرزا صاحب کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپ شیخین کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا میرا کیا منہ ہے کہ میں اُن کی نسبت کچھ کہہ سکوں اُن کی نسبت تو خدا فرماتا ہے والسابقون الاولون الخ اس پر اُنھوں نے کہا کہ وہ نزول آیت کے وقت بیشک ایسے ہی تھے اس لئے خدا نے ایسا فرمادیا اور بعد کو اُن کی حالت بدل گئی اور اس معاملہ میں خدا کو بدا ہوا ہے۔ اس پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ ایسے احمق خدا کو میں نہیں مانتا جس کو یہ بھی خبر نہ ہو کہ شیخین نعوذ باللہ مرتد ہو جاویں گے اور وہ اُن کو خوشنودی کا بھی پروانہ دیدے اور اُن سے جنت کا بھی وعدہ کرلے ایسا خدا رافضیوں کا خدا ہے۔ اس پر اُنھوں نے بندوق ماردی جو مرزا صاحب کے سینہ میں لگی بندوق ایسے انداز سے لگی کہ مرزا صاحب کا فوراً انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ سخت زخمی ہو گئے۔ شاہ عالم کو جب علم ہوا تو عیادت کیلئے آئے اور پوچھا کہ مرزا صاحب کیسا مزاج ہے آپ نے فرمایا کہ بندوق لگی ہے سو اس کی تو چنداں تکلیف نہیں کیونکہ یہ سینہ پہلے ہی سے چھلنی تھا۔ ہاں بندوق چونکہ قریب سے لگی ہے اس لئے کچھ بارود اندر چلی گئی ہے اور اسکی بو سے دماغ سخت پریشان ہے۔ یعقوب خاں خورجوی اور ابو بکر خورجوی بیان فرماتے تھے کہ مرزا صاحب نے اس حادثہ سے چار پانچ ہی روز پہلے یہ غزل لکھی تھی ؎

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ۔۔۔ کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

اور یہ شعر آپ کی تربت پر علیحدہ کندہ بھی ہے۔

حاشیہ حکایت (۸) قولہ احمق الخ اقول یہ بطور الزام کے فرمایا کہ تمہارے قول پر اس صحابی کا قائل ہونا لازم آتا ہے (رشت) (منقول از امیر الروایات)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی)

حکایت (۹) ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا فخر الدین صاحب چشتی اور حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات دہلی میں تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے چاہا کہ تینوں حضرات اتفاق سے ایک شہر میں موجود ہیں ان کا امتحان لینا چاہئے کہ کس کا مرتبہ بڑا ہے؟ یہ شخص اول شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپ کی میرے یہاں دعوت ہے قبول فرمادیں اور نو بجے دن کے غریب خانہ پر خود تشریف لاویں میرے بلانے کے منتظر نہ رہیں شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا اس کے بعد وہ شخص مولانا فخر الدین صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے (۹½) میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لاویں اور ماحضر تناول فرمادیں۔ یہاں سے اُٹھکر یہ شخص مولنا مرزا جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہوسکوں گا پورے دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لے آویں تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقت مقررہ پر اُس شخص کے مکان پر پہنچگئے اول نو بجے شاہ صاحب تشریف لائے اس شخص نے اُن کو ایک مکان میں بٹھایا اور چلا گیا ساڑھے نو بجے مولنا تشریف لائے اُن کو دوسرے مکان میں بٹھایا پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے اُن کو تیسرے مکان میں بٹھایا غرض تینوں حضرات علیحدہ علیحدہ مکان میں بٹھائے گئے کہ ایک کو دوسرے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی جب تینوں حضرات بیٹھ لئے تو یہ شخص پانی لیکر آیا ہاتھ دھلائے اور یہ کہکر چلا گیا کہ ابھی کھانا لیکر حاضر ہوتا ہوں کئی گھنٹے گذر گئے اور اس شخص نے خبر نہ لی۔ آکر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون گیا اور کون بیٹھا ہے۔ جب ظہر کا وقت قریب آگیا اور اس نے سوچا کہ مہمانوں کو نماز بھی پڑھنی ہے تو اوّل شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا حضرت کیا کہوں

گھر میں تکلیف ہوگئی تھی اس لئے کھانے کا انتظام نہ ہو سکا دو پیسہ نذر کئے اور کہا ان کو قبول فرمائیے شاہ صاحب نے خوشی سے دو پیسے لے لئے اور فرمایا کیا مضائقہ ہے بھائی گھروں میں اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں یہ فرما کر چلدیے پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی کہا جو وہاں کہا تھا اور دو پیسے نذر کئے۔ مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گھروں میں ایسے قصے پیش آجاتے ہیں اور کھڑے ہو کر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور رومال میں باندھ کر روانہ ہوئے دونوں کو رخصت کر کے یہ شخص حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور وہی عذر بیان کر کے دو پیسے نذر کئے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو اٹھا کر جیب میں ڈال لئے اور پیشانی پر بل ڈال کر فرمایا کچھ مضائقہ نہیں مگر پھر ہمیں ایسی تکلیف مت دیجئو" یہ فرما کر تشریف لیگئے اس شخص نے یہ قصہ اور بزرگوں سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب فن درویشی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے وہ نذر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کھڑے ہو کر قبول فرمائی اور ان سے کم درجہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے کہ کھڑے تو نہیں ہوئے مگر بخوشی نذر کو قبول فرمایا اور تیسرے درجہ پر مرزا صاحب ہیں کہ نذر کی قبولیت کے ساتھ ملال بھی ظاہر فرمایا۔ یہ قصہ نقل فرما کر حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ کے بزرگوں کا یہی خیال تھا مگر میرے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کا درجہ بڑھا ہوا ہے کہ باوجود اسقدر نازک مزاج ہونے کے اتنا صبر و تحمل فرمایا اور "کچھ مضائقہ نہیں" جواب عطا فرمایا۔

حکایت (۱۰) مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ کی لطافت طبع اور نفاست و نازک مزاجی کے بہتیرے قصے حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے ایک دن فرمانے لگے کہ مرزا صاحب کی ایک شخص نے دعوت کی اور چونکہ وہ آپ کی نازک مزاجی سے واقف تھا اس لئے گھر کو خوب صاف کیا چھڑکاؤ دی کلی کرائی جب سب طرح اسکو ستھرا اور خوبصورت بنا لیا تو مرزا صاحب کو بلایا مرزا صاحب تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے جب کھانا سامنے آیا اور مرزا صاحب نے نظر اٹھائی تو سر ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا "میاں وہ روڑا زمین سے کیسا اٹھا ہوا ہے جبتک یہ صاف نہ ہوگا........ مجھ سے کھانا نہ کھایا جائیگا" چنانچہ اسی وقت روڑا نکال کر زمین کو ہموار کیا۔ جب مرزا صاحب نے نوالہ توڑا۔

Marfat.com

حکایت (۱۱) بے قاعدہ رکھی ہوئی چیز دیکھ کر مرزا صاحب کے سر میں درد ہونے لگتا تھا ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح والتجا کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کیلئے حاضر ہوا موسم تھا گرمی کا بادشاہ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا حضرت نے فرمایا وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالہ میں لیکر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھدیا۔ مرزا صاحب کی نظر جو گھڑے پر پڑی تو پیالہ ذرا ترچھا دھرا ہوا تھا دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے آخر ضبط نہ ہوسکا فرمایا جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہوں گے ابھی تک خدمت گاری تو آئی ہی نہیں دیکھو تو گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طور ہے اس کے بعد مرزا صاحب نے ترشی کے ساتھ فرمایا آیندہ ہمیں ایسی تکلیف نہ دیجیو۔

حکایت (۱۲) ایک رات مرزا صاحب کو سردی کی وجہ سے نیند کم آئی ایک بڑھیا خادمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کرنے لگی اجازت ہو تو رزائی بنادوں حضرت نے فرمایا بہت اچھا بعد نماز عشا بڑھیا رزائی لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت رزائی حاضر ہے آپ اُس وقت چارپائی پر لیٹ چکے تھے فرمایا مائی میں تو اب لیٹ رہا اُٹھنا مشکل ہے تو ہی آکر میرے اوپر ڈالدے بڑھیا نے رزائی حضرت کو اُڑھادی اور چلی گئی صبح ہوئی تو مرزا صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا غلام علی مجھے تو تمام رات نیند نہیں آئی دیکھو تو سہی رزائی میں کوئی جوں تو نہیں ہے؟ شاہ غلام علی صاحب نے خوب غور سے دیکھا نئی رزائی تھی جوں کا کہاں پتہ ہاں جلدی میں تگندے ٹیڑھے پڑے تھے جب پرکار سے خط کھینچکر درست کیئے گئے تو مرزا صاحب کو آرام ملا۔

حکایت (۱۳) ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ غلام علی حضرت مرزا صاحب کے خاص خادم تھے جب پنکھا کرنے کھڑے ہوتے تو بہت احتیاط رکھتے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا سہج سہج پنکھا ہلتا تو حضرت فرماتے میاں تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے؟ اور جب ذرا تیز جھلتے تو فرماتے تو تو مجھکو اُڑادے گا۔ آخر ایک روز شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ ووں بن پڑے۔ حضرت مرزا صاحب کو غصہ آگیا اور جھڑک کر فرمایا "ہمارا پنکھا چھوڑدو" پھر شاہ غلام علی صاحب روئے اور خطا معاف کراکر پنکھا جھلنے کی درخواست کی۔ حضرت نے اجازت دیدی

حکایت (۱۴) ایک بار قاضی صاحب بلباس فاخرہ حاضر ہوئے ایک شیخ زادہ ہمراہ تھے شیخ صاحب کو پیاس معلوم ہوئی مرزا صاحب نے گھڑے سے پانی پینے کی اجازت مرحمت فرمائی

Marfat.com

شیخ جی نے پانی پیکر گلاس ڈھکدیا مرزا صاحب نے سر پکڑ لیا اور خود کھڑے ہوکر گلاس کو گھڑے پر درست کرکے رکھا۔ اتفاق سے شیخ صاحب کا پاجامہ ایک طرف ڈھلا ہوا وزمینہ کی چڑیا اپنی جگہ سے سرکی ہوئی تھی حضرت مرزا صاحب کی جو نظر پڑی تو پریشان ہوگئے اور قاضی صاحب سے فرمایا آپ کی ان شیخ صاحب کے ساتھ کیونکر نبھتی ہوگی جنہیں پاجامہ پہننے کا بھی سلیقہ نہیں دونوں سُرین ایک ہی پائنچہ میں ڈال لیے۔

حضرت مرزا صاحب کے حجرہ سے باہر تشریف لانے کا جب وقت ہوتا تو پہلے سے شاہ غلام علی صاحب فرش کو صاف کر دیا کرتے تھے ایک دن مرزا صاحب جو حجرہ سے باہر تشریف لائے تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا " غلام علی تجھ کو اتبک تمیز نہ آئی دیکھ تو سہی وہ فرش پر تنکا پڑا ہوا ہے جلدی اُٹھا۔

حکایت (۱۵) ایک مرتبہ کسی اور شخص نے بہت اہتمام سے لوز تیار کرکے نذر گزرانے آپ نے رکھ لیے کچھ جواب نہ دیا دوسرے دن اُس شخص نے دریافت کیا حضرت لوز پسند بھی آئے؟ آپ خاموش ہوگئے پھر پوچھا پھر کچھ نہ فرمایا تیسری مرتبہ اُس شخص نے پھر یہی سوال کیا اُس وقت مرزا صاحب سے ضبط نہ ہوسکا فرمایا لوز تھے یا جوتے کا تلہ ہاتھ کی تین یا چار اُنگلیاں اُٹھا کر فرمایا اتنے اتنے بڑے بھی لوز کہیں ہوتے ہونگے ایسے انوکھے لوز تو آپ تیار کرکے لائے اُس پر طرہ یہ کہ داد بھی چاہتے ہیں میاں لوز بادام کو کہتے ہیں۔ بادام ہی کی برابر ہونا چاہیے کہ آدمی کھانے کے بعد ایک دو منہ میں ڈال لے۔

حکایت (۱۶) پھر ایک مرتبہ کوئی شخص لوز تیار کرکے لائے تو آپکو پسند آئے اگلے دن شاہ غلام علی صاحب کو بُلا کر چند لوز عطا فرمائے اُنہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے مرزا صاحب نے غایت کلفت کیساتھ ہائے کی اور فرمایا " میاں کاغذ لاؤ اور اُس میں لو" شاہ صاحب جلدی سے کاغذ لائے مرزا صاحب نے اُس میں لوز رکھدیے اُنہوں نے کاغذ کی پوڑیہ باندھ لی پھر دوبارہ مرزا صاحب منقبض ہوئے اور سر ہاتھ سے تھام کر فرمایا غلام علی تو نے مجھے مار کر دیا پڑیہ کا بندش کا بھی سلیقہ نہیں یہ لوز اس طرح بندھتے ہونگے؟ اس کے بعد خود لیکر سلیقہ کے ساتھ اُن کو لپیٹا اور یہ چہار گوشہ صاف ستھرے سیدھے سچے موڑ کر اُن کے حوالے کیے۔ اگلے دن دریافت فرمایا کہو غلام علی لوز کھائے اُنہوں نے کہا جی حضرت کھلئے بڑے مزے کے تھے۔ آپ نے فرمایا کتنے کھائے؟ شاہ صاحب بولے حضرت سب کھالئے اتنا سُنکر

مرزا صاحب بے کیف ہو گئے اور تعجب فرمایا ایں سب کھالئے آدمی ہو یا ڈنگر؟

حکایت (۱۷) حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست و نزاکت طبع میں تھا۔ ایک عورت تھی نہایت بدمزاج کج خلق منہ پھٹ حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ اگر اُس عورت سے نکاح کرو اور اُس کی بدزبانی و ایذا دہی پر صبر کروگے تو تم کو نواز لیا جائیگا حضرت نے فوراً پیام بھیجدیا اور اُس سے نکاح کرلیا۔ وہ عورت اس درجہ تندخو بدخصلت سخت دل اور فحش گو تھی کہ الاماں حضرت مرزا صاحب خوشی خوشی دولت خانہ تشریف لیجاتے اور وہ سڑی سڑی سُنانی شروع کرتی چپکے بیٹھے سُنتے رہتے زبان سے اُف نہ نکالتے اندر گھوتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام دیا جائے بموجب ارشاد خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہنچا کر مزاج پرسی کرتا وہ نیکبخت بجائے جواب سلام گالیاں سُناتی اور وہ وہ مغلظات بکتی تھی کہ سُننے والے شرما جاتے تھے مگر مرزا صاحب کی خادم کو تاکید تھی کہ دیکھو اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے کسی بات کا جواب مت دینا جو کچھ فرماویں سُن لینا۔ ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا ہر چند اس کو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر بیچارہ ضبط نہ کرسکا جب دروازہ پر پہنچکر حضرت کا سلام پہنچایا مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا۔ پیر بنا بیٹھا ہے اُسے یوں کروں اور ووں کروں ہر چند کہ ولایتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک پیر کو گالیاں نہ سُن سکا اور غصہ میں آکر کہا بس چپ رہ ورنہ گردن اُڑا دونگا اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولا ہو گئی اب تُو تو میں میں تھی کی آواز جو مرزا صاحب کے کان میں پہنچی تو گھبرا اُٹھے اور جلدی سے ولایتی کو واپس بُلا بھیجا اُس کو سمجھایا اور فرمایا تم نا واقف ہو دوسرے خادم کو بھیجا وہ گالیاں سُنکر واپس آگیا۔ حضرت مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا نہایت مشکور و احسانمند ہوں اس کے باعث مجھے بہت نفع پہنچا ہے اور حقیقت میں اسکی شدائد اور سختیوں کی برداشت کرتے کرتے حضرت مرزا صاحب کے اخلاق غایت درجہ مہذب ہو گئے اور آپ کا سب غیظ و غضب فرو ہو گیا تھا۔

حکایت (۱۸) مرزا صاحب کی نزاکت طبع کا یہ حال تھا کہ ایک شخص زیادہ کھانے والا تھا اُسکو لوگ اکول کہتے تھے۔ مرزا صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوتا تو اُس کی صورت دیکھکر زیادہ

کھانے کے تصور سے سر میں درد ہوجاتا اور کتنی کتنی دیر تک سر تھامے بیٹھے رہتے۔ فرش کے نیچے کوئی سنگریزہ ہوتا اور بچھونا ابھرا رہتا اس پر اگر نظر پڑ جاتی تو بے چین اور متاذی ہوجاتے تھے۔

حکایت (۱۹) ایک شخص نے مرزا صاحب کے کھانے کو لوزینا رکر کے بھیجے اس بیچارے نے اپنی دانست میں اچھے ہی بھیجے تھے۔ مگر مرزا صاحب نے دیکھا تو فرمایا کیسے لوز ہیں جیسے گھوڑے کے نعل ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ مرزا صاحب کسی کی خدمت اور کسی کا تحفہ پسند نہیں فرماتے تھے اس سے طالبین کی اصلاح منظور تھی یہی سبب ہے کہ شاہ غلام علی صاحب کی بہت اصلاح ہوئی تھی۔

فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب میں عجز و انکسار اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک سید نے شاہ صاحب کی خدمت میں آکر عرض کیا حضرت آپ مجھے اپنا خادم بنالیں شاہ صاحب گھبرا اٹھے اور فرمایا بابا یہ لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالنا تم فرزند علی ہو اور میں غلام علی ہوں۔ (منقول از تذکرۃ الرشید حصہ دوم)

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی حکایات

(۲۰) خاں صاحب نے فرمایا مجھ سے قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی اور مولوی اعلم علی صاحب مراد آبادی نے بیان فرمایا کہ میاں صاحب (شاہ محمد اسحق صاحب کا لقب ہے) فرماتے تھے ان العبد لیعمل بعمل اہل النار ثم یسبق علیہ القدر فیعمل بعمل اہل الجنۃ ویدخل الجنۃ کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا واقعہ اس کا یہ ہے کہ نانا صاحب (شاہ عبدالعزیزؒ صاحب) کے دربار میں ایک پنڈت حاضر ہوا کرتے تھے جو کہ لڑکپن کے زمانے کے ان کے دوست تھے ہم ان کو نانا کہا کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ صبح کو مدرسہ میں آتے اور کنویں پر نہاتے اور سورج پر جل چڑھاتے یہ بات ہم کو گراں بھی مگر ادب کی وجہ سے ہم کچھ نہ کہہ سکتے۔ اب نانا صاحب کا انتقال ہوگیا اور مدرسہ کا اہتمام ہمارے ہاتھ میں آیا اور ان پنڈت کا وہی معمول رہا مگر ہم اب بھی کچھ نہ کہہ سکے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ کنویں پر سورج کی طرف منہ کئے اور ہاتھ میں لٹیا لئے سورج پر جل چڑھانے کیلئے کھڑا تھا مگر چڑھایا نہ تھا۔ اتفاق سے میں پہنچ گیا میں نے اس وقت کے قاعدے سے اُن سے

Marfat.com

سلام کیا۔ اُس نے مجھے دعا دی اور کہا بیٹا یہاں آؤ میں گیا تو اُس نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہماری تمہارے نانا سے بچپن کی دوستی ہے اور وہ دوستی اُن کے انتقال کے وقت تک برابر قائم رہی اور آنا جانا اُٹھنا بیٹھنا میل ملاپ بہت کچھ رہا۔ مگر نہ اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور نہ مجھے کبھی اس کا خیال ہوا۔ لیکن آج آپ ہی آپ میرا دل بےچین ہے اور بےساختہ جی چاہتا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ کیونکہ میں ہمیشہ سے سورج کی پرستش کرتا ہوں۔ لیکن آج مجھے خیال آیا کہ جب ہم چاہتے ہیں چلتے ہیں اور جب چاہتے ہیں آرام کرتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں نہیں جاتے۔ مگر سورج ہے کہ رات دن مارا مارا پھرتا ہے نہ وہ ایک دم کیلئے ٹھہر سکتا ہے اور نہ وہ اپنی معینہ چال کے خلاف چل سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ تو ہم سے بھی زیادہ مجبور اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ہرگز قابل پرستش نہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ دین اسلام دین حق ہے پس بیٹا تم مجھے مسلمان کر لو گو میں اسلام کی باتیں جانتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ پر اسلام لاؤں تاکہ تم میرے اسلام کے گواہ رہو میں نے کہا آپ کو ختنہ کرانی پڑیں گی۔ اُس نے کہا جو کچھ تم کہو گے میں سب کچھ کروں گا۔ الحاصل میں نے اُسے مسلمان کیا اور اُس کی ختنہ کرائیں اُس نے یہ بھی کہا کہ میرے بیٹا بیٹی نہیں ہاں پوتے نواسے ہیں۔ مگر جب میں مسلمان ہو جاؤں گا وہ سب میرے مخالف ہو جائیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے یہاں رہنے کیلئے جگہ دیدو کھانے پینے کے لئے میرے پاس بہت کچھ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کا جی چاہے تو مال بھی اپنے پوتوں وغیرہ ہی کو دیدیجئے میں آپ کی اپنے نانا کی طرح خدمت کرونگا الغرض میں نے اُن کو رہنے کو جگہ دی اور اُن کی خدمت کرتا رہا وہ چالیس روز زندہ رہے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ 130532

حاشیہ حکایت (۲۰) قولہ ادب کی وجہ سے **اقول** یعنی حضرت شاہ صاحب کے ادب کی وجہ سے۔ **قولہ** مگر ہم اب بھی کچھ نہ کہہ سکے **اقول** یہ بھی اسی ادب حیات کا غلبہ تھا جس کا اثر بعد وفات بھی رہا اور اس کا ادراک اہل وجدان کو ہوتا ہے اور چونکہ اس فعل میں حضرت میاں صاحب کا کوئی دخل نہیں نہ نسبتاً نہ رضاءً اس لئے کوئی اعتراض بھی نہیں ہو سکتا رہا یہ کہ نہی عن المنکر تو فرما سکتے تھے سو یہی توقع قبول کے وقت واجب ہوتی ہے ورنہ نہیں رہا استحباب سو عجب نہیں حضرت بڑے شاہ صاحب کے سکوت کو کسی حکمت پر

Marfat.com

اجمالاً محمول فرمالینا یہ مانع ہوا ہوا تبان مستحب ہے اور تعیین اس حکمت کی واقع کے اخیر جزو سے کہ اُس پنڈت کا مسلمان ہوجانا ہے ہوسکتی ہے یعنی حضرت شاہ صاحب کو مکشوف ہوگیا ہو کہ اگر اس کے ساتھ سختی نہ کی جاوے تو ممکن ہے کہ اس نرمی سے اُس کے قلب میں اسلام کی الفت پیدا ہوجاوے چنانچہ آخر وہ اس دولت سے مشرف ہوا۔

قولہ اُسے سلام کیا **اقول** کافر کو سلام ضرورت یا معتد بہا مصلحت سے یا کسی حال محمود کے غلبہ سے جائز ہے اور احتمال ثالث پر وہ غلبۂ حال ادب تھا حضرت شاہ صاحب کا **قولہ** انہوں نے مجھ سے کہا کہ مسلمان ہوجاؤ **اقول** مکشوف ہوا ہوگا کہ اسکے اسلام کا فلاں وقت معین ہے اس لئے اس سے پہلے توقع کے وقت امر بالمعروف کا ضروری نہونا ابھی مذکور ہوا ہے **قولہ** ختنہ کرانا پڑیں گی **اقول** یہ بطور شرط اسلام کے نہیں فرمایا۔ بلکہ حکم اسلام کے طور پر فرمایا یعنے اگر کوئی اس عمل پر آمادہ نہ ہوا اسلام کی تو اُس کو بھی تلقین کردی جاویگی لیکن اسلام کا یہ حکم پھر بھی بتلایا جاوے گا۔ اور بالغ کے بدن کو ختنہ کی ضرورت سے دیکھنا اس میں گو اختلاف ہے۔ مگر بہت فقہا نے اسکے جواز کو راجح بھی کہا ہے سنت

حکایت (۱۲) خانصاحب نے فرمایا کہ لوگ شاہ عبدالعزیز صاحب کو متساہل کہتے ہیں مگر یہ لوگ ان مشکلات سے واقف نہیں ہیں جو شاہ صاحب کے سامنے تھیں شاہ صاحب کا زمانہ ایک نہایت سخت فتنہ کا زمانہ تھا جس میں اظہار حق نہایت دشوار تھا اس لئے شاہ صاحب ترویج دین نہایت حزم و تدبیر کے ساتھ کرتے تھے اور فتنہ انگیز عنوانات سے احتراز فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے جتنے بزرگوں کو دیکھا ہے وہ سب جتنے شاہ عبدالعزیز صاحب کے معتقد تھے اس قدر نہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے معتقد تھے اور نہ کسی اور کے حالانکہ ان حضرات نے نہایت آزادی اور جانفروشی کے ساتھ دین کو رائج کیا ہے وجہ اس کی یہ تھی کہ شاہ صاحب کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا وہ دین سے بالکل آشنا نہ تھے ایسے لوگوں کو راہ پر لگانا سخت دشوار تھا اور شاہ صاحب نے ان کو راہ پر لگایا۔ یہ دلیل ہے اُن کے کامل عقل اور حکیم کامل ہونے کی اور جن لوگوں سے مولوی اسمٰعیل صاحب وغیرہ کو واسطہ پڑا ہے وہ لوگ تھے جو یا تو راہ راست پر آچکے تھے یا کم از کم دین سے بہت زیادہ بعد نہ رہا تھا اب میں اس زمانہ کے حالات دکھلاتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ وہ زمانہ کس قدر سخت فتنہ کا تھا اور اس میں اظہار حق کتنا مشکل تھا اُس زمانہ میں ایک تو روافض کا نہایت غلبہ تھا۔ چنانچہ دہلی

Marfat.com

میں نجف علی خاں کا تسلط تھا جس نے شاہ ولی اللہ صاحب کے پہنچے اُترواکر ہاتھ بیکار کر دیے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کر سکیں اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرا دیا تھا اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان مع زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اس کے بعد مولنا فخر الدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ بہلت روانہ ہوگئے تھے۔ مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری بھی نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب تو پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ نہ ان دونوں کو سوار ہونے کا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا اور دو دفعہ روافض نے شاہ صاحب کو زہر دیا تھا اور ایک مرتبہ چھپکلی کا اُبٹن ملوا دیا تھا جس سے شاہ صاحب کو برص اور جذام ہو گیا تھا اور جونپور کے سفر میں شاہ صاحب کو لو بھی لگی تھی جس سے مزاج میں سخت حدت پیدا ہو گئی تھی جس سے جوانی ہی میں بینائی جاتی رہی تھی اور ہمیشہ سخت بیچین رہتے تھے اور دوسرے مصنوعی صوفیوں کا غلبہ تھا جن کا اثر بادشاہ پر اور شاہزادوں شاہزادیوں پر اور عوام پر تھا اور اس وجہ سے انکی جرأت اور گستاخی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ علماء کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے کہ او مسجد کے مینڈھے کچھ دلواہم رنڈی رکھیں گے۔ شراب پئیں گے بھنگ پئیں گے علماء کو مجبوراً دینا پڑتا تھا۔ حتی کہ شاہ عبدالقادر صاحب بھی دیتے تھے۔ مگر وہ کہتے تھے کہ میاں صاحب لو کھانا کھا لینا لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب نے کبھی کسی کو نہیں دیا اور ہمیشہ لطائف الحیل سے پیچھا چھڑایا۔ چنانچہ اس پر ایک قصہ سُناتا ہوں یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب مولنا گنگوہی صاحب اور دوسرے بہت سے اشخاص سے سُنا ہے وہ قصہ یہ ہے کہ قطب صاحب کا ایک مجاور دہلی میں آیا اور علماء کے پاس گیا وہ جس عالم کے پاس جاتا اُس سے یہ کہتا کہ مجھ سے قطب صاحب نے فرمایا ہے کہ تم فلاں کے پاس جاؤ اور اُن کو ایک ٹکہ دو اور کلاوہ اُن کے سر پر باندھ آؤ لہذا میں تعمیل حکم کے لئے آیا ہوں اور یہ کہکر وہ ٹکہ پیش کرتا اور وہ کلاوہ باندھ دیتا اور کچھ نذرانہ لیکر چلتا ہوتا۔ یہ شخص شاہ صاحب کے پاس بھی آیا اور آکر اُن سے بھی یہی کہا مگر شاہ صاحب نے حکمت عملی سے کام لیا اور فرمایا کہ کہدو اسوقت مجھے وضو نہیں ہے اُس نے وہ کلاوہ اور ٹکہ رکھدیا اور منتظر ہوا کہ شاہ صاحب کچھ دیں گے۔ مگر شاہ صاحب نے کچھ نہ دیا جب اُس نے دیکھا کہ یہ کچھ نہیں دیتے

تو اُس نے کہا کہ حضرت مجھے کچھ تبرک مل جاوے شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ قطب صاحب کے فرستادہ تھے آپنے تعمیل حکم کردی جب قطب صاحب مجھے حکم دیں گے میں بھی خدمت میں پیش کردوں گا وہ مجبوراً رخصت ہوگیا۔ اب ایک اور قصہ سُنئے اس زمانہ میں ایک صاحب مولوی نصیر الدین صاحب تھے جو مدنی الاصل قوم کے سید اور شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ یہ صاحب خانم کے بازار میں رہتے تھے اور نہایت خوش بیان اور ذہین عالم تھے۔ ایک مرتبہ یہ صاحب اور شاہ صاحب چاندنی چوک گئے شاہ صاحب چونکہ نابینا تھے اس لئے اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہاں پہنچکر شاہ صاحب کو معلوم ہوا ایک شور مچ رہا ہے اُنھوں نے مولوی نصیر الدین صاحب سے فرمایا کہ جاکر دیکھو کہ کیا شور ہے وہ گئے اور شاہ صاحب سے واپس آکر کہدیا کہ حضرت کوئی بات نہیں یونہی بیہودہ شور ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ علم شئی بہ از جہل شئی تم جاکر اس شور کا اصل نشا معلوم کرو جب شاہ صاحب نے اصرار فرمایا تو اُنھوں نے مجبوراً عرض کیا کہ حضرت ایک فقیر بیٹھا ہوا ہے اور اپنے عضو تناسل کو تانے ہوئے اور اس میں ڈورا باندھے ہوئے ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ الف ہے اللہ کا شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اور اُس کی کمر میں اتنی زور سے لات مارو کہ وہ گر پڑے اور کہو اوبے وحدت خود منڈے کیا بکتا ہے۔ (خود منڈ بے پیر سے خودرو) الف خالی ہوتا ہے اور اس کے نیچے دو نقطے ہیں۔ چنانچہ مولوی نصیر الدین صاحب نے ایسا ہی کیا اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اس فقیر کے پیچھے تالی بج گئی اور وہ نہایت خفیف ہوکر چلدیا۔ غرض ان حکمتوں سے شاہ صاحب نے باطل کو شکست دی ہے۔ ایک اور قصہ سُنو اس زمانہ میں بددین صوفیوں کا ایک فرقہ امام شاہی تھا جو چار ابرو کا صفایا کرتا تھا۔ اور بیہودہ باتیں کیا کرتا اس فرقہ کا موجد ایک شخص امام شاہ تھا اور یہ فرقہ شکارپور سے نکلا تھا۔ چونکہ امام شاہ کی قبر ایک باغیچہ میں تھی اس لئے اسکے سلسلہ والے اپنا نام باغ کی مناسبت سے رکھتے تھے اور کسی کا نام گلاب شاہ تھا کسی کا چنبیلی شاہ کسی کا ... وغیرہ وغیرہ جب ہندوستان میں انگریزی حکومت ہوئی تو فوجیوں کی بہت قدر تھی اور رسالداروں وغیرہ کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور اختیارات بھی وسیع ہوتے تھے اُس زمانہ میں ایک شخص نسیم خاں نام شاہجہانپور کے رہنے والے تھے جو بہت خوبصورت اور تنومند تھے اور شاعر بھی تھے چنانچہ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نے اُن کے حالات اپنے

Marfat.com

تذکرہ میں لکھتے ہیں یہ نسیم خاں انگریزی فوج میں رسالدار تھے اور رخصت لیکر شاہجہانپور کو جارہے تھے۔ راستہ میں شکارپور میں قیام کیا جس سرائے میں یہ مقیم تھے اُسکے سامنے ایک باغ تھا جس میں امام شاہ مدفون تھا۔ اتفاق سے نسیم خاں ٹہلنے کو نکلے اور اس باغ میں پہنچ گئے اس باغ میں ایک مکان تھا جس میں امام شاہ کا سجادہ نشین رہتا تھا اور اس مکان کو اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق منڈف (معنی کُٹی) کہا جاتا تھا اس زمانہ میں جو سجادہ نشین اس مکان میں رہتا تھا اُس کا نام گلزار شاہ تھا نسیم خاں ٹہلتے ٹہلتے جب اس مکان کے قریب پہنچے تو گلزار شاہ کو اُن کے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی اور اس نے اندر سے آواز دی کون؟ چونکہ ان کا نام نسیم خاں تھا اور اس زمانہ میں یہ عادت تھی کہ اپنا پورا نام نہ لیتے تھے اس لیے اُنھوں نے جواب دیا کہ نسیم گلزار شاہ نے اندر سے کہا کہ نسیم ہے تو گلزار سے نہ جائیگی۔ یہ سُنتے ہی نسیم خاں پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ گلزار شاہ کے مرید ہوگئے اور چار ابرو کا صفایا کرکے فقیری اختیار کرلی۔ اور اپنے ہمراہیوں کو بلاکر اُن سے کہدیا کہ یہ جس قدر ساز و سامان ہے اس کا تم کو اختیار ہے چاہے تم میرے گھر دیدینا اور چاہے تم خود رکھ لینا مجھے نہ اب گھر بار سے کوئی تعلق ہے اور نہ تم سے کچھ سروکار ہے تم سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ میں تو یہاں رہونگا اور بیوی کو طلاق لکھکر اور اُسپر گواہیاں کراکر اُن کے حوالہ کردی اور کہدیا کہ یہ طلاق نامہ میری بیوی کے پاس پہنچا دینا۔ الغرض اُن کے ہمراہی روانہ ہوگئے اور وہ گلزار شاہ کے پاس رہ پڑے گلزار شاہ کا یہ تصرف چونکہ ایک عجیب تصرف تھا اس لئے عوام پر اس کا بہت اثر ہوا اور امام شاہی سلسلہ کو بہت ترقی ہوگئی تھوڑے دنوں کے بعد گلزار شاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ نسیم خاں سجادہ نشین ہوگئے اور ان کی طرف بہت کچھ رجوعات ہوئی کچھ زمانے کے بعد اُنھوں نے سیر کی غرض سے دلی کا سفر کیا اور دلی پہنچ کر شاہ صاحب کی خدمت میں بھی پہنچے مخلوقات کی رجوعات سے نسیم خان کا دماغ آسمان پر پہنچ چکا تھا اس لئے اُنھوں نے شاہ صاحب کی کوئی تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ آزادانہ اُن کے پاس گئے اور جاکر اپنے محاورہ کے مطابق سلام کیا اور کہا کہ شاہ صاحب شریعت کی قید میں کب تک رہوگے نکلو اس قید سے اور چھوڑ دو اس شریعت کو شاہ صاحب نے نہایت اخلاق سے فرمایا آئیے شاہ صاحب تشریف لائیے اور اپنے پاس بٹھالیا اور بہت دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اسکے بعد باتوں ہی باتوں میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ

Marfat.com

میاں صاحب آپ نے قرآن بھی پڑھا ہے اُنھوں نے کہا ہاں۔ اسکے بعد پوچھا کہ کچھ فارسی بھی پڑھی ہے اُنھوں نے کہا جی ہاں پھر پوچھا کہ کچھ عربی بھی پڑھی ہے اُنھوں نے کہا کہ جی ہاں پھر قطبی تک پڑھی ہے اُس کے بعد پوچھا کہ کچھ گھوڑے کی سواری بھی سیکھی ہے اُس نے کہا جی ہاں پھر پوچھا فنون سپہ گری بھی سیکھے ہیں اُس نے کہا کہ جی ہاں پھکیتی بکنیتی اور تیر اندازی وغیرہ سب سیکھے ہیں پھر پوچھا کہ آپ پہلے کیا کام کرتے تھے اُس نے کہا کہ فوج میں رسالدار تھا پھر پوچھا کہ قرآن کتنے زمانہ میں پڑھا اور فارسی کتنے زمانہ میں اور عربی کتنے زمانہ میں اور فنون سپہ گری کتنے عرصہ میں سیکھے اور ملازمت کتنے زمانہ کی اُس نے ان تمام باتوں کا بھی جواب دیا پھر پوچھا کہ اس سلسلہ میں کب سے داخل ہوئے اُس نے اس کا بھی جواب دیا جب شاہ صاحب نے ان تمام باتوں کا اقرار لیلیا تو للکار کر فرمایا کہ فقیر سنبھل کر بیٹھ اور سن تو نو مہینے تو ماں کے پیٹ کی قید میں رہا اور اس سے باختیار خود نہ نکل سکا اور اتنے دنوں تو ماں کے پستانوں کی قید میں رہا اور اس سے نہ نکل سکا اور اتنے دن تک تو انگلی پکڑنے کی قید میں رہا اور اتنے دن تو مونڈھوں کی قید میں رہا اور اتنے دن تو قرآن کی قید میں رہا اُستاد نے تھپڑ بھی لگائے ہوں گے۔ قمچیاں بھی لگائی ہونگی مگر تو اُس قید سے نہ نکل سکا اور اتنے دن تو فارسی کی قید میں رہا اور اتنے دن تو عربی کی قید میں رہا اور اتنے دن تو کشتی کی قید میں رہا اور اتنے دن پھکیتی کی قید میں رہا اتنے دن بکنیتی کی قید میں رہا اتنے دن سواری کی قید میں رہا اتنے دن تیر اندازی کی قید میں رہا اتنے دن انگریزوں کی قید میں رہا اور اب چار ابرو کی صفائی کی قید میں ہے پھر تو اپنے آپ کو آزاد کیسے کہہ سکتا ہے الحاصل اس عالم میں کوئی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی قید میں نہ ہو تو چار ابرو کی صفائی کی قید میں ہے اور ہم شریعت کی قید میں ہیں مگر یاد رہے کہ تمہاری قید کچی چاندی ہے تم اسکی قیمت مانگو گے تو اس کو تبایا جائیگا اور بغیر تپائے کوئی نہ لیگا اور ہماری قید پر سکہ شاہی لگا ہوا ہے جہاں چاہیں گے بھنا لیں گے وہ فقیر نہایت شرمندہ ہوا اور رخصت ہو کر چلا گیا۔ اس قسم کے اور قصے بہت ہیں جن سے اُس زمانہ کی حالت معلوم ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے اس زمانہ میں کس قدر ہوشیاری سے دین کو سنبھالا ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۱) **قولہ** متساہل کہتے ہیں **اقول** اس حکایت میں تو کوئی بات موہم تساہل مذکور نہیں بعضے قصے جو اس طرح کے مشہور ہیں اُس کی تحقیق یہ ہے

کہ اس کا استعمال دفع مضرت دنیویہ کیلئے ہو یا مخاطب کے جلب مصلحت دینیہ کیلئے ہو تو محمود ہے اور اگر اپنے جلب منفعت دنیویہ مالیہ یا جاہیہ کیلئے ہو تو مذموم ہے خوب سمجھ لو اس میں اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے گا ہے بزرگوں پر بدگمانی کا گا ہے اپنے پر تقلید بزرگان کی نیک گمانی کا (شت)

حکایت (۲۲) خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے اس قصہ کو بہت لوگوں سے سُنا ہے لیکن کسی نے خواب دیکھنے والے کا نام نہیں لیا مگر جب میں نے مولوی ماجد علی صاحب اور مولوی احمد علی خیر آبادی سے اس کو بیان کیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ خواب مولوی فضل امام صاحب کا تھا۔ مولوی فضل امام صاحب نے خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں تشریف لائے ہیں اور مکان کے فلاں کمرہ میں بیٹھے ہیں اسکی تعبیر میں شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ تم فوراً جا کر اپنا تمام سامان اُس کمرہ سے نکال لو اور اسکو بالکل خالی کر دو اُنہوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد وہ کمرہ فوراً گر گیا (جس سے تعبیر کا صحیح ہونا معلوم ہو گیا) مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس خواب کی یہ تعبیر کیونکر ہوئی کیونکہ ہزاروں لوگ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور کچھ بھی ضرر نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اس وقت بے اختیار یہ آیت ذہن میں آگئی تھی ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا۔

حاشیہ حکایت (۲۲) **قولہ** تو اُنہوں نے کہا **اقول** میں نے کسی ثقہ سے یہی نام سُنا ہے مگر راوی یاد نہیں رہے **قولہ** اس کی تعبیر میں **اقول** میں نے ان راوی سے یہ بھی سُنا ہے کہ اُنہوں نے مولوی فضل حق صاحب کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں تعبیر پوچھنے بھیجا تھا **قولہ** یہ آیت ذہن میں آئی **اقول** عجب نہیں کہ شاہانہ لباس میں زیارت ہونا بیان کیا ہو اس پر یہ آیت ذہن میں آئی اور عام طور سے جو زیارت ہوتی ہے تو لباس انبیاء میں اور ہر تعبیر کا اطراد ضروری نہیں۔ اس میں خصوصیات مقام کو دخل ہوتا ہی (شت)

حکایت (۲۳) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے پھوپھا کا انتقال ایک سو پانچ برس کی عمر میں ہوا ہے اور ۲۲ برس کی عمر میں اُنہوں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک کشتی بالکل پاخانہ سے بھری ہے اور اس کشتی کے کنارے پر میں کھڑا ہوں اور اپنے پاؤں کی حرکت سے اس کشتی کو کنارہ کی طرف لیجا رہا ہوں مگر اپنے جسم اور کپڑوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس پاخانہ

Marfat.com

بچتا ہوں اور بہت کچھ بچ گیا ہوں مگر کسی قدر پاخانہ پاؤں میں لگ گیا ہے۔ جب کشتی کنارہ پر آگئی تو میں اس میں سے کود گیا۔ اس خواب کو اُنھوں نے شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم بہت جلد کسی اچھی ریاست میں نوکر ہو جاؤ گے اور اس کا پورا انتظام تمہارے متعلق ہو گا چنانچہ اسی سال پھوپھا صاحب مالاگڈھ کی ریاست میں نواب ولی داد خاں کے یہاں ملازم ہو گئے اور تا بقدر ملازم رہے اور نہایت دیانت کیسا تھ کام کیا یہ واقعہ خود میرے پھوپھا نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۳) غالباً یہ تعبیر اس پر مبنی ہے کہ دنیا کی صورت مثالیہ یہ ہے اور اس سے دنیائے مباحہ کا حرام ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ پاخانہ سے ہر قسم کا انتفاع تو حرام نہیں ہے مثلاً کھیت ہی میں ڈالنا اس کا جائز ہے اسی طرح دنیائے مباحہ سے انتفاع کے بھی قیود ہیں اور اصل اور مثال میں اتنا تناسب کافی ہے جو کہ بنا ہوتی ہے تعبیر کی (**شت**)

حکایت (۲۴) خانصاحب نے فرمایا کہ پھوپھا صاحب نے مذکورہ بالا اپنا خواب بیان کر کے فرمایا کہ ایک شخص اکثر یہ خواب دیکھتا تھا۔ کہ میرے گھر میں چھپکلیاں لڑتی ہیں اس خواب کو اُس نے شاہ صاحب سے بیان کیا شاہ صاحب نے اس خواب کو سن کر فرمایا کہ تیری بیوی موئے زہار قینچی سے کترتی ہے اُس نے آکر اپنی بیوی سے دریافت کیا بیوی نے تصدیق کی۔

حاشیہ حکایت (۲۴) **قولہ** قینچی سے **اقول** مناسبت ظاہر ہے اور اس میں اس فعل کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں (**شت**)

حکایت (۲۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب کے صاحبزادے مولوی یوسف صاحب فرماتے تھے کہ جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ اب ہندوستان کی سلطنت حکمائے کے ہاتھ میں آگئی ہے اُن کے ہاتھ سے نکلنا بہت مشکل ہے یہ روایت میں نے مولوی یوسف سے بلا واسطہ بھی سنی ہے اور بواسطہ مولوی محی الدین خاں صاحب مرادآبادی بھی سنی ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۵) **قولہ** اُن کے ہاتھ سے نکلنا بہت مشکل ہے **اقول** اس پیشین گوئی کا مبنی کرامت و فراست دونوں ہو سکتے ہیں انفراداً یا اجتماعاً (**شت**)

حکایت (۲۶) خانصاحب نے فرمایا کہ چار شخص شاہ صاحب کے خاندان میں بہت سخی تھے ایک شاہ رفیع الدین صاحب ان کی نسبت سید احمد خاں نے لکھا ہے کہ ان کا کیسہ زر ہمیشہ خالی رہتا تھا اھ یہ مکان سے باہر چبوترہ پر بیٹھا کرتے تھے اور اس پر فرش نہ ہوتا تھا۔ بلکہ صرف چٹائی ہوتی تھی اور کبھی چٹائی بھی دیدیتے تھے اور خالی زمین پر بیٹھتے تھے۔ سارے محلے کی عورتوں کا کام کیا کرتے تھے۔ میرے اُستاد میاں جی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ ایک روز شاہ صاحب عورتوں کا سودا خریدنے گئے۔ چونکہ سودے مختلف اور متعدد تھے اس لیئے اوّل اُنہوں نے سودے رومال میں باندھے جب رومال میں گنجایش نہ رہی تو کرتے میں رکھے جب اس میں بھی گنجایش نہ رہی اور ایک سودا باقی رہگیا تو اسے ٹوپی میں لے لیا میں نے عرض کیا کہ حضرت دال مجھے دیدیجئے اور ٹوپی خالی کرکے اوڑھ لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں مسلمان کی ہر چیز کام میں آنی چاہیئے۔ دوسرے سخی مولٰنا شاہ اسحٰق صاحب تھے جب یہ اجمیر پہنچے اور مجاور اُن کے پیچھے لگے تو آپ نے فرمایا اس وقت تم ہمارے پاس نہ آؤ ہم پہلے زیارت کرلیں جب زیارت کرکے اپنی قیامگاہ پر پہنچیں اُس وقت ہمارے پاس آنا۔ مجاوروں نے ایسا ہی کیا اور آپ کے قیامگاہ پر پہنچے اُس وقت آپ نے مجاوروں کو بلا گنے ہوئے اور لپیں بھر بھر کے روپے دیے یہ دیکھ کر مجاوروں نے کہا کہ ان کو کون وہابی کہتا ہے ایسا تو اب تک کوئی بھی نہیں آیا صرف فلاں بیگم آئی تھی سو اُس نے بھی اتنا نہیں دیا تھا۔ یہ تو اُن کا اپنے ذاتی روپے کے ساتھ برتاؤ تھا اور اگر کوئی درخواست کرتا کہ حضرت فلاں شخص سے میری سفارش کردیجئے تو آپ بے تکلف سفارش کرتے تھے چنانچہ فرخ آباد والے نواب کو ایک سال میں ایک ہزار سفارشی خط لکھے اور اُس نے ہر خط کی تعمیل کی آخر مجبور ہوکر عرض کیا کہ حضرت کے سفارشی والا نامے اس سال ایک ہزار پہنچے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ واقعی آپ کو بہت تکلیف ہوئی مگر میں سفارش کے بغیر رہ نہیں سکتا تم میری تحریر پر عمل نہ کیا کرو۔ مولانا گنگوہی نے یہ قصہ بیان فرماکر فرمایا کہ اپنی اپنی طبیعت ہے چنانچہ مولوی محمد یعقوب صاحب کی طبیعت اسکے خلاف تھی اور وہ کبھی کسی کو سفارشی خط نہ لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں دو تکلیفیں ہوتی ہیں اگر سفارش نہ کی جاوے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے جو خواہان سفارش ہے اور سفارش کی جاوے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے جس سے سفارش کی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ طالب سفارش کی تکلیف کا منشا خود اُس کی طلب ہے

Marfat.com

اور جس سے سفارش کی جاتی ہے اُس کی تکلیف محض بلا وجہ اس لئے میں طالب سفارش کی تکلیف کو اُس کی تکلیف پر ترجیح دیتا ہوں جس سے سفارش کی جاوے۔ اور یہہ بیان فرماکر مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ میرا مذاق بھی وہی ہے جو مولانا محمد یعقوب صاحب کا تھا اور میں بھی سفارش نہیں کرتا۔ تیسرے سخی مولوی اسمٰعیل صاحب شہید تھے مگر ان میں بنسبت شاہ محمد اسحٰق صاحب کے کچھ انتظامی شان تھی۔ چوتھے سخی مولانا اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد عمر صاحب تھے یہ پورے کھوج کھوؤ اور گھر کھوؤ تھے اُن کی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی ٹوپی مانگتا تو ٹوپی دیدیتے اس کے بعد کہتے کہ لو یہ عمامہ بھی لیجئے وُ پھر کہتے کہ اچھا یہ کُرتہ بھی لیلو۔ حتی کہ پاجامہ بھی دیدیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۲۶) **قولہ** میں بھی سفارش نہیں کرتا **اقول** احقر بھی اسی مذاق کا متبع ہے یعنی بشاشت سے سفارش نہیں کرتا۔ کیونکہ جو سفارش مسنون ہے وہ اس وقت نہیں رہی جبر وکراہت رہ گئی جو کہ ناجائز ہے (**ش**)

حکایت (۲۷) خانصاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ لکھنؤ میں پہنچا ہے تو لکھنؤ کے نواب نے جو اس وقت برسر حکومت تھا مجتہدین شیعہ سے درخواست کی کہ اس کا جواب لکھا جاوے مجتہدین میں سے دلدار علی خاں نے جواب کا بیڑا اُٹھایا لیکن تحفہ کی زبان چونکہ بے نظیر تھی اس لئے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ مضامین قبلہ وکعبہ لکھیں اور آپ ان کو اپنی عبارت میں ادا کردیں تاکہ مضامین کا جواب مضامین سے اور عبارت کا جواب عبارت سے ہوجاوے مگر قتیل نے عذر کیا اور کہا کہ میں شاہ صاحب کی سی فارسی عبارت لکھنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کی تائید میں اُس نے بیان کیا کہ دلی میں ایک رنڈی سے میری آشنائی ہے اور میں نے نہایت دماغ سوزی سے اور اپنی پوری قابلیت صرف کرکے اُسے ایک خط لکھا تھا وہ رنڈی خط کو دلی کے تمام لائق فائق لوگوں کے پاس لیگئی اور درخواست کی کہ اس کا جواب لکھدیا جاوے مگر اُسکے جواب کا کسی نے اقرار نہیں کیا مجبور ہوکر وہ اس خط کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے گئی اور ظاہر کیا کہ میں تمام جگہ پھر چکی ہوں مگر کسی نے جواب کی حامی نہیں بھری اب میں مجبور ہوکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں حضور اس کا جواب لکھدیں۔ شاہ صاحب نے خط سُنتے ہی فی البدیہ اسکا جواب لکھوا دیا وہ خط چھ مہینے سے میرے پاس رکھا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ

Marfat.com

اس کا جواب لکھوں مگر اب تک مجھ سے اس کا جواب نہیں ہو سکا اب آپ غور فرمالیں کہ میں تحفہ کی عبارت کا جواب کس طرح دے سکتا ہوں جب قتیل نے عذر کیا تو ناچار قبلہ وکعبہ نے خود ہی جواب لکھا اس جواب کو نواب صاحب نے مرزا قتیل کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتلائیے کیسا جواب ہے مرزا قتیل نے اُس کو دیکھ کر کہا کہ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو عرض کروں نواب صاحب نے فرمایا کہ فرمائیے مرزا قتیل نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ قبلہ وکعبہ سے تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا شاہ صاحب تو تحفہ پیش کرتے ہیں اور قبلہ وکعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے ہیں (مرزا قتیل کے اس اعتراض کا منشا یہ تھا کہ قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذو الفقار رکھا تھا) اس کے بعد قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ اچھا عبارت کی نسبت کچھ فرمائیے قتیل نے کہا کہ حضور کہاں جائس کا جولاہہ اور کہاں دلّی کی سیڑھیوں کا بیٹھا ہوا شہدد (یہ قتیل نے اس لئے کہا کہ قبلہ وکعبہ جائس کے تھے اور جائس کے جولاہے مشہور ہیں)

حاشیہ حکایت (۲۷) قولہ فی البدیہ اس کا جواب لکھوا دیا اقول اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ ظاہراً فسق ہی کا علاقہ تھا تو اس کی تقویت و اعانت کیسے کی جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ قائل اور قتیل دونوں اس قابل نہ رہے ہوں صرف اظہار لیاقت ہی کے لئے نوبت ہوئی ہو تو معین پر بدگمانی کا کچھ حق نہیں ۵

بگذر از ظن خطا اے بدگماں	ان بعض الظن اثم را بخواں	(رشت)

حکایت (۲۸) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد العزیز صاحب کے درمیان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے متعلق اختلاف تھا شاہ عبد العزیز صاحب تو یہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے اور دل گواہی دیدے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو خواہ کسی شکل میں دیکھے اُس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب یہ فرماتے تھے کہ جو صورت آپ کی واقعی تھی اگر اس میں بال برابر بھی تفاوت ہے تو اُس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا مثلاً اگر آپ کے بیس بال سفید تھے اور دیکھنے والے نے اکیس دیکھے تو اس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور اس کی دلیل یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر صحابہ کے زمانہ میں کوئی شخص جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

خواب میں دیکھنے کا دعویٰ کرتا تو صحابہ اس سے حلیہ دریافت کرتے اور بغیر اس کے تصدیق نہ کرتے اور اس بارہ میں دونوں بھائیوں میں تحریریں ہوئی ہیں لیکن زبانی گفتگو کبھی نہیں ہوئی۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے مجلس میں اس کا تذکرہ بھی چھڑ گیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب اس مسئلہ پر تقریر فرمانے لگے تو شاہ رفیع الدین صاحب بالکل خاموش سنتے رہتے تھے اور اصلاً نہ بولتے تھے (خانصاحب نے فرمایا کہ کسی نے شاہ رفیع الدین صاحب سے کہا کہ آپ شاہ صاحب سے تحریری گفتگو کرتے ہیں ایک دفعہ دونوں بیٹھ کر زبانی گفتگو کیوں نہیں کر لیتے تو شاہ رفیع الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ سب کچھ سہی لیکن میرے پاس میاؤں کا جواب نہیں اگر شاہ صاحب نے یوں فرمایا کہ میں یوں کہتا ہوں تو میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے یہ فرما کر خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات زبانی گفتگو کے متعلق سوال کرنے کی مجھے یاد نہیں کہ میں نے کس سے سنی ہے) خانصاحب نے فرمایا کہ میاں جی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کا اس مسئلہ میں ایک تیسرا مسلک تھا وہ یہ فرماتے تھے کہ اگر دیکھنے والے نے آپ کو اس زمانہ کے اتقیاء کی وضع میں دیکھا ہے تو اس نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اگر اس وضع کے خلاف وضع میں دیکھا ہے تو نہیں دیکھا۔

حاشیہ حکایت (۲۸) **قولہ صحابہ اُس سے حلیہ** **اقول** اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ خاص ان صحابہ کا یہی مسلک ہو گا جس سے ایسا سوال منقول نہیں یا اُس زمانہ کی استعداد کا یہی مقتضا ہو کہ تمثل بعید نہ ہوتا ہو تو اس سے ضعیف الاستعداد کے لئے تمثل بعید کا بطلان لازم نہیں آتا (**شت**)

حکایت (۲۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور میاں جی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لیجاتے آپکے متعلقین بھی آپ کے ساتھ جاتے اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے فاتحہ کے بعد قرآن شریف با تفسیر وعظ فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا اور کچھ تقسیم فرما دیتے۔ مگر شاہ اسحٰق صاحب بھی آپ کے ہمراہ جاتے لیکن جس وقت فاتحہ پڑھ لیتے تھے تو شاہ صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے فرماتے کہ میاں اسحٰق بیٹھو گے یا جاؤ گے۔ اس پر شاہ اسحٰق صاحب فرماتے کہ حضور جاؤں گا اور یہ کہکر واپس تشریف لے آتے۔ یہ کبھی جلسہ میں شریک نہیں ہوتے

Marfat.com

اور نہ شاہ صاحب نے اُن کے عدم شرکت پر اُن سے کبھی کچھ تعرض فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۲۹) قولہ یہ کبھی جلسہ میں الخ **اقول** اختلاف مسلک اُسی اختلاف نظر سے تھا جو حکایت سابقہ کے حاشیہ میں مذکور ہوا اور شاگرد واستاد دونوں کا کس درجہ انصاف وحسن ظن ثابت ہوتا ہے (**تشت**)

حکایت (۳۰) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبد العزیز صاحب ایک مرتبہ کھانا کھانے کیلئے زنانہ مکان میں تشریف لیگئے تھے اور کچھ لوگ آپکے انتظار میں مدرسہ میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے عبد الوہاب نجدی کا ذکر چھڑ گیا۔ ان میں سے دو آدمیوں میں اسکے متعلق مناظرہ ہونے لگا۔ ایک نے عبد الوہاب کی مذمت اور تفسیق وتکفیر شروع کی دوسرے نے اسکی تعریف وتحسین اور خوب گفتگو ہوئی۔ ان میں سے ایک مذمت کرنے والے نے یہ بھی کہا کہ عبد الوہاب بددین تھا اور اس نے ابن تیمیہ اور ابن القیم مردودوں اور بددینوں کے دین کو چمکانا چاہا اتنے میں اتفاق سے شاہ صاحب بھی مکان سے تشریف لے آئے شاہ صاحب ابھی بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اُس شخص نے جو عبد الوہاب کا مخالف تھا شاہ صاحب سے کہا کہ حضرت میں تو کہتا ہوں کہ عبد الوہاب کافر تھا اور ایسا تھا ویسا تھا اور اُس نے ابن تیمیہ اور ابن القیم جیسے بددینوں کے دین کو رواج دینا چاہا۔ شاہ صاحب نے اسکے مُنہ سے یہ الفاظ سُنتے ہی مُنہ پر اُنگلی رکھی اور فرمایا ہا ہا اور دیر تک ایسا ہی کیا (مطلب یہ تھا کہ یہ بات نہایت بُری ہے تم ایسا نہ کہو) اس کے بعد بیٹھ کر فرمایا کہ عبد الوہاب بھی نہایت سچا اور پکا مسلمان اور متبع سنت تھا مگر بدعقل اور ابن تیمیہ وابن القیم بھی نہایت سچے اور پکے مسلمان تھے۔ مگر بشر تھے اُن سے غلطی ممکن ہے اور اس غلطی کی بنا پر ان کو بُرا بھلا کہنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ اُسکے بعد شاہ صاحب نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا تھا جس سے مقصود تعلیم افعال طواف بھی اور اس حالت میں آپ کی اونٹنی نے نہ جگالا نہ مینگنیاں کیں اور نہ پیشاب کیا۔ پس حرمت مسجد بھی محفوظ رہی اور مقصود تعلیم بھی حاصل ہوگیا۔ عبد الوہاب اپنی غلطی سے اونٹنی پر طواف کو سنت سمجھ گیا اور اس نے اپنے اتباع سمیت اونٹوں پر طواف کیا جس سے تمام مسجد مینگنیوں اور پیشاب سے بھر گئی سو گو یہ اس کی غلطی تھی مگر اس کا منشا اتباع سنت تھا

اس لئے اس کو بُرا کہنا نہ چاہیئے۔

حاشیہ حکایت (۳۰) قولہ اس کا منشاء اتباع سنت تھا الخ **اقول** یہی فرق ہے اہل صورت واہلِ معانی میں کہ وہ افعال کو دیکھتے ہیں اور یہ افعال کے مناشی کو اس لئے کبھی ایسے امر پر مواخذہ کرتے ہیں جو ظاہراً موجب مواخذہ نہیں ہوتا اور کبھی ایسے امر پر تسامح کرتے ہیں جو ظاہراً قابلِ تسامح نہیں ہوتا (**دشت**)

(منقول از امیر الروایات)

حکایت (۳۱) فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جہازران انگریز آیا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے آپ کو ہر فن میں دخل ہے جہازرانی میں بھی کچھ آپ کو آتا ہے شاہ صاحب نے جو بعض پرزوں کے حالات بیان کئے ہیں تو وہ اس کو بھی یاد نہ تھے۔ اس کو حیرت ہوگئی پوچھا تو فرمایا کہ بچپن میں اس فن کی ایک کتاب دیکھی تھی اس میں سے ہی کچھ یاد ہو گیا تھا۔

حکایت (۳۲) فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو قوال آئے ان میں کسی راگنی میں اختلاف تھا اور شاہ صاحب کو حکم بنایا دونوں نے شاہ صاحب کے سامنے گایا۔ شاہ صاحب نے ایک کی تصویب کی اور دوسرے کا تخطیہ اور بتلا دیا کہ یہ خرابی ہے انکو بڑا تعجب ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب ہم مکتب میں جاتے تھے تو ہمارے راستہ میں ایک ڈوم نے بالاخانہ کرایہ لے رکھا تھا ہم آتے جاتے سُنا کرتے تھے اسی سے ہم نے کچھ معلوم کیا تھا جو ہمیں یاد ہے۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفرلہ کسولوی

حکایت (۳۳) ایک بار شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ مذاہب اربعہ میں کون مذہب آپ کے مذہب کے مطابق ہے؟ فرمایا کوئی بھی نہیں" پھر سلاسل اربعہ کو دریافت کیا اس کی بابت بھی وہی ارشاد ہوا کہ کوئی بھی نہیں۔ جب اس خواب کی خبر مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپنے شاہ صاحب سے پوچھ بھیجا کہ یہ خواب اضغاث احلام تو نہیں ہے؟ اس کے کیا معنی کہ سلاسل اربعہ اور مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک بھی جناب امیر المؤمنین کے موافق نہو؟

صاحب نے لکھا کہ یہ خواب رویائے صالحہ ہے اور عدم موافقت کا یہ مطلب ہے کہ من کل الوجوہ اور ہر ہر جزئیات میں کوئی سلسلہ اور کوئی مذہب آپ کے مذہب کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک مذہب مذاہب صحابہ کا مجموعہ ہے کوئی مسئلہ حضرت صدیقؓ کیمطابق ہے تو کوئی مسئلہ حضرت علیؓ کے اور کوئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہی حال سلاسل مشایخ کا ہے۔ (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۴) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ کی حکایات

حکایت (۳۴) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات جو میں اس وقت لکھوانا چاہتا ہوں میں نے صدہا آدمیوں سے سنی ہے اور اس کے آخر میں مولوی محمود الحسن صاحب کا کچھ اضافہ ہے اس کو بھی اس کے آخر میں لکھواؤں گا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اگر عید کا چاند تیس۳۰ کا ہونے والا ہوتا تو شاہ عبدالقادر صاحب اول روز تراویح میں ایک سیپارہ پڑھتے اور اگر انتیس۲۹ کا چاند ہونیوالا ہوتا تو اول روز دو سیپارے پڑھتے۔ چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب اول روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھ کر آؤ میاں عبدالقادر نے آج کے سیپارے پڑھے ہیں اگر آدمی یہ آکر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند تو انتیس۲۹ ہی کا ہو گا یہ بات دوسری ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں۔ اس میں مولوی محمود حسن صاحب یہ اضافہ فرماتے تھے کہ یہ بات دلی میں اس قدر مشہور ہو گئی تھی کہ اہل بازار اور اہل پیشہ کے کاروبار اس پر مبنی ہو گئے تھے مثلاً اگر شاہ عبدالقادر صاحب پہلے روز دو سیپارے سناتے تھے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ اب کے عید کا چاند انتیس۲۹ کا ہو گا اور درزی دھوبی وغیرہ انتیس رمضان تک کپڑوں کی تیاری کیلئے کوشش کرتے تھے اور انتیس۲۹ کو حتی الامکان کام پورا کر دیتے تھے اور اگر اول روز ایک سیپارہ سناتے تو سمجھ لیتے کہ چاند تیس۳۰ کا ہو گا اور تیس تاریخ تک تیاری کا اہتمام کرتے۔

حاشیہ حکایت (۳۴) قولہ حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں **اقول** اس سے معلوم ہوا کہ کسی کشف کا واقعیت سے کبھی متخالف ہونا

Marfat.com

بھی کاملین کے نزدیک شرع کے مقابلہ میں حجت نہیں (شت)

حکایت (۳۵) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات بھی میں نے صدہا لوگوں سے سُنی ہے اور اپنے سب بزرگوں سے بھی سُنی ہے اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری اور مولوی ماجد علی صاحب اور مولوی احمد علی خیرآبادی سے بھی سُنی ہے کہ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب جس روز خود کتاب لیکر جاتے اُس روز شاہ عبدالقادر صاحب سبق پڑھاتے تھے اور جس روز کتاب خدمتگار کے ہاتھ لوا کر لاتے اُس روز سبق نہ پڑھاتے

حاشیہ حکایت (۳۵) قولہ جس روز کتاب خدمتگار کے ہاتھ الخ اقول دو کمال پر دلالت ہوئی ایک کمال کشف کیونکہ خدمتگار کو اُستاد کے سامنے تک تھوڑا ہی آنے دیتے تھے دوسرا کمال تربیت کہ ذمیمۂ کبر کا کیسا لطیف علاج فرماتے تھے جو قولی سے انفع ہے (شت)

حکایت (۳۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب فرماتے تھے کہ میرے اُستاد مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی بیان فرماتے تھے میں حضرت مجدد صاحب کے سلسلہ کا زیادہ معتقد نہ تھا لیکن جب سے میں نے سُنا شاہ عبدالقادر صاحب کو اور فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اُس وقت سے میں اس سلسلہ کا بہت معتقد ہوگیا کیونکہ اگر وہ سلسلہ فی الحقیقت ناقص ہوتا تو ایسے لوگ اس سلسلہ میں داخل نہ ہوتے (خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے ان دوسرے بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے وہ نام یاد نہیں رہا) مولوی فیض الحسن صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالقادر صاحب سے کرامات کا اس زور شور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانہ میں پت جھڑ ہو یا بارش کے وقت بوندیں گرتی ہوں۔

حاشیہ حکایت (۳۶) قولہ داخل نہ ہوتے اقول مطلب یہ ہے کہ اس داخل ہونے کا استمرار نہ ہوتا یعنی اگر غلطی سے داخل ہوجاتے تو داخل رہتے نہیں (شت)

حکایت (۳۷) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے صدہا سے سنی ہے مگر خاص یہ بات میں نے مولانا نانوتوی سے سُنی ہے وہ فرماتے تھے کہ اس خاندان کے دو عجیب ہیں۔ ایک شاہ عبدالقادر صاحب اور ایک مولانا اسحٰق صاحب مولوی فضل حق صاحب

Marfat.com

اور مفتی صدر الدین صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خاندان کے لوگ علوم دینیہ جیسے
حدیث تفسیر فقہ وغیرہ خوب جانتے ہیں مگر معقولات نہیں جانتے چنانچہ ایک روز جس
وقت پڑھنے جارہے تھے ابھی وہ شاہ صاحب تک پہنچے بھی نہ تھے کہ شاہ صاحب نے
اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر ڈالدو اور ایک مسجد کے اندر اور جب فضل حق
اور صدر الدین آئیں تو اُن کو وہیں بٹھلادو۔ بوریے حسب الحکم بچھا دیے گئے اور جب
وہ دونوں آگئے تو اُن کو وہیں بٹھلا دیا گیا جب اُن کے آنے کی شاہ صاحب کو اطلاع
ہوئی تو شاہ صاحب تشریف لائے اور آکر اپنے بوریے پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میاں
فضل حق اور میاں صدر الدین آج سبق پڑھانے کو توجی نہیں چاہتا یوں جی چاہتا ہے
کہ کچھ معقولیوں کی خرافات میں گفتگو ہو اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت جیسے حضرت کی خوشی
ہو اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ متکلمین کا کونسا مسئلہ ایسا ہے جو فلاسفہ
کے مقابلہ میں بہت ہی کمزور ہو اُنھوں نے عرض کیا کہ حضرت متکلمین کے تو اکثر مسائل
کمزور ہی ہیں مگر فلاں مسئلہ تو بہت ہی کمزور ہے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم
فلاسفہ کا مسئلہ لو اور ہم متکلمین کا اور گفتگو کریں اُنھوں نے عرض کیا کہ بہت اچھا اس پر
گفتگو ہوئی اور شاہ صاحب نے دونوں کو عاجز کر دیا اس کے بعد فرمایا کہ اچھا اب یہ
بتلاؤ کہ فلاسفہ کا کونسا مسئلہ کمزور ہے اس پر اُنھوں نے عرض کیا کہ فلاں مسئلہ بہت
کمزور ہے اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب تم متکلمین کا پہلو لو اور ہم فلاسفہ کا چنانچہ
ایسا ہی کیا گیا اور شاہ صاحب نے اب بھی ان کو چلنے نہیں دیا۔ جب ہر طرح ان کو مغلوب کر دیا
تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدر الدین تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول
نہیں آتی بلکہ ہم نے ان کو ناقص اور واہیات سمجھ کر ان کو چھوڑ دیا ہے مگر اُنھوں نے ہمیں
ابتک نہیں چھوڑا وہ ابتک ہماری قدمبوسی کیے جاتے ہیں۔ یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب نے
فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے تو یوں سُنا ہے کہ یہ گفتگو نہ فضل حق صاحب اور مفتی
صدرالدین صاحب دونوں سے ہوئی تھی مگر مولوی احمد علی خیر آبادی اور مولوی ماجد علی یہ
فرماتے تھے کہ اس گفتگو میں صرف مفتی صاحب تھے اور مولوی فضل حق صاحب سے
گفتگو نہ ہوئی تھی۔

حاشیہ حکایت (۳۷) قولہ ایک بوریا مسجد سے باہر الخ اقول کتنا دقیق

تقویٰ ہے کہ دونوں بورئے معقولات ہی کی گفتگو کیلئے بچھائے گئے تھے مگر مدعیانِ معقول کی نیت تقویت معقول کی تھی اُن کا فعل طاعت نہ تھا اُس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں رکھا گیا اور حضرت شاہ صاحب کی نیت تزئیف معقول کی تھی یہ فعل طاعت تھا اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز رکھا گیا (شت)

حکایت (۳۸) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبد القادر صاحب نے اپنی حیات میں اپنی کل جائداد حصص شرعیہ کے موافق اپنی صاحبزادی اور اپنے بھائیوں کے نام کردی تھی۔ اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی اور آپ نے ان کو متبنیٰ بھی بنایا تھا اس لئے آپ نے بیٹی اور بھائیوں کی اجازت سے کچھ حصہ اُن کے نام بھی کردیا تھا اور خود بالکل متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے اور یہ بھی عادت تھی کہ کسی کا ہدیہ نہ لیتے تھے شاہ عبد العزیز سے ان کو محبت تھی اس لئے شاہ صاحب دونوں وقت نہایت اہتمام کے ساتھ اُن کیلئے کھانا بھجوایا کرتے تھے اور جب کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے بھی شاہ صاحب ہی بنا دیا کرتے تھے اتفاق سے ایک روز ایک بھنگ فروش عورت آئی اور اُس نے آکر نہایت سماجت سے عرض کیا کہ حضرت میں مجبور ہوگئی ہوں اور میری دوکان نہیں چلتی آپ نے اس کو ایک تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ اسکو بھنگ گھوٹنے کے لوٹے پر باندھ دینا اور فرمایا کہ جب تیری دوکان چل جائے تو مجھے یہ تعویذ واپس دے جانا۔ چونکہ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ اسحاق صاحب مولوی عبد الحی صاحب وغیرہم بیٹھتے تھے اس لئے اُن کو شاہ صاحب کے اس فعل سے بہت خلجان ہوا کہ شاہ صاحب اور بھنگ کی بکری کا تعویذ۔ مگر اس کو دل ہی میں رکھا اور ظاہر نہیں کیا۔ چند روز کے بعد وہ عورت دو بھنگیاں مٹھائی کی لائی آپ نے خلاف معمول (کہ ہدیہ نہ لیتے تھے) بھنگیاں قبول فرمالیں اب تو ان حضرات کا خلجان اور ترقی کر گیا جب وہ عورت چلی گئی تو آپ نے وہ تعویذ ان لوگوں کو دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھ لو اس میں کیا لکھا ہے انہوں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ دہلی کے بھنگ بیچنے والو تمہارا بھنگ بیچنا منظور ہو چکا ہے تم اور جگہ نہ پیا کرو اسی کی دوکان پر پی لیا کرو اور اسی روز آپ نے حکم دیا کہ چار بورئے مسجد سے باہر بچھا دیے جائیں اور ایک مسجد کے اندر بچھا دیا جاوے خدام نے اس حکم کی تعمیل کردی تھوڑی دیر میں چار جوگی آئے اور شاہ صاحب نے اُن کو چاروں بوریوں پر بٹھایا اور خود مسجد کے اندر ڈالے ہوئے بورئیے پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر باتیں کر کے اُنکو

رخصت کر دیا اور چاروں چھبڑے مٹھائیوں کے اُن کے ساتھ کر دیے اور جن لوگوں کو شبہ ہوا تھا اُن کو سناتے ہوئے فرمایا مالِ حرام بود بجائے حرام رفت۔ خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۸) **قولہ** متبنی بھی بنا دیا تھا **اقول** اور متبنی کی جو نفی آئی ہے وہ وہ ہے جس میں احکام ابنا رکے جاری کئے جاویں مثل میراث وغیرہ **قولہ** اجازت ہے **اقول** یہ اجازت لینا تبرع تھا ورنہ بوقت مصلحت مالک کو اسکی اجازت ہے **قولہ** متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے **اقول** ترک اسباب ظنیہ اقویا رکو جائز ہے اور کسی مصلحت سے اس کو ترجیح دینا بھی خلاف طریق نہیں **قولہ** ہدیہ نہ لیتے تھے **اقول** حاجت نہ ہونے کے وقت بہ مصلحت اس طور سے عذر کر دینا کہ مہدی کی دل شکنی نہ ہو خلاف طریق نہیں اور عدم حاجت بڑے شاہ صاحب کے کفالت کے سبب تھی اور مصلحت کا علم خود صاحب معاملہ کو ہونا کافی ہے **قولہ** ایک تعویذ لکھدیا **اقول** اس تعویذ کی حقیقت تو آگے مذکور ہے جس سے معلوم ہو گا کہ وہ کوئی تعویذ ہی نہ تھا جس کے اثر سے بکری ہوئی ہو تو اعانت علی المعصیت کا شبہ تو متوجہ ہو ہی نہیں سکتا باقی یہ شبہ کہ اس کو نہی عن المنکر کیوں نہیں کیا اس طرح مدفوع ہے کہ توقع قبول کی نہ ہوگی رہا یہ کہ اگر نہی نہیں فرمائی تو کم از کم تقریر تو نہ فرماتے جس سے شبہ موافقت و عدم نکیر کا ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ انکشاف قدر سے مغلوب ہو گئے ہوں اور مغلوب معذور ہوتا ہے اور یہی انکشاف بدرجہ غلبہ سبب ہوا ہو قبول ہدیہ کا باقی قبول کے بعد اس کا مصرف اہل حاجت ہونا یہ تو قواعد شرعیہ ہی کا مقتضا ہے باقی اس مصرف کا کافی ہونا یہ مزید رعایت ہے مال کے خبث کی **قولہ** چار بوریے مسجد سے باہر الخ **اقول** یہ ضرور نہیں کہ یہ بوریے مسجد کے ہوں کیونکہ ان کا استعمال غیر مصالح مسجد میں ناجائز ہے خود شاہ صاحب کے ہوں گے (**شت**)

حکایت (۳۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب نے بیان فرمایا کہ شاہ عبد القادر صاحب کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے مگر سید کی تعظیم دیتے تھے خواہ سُنی ہو یا شیعہ ایک رئیس تھا شیعی اُس کے یہاں شاہ عبد القادر صاحب کی اس عادت کا تذکرہ ہوا جن لوگوں نے ذکر کیا وہ سُنی تھے اس پر وہ رئیس بولا کہ میں شاہ صاحب کی خدمت میں چلتا ہوں اگر اُنھوں نے میری تعظیم دیدی تو میں سُنی ہو جاؤں گا اور اس سے میرے

Marfat.com

سید ہونے کی بھی تصدیق ہو جائے گی اور یہ کہکر وہ شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہوگیا اور جو لوگ اس وقت اسکے یہاں موجود تھے وہ بھی اُس کیساتھ ہو لئے اس رئیس نے سب سے کہدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلیں کوئی شخص مجھ سے آگے نہ جاوے جب وہ شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حسب عادت شاہ صاحب نے اس کی تعظیم دی اُس نے کہا کہ حضرت آپنے میری تعظیم کیوں دی آپ نے فرمایا کہ تمہارے سید ہونیکی وجہ سے اُس نے کہا کہ میں تو شیعی ہوں آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے اس پر اُس نے کہا کہ آپ شیعوں کی بھی تعظیم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے تو اسکی تعظیم دیتا ہوں اُس نے کہا اسکی کیا وجہ آپ نے فرمایا اگر قرآن شریف کاتب کی غلطی سے غلط لکھا جاوے تو اس کو قرآن کہیں گے گو یہ بھی کہیں گے کہ غلط ہے اس پر وہ سُنی ہو گیا اور جتنے اسکے ساتھ شیعہ تھے وہ بھی سُنی ہوگئے اور جب اسکی خبر اور شیعوں کو ہوئی تو اور بھی چند شیعہ سُنی ہوگئے اور اس رئیس نے بہت دھوم کے ساتھ مٹھائی بانٹی۔

حاشیہ حکایت (۳۹) قولہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے **اقول** توقیر مبتدع کے لزوم کا عذر یہ ہے کہ یہ توقیر من حیث البدعت نہ تھی کسی دوسرے مقتضی سے توکافر کا اکرام بھی وارد ہے۔ (**ش ت**)

حکایت (۴۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ اور قصہ سُنا تا ہوں اکبری مسجد جس میں شاہ عبدالقادر صاحب رہتے تھے اُس کے دونوں طرف بازار تھا اور اس مسجد میں دونوں طرف حجرے اور سہ دریاں تھیں ان میں سے ایک سہ دری میں شاہ عبدالقادر صاحب رہتے تھے اور اپنے حجرے سے باہر سہ دری میں ایک پتھر سے کمر لگا کر بیٹھا کرتے تھے بازار کے آنے جانے والے آپ کو سلام کیا کرتے تھے سو اگر سنی سلام کرتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے جواب دیتے تھے اور اگر شیعی سلام کرتا تو اُلٹے ہاتھ سے دیتے تھے۔ یہ بیان کرکے مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا میں کہتا ہوں

المومن ینظر بنور اللہ

حاشیہ حکایت (۴۰) قولہ سیدھے ہاتھ سے الی قولہ اُلٹے ہاتھ سے **اقول** اس تفاوت کی بنا کرامت ہونا تو ظاہر ہے باقی کرامت میں جو دوام نہ ہونا مقرر ہے سو مراد دوام اختیاری کی نفی ہے اور ہاتھ سے سلام کے نہی عنہ کا اگر شبہ ہو تو وہ غیر

ضرورت میں ہے اور یہاں ضرورت ہوگی مثلاً سلام کرنے والا دور رہتا ہوگا کہ جواب سُنانے
میں تکلف ہوتا ہوگا ایسی حالت میں خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے اشارۃً بالید
ثابت ہے اور یا نہی کا محمل اکتفا بالاشارہ ہے اور جمع میں اجازت ہو دشت)

حکایت (۴۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب مولوی محمود بہلتی مولوی
اعلم علی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں کسی شخص پر جن آیا اُسکے
قرابت دار اسکو شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ غلام علی صاحب اور دوسرے بزرگوں کے
پاس لیگئے اور سب نے جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ کیئے مگر کچھ افاقہ ہوا اتفاق سے شاہ
عبدالقادر صاحب اس وقت دہلی میں تشریف نہ رکھتے تھے۔ جب شاہ صاحب تشریف
لائے تو اُن کی طرف بھی رجوع کیا شاہ صاحب نے جھاڑ دیا وہ اُسی روز اچھا ہوگیا
جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے شاہ صاحب سے پوچھا میاں
عبدالقادر تم نے کونسا عمل کیا تھا اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت میں نے تو صرف الحمد پڑھ دی
تھی اس پر شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ کسی خاص ترکیب سے اُنہوں نے فرمایا کہ ترکیب کوئی
نہیں فقط یا جبار کی شان میں پڑھ دی تھی۔ احقر میں نے خانصاحب سے اس جملہ کا مطلب
پوچھا اُنہوں نے فرمایا کہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا اُنہوں نے یہی الفاظ فرمائے تھے)

حاشیہ حکایت (۴۱) قولہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا اقول احقر کے ذہن
میں جو بے تکلف مطلب آیا اس کو بسبیل احتمال عرض کرتا ہوں کہ کاملین میں ایک درجہ
ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت جس تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں کذا سمعت مرشدی کچھ
عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اس وقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اسکی
مظہریت کی حیثیت سے اسکو توجہ سے دفعہ فرمادیا ہو دشت)

(منقول از امیر الروایات)

حکایت (۴۲) فرمایا کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا
جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپ نے بعد وعظ اس سے کہا کہ ذرا ٹھیر جایئے مجھے آپ سے
کچھ کہنا ہے خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ
ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ وعیدیں آئی ہیں اور آپ اپنا
پائجامہ دکھلانیکے لئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال

Marfat.com

صحیح ہے یا محض وہم ہے اُس شخص نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت آپکے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آجتک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا میں اب تائب ہوتا ہوں انشاء اللہ آئندہ ایسا نہ کرونگا۔ ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہی معمول رہا ہے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے نہایت احترام سے اس کو نصیحت کرتے ہیں تشدد نہیں کرتے اور بعض میں جو اس کا شبہ ہوتا ہے وہ حدت ہے شدت نہیں ہے حدت کے باب میں تو حدیث میں آیا ہے لیس احدا دلی من صاحب القرآن من القرآن فی جوفہ (کذا فی المقاصد الحسنة) جس کی حقیقت غیرت ہے لوگ حدت اور شدت میں فرق نہیں کرتے حدت اور ہے شدت اور ہے حدت لوازم ایمان سے ہے مومن بہت غیرت مند ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کسی کی بیوی کو چھیڑے تو غصہ آتا ہے اب اگر دیکھنے والا یہ کہے کہ یہ تو بہت تیز مزاج ہے تو اس سے یہ کہا جائیگا کہ کمبخت کچھ نہ کہنا تو بے غیرتی ہے۔ اس لئے دیندار کو خلاف دین پر تحمل نہیں ہوتا۔

(۴۳) فرمایا مولوی فضل حق صاحب شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے شاہ صاحب بڑے صاحب کشف تھے اور اس خاندان میں آپ کا کشف سب سے بڑھا ہوا تھا جس روز مولوی فضل حق صاحب کسی ملازم پر کتابیں رکھوا کر لیجاتے گو پہنچنے سے پہلے خود لے لیتے شاہ صاحب کو کشف سے معلوم ہوجاتا تھا۔ اُسی روز مولوی صاحب کو سبق نہیں پڑھاتے تھے اور جب خود لیجاتے حضرت کو کشف ہوجاتا اور اُس روز سبق پڑھاتے (جامع کہتا ہے) ؎

پیش اہل دل نگہدارید دل	تا نباشید از گمان بد خجل

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۵) مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۴) جناب خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے اثناء وعظ میں ایک شخص اٹھا اور کہا کہ مولوی صاحب ہم نے سُنا ہے کہ تم حرامی ہو آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ میاں تم نے غلط سنا ہے میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ بڈھانہ پھلت اور خود دلّی میں منوز موجود ہیں اور یہ

Marfat.com

فرماکر پھر وعظ شروع کردیا۔

حاشیہ حکایت (۴۴) **قولہ** نہایت متانت سے جواب دیا **اقول** اس سے طالب حق کو معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت مولنا شہیدؒ کی تیزی وغیرہ سب دین کیلئے تھی ورنہ ہیجان نفس کا اس سے بڑھ کر اور کون موقع ہوسکتا ہے۔ (**اشت**)

حکایت (۴۵) خانصاحب نے فرمایا حکیم ضیاء الدین رامپوری کے چچا مولوی محمد حسن صاحبؒ کو میں بچپن سے جانتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے اُستاد میاں جی محمدی صاحب سے اُن کے بہت سے حالات سُنے ہیں مولوی صاحب موصوف مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے شاگرد تھے۔ ان کا قصہ حضرت گنگوہی سے سُنا ہے کہ جب سید صاحب کا قافلہ جہاد کو جاتے ہوئے سہارنپور پہنچا تو مولوی محمد حسن صاحب اُن سے سہارنپور آکر ملے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس کا خیال رکھا جاوے کہ مولوی محمد حسن کسی صاحب کے مکان پر یا کسی دوکان پر کھانا نہ کھائیں میں انکو اپنے ساتھ کھلاؤں گا۔ مولوی محمد حسن نہایت نازک مزاج اور نازک طبع تھے جب کھانے کا وقت آیا اور مولوی صاحب مولانا شہیدؒ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک ہی نوالہ لینے پائے تھے کہ مولنا شہید نے زور سے ناک سنکی۔ مولوی صاحب کھانے سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے مولنا شہید نے اُنکے اُٹھ جانے کی مطلق پروانہ کی اور اپنے خدام سے فرمایا کہ اب اس کا زیادہ خیال رکھا جاوے کہ یہ کہیں کھانا نہ کھاسکیں خدام نے ایسا ہی کیا۔ جب دوسرا وقت ہوا اور کھانا کھانے بیٹھے تو مولانا نے پھر زور سے سنکا مگر مولوی محمد حسن اُس وقت نہ اُٹھے جب وہ اُٹھے تو مولنا نے رینٹ کو اُن کے سامنے اُنگلیوں سے ملا اس پر اُن سے نہ رہا گیا اور یہ کہکر کہ مولنا کیا کرتے ہو۔ فوراً اُٹھ کے چلے گئے۔ مولانا نے اپنے خدام کو پھر ہدایت کی کہ دیکھو ان کو ہرگز کہیں کھانا نہ کھانے دینا۔ جب تیسرا وقت ہوا تو پھر کھانا کھانے بیٹھے۔ مولانا شہید نے پھر زور سے سنکا اور ہاتھ سے رینٹ کو ملتے ہوئے اُن کے کھانے کی طرف کو لیگئے اُنھوں نے اپنا پیالہ مولنا کے سامنے کردیا اور کہا کہ اب تو اگر آپ اس میں ملا بھی دیں گے تب بھی کھالوں گا۔ مولنا نے فرمایا کہ بس اب علاج ہوگیا۔ خدام سے کہا کہ پانی لاؤ اور پانی منگاکر ہاتھ دھو ڈالے۔ اسکے بعد فرمایا کہ میں نے یہ اس لئے کیا تھا کہ تم جہاد کو جارہے ہو اور جہاد میں نازک مزاجی نہیں چل سکتی۔

حاشیہ حکایت (۴۵) قولہ نازک مزاجی نہیں نبھ سکتی اقول ھو کما

قال العارف الشیرازی ؎

نازپروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست	عاشقی شیوۂ رنداں بلاکش باشد

حکمائے امت اخلاق و ملکات کی اصلاح اس طرح کرتے ہیں (رشت)

حکایت (۴۶) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلی میں جامع مسجد کے حوض پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے اتنے میں تبرکات نکلے اور لوگ اُنکے ساتھ بہت زور شور سے نعت پڑھتے ہوئے آئے۔ مگر مولانا نے التفات نہیں کیا اور برابر وعظ کہتے رہے یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی اور اُنہوں نے یہ کہا کہ مولانا آپ کیا کر رہے ہیں۔ اُٹھئے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی تعظیم کیجئے مولانا اسپر بھی نہ اُٹھے۔ اس پر لوگوں کو اور اشتعال آیا۔ اور اُنہوں نے اور سختی سے کہا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ اول تو یہ تبرکات مصنوعی ہیں پھر میں اس وقت بحیثیت نیابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرض تبلیغ انجام دے رہا ہوں لہذا میں نہیں اُٹھ سکتا۔ اس جواب کو سُن کر اور شغب ہوا اور فساد تک نوبت پہنچی۔ مگر چونکہ مولانا کے ساتھ بھی فدائی بہت تھے اس لئے فسادنے کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کی اور صرف زبانی ہی توتو میں میں تک قصہ رہ گیا۔ یہ زمانہ اکبر شاہ ثانی کا تھا اور اکبر شاہ اس خاندان کا بہت معتقد تھا۔ لوگوں نے جاکر بادشاہ سے حضرت مولانا کی بہت شکایتیں کیں۔ اس قصہ کو یہاں چھوڑ کر ایک دوسری بات عرض کرتا ہوں شاہ عالم کے وقت میں جو معاہدہ انگریزوں سے ہوا تھا۔ اس میں بادشاہ کے اختیارات قلعہ اور شہر اور اُس کے اطراف اور قطب صاحب اور اُس کے اطراف تک محدود تھے۔ لیکن اکبر شاہ کے وقت میں یہ اختیارات صرف قلعہ اور شہر تک رہ گئے تھے۔ اس جملہ معترضہ کے بعد اب پھر قصہ بیان کرتا ہوں۔ جب مولانا کی بادشاہ تک شکایتیں پہنچیں۔ تو بادشاہ نے مولانا کو بلوایا اور ان سے حوض کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی مولانا نے پورا واقعہ بیان فرما دیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تبرکات مصنوعی ہیں اور ان کی تعظیم ہمارے ذمے نہیں ہے اکبر بادشاہ نے کسی قدر تیز لہجہ میں کہا کہ عجیب بات ہے کہ آپ انکو مصنوعی

Marfat.com

کہتے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے اور نہایت نرم لہجہ میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہی ہوں۔ مگر آپ اس کو مصنوعی سمجھتے ہیں اور معاملہ بھی اُن کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ اکبر شاہ نے تعجب سے کہا۔ کہ یہ کیسے مولانا نے فرمایا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سال بھر میں دو دفعہ وہ تبرکات آپ کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور آپ ایک دفعہ بھی اُن کی زیارت کیلئے نہیں تشریف لے گئے۔ یہ سُنکر اکبر شاہ چپ رہ گیا۔ اس کے بعد مولنا نے کسی سے فرمایا کہ ذرا قرآن شریف اور بخاری شریف لاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں لائے گئے اور آپ نے اُن کو ہاتھ میں لیکر واپس کرایا اور اس کے بعد یہ تقریر فرمائی کہ ان تبرکات میں اوّل تو یہی کلام ہے کہ وہ مصنوعی ہیں یا اصلی۔ لیکن اگر ان کو واقعی مان بھی لیا جاوے تب بھی اکثر تبرکات جیسے چادر اور قدم وغیرہ ایسے ہیں۔ جن میں کوئی شرف ذاتی نہیں بلکہ اُن میں محض تلبس سے شرف آیا ہے لیکن قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے میں کسی کو شبہ نہیں علیٰ ہذا بخاری شریف بھی قریب قریب بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اس لئے اس کا کلام رسول ہونا بھی ناقابل انکار ہے اور کلام اللہ و کلام رسول کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اوڑھی ہوئی چادر وغیرہ سے اشرف ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں ہوسکتا مگر باوجود ان تمام ناقابل انکار باتوں کے کلام خدا و کلام رسول تمہارے سامنے آیا مگر تم لوگوں نے اُن کی کوئی تعظیم نہ دی بلکہ برابر اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حضرات تبرکات کی تعظیم اُن کے شرف کیوجہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ محض ایک رسم پرستی ہے اور کچھ نہیں۔ اس مضمون کو مولانا شہید نے نہایت بسط اور واضح تقریر میں ادا فرمایا۔ جب مولانا تقریر فرمارہے تھے تو بادشاہ گردن جھکائے ہوئے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ بادشاہ ہاتھوں میں اور پاؤں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھا اور اُس کے پاس ایک شاہزادہ بیٹھا ہوا تھا جس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی مجھے اس شاہزادہ کا نام بھی یاد تھا مگر اب یاد نہیں رہا حضرت مولنا نے فرمایا کہ شاہزادے تو چکنا گھڑا ہے کہ پچاس برس شاہ عبدالعزیز کا وعظ سُنا مگر اب تک ڈاڑھی نہیں رکھوائی اور بادشاہ کی نسبت بھی کچھ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہا اس کا اثر یہ ہوا کہ شاہزادے نے ڈاڑھی رکھوالی اور بادشاہ نے کڑے اُتار دیئے۔

حاشیہ حکایت (۴۶) قولہ اس کا اثر یہ ہوا الخ **اقول** یہ بھی بڑی بلیت ہے ان سلاطین کی۔ نیز اثر ہے حضرت مولانا کے خلوص وللّٰہیت کا بھی (**ش**)

حکایت (۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے حکیم خادم علی صاحب اورنگ آبادی سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید اور آپ کے کچھ ساتھی جن میں میں بھی تھا شکار کیلئے چلے قطب صاحب کے پرلی طرف میل بھر کے فاصلہ پر ایک گسائیں رہتا تھا جو کہ مرتاض تھا اور اُسکے چیلے اُس کے پاس رہتے تھے اس کی کٹی کے اطراف میں مور بہت زیادہ تھے۔ ہندوؤں کے نزدیک مور بہت عظمت کی چیز ہے۔ مولانا نے بندوق سے ایک مور کا شکار کر لیا۔ اس پر اس گسائیں کے چیلوں میں ایک شور مچگیا اور گوسائیں سمیت سب کے سب مولانا اور اُن کے ہمراہیوں سے لڑنے کیلئے آئے۔ مولانا کے ہمراہی بھی مقابلہ کیلئے تیار ہو کر اُدھر کو چلے۔ مولانا نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ خبردار جبتک میں اجازت نہ دوں تم کچھ نہ بولنا اور فرمایا تم ذرا نرمی کرو انشاء اللّٰہ ہم مور اس کو کھلا کر چلیں گے۔ اور یہ کہکر مولانا مسکراتے ہوئے گوسائیں کی طرف بڑھے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ گسائیں صاحب ذرا میری بات سُن لیجئے اس کے بعد جو آپ کے جی میں آئے کیجئے ہم آپ کے پاس موجود ہیں کہیں جانے نہیں ہیں غرض اس قسم کی نرم گفتگو سے اس کو نرم کیا اُس کے بعد آپ نے مناسب طور سے اُسے اسلام کی دعوت دی اور دونوں جانب سے دیر تک اس معاملہ میں گفتگو رہی اس کے بعد وہ گوسائیں اور اُسکے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے اور کچھ لوگ گوسائیں کو بھی اور مولانا کو بھی بُرا بھلا کہتے ہوئے رخصت ہوگئے مولانا نے رات کو گوسائیں کے پاس آرام فرمایا اور مور پکوا کر اس کو کھلایا۔ خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے اور میں بھی اس وقت مولانا کے ساتھ تھا۔

حاشیہ حکایت (۴۷) قولہ وہ گسائیں اور اُس کے اکثر ہمراہی مشرف باسلام ہوئے **اقول** اس پر شعر یاد آگیا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد		فی الحال بصورت طلا شد	**ش**

حکایت (۴۸) خانصاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب نے فرمایا کہ ایک مجذوب دلی کی جامع مسجد کے پیچھے کی دوکانوں میں سے ایک دوکان میں رہتا تھا اور اُس زمانے کے لوگ اُسکے نہایت معتقد تھے اور وہ مجذوب کبھی کبھی جامع مسجد کی اُن سیڑھیوں پر آ بیٹھتا تھا

Marfat.com

جو دریبہ کی جانب میں اور اسکی شکل اس قدر ہیبت ناک تھی کہ اکثر لوگ اُس کے خوف سے اس طرف کا راستہ چلنا چھوڑ دیتے تھے اور وہ اپنی کوٹھڑی میں بھی اور سیڑھیوں پر بھی شیر کی طرح غرّایا کرتا تھا۔ رات کے وقت تو اُس کی کوٹھڑی میں کوئی کبھی گیا ہی نہیں اگر کسی کو کچھ عرض معروض کرنی ہوتی تو بہت ڈرتے ڈرتے سیڑھیوں ہی پر کچھ کہہ لیتا تھا۔ وہ مجذوب لوگوں کو مارتا بھی تھا اور اینٹیں بھی پھینکتا تھا مولانا اسمٰعیل شہید نے ایک روز اُس کی دوکان میں جانے کا ارادہ کیا احباب نے منع کیا مگر اُنھوں نے کسی کی نہ سُنی اور دوکان میں پہنچ گئے۔ مجذوب مولانا کو دیکھ کر اسقدر زور سے غرایا کہ کبھی اس قدر نہ غرایا تھا مخالفین تو بہت خوش ہوئے کہ آج اپر مجذوب کی مار پڑیگی اور یا تو مر جائیں گے یا دیوانہ ہو جائیں گے یا اور کوئی بلا نازل ہوگی مگر کچھ بھی نہ ہوا بلکہ وہ مجذوب تھوڑی دیر تو غرایا لیکن اسکے بعد اس کا غرانا موقوف ہوگیا اور دونوں کی باتوں کی آواز آنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو گھنٹہ کے بعد مولانا اس کو نکال لائے اور باہر لاکر نماز پڑھوادی اس کے بعد سے اُس کی یہ حالت ہوئی کہ برابر نماز پڑھنے لگا اور غرانا وغیرہ سب موقوف ہوگیا مگر کسی قدر دیوانگی باقی رہی۔

حاشیہ حکایت (۴۸) قولہ مار پڑے گی اقول یعنی اُس کے تصرف باطنی سے کوئی سخت گزند پہنچے گا **فائدہ** مگر ہر شخص کا یہ کام نہیں ناقص کو کبھی دنیوی ضرر کبھی دینی ضرر پہنچ جانا محتمل ہے (**رشت**)

حکایت (۴۹) خانصاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ ایک شخص بڑے لوگوں میں سے جن کا نام تو یاد نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ ان کو منشی صاحب کہتے تھے اُنھوں نے مولانا اسمٰعیل صاحب شہید سے اپنے یہاں مردانہ میں وعظ کہلایا۔ وعظ میں مولانا کی یہ حالت تھی کہ جو تڑاق پڑاق اُن کے وعظ میں ہوتی تھی اُس وعظ میں نہ تھی بلکہ لہجہ نہایت کمزور تھا۔ مولوی رستم خاں بریلوی جو مولانا کے خازن اور نہایت جان نثار تھے اُن سے اُن منشی صاحب نے دریافت کیا کہ آج مولانا کی آواز اُبھری کیوں نہیں اس کا کیا سبب ہے چونکہ منشی صاحب مخلص تھے اور پوچھا بھی اصرار سے اسلئے اُنھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس ضعف لہجہ کا سبب یہ ہے کہ مولانا پر تین وقت سے فاقہ ہے اور اُنھوں نے تین وقت سے کچھ نہیں کھایا ہے منشی صاحب یہ سُن کر

Marfat.com

اُٹھے اور مولانا سے کہا کہ مولٰنا اب وعظ کو موقوف فرمادیجئے۔ مجھے اور بھی ضروری کام ہیں۔ وعظ موقوف ہوگیا اور وہ مولٰنا کو الگ ایک مکان میں لیگئے۔ وہاں اُنکے سامنے کھانا رکھا۔ مولٰنا یہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا منشی جی تم سے کسی نے کہدیا ہے مگر میں کھانا نہ کھاؤں گا اُنھوں نے پوچھا حضرت کیوں آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھیوں نے بھی کھانا نہیں کھایا ہے اور میں اُن سے الگ نہیں کھانا کھا سکتا۔ اُنھوں نے ساتھیوں کو بھی بُلالیا اور سب کو کھانا کھلایا اور کئی وقت تک دعوت کی۔

حاشیہ حکایت (۴۹) قولہ میں اُن سے الگ کھانا نہیں کھا سکتا۔

اقول یہ اداءِ حقوق مرافقت ان حضرات کے ادنیٰ کمالات سے ہے (**ش ت**)

حکایت (۵۰) خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے میاںجی محمدی صاحب اور حکیم خادم علی صاحب اور مولوی سراج احمد صاحب خورجوی اور میاںجی رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری سے سُنا ہے۔ یہ حضرات فرماتے تھے کہ جب مولانا اسمٰعیل صاحب کے وعظوں کا زور شور ہوا تو اس زمانہ میں فداحسین رسول شاہی کا بھی زور شور تھا۔ فداحسین مذکور سرسید کی نانی کا بھائی تھا اور نہایت بددین صوفی تھا اور اس قدر بااثر تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک لائق شاگرد مولوی عبداللہ کو اور شاہ غلام علی صاحب کے ایک خاص مُرید کو بھی تباہ کرچکا تھا۔ مولانا نے فداحسین مذکور کے فتنہ کو دور کرنے کی کوشش کی اور اُس کے مریدوں کے پاس پہنچکر اور اُن کو پکڑ پکڑ کر اور فداحسین کے جلسوں میں جا جا کر امر بالمعروف کرنا شروع کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ فداحسین کے کئی مرید تائب ہوکر مولانا کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ اس پر فداحسین کے مریدوں کو بہت صدمہ ہوا اور وہ سب اکٹھے ہوکر فداحسین کے پاس آئے اور فداحسین سے یہ کہا کہ آپ مولٰنا پر تصرف کیوں نہیں کرتے فداحسین نے اپنے سارے مجمع کو بٹھا کر اُن سے یہ بات کہی کہ خبردار مولٰنا سے کبھی نہ اُلجھنا دیکھو اگر بادشاہ یہ حکم دے کہ میرے قلمرو میں رات کے دس بجے کوئی شخص تنہا یا بلا روشنی کے نہ نکلے اور پولیس کو حکم کردے کہ جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اُسے گرفتار کرلو۔ تو پولیس والے اس حکم کی تعمیل میں ہر ایسے شخص کو گرفتار کرکے حوالات کردیں گے۔ جو خلاف حکم شاہی رات کے وقت تنہا یا بلا روشنی کے جارہا ہو خواہ وہ بادشاہ کا دوست ہو یا کوئی اور۔ اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ نمک حرام اور شاہی مجرم ہیں۔ اب اگر وہ شخص بادشاہ

کا مقرب ہونیکے زعم میں ان پولیس والوں کی مزاحمت کرے تو اُسکی یہ مزاحمت بادشاہ سے مقابلہ سمجھی جائیگی پس ایسی حالت میں اس کا فرض ہے کہ وہ پولیس والوں کی اطاعت کرے اور اُن سے مزاحمت نہ کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو جب بادشاہ کے سامنے پیش ہوگا بادشاہ اُسے خود رہا کردے گا۔ تو جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ مولانا حق تعالیٰ کے مامور ہیں اُن سے مزاحمت کرنا حق تعالیٰ سے مزاحمت کرنا ہے اس لئے تم اُن کی مزاحمت نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ سے آشنائی پیدا کرلو۔ جب تم اُس کے سامنے پیش ہوگے وہ خود تم کو رہا کردیگا۔ پس تم خبردار مولانا سے کبھی نہ الجھنا۔

حاشیہ حکایت (۵۰) قولہ - تم اُن کی مزاحمت نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ سے آشنائی پیدا کرلو۔ **اقول** - اس شخص کی تقریر مرکب ہے ایک اقرار ایک دعوے سے اقرار یہ کہ مولانا سے مزاحمت جائز نہیں یہ اقرار مقر پر حجت ہے اور دعویٰ یہ کہ ہم موجودہ حالت میں خدا تعالیٰ کے دوست ہیں یا ہوسکتے ہیں یہ دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل غیر مسموع ہے **(شت)**

حکایت (۵۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب نے اور حکیم خادم علی صاحب نے اور مولوی عبدالقیوم صاحب نے اور اُن کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ فدا حسین جب اکبری مسجد کے نیچے سے نکلتا جس میں شاہ عبدالقادر صاحب رہتے تھے تو بھاگ کر نکلتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا۔ تو اُس نے کہا کہ جب میں اس مسجد کے نیچے آتا ہوں تو جو کچھ میرے قلب میں ہوتا ہے سب سلب ہوجاتا ہے اور جب مسجد کی حد سے خارج ہوجاتا ہوں پھر آجاتا ہے۔

حاشیہ حکایت (۵۱) قولہ جو کچھ میرے قلب میں ہے سب سلب ہوجاتا ہے **اقول** جاء الحق وزھق الباطل کا یہ ایک ظہور ہے **(شت)**

حکایت (۵۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبدالقیوم صاحب داماد جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے بیان فرمایا کہ تحصیل سکندر آباد ضلع بلند شہر میں جو شاہ صاحب کے خاندان کے گاؤں تھے۔ اُن کی تحصیل کیلئے مولانا اسمٰعیل صاحبؒ شہید جایا کرتے تھے ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب بیمار ہوگئے اس لئے اس مرتبہ مولوی شاہ رفیع الدین صاحب کے چھوٹے بیٹے کو بھیجنا چاہا۔ اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب کو دیہات کے

Marfat.com

حالات معلوم تھے کیونکہ وہی تحصیل کیلئے جایا کرتے تھے اس لئے اُن سے دیہات کے حالات پوچھے۔ تاکہ تحصیل میں آسانی ہو مولانا نے تمام واقعات و حالات تبلا دیئے اور یہ بھی تبلا دیا کہ میں آتے جاتے غازی آباد میں فلاں بھٹیاری کے یہاں ٹھیرا کرتا ہوں (اور بھٹیاری کا پورا پتہ تبلا دیا) اور اس کو اس قدر دیا کرتا ہوں تم بھی وہیں ٹھیرنا اور اس سے یہ کہدینا کہ میں اسمٰعیل کا بڑا بھائی ہوں۔ مولوی موسیٰ یہ ہدایت لیکر روانہ ہو گئے اور بھٹیاری کے یہاں پہنچے۔ اُس نے اُن کی بھی اُسی طرح خاطر کی جس طرح وہ مولانا کی کیا کرتی تھی رات کیوقت اُس نے مولوی موسیٰ کی چارپائی کے نیچے دو لوٹے پانی کے اور ایک چٹائی اور ایک جانماز رکھدی۔ مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم یہ سامان کیوں کرتی ہو نہ لوٹوں کی ضرورت ہے اور نہ چٹائی کی اور نہ جانماز کی جب صبح ہوگی مسجد میں جاکر نماز پڑھ لیں گے۔ بھٹیاری نے اُن کی طرف تعجب سے دیکھا اور کہا کہ میں تو تمہاری صورت دیکھکر ہی سمجھ گئی تھی کہ تم مولوی اسمٰعیل کے بھائی نہیں ہو۔ (کیونکہ یہ شاہ صاحب کے خاندان میں سیاہ فام تھے) اور اب تو تمہارے اس کہنے سے یقین ہو گیا۔ مولوی اسمٰعیل بھی صبح کی نماز مسجد ہی میں پڑھتے تھے مگر وہ تھوڑی دیر سو کر اُٹھ بیٹھتے اور وضو کر کے صبح تک نفلوں میں قرآن پڑھتے رہتے تھے اور تم کہتے ہو کہ مجھے پانی وغیرہ کی ضرورت نہیں اور یہ بھی کہتے ہو کہ میں اُن کا بڑا بھائی ہوں۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم بڑے بھائی ہو۔ تو اُن سے عابد بھی زیادہ ہوگے۔ مگر تم کچھ بھی نہ نکلے۔ مولوی موسیٰ کہتے تھے کہ میں بھٹیاری سے یہ بات سُنکر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا اور مجھے کوئی جواب نہ بن آیا۔

حاشیہ حکایت (۵۲) **قولہ** اس کہنے سے یقین ہوگیا **اقول** یعنی یہ کہ تم اُن کے بھائی نہیں ہو **قولہ** تم بڑے ہو تو اُن سے عابد بھی زیادہ ہوگے **اقول** یعنی اصل یہی ہے کہ عمر کی زیادتی کے ساتھ کمالات دین میں بھی ساتھ ساتھ ترقی ہوتی رہے (ش ت)

حکایت (۵۳) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے اپنے کسی بزرگ سے نہیں سُنی مگر حکیم عبدالسلام صاحب فرماتے تھے کہ میرے عقیقہ میں سید صاحبؒ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ اور مولوی عبدالحی صاحبؒ بھی شریک تھے مولوی عبدالحی صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتا وہ اس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں اور یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت

Marfat.com

حاصل ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں اس بنا پر لوگ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہمکو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجئے چنانچہ گومتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا۔ یہ قصہ بیان فرما کر خانصاحب نے بیان فرمایا کہ میرے زمانہ میں سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب کے دیکھنے والوں میں سے کوئی شخص زندہ نہیں تھا جس سے میں اس واقعہ کی تصدیق کرتا مولوی عبدالقیوم صاحب بیشک زندہ تھے اور اس عاجز پر عنایت بھی بیحد کرتے تھے مگر اُن سے اسکی تصدیق کا موقع نہیں ملا۔ مگر مولوی محمود بہلیتی نے اس قصہ کو سُنکر اس کی تصدیق کی۔

حاشیہ حکایت (۵۳) **قولہ** میرے عقیقہ میں سید صاحب الخ **اقول** خاص عقیقہ کا وقت مراد ہونا لازم نہیں دعوت کا وقت مراد ہونا ممکن ہے **قولہ** قرآن شریف ختم کر دیا **اقول** اس کرامت کا اختیاری ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ اُس وقت ماذون ہوں (ش ت)

حکایت (۵۴) خانصاحب نے فرمایا کہ جو قصہ میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں یہ میں نے بہت سے لوگوں سے سُنا ہے اور غالباً ان بیان کرنیوالوں کی تعداد سو سے کم نہوگی اس لئے میں سب کے نام تو نہیں لکھواتا۔ صرف چند آدمیوں کے لکھواتا ہوں۔ حکیم خادم علی صاحب مولوی سراج احمد صاحب قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی۔ مولانا گنگوہی۔ مولانا نانوتوی۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن مظفر نگری۔ مولوی عبدالقیوم صاحب میانجی محمدی صاحب ان سب سے میں نے سُنا ہے۔ مگر مجھے جو بسند متصل یہ قصہ پہنچا ہے تو اس میں اور دوسرے لوگوں کی روایت میں اخیر میں ذرا سا فرق ہے۔ اب میں قصہ سُناتا ہوں (یہ تمہید ہے قصہ کی) حاجی منیر خانصاحب رئیس خانپور اُن لوگوں میں سے ہیں جن کی ولایت پر خود اُن کی صورت شاہد تھی اور اس کیلئے کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہ تھی یہ صاحب مولوی محمد یعقوب (مولوی محمد اسحٰق صاحب کے چھوٹے بھائی) سے بیعت تھے۔ جب مولانا اسحاق صاحبؒ و مولانا محمد یعقوب صاحب نے ہجرت کی ہے تو یہ سانڈنی پر مولانا محمد یعقوب صاحب کے ردیف ہو کر قطب صاحب تک ساتھ گئے تھے یہ فرماتے تھے کہ میں نے رستہ میں مولوی محمد یعقوب سے اُن کے خاندان کے بزرگوں کے حالات پوچھے انہوں نے اُنکے حالات بیان فرمائے اور فرمایا کہ فلاں ایسا ہے اور فلاں ایسا ہے مولانا اسحٰق صاحب کی نسبت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت میں ایک فرشتہ بھیجا ہے تاکہ لوگ اُن سے

Marfat.com

ملکر فرشتوں کی قدر کریں اور مولوی اسمٰعیل جیسا عالی ہمت اور بلند حوصلہ اس خاندان میں کوئی
پیدا نہیں ہوا اُن کے وعظوں کی وجہ سے دلی کے شہدے اور بدمعاش آپ کے بہانتک
دشمن ہو گئے تھے کہ اُن کے قتل کی فکر میں تھے اس لئے ہم لوگ اُن کی بہت حفاظت کیا کرتے
تھے (اصل قصہ یہاں سے شروع ہوتا ہے) ایک مرتبہ وہ عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھکر اُس
دروازہ میں کو چلدیے جو قلعہ کی جانب ہے میں نے لپک کران کو پکڑا اور پوچھا کہ کہاں جاتے
ہو؟ میں اسوقت تمہیں تنہا نہ جانے دونگا۔ اگر تم کہیں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ جاؤنگا مولانا
نے فرمایا کہ میں ایک خاص ضرورت سے جارہا ہوں تم مجھے جانے دو اور میرے ساتھ نہ آؤ
میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے اور تنہا چلدیئے میں بھی ذرا فاصلہ سے اُنکے پیچھے پیچھے ہولیا خانم
کے بازار میں ایک بڑی مالدار اور مشہور رنڈی کا مکان تھا اور اس کا نام موتی تھا۔ مولانا اُس
مکان پر پہنچے اور آواز دی۔ تھوڑی دیر میں مکان سے ایک لڑکی نکلی اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا
کام ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں فقیر ہوں وہ لونڈی یہ سنکر چلی گئی اور جاکر کہدیا کہ ایک فقیر کھڑا
ہے۔ رنڈی نے کچھ پیسے دیئے اور کہا کہ جاکر دیدے وہ لڑکی پیسے لیکر آئی اور مولانا کو دینا چاہا
مولانا نے کہا کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں اور بغیر صدا کہے لینا میری عادت نہیں تم اپنی بی بی
سے کہو کہ میری صدا سن لے اُس نے جاکر کہدیا۔ رنڈی نے کہا کہ اچھا بلالے وہ بلا کرلے گئی
مولانا جاکر صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے اور آپ نے سورۂ والتین ثم رددناہ اسفل سافلین تک
تلاوت فرمائی میں بھی وہاں پہنچ گیا اور جاکر مولانا کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ مولانا نے اس قدر
بلیغ اور مؤثر تقریر فرمائی کہ گویا جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرادیا اُس رنڈی کے یہاں بہت سی
اور رنڈیاں بھی تھیں اور اُن کے علاوہ اور لوگ بھی بہت تھے اُن پر اس کا یہ اثر ہوا کہ سب
لوگ چیخ چیخکر رونے لگے اور کہرام مچگیا اور اُنہوں نے ڈھولک ستار وغیرہ توڑنے
شروع کئے اور موتی اور اُسکے علاوہ اور کئی رنڈیاں تائب ہو گئیں۔ اس کے بعد مولانا
اسمٰعیل صاحب اُٹھکر چلدیے۔ میں بھی پیچھے پیچھے چلدیا۔ یہاں تک تو باستثناء مضمون خفیف
تمام روایت کرنے والوں کا اتفاق ہے یہاں سے خاص حاجی منیر خاں کی روایت ہے وہ
فرماتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا جامع مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچے
ہیں تو میں نے مولانا سے کہا کہ میاں اسمٰعیل تمہارے دادا ایسے تھے اور تمہارے چچا ایسے
تھے اور تم ایسے خاندان کے ہو جس کے سلامی بادشاہ رہے ہیں مگر تم نے اپنے آپ کو بہت

Marfat.com

ذلیل کرلیا اتنی ذلت ٹھیک نہیں ہے اس پر مولانا نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور حیرت سے میری طرف دیکھا اور کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا آپ اس کو میری ذلت سمجھتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں میں تو اُس روز سمجھوں گا کہ آج میری عزت ہوئی ہے جس روز دلی کے شہدے میرا منہ کالا کرکے اور گدھے پر سوار کرکے مجھے چاندنی چوک میں کو نکالیں گے اور میں کہتا ہونگا قال اللہ کذا وقال رسول اللہ کذا یہ سُنکر میری یہ حالت ہوئی کہ میں کہنے کو تو کہہ گیا مگر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا اور زبان بند ہو گئی اور اس کے بعد کبھی مجھے اُن سے آنکھ ملاکر بات کرنے کی ہمت نہوئی۔

حاشیہ حکایت (۵۴) قولہ فی آخر القصہ میں تو اُس روز سمجھونگا الخ اقول اللہ اکبر مدعیان فنا آئیں اور دیکھیں فنا اس کو۔ کہتے ہیں ایک عاشق نے اسی منظر سے عارف شیرازیؒ کے اس شعر کی تفسیر کی ہے ؎

کہ ایں نغمہ اگر گویم باچنگ و رباب اولیٰ	من حال دل اے زاہد با خلق نخواہم گفت

حکایت (۵۵) خانصاحب نے فرمایا کہ جب سید صاحب کا قافلہ حج سے واپس آرہا تھا تو واپسی میں لکھنؤ میں ٹھیرا۔ علی نقی خاں اُس زمانہ میں وزیر تھا اور سبحان علی خاں اُس کا میر منشی علی نقی خاں نے تمام قافلہ کی دعوت کی اور کھانے کیلئے سب کو ایک بڑے مکان میں مدعو کیا اُس جلسہ میں علماء فرنگی محل وغیرہ بھی مدعو تھے۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے علی نقی خاں نے سید صاحب سے عرض کیا کہ حضور کھانے میں ابھی ذرا دیر ہے بہتر ہو کہ جناب مولوی اسمٰعیل صاحب کچھ بیان فرمائیں مولانا اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جس جلسہ میں سید صاحب ہوتے تھے اُس جلسہ میں تقریر نہ کرتے تھے اس لئے سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ مولانا آپ کچھ فرما دیجئے۔ مولانا عبدالحی صاحب نہایت ہی کم گو تھے اور جبتک کوئی سوال کئی مرتبہ نہ کیا جاوے اُس وقت تک جواب ہی نہ دیتے تھے اس لئے وہ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں علی نقی خاں نے پھر عرض کیا اس پر سید صاحب نے پھر مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا اس مرتبہ بھی انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں علی نقی خاں نے پھر عرض کیا اور سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب سے پھر فرمایا مولانا پھر بھی خاموش رہے۔ اس پر سبحان علی خاں بولا کہ جناب اس مجمع میں علماء فریقین موجود ہیں ایسے مجمع میں تقریر فرماتے ہوئے مولانا کو شرم آتی ہے۔ اس لئے یا جناب خود کچھ

فرمائیں یا مولوی اسمٰعیل صاحب کو حکم فرمائیں۔ یہ سُنکر مولانا عبدالحی صاحب نے زور سے ہوں کر کے (کیونکہ اُن کی عادت تھی کہ جب وعظ فرمانے کو ہوتے اول ہوں کرتے) فرمایا الحیاء شعبۃ من الایمان اور یہ فرماکر سلسلہ تقریر شروع فرمایا اور اوّل ثابت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام باحیاء تھے اور ابلیس بے حیاء اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا باحیاء ہونا اور اُن کی قوم کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا پھر دوسرے انبیاء کا باحیا ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیاء ہونا ثابت فرمایا اور اخیر میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا باحیاء ہونا اور اُن کے مخالفین کا بیحیا ہونا ثابت فرمایا۔ اُسکے بعد صحابہ کا باحیا ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیا ہونا ثابت فرمایا۔ اسکے بعد فرق اسلامیہ میں اہلِ سنت کا باحیا ہونا اور اُن کے مخالفین کا بے حیا ہونا ثابت کیا اور خاتمہ تقریر پر ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ الحمد للہ سنت انبیا اور اُن کے متبعین کے مطابق عبدالحی باحیاء رہے۔ اور روافض بالخصوص روافض اودھ اپنے اسلاف کی سنت کیمطابق بے حیاء اور اسپر تقریر کو ختم فرمادیا یہ مضمون تو ختم ہوا اثنائے تقریر میں سبحان علی خاں مولوی عبدالحیٔ صاحب سے جگہ جگہ پر سوال کرتا تھا اور مولانا اسمٰعیل صاحب اس کا جواب دیتے تھے وہ سوالات وجوابات سب تو مجھے محفوظ نہیں رہے جس قدر یاد ہیں وہ لکھواتا ہوں مولانا عبدالحیٔ صاحب کی تقریر میں حضرت عمرؓ کی فتوحات کا اور ان منافع کا بھی ذکر آگیا جو آپ کی ذات سے اسلام کو پہنچے اس پر سبحان علی خاں نے بآواز بلند حدیث پڑھی ان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اسپر مولانا اسمٰعیل صاحب اُٹھے اور مولوی عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ ذرا تقریر کو روک دیجیے اس کا جواب میرے ذمہ ہے اور سبحان علی خاں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ سبحان علی خاں تم اس کو تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے دین کو مدد پہنچی اُس نے اقرار کیا کہ ہاں آپ نے پھر یہی سوال کیا اُس نے پھر یہی جواب دیا جب سب کے سامنے کئی بار اُس سے اقرار کرالیا تب فرمایا کہ یہ بحث تو پھر ہوگی کہ حضرت عمر فاجر تھے یا نہ تھے لیکن اس وقت آپنے اتنا تسلیم کرلیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے دین کو مدد پہنچی اب اتنا ذرا اور بتا دو کہ اصول تشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچایا یا اُصول سنت کے مطابق اس کے جواب میں سبحان علی خاں بالکل خاموش ہوگیا۔ جب وہ جواب نہ دیسکا تو خود مولانا نے فرمایا کہ یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے کہ اُصول تشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچا اس لئے ضرور یہی کہا جاوے گا۔

Marfat.com

کہ اصول اہلِ سنت کیمطابق نفع پہنچا۔ پس ثابت ہوا کہ دین حق مذہب اہلِ سنت ہی ایک موقع پر مولوی عبدالحی صاحب نے حضرت علی کے متعلق کچھ بیان فرمایا اسی موقع پر سبحان علی خاں نے حدیث لحمک لحمی ودمک دمی پڑھی اس پر بھی مولانا اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ذرا تقریر کو روک دیجئے اس کا بھی جواب میں دوں گا اور اس کے بعد سبحان علی خاں سے فرمایا کہ سبحان علی خاں سنو اول تو یہ حدیث ثابت نہیں اور برتقدیر ثبوت میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنے پر محمول ہے یا مجازی معنی پر اس کے جواب میں سبحان علی خاں نے کہا کہ حقیقی معنے پر۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اگر حقیقی معنی پر محمول ہے تو حضرت علیؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ سے صحیح نہ ہوا۔ سبحان علی خاں سے کچھ جواب نہ بن آیا اور خاموش ہوگیا۔ ایک موقع پر سبحان علی خان نے مولانا عبدالحیؒ صاحب کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے یہاں یہ حدیث ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جزیہ نہ لیں گے بلکہ اُن کے زمانہ میں یا اسلام ہوگا یا قتل اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جزیہ لیتے تھے تو ثابت ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کرسکتے ہیں اسکے جواب میں بھی مولانا اسمٰعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اُن کا جزیہ نہ لینا خود اسی حدیث کی بنا پر ہوگا۔ پس یہ تعمیل ہے حکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نہ کہ نسخ حکم نبوی۔ اس کے جواب میں بھی سبحان علی خاں خاموش ہوگیا۔ اور کوئی جواب نہ بن آیا۔ غرضنکہ اسی طرح اور بھی کئی سوال وجواب ہوئے جو مجھے یاد نہیں رہے اور سبحان علی خاں ہر مرتبہ ساکت ہوا آخر میں ایک موقع پر پھر اُس نے اعتراض کرنا چاہا اور صرف اتنا کہا تھا کہ مولانا کہ اتنے میں علی نقی خاں نے سبحان علی خاں سے کہا کہ بس کرو بہت گالیاں سنوا چکے ہو اب نہ چھیڑو اپنے بہنوئی کو۔

حاشیہ حکایت (۵۵) **قولہ فی اول القصہ** کھانے کیلئے سب کو اول شیعی کی دعوت قبول کرنے پر شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مصلحت دینیہ کا موقع مستثنیٰ ہے باقی کسی چیز کے ملا دینے کی مانعیت سو ایسی حرکت کمینہ طبع لوگ کرسکتے ہیں شرفا اور عالی رتبہ لوگ نہیں کرسکتے خصوص جب اُس جماعت والے بھی شریک ہوں (**دشت**)

حکایت (۵۶) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ جو میں لکھوانا چاہتا ہوں اپنے استاد میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب حکیم عبدالسلام صاحب ملیح آبادی قاضی عبدالرزاق

Marfat.com

جبوری اور مولوی عبدالقیوم صاحب سے سُنا ہے قصہ یہ ہے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب نے لکھنؤ میں اعلان فرمایا کہ کل ہم شیعوں کی عیدگاہ میں وعظ کہیں گے چنانچہ آپ حسب اعلان وعظ کہنے کیلئے عیدگاہ تشریف لیگئے اس اعلان کی اطلاع عام طور پر ہو چکی تھی اس لئے دونوں فریق کے لوگ جمع ہو گئے اور بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ مولانا ممبر پر تشریف لائے اور وعظ شروع فرمایا۔ مولوی عبدالقیوم صاحب مولوی عبدالحی صاحب کے صاحبزادے آپکے پاؤں کے پاس بیٹھے تھے وعظ میں آپ نے مذہب تشیع کی خوب دھجیاں اُڑائیں اُس وعظ میں دو نوعمر اور نوجوان لڑکے جو آپس میں بھائی بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام محمد ارتضا تھا اور دوسرے کا نام محمد مرتضےٰ مولانا کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنپر اس وعظ کا اثر ہوا اور اُن میں سے چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا کہ مولانا کی تقریر کو سُن کر میرے دلمیں یہ بات آئی ہے کہ اس شہر میں ہماری حکومت ہے اور یہ شخص جو مذہب تشیع کی اس بیباکی سے تردید کر رہا ہے محض ایک معمولی اور دُبلا پتلا آدمی ہے نہ کہیں کا بادشاہ ہے نہ نواب نہ اس کے پاس فوج ہے نہ ہتیار پھر باوجود اس بے کسی و بے بسی کے جو یہ اس قدر جرأت دکھلا رہا ہے۔ تو وہ کونسی بات ہے جو اس کو اس بیباکی اور سرفروشی پر آمادہ کر رہی ہے وہ صرف اس کا ایمان ہے اور اب ہم اپنے آئمہ پر نظر کرتے ہیں ہمارے آئمہ ہمارے مذہب کی روایات کے مطابق اس قدر قوی اور شجاع تھے کہ اُن کی قوت کو نہ کسی فرشتے کی قوت پہنچتی تھی اور نہ جن کی اور اسکے ساتھ ہی وہ تقیہ بھی اس قدر کرتے تھے کہ مخالف تو درکنار خود اپنے شیعوں سے بھی صاف بات نہ کہتے تھے اس سے میں سمجھتا ہوں کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہو سکتا کیونکہ یا تو اُن کی بہادری کے افسانے جھوٹے ہیں یا اُن کے تقیہ کی کہانی غلط ہے اب صرف دو مذہب سچے ہو سکتے ہیں یا مذہب خوارج جو انکو کافر سمجھتے ہیں یا مذہب اہل سنت و جماعت جو کہتے ہیں کہ آئمہ نہایت راست گو اور نہایت باایمان تھے اور اُن کی شان لایخافون فی اللہ لومۃ لائم تھی اور ان کا مذہب وہی تھا جو اہل سنت کا مذہب ہے اور جو باتیں اُن کی طرف شیعہ نسبت کرتے ہیں وہ اُن کا افترا ہے اور جب مذہب تشیع بالکل افسانہ ثابت ہوا اور حق دائر ہو گیا۔ خوارج اور اہل سنت کے مذہب کے درمیان تو پھر جب میں ان دونوں مذہبوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں تو مجھے اہل سنت کا مذہب اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سُن کر بڑے بھائی نے کہا کہ مجھے بھی یہی خیال ہوتا ہے جب وہ دونوں متفق ہو گئے تو چھوٹا بھائی اُٹھا اور کہا کہ مولانا ذرا ممبر پر سے اُتر جائیے مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔

مولانا سمجھے کہ شاید میری تردید کرے گا۔ اور یہ خیال کر کے آپ نیچے تشریف لے آئے۔ اس لڑکے نے ممبر پر جاکر تمام شیعوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ صاحبو آپ کو معلوم ہے کہ اس مقام پر شیعوں کی حکومت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ مولانا جو اس جرأت سے مذہب تشیع کی تردید فرما رہے تھے اور نہ اُن کو بادشاہ کا خوف تھا نہ ارکان دولت کا اور نہ عام رعایا کا۔ محض ایک معمولی شخص ہیں کہ نہ ان کو کوئی جسمانی قوت ہم لوگوں سے ممتاز حاصل ہے اور نہ اُن کے پاس کوئی فوجی قوت ہے پھر باوجود اس بےکسی اور بےبسی اور کمزوری کے جو وہ اس قدر جرأت دکھلا رہے تھے اس کا سبب کیا ہے اور وہ کونسی قوت ہے جس نے اُن کو اس قدر جانباز اور جری بنا دیا ہے میرے نزدیک وہ قوت صرف قوت ایمانی ہے۔ اب میں دریافت کرتا ہوں کہ ہمارے ائمہ جو عمر بھر تقیہ کرتے رہے حتیٰ کہ خود اپنے شیعوں سے بھی ڈرتے رہے تو اس کمزوری کا کیا سبب ہے۔ اگر اس کا سبب یہ ہے کہ ان میں قوت نہ تھی اول تو مذہب تشیع اس کا انکار کرتا ہے اور اُن کے اندر انسانی طاقت سے زیادہ طاقت بتلاتا ہے پھر اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو وہ قوت میں مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی صورت سے کم ہوں گے پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اُن میں مولوی اسمٰعیل کی سی جرأت نہ تھی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایمان میں مولوی اسمٰعیل سے بھی کمزور تھے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب تشیع تو کسی طرح حق نہیں ہے اگر حق ہو سکتا ہے تو مذہب خوارج یا مذہب اہلِ سنت اور یا تو آئمہ (نعوذ باللہ) سراسر بے ایمان تھے جیسے خوارج کہتے ہیں اور یا وہ پکے سُنی تھے جیسے اہلِ سنت کہتے ہیں۔ یہ میرا شبہ ہے اگر کسی شیعی کے پاس اس کا جواب ہو تو اس کا جواب دے ورنہ میں مذہب تشیع سے تائب ہوتا ہوں اور میرے ساتھ میرا بڑا بھائی بھی تائب ہو گا اس مجمع میں مجتہدین بھی تھے مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے پھر کہا کہ یا تو کوئی صاحب جواب دیں ورنہ میں سُنی ہوتا ہوں اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا۔ آخر وہ منبر سے اُترا اور مولانا سے عرض کیا کہ میں اپنا کام کر چکا۔ اب آپ وعظ فرمائیں مولانا نے فرمایا کہ وعظ سے جو میرا مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اور جو تقریر تم نے کی میں نہ کرتا۔ اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ دونوں لڑکے کسی بڑے وثیقہ دار کے لڑکے تھے جب یہ سُنی ہو گئے تو اُنہوں نے اپنا سب گھر بار چھوڑ دیا اور چھوڑ کر مولانا کے ہو گئے اور انہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ جہاد میں مولانا کے ساتھ شہید ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۵۶) قولہ فی آخر القصہ اس لئے اب مجھے کہنے کی ضرورت

Marfat.com

نیں رہی اقول یہ ہے اخلاص فی النیۃ والعمل کہ وعظ سے جو مقصود تھا جب دوسرے شخص کے واسطے سے حاصل ہوگیا گو وہ عامی ہی تھا تو وعظ کے منقطع فرما دینے میں کوئی تردد نہ ہوا ورنہ طالبانِ جاہ اس سبکی کو کب گوارا کر سکتے ہیں۔ یہی حقیقت ہی حضرت علی خواص ؒ کے اس ارشاد کی کہ علامت اخلاص کی یہ ہے کہ جو شخص کوئی دینی خدمت مثل وعظ یا بیعت تلقین کرتا ہو اگر دوسرا کوئی اچھا کام کرنے والا آجاوے تو یہ طالبوں کو اُس کی طرف متوجہ کردے اھ یہ وہی کر سکتا ہے جس کو تصدر و تقدم و ترفع مقصود نہ ہو (ش ت)

حکایت (۵۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا اسمعیل صاحب کی عادت ہنسی مذاق کی بہت تھی اس لئے وہ سید صاحب کے پاس نہ ٹھیرتے تھے بلکہ الگ ٹھیرا کرتے تھے اور سید صاحب کے ساتھ مولوی عبدالحی صاحب ٹھیرتے تھے جب سید صاحب کا قافلہ حج کو گیا ہے تو مولانا اسمعیل صاحب سید صاحب کے جہاز میں سوار نہیں ہوئے بلکہ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے مولوی وجیہ الدین صاحب یعنی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے تایا مولوی عبدالحی صاحب کے بھی شاگرد تھے اور مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے بھی شاگرد تھے ان کا بدن بھاری اور پیٹ بڑا تھا۔ رنگت کالی تھی۔ ابتدا میں یہ مولوی اسمعیل صاحب کے مخالف تھے اور انہوں نے تقویت الایمان کا رد بھی لکھا تھا اور مولوی عبداللہ صاحب ایک شخص تھے جو کاندھلہ کے رہنے والے اور قوم کے ارائیں تھے نہایت ذہین اور بڑے عالم تھے اور مفتی صاحب کے شاگرد تھے مولوی وجیہ الدین صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کے درمیان ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی اسمعیل صاحب نے تقویۃ الایمان میں شرک کی دو قسمیں کی ہیں ایک جلی دوسرے خفی مولوی وجیہ الدین صاحب اس کو تسلیم نہ کرتے تھے اس پر ان سے اور مولوی عبداللہ صاحب سے مناظرہ ہوا اور مولوی عبداللہ غالب آئے اس پر مولوی وجیہ الدین صاحب مولانا شہید کی مخالفت سے تائب ہوئے اور اپنی کتاب جو انہوں نے مولانا کے رد میں لکھی تھی دہلی جاکر مولانا کے سامنے پھاڑ ڈالی اور اس روز سے مولانا شہید کے عاشق زار بن گئے یہ مولوی وجیہ الدین صاحب بھی مولانا شہید کے ساتھ جہاز میں تھے اور دونوں ملکر حجاج کیلئے آٹا پیسا کرتے تھے آٹا پیستے ہوئے مولانا شہید ان کو چھیڑا کرتے تھے کبھی آٹا ان کے منہ پر مل دیتے تھے کبھی پیٹ پر کبھی کوئی اور مذاق کرتے تھے اُن کے علاوہ مولانا اور حاجیوں سے بھی ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے میں یعنی

مولوی عبدالقیوم صاحب) اس زمانہ میں بچہ تھا اور مولانا کو مجھ سے بہت محبت تھی اس لئے مولنا اکثر مجھے اپنے پاس رکھتے تھے اور جہاز میں بھی مجھے اپنے ہی ساتھ رکھا تھا۔ اس زمانہ میں بادی جہاز تھے اور مسافروں کو روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی اور جہاز میں پانی کم رہ گیا اس لئے جہاز والوں نے اعلان کردیا کہ کل سے پانی آدھی بوتل ملیگا۔ دو دن تک آدمی بوتل پانی دیا اس کے بعد جب پانی بالکل ختم ہوگیا تو جہاز والوں نے کہدیا کہ اب پانی بالکل نہیں رہا ہے اس لئے ہم پانی نہیں دیسکتے سب لوگ نہایت پریشان ہوئے۔ اس جہاز میں علاوہ سید صاحب کے قافلہ والوں کے اور بھی بڑے بڑے لوگ سوار تھے اب ان لوگوں میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولنا شہید) لوگوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے اسی کی شامت سے ہم پر یہ بلا آئی ہے لہذا اس کو روکنا چاہیے اور دعائیں کرنی چاہئیں۔ اس کی اطلاع مولوی وجیہ الدین صاحب اور دوسرے لوگوں کو ہوئی مولوی وجیہ الدین معہ چند دیگر اشخاص کے اُن لوگوں کے پاس پہنچے اور اُن کو مولانا شہید کی عظمت وشان سے آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شامت تمہاری اس گستاخی اور بدگمانی کی ہے کہ تم ان کی نسبت ایسا خیال کرتے ہو تم کو چاہئے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوکر اُن سے معافی چاہو اور اُن سے دعا کی درخواست کرو چنانچہ وہ سب لوگ آئے اور سب نے مولانا سے دعا کی درخواست کی مولانا نے فرمایا کہ تم سب دعا کرو میں بھی دعا کرونگا۔ مگر میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چپکتی نہیں اس پر ایک شخص نے وعدہ کیا کہ سب جہاز کے لوگوں کو سقطی حلوا کھلاؤں گا۔ اس کی مقدار مجھے یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ فی کس پاؤ بھر سے زیادہ تھا اس پر آپ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ملکر دعا کی جس کا اثر اُسی وقت ظاہر ہوا اور ایک چشمہ شیریں پانی کا جو لمبا ؤ چوڑاؤ میں دو بڑی چارپائیوں کے برابر ہوگا دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس آکر کھڑا ہوگیا مولنا نے اُسکو دیکھ کر فرمایا کہ اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے لوگوں نے جو چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا۔ اس پر سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور جہاز والوں نے بھی اپنے ظروف خوب بھر لئے جب سب بھر چکے تو وہ پانی غائب ہوگیا اور اُس کے بعد لوگوں نے ہوا کی موافقت کیلئے دعا کی درخواست کی پھر آپنے وہی فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہوجاؤں مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چپکتی اس پر کسی اور امیر نے کچھ وعدہ کیا جو مجھے یاد نہیں

Marfat.com

اس پر آپ نے سب لوگوں کے ساتھ ملکر موافقت ہوا کی دعا کی اور ہوا موافق ہوگئی۔ جہاز کا لنگر کھولدیا گیا اور جتنے دنوں میں اچھی ہوا کی حالت میں جہاز جدہ پہنچتا تھا اُس سے نصف دنوں میں ہمارا جہاز جدہ پہنچ گیا۔

حاشیہ حکایت (۵۷) **قولہ** مذاق کرتے تھے **اقول** لا یسخر قوم من قوم کے خلاف کا شبہ نہ کیا جاوے اس کا محمل یہ ہے کہ جس سے مزاح کیا جاتا ہے اُس کو حقیر سمجھے چنانچہ اس کی علت میں عسی ان یکونوا خیرا منھم ارشاد فرمانا اس کی قطعی دلیل ہے اور مٹھائی کی شرط یہ بھی اسی مزاح کا ایک شعبہ ہے **(اشرف)**

حکایت (۵۸) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے حکیم خادم علی صاحب و حکیم عبدالسلام صاحب و مولوی سراج احمد صاحب خورجوی سے سُنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ میں مردوں اور عورتوں کا داخلہ ساتھ ساتھ ہوتا تھا جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے یہ حالت دیکھی تو وہ اور اُن کے ساتھی ننگی تلواریں لیکر خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں داخل ہونگی تو ہم تلوار سے سر اُڑا دیں گے اس پر بہت شور و شغب ہوا مگر مولانا اور اُن کے ساتھی اپنی بات پر جمے رہے اور مشترکہ داخلہ کو بند کرا کر چھوڑا۔ یہ قصہ میں نے یہیں تک سُنا تھا جب میں نے اس قصہ کو شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری سے بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ بس اتنا ہی سنا ہے اسکے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ ملاجیوں کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے اُس وقت بھی مردوں اور عورتوں کا داخلہ ساتھ ہوتا تھا مگر ملاجیوں نے اُس کو روکا تھا۔ مگر پھر معلوم نہیں یہ مشترکہ داخلہ کب سے جاری ہوگیا جس کو دوسری دفعہ مولانا شہید نے روکا۔

حاشیہ حکایت (۵۸) **قولہ** ہم تلوار سے سر اُڑا دیں گے **اقول** یہ تہدید تھی مراد نہ تھی **(اشرف)**

حکایت (۵۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اوّل عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصراللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اُس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحٰق صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فریدالدین صاحب

Marfat.com

مراد آبادی مومن خاں۔عبداللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی) و مولٰنا مملوک علیصاحب بھی تھے اور اُن کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اسمیں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھدیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اسکی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہوگیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اُٹھائے گا نہیں۔اس لئے میں نے یہ کتاب لکھدی ہے گو اس سے شورش ہوگی۔مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کردیا جاوے۔اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیئے اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحاق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اسپر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح شائع ہونی چاہیئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لیگئے اور حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا اس زمانہ میں مولانا اسمٰعیل گلی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبدالحی صاحب مساجد میں چھ مہینے کے بعد جہاد کیلئے تشریف لیگئے یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب اور اپنے اُستاد میانجی محمدی صاحب وغیرہ سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۵۹) **قولہ** تشدد بھی ہوگیا ہے **اقول** اس تشدد فی العلاج کا سبب مرض کا شدید ہونا ہے۔ **قولہ** ورنہ اسے چاک کردیا جاوے **اقول** ایسے بزرگ پر تشدد یا اصرار یا استبداد کا شبہ اگر ظلم نہیں تو کیا ہے (**دشت**)

حکایت (۶۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی تقویۃ الایمان کی نسبت فرماتے تھے کہ اس سے بہت ہی نفع ہوا چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی حیات ہی میں دوڈھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے اور اُن کے بعد جو کچھ نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا

حاشیہ حکایت (۶۰) قولہ بہت ہی نفع ہوا اقول ۔ اس پر مولنا رومی کا ارشاد یاد آگیا ؎

کعبہ راہر دم تجلی مے فزود	ایں از اخلاصات ابراہیم بود	(دشت)

حکایت (۶۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی تبارک اللہ صاحب الہ آبادین کے رہنے والے ایک شخص تھے جو بہت بڈھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے اُنہوں نے ایک مرتبہ اورنگ آباد میں وعظ کہا وعظ کے بعد اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ تقویۃ الایمان کی نسبت کیا فرماتے ہیں میں اس جلسہ میں موجود تھا۔ میرے سامنے مولوی تبارک اللہ صاحب نے فرمایا کہ جب تقویۃ الایمان شائع ہو کر الہ آباد میں آئی ہے تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ کچھ لوگ مخالف ہوگئے اور کچھ موافق اور آپس میں بحث مباحثہ اور گفتگوئیں ہونے لگیں۔ اس وقت میرے چچا حیات تھے جو بہت ضعیف العمر تھے آنکھوں سے بھی کم دکھائی دیتا تھا اور کانوں سے بھی اونچا سنتے تھے اُنہوں نے جو یہ رنگ دیکھا تو ایک مرتبہ فرمایا کہ لڑکو میں چند روز سے دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ کچھ ورق ہاتھ میں لئے ہوئے بحث مباحثہ کرتے ہو ہمیں تو بتلاؤ کیا بات ہے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ جناب ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اُس پر یہ بحث مباحثے ہوتے ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ وہ کتاب مجھے سناؤ ہم نے تقویۃ الایمان اول سے لیکر آخر تک سنائی اُس کو سُن کر آپ نے فرمایا کہ سب بستی کے لوگوں کو جمع کرو اس وقت میں اپنی رائے ظاہر کرونگا ہم لوگوں نے لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ابتک دُنیا کی حالت دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے اُن کی باتیں بالکل میرے جی کو نہ لگتی تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ دنیا اس وقت گمراہی میں مبتلا ہے اور میرا جی ان باتوں کو ڈھونڈتا تھا مگر کنوئیں میں بھانگ پڑی ہوئی تھی۔ نہ کسی کو دین کی خبر تھی نہ کوئی بتلانے والا تھا۔ مولوی اسمٰعیل کا احسان ہے کہ اُنہوں نے پانی اور بھانگ کو الگ کر دیا اور سیدھا راستہ بتلا دیا۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہے مانو چاہے نہ مانو اور بھانگ ہی پیئے جاؤ۔

حاشیہ حکایت (۶۱) قولہ پانی کو اور بھانگ کو الخ اقول کیا اچھا فیصلہ ہے (دشت)

حکایت (۶۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم

رہتے تھے جو بڑے عالم تھے مولانا نے ان کا نام بھی لیا تھا۔ مگر مجھے یاد نہیں رہا) یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی اس میں پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے اُن کی خدمت میں پہنچے اور ان کو وہ اپنی تحریرات سُنائیں جو اُنھوں نے مولانا شہید کے رد میں لکھی تھیں اور اُن سے اُن کی تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی اتنے میں جماعت تیار ہوگئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کریں گے۔ مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا۔ مولوی صاحب اور مولوی فضل رسول تو نماز کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ اُن کا ساتھی نہیں اُٹھا اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا۔ جب مولوی صاحب نماز پڑھ کر تشریف لائے تو اُسے حقہ پیتے ہوئے دیکھا۔ اس پر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں اُنھوں نے کہا کہ یہ میرے عزیز ہیں مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنوں سے ہیں اُنھوں نے مدت بتائی اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا میرا ارادہ پہلے بھی نہ تھا مگر اتنا ارادہ تھا کہ کچھ آپ کے موافق لکھدوں گا مگر الحمد للہ کہ اس وقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود اس کے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسمٰعیل جس طرف کو نکل گیا ہے ہزاروں کو دیندار بنا گیا ہے۔ پس قابل تکفیر تم ہو۔ نہ کہ مولوی اسمٰعیل لہذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ میں کچھ نہ کہوں گا۔ اس پر وہ بے نیل و مرام واپس ہوگئے۔ یہ قصہ بیان کر کے خانصاحب نے فرمایا کہ میں اُس شخص سے ملا ہوں جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا۔ حالانکہ وہ بڈھا ہوگیا تھا۔ مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا اور دنیا کی تمام بازیوں مثل کبوتر بازی۔ بٹیر بازی۔ مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔

حاشیہ حکایت (۶۲) قولہ پس قابل تکفیر الخ **اقول** اس بنا پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہوا بلکہ اس بنا پر کہ اتنے بڑے خادم اسلام کی تکفیر کی جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے پس حدیث کے جو معنی بھی ہیں اسی معنے کر یہ قابلیت بھی ہے تکفیر کی۔ (رشت)

حکایت (۶۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے شاہ عبدالرحیم صاحب نے بروایت مولانا گنگوہی بیان فرمایا کہ سید صاحب کے قافلہ کا ریاست رامپور جانے کا ارادہ ہوا یہ زمانہ نواب احمد علی خاں کا تھا۔ جب علماء رامپور کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے

Marfat.com

آپس میں مشورہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگوں کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل صاحب کو نیچا دکھایا جاوے اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کیلئے منتخب بھی کر لیا گیا۔ اس زمانہ میں رامپور میں ایک صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے جو رامپور ہی کے رہنے والے تھے جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رامپور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل چلکر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ صاحبوں کا رامپور تشریف لیجانا مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگوں سے مناظرہ کا مشورہ کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا جانا کسی طرح مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء ان کے خاص طور پر درپے ہیں اسکے بعد وہ خاص طور پر مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان سے خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رامپور تشریف نہ لیجاویں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کیوجہ سے اس قدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپ کے ممنون ہیں۔ لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے اتنی پریشانی ہو۔ کیونکہ وہ لوگ یا معقول میں گفتگو کریں گے یا منقول میں گفتگو کریں گے تو جو بات ہمیں معلوم ہوگی ہم اس کا جواب دیں گے اور جو نہ معلوم ہوگی ہم صاف کہدیں گے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفتگو کریں گے تو خدا نے عقل ہمیں بھی دی ہے وہ اشراقیہ اور مشائیہ کا جمع کیا ہوا گوہ اچھالیں گے اس کے جواب میں ہم بھی اپنی عقل سے گوہ اچھالیں گے۔ دیکھیں وہ کہاں تک چلتے ہیں۔ غرض مولانا نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا اور قافلہ کے ہمراہ مولانا رامپور پہنچے۔ جب وہ رامپور پہنچے ہیں تو حسب قرارداد باہمی علماء رامپور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرے کیلئے بھیجا اس نے پہنچکر مولانا سے سوالات شروع کیے اور مولانا نے تمام سوالات کا جواب دیا۔ یہ گفتگو تین روز تک رہی۔ جب [illegible] سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کروں انہوں نے اجازت دی مولانا نے صرف چار سوال کئے دو معقول کے اور دو منقول کے مگر ان کو جواب نہ بن آیا اس لئے انہوں نے مہلت چاہی کہ میں کل جواب دوں گا آپ نے اجازت دیدی۔ اگلے دن صبح کی نماز

کیوقت اُن کا حجرہ نہیں کُھلا لوگوں نے نماز کیلئے اُٹھانا چاہا۔ مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آیا تب لوگوں کو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اُتار کر اندر داخل ہوئے دیکھا تو وہ عالم صاحب مرے پڑے ہیں اور اُنہوں نے سر میں پتھر مار کر خودکشی کرلی ہے۔

حاشیہ حکایت (۶۳) قولہ آپ کا احسان ہے **اقول** یہ ہے ادب مشیر کا کہ اگر اس کے مشورہ پر عمل بھی نہ کیا جاوے تب بھی اُس کی شکرگزاری کرے یہ نہیں کہ اُس کو رد کرنا شروع کردے جیسا آجکل کے متکبرین کا شیوہ ہے **قولہ** ہم صاف کہدیں گے کہ ہم نہیں جانتے **اقول** یہ ہے ادب علم دین کا کہ جو بات معلوم نہ ہو بے تکلف لاادری کہدے یہ نہیں کہ اپنے جہل کو مختلف اینچ پیچ سے چھپاوے جیسا کہ آجکل متکبرین کا شیوہ ہے **قولہ** فی آخرالقصہ پتھر مار کر الخ **اقول** ایسا رسوائی کا خوف کیا مگر اس رسوائی سے نہ بچے جبکہ اس قصہ کی شہرت ہوگئی یہ تو دنیا کا خسارا ہوا کہ جان اور جاہ دونوں برباد ہوئے اور آخرت کا خسارہ کہ خودکشی پر استحقاق مواخذہ ہے یہ جدا رہا احقر کے وجدان میں یہ خسارۂ دارین سزا ہے اہل اللہ کے ساتھ عداوت اور آویزش کی بقول عارف شیرازی ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات	با دُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

دشت

حکایت (۶۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی ذوالفقار علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ مولوی رستم علی بریلی کے رہنے والے اور بہت پہلوان تھے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کے بہت گہرے دوست تھے اتفاق سے مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولوی رستم علی صاحب چاندنی چوک میں سے جارہے تھے کہ ایک پہلوان نے مولانا کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر مولوی رستم علی صاحب کو غصہ آگیا اور وہ تلوار نکالکر اُس کے مارنے کو دوڑے۔ مولانا نے جھپٹ کر مولوی رستم علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ میاں رستم علی کیا کرتے ہو وہ گالیاں بیجا نہیں دیتا۔ بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ کیونکہ وہ یہی تو کہتا ہے کہ یہ بڑا بدعتی ہے جو نئی نئی باتیں نکالتا ہے سو اس میں وہ کیا بیجا کہتا ہے۔ میری باتیں اس کے لئے تو واقعی نئی ہیں۔ علماء نے یہ باتیں ان بیچاروں کو کہاں سُنائی ہیں۔ پھر اسکو نئی کیوں نہ معلوم ہوں۔ اور وہ گالیاں کیوں نہ دے۔ اس کا اس پہلوان پر بہت اثر ہوا اور اس روز سے مولانا کا دوست ہوگیا۔

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۶۴) قولہ وہ ٹھیک کہتا ہے اقول آپ نے کبریٰ کے صدق پر نظر فرمائی جو دینی مسئلہ ہے کہ جو نئی بات نکالے بددین ہے اور صغریٰ ایک واقعہ ہے خود اُن کی ذات کے متعلق اُس میں کوئی دین کا ضرر نہیں اس لئے اُس پر نظر نہیں فرمائی۔ رہا یہ کہ یہاں ایک صغریٰ اور بھی ہے کہ فلاں عمل (جوکہ واقع میں سنت ہی) نئی بات ہے اور یہ تغییر ہے شرع کی سو یہ ایک فرعی غلطی ہے جوکہ اعمال میں سے ہی اصولی غلطی تو نہیں جوکہ عقائد میں سے ہے مثلاً یہ سمجھنا کہ جو نئی بات دین میں ہو وہ اچھی ہے اور فرعی غلطی سہل ہے اور اُس کی اصلاح بھی قریب ہے (**شت**)

حکایت (۶۵) خانصاحب نے فرمایا کہ اکبری مسجد کے صحن میں پہلی صف میں کسی وجہ سے ایک پتھر نیچا ہو گیا تھا اور برسات کے موسم میں اس میں گارا کیچڑ ہو جاتا تھا سب نمازی اپنے کپڑوں کو بچانے کیلئے اُس کو چھوڑ کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس وجہ سے صف میں فرجہ رہتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب شہید خوش پوشاک تھے۔ ایک روز عمدہ پوشاک پہنے ہوئے اکبری مسجد میں تشریف لائے آپنے صف اول میں فرجہ دیکھا آپ اُسی جگہ گارے کیچڑ میں بیٹھ گئے۔ اور کپڑوں کا ذرا خیال نہ فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۶۵) قولہ کیچڑ میں بیٹھ گئے اقول ایسے شخص کو تزئین کا حق ہے۔ (**شت**)

حکایت (۶۶) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب کے صاحبزادے حافظ عبدالعزیز ایک مرتبہ اپنے بچپن میں نہایت سخت بیمار ہوئے اور اطباء نے جواب دیدیا اُن کے والدین کو اس وجہ سے تشویش تھی اتفاق سے میانجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے ہیں اور میں مسجد کے اندر ہوں اور میرے پاس عبدالعزیز بیٹھا ہے اتفاق سے اُسے پیشاب کی ضرورت ہوئی اور میں اُسے پیشاب کرانے لے چلا۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے اور طرف کو راستہ نہ تھا۔ اور مولوی اسمٰعیل صاحب سے بے تکلفی تھی اس لئے میں اسے مولوی اسمٰعیل صاحب کی طرف کو لے گیا۔ جب عبدالعزیز مولوی اسمٰعیل صاحب کے

سامنے پہنچا تو اُنھوں نے تین مرتبہ یا شافی پڑھ کر اُس پر دم کر دیا۔ اس خواب کے بعد جب آنکھ کھلی تو اُنھوں نے اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ عبد العزیز اچھا ہو گیا۔ اطبار غلط کہتے ہیں کہ یہ نہ بچے گا۔ میں نے اس وقت ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ صبح ہوئی تو میاں عبد العزیز بالکل تندرست تھے۔

حاشیہ حکایت (۶۶) قولہ عبد العزیز اچھا ہو گیا **اقول** اس سے خواب کو مؤثر نہ سمجھا جاوے بلکہ وہ مبشر تھا جیسا حدیث میں ہے۔ (**ش ت**)

حکایت (۶۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب اور مولوی محمود پھلتی بیان فرماتے تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کی بہن کی شادی شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے بیٹے مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے ساتھ ہوئی تھی مولوی عبد الرحمٰن صاحب کا انتقال ہو گیا ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید قصبہ پھلت میں منبر پر کھڑے ہو کر نکاح ثانی کی ترغیب دلا رہے تھے پھلت کے صاحبوں میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولٰنا نے فرمایا کہ ابھی نہ پوچھو پھر پوچھنا۔ اور یہ فرما کر وعظ بند کر دیا اور منبر پر سے اُتر گئے اور اُسی روز دہلی روانہ ہو گئے اور دہلی پہنچ کر بہن کے پاس پہنچے اُن کی بہن مولوی صاحب سے عمر میں بھی بہت بڑی تھیں اور دمہ کے مرض کی وجہ سے کمزور بھی بہت تھیں آپ نے اپنا عمامہ بہن کے قدموں پر ڈال دیا اور فرمایا بہن اگر تم چاہو تو میں وعظ کہہ سکتا ہوں ورنہ نہیں کہہ سکتا۔ اُنھوں نے کہا کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ تم نکاح کر لو۔ اُنھوں نے کہا کہ مجھے نکاح سے انکار نہیں لیکن میں تو نکاح کے قابل ہی نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم رسم کی بنا پر نکاح نہیں کرتیں اس پر وہ رضامند ہو گئیں اور اُن کا نکاح مولوی عبد الحی صاحب سے کر دیا گیا مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد سے نکاح ہونے کے بعد بھی وہ بیمار ہی رہیں اور میرے والد کو اُن سے صحبت کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان میں نکاح ثانی بند ہوا تھا اُس وقت سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی بہن کا نکاح ثانی سب سے پہلا نکاح ثانی تھا۔

حاشیہ حکایت (۶۷) قولہ کبھی اتفاق نہیں ہوا **اقول** خالص دین یہ ہے جو ان زوجین نے کر دکھایا کہ بلا توقع کسی حظ نفسانی کے محض احیار سنت کیلئے

نکاح کیا (شت)۔

حکایت (٦٨) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی نے پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب تمہیر عاشق تھے اور سید صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے خدام میں سے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ تم شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب پر نہ مٹے اور سید صاحب پر اتنے فریفتہ ہو اُنہوں نے کہا۔میں اور کچھ نہیں کہتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب میں اپنی بہن کو مشکوۃ وغیرہ پڑھاتا تھا تو نکاح ثانی کے فضائل قصداً چھوڑ دیتا تھا کہ مبادا میری بہن کو ترغیب ہوا اور وہ نکاح کرلے لیکن جب سید صاحب کی صحبت ہوئی تو خود میں نے ہی دوڑ دوڑ کر اُن کا نکاح کروا دیا اس سے تم سمجھ لو کہ میں کیوں سید صاحب پر اتنا فریفتہ ہوں۔

حاشیہ حکایت (٦٨) قولہ اس سے تم سمجھ لو الخ **اقول** اس اثر کو افضل کی دلیل نہ بنایا جاوے۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے اور یہ فطری امر ہے گا ہے افضل سے نفع کم ہوتا ہے مفضول سے زیادہ (شت)

حکایت (٦٩) خانصاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولنا شہید ابتدا میں نہایت آزاد تھے۔کوئی میلہ خواہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا ایسا نہ ہوتا تھا کہ جس میں وہ شریک نہ ہوتے ہوں اور کھیل بھی ہر قسم کے کھیلتے تھے کنکوا بھی اُڑاتے تھے شطرنج بھی کھیلتے تھے۔مگر باوجود اس آزادی کے بزرگوں کا ادب اور لحاظ اتنا تھا کہ پتنگ اُڑا رہے ہیں اور پیچ لڑا رہے ہیں مخالف کے پتنگ کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں اتنے میں شاہ عبدالقادر صاحب حجرہ سے نکلے اور آواز دی اسمٰعیل یہ آواز سنتے ہی فوراً جواب دیتے۔حضور۔اور پتنگ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے آتے۔

حاشیہ حکایت (٦٩) قولہ چھوڑ کر چلے آتے **اقول** یہی ادب بیر بناتا ہے طریق حق کا (شت)

حکایت (٧٠) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا نانوتوی صاحب مولنا عبدالقیوم صاحب اور دوسرے بہت سے لوگوں سے سُنا ہے کہ ایک روز مولنا شہید ... کسی میلہ میں گئے سید صاحب اس زمانہ میں اُن سے پڑھتے تھے ... اُن

ساتھ گئے جب یہ دونوں میلے میں پہنچے سید صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہا
غصہ آیا اور تیز لہجہ میں مولانا شہید سے فرمایا کہ آپ نے کس لئے پڑھا تھا۔ کیا سواد کہ
بڑھانے کیلئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اس وقت کہاں ہیں آپ غور فرمائیں کہ ایک
عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بھتیجا کفار کے میلے
رونق بڑھائے کس قدر شرم کی بات ہے۔ مولانا پر اس کا ایک خاص اثر ہوا اور انہوں
فرمایا کہ سید صاحب آپ نہایت بجا فرماتے ہیں۔ واقعی میری غلطی ہے۔ اور یہ فرما
فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے

حاشیہ حکایت (۷۰) قولہ سید صاحب آپ نہایت بجا
شاگرد کی نصیحت کو پھر تیز لہجہ میں قبول کرلینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدہ عظیمہ ہے
(شت)

حکایت (۷۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مرزا سریا جاہ بیان فرماتے تھے کہ اکبر شا
بادشاہ دہلی کی بہن تھیں جن کو بی چھکو کہتے تھے۔ یہ اکبر شاہ سے بہت بڑی تھیں
اور انہوں نے اکبر شاہ کو گود میں کھلایا تھا۔ اس لئے بادشاہ بھی اُن کا ادب کر
تھے اور تمام شاہزادے اور شاہزادیاں بھی ان کو بڑا مانتے تھے۔ غرض تمام اہل قلعہ
سے دبتے تھے اور یہ کوسنے اور گالیاں بہت دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ چند شہزادوں
چند شہدوں نے مشورہ کیا کہ ایک دن بھرے مجمع میں بی چھکو سے مولوی اسمٰعیل کو گ
دلوانی چاہئیں اور اس کے لئے تدبیر یہ کی گئی کہ ان شہزادوں نے ایک دعوت
تجویز کیا جس میں بی چھکو کو بھی مدعو کیا اور مولانا شہید کو بھی اور جو شہزادے اور شہ
اپنے ہم مذاق تھے اُن کی بھی دعوت کی گئی اور جو شہزادے وغیرہ اُن کے ہم مذاق
تھے ان کو مدعو نہیں کیا گیا۔ اور اس عرصہ میں یہ کارروائی کی گئی کہ مولانا شہید کی
سے بی چھکو کو خوب بھر دیا گیا کہ اسمٰعیل بی کی صحنک کو منع کرتا ہے اور میراں کے
کو ناجائز کہتا ہے۔ فلاں کے روٹ کو منع کرتا ہے۔ فلاں کے توشہ کو۔ شیخ عبد
کی گیارہویں کو منع کرتا ہے اور یہ کرتا ہے وہ کرتا ہے۔ جب خوب اچھی طرح بی
کان بھر دیئے تو جلسہ منعقد کیا گیا۔ سب لوگ جلسہ میں آئے اور بی چھکو بھی آئیں
یہ پردہ میں تھیں) اتفاق سے مولوی اسمٰعیل صاحب کو ذرا دیر ہوگئی اس پر اور

موقع ملا اور اُنہوں نے بی چھکو سے کہا کہ دیکھئے یہ شخص کتنا مغرور ہے کہ ابتک نہیں آیا۔ اسپر
وہ اور بھی برہم ہوگئیں غرض جب مولانا شہید جلسہ میں پہنچے ہیں اس وقت یار لوگ بی
چھکو کو خوب برہم کرچکے تھے اُنکے پہنچنے پر بی چھکو نے غصہ کی آواز سے پوچھا کہ عبدالعزیز کا
بھتیجا اسمٰعیل آگیا۔ مولانا جلسہ کا رنگ دیکھ کر تاڑ گئے تھے کہ آج ضرور کوئی شرارت کیگئی
ہے آپنے اس کا تو کچھ جواب نہیں دیا اور فرمایا اخاہ یہ آواز تو چھکو اماں کی معلوم ہوتی ہے
السلام جب اُنہوں نے اس انداز سے گفتگو کی تو بی چھکو کا غصہ سب کافور ہوگیا۔
اور اُنہوں نے بڑوں کے قاعدہ سے اُنکے سلام کا جواب دیا اور ادھر اُدھر کی دو چار
باتیں کرکے کہا کہ اسمٰعیل ہمنے سُنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو مولانا نے
فرمایا کہ اماں میں منع نہیں کرتا۔ بھلا میری کیا مجال ہے کہ میں بی بی کی صحنک کو منع کروں
اُنہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ جو کوئی کہتا ہے غلط کہتا ہے بات
فقط اتنی ہے کہ بی بی کے ابا جان منع کرتے ہیں میں لوگوں کو بی بی کے ابا جان کا حکم
سناتا ہوں۔ اسپر بی چھکو نے حیرت کے لہجہ میں فرمایا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں مولانا
نے فرمایا جی ہاں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ من احدث فی دیننا ھذا ما لیس منہ
فہو رد۔ اور حدیث پڑھکر اس کی تفصیل فرمائی اور اس سے صحنک کی ممانعت ثابت
کی۔ بی چھکو نے جو یہ تقریر سُنی تو مان گئیں اور کہا کہ اب سے اگر کوئی عورت کریگی
اس حرامزادی کی ناک چٹیا کاٹ لونگی۔ ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے۔ ہم تو بی بی کے
ابا پر ایمان لائے ہیں۔ جب وہی منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں۔

حاشیہ حکایت (۷۱) قولہ اماں سلام **اقول** اسپر خلاف سنت کا
شبہ نہ کیا جاوے۔ قرآن مجید میں قال سلام کی جو ترکیب ہے وہ اس کی تائید ہو سکتی
ہے باقی علیک کی تصریح نہ کرنا مصلحت سے ہوگا کہ جاہل مخاطب کو اس سے اور
وحشت ہوتی کہ بے ادب اور متشدد ہیں۔ (**شت**)

حکایت (۷۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی (مولوی
... صاحب کے والد) اور مولوی عبدالرحیم صاحب (رانڈوں کی شادی والے) بیان کرتے
تھے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں کوئی میلا ہوتا خواہ ہندوؤں کا
ہو یا مسلمانوں کا یا کوئی اور مجمع ہوتا جیسے ناچ کی محفل یا قوالی کی محفل تو آپ ...

پہنچتے اور کھڑے ہو کر وعظ فرماتے اور اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ جہاں ناچ یا قوالی وغیرہ کی محفل
ہوتی اور آپ وہاں وعظ فرماتے تو اکثر لوگ محفل کو چھوڑ کر آپ کے وعظ میں آجایا کر
تھے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاء میں بھی پہنچتے تھے اور وہاں بھی وعظ فرماتے
اور وہاں بھی یہی اثر ہونے لگا تھا جب مجاوروں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو سخت ناگوا
ہوا اور انہوں نے مشورہ کیا کہ مولوی اسمٰعیل کو کسی طرح قتل کر دینا چاہیئے۔ اس پر ایک
بڈھے نے آپ کے قتل کا بیڑا اُٹھایا اور کہا کہ میں ان کو قتل کرونگا غرض یہ امر طے پا گیا
ایک روز مولانا شہید جامع مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے تھے کہ اس بڈھے نے
مولانا پر تلوار کا وار کیا۔ سو مولانا تو بچ گئے مگر وہ تلوار اُنکے ایک دوست کے لگی اور ان کا
شانہ زخمی ہو گیا (خانصاحب نے فرمایا کہ راویوں نے اُن کے دوست کا نام بھی لیا تھا
مگر مجھے یاد نہیں رہا) اس پر مولانا کے دوست اُس بڈھے کو لپٹ گئے اور تھپڑ وغیرہ
مولانا نے اس بڈھے کو چھڑا دیا اور کوئی مقدمہ نہیں چلایا۔

حاشیہ حکایت (۷۲) قولہ چھڑا دیا اقول حیلولۃ بین المظلوم والانتقام کا
نہ کیا جاوے کیونکہ یہ انتقام اپنے مظلومیت کا نہ تھا مولٰنا کے لیئے تھا اور یہ متیقن
کہ مولانا کے خلاف وہ دوست نہ کریں گے (اشت)

حکایت (۷۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ شاہ
صاحب بیان فرماتے تھے کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا تو
محمد علی صاحب مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبد العزیز کے شاگرد اور اُن کے کاتب
شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا ہے۔
اس سے مفسدہ پیدا ہوگا آپ ان کو روک دیجیے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو ضعیف
ہو گیا ہوں مجھ سے تو مناظرہ نہیں ہو سکتا میں اسمٰعیل کو بلائے لیتا ہوں تم میرے سا
اُس سے مناظرہ کرو۔ اگر تم غالب آگئے تمہارے ساتھ ہو جاؤنگا اور وہ غالب آگ
اُس کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو منا
کرینگے۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم مناظرہ نہیں کر سکتے تو جانے دو
صاحب نے یہ جواب دیا تو میں سمجھا کہ شاہ صاحب نے اس وقت دفع الوقتی فرما د
مگر یہ مولوی اسمٰعیل سے کہیں گے ضرور۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور جب شاہ عبد ا

ہوا کہ انتقام میں اشارہ مولٰنا کو اپنی سفارش کے بعد طبیعت سے معاف کر دینے کا یقین تھا ۱۲۔ ظہور الحسن کسولوی

Marfat.com

صاحب آپکی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپنے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسمٰعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ تو دوں مگر وہ مانیگا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ اُس وقت بھی میرے دلمیں یہی خیال آیا کہ گو انہوں نے اس وقت یہ جواب دیدیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور چنانچہ یہاں بھی میرا خیال صحیح ہوا اور شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہلا یا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب سے کہا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جا وے تو پھر اس حدیث کے کیا معنے ہونگے من تمسك بسنتي عند فساد اُمتي فله اجر مائة شهيد کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کریگا عوام میں ضرور شورش ہوگی مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے اُن کا جواب بیان کیا اس کو سُن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا۔ بابا ہمتو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنے بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم اُس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے۔ کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال بھی سنت ہے جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب بھی مولوی اسمٰعیل صاحب سے بیان کیا تو وہ خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

حاشیہ حکایت (۷۳) قولہ یہ حکم اس وقت ہے الخ **اقول** اس وقت بیساختہ زبان پر آتا ہے وفوق کل ذی علم علیم۔

حکایت (۷۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی فضل حق صاحب سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا تو مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جب آپکے پاس مولوی فضل حق صاحب کی تحریر پہنچی تو فوراً جواب دیتے اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ آپ تیر رہے ہیں اور تیرنے کی حالت میں آپ کے پاس تحریر پہنچی۔ آپ نے تیرتے تیرتے اس کا جواب لکھوا دیا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مومن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیل رہے تھے اور مولوی فضل حق صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب

کے پاس تحریر بھیجی تھی اتفاق سے اُن کے شطرنج کھیلنے ہی میں آدمی واپس آگیا اور مولوی فضل حق صاحب نے دریافت کیا کہ جواب لائے اُس نے کہا کہ جواب نہیں دیا اور کہا کہ فلاں وقت دوں گا چونکہ یہ بات مولوی اسمٰعیل صاحب کے طرز کے خلاف تھی اس لئے مولوی فضل حق صاحب نے سمجھا کہ اب مولوی اسمٰعیل عاجز ہو گئے اور یہ سمجھ کر کہا کہ بس دے لیا جواب۔ یہ بات مومن خان کو ناگوار ہوئی اُنہوں نے کہا کہ وہ بات ہی کیا ہے جس کا جواب مولوی اسمٰعیل صاحب نہیں دے سکتے اس پر ان میں گفتگو شروع ہو گئی اور مومن خاں مناظرے میں غالب رہے چونکہ گفتگو میں مزاج مکدر ہو گیا تھا اسلئے مومن خاں یہ شعر کہکر چلدئے ؂

بے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں (آرزو مولوی فضل حق صاحب کا تخلص ہے)
مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم۔ جب مولوی فضل حق صاحب نے دیکھا کہ مومن خاں ناراض ہو گئے تو وہ ان کو منانے کیلئے گئے کچھ گفتگو ہو کر صلح ہو گئی اُس وقت مومن خاں نے یہ شعر پڑھا ؂

اُٹھائی تھی دلمیں اب نہ ملینگے کسی سے ہم	پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

یہ قصہ بیان فرما کر فرمایا کہ یہ قصہ میں نے متعدد ثقات سے سنا ہے مگر نام یاد نہیں رہے۔

حاشیہ حکایت (۷۴) قولہ مومن خاں کا بھی کمال ہے کہ حق پر اپنی پرانی دوستی قطع کر دی اور مولوی صاحب کا بھی کمال کہ باوجود اتنی بڑی شان کے اُن سے صلح کی ابتدا فرمائی (ش ت) (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۷۵) حاجی امیر شاہ خانصاحب خادم خاص حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے ملا نواب صاحب نے (جو شاگرد ہیں حافظ دراز محشی صدرا کے اور شاگرد ہیں مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی کے اور مجاز ہیں شاہ احمد سعید صاحب برادر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب کے اور استاد ہیں مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری کے) روایت کی نیز مولوی اسمٰعیل صاحب ابن ملا نواب صاحب نے بھی اس واقعہ کی روایت کی ہے (یعنی ملا نواب صاحب) پندرہ برس کا تھا اور اپنے اُستاد حافظ دراز صاحب کی انگلی پکڑا تھامے ہوئے (جو نابینا تھے) مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی خدمت میں حاضر

(یہ وہ وقت تھا کہ مولانا شہیدؒ پشاور میں قیام پذیر تھے اور اپنے گھوڑے پر کھرہ کر رہے تھے) حافظ دراز صاحب نے اسی حالت میں چند معقولی سوالات کیے جن کا جواب حضرت شہیدؒ نے نہایت سادگی اور متانت سے اُسی وقت دیدیا۔ حافظ دراز صاحب شافی جوابات لیکر واپس ہونے لگے تو مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ حافظ صاحب ایک سوال میرا بھی ہے حافظ صاحب ٹھہر گئے اور مولانا کا سوال سُنا اور جواب دیا اسپر مولانا نے شبہ فرمایا اس کا جواب پھر حافظ صاحب نے دیا مولانا نے اس پر پھر شبہ پیش فرمایا حافظ صاحب نے اس کا بھی جواب دیا۔ مولانا نے پھر تیسری دفعہ خدشہ پیش فرمایا تو حافظ صاحب کو غصہ آگیا اور طیش میں آکر بجائے جواب کے غیر مہذب عربدہ شروع کر دیا جس سے مولانا کی پگڑی زمین پر گر پڑی مولانا نے اسی سادگی سے خاک آلود پگڑی اُٹھا کر پھر سر پر رکھ لی اور فرمایا کہ حافظ صاحب میں نے تو آپ کے کتنے سوالات کے جواب عرض کیے مگر آپ تو ایک ہی سوال پر خفا ہو گئے۔

حاشیہ روایت (۷۵) اس عربدہ پر ایک شعر یاد آگیا ؎

چو حجت نماند جفا جوئے را	بہ پرخاش درہم کشد روئے را

اور دوسرا شعر حضرت شہیدؒ کے تحمل پر ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا	دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

حکایت (۷۶) اس کتاب کی حکایت نمبر (۵۴) میں بذیل مکالمہ حضرت مولانا شہید اور سبحان علی خاں میر منشی علی نقی خاں وزیر شاہ اودھ تین سوال سبحان علی خاں کے نقل کیے گئے ہیں جن کا جواب مولانا شہیدؒ نے حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ کا وعظ روک کر دیا انہیں میں سے ایک مسئلہ اور ہے جو خانصاحب نے مجھ سے اس واقعہ کی روایت کرتے ہوئے فرمایا اور وہ یہ کہ اثنائے وعظ میں ایک موقع پر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا ذکر آیا تو سبحان علی خاں بھڑ بولا اور اُس نے حضرت علی کی شان میں زبان مدح اور حضرت امیر معاویہؓ نیز اور دوسرے صحابہ کی شان میں زبان تنقیص کھولی تو مولانا شہید پھر کھڑے ہوئے اور مولانا عبدالحی صاحب کو روک کر سبحان علی خاں سے استفسار کیا کہ بتاؤ حضرت علی کے دربار میں امیر معاویہ پر تبرا ہوتا تھا؟ اُس نے کہا کہ نہیں حضرت علی کا دربار ہجو گوئی سے پاک تھا۔ پھر پوچھا کہ حضرت معاویہ کے یہاں حضرت

Marfat.com

علی پر تبرا ہوتا تھا کہا کہ بیشک ہوتا تھا۔ اسپر مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اہل سنۃ الحمدللہ حضرت علی کے مقلد ہیں اور روافض حضرت معاویہؓ کے اور پھر خود ہی اپنے امام کے حق میں زبان تنقیص بھی کھولتے ہیں اور ہم اپنے امام کے مقلد ہیں کہ ان کو اور اُن کے سوا سب صحابہ کو اپنا مقتدا جانتے ہیں۔

حکایت (۷۷) مولانا اسمٰعیل شہیدؒ جب سید صاحبؒ کے قافلہ میں حج سے واپس ہوئے ہیں تو راستہ میں لکھنؤ میں بھی قیام ہوا اور وہیں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر معلوم ہوئی سید صاحب نے فرمایا کہ آپ دہلی ابھی چلے جائیں اور وہاں پہنچکر تحقیقی اطلاع دیں کہ وفات ہوئی یا نہیں اور مولانا شہید کو خاص اپنی سواری کا نقرئی رنگ کا گھوڑا سواری کیلئے دیا۔ مولانا شہید ادب کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے کہ سید صاحبؒ کا خاص گھوڑا ہے بلکہ لکھنؤ سے دہلی تک اسکی لگام تھام کر آئے۔

حاشیہ روایت (۷۷) اس میں بھی وہی تقریر ہے جو روایت بالا کے متعلق لکھی گئی (سب)

حکایت (۷۸) مولانا حکیم جمیل الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا ذہن اس درجہ سریع الانتقال تھا کہ پانچ آدمیوں کو سامنے بٹھلا کر پانچ مختلف مضامین لکھاتے تھے۔ اور اس طرح بتلاتے اور املا کراتے کہ کسی کا قلم نہ رُکتا تھا۔

حکایت (۷۹) مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ مولانا رشید الدین خاں صاحب (جو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور بوجہ اپنی ذکاوۃ و استعداد کامل کے رشید المتکلمین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے) ایک دفعہ درس دیتے ہوئے طلبہ سے فرمانے لگے کہ مولانا اسمٰعیل (شہیدؒ) کو دینیات کیساتھ شغف ہے باقی معقولات کی طرف کچھ توجہ نہیں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ مولانا شہیدؒ معقولات میں کچھ زیادہ دستگاہ نہیں رکھتے) اتفاقاً مولانا شہیدؒ کو ایک دن بخار آگیا اور مولانا رشید الدین خانصاحب عیادت کیلئے تشریف لیگئے مولانا شہید فرمانے لگے کہ مولانا آج بخار میں جو دماغ پریشان تھا اور اسی پریشانی اور انتشار کی حالت میں فلاسفہ کے فلاں فلاں مسئلہ کی طرف ذہن منتقل ہوگیا اور ان مسائل پر میرے دلمیں یہ اعتراضات

Marfat.com

پیدا ہوئے ۔ مولانا رشید الدین خاں صاحب بالکل ساکت رہے ۔ واپس ہونے پر اُنکے تلامذہ نے کہا کہ آپ تو فرماتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو معقولات کی طرف کوئی توجہ نہیں ۔ فرمایا کہ بیشک میں نے یہ کہا تھا ۔ مگر اب میری رائے یہ ہے کہ اگر ارسطو اور افلاطون بھی قبر سے نکل کر آجائیں تو مولانا کے بیان کردہ اعتراضات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے ۔

(منقول از روایات الطیب)

حکایت (۸۰) فرمایا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بادشاہ کی ایک عزیزہ تھی جس کا نام بی چھکو تھا بڑی تیز مزاج تھی اُن سے کسی نے یہ کہا کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہیں اُنہوں نے کہا بلاؤ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو وعظ کے حیلے سے بلایا گیا ۔ مولانا کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ تھی اور بالکل خالی الذہن تھے آنے کے بعد معلوم ہوا کہ بی چھکو سے کسی نے اس طرح سے لگایا ہے مولانا نے بی چھکو کو اس طرح سے سلام کیا کہ اماں سلام اُنہوں نے کہا کہ اسمٰعیل میں نے سُنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو فرمایا اسمٰعیل کی کیا مجال ہے جو بی بی کی صحنک کو منع کرے ۔ بی بی کے ابا جان خود منع کرتے ہیں کہا یہ کیسے آپ نے کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار حدیث پڑھ کر اس پر ایک مبسوط بحث کی جس سے وہ تائب ہوگئی اور کہا کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں ہم تو اُن کی رضامندی ہی کیلئے کرتے تھے ۔ جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو ہم کیوں کریں ۔

حکایت (۸۱) فرمایا کہ بی بی کی صحنک شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ کے گھر میں بھی ہوتی تھی اس کے خاص آداب ہیں یہ کہ کھانے والی کوئی دو خصمی نہ ہو ۔ اس کو کوئی مرد نہ دیکھے وغیرہ وغیرہ ایک مرتبہ جب شاہ عبد القادرؒ کے یہاں بی بی کی صحنک ہو رہی تھی تو مولانا اسمٰعیل شہیدؒ وہاں پہنچ گئے مولانا نے منع فرمایا شاہ صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ اسمٰعیل یہ تو ایصال ثواب ہے اس میں کیا حرج ہے مولانا نے فرمایا کہ حضرت پھر اسکے کیا معنے ہیں (آیۃ) وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم ولو اننا (پارہ ۸) رکوع (۳) (سورہ انعام) ان دونوں میں فرق کیا ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ واقعی درست ہے ہمارا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا اور گھر میں عورتوں کو منع کر دیا کہ خبردار آیندہ اس کو ہرگز نہ کرنا ۔

Marfat.com

حکایت (۸۲) فرمایا کہ میر پنجہ کش بہت خوشخط تھے اور مولانا اسمٰعیل صاحب لکھنے میں مہارت نہ رکھتے تھے ایک دفعہ میر پنجہ کش نے مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم نے لکھنا کیوں نہیں سیکھا مولانا شہید نے ایک جیم خود لکھا اور ایک اُن سے لکھایا اور اُن سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا جیم اور پھر اپنے لکھے کو پوچھا تو اُنہوں نے اسکو بھی جیم تبلایا۔ فرمایا کہ بس لکھنا اتنا ہی کافی ہے کہ لکھا ہوا سمجھ میں آجاوے باقی فضول ہے۔

حکایت (۸۳) فرمایا کہ ایک شخص کا نام محمد کالے تھا اور وہ اپنا سجع کہانا چاہتا تھا۔ اکثر نے انکار کردیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو گورے تھے کالے کہاں تھے۔ اس میں جوڑ کیسے ملائیں وہ مولانا اسمٰعیل شہید کے پاس پہنچا تو آپ نے فوراً سجع کہدیا کہ (ہر دم نام محمد کالے)

حکایت (۸۴) فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل شہید بچپن میں بہت شوخ اور تیز طبیعت تھے شاہ عبد العزیز رحہ ہر چند چاہتے تھے کہ یہ وعظ میں آیا کریں۔ مگر یہ بھاگتے تھے۔ ایک روز لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے۔ شاہ صاحب اُس وقت بیت الخلا میں تھے ان کو خبر نہ تھی۔ اُنہوں نے لڑکوں سے کہا کہ میں وعظ کہتا ہوں سُنو اور درخت کی سب سے اونچی ٹہنی پر چڑھ گئے اور شاہ صاحب کے وعظ کی بعینہ نقل کردی بلکہ اور اپنی طرف سے نفیس افادات زیادہ کردیے۔ شاہ صاحب جب اندر سے نکلے تو سب کود کود کر بھاگ گئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب تم کو وعظ میں آنیکی ضرورت نہیں ہے۔

حکایت (۸۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ عبد العزیز رحہ کا وعظ ہورہا تھا۔ کہ مولانا اسمٰعیل رحہ آئے اور سب کی جوتیاں لیکر سقایا میں ڈالدیں بعد وعظ لوگوں کو تلاش ہوئی شاہ صاحب کو اطلاع کی شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ اسمٰعیل کی شرارت ہوگی کہیں سقایا میں نہ ڈالدی ہوں۔ لوگوں نے سقایا کو جاکر دیکھا تو اس میں اُبل رہی تھیں۔ بچپن تھا اور بوجہ محبت کسی کو ناگواری بھی نہ تھی۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

حکایت (۸۶) حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں

ایک بار فرمایا کہ لکھنؤ میں شیعوں کا مجتہد بلا بدل کر سید صاحب کے پاس آیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب موجود نہ تھے کہیں سیر سپاٹے کو گئے ہوئے تھے مجتہد نے آکر کہا کہ مجھے چند مسئلے دریافت کرنے ہیں سید صاحب نے فرمایا پوچھو۔ مولوی عبدالحی صاحب کا قاعدہ تھا کہ سائل کا سوال سنکر ذرا سکوت فرماتے پھر جواب دیتے تھے چنانچہ حسب عادت مولوی صاحب نے مجتہد کو جواب دیا مجتہد نے کہا اس بیان سے تو کچھ تسکین نہیں ہوئی۔ چلتے ہیں مجتہد صاحب سے دریافت کرینگے کیونکہ وہاں پورے طور پر تسکین ہو جاتی ہے یہ کہکر فوراً اُٹھکر چلدیا گویا الزام دے گیا۔ کچھ دیر بعد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رح آئے اور معاملہ معلوم کیا تو افسوس کرنے لگے کہ ہم نہوئے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب رح کشیدہ قامت سپاہیانہ وضع پر رہتے تھے ایکدن بلا اطلاع مجتہد صاحب کی مجلس میں جا پہنچے اور کہا چونکہ سنیوں کی صحبت اکثر رہتی ہے اور وہ لوگ مختلف سوالات پوچھا کرتے ہیں۔ چنانچہ چند سوالات دقت طلب تھے اُن کا جواب دریافت کرنا چاہتا ہوں مجتہد صاحب نے نہ پہچانا اور کہا کہ پوچھو مولوی اسمٰعیل صاحب نے سوال شروع کئے مجتہد بیچارا جو جوابدیتا اُسکو رد کر دیتے حتی کہ وہ ساکت ہو رہا مولوی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ چلیں سید صاحب سے ہی دریافت کریں وہ پورے طور سے تسکین کر دیا کرتے ہیں اور تسلی وہیں جاکر ہوتی ہے" اتنا کہکر چلدیے۔ جب باہر نکل آئے تو مجتہد کو معلوم ہوا۔ کہ یہ مولوی محمد اسمٰعیل رح تھے سخت افسوس کیا اور اپنے لاجواب ہونے پر کمال نادم ہوا۔

حکایت (۸۷) ایک بار ارشاد فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل رح صاحب شہید اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلہ میں کسی کے قول پر عمل نہ کرتے اور جہاں حدیث صحیح غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں" ایک بار یہ دونوں حضرات لکھنؤ تشریف لیگئے تھے وہاں پہنچکر اہل ہند کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا۔ لکھنؤ کے علماء اُن کے مخالف ہو گئے [illegible] اُن ضعیف فقہی روایتوں کی جن میں دریائے شور (کہ مابین ہند و حجاز حائل ہے) مخل امن طریق لکھا ہے۔ غرض یہ بات ٹھیری کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رح کا قول دونوں فریق فیصل سمجھیں چنانچہ اہل لکھنؤ نے شاہ صاحب کو لکھا وہاں سے جواب آیا کہ دونوں صاحبوں کو میرا قائم مقام سمجھو اور فقیر کی رائے بھی یہی ہے کہ اہل ہند پر حج فرض ہے

Marfat.com

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۶) مولٰنا شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۸۸) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے بھی سُنا ہے اور مولانا گنگوہی سے بھی اور مولانا نانوتوی سے بھی اور اپنے اُستاد میانجی محمدی صاحب اورنگ آبادی سے بھی اور آخر میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سُنا ہے۔ بڑے میاں (مولوی محمد اسحٰق صاحب) اور چھوٹے میاں مولوی محمد یعقوب صاحب دونوں بھائی جب مکہ حرم میں داخل ہوتے تو دروازے پر جوتے چھوڑ جاتے مگر باوجود اس کے کہ وہاں جوتہ کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے اور سینہ کے سامنے سے اور سر کے سامنے سے خاص حرم کے اندر سے جوتہ اُٹھ جاتا ہے اُن کا جوتہ کبھی چوری نہیں گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ متعجب ہوتے اور ان حضرات سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات کا جوتہ چوری نہیں جاتا وہ فرماتے کہ جب ہم جوتہ اُتارتے ہیں تو چور کیلئے اس کو حلال کر جاتے ہیں اور چور کی قسمت میں حلال مال نہیں اس لئے وہ انہیں نہیں لے سکتا یہ قصہ بیان فرما کر خانصاحب نے بیان فرمایا کہ میں نے یہ قصہ مولوی محمود حسن صاحب سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ اصل میں تعلیم تھی شاہ عبدالقادر صاحب کی جب شاہ صاحب کے زمانہ میں اکبری مسجد میں سے جوتے چوری جانے لگے تو شاہ صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جوتے چوروں کے لئے حلال کر دیا کرو پھر وہ انہیں نہ لیں گے۔

حکایت (۸۹) خانصاحب نے فرمایا کہ تحصیل سکندرآباد میں ایک گاؤں ہے حسن پور جسکو ہم نے بھی دیکھا ہے بہت بڑا گاؤں ہے یہ ایک وقت میں مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب نہایت سخی تھے اور اکثر تنگی کی وجہ سے کچھ ملول سے رہتے تھے لیکن ایک وزمیں (کہ میں) نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت ہشاش بشاش ہیں اور خوشی میں ادھر سے اُدھر آتے جاتے اور کہتا ہیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں رکھتے اور خوشی کے لہجے میں آمیں میں باتیں کر رہے ہیں میں یہ دیکھ کر سمجھا کہ شاید

آج کوئی بڑی رقم ہندوستان سے آئی ہے جس سے یہ اسقدر خوش ہیں یہ سمجھ کر میں نے چاہا کہ واقعہ دریافت کروں مگر بڑے میاں صاحب سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی چھوٹے میاں سے پوچھا کہ حضرت آپ بہت خوش نظر آتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اُنہوں نے متعجبانہ لہجہ میں فرمایا کہ تم نے نہیں سُنا میں نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ ہمارا گاؤں حسن پور ضبط ہوگیا ہے یہ خوشی اس کی ہے کیونکہ جبتک وہ تھا ہمکو خدا پر پورا توکل نہ تھا۔ اور اب صرف خدا پر بھروسہ رہگیا ہے اھ جب خانصاحب نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو احقر کو مومن خاں کی خوشی یاد آگئی اور میں نے یہ شعر پڑھا ؎

کیا یار کے آنے کی سُنی یا کہ اجل کی — کا ہے کی خوشی ہجر میں ہے جان حزیں یہ

حاشیہ حکایت (۸۹) قولہ اب صرف خدا پر بھروسہ رہگیا ہے **اقول** اس سے جو کچھ کمال توکل و توحید و معرفت ثابت ہوتی ہے ظاہر ہے **قولہ** مومن خاں کی خوشی یاد آگئی **اقول** اور مجھکو حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ کی خوشی یاد آگئی جس وقت خادم نے ایک قیمتی آئینہ چینی کے ٹوٹ جانے کی ڈرتے ڈرتے اس مصرعہ سے اطلاع کی کہ ع از قضا آئینہ چینی شکست ۔ آپ نے فی البدیہ فرمایا ع

خوب شد اسباب خود بینی شکست

(**تشت**)

حکایت (۹۰) خانصاحب نے فرمایا کہ حافظ عبد الرحمن صاحب دہلوی کے بڑے بھائی بالکل غیر مقلد تھے مگر مولانا نانوتوی کیخدمت میں بہت حاضر باش تھے۔ حافظ عبد الرحمن بھی کسیقدر غیر مقلدی کی طرف مائل اور مولانا نانوتوی کیخدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور حافظ عبد الرحمن مولوی فیض الحسن صاحب اور مولوی حسین خانصاحب خورجوی کے شاگرد اور بہت سمجھدار اور اردو شاعری کے بڑے اُستاد تھے مگر خدا کی شان کہ نہ اُنکا فارسی کا دیوان مرتب ہوا اور نہ اُردو کا دو شعر اُن کے مجھے یاد ہیں۔ صرف اُن کی قابلیت دکھلانے کے لئے اُن کے شعر لکھواتا ہوں۔ غالب اور شہیدی کے جانی دشمن تھے۔ اس لئے اُنکے کلاموں کو پلٹا کرتے تھے چنانچہ غالب کہتا ہے ؎ ہے خبر گرم اُن کے آنے کی ۔ آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
اس کو حافظ صاحب نے یوں پلٹا ہے ؎ شعر

بچھ گیا میں جو گھر میں وہ (یا تم) آئے — زہے قسمت کہ بوریا نہ ہوا

شہیدی کے قصیدے کا شعر ہے ؎

ہوا نہ مجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا ہی ایمان — نہ مانو مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

حافظ صاحب نے اسے یوں پلٹا ہے ؎

نزاشانی بامکان وقوعی ہو نہیں سکتا؛ نفی امکان مطلق کی مگر ہے قول مرتد کا

غرض اسی طرح اُس کے پورے قصیدے کو رد کیا ہے۔ یہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے تھے کہ نواب میر خاں سے جب انگریزوں سے صلح ہو گئی تو اس صلح کے اندر یہ امر طے ہوا تھا کہ وزیرالدولہ کو ہم اپنے زیر نگرانی رکھیں گے۔ مگر یہ انہیں اختیار ہوگا کہ وہ جہاں چاہیں وہاں رہیں۔ اُنہوں نے دہلی کو پسند کیا اور وہ دہلی رہنے لگے بچپن سے صالح تھے مولوی غلام جیلانی رامپوری اُن کے اُستاد تھے مولوی صاحب موصوف مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی کے ماموں تھے چونکہ نواب وزیرالدولہ بچپن سے نیک تھے اس لئے اُن کے پاس دہلی کے لڑکے جو اُن کے ہم عمر تھے بے تکلف آنے جانے لگے ان میں ایک لڑکا وہ تھا جو حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور حق گو بھی تھا چونکہ عام طور پر اپنے اُستاد کی طرف خاص میلان ہوتا ہے۔ اس لئے وزیرالدولہ اپنے اُستاد کی اکثر تعریف کیا کرتے اور کبھی کبھی دہلی والوں کی تنقیص بھی کر دیا کرتے تھے۔ مگر وہ لڑکا برابر اُن کی تردید کرتا رہتا تھا۔ اور یہ کہا کرتا تھا کہ آپکے اُستاد ایسا عمامہ باندھتے ہیں ایسا انگرکھا پہنتے ہیں۔ ایسا پاجامہ پہنتے ہیں ایسا جوتہ پہنتے ہیں مسند تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ دہلی والے بیچارے بوریوں پر بیٹھتے ہیں دھوتر کا کرتہ پہنتے ہیں گاڑھے کا پاجامہ پہنتے ہیں دھوڑی کا جوتہ پہنتے ہیں۔ مگر باوجود اسکے آپ کے اُستاد کے علم کو اُن کے علم سے کیا نسبت اُن کے علوم بہت گہرے ہیں خدا کی شان کہ ایک روز کسی نے مولوی غلام جیلانی صاحب سے یہ سوال کیا کہ حضرت تعزیہ کا بنانا کیسا ہے مولوی غلام جیلانی نے جواب دیا کہ بُرا ہے ہرگز نہیں بنانا چاہئے اُس نے کہا کہ بنے ہوئے تعزیے کی توہین کرنا مثلاً اسکو توڑنا پھوڑنا۔ اس پر پاخانہ پیشاب پھرنا کیسا ہے اُنہوں نے فرمایا کہ ہرگز نہیں چاہیئے ہاں اُسے دفن کر دے اس لئے کہ اس پر امام حسینؓ کا نام آگیا ہے لہذا اس کا احترام کرنا چاہیئے۔ یہ سُنکر وہ لڑکا کھڑا ہو اور اُس نے بہت ادب سے یہ کہا کہ مولانا گوسالہ پر کس کا نام آگیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسکے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا اسپر مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب بن نہ آیا۔ اس لڑکے نے اسی جلسہ میں نواب وزیرالدولہ کو سلام کیا اور کہا کہ حضور میں نہ کہتا تھا کہ دہلی والوں کے علوم بڑے گہرے ہیں میں صرف کبھی کبھی صرف میاں حسین

(شاہ محمد اسحٰق صاحب) کے وعظ میں جا بیٹھا کرتا ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وزیر الدولہ اس خاندان کے گردیدہ ہو گئے اور سید صاحب سے بیعت بھی ہوئے۔

حاشیہ حکایت (۹۰) قولہ بامکان وقوعی اقول یعنی ایسا امکان جس کے موصوف کے وقوع سے کوئی استحالہ لازم نہ آئے نہ بالذات نہ بالغیر **قولہ لئی اقول** فا رکی حرکت بضرورت شعر ہے **قولہ ایسا عامہ الخ اقول** یعنی عمدہ اور قیمتی۔ (ش ت)

حکایت (۹۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ سید صاحب مولوی عبد الحی صاحب شاہ اسحٰق صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب یہ حضرات سب کے سب متحد اور یک جان اور قوالب متعددہ تھے جب شاہ عبد العزیز صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تو سب کو خیال ہوا کہ شاہ صاحب کا جانشین کسی کو بنایا جاوے مولوی اسمٰعیل صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے تیرہ برس بڑے تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب دس[۱] برس اور سید صاحب آٹھ برس ان سب کی رائے ہوئی کہ شاہ اسحٰق صاحب کو جانشین قرار دیا جاوے اور یہ طے ہو گیا کہ مدرسہ کے اندر صدر پر شاہ محمد اسحٰق صاحب بیٹھیں اور کوئی نہ بیٹھے اور مدرسہ سے باہر جس طرح چاہیں بیٹھیں۔ پس ان حضرات کا یہی معمول تھا کہ مدرسہ میں صدر پر شاہ صاحب بیٹھتے اور دوسرے لوگ خواہ سید صاحب ہوں یا مولوی عبد الحی صاحب سب آپکے سامنے باادب بیٹھتے اور مدرسہ سے باہر سید صاحب صدر پر ہوتے تھے اور اگر وہ نہ ہوتے تھے تو مولوی عبد الحی صاحب صدر پر ہوتے تھے اور شاہ اسحٰق صاحب اور دوسرے لوگ اُن کے سامنے باادب بیٹھتے تھے اور مولوی اسمٰعیل صاحب نہ مدرسہ میں صدر ہوتے تھے نہ مدرسہ سے باہر۔

[۱] حکایت (۸۹) میں القاب سے اور حکایت (۵۴) میں صریح الفاظ سے شاہ محمد اسحٰق صاحب کا [illegible] یہاں اس کا عکس ذہن میں امر اول ہی تھا پھر اس تعارض کو دیکھ کر مکرر حضرت مولانا عبد العلی صاحب بواسطہ حافظ محمد عثمان تحقیق کیا گیا امر اول ہی صحیح ہے اس مقام پر کچھ سہو ہوا ہے خواہ اصل راوی کو خواہ کاتب کو۔ چونکہ دوسرے سب حضرات مذکورین مقام بڑے تھے تغلیباً ان کا بھی شمار ان میں بلاقصد ہو گیا مراد یہ ہوگی باوجودیکہ مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی کسی دوسری وجہ سے ترجیح ہوگی مثلاً ان کا مصلحت اندیش ہونا جیسا الف حکایت سے معارضہ نہ کرنے کی مصلحت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی ان کو منتخب نہیں کیا گیا ۱۲ (اشرف علی)

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۹۱) قولہ جانشین قرار دیا جاوے اقول اس وقت اُس میں مصالح دینیہ ہونگے اور اب تو محض رسم مفاسد سے پُر رہ گئی ہے۔ اس لئے نہ اول کو ثانی پر عدم جواز میں اور نہ ثانی کو اوّل پر جواز میں قیاس کیا جاوے قولہ سب آپ کے سامنے اقول کیا انتہا ہے اس بے نفسی کا قولہ نہ مدرسہ میں صدر اقول اے خوشا سروکہ از بند غم آزاد آمد (شت)

حکایت (۹۲) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ محمد اسحٰق صاحب کو بہت زور کی بواسیر تھی اور اسکی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی کسی شخص نے بواسیر کا عمل بتلایا کہ صبح کی سنتوں میں الم نشرح اور لایلاف پڑھ لیا کرو۔ مگر شاہ صاحب نے اس کو پسند نہ فرمایا اس پر مولوی مظفر حسین صاحب اور نواب قطب الدین خاں صاحب وغیرہ نے زور دیا کہ آپ یہ عمل ضرور کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اوّل تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں اُن میں بھی ہم خواہش نفسانی (اور دنیوی غرض) کو داخل کر دیں اور عبادت کو (دنیوی) عمل بنالیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

حاشیہ حکایت (۹۲) قولہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اقول کس قدر دقیق اخلاص و تقویٰ ہے (شت)

حکایت (۹۳) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ روایت میں نے بہت سے لوگوں سے سنی منجملہ اُن کے مولوی سراج احمد صاحب خورجوی۔ میانجی عظیم اللہ صاحب خورجوی اور میانجی رحیم داد صاحب خورجوی ہیں یہ حضرات فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قلعہ میں کسی شاہزادے نے مولانا محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور اُن کے خاص لوگوں کی دعوت کی اور اُس کے ساتھ ہی اُن کے مخالفین جیسے حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ اور اُن کے ہم خیال لوگوں کو بھی مدعو کیا۔ جب یہ سب لوگ دسترخوان پر بیٹھے اور کھانا سامنے رکھا گیا اور اُن لوگوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اُس شاہزادے نے کہا کہ صاحبو میں آپ صاحبوں کو اطلاع کرتا ہوں کہ میراں کا بکرا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے نہ کھائے اسپر مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور اُنکی جماعت نے ہاتھ کھینچ لئے۔ جب مخالف پارٹی نے یہ دیکھا تو اُنہوں نے بھی ہاتھ کھینچ لئے اسپر اس شاہزادے نے کہا کہ مولوی اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب

تو اس کو حرام کہتے ہیں اُنہوں نے تو اس لئے ہاتھ کھینچے آپ لوگ تو اسے جائز کہتے ہیں آپ نے کیوں ہاتھ کھینچ لئے آپ صاحب کھائیں مگر کسی نے نہ کھایا۔ اس پر شاہزادے نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میراں کا بکرا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ صرف امتحان کے لئے کہا تھا کہ دیکھوں کون اپنے خیال میں سچا ہے اور کون جھوٹا اب مجھے معلوم ہو گیا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ صاحبان بے تکلف کھائیں مگر حکم دیا کہ جو شخص اس کو حلال کہتا ہے اُس کو دسترخوان سے اُٹھا دیا جاوے۔ اس پر حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ کی جماعت کو اُٹھا دیا گیا۔ اور شاہ اسحٰق صاحب کی جماعت نے کھانا کھایا۔

حاشیہ حکایت (۹۳) **قولہ** مگر کسی نے نہ کھایا **اقول** یہ ہاتھ کھینچنا جیسا حق کے رعب کی دلیل ہے۔ اسی طرح اس کی بھی دلیل ہے کہ اس زمانہ کے اہل ہوئی۔ پھر غنیمت تھے کہ عملی تقوی کو اپنی بات کی پیچ کے لئے نہیں چھوڑا یہ بات بھی قابل قدر ہے اور احقر نے اُستاذی مولانا محمد یعقوب صاحب سے اس قصہ میں اتنا اور سُنا تھا کہ ان صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ حرام تو ہم بھی سمجھتے ہیں مگر اُن کی ضد میں حلال کہدیا کرتے ہیں (**رشت**)

حکایت (۹۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبد الجلیل صاحب علی گڈھی کے صاحبزادے مولوی اسمٰعیل صاحب نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی عبد الجلیل صاحب اپنے زمانے طالب علمی میں شاہ اسحٰق صاحب کی مسجد میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں فتحپوری کی مسجد میں ایک عالم رہتے تھے جن کا نام آخون شیر محمد تھا میرے والد اُنہیں سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز شمس بازغہ کی ایک عبارت کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا اور وہ جس مسجد میں رہتے تھے اسی مسجد میں ایک مقام پر بیٹھے ہوئے اس عبارت میں غور کر رہے تھے اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب بھی اُسی وقت مسجد میں ٹہل رہے تھے۔ شاہ صاحب نے اُن کے پاس آ کر دریافت کیا کہ میاں صاحبزادے بڑے مصروف ہو کونسی کتاب دیکھ رہے ہو۔ والد صاحب نے اس پر کچھ التفات نہیں کیا اور ہوں ہاں کر کے ٹالدیا شاہ صاحب نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا کہ میاں صاحبزادے ہمیں تو بتاؤ کونسی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے پھر ٹالدیا۔ شاہ صاحب پھر چلے گئے۔ تیسری مرتبہ شاہ صاحب پھر ٹہلتے ہوئے آئے اور والد صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور ذرا اصرار سے پوچھا کہ میاں بتاؤ تو سہی کہ یہ کیا کتاب ہے اور تم اس میں اتنے مصروف کیوں ہو تب والد صاحب نے مجبور ہو کر

Marfat.com

کہا کہ یہ کتاب شمس بازغہ ہے میں ایک مقام میں اُلجھا ہوا ہوں اُسے سوچ رہا ہوں اس پر
شاہ صاحب نے فرمایا کہ کونسا مقام ہے اُنہوں نے اس کا جواب بھی لاپروائی سے
دیا جب کئی مرتبہ شاہ صاحب نے اصرار کیا تب اُنہوں نے ان کو وہ مقام دکھلایا (وجہ
اُن کی ان بے التفاتیوں کی یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحب اور اُن کے خاندان
کے لوگ معقول نہیں جانتے) شاہ صاحب نے اس مقام کو ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ تمہارے
اُستاد نے یہ تبلایا ہوگا اور تم یہ کہتے ہوگے اُنہوں نے اقرار کیا اس پر شاہ صاحب
نے اس کا صحیح مطلب تبلایا۔ اور عبارت پر اس کو منطبق فرمادیا۔

حاشیہ حکایت (۹۴) قولہ ٹہل رہے تھے اقول احیاناً اس کا مضائقہ
نہیں بشرطیکہ خاص اسی غرض سے مسجد میں داخل نہ ہوا ہو اور عادت کرنا یا اسی قصد سے
داخل ہونا مکروہ ہے جیسے دوسرے مباحات جن کے لئے مسجد موضوع نہیں (اشت)

حکایت (۹۵) خانصاحب نے فرمایا کہ میاں جی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب اور
مولوی عبد القیوم صاحب اور شاہ عبد الرحیم صاحب وغیرہم بیان فرماتے تھے کہ شاہ
عبد العزیز صاحب نے شاہ عبد القادر صاحب سے فرمایا کہ میاں عبد القادر اسحٰق کی
طرف بھی توجہ کرو نا۔ اس کا جواب شاہ عبد القادر صاحب نے یہ دیا کہ حضرت اسحٰق
کو ضرورت نہیں ہے وہ بلا ذکر و شغل اور ریاضت ہی کے اُن لوگوں سے بڑھا ہوا
ہے جو باقاعدہ سلوک طے کرتے ہیں۔ غرض شاہ صاحب نے چند مرتبہ فرمایا۔ مگر شاہ
عبد القادر صاحب نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

حاشیہ حکایت (۹۵) قولہ اسحٰق کو ضرورت نہیں ہے **اقول** اس
جواب کی حقیقت وہی ہے جو محققین فرماتے ہیں کہ مقصود اصلی نسبت احسان ہے
خواہ اعمال شرعی سے حاصل ہوجاوے خواہ اشغال صوفیہ سے رہا یہ کہ پھر بڑے شاہ
صاحب نے توجہ کا کیوں مشورہ دیا سو یا تو حضرت شاہ صاحب کو کمال نسبت احسان
کی اطلاع نہ ہوگی۔ یا اسکی تقویت دوسرے طریق سے بھی تجویز فرمائی ہوگی (اشت)

حکایت (۹۶) خانصاحب نے فرمایا کہ قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی اور مولوی
عبد القیوم صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحاق صاحب کے زمانہ میں دلی میں ایک عرب
عالم تشریف لائے ایک امیر نے اُن سے مولود پڑھنے کی درخواست کی اُنہوں نے

Marfat.com

منظور فرمالیا۔ اسکے بعد وہ امیر شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر عرض کیا کہ میرے یہاں میلاد ہے حضور بھی تشریف لائیں اگر حضور تشریف لائینگے تو میں ان عالم مولود خواں کو سات سو روپے دوں گا ورنہ کچھ نہ دونگا۔ جب مولود کا وقت ہوا شاہ اسحٰق صاحب اس محفل میں شریک ہوئے محفل سادہ تھی روشنی وغیرہ حد اسراف تک نہ تھی اور قیام بھی نہیں کیا گیا تھا۔ ذکر میلاد منبر پر پڑھا گیا تھا اس کے بعد شاہ صاحب حج کو تشریف لیجاتے ہوئے بمبئی پہنچے ہیں تو وہاں اُن کے ایک شاگرد نے جس کا نام غالباً عبدالرحمن تھا ذکر میلاد کروایا اور اُس نے بھی شاہ صاحب کو شرکت کی دعوت دی شاہ صاحب اس میں بھی شریک ہوے اس محفل کا رنگ بھی اس امیر کی محفل کے قریب قریب تھا اور یہاں بھی نہ قیام ہوا تھا اور نہ روشنی وغیرہ زیادہ تھی جب جلسہ ختم ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ عبدالرحمن تم نے تو بدعت کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا (یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ صرف اتنا ہی سُنا ہے نہ کسی نے یہ بیان کیا کہ شاہ صاحب کیوں شریک ہوئے اور نہ یہ کہ ایک جگہ نکیر فرمایا اور دوسری جگہ خاموش رہے اس کا کیا سبب ہے)

حاشیہ حکایت (۹۶) قولہ۔ فی آخر القصۃ۔ کسی نے یہ بیان کیا الخ

اقول احقر یہ سمجھا کہ محفل تو اس رنگ سے فی نفسہ بدعت نہ تھی مگر ایسی ہی محفل کا اگر رواج ہو جاوے تو شدہ شدہ مفضی الی البدعۃ ہو سکتی ہے تو شاگرد کی اس محفل میں تو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے اس افضاء پر نظر فرماکر نکیر فرمایا اور شرکت اباحۃ پر نظر کر کے فرمالی خاصکر جب شرکت میں یہ مصلحت بھی ہو کہ نکیر کا اثر زیادہ ہو گا ورنہ عدم شرکت میں عدم مشاہدہ کے وسوسہ سے اثر کم ہوتا اور امیر کی محفل میں ضرورت تھی ان مسافر صاحب کی اعانت ہو جانے کی اس لئے نکیر نہیں فرمایا۔ صرف اباحۃ پر نظر فرمائی واللہ اعلم (ش ت)

حکایت (۹۷) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی محمود دہلوی اور نواب محمود علی خاں سے سُنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے زمانہ میں ایک انگریز پادری دلّی میں آیا یہ بہت قابل اور لسان اور مشہور پادری تھا۔ اُس نے دلّی میں عام طور پر علماء کو مناظرہ کی دعوت دی اس وقت کے مولوی جو خاندان

عزیزی کے مخالف تھے انکو شاہ اسحٰق صاحب سے بہت کاوش تھی اُنھوں نے اُس پادری کو پٹی پڑھائی کہ تم شاہ اسحٰق صاحب سے خاص طور پر مناظرہ کی درخواست کرو۔ کیونکہ شاہ صاحب بہت سیدھے تھے اور بہت کم گو تھے اور زبان میں لکنت تھی اسلئے ان کو خیال تھا کہ یہ بسان پادری شاہ صاحب کو منضورمات دیگا اور ان کو ذلت ہوگی اس پادری نے شاہ صاحب کو دعوت مناظرہ دی شاہ صاحب نے بے تکلف منظور فرمالی۔ اس پر شاہ صاحب کے دوستوں کو بہت خیال ہوا مولوی فریدالدین صاحب جو مراد آباد کے رہنے والے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور نواب رشیدالدین خاں صاحب کے اچھے شاگردوں میں اور نہایت ذہین آدمی تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب ان دونوں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ مناظرہ نہ فرمائیں آپ ہم کو اپنا وکیل بنائیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اُس نے مجھی کو دعوت دی ہے میں ہی مناظرہ کرونگا وکیل بنانے کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ بھی شاہ صاحب کا مخالف تھا۔ قلعہ میں مناظرہ کی ٹھیری۔ جب مناظرہ کا وقت آیا اُس وقت سب لوگ قلعہ میں پہنچ گئے اور مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔ خدا کی قدرت جب وہ پادری شاہ صاحب کے سامنے آیا تو اُس کے جسم پر لرزہ پڑ گیا اور حواس باختہ ہو گئے اور ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکا۔ جب کچھ دیر ہو گئی تو شاہ صاحب نے اُس پادری سے فرمایا کہ آپ کچھ فرمائیں گے یا میں ہی عرض کروں۔ اُس نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں شاہ صاحب نے خوب زور شور کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے بطلان کے دلائل بیان فرمائے وہ پادری ساکت محض تھا نہ اُس نے آپ کی تقریر پر کچھ خدشہ کیا اور نہ اپنی طرف سے کوئی سوال کیا۔ جب تمام لوگوں پر اس پادری کا عجز ظاہر ہو گیا تب آپ نے ان مخالف مولویوں کی طرف جنہوں نے اُس پادری کو اُبھارا تھا متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے خاندان کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے تورات و انجیل و زبور پڑھا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ بغیر ان کتابوں پر عبور ہوئے قرآن شریف کا لطف نہیں آتا۔ اسی قاعدہ کے مطابق مجھے بھی یہ کتابیں پڑھائی گئی تھیں اور اس لئے میں عیسوی مذہب سے ناواقف نہیں ہوں اور یہ فرما کر فرمایا کہ اگر اسحٰق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کچھ بات نہ تھی۔ کیونکہ مجھے علم کا دعویٰ ہی کب ہے۔ لیکن اسلام تو تمہارا بھی تھا اس

Marfat.com

تمام مخالفین پر پانی پڑ گیا اور مناظرہ ختم ہوگیا۔

حاشیہ حکایت (۹۷) قولہ اس پادری کو پٹی پڑھائی **اقول** خدا برا کرے عناد کا کہ یہ بھی احساس نہ رہا کہ ہمارا یہ فعل کفر کی تائید ہے اور اسلام کا اضرار۔ (رشت)

حکایت (۹۸) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام سلیمان تھا۔ شاہ صاحب کی کنیت ابوسلیمان اسی کی وجہ سے ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کی عادت ٹہلنے کی تھی۔ آپ خدام کے ساتھ ٹہل رہے تھے ایک خادم کی گود میں میاں سلیمان تھے۔ ایک موقع پر جھول پڑی ہوئی تھی اور عورتیں جھول رہی تھیں۔ جب ان عورتوں نے میاں سلیمان کو دیکھا تو انھوں نے اس خادم سے کہا۔ کہ میاں کو ہمیں دیدو ہم جھلائیں گے۔ خادم نے دینا چاہا مگر سلیمان نہیں گئے جب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میاں سلیمان کو عورتیں جھلانے کیلئے لینی تھیں۔ مگر وہ نہیں گئے تو انھوں نے فرمایا کیوں جاتا اسحٰق کا بیٹا ہے۔

حاشیہ حکایت (۹۸) قولہ اسحٰق کا بیٹا ہے **اقول** مادرزاد اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے (**رشت**)

حکایت (۹۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اعلم علی صاحب کو اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ تین وقت کا فاقہ ہوا۔ جب یہ شاہ اسحٰق صاحب سے سبق پڑھنے بیٹھے۔ تو اُن کی آواز میں کمزوری پائی گئی۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ بھوکے ہیں آپ فوراً مکان میں تشریف لیگئے اور وہاں سے کھانا لائے اور مولوی اعلم علی صاحب کو الگ بلاکر کھانا کھلایا اور اس دن سے اُن کا کھانا اپنے یہاں کر لیا۔

حاشیہ حکایت (۹۹) قولہ الگ بلاکر **اقول** یہ آداب عطا میں سے ہے۔ جب احتمال ہو معطی لہ کے شرمانے کا پھر استمرار عطا رافع خجلت ہو جاتا ہے (**رشت**)

حکایت (۱۰۰) خانصاحب نے فرمایا کہ میاں جی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب شیخ قاسم علی صاحب شیخ فیاض علی صاحب یہ چاروں ماموں پھوپھی خالہ زاد بھائی تھے ان میں سے شیخ قاسم علی صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کچھ شاگرد تھے اور ان پر نہایت فریفتہ تھے۔ میاں جی محمدی صاحب سید صاحب کے مرید اور ان پر

عاشق تھے۔ حکیم خادم علی صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پر دیوانہ تھے۔ شیخ فیاض علی صاحب شاہ اسحٰق صاحب پر فریفتہ تھے شیخ فیاض علی صاحب بیان فرماتے تھے۔ کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر بنوائی ہے شاہ اسحٰق صاحب اس کو اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد بنوانا نہ چاہیے اور استدلال میں اس حدیث کو پیش کرتے تھے جو مشکوٰۃ باب التصاوی میں اس مضمون کی مروی ہے کہ بعض امہات المؤمنین نے حبشہ کے ایک گرجا کی اور اس کی تصویروں کی تعریف کی تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اولئك اذا مات فيهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدًا ثم صوروا فيه تلك الصور اولئك اشرار خلق الله متفق عليه اور اس لئے اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے تھے۔ الا نادراً۔ ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ نہ چاہیے اُس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنائی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُن سے پوچھو۔ میرا مسلک یہی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۰) قولہ استدلال میں الخ اقول یہ محمل احوط والبعد عن الفساد ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ خود اہل قبور کو سجدہ کرتے تھے احقر کہتا ہے کہ گو نماز خدا ہی کی پڑھی جاوے تب بھی اُس جگہ نماز پڑھنے کو قبول و برکت میں بلا دلیل دخیل سمجھتے ہیں اور توجہ الی الاولیاء اور توجہ اولیاء کو اس میں موثر جانتے ہیں اور عبادت الہیہ میں مخلوق کی اتنی شرکت کا اعتقاد بھی خلاف دلیل ہے اور حضرات مجوزین نے حسن ظن کی وجہ سے اس احتمال کی طرف التفات نہیں فرمایا (**شت**)

حکایت (۱۰۱) خانصاحب نے فرمایا کہ کتاب اربعین و مائۃ مسائل کی تصنیف کی وجہ یہ ہے کہ خان زمان خان دتاولی بھیکم پور کے رئیس تھے انھوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے سوالات کئے تھے اُن کے جوابات میں تو شاہ صاحب نے اربعین لکھی ہے اور کچھ سوالات دہلی کے شاہزادوں اور بادشاہ دہلی اور حاجی قاسم و مولوی کریم اللہ وغیرہ مخالفین نے آپس میں مشورہ کر کے اور سوالات ترتیب دیکر کئے تھے اور یہ قید بھی لگا دی تھی کہ اُن کے جوابات صرف فلاں فلاں علماء کے تصریحات سے ہونے چاہئیں انکا جواب شاہ صاحب نے مولوی نور الحسن صاحب کاندھلوی کے سپرد کر دیا اور انھوں نے

Marfat.com

شاہ صاحب کی طرف سے اُن کا جواب لکھا۔ اس کتاب کا نام مائۃ مسائل ہے اور اربعین اور مائۃ مسائل کے بعض بعض مسائل میں جو آپس میں کسی قدر اختلاف ہے مثلاً ایک مسئلہ کے متعلق اربعین میں فتوٰی حرمت ہے تو مائۃ مسائل میں مکروہ او نحو ذلک اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ اربعین کے جوابات میں شاہ صاحب آزاد تھے اس لئے انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق جوابات دیے ہیں اور مائۃ مسائل کے جوابات میں اصل مجیب یعنی مولوی نور الحسن صاحب اور شاہ صاحب جن کی طرف سے وہ جوابات ہیں دونوں پابند تھے اس لئے جس قدر تصریح ان علماء کے کلام میں ملی جن کی تصریح سے جواب کی درخواست کی گئی تھی اس قدر لکھدی گئی۔ یہ منشاء ہے اختلاف کا اس قصہ کو میں نے میاں جی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب۔ شیخ فیاض علی صاحب مولوی حسین احمد صاحب خورجوی اور دیگر حضرات سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۱) **قولہ** اُنھوں نے شاہ صاحب کی طرف سے

اقول کیونکہ توکیل فی التصنیف بھی جائز ہے جیسا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ سے فرمایا تھا وھذا یجیبک عنی (**شت**)

حکایت (۱۰۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ سے اشاعت دین کرتے تھے اُنھوں نے حدیث لاتشدالرحال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہوگیا۔ جب شاہ صاحب کے قصد کی اُن کو اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جناب جب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر نہ تشریف لاویں کیونکہ میں لاتشدوا الرحال کا وعظ کہہ رہا ہوں اور لوگ راہ پر آچلے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اس کے غت ربود ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ شاہ صاحب نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر قصد سے نہ آؤں گا لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں اس لئے مجھ سے نہ ہوسکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں ہاں جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار ہو مجھے ہرگز

Marfat.com

ناگوار نہوگا۔ اور میں اقرار کرلوں گا کہ واقعی میری غلطی ہے۔ اس سے وہ ضرر دفع ہو جاویگا۔ جس کا تم کو اندیشہ ہے اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

حاشیہ حکایت (۱۰۲) قولہ وعظ میں بیان کرنا الخ **اقول** کیا انتہا ہے اس محبت دین ونصح مسلمین کا کہ اپنی شان کو انپر بالکل نثار کردیا۔ حالانکہ اس مقام میں علاوہ اس جواب کے کہ حدیث کے کیا معنی ہیں کہ یہ جواب تو خلاف مصلحت وقتیہ تھا۔ دوسرا سہل جواب یہ ہوسکتا تھا کہ ہم خاص اس قصد سے نہیں آئے آگے جاتے ہوتے ٹھیر گئے۔ مگر اس کو بھی پسند نہیں کیا کہ ہر شخص ایسا بہانہ کرسکتا ہے وہ جواب تجویز کیا جس میں شغب بالکل ہی قطع ہوگیا گو اپنا جاہ بھی قطع ہوگیا (**شت**)

(منقول از امیر الروایات)

حکایت (۱۰۳) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے ہر ایک رزیڈنٹ ملنے آیا کرتا تھا شاہ صاحب اسکے لئے مونڈھا بچھوادیتے تھے جو نذرانہ پیش کرتا تھا۔ شاہ صاحب موسم کا کوئی پھل اسکے پاس بھجوادیتے تھے۔ جب شاہ صاحب کی وفات ہوگئی تو سب نے مل کر صدر حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ کو مقرر کیا اور ان کو نذرانے دیتے تھے حتی کہ سید صاحب بھی باایں جلالت قدر نذر پیش فرماتے۔ شاہ اسحٰق صاحبؒ مدرسہ میں پڑھا رہے تھے۔ کہ رزیڈنٹ آیا۔ لیکن شاہ صاحب نے نہ اسکو دیکھا نہ انکی مجلس میں کوئی تغیر آیا شاہ صاحب ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے بعض کو تمنا تھی کہ شاہ صاحب کی آنکھ جو نہایت خوبصورت تھی دیکھیں مگر تمام عمر نہ دیکھ سکے۔ غرض رزیڈنٹ مدرسہ میں آیا اور ٹہلتا رہا جب درس ختم ہوا تو شاہ اسحٰق صاحبؒ کے پاس آکر بوجہ پتلون کے ٹانگ پھیلا کر وہیں چٹائی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں رخصت ہونے لگا تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے شاہ صاحب مرحوم آپ کیلئے کچھ ہدیہ بھجوایا کرتے تھے مگر میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں کہ بھجواتا۔ جب رزیڈنٹ چلا گیا تو بعض مسلمانوں ہی نے یہ کہکر شاہ صاحب کی طرف سے بدظن اور مشتعل کرنا چاہا کہ دیکھئے وہ حضور سے کیسی بے التفاتی سے پیش آئے وہ متکبر ہوگئے ہیں اسپر رزیڈنٹ نے اُسے ڈانٹا۔ کہا کہ خاموش میں اس غرض کا امتحان لینے گیا تھا کہ وہ اتنی دنیا پر بیٹھ کر دنیا سے کتنا مستغنی ہے۔

Marfat.com

حاشیہ روایت (۱۰۰) دونوں حضرات کے معمول کا تفاوت نیت اور مصالح کے اختلاف سے ہے ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ اور چونکہ مبنی اس دوسرے معمول کا اخلاص پر تھا۔ اس لئے رزیڈنٹ پر اس کا کیا پسندیدہ اثر پڑا۔ سب

(منقول از روایات الطیب)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی

حکایت (۱۰۴) ایک بار فرمایا کہ جب مولانا اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کوئی شخص بیعت ہونے حاضر ہوتا تو یوں فرماتے ہیں، کچھ معلوم نہیں مولوی یعقوب صاحب کے پاس جاؤ۔ اُنہوں نے نانا صاحب یعنی شاہ عبد العزیز صاحب سے یہ سب سیکھا ہے سو باوجودیکہ شاہ اسحٰق صاحب ان باتوں سے صاف انکار فرماتے تھے مگر پھر بھی دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحب سے مولانا اسحٰق صاحب ہی درجہ میں بڑھے ہوئے تھے اور اس کی وجہ نشر علم دین ہے۔

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۷) مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی رحمہ مہاجر کی حکایات

حکایت (۱۰۵) خانصاحب نے بیان فرمایا کہ دلی کے ایک شاہزادے نے جس کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں رہا مجھ سے خود اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے مکہ معظمہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک گٹھڑی آسمان سے میری طرف آرہی ہے میں نے اُٹھ کر اس گٹھڑی کو لپک کر لیا جب وہ میرے ہاتھ میں آئی تو اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ وہ گٹھڑی نہیں ہے بلکہ ذبح شدہ اور کھال اُتری ہوئی مسلم مرغی ہے جس کے نیچے بھی [illegible] اور [illegible] اس خواب کو میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے سن کر تامل کیا میں نے عرض کیا کہ حضرت اسکی تعبیر فرما دیجئے تب آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو حمل ہے مجھے حمل کا علم نہ تھا بیوی سے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی حمل ہے

میں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی حمل ہے تو آپ نے فرمایا کہ لڑکی پیدا ہوگی مگر پانی کے صدمہ سے مرجاویگی۔ جب ایام حمل ختم ہوئے تو لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جب ہم واپسی میں جہاز میں سوار ہوئے تو ایک مقام پر سمندر میں طغیانی ہوئی اور اس کی چھال مجھ پر اور اس کی ماں پر اور لڑکی پر گری لڑکی دو تین سسکیاں لیکر مرگئی۔

حاشیہ حکایت (۱۰۵) **قولہ** سسکیاں لیکر مرگئی **اقول** مولنا اپنے وقت کے ابن سیرین تھے (**تشت**)

حکایت (۱۰۶) خاں صاحب نے فرمایا کہ اسی شہزادے نے بیان کیا کہ میرے ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ میں جمنا پر کھڑا ہوں اور جمنا کی سیر کر رہا ہوں اتنے میں میرے منہ سے ایک کبوتر نکلا جو نہایت خوبصورت اور حسین تھا اور ایک درخت پر جا بیٹھا اور میری طرف منہ کرکے بولنے لگا۔ میں نے اس خواب کو چھوٹے میاں صاحب (مولوی محمد یعقوب صاحب) سے بیان کیا اُنہوں نے کوئی تعبیر نہیں دی اور فرمایا کہ سوچوں گا وہ (عزیز) اُٹھکر چلے گئے۔ مگر میں (شہزادہ) بیٹھا رہا۔ میں نے (شہزادے نے) عرض کیا کہ حضرت اس کی تعبیر کیا ہے فرمانے لگے کیا کہدوں ایمان اُس کے اندر نہیں رہا اور وہ جو اس کیطرف دیکھ دیکھ کر بول رہا ہے وہ اسے چڑا رہا ہے وہ عزیز تھوڑے ہی دنوں کے بعد دہری ہوگئے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۶) **قولہ** دہری ہوگئے **اقول** خواہ صانع کے انکار سے یا اختیار صانع کے انکار سے جیسا ہمارے زمانہ میں بہت لوگ دوسری قسم کے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر صرف کہنے سے کچھ نہیں ہوتا (**تشت**)

حکایت (۱۰۷) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب دہری ہوئی۔ قلب کے اندر جو نہایت باریک چور ہوتے ہیں اُن سے خوب واقف تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۷) **قولہ** نہایت باریک چور **اقول** تو اپنے وقت کے غزالی بھی تھے۔ (**تشت**)

حکایت (۱۰۸) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ سے اور مولانا نانوتوی سے فرمایا کہ کل کو ہم مولوی محمد یعقو

Marfat.com

صاحب کے پاس چلیں گے اور اُن سے نسبت صلوٰۃ اور دورہ قادریہ حاصل کرینگے چنانچہ اگلے دن حاجی صاحب اور مولانا نوتوی تو تشریف لیگئے مگر مجھے یاد نہ رہا تھا اس لئے میں رہگیا۔ جب وہاں سے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ میاں تم کہاں رہگئے تھے میں نے نسیان کا عذر کیا آپ نے وہ دونوں باتیں مجھے تعلیم کیں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۸) قولہ حاصل کرینگے **اقول** بڑا ہی کمال ہے اپنے مریدوں کو ساتھ لیجا کر کسی بزرگ سے کچھ حاصل کرنا (**شت**)

حکایت (۱۰۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی حسین بخش صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے شاہ اسحٰق صاحب اور مولانا یعقوب صاحب کی دعوت کی جب کھانے کا وقت آیا تو میاں صاحب پالکی پر سوار ہو کر میرے مکان پر روانہ ہو گئے اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے فرما گئے کہ حسین بخش کو اپنے ہمراہ لیتے آنا۔ مولٰنا یعقوب صاحب کے یہاں ایک سانڈنی تھی جس پر وہ سوار ہوا کرتے تھے مولٰنا نے اپنی سانڈنی کی پچھلی نشست پر دوشالہ ڈالا اور اگلی نشست خالی رکھی اور مجھ سے کہا کہ تم پچھلی نشست پر سوار ہو جس پر دوشالہ پڑا ہوا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں ہوں دوشالہ اپنے لئے رکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں تم بیٹھ جاؤ۔ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ ان کو اپنے ساتھ لانا میں نے پھر عذر کیا۔ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اجی بیٹھ بھی جاؤ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھ لانا مجھے مجبوراً سوار ہونا پڑا۔

حاشیہ حکایت (۱۰۹) قولہ میاں صاحب فرما گئے ہیں **اقول** کتنا ادب ہے کہ جس کو ساتھ لانے کو فرما گئے تھے اس کا اتنا ادب بھلا پھر ان لوگوں پر یہ شبہ کہ بزرگوں کا ادب نہیں کرتے کتنا بڑا ظلم ہے (**شت**)

(۸) حضرت سید احمد صاحب رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۱۰) خانصاحب نے فرمایا کہ ہندوستان میں السلام علیکم کا رواج بالکل

Marfat.com

متروک ہوگیا تھا حتیٰ کہ شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کا رواج نہ تھا اور جب وہ سلام کرتے تھے تو کہتے تھے عبدالقادر تسلیمات عرض کرتا ہے رفیع الدین تسلیمات عرض کرتا ہے۔ سید صاحب پہلے پہل شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو سب سے پہلے اُنہوں نے شاہ صاحب کو سلام کرتے ہوئے السلام علیکم کہا ہے۔ جب شاہ صاحب نے اُن کا سلام سُنا تو بہت خوش ہوئے اور آپ نے حکم دیدیا کہ آیندہ سلام بطریق مسنون کیا جاوے۔ اسی دفعہ میں سید صاحب شاہ صاحب سے بیعت ہوئے اور چھ روز قیام فرماکر تشریف لیگئے چھ مہینے کے بعد پھر آئے اور چھ مہینے شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں تربیت میں رہے اس کے بعد شاہ عبدالقادر صاحب نے ان کو شاہ صاحب سے مانگ لیا اور پورے ڈھائی برس اکبری مسجد میں اپنی خدمت میں رکھا جس کی تفصیل نمبر آیندہ میں آتی ہے

حاشیہ حکایت (۱۱۰) قولہ اس کا رواج نہ تھا **اقول** غالباً مخالفت عامہ میں فتنہ کا خوف ہوگا بعد میں اسکو گوارا کرلیا ہوگا (**ش ت**)

حکایت (۱۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ سید صاحب بیعت ہونے کے بعد دوسری مرتبہ بغرض تعلیم حاضر ہوئے ہیں تو شاہ صاحب نے ان کو اس مسجد میں ٹھیرادیا جو اُن کے مدرسہ سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر واقع تھی جس میں شاہ صاحب اور طلبہ نماز پڑھا کرتے تھے اور تعلیم اشتغال فرماکر حکم دیا کہ آٹھویں روز ہم سے ملا کرو۔ اور تین شخصوں کو اُن کی خدمت کے لیئے مقرر کردیا اور کہدیا کہ جس چیز کی سید صاحب کو ضرورت ہو تم لوگ اس کا انتظام کردیا کرو اور ایک ٹھلیا اپنے پاس سے دی اور فرمایا کہ روزانہ اس ٹھلیا میں سید صاحب کے لیئے جمنا سے پانی لایا کرو یہ تین شخص جن کو شاہ صاحب نے مامور فرمایا تھا ایک سید مُن علی خانپوری تھے۔ دوسرے قاری نسیم رامپوری اور تیسرے اُن کے چھوٹے بھائی جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا ان میں سے تیسرے صاحب کو میں نے بھی دیکھا ہے قاری نسیم مذکور اور اُن کے چھوٹے بھائی دونوں اتنے بزرگ تھے کہ لوگ مولوی مظفر حسین صاحب کے تقوی کو اُن کے تقویٰ سے تشبیہ دیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ مولوی مظفر حسین صاحب قاری نسیم اور اُن کے چھوٹے بھائی کا نمونہ ہیں۔

سید صاحب نے چھ مہینے تک تعلیم حاصل کی۔ چھ مہینے کے بعد شاہ صاحب کے خاندان میں کسی کے یہاں شادی کی تقریب ہوئی اس تقریب میں شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب تینوں بھائی موجود تھے اور شامیانہ تانا جا رہا تھا اس مقام پر ایک نیم تھا جس کی وجہ سے شامیانہ اچھی طرح نہ تنتا تھا بلکہ اسمیں جھول رہتا تھا۔ اتنے میں سید صاحب بھی مسجد میں سے تشریف لے آئے جب آپ نے یہ رنگ دیکھا تو کرتہ کو کمر سے باندھ کر نیم پر چڑھ گئے اور نیم پر چڑھ کر جو شامیانہ کو کھینچا تو شامیانہ بالکل ٹھیک تن گیا اور جھول بالکل نکلگیا۔ سید صاحب کی یہ دہج شاہ عبدالقادر صاحب کو پسند آگئی اور اُنہوں نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے عرض کیا کہ سید احمد کو مجھے دیدیجئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ لیجاؤ اور سید صاحب سے کہدیا کہ میاں عبدالقادر کے ساتھ جاؤ۔ شاہ عبدالقادر صاحب ان کو اپنے پاس اکبری مسجد میں لے آئے اور ایک حجرہ میں رکھدیا اور اشغال کیلئے فرمایا کہ میری سہ دری کے پاس بیٹھ کر کیا کرو سید صاحب نے اس حکم کی تعمیل کی اور شاہ عبدالقادر صاحب کے حکم کے مطابق ذکر و شغل کرتے رہے اور جو جگہ شاہ صاحب نے اُن کو بتادی تھی سید صاحب خواہ مینہ ہو یا آندھی یا دھوپ برابر اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے اور جبتک شاہ صاحب نہ کہتے تھے کہ اب یہاں سے اُٹھ جاؤ اُس وقت تک نہ اُٹھتے تھے۔ شاہ صاحب نے سید صاحب کو ڈھائی برس اپنی خدمت میں رکھا اور ڈھائی برس کے بعد ان کو لیکر شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں آئے اور شاہ صاحب سے عرض کیا کہ سید احمد حاضر ہیں ان کو پرکھ لیجئے پرکھا لیجئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں عبدالقادر تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک کہتے ہو اب انکو بیعت کی اجازت دیدو شاہ عبدالقادر صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اجازت تو آپ ہی دیں گے اور ان سے آپ ہی کا سلسلہ چلے گا۔ شاہ صاحب نے ان کو بیعت کی اجازت دیدی۔

حاشیہ حکایت ۱۱۲ **قولہ** سید صاحب سے کہدیا الخ **اقول** اگر شیخ مرید کو کسی کے سپرد کرے اُس کے ماننے میں ذرا تردد نہ کرے جیسا خود رایوں کی عادت ہے **قولہ** جبتک شاہ صاحب الخ **اقول** یہ ہے انقیاد شیخ کہاں ہیں وہ حضرات جو ان حضرات کو درویشی کا منکر اور بزرگوں کی شان میں بے ادب کہتے ہیں آئیں اور آنکھیں کھول کر دیکھیں (تشت)

حکایت (۱۱۳) خانصاحب نے فرمایا کہ جس زمانہ میں سید صاحب شاہ عبد العزیز صاحب سے تعلیم سلوک حاصل کر رہے تھے اُس زمانہ میں شاہ صاحب نے ان کو تصور شیخ کی تعلیم کی سید صاحب نے فرمایا کہ حضرت اگر تصور شیخ طریقت کا موقوف علیہ ہے تو میں اس طریقت ہی کو چھوڑتا ہوں اور اگر یہ اس کا موقوف علیہ نہیں ہے تو (اختیار طریق میں) کچھ مضائقہ نہیں مگر اس تصور کو حذف فرما دیجئے) شاہ صاحب نے فرمایا کہ طریقت اس پر موقوف نہیں ہے تم تصور شیخ نہ کرو۔

حاشیہ حکایت (۱۱۳) قولہ سید صاحب نے فرمایا و قولہ شاہ صاحب نے فرمایا اقول
یہ ہے اظہار حق اور یہ ہے اقرار حق مرید ایسا ہو اور پیر ایسا ہو اور مبنی اس عذر کا یہ ہے کہ اس عمل کو غیر مشروع سمجھا مرید کو یہی چاہیے کہ ایسے موقع پر عذر کرے مگر دو امر کا لحاظ لازم ہے ایک یہ کہ ادب سے عذر کرے رد و کد و اعتراض و اعراض و مقابلہ و مجادلہ کی صورت نہ ہو دوسرے یہ کہ شیخ کو چھوڑ نہ دے بلکہ اُسکے ساتھ حسن ظن رکھے اور اُسکے فعل کی کچھ تاویل مناسب کرے اگر تاویل سمجھ میں نہ آوے تو یہی سمجھ لے کہ کچھ تاویل ہوگی جو میرے ذہن میں نہیں آئی اُسکے بعد یہ دیکھے کہ شیخ نے اُسکے عذر کو قبول کیا یا نہیں اگر کر لیا جیسے حضرت شاہ صاحب نے کر لیا فبہا اور اگر نہیں کیا بلکہ اپنی تجویز پر اصرار کیا یا مرید سے مکدر ہو گیا تو اُس شیخ کو چھوڑ دے اور دوسرے کامل سے رجوع کرے مگر اُسکی شان میں بھی گستاخی نہ کرے کیونکہ ابتداءً راہ پر لگا دینے میں وہ اس کا محسن ہے۔ **ش**

حکایت (۱۱۴) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محمد اسحٰق صاحب سے کافیہ شروع کیا تھا اور سید صاحب جب تشریف لائے تو انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے میزان شروع کی تھی اور اتنی جلدی ترقی کی کہ نصف سے آگے مجھے کافیہ میں پکڑ لیا اور کافیہ ہی پڑھتے ہوئے اُنہوں نے مشکوٰۃ بھی شاہ صاحب سے شروع کر دی اور کوئی کتاب مولوی اسمٰعیل صاحب سے بھی پڑھتے تھے یہ قصہ تو میں نے اپنے اُستاد سے سنا ہے اور مولوی عبد القیوم صاحب فرماتے تھے کہ جب سید صاحب تعلیم علوم حاصل کر رہے تھے اثنائے تحصیل میں اُنکی یہ کیفیت ہوئی کہ جب وہ کتاب میں نظر کرتے تو اُنکی نظر سے حروف غائب ہو جاتے تھے اس کیلئے طبیبوں کی طرف بھی رجوع کی گئی مگر کچھ نہ ہوا یہ قصہ جب شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم جالی وغیرہ باریک چیزوں پر نظر جماؤ اور دیکھو کہ وہ بھی تمہاری نظر کے سامنے سے اُڑتی ہیں یا نہیں سید صاحب نے اس کا تجربہ کیا تو کوئی باریک سے باریک چیز بھی نہ اُڑی اسکی اطلاع شاہ صاحب سے کی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھنا چھوڑ دو اس پر کسی خادم نے جسکا نام مجھے یاد تھا

Marfat.com

مگر اب بھول گیا) عرض کیا کہ حضرت یہ بات کیا ہی اور آپنے پڑھنا چھوڑنیکا حکم دیا آپنے فرمایا کہ میں نے امتحان کے لئے حکم دیا تھا کہ اگر دو باریک چیزیں بھی اُڑتی ہوں تو جانا جاوے کہ مرض ہی اور اس کا علاج کیا جاوے جب معلوم ہوا کہ دوسری چیزیں نہیں اڑتیں تو ثابت ہوا کہ مرض نہیں ہی بلکہ اس کا سبب یہ ہی کہ علم ظاہری انکی قسمت میں نہیں ہی لہذا میں نے کہدیا کہ پڑھنا چھوڑ دو اور فرمایا کہ انکو تعلم سے پڑھنا نہ آئیگا بلکہ علم لدنی حاصل ہوگا۔

حاشیہ حکایت (۱۱۴) قولہ تعلم سے پڑھنا نہ آئیگا **اقول** ہو کما قال الرومی؎
بینی اندر خود علوم انبیا ✽ بے کتاب و بے معید و اوستا۔ مگر اس سے علوم احکام مستثنیٰ ہیں ان میں بجز نقل کے کوئی سبیل حجت نہیں خواہ وہ نقل کتاب سے ہو یا اہل علم سے (**ش**)

حکایت (۱۱۵) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ جو میں بیان کرونگا میں نے اپنی اُستاد میانجی محمدی صاحب سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ سید صاحب جب سہارنپور تشریف لیگئے تو لونی کی مسجد میں منبر کے اوپر کی سیڑھی پر بیٹھکر وعظ فرمایا اُن کے دونوں پاؤں کے بیچ میں مولوی عبدالقیوم ابن جناب مولوی عبد الحی صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو کہ اسوقت بچے تھے اور مسجد میں ایک طرف مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب پاس پاس بیٹھے ہوئے تھے وعظ جب نصف سے زیادہ ہوگیا تو مولوی عبد الحی صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو اشارہ سے اُٹھایا اور اُٹھا کر اُسطرف لیگئے جس طرف قبریں ہیں میں بھی پیچھے پیچھے گیا اور وہاں جاکر فرمایا کہ سید صاحب نے یہ مضمون پہلے بھی بیان فرمایا ہی اور میں نے اور تمنے اسکو لکھ بھی لیا ہی۔ لیکن اسوقت جو کچھ فرمارہے ہیں یہ تمہاری سمجھ میں بھی آتا ہی یا نہیں مولوی اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ کچھ کچھ آتا ہی اسپر مولوی عبد الحی صاحب نے فرمایا کہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے تو بہت زور لگایا مگر میری سمجھ میں تو نہیں آیا اب اس سمندر کو ہم اپنی کلھیا میں کیونکر بند کریں سید صاحب سے عرض کرنا چاہیے کہ حضرت مضمون کو ذرا آسان کر کے بیان فرمایا کریں تاکہ ہم لوگ سمجھ سکیں یہ کہکر دونوں صاحبان پھر اپنی اپنی جگہ آبیٹھے قصہ ختم ہوا۔ خانصاحب نے فرمایا اس قصہ کو میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب کے سامنے بیان کیا اُنھوں نے اسکی تصدیق کی اور فرمایا کہ جب اس وعظ میں میں سید صاحب کے دونوں پاؤں کے بیچ میں بیٹھا تھا تو چونکہ میں چھوٹا بچہ تھا اسلئے سید صاحب کے پاؤں کو چھیڑ رہا تھا کبھی اس پاؤں کو چھیڑتا تھا۔ کبھی دوسرے پاؤنکو۔ اور چھیڑنا اس طرح تھا کہ قدم پر ہاتھ رکھکر گدگداتا ہوا اوپر کو لیجاتا تھا لیکن جب میرا ہاتھ نصف ساق سے اوپر جاتا فوراً سید صاحب اُسے نیچے اُتار دیتے تھے بہت سی دفعہ میں نے ایسا ہی کیا اور سید صاحب نے ہمیشہ میرے ہاتھ کو نیچے اُتار دیا اس قصہ کو بیان فرماکر خانصاحب نے

فرمایا کہ جب میں اوّل مرتبہ حضرت گنگوہی کی زیارت کیلئے گنگوہ جارہا تھا تو سہارنپور پہنچکر مغرب کی نماز میں نے پونبی کی مسجد میں پڑھی گو مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ پونبی کی مسجد ہے مگر میں نے اُسے پہچان لیا اور جب لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی پونبی ہی کی مسجد ہے اور میں نے صحیح سمجھا تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۱۵) قولہ گدگداتا ہوں الخ **اقول** اس سے دو کمال ثابت ہوتے ہیں ایک مخدومیت سے بعد کہ یہ امر ناگوار نہیں ہوا دوسرا تقویٰ کہ زانو سے آگے ہاتھ نہیں جانے دیا (شت)

حکایت (۱۱۶) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے ابوبکر خاں خورجہ والے سے سنا ہے جو کہ شاہ عبدالقادر صاحب کے دیکھنے والوں میں تھے یہ صاحب فرماتے تھے کہ بعد مغرب سید صاحب نے اکبرآباد کی جامع مسجد کے بیچ کے در میں بیٹھ کر وعظ فرمایا اور اس وعظ میں آپ نے شیخین کے بھی کچھ فضائل بیان فرمائے چار رافضی حوض پر کھڑے تھے اسوقت رفض کا فتنہ گو سابق کی نسبت بہت کم ہو گیا تھا۔ مگر تاہم موجود تھا۔ ان رافضیوں نے تالی بجائی اور قہقہہ لگا کر بھاگنا چاہا سید صاحب نے انکی آواز سن کر زور سے الا اللہ کہا اس آواز سے ایک رافضی تو حوض کے قریب ہی گر پڑا اور ایک حوض سے کچھ آگے گرا ایک دروازہ کے پاس گرا ایک مسجد سے نکلگیا۔ اور سید صاحب ضرب لا الٰہ الا اللہ کے بعد خاموش بیٹھ گئے اسوقت مسجد کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ تنور کی طرح گرم ہوگئی اور لوگ چلے جانے لگے میں چونکہ کسی قدر بے تکلف تھا اسلئے میں نے سید صاحب کے گھٹنہ پر ہاتھ رکھکر عرض کیا کہ حضور بس اب لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ بہت اچھا اسکے بعد آپ نے عشا کی اذان کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان تینوں رافضیوں سے کہدو کہ عشا کی نماز پڑھکر جاویں اسکے بعد عشا کی نماز ہوئی اور اسمیں تینوں رافضی شریک ہوئے اور سنی ہو کر سید صاحب سے بیعت ہوگئے خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے بچپن میں سنا تھا کہ سید صاحب نے ہزاروں امام باڑے توڑ ڈالے ہیں مگر حکیم جمیل الدین صاحب جو کہ پورب میں بہت رہے ہیں وہ فرماتے تھے کہ سید صاحب نے پچاس ہزار امام باڑے تڑوائے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۶) قولہ اس آواز سے ایک رافضی الخ **اقول** تصرفات کے کمال مقصود ہونے کا اس سے شبہ نہ کیا جاوے اور اسی طرح اہل کمال کے نزدیک پسندیدہ نہ ہونا اور باوجود اسکے سید صاحب کا اس سے کام لینا بھی محل اشکال نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ بضرورت و باذن تھا بس جیسے قویٰ جسمانیہ سے اہل باطل کو مغلوب کرنیکا حکم ہے ویسے ہی قویٰ نفسانیہ سے (**شت**)

حکایت (۱۱۷) خانصاحب نے فرمایا کہ الہ دہن میرٹھ۔ ہاپوڑ۔ گلاوٹی بلند شہر کا حال تو مجھے معلوم ہے کہ یہاں کے لوگ سب تفضیلی بلکہ بعض بعض تو رافضی تھے اور سنا ہے کہ دیوبند میں بھی

Marfat.com

میں یہی سب تفضیلی تھے یہ بات کہ یہ مقامات بدعت تفضیل سے پاک ہیں یہ سب سید صاحب ہی کا صدقہ ہے
اور سنیوں اور شیعوں میں جو شادی بیاہ ہوتے تھے یہ بھی سید صاحب ہی نے رکوائے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۷) یہ ہیں برکات جو کرامات و تصرفات سے بھی اکمل ہیں (**اشرف**)

حکایت (۱۱۸) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب بیان فرماتے تھے
کہ جب سید صاحب سیر کو تشریف لیجاتے تھے تو بڑے بڑے لوگ رکاب پکڑا کرتے تھے ہم بھی چاہتے تھے
کہ یہ شرف ہمیں بھی نصیب ہو مگر ہمیں موقع نہ ملتا تھا لیکن ایک روز موقع مل گیا اور میں رکاب پکڑے
ہوئے سید صاحب کے ساتھ چلا خانم کے بازار میں ایک کوچہ تھا اور اس کوچہ کے نکڑ پر ایک رنڈی کا مکان تھا
اور اسمیں جو رنڈی رہتی تھی وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی اور اُسکے یہاں معمولی آدمیوں کا گذر نہ تھا
بلکہ بڑے بڑے لوگ بیٹھا کرتے تھے سید صاحب جب اسکے مکان کے پاس کو نکلے تو اتفاق سے
وہ اپنے دروازہ پر کھڑی تھی اور تمام لباس سرخ تھا سید صاحب اسجگہ ذرا ٹھٹکے اور ایک نظر اسکی طرف دیکھا
اسکے بعد گھوڑا بڑھا کر آگے روانہ ہوگئے۔ آپ بیس پچیس قدم ہی چلے ہونگے کہ اتنے میں وہ رنڈی روتی
ہوئی اور یہ آواز دیتی ہوئی آئی کہ اے میاں سوار خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے آپ نے گھوڑا
روک لیا اور وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی سید
صاحب ہر چند فرماتے ہیں کہ بی بی سُن تو سہی بات تو بتلا تو کون ہے اور کیوں روتی ہے گھوڑے کے
پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب کہہ مگر وہ نہیں مانتی اور برابر گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے رو رہی ہے
تھوڑی دیر میں اُسے افاقہ ہوا اور اُس نے کہا کہ میاں میں بیوہ ہوں اور توبہ چاہتی ہوں اور کچھ نہیں
چاہتی . . . . سید صاحب
نے فرمایا کہ اسوقت تیرے مکان میں کچھ لوگ ہیں۔ اُس نے کہا کہ جی ہاں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ توبہ
کے بعد نکاح بھی کرے گی اُس نے کہا جی ہاں نکاح بھی کرونگی اور جو آپ فرمائیں گے وہ کرونگی۔
آپ نے فرمایا کہ تیرا دل کسی سے نکاح کو چاہتا ہے تو اُس نے کہا کہ جی ہاں فلاں سے آپ نے فرمایا کہ وہ
کہاں ہے اُس نے کہا کہ اس وقت میرے مکان میں ہے آپ نے فرمایا کہ مکان میں کوئی اور بھی ہے
اُس نے کہا جی ہاں کئی آدمی ہیں سید صاحب نے اُس طوائف سے اور مجھ سے فرمایا کہ جاؤ سب کو
بلا لاؤ ہم گئے تو اُس وقت دس آدمی تھے۔ ان میں سے نو تو آ گئے مگر وہ نہیں آیا جس سے وہ
نکاح کرنا چاہتی تھی جس شان سے وہ رنڈی آئی تھی اُسی شان سے یہ لوگ بھی آئے اور وہ بھی سب کے
سب تائب ہوگئے اب آپ نے رنڈی سمیت سب سے فرمایا کہ تم لوگ اکبری مسجد میں چلو میں بھی آتا ہوں

چنانچہ وہ سب اکبری مسجد میں چلے گئے اور آپ آگے بڑھ گئے اسکے بعد آپنے مجھ سے فرمایا کہ میاں
محمدی تم نے دیکھا کہ یہ ہمنے کیا کیا میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور دیکھ لیا۔ آپنے فرمایا کہ میاں سنو
اس قسم کی باتیں یہود نصاری مجوس اور جوگی بھی کرتے ہیں بعض میں نظر کی قوت ہوتی ہے بعض
میں دماغی بعض میں قلبی بعض میں آواز کی قوت ہوتی ہے مگر وہ قوت کسبی ہوتی ہے اور مجھے جو قوت
عطا ہوئی ہے وہ وہبی ہے اگر تم کسی کے اندر ایسی قوت دیکھو تو میں نصیحت کرتا ہوں کہ فوراً
اُسکے معتقد نہ ہو جانا اور اُسکو بزرگ نہ سمجھ لینا بلکہ جسکو متبع سنت دیکھو تو گو ان قوتوں میں سے کوئی
قوت بھی اُسکے اندر نہ دیکھو اُسکے معتقد ہونا یہ فرماکر آگے چلے اور جنگل میں پہنچکر فرمایا کہ الحمد للہ میں
اللہ کا وہ بندہ ہوں جس کے لئے مچھلیاں پانی میں اور چیونٹیاں سوراخوں میں دعا کرتی ہیں اور جس
طرف کو میں نکل جاتا ہوں وہاں کے درخت اور جانور تک مجھے پہچانتے اور سلام کرتے ہیں اس
قصے کو یہاں چھوڑکر میں اس وقت مولانا نانوتوی کا ایک ملفوظ سناتا ہوں جو اس مقام کے
مناسب ہے آپنے فرمایا کہ قبول عام کی دو صورتیں ہیں ایک وہ قبول جو خواص سے شروع ہوکر عوام
تک پہنچے اور دوسرا وہ جو عوام سے شروع ہو اور اُس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے پہلا قبول
علامت مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت آیا ہے وہ یہ ہے
کہ اوّل بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پھر وہ ملاء اعلےٰ کو محبت کا حکم دیتے ہیں اور ملاء اعلےٰ
اپنے سے نیچے والوں کو یہاں تک کہ وہ حکم اہل دنیا تک آتا ہے اور جو ترتیب ملاء اعلےٰ میں تھی اُسی
ترتیب سے اُسکی محبت دنیا میں پھیلتی ہے کہ پہلے اُس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے اُسکے بعد
دوسروں کو پس جو مقبولیت اُس کے برعکس ہوگی وہ دلیل مقبولیت نہ ہوگی اُسکے بعد فرمایا کہ دیکھو
جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا ہے تو اوّل وہ لوگ
معتقد ہوئے جو اُس زمانہ میں سب سے اچھے تھے اسکے بعد وہ لوگ جو اُن سے کم تھے اسکے بعد وہ لوگ
جو اُن سے کم تھے اور اخیر میں اچھے اور برے سب زیر اثر آگئے حتیٰ کہ کچھ آپکے ماننے والے منافق
بھی تھے اور اسی بنا پر جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ سب سے افضل ہیں اور اُنکے
بعد وہ جو بدر سے پہلے مسلمان ہوئے اور اُن کے بعد وہ جو احد سے پہلے مسلمان ہوئے
پھر وہ جو خندق سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو فتح
مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ کے بعد تو سبھی مطیع ہو گئے اور آپکی مقبولیت بہت
عام ہو گئی یہ بیان فرماکر فرمایا کہ سید صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے خاندان

مسمریزم ہپناٹزم وغیرہ

Marfat.com

مقبولیت بھی اسی ترتیب سے ہوئی ہے کہ اول اُنکے معتقد اہل کمال ہوئے ہیں اور اسکے بعد انکی مقبولیت عام ہوئی ہے اور اسی طرح ہمارے حضرت حاجی صاحب کی مقبولیت ہوئی ہے کہ اول اُن کے معتقد خواص ہوئے اس کے بعد اُن کی مقبولیت عام ہوئی مگر حاجی ۔۔۔۔ شاہ کی مقبولیت اول کن لوگوں میں ہوئی؟ ایسے ہی ویسوں میں۔ اور عموم شہرت کے بعد اگر کوئی اللہ کا بندہ پھنس گیا تو وہ قابل اعتبار نہیں اسی سلسلہ میں مجھے ایک اور قصہ یاد آگیا وہ یہ کہ ایک مرتبہ حاجی ۔۔۔۔ شاہ علی گڈھ آئے چونکہ مشہور آدمی تھے اسلئے نواب لطف علی خاں صاحب کو بھی اُن سے ملنے کا شوق ہوا اور اُنہوں نے گاڑی منگائی جب اُنہوں نے پائیدان پر پیر رکھا تو اتفاق سے ایک خادم نے کہا کہ میاں آج حاجی صاحب کے پاس تمام شہر کی رنڈیاں اکٹھی ہوکر آئی تہیں مگر نواب صاحب نے اسکو غلط سمجھا اور بہت ناخوش ہوئے دوسرے خادم نے دیکھا کہ نواب صاحب کو یقین نہیں آیا تو اُس نے کہا کہ میاں واقعی ایسا ہوا ہے جب اُنہوں نے سمجھ لیا کہ واقعہ ٹھیک ہے تو نواب یوسف علی خاں سے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ شخص ملنے کے قابل ہے ہم تو اسواسطے جاتے تہے کہ اُنکی صحبت سے خدا کی محبت نیکیوں کی طرف رغبت گذشتہ گناہوں پر ندامت اور آیندہ گناہوں سے نفرت پیدا ہوگی مگر معلوم ہوا وہ بڑا شہدہ ہے ہم چھوٹے شہدے پھر کیوں جائیں یہ کہکر جانا موقوف کردیا اور گاڑیبان کو حکم دیا کہ گاڑی لیجاؤ ہم نہ جائیں گے اسکے بعد ایک قصہ اور یاد آگیا۔ نواب لطف علی خاں کوئی مقدس لوگوں میں نہ تھے مگر بزرگوں سے تعلق تہا لیکن اس تعلق کا یہ اثر تھا کہ باوجود سر سید سے اُنکی بہت دوستی تھی مگر جب اُنکے تیجے کے ختنے پڑھے گئے ہیں اور مولوی ۔۔۔۔۔۔ انصاری اسمیں شریک ہوئے تو اُس روز سے نواب صاحب نے مولوی ۔۔۔۔ سے سلام کرنا چھوڑ دیا تہا یہ شاہ صاحب کے خاندان کے اُن متوسلین کیجانب سے جو دنیادار تہے۔ ان ضمنی مضامین کے بعد میں اصل قصہ کی طرف لوٹتا ہوں میاں جی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب سیر سے لوٹکر اکبری مسجد میں آئے تو وہ رنڈی اور وہ نو آدمی سب کے سب پہر مسجد میں موجود تہے آپنے سب کو بیعت کیا اور اُن میں سے ایک شخص کے ساتھ جس سے رنڈی رضامند ہوگئی تہی اُس کا نکاح کردیا اور وہ رنڈی باوجودیکہ بہت دولتمند تھی مگر اُس نے سب تمام دولت اور گھر بار چھوڑ دیا اور پہر اپنے گھر نہیں گئی۔ جب سید صاحب نے سکھوں پر جہاد کیا تو یہ سب لوگ جہاد میں شریک ہوئے اور وہ نو آدمی تو شہید ہوگئے۔ مگر اُس رنڈی کا حال نہیں معلوم ہوا کہ اس کا کیا انجام ہوا۔ یہ رنڈی ایک دوسری رنڈی کے ساتھ (جو مولوی اسمٰعیل

Marfat.com

صاحب شہید کے ہاتھ پر تائب ہوئی تھی اور اس رنڈی کا نام موتی تھا اور اسکی توبہ کا قصہ حکایت
گذشتہ میں آچکا ہے) مجاہدین کے گھوڑوں کا دانہ دلا کرتی تھی اور دانہ دلتے دلتے اُسکے ہاتھوں میں
پڑگئے تھے حافظ محمد اکبر صاحب خانپوری بیان فرماتے تھے کہ میں نے ان دونوں رنڈیوں کو دیکھا ہی ایک
مرتبہ میں نے اُن سے پوچھا کہ بتلاؤ تو سہی تم اپنی پہلی حالت میں خوش تھیں یا اس حالت میں تو انہوں
جواب دیا کہ ہم درحقیقت مصیبت میں تھے اور اب ہمیں جو راحت ہے اسکو ہم بیان نہیں کرسکتے اسوقت ہمار
ایمان کی یہ حالت ہے کہ اگر ہم اپنے ایمان کو پہاڑ پر رکھدیں تو پہاڑ بھی زمین میں دھنس جاوے۔

حاشیہ حکایت (۱۱۸) قولہ مجھے جو قوت عطا ہوئی ہے وہ وہبی ہے اگر تم کسی کے
اندر ایسی قوت دیکھو الخ **اقول** ایسی قوت عام ہے کسبی اور وہبی سے جیسی قوت جسمیہ کہ کبھی ریاضت سے
حاصل ہوتی ہے کبھی فطری و خلقی طور پر اور کمال دینی ان میں سے کوئی بھی نہیں البتہ دیکھا یہ جاویگا کہ اس
قوت کو صرف کہاں کیا اسی کا اعتبار ہوگا۔ پس کمال مطلوب عمل ہوا نہ کہ یہ قوت **قولہ** میں اللہ کا د
بندہ ہوں **اقول** اس سے افتخار مقصود نہیں بلکہ محض تحدث بالنعمۃ اور کبھی اس اظہار سے یہ بھی
مقصود ہوتا ہے کہ سُننے والے ان بزرگ سے دینی فائدہ حاصل کریں۔ **(ش ت)**

حکایت (۱۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے اُستاد میانجی محمدی صاحب نے ایک روز فر
فرمایا کہ سید صاحب ایک روز اکبری مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان سر سے پاتک حریر کا لباس
پہنے ہوئے اور ڈاڑھی منڈائے ہوئے اور پوری پوری میں انگوٹھی چھلے پہنے ہوئے حاضر ہوا و
سلام کرکے بیٹھ گیا اور چونکہ اس زمانہ میں بانکوں کی وضع یہ تھی کہ ڈھیلا پاجامہ کلیوں دار پہنا کرتے
اسلئے یہ شخص بھی ڈھیلا ہی پاجامہ پہنے ہوئے تھا یہ شخص فوج میں ملازم تھا مگر یہ یاد نہیں کہ دفعدا
تھا یا اور کچھ اُس نے عرض کیا کہ حضور میں فوج میں ملازم ہوں اور ہماری فوج کو یہاں چھ مہینے سے
حکم ہے میں چاہتا ہوں کہ حضور مجھے بیعت کرلیں سید صاحب نے فرمایا کہ بیعت ! کیا یہ صورت بیعت ک
ہے۔ ڈاڑھی آپکی منڈی ہوئی ہے لباس سارا حریر کا ہے ہاتھوں میں مہندی ہے چوڑی پڑی
ہیں اُس نے جواب دیا کہ میں ان باتوں سے توبہ کرتا ہوں اور چھلے تو میں اسی وقت اُتارے دیتا ہوں
لیکن کپڑے ابھی نہیں اُتار سکتا کیونکہ نہ دوسرے کپڑے یہاں میرے پاس ہیں اور نہ گھر ہی مہندی ا
ڈاڑھی سو میں مہندی کے زائل کرنیسے بھی اسوقت عاجز ہوں اور ڈاڑھی بھی نہیں پیدا کرسکتا
سید صاحب نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اُن کیلئے کپڑوں کا انتظام کرایا جاوے چنانچہ لوگوں
کرتہ پاجامہ وغیرہ دیدیا اور سید صاحب نے اپنا عمامہ اور چادر دی اُس نے کپڑے اُتار کر یہ کپڑے

Marfat.com

خوشی بہت ہوئی اسکے بعد سید صاحب نے اُسے بیعت کیا اور علیحدہ لیجا کر کچھ تعلیم فرمایا بیعت ہونیکے بعد یہ شخص چھ سات روز تک صبح کیوقت اور بعد عصر روزانہ آتا رہا لیکن ساتویں یا آٹھویں روز جو وہ آیا تو نہایت پریشان اور روتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ ہمارا قیام چھ سات مہینے ہوگا اور میں حضور سے مستفید ہونگا مگر آج ہماری فوج کے تبادلہ کا حکم آگیا ہے اور کل کو ہمیں یہاں سے جانا ہوگا۔ مجھے اپنی محرومی اور حضور کی مفارقت کا نہایت صدمہ ہے سید صاحب اسکا ہاتھ پکڑ کر شاہ عبدالقادر صاحب کے حجرہ میں لیگئے اور آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ حجرہ میں رہے اسکے بعد سید صاحب تنہا حجرہ سے نکلے اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ انکو باہر اُٹھا لاؤ اور ہوا دو اور یہ کہکر تیز قدمی کے ساتھ دوسرے حجرہ میں تشریف لے گئے ہم لوگ جب اندر گئے ہیں تو دیکھا کہ وہ شخص بالکل بیہوش تھا اُسے حجرہ سے سہ دری میں لے آئے اور پانی کے چھینٹے دیے پنڈول سونگھایا کچھ دیر کے بعد اُسے ہوش آیا تو اسکی یہ حالت تھی کہ بالکل مست تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور کہتا تھا کہ واللہ باللہ جس طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں سید صاحب ہی نظر آتے ہیں وہ میری آنکھوں میں بھی ہیں یہ الفاظ اس نے تین دفعہ زور زور سے کہے سید صاحب نے کواڑ کھولکر اپنا چہرہ نکالا اور زور سے فرمایا کہ خاموش اور مجھے کنے کی صورت اپنے سامنے سے منہدم کرا اور یہ الفاظ آپنے بھی تین مرتبہ فرمائے اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ بالکل اچھا ہوگیا یہ قصہ بیان فرما کر میرے اُستاد بیان فرماتے تھے کہ تصور دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جو از خود ہو اور دوسرا وہ جو تصور کرنے سے ہو سید صاحب جو تصور شیخ کو منع فرماتے تھے وہ وہ تصور تھا جو قصداً اور تکلف کیا جاوے اور جو تصور از خود ہو اسکو منع نہیں فرماتے تھے کیونکہ ایسے تصور کا ثبوت حدیثوں سے بھی ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نہا کر نکلے آپ اپنے بالوں کے دو حصے کرتے تھے اور اُنکے درمیان باریک مانگ تھی گویا میں دیکھ رہی ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیز ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یونہی بٹھاتے تھے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ تصور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا از خود ... [illegible]

حاشیہ حکایت (۱۱۵) **قولہ** جس طرف آنکھ اٹھا کر الخ **اقول** ... [illegible] رنج مفارقت کے تدارک کیلئے کیا گیا ہو کہ اس طرح نظر آنا اسکی تسلی ... [illegible] واجب ہو جانا جیسے پہ لازم نہیں آتا کہ یہ نظر آنا منہ ہو گیا ہو ... [illegible] تعدیل ہو گئی ہو **قولہ** وہ تصور تھا جو قصداً اور بتکلف الخ **اقول** ... [illegible] کی شان ہو جیسے بطور شغل مستقل کے

کرتے ہیں جس میں قلب سے غیر کی نفی کا اہتمام کرتے ہیں کہ اسمیں مشابہت ہے شرک کی ورنہ اگر محبت میں قصداً بھی تصور کرے تو کچھ ہرج نہیں اور جن بزرگوں سے اجازت منقول ہے وہ بقدر ضرورت ہی کہ خطرات دفع نہوں تو کسی مشاہد چیز کے تصور سے حسب قاعدہ النفس لاتتوجہ الی شیئین فی آن واحد ہو جاتے ہیں اور اسمیں صورت شیخ و صورت دیگر اشیا رب متساوی ہیں مگر شیخ سے چونکہ طبعاً محبت زائد ہوتی ہی اُسکی طرف توجہ اقوی ہونے سے دفع سہل تر ہوتا ہی مگر بعد دفع خطرات کے پھر اسکو بھی زائل کر دیتے ہیں اور عین تصور کیوقت بھی اسکا اہتمام نہیں کرتے کہ دوسرا کوئی تصور آنے نہ پاوے گو اس سے زیادہ محو یا مقصود ہو **قولہ** چنانچہ حضرت عائشہؓ الخ **اقول** ان حدیثوں کی تحقیق کرلیجاوے باقی ایسا جملہ کانی انظر حدیثوں میں وارد بکثرت ہی (**ش**) (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۱۲۰) خانصاحب نے فرمایا کہ سید صاحبؒ تیرہویں صدی کی پہلی تاریخ کو پیدا ہوئے ہیں اسپر شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے سُنکر فرمایا کہ الحمد للہ اللہ کو ایک بندہ پیدا کرنا تھا سو پیدا ہو گیا (منقول از روایات الطیب)

حکایت (۱۲۱) فرمایا کہ سید احمد صاحبؒ جس وقت شاہ عبد العزیزؒ کی خدمت میں تھے تو شاہ صاحب نے انکو شغل رابطہ بتلایا تو سید صاحبؒ نے اس شغل سے عذر فرما دیا اس پر شاہ صاحب نے فرمایا ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید ۔۔۔ کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

تو سید صاحب نے جواب دیا آپ کسی معصیت کا حکم دیجئے کرونگا یہ تو معصیت نہیں شرک ہی یہ تو گوارا نہیں شاہ صاحب نے یہ سُنکر ان کو سینہ سے لگا لیا کہ اچھا ہم تمکو طریق نبوت سے لیچلیں گے تم کو طریق ولایت سے مناسبت نہیں ہی۔ دوسرا واقعہ سید صاحبؒ کے انقیاد کا امیر شاہ خانصاحبؒ نے امیر الروایات میں لکھا ہے کہ جب شاہ عبد القادر صاحبؒ شاہ صاحب سے مانگ کر اُن کو اپنے پاس لیگئے تو آپنے مسجد میں ایک جگہ بتلادی تھی کہ اس جگہ بیٹھ کر ذکر و شغل کیا کرو رفتہ رفتہ برسات کا زمانہ آگیا ایک روز شاہ صاحب نے ان کو اس حالمیں دیکھا کہ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور یہ اسی میں بیٹھے ہیں۔ سید صاحب سے پوچھا کہ تم بارش میں کیوں بیٹھے ہو تو فرمایا کہ آپ ہی نے تو یہ موقع بتلایا تھا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا یہ ہے اطاعت۔ شاہ صاحب کو وہم بھی نہ تھا کہ میرے بتلانے کو ایسا عام سمجھیں گے مجھے یقین ہی کہ اگر تمام برسات اور جاڑہ بھی گذر جائے جب بھی سید صاحب اس جگہ سے نہ اُٹھتے (مدعی اس واقعہ سے سبق حاصل کریں کہ شیخ کی موافقت کیسی ہوتی ہے اور شروع کے واقعہ میں اختلاف کو دیکھئے کیسا ہوتا ہے اللہ اکبر اتفاق ہو تو ایسا اور اختلاف ہو تو ایسا اور پیر بھی کیسے کہ کچھ نہ فرمایا حقیقت کو سمجھ کر خوش ہوئے) اور یہ فرمایا کہ اگر کہئے تو معصیت اختیار کرلوں اس سے معصیت میں اطاعت

Marfat.com

مقصود نہیں بلکہ اس کا امراہون ہونا شرک سے مقصود ہے بزرگوں کے کلام کا محل سمجھنا بڑا کام ہے ؎

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

(منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

حکایت (۱۲۱) منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک بار دریافت کیا کہ حضرت سید احمد بریلوی کے دیکھنے والوں میں سے اب بھی کوئی شخص زندہ ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا بالفعل تو مجھے یاد نہیں بعد فکر بتلاؤں گا۔ مولٰنا عبد الرحیم صاحب نے فرمایا کہ سہارنپور میں ایک خشت فروش زندہ ہے حضرت نے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھہ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے سید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔ سید صاحب نے پہلے اپنا قاصد یار محمد خاں کے پاس بھیجا۔ وہ تن تنہا یار محمد خاں کے پاس پہنچا اور پیغام سنایا اُس نے جواب دیا سید سے کہدے وہ کیوں عبث جنگ پر آمادہ ہے اُس کیلئے بہتر نہو گا۔ اُسکے ہمراہی ایک ایک کرکے مارے جاویں گے اور خود اس قاصد کے کوڑے لگوائے پھر واپس کر دیا اور پوچھا پھر بھی اگر سید تجھے بھیجیگا تو تو آئیگا؟ اُس نے کہا ہاں پھر آؤنگا" غرض قاصد نے واپس ہوکر سارا حال سید صاحب سے عرض کیا۔ سید صاحب نے فرمایا اچھا تم ہی جاکر یار محمد خاں سے کہدو کہ تو ہمکو کیا زک دیگا تو خود پیشاب پی کر مریگا۔ المختصر لڑائی ہوئی اور یار محمد خاں کی فوج نے ہزیمت پائی۔ یار محمد خاں بھی بھاگا۔ اس اثنا میں اُسے تشنگی لاحق ہوئی جب پانی مانگا اور خادم نے کہا جو پانی [illegible] نہیں ملتے تو کہا "شاشہ بیار" یعنی پیشاب ہی لا اور پیکر قتل ہوا۔

پھر کچھ عرصہ بعد کھڑک سنگھ پسر رنجیت سنگھ والی لاہور سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی محمد حسن صاحب بھی اسی میں شہید ہوئے بہت سے مجاہدین کا پتہ نہ رہا جب لاشیں سنبھالی گئیں تو سید صاحب اور اُنکے ساتھ [illegible] پتہ نہ لگا اگرچہ تا انتہا [illegible] اور ادھر اُدھر جستجو کرنے کے لئے چند چند آدمی مختلف دیہات و پہاڑوں میں جاکر [illegible] رہے تھے اور

کسی کو نہ ملتے تھے۔ گاؤں میں برابر پتہ ملتا چلا جاتا کہ یہاں تھے وہاں تھے ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے سخت بخار تھا اسی حالت میں میں نے تینوں شخصوں کو جاتے دیکھا جن میں ایک سید صاحب تھے میں نے غل مچایا کہ حضرت آپ ہم کو کہاں چھوڑ گئے اور کیوں ہم سے علیحدہ ہو گئے سب لوگ آپ کے رو براہ ہیں میرے غل مچانے پر حضرت سید صاحب نے منہ پھیر کر مجھے دیکھا۔ کچھ جواب نہ دیا اور چلے گئے میں بوجہ سخت بیماری کے اُٹھ نہ سکا غل مچایا کیا۔

دوسرے شخص نے بیان کہ ہم اُنہیں دنوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے دفعتہً کچھ فاصلہ پر گڑ بڑات سُنا میں وہاں گیا تو دیکھوں کیا کہ سید صاحب اور اُن کے دو ہمراہی بیٹھے ہیں میں نے سلام و مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہو گئے سب لوگ بغیر آپکے پریشان ہیں۔ مجبور ہو کر ہمنے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہی اور اُن سے بیعت کی ہے آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا۔ ہم کو اب غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اس لیے ہم نہیں آ سکتے" اتنا فرما کر قافلہ والوں کی خیر اور حالات پوچھے اور پھر روانہ ہو گئے۔ میں نے بھی ہمراہ ہونے کے لیئے عرض کیا تو منع فرمایا اور پھر کوشش کر کے جو میں نے پیچھے چلنا چاہا تو میرے ہاتھ پاؤں وزنی ہو گئے میں تو کھڑا کا کھڑا رہ گیا حیران اور مایوس تھا کہ یا اللہ کیسے چلوں؟ اور حضرت سید صاحب معہ ہمراہیان نظر سے غائب ہو گئے۔

تیسرے ایک شخص نے بیان کیا کہ سید صاحب کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ہم ایک گاؤں میں ایک جگہ اُترے وہاں دریافت کرنیسے معلوم ہوا کہ یہ قبر جو ڈھئی ہوئی تازہ پڑی ہے اس کو سید صاحب ابھی ڈھوا کر گئے ہیں کیونکہ اونچی تھی اِدھر اُدھر دیکھا تو کہیں پتہ نہ لگا۔

منشی محمد ابراہیم نے کہا سید صاحب تیرھویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوئے تھے اور اب [illegible] میں ممکن ہے کہ حیات ہوں اُنہوں نے جب لفظ ممکن کہا تو حضرت امام ربانی [illegible] نے فرمایا بلکہ ممکن اور فرمایا کہ سید صاحب انبہٹہ میں بھی تشریف لاتے میاں صابر بخش سجادہ نشین شاہ ابو المعالی کے یہاں دعوت ہوئی تھی مولوی عبدالحی صاحب مولوی محمد سالار سے ملنے کو اُن کے مکان پر گئے تھے مولوی محمد سالار نے

Marfat.com

قیام کا حال دریافت کیا تو صابر بخش کے مکان پر قیام بتایا گیا۔ مولوی محمد سالار نے کہا "اس کافر کے مکان پر ٹھیرے" مولوی عبدالحی صاحب نے فرمایا وہ کافر نہیں ہے اور وجوہات میں کتب فقہ کا حوالہ دیا۔ مولوی محمد سالار نے کہا "مولوی صاحب بے دلی بنا شد کہ کتاب منہ پر دے ماری یہ ابنہٹ ہے" مولوی عبدالحی صاحب ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس ہوئے۔ گنگوہ بھی سید صاحب تشریف لائے اور مٹکلے کی سرائے میں قیام ہوا تھا چند شخص یہاں شرف بیعت سے مشرف بھی ہوئے تھے جن میں سے ایک شخص یہاں کی مسجد میں رہتا تھا بڑا ہی متبع سنت تھا اس کی عادت تھی جب رمضان شریف گذر چکتا تو لوگوں سے کہتا کہ بھائیو ایک برس کی میری زندگی اور نکل آئی لوگ ہنسا کرتے کہ ہر رمضان کے بعد یوں ہی کہہ دیتا ہے حتیٰ کہ رمضان کی سات تاریخ کو انتقال کیا۔

سید صاحب نانوتہ بھی تشریف لیگئے تھے وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے ایک مرید نے بیان کیا میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب مسجد جامع کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں۔ نہایت شکیل جمیل تھے اور آپ نے اپنی پگڑی اتار کر ایک سرا اپنے ہاتھ میں لیکر باقی بیعت کرنے والوں کو پکڑا دی لوگ برابر دوسرے سرے تک اسکو پکڑے ہوئے تھے اور پگڑی کیا کپڑے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف سے اسکو تھامے ہوئے تھے

سید صاحب توحید و رسالت اور اتباع سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور جب سید صاحب اتباع سنت کیلئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعت کے سخت ہی اور مخالف تھے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے ایک دن فرمایا کہ اگر کوئی امر مخالف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا" مولوی صاحب نے کہا حضرت جب کوئی خلاف سنت فعل آپ سے عبدالحی دیکھے گا تو وہ آپکے ساتھ ہوگا ہی کہاں؟ یعنی [illegible]

ایک دفعہ کا ذکر ہے سید صاحب نے [illegible] کی نماز [illegible] مولوی صاحب نے سکوت کیا [illegible] دن [illegible] ہوا [illegible] سید صاحب کو [illegible] ہو گئی [illegible] صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ [illegible]

سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کیا ۔ اور پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لانے لگے ۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کیلئے پٹنہ عظیم آباد سے کوئی شخص تین سو ساٹھ جوڑے .... تیار کر کے بھیجا کرتے تھے کہ حضرت ہر روز نیا جوڑہ زیب تن فرماویں لیکن غائب ہونے سے کچھ دن قبل فرمایا کرتے تھے کہ لوگو اگرچہ میں ہر روز جوڑہ بدلتا ہوں لیکن اگر امر خدا یہ ہو کہ میں گلی بہنوں اور بھینس کے گوبر میں دھنس جاؤں تو بندہ کا کام ہے کہ راضی برضا ہو ۔ اس کلمہ کو بار بار کچھ دنوں میں فرمایا کرتے آخر ایک مرید نے کہا " کیا ہم سے تم جُدا ہونا چاہتا ہے یہ کیا معاملہ ہے کہ بار بار ایسا کلمہ کہتا ہے " سید صاحب نے فرمایا کہ واقع میں بندہ کو خدا کے حکم کی تعمیل میں بہر حالت مستعد رہنا چاہیے ۔

ایک بار فرمایا مولوی احمد حسن صاحب مرحوم جو سید صاحب کے ہمراہ تھے انکا یہ حال تھا کہ ایام سرما میں جب اُنکے پاس گھر سے رزائی بچھونا جاتا تو اپنے اعضا سے کہتے کہ تم ان میں آرام لو گے ؟ ان میں رہو گے ؟ لیکن میں جب خوش ہونگا کہ تم میرے ہر عضو خون میں بھرا ہوا خاک میں رُلتا ہو " اور بالآخر یونہی ہوا ۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کسی شہر میں گذرے ایک کسبی خوبصورت اپنے دروازے پر کھڑی تھی سید صاحب گھوڑے پر سوار جا رہے تھے ۔ آپنے ایک نظر اُسکی طرف دیکھا اور پھر چلدیے تو وہ رنڈی بے تحاشا دوڑی اور گھوڑے کے قدموں میں گر پڑی کہ حضرت برائے خدا مجھے افعال ناشائستہ سے توبہ کراؤ اور بیعت کر لو ۔" حضرت نے توبہ کرائی اور اُس سے دریافت کیا کس سے نکاح کرنا چاہتی ہے ؟ اُس کا کوئی آشنا تھا اُس نے اُس کی نسبت کہا اُس شخص نے انکار کر دیا تب اُسی وقت قافلہ والوں میں سے کسی شخص کے ساتھ حضرت نے اُس کا نکاح کر دیا اور قیامگاہ پر پہنچکر فرمایا کہ لوگو جو کچھ تمنے دیکھا اسپر تعجب نہ کرنا اگر کوئی شخص اس سے زیادہ بھی اپنا اثر دکھائے مگر ہو خلاف سنت ہرگز ہرگز اُس کا اعتبار نہ کرنا ۔

ایک ... دن ارشاد فرمایا کہ ہنگام قیام نانوتہ میں مسمی غلام حسین شیعوں کا مولوی وہ ... سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے جب وہ اندر آیا تو آپ متوجہ ہوئے اسپر جوں ہی اثر پڑا تو وہ بدنصیب جوتیاں بھی وہیں چھوڑ

بھاگا کہ یہ شخص سیّد بڑا جادوگر ہے اور جبتک سیّد صاحب نانوتہ میں مقیم رہے وہ جنگل میں رہا کیا شہر میں نہ آیا۔ (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۹) حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۲۲) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پہلے خادم میاں کریم اللہ تھے۔ جب میاں کریم اللہ کا انتقال ہو گیا۔ تو اُن کی بجائے اُن کے بڑے میاں عیدو شاہ صاحب کی خدمت کرنے لگے یہ میاں عیدو فرماتے تھے کہ جو شخص شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں جامع مسجد (دہلی) کے امام تھے وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک بخاری بزرگ جامع مسجد میں آکر ٹھیرے اور کئی روز تک ٹھیرے رہے یہ صاحب اس قدر نیک تھے کہ ان کا مستحب تک ترک نہوتا تھا۔ اشراق۔ چاشت۔ صلوٰۃ الاوابین تک پر مداومت کرتے تھے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ میں یہاں کے بزرگوں سے ملنے آیا ہوں مگر نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ یہاں کون کون بزرگ ہیں اور نہ یہ کہ وہ کہاں کہاں رہتے ہیں اور نہ میری کسی سے شناسائی ہے کہ وہ رہبری کرے میں نے کہا کہ یہاں کے بزرگوں سے میں آپ کو ملاؤں گا مگر اتنی درخواست ہے کہ آپ عارف ہیں جن جن بزرگوں کی جو جو کیفیت جناب کو معلوم ہو اُس کو مجھ سے بیان فرما دیا جاوے اُنہوں نے اس کو منظور فرمایا۔ میں اول ان کو شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں لیگیا۔ شاہ غلام علی صاحب بہت مدارات سے پیش آئے اور یہ بزرگ اُن کی خدمت میں دیر تک رہے جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے دریافت کیا کہ حضرت فرمائیے کیا کیفیت ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو۔ بہت بڑا شخص ہے میں کوئی ولایت نہیں دیکھتا جس میں اُس کے طریقت کی مہر نہ پہنچی ہوں۔ اس کے بعد میں ان کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بھی دیر تک بیٹھے جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان کی کیفیت بیان فرمائیے اُنہوں نے فرمایا اللہ اکبر یہ تو شاہ غلام علی سے شریعت میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور طریقت میں بھی ان کی شریعت کی مہر نہیں تمام عالم میں دیکھتا ہوں

اوران کو اللہ تعالیٰ ایک زمانہ تک قائم رکھے گا۔ اس کے بعد میں ان کو شاہ عبدالقادر
صاحب کی خدمت میں لیگیا۔ وہاں بہت ہیبت زدہ بیٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھے وہاں
سے واپسی میں میں نے اُن کی کیفیت دریافت کی تو اُنہوں نے فرمایا کہ ان کی حالت
میں کچھ نہیں بیان کرسکتا کیونکہ جب میں نے اکبری مسجد کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہے تو
جو کچھ میرے پاس تھا سب سلب ہوگیا اور میں کورا رہگیا۔ اور جب واپس ہوکر سیڑھیوں
پر آیا تو پھر مجھے مل گیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳) قولہ سب سلب ہوگیا **اقول** یہ مغلوبیت
ہوتی ہے بشکل مسلوبیت جیسے نورکواکب نورشمس سے کالعدم ہوجاتا ہے (شت)

حکایت (۱۴۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ
غلام علی صاحب جب ابتدا میں دہلی آئے ہیں تو جامع مسجد میں شرقی دروازے کے
اوپر شمالی سہ دری میں ٹھیرے کئی وقت ہوگئے۔ مگر کسی نے کھانے کو نہ پوچھا اور یہ
فاقہ سے رہے۔ کئی وقت کے بعد ایک شخص ایک بڑی قاب میں مرغ کی بریانی لایا۔
اور شاہ غلام علی صاحب کو مسافر سمجھ کر دیدی اس وقت کا دستور تھا کہ برتن واپس
نہ لیتے تھے اس لئے اُس نے قاب بھی واپس نہ لی جب اُنہوں نے کھانا کھایا تو کچھ
کھانا بچ رہا ان کو خیال ہوا کہ اس کو رکھدیا جاوے۔ دوسرے وقت کام آویگا۔ یہ خیال
کرکے اُنہوں نے رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور رکھنا ہی چاہتے تھے کہ معًا ان کو خیال
ہوا کہ رکھنا نہیں چاہئے بلکہ کسی اور حاجتمند کو دیدینا چاہئے جس خدا نے اس وقت دیا
ہے وہ دوسرے وقت بھی دیگا یہ خیال کرکے وہ نیچے اُترے اور دروازہ سے باہر
کسی حاجتمند کو دینے کے لئے گئے۔ جب یہ دروازہ سے نکلے ہیں تو ایک مجذوب نے
اُن کی طرف مخاطب ہوکر کہا خوب سمجھا بے سالے یہ ٹھری تھی کہ اگر یہ صرف قاب کو
ٹیک دے تو سالے کو بھوکا مار ڈالو۔

حاشیہ حکایت (۱۴۴) قولہ یہ ٹھیری تھی **اقول**۔ ہر ایک کے ساتھ
جُدا معاملہ ہے اس سے ادخار کا منافی توکل ہونا لازم نہیں آتا (شت)

حکایت (۱۴۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ غلام علی
صاحب بہت کریم النفس تھے لوگ ان کی کتابیں چرا کر لیجاتے اور پھر ان ہی کے ہاتھ بیچتے

Marfat.com

کیلئے آتے کتابوں کا داروغہ دیکھتا اور کہتا کہ حضور یہ کتاب تو آپ ہی کی ہے۔ دیکھئے اس پر آپ کا بھی نام لکھا ہوا ہے اور میرا بھی آپ فرماتے کیا دنیا میں میرے اور تیرے نام کا کوئی اور شخص ہے ہی نہیں۔ نہیں ہماری کتاب نہیں ہے اسی کی ہے مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتے اور وہ کتاب اُسی کو دیدیتے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۵) قولہ کیا دنیا میں **اقول** یہ ہے علم و عمل لاتقف مالیس لک بہ علم کا (**تشت**)

حکایت (۱۲۶) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب شاہ رفیع الدین صاحب کے شاگرد تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی کچھ پڑھا تھا۔ جب شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ عرض و معروض کرنی ہوتی تو عرضی لکھا کرتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۶) قولہ عرضی لکھا کرتے تھے **اقول** ادب کا یہ بھی ایک رنگ تھا دوسرا رنگ عرضی کو حجاب سمجھ کر زبان سے عرض کرنا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست (**تشت**)

(منقول از امیر الروایات)

(۱۰) مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۲۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد حسن مرادآبادی کے والد مولوی احمد حسن شاہ عبدالغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے مگر اعمال وغیرہ میں بدعات کا رنگ تھا۔ قوالی سُنتے تھے عرسوں وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے اس وجہ سے شاہ عبدالغنی صاحب نے ان کو حدیث کی سند بھی نہ دی تھی اسی زمانہ میں خورجہ میں ایک شخص یعقوب خاں نام تھے یہ شخص فارسی میں نہایت قابل اور اُردو کے بہت اچھے شاعر تھے۔ میر کے رنگ میں شعر کہتے تھے مگر ان کا دیوان مرتب نہیں ہوا یہ کہا کرتے تھے کہ پر خار میں یا میر گیا ہے یا میں اور میر کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ماجرا برہنہ پائی کا ہمارے مجنوں
خار سے پوچھ کہ سب لوک زباں ہے اسکو

اور اپنے یہ شعر پڑھتے تھے ؎

نکلے خاروں سے ذرا نہ نوبت نہ ملی
آبلے پھوٹ پھوٹ کر روئے

Marfat.com

ایضاً	ہم نے چاہا کہ اٹھیں دشت جنوں سے یعقوب		آبلے پاؤں پڑے خار نے دامن پکڑے
"	فرہاد نہ پوچھ سختی ہجر		دن آج پہاڑ سا کٹا ہے

یہ یعقوب خاں خاندان عزیزی کے عقاید پر تھے اور مراد آباد میں داروغہ تھے ایک روز یہ اپنے دروازہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مولوی احمد حسن صاحب قوالی میں سے تشریف لائے انہوں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کہاں سے آرہے ہو فرمایا کیا بتاؤں کہاں سے آرہا ہوں جوتیاں مار کے آرہا ہوں گوہ کھا کے آرہا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۲۷) قولہ کیا بتاؤں **اقول** اس کی وجہ مولوی احمد حسین صاحب مرحوم مراد آبادی کی حکایت میں آئی ہے۔

حکایت (۱۲۸) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ بھی مولانا گنگوہی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ عبد الغنی صاحب کے یہاں کئی وقت کا فاقہ ہوا اُس کا تذکرہ ان کی ماما نے کہیں کر دیا۔ اُس کی خبر کسی ذریعہ سے مفتی صدر الدین خاں صاحب کو بھی ہو گئی مفتی صاحب نے تین سو روپیہ شاہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ شاہ صاحب نے واپس کر دیئے اس پر مفتی صاحب وہ روپیہ لیکر خود حاضر ہوئے اور تخلیہ میں روپیے پیش کئے اور فرمایا کہ شاید حضور کو خیال ہو کہ یہ صدر الصدور ہے رشوت لیتا ہوگا اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا بلکہ یہ روپیہ میری تنخواہ کے ہیں آپ ان کو قبول فرما لیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو یہ وسوسہ بھی نہیں گذرا کہ تم رشوت لیتے ہوگے میں تمہاری نوکری کو بھی اچھا نہیں سمجھتا اور اس لئے میں اُن کے لینے سے معذور ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۲۸) قولہ خود حاضر ہوئے **اقول** اس سے جناب مفتی صاحب کا بھی کمال ادب و محبت دینی ثابت ہوتی ہے کہ واپسی کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر متغیر نہیں ہوئے۔ پھر نیازمندانہ حاضر ہوئے اور کمال خلوص سے تخلیہ میں پیش کیے۔ پھر دوبارہ واپس کر دینے اور نوکری کو ناجائز کہنے پر ناگواری نہیں ہوئی۔ یہ اُس زمانہ کے دنیاداروں کا حال تھا (شت)

حکایت (۱۲۹) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مفتی صدر الدین خاں صاحب نے شاہ عبد الغنی صاحب کے یہاں سے کچھ کتابیں مستعار منگائیں شاہ صاحب نے بھیجیں جلدیں شکستہ تھیں مفتی صاحب نے واپسی کے وقت نئی جلدیں بندھوا کر واپس فرمادیں

Marfat.com

جب شاہ صاحب کے پاس کتابیں پہنچیں شاہ صاحب نے جلدیں توڑ کر مفتی صاحب کے پاس واپس فرمادیں اور کہلا بھیجا ہمارے وہی پرانے پٹھے بھیجدو۔

حاشیہ حکایت (۱۲۹) احقر نے یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی سے اس اضافہ کے ساتھ سُنی ہے کہ جناب مفتی صاحب نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ یہ جلدیں اپنی تنخواہ سے بھی نہیں بنوائیں بلکہ اپنے بزرگوں کے ترکہ سے بنوائی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے مولانا گنگوہی سے فرمایا کہ جب مفتی صاحب ایسا کہتے ہیں تو پھر کیوں شبہ کیا جاوے اسکے کچھ دیر بعد اُن جلدوں کو توڑ ڈالا اور فرمایا دل قبول نہیں کرتا (ر ش ت)

(منقول از امیر الروایات)

اضافہ از مولانا محمد نبیہ صاحب

حکایت (۱۴۰) مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اُستاد مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس قدر نفس سے دوری ہے اُسی قدر قرب حق تعالیٰ حاصل ہے (از تحریرات بعض ثقات) (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

حکایت (۱۴۱) ایک بار ارشاد فرمایا کہ [illegible] استاد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا سینکڑوں مرید تھے اور ان میں اکثر امراء اور بڑے آدمی تھے مگر آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ ایک روز آپ کے ہاں کئی روز کا فاقہ تھا۔ خادمہ کسی بچہ کو گود میں لئے ہوئے [illegible] مفتی صدر الدین صاحب [illegible] بچہ کا چہرہ [illegible] سے پوچھا بچہ کیسا ہے اس کا رنگ کیوں متغیر ہے [illegible] کے ہاں کئی وقت سے فاقہ ہے مفتی صاحب [illegible] کے ہاتھ ڈیڑھ سو روپیہ (باسکہ) [illegible] قبول فرمالیجئے۔ [illegible] حضرت شاہ [illegible] ہی کہاں جانے تھے؟ یہ تو بولیا اس [illegible]

ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے کہدیا تھا آپ نے اُس کو بُلایا اور فرمایا نیک بخت اگر
فاقہ کی برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو مگر خدا کیلئے ہمارا راز افشا نہ کرو۔

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۱۱) میانجی عظیم اللہ صاحب خادم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی حکایت

حکایت (۱۳۲) خانصاحب نے فرمایا میانجی عظیم اللہ ایک شخص تھے جو خورجہ کے رہنے والے تھے پڑھے لکھے چنداں نہ تھے معمولی فارسی جانتے تھے اور لڑکے پڑھایا کرتے تھے مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کے صحبت یافتہ اور اُن کے مُرید تھے اس لیے دین میں ان کی سمجھ نہایت اعلیٰ تھی اُنھوں نے ایک مرتبہ تصور شیخ کے متعلق تقریر کی اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت افاضہ نہایت کامل تھی اس لئے صحابہ کی اصلاح باطن کیلئے صرف آپ کی تعلیم کافی تھی اور اُن کو اشغال متعارفہ بین الصوفیہ کی ضرورت نہ تھی اور بدون اِن اشغال کے اصلاح ہو جاتی تھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد رفتہ رفتہ یہ قوت مضمحل ہوتی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صوفیہ کو اصلاح باطن میں اشغال متعارفہ مثل ذکر بالجہر و حبس دم و پاس انفاس وغیرہ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اُنھوں نے اشغال متعارفہ سے کام لیا۔ یہ اشغال جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے اس لئے بدعت ہیں مگر بدعت فی الدین نہ تھے بلکہ بدعت للدین تھے۔ یعنی ان امور کو دین میں داخل نہیں کیا گیا تھا بلکہ جو امور شرعًا مامور بہ تھے اُن کو اُن کی تحصیل کا ذریعہ بنایا گیا تھا اور اس لئے یہ اشغال للدین تھے نہ کہ داخل دین۔ اس کو یوں سمجھو ایک طبیب نے نسخہ میں شربت نبفشہ لکھا مریض کو شربت نبفشہ کی ضرورت ہے مگر بازار میں شربت نبفشہ نہیں ملتا اس لئے وہ لکڑیاں لاتا ہے آگ جلاتا ہے۔ دیگچی لاتا ہے شکر لاتا ہے لاتا ہے نبفشہ وغیرہ لاتا ہے اور شکر و نبفشہ وغیرہ کو دیگچی میں ڈال کر آگ پر پکاتا ہے

Marfat.com

اور شربت بنفشہ تیار کرکے نسخہ کی تکمیل کرتا ہے تو یہ لکڑیاں لانا آگ جلانا وغیرہ زیادہ فی النسخہ نہیں بلکہ لتکمیل النسخہ ہیں اسی طرح سمجھو کہ تحصیل مرتبہ احسان اور اصلاح نفس شرعاً مامور بہ ہیں اور شریعت نے ان کا کوئی طریق خاص معین نہیں فرمایا اس لئے یہ مامور بہ جس طریق مباح سے بھی حاصل ہو اس طریق کو اختیار کیا جائیگا اور وہ طریق خاص خود دین نہ ہوگا مگر ذریعہ دین ہوگا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ آدمی کیلئے سینکڑوں بت ہیں جو اس کو توجہ الی الحق سے مانع ہیں کہیں اس کا دل مال میں الجھا ہوا ہے کہیں جاہ میں کہیں جورو میں کہیں اولاد میں کہیں معشوق میں الی غیر ذلک غرضکہ اس کا ایک دل ہزاروں مطلوبات میں مشغول ہے اور یہ مشغولی اسکو توجہ الی الحق سے مانع ہے جب مشائخ نے جو اطباء روحانی ہیں اس مانع کو محسوس کیا تو اس کا علاج تصور شیخ تجویز کیا تاکہ اس کا قلب سب طرف سے ہٹکر ایک مرکز پر آٹھیرے اور اس میں مقصود اصلی کی طرف توجہ کی استعداد پیدا ہو جاوے اور گو یہ تصور خود بھی بت یعنی غیر مقصود تھا مگر بضرورت جمع خاطر اس کو اختیار کیا گیا تھا۔ جب اُنکے خیالات و افکار ایک مرکز پر جمع ہوکر اس قابل ہو جاتے تھے کہ وہ مقصود اصلی وحقیقی یعنی حضرت حق کی طرف متوجہ ہو سکیں تو اس بت کو بھی توڑ دیتے تھے اور تصور شیخ کو بیچ میں سے ہٹا کر اس قلب کو براہ راست حق تعالیٰ سے وابستہ کر دیا جاتا تھا یہ اصلی غرض تھی تصور شیخ کی۔ اور یہ مقصد تھا اس کا اب بعد کے لوگوں نے تصور شیخ کو جو حقیقت میں بت مگر ذریعہ تھا استعداد توجہ الی الحق کا مقصود اصلی بنالیا اور اسی پر جم کر رہ گئے اور وہ بجائے ذریعہ توجہ الی الحق ہونیکے (اور موانع سے بھی زیادہ) توجہ الی الحق سے مانع تام ہو گیا۔ جب سید صاحب پر یہ منکشف ہوا کہ اب تصور شیخ موصل الی الحق نہیں رہا بلکہ حق سے مانع ہو گیا ہی تو انہوں نے اس کو منع فرمایا اور نہایت سختی کیسا تھ روکا یہ وجہ تھی سید صاحب کے تصور شیخ سے انکار کی۔

حاشیہ حکایت (۱۳۲) قولہ اس کا علاج تصور شیخ الخ اقول تفصیل ہے اسی تحقیق کی جو حواشی حکایت بالا میں اجمالاً بیان کی گئی ۔ ش ت

(۱۲) مولوی شاہ محمد عمر صاحب صاحبزادہ مولنا شہید رح کی حکایات
(منقول از ابرالروایات)

حکایت (۱۳۳) خانصاحب نے فرمایا کہ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں نواب

مصطفےٰ خاں کے مکان پر اپنے پھوپھا کے ساتھ موجود تھا اور وہاں مفتی صدر الدین خاں اور مرزا غالب بھی موجود تھے۔ مفتی صدر الدین خانصاحب نے مولوی محمد عمر صاحب ابن جناب مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا ایک قصہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ مشہور تھا کہ مولوی محمد عمر صاحب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیارت ہوتی ہے۔ اس پر میں اور امام صاحب جامع مسجد اور دو دوسرے اشخاص نے اصرار کیا کہ ہمکو بھی زیارت کرا دیجئے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب نے منظور نہ کیا لیکن ہم نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب آپ کو مورچھل جھل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدر الدین آؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لو اور بعینہ یہی خواب امام صاحب نے دیکھا اور بعینہ اسی طرح ان دو دوسرے اشخاص نے دیکھا جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کی طرف چلا تاکہ ان سے یہ خواب بیان کروں اور وہ اپنا خواب بیان کرنے کیلئے میری طرف چلے اور وہ دو دوسرے اشخاص بھی ہماری طرف چلے اتفاق سے راستہ میں ایک مقام پر ہم سب مل گئے۔ اور میں نے کہا کہ میں تمہارے پاس جا رہا تھا رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا ہم تمہارے پاس آ رہے تھے ہم نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے۔ اب ہم سب ملکر مولوی محمد عمر صاحب کے مکان پر آئے تو اس وقت مولوی صاحب اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہے تھے ہم نے ان سے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں اور یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳) مولوی محمد عمر صاحب مجذوب تھے اس لئے انکے ان افعال کی (کہ ایک ہی رات میں سب کو ایک ہی خواب نظر آنا اور یہ کہنا کہ میں ایسا نہیں ہوں اور بھاگ جانا) حقیقت معلوم ہونے کی ضرورت نہیں یہ ضرورت سالکین کے اقوال وافعال میں ہوتی ہے (ش ت)

حکایت (۱۴۴) خانصاحب نے فرمایا کہ اسی مجلس میں نواب مصطفےٰ خاں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالاخانہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور بلا مزامیر کے گانا ہو رہا تھا۔ اتفاق سے مومن خاں کہیں سے مولوی محمد عمر صاحب کو پکڑ لائے۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔ مگر مومن خاں نہیں مانتے تھے

Marfat.com

آخر لاکر اس جلسہ میں ان کو بٹھا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد عمر صاحب نے ایک بہت ہی معمولی حرکت کی اُس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر سب کو شبہ ہو گیا۔ یہ بھی خیال ہوا کہ شاید ان کی جنبش کا اثر ہو اور یہ بھی کہ شاید زلزلہ ہو۔ اس پر سب کی توجہ مولوی محمد عمر صاحب کی طرف ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں اُنھوں نے دوبارہ حرکت کی جو پہلی حرکت سے زیادہ تھی اس سے مکان پھر ہل گیا اور پہلے سے زور سے ہلا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ یہ انہی کی حرکت کا اثر ہے۔ تھوڑی دیر میں ذرا اور زور سے حرکت کی تو اس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی اور کڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشہ آلات رکھے تھے وہ کھن کھن کھن کرنے لگے۔ اس پر کسی نے کہا کہ مولوی محمد عمر یہ کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے مت بٹھاؤ۔ اور یہ کہکر اُٹھ کر چلدیے۔

حاشیہ حکایت ۱۳۴) یہاں بھی اُسی مضمون کا اعادہ کرتا ہوں جو حاشیہ حکایت بالا میں گذرا (ش) (منقول از امیر الروایات)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

حکایت (۱۳۵) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا شاہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید کے صاحبزادے تھے اور مجذوب تھے ایک بار جامع مسجد [illegible] میں اکبر خاں غیر مقلدی کا بانی وعظ کر رہا تھا جمعہ کے بعد حضرت مولانا محمد عمر صاحب اس کے پاس وعظ سننے کو تشریف لے گئے لوگوں نے کہا بھی کہ حضرت یہ غیر مقلد ہے آپ نے فرمایا "پھر کیا ہوا قرآن و حدیث رسول ہی تو بیان کرتا ہے" غرض شاہ صاحب مراقب ہو کر وعظ میں بیٹھ گئے جب تک وہ حدیث پڑھتا رہا خاموش بیٹھے سنتے رہے ایک حدیث کے بعد اکبر خاں کی جو شامت آئی تو اس نے کہا "اگر ابو حنیفہ بھی ہوتے تو اس حدیث کا مطلب ہم انہیں سمجھا دیتے" بس شاہ صاحب نے کہا ارے تیری [illegible] سر اٹھا کر [illegible] کو مطلب سمجھاتا [illegible] [illegible] تھا کہ اس [illegible] جوتی نکالی صاحب [illegible] اکبر خاں سے [illegible] اس کے ہمراہ تھے شاہ صاحب کے مقابلہ کو تیار ہوئے مگر اکبر خاں نے روکا کہ یہیں میں صاحبزادہ ہیں۔

حکایت (۱۳۶) ایک بار شاہ محمد عمر صاحب جا رہے تھے اندھیری رات تھی

پہرہ والے نے ٹوکا کہ کون جاتا ہے؟ شاہ صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ پہرہ والے نے پھر پوچھا کہ کون ہے؟ تب فرمانے لگے "تجھے معلوم نہیں ہوتا آفتاب نکلا ہوا" اس جواب پر پہرے والے نے مارنا شروع کیا کسی نے اتفاق سے پہچان لیا اور کہا ارے یہ تو مولٰنا محمد عمر صاحب ہیں۔ اس پر پہرہ والے نے بھی معذرت کی کہ حضرت میں نے پہچانا نہ تھا شاہ صاحب نے فرمایا "کچھ نہیں میاں کچھ نہیں" اور چلے گئے۔

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۱۳) میاں نذیر حسین صاحب مرحوم کی حکایت

حکایت (۱۳۷) خانصاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولوی عبدالرب صاحب کے والد مولوی عبدالحق صاحب شاہ اسحٰق صاحب کے شاگرد اور مولوی نذیر حسین صاحب کے خسر تھے مولوی نذیر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ اسحٰق صاحب سے نہیں پڑھی۔ جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے نواب قطب الدین خانصاحب نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذیر حسین صاحب کو حدیث کی سند دیدیجئے کیونکہ اس وقت مولوی نذیر حسین صاحب سے اور نواب صاحب سے بہت دوستی تھی۔ شاہ صاحب نے اُن کی سفارش سے اُن سے ہر کتاب کے ابتدا کی کچھ کچھ حدیثیں سُنکر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دی۔

حاشیہ حکایت (۱۳۷) قولہ کچھ کچھ حدیثیں الخ اقول ایسی سند برکت ہے اجازت نہیں (ش ت)

(منقول از امیر الروایات)

(۱۴) حکیم خادم علی صاحب مرحوم کی حکایات

حکایت (۱۳۸) خانصاحب نے فرمایا کہ حکیم خادم علی صاحب فرماتے تھے کہ یہ لوگ (صوفیہ زمانہ) لا معبود الا اللہ لا موجود الا اللہ لا محبوب الا اللہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اور جملہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر ایک خدا

Marfat.com

واحد کو اپنا معبود اپنا مقصود اپنا مطلوب اپنا محبوب بنالیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود اس تعلیم کے یہ لوگ قبر پرستی کیسے کرتے ہیں پھر فرمایا کہ بعض صحابہ نے ملوک عجم میں سجدہ کی رسم دیکھ کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور لوگ سلاطین کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپکو سجدہ کیوں نہ کریں آپ تو سلاطین عجم سے کہیں زیادہ سجدہ کے مستحق ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا میری قبر پر گذر ہو تب بھی تم مجھے سجدہ کروگے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اب سجدہ کس لئے کیا جاوے اب بھی نہ ہونا چاہیئے کیونکہ فانی سجدہ کا مستحق نہیں ہے اور سجدہ کا مستحق صرف حی قیوم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کو سجدہ کرنا زندہ سے زیادہ خلاف عقل ہے اور اس کی شناخت اس قدر ظاہر ہے کہ وہ صحابی جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کی درخواست کرتے ہیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کو بھی سجدہ کرنا خلاف عقل اور برُا سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کی موت محض صوری ہے اور ایسی نہیں جیسے غیر انبیاء کی موت۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ قبور اولیاء اللہ کو سجدہ کرنا کیونکر معقول ہو سکتا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۳۸) نہایت لطیف و لاجواب تقریر ہے مگر یہ سوال باقی ہے کہ پھر اس کا وقوع ہی کیوں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اہل ضلال نے ان دونوں میں منافات نہیں سمجھی بلکہ قریب قریب اتحاد و حلول کا عقیدہ کر کے ان کو غیر نہیں سمجھا تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (شت)

حکایت (۱۳۹) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حکیم خادم علی صاحب اپنی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ رمضان کا زمانہ اور افطار کا وقت تھا آپ نے روزہ افطار فرمالیا۔ اتنے میں چند رافضی آئے اور آکر کہا قسم ہے امام حسین کی اسوقت آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو آفتاب غروب ہو چکا تھا انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ آفتاب ہرگز غروب نہیں ہوا تھا اس پر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے قلوب میں دین اور ایمان ہے۔ ہماری شہادت قلب غلط نہیں ہے آفتاب غروب ہو چکا ہے اور اگر تمہیں اس میں کچھ تردد ہو تو کل کو مجھے ایک کوٹھری میں بند کر دینا اور تم لوگ آفتاب کو دیکھتے رہنا۔ جس وقت آفتاب غروب ہوگا میں تمہیں اطلاع کر دوں گا اس وقت۔

تمہیں تصدیق ہو جاویگی اُنہوں نے اس دعوے کو عجیب سمجھ کر کہا بہت اچھا اگلے روز غروب آفتاب سے پہلے حکیم صاحب کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا اور خود چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب کو دیکھنے لگے۔ جب آفتاب غروب ہوا حکیم صاحب نے فوراً اندر سے اطلاع کی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اُس وقت اُن کو اُنکے دعوے کی تصدیق ہو گئی۔

حاشیہ حکایت (۱۳۹) قولہ آفتاب غروب ہو گیا ہے **اقول** یہ کرامت ہے کہ یہ خبر مطابق واقع کے ہوئی مگر یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس کو من حیثیت الکرامت حجت سمجھتے تھے بلکہ من حیثیت الدلیل تحری حجت ہے (رشت)

(منقول از امیر الروایات)

(۱۵) شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۴۰) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب نے ایک مرتبہ اپنی خانقاہ کی مسجد میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد ایک شخص اُٹھا اور خانقاہ کے لوگوں کو اُس نے دو دو پیسے دینے شروع کئے شاہ صاحب کے کسی صاحبزادے کو بھی اُس نے دینے چاہے تو اُنہوں نے ہاتھ کھینچ لیا ان کا ہاتھ کھینچنا شاہ احمد سعید صاحب نے دیکھ لیا اس پر آپ نے صاحبزادے پر عتاب فرمایا اور فرمایا کہ دو پیسے تھے اس لئے ہاتھ کھینچ لیا اگر سو روپے ہوتے تو جھٹ سے لیکر رکھ لیتا وہ سو روپے بھی تو خیرات ہی ہوتے ان کو کیوں لے لیتا یہ فرما کر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ لاؤ مجھے دو اور آپ نے دو پیسے لیکر رکھ لئے اور فرمایا میاں ہم تو خیرات ہی کھانے والے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۴۰) قولہ دو پیسے لیکر رکھ لئے **اقول** یہ ہے قدردانی نعمت حق کی اور جس حرکت پر عتاب فرمایا وہ استغنا ہے نعمت حق سے جس کی نفی شکر طعام کی حدیث میں آئی ہے غیر مودع ولا مستغنی عنہ ربنا (رشت) (امیر الروایات)

(۱۶) مولانا عبدالحی صاحب بھلتی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۴۱) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ جب سید صاحب جہاد کو تشریف لیجانے

Marfat.com

ہوئے پھلت پہنچے ہیں تو وہاں سے وانگی ہیں مولوی عبدالحی صاحب اور اُنکے والد بھی مشایعت میں تھے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب کے والد نے مولوی صاحب کو جہاد کے لئے جانے کی اجازت نہ دی تھی جب پھلت سے ایک میل نکلکر سید صاحب نے مشایعت کرنے والوں کو رخصت کیا۔ تو مولوی عبدالحی صاحب سے بھی فرمایا کہ مولانا آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں ہے آپ بھی رخصت ہو لیجئے۔ غرض سید صاحب نے اُن کو رخصت کیا۔ اور رخصت کرکے آپ تشریف لیچلے۔ جب آپ تشریف لے چلے تو مولوی صاحب بیتاب ہوگئے اور یہ کہکر کہ ہائے سید صاحب مجھے چھوڑ گئے سر پر خاک ڈالنی شروع کی اور زمین پر لوٹنے لگے۔ جب اُنکے والد صاحب نے اُن کا یہ اضطراب دیکھا تو مجبوراً ان کو اجازت دینی پڑی۔ جب اُن کے والد نے اجازت دیدی تو وہ بھاگے اور بھاگ کر سیّد صاحب سے جاملے۔ یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۴۱) قولہ آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں الخ اقول غیر واجبات میں والد کی اطاعت مقدم ہے شیخ کی اطاعت پر اور شیخ کامل بھی اسی ترتیب کا حکم دیتا ہے (شت)

حکایت (۱۴۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی اور مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا۔ کہ سیّد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی دینی معاملہ میں مولوی عبدالحی صاحب کو غصہ آتا ہے تو اُس وقت انوار الٰہیہ کی بارش ہوتی ہے اور جب کبھی مولوی صاحب کو غصہ آتا تھا۔ تو سید صاحب مولوی صاحب کے پیچھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب سید صاحب کے لشکر میں قاضی تھے اور مقدمات کا فیصل کرنا اور عاملوں کا مقرر کرنا آپکے متعلق تھا۔ ایک مرتبہ کسی ولایتی نے کسی ہندوستانی کے تھپڑ ماردیا اُس نے مولوی صاحب کے یہاں نالش کی۔ مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعی مدعا علیہ کے تھپڑ مارے۔ مگر اس ولایتی مدعا علیہ نے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ اس پر مولوی صاحب کو نہایت غصہ آیا اور جوش غیض میں کھڑے ہوگئے سید صاحب حسب عادت آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ جب آپ نے یہ رنگ دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا کہ مبادا بات بڑھ جائے اور ولایتی لوگ بگڑ جائیں۔ اور جہاد کا معاملہ

Marfat.com

مختل ہوجاوے اور یہ خیال کرکے مدعی کو اشارے سے بلایا اور بلاکر اس سے کہا کہ تو مولوی صاحب سے کہدے کہ میں نے خدا کے واسطے اپنا حق اپنے مسلمان بھائی کو معاف کیا۔ اس نے مولوی صاحب سے اسی طرح کہدیا۔ اس کے یہ کہتے ہی مولوی صاحب کا غصہ بالکل فرو ہوگیا۔ اور ایسے ہو گئے جیسا کہ غصہ آیا ہی نہ تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۲) قولہ انوار آلہیہ الخ **اقول** غضب اللہ میں انوار ہوتے ہیں اور حدیث میں جو غضب کو مفسد ایمان فرمایا ہے وہ غضب النفس ہے (**شت**)

حکایت (۱۴۳) خانصاحب نے فرمایا کہ سفر حج میں یا جہاد میں مولوی عبدالحی صاحب کی بیوی انکے ساتھ تھیں اور دوسرے لوگوں کی بیویاں بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ ایک مقام پر پردہ کا انتظام کرکے اُنھوں نے اپنی بیوی کو اُتارا اور اُس سے نماز پڑھوائی اور ساتھیوں سے فرمایا کہ صاحبو دیکھ لو۔ عبدالحی کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے۔ اس پر اور لوگوں نے بھی اپنی اپنی بیویوں سے نماز پڑھوائی۔

حاشیہ حکایت (۱۴۳) قولہ دیکھ لو **اقول** میں نے کسی سے سُنا ہے کہ وہ برقع میں تھیں۔ یہ لفظ دیکھ لو بھی اس پر دال ہے مطلب یہ تھا کہ عرفی پردہ ایسے موقع پر نہیں شرعی پردہ کافی ہے کیونکہ بہلی میں نماز کی کوئی صورت نہیں قیام ممکن نہیں اور قعود جائز نہیں (**شت**)

حکایت (۱۴۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب جہاد میں شہید نہیں ہوئے بلکہ اپنی موت سے انتقال فرمایا ہے۔ جب اُن کا انتقال ہونے لگا ہے تو اُنھوں نے سید صاحب سے عرض کیا۔ کہ سید صاحب شہادت تو میری قسمت میں نہ تھی اب اتنی تمنا ہے کہ آپ اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھدیجئے کہ اسی حالت میں میری جان نکل جاوے سید صاحب نے فرمایا کہ میرا پاؤں اس قابل کہاں ہے کہ آپکے سینہ پر ہو اور آپ نے اُنکی تسلی کیلئے اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر رکھدیا اور اسی حالت میں اُن کا انتقال ہوگیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۴) قولہ اپنا قدم مبارک **اقول** کیا انتہا ہے عقیدت کی اور اس عقیدت پر جب اظہار حق کا وقت ہوتا تو خود سید صاحب اُن کا بیحد ادب فرماتے تھے چنانچہ حکایت (۱۴۲) میں گذرا ہے کہ مولوی صاحب کے غصہ کے وقت

Marfat.com

سید صاحب اُن کے پیچھے چھپ جاتے تھے۔ ٥

وزیرے چنیں شہر یارے چناں ∴ جہاں چوں نگیرد قرار چناں

(امیر الروایات) (ثشت)

(۱۷) شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۴۵) خانصاحب نے فرمایا اسی جگہ ذراسی بات اور لکھوانا چاہتا ہوں مفصل قصہ کسی دوسری جگہ لکھواؤں گا وہ مفصل حکایت (۱۴۷) میں مذکور ہے) شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی سے کسی نے کہا کہ آپ تو بڑے کمال کے آدمی ہیں اور کمال باطن میں سید صاحب سے گھٹے ہوئے نہیں بلکہ بڑھے ہوئے ہیں پھر آپ سید صاحب پر اس درجہ کیوں مٹ گئے کہ آپ بھی مُرید ہوئے اور اپنے مریدوں کو بھی اُن سے مُرید کرایا۔ اسکے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سب کچھ ہے مگر ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہ آتا تھا سید صاحب کی برکت سے نماز پڑھنی بھی آگئی اور روزہ رکھنا بھی آگیا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۵) **قولہ** نماز پڑھنی بھی آگئی **اقول** احقر یہ سمجھا ہے کہ عبادت کے کمال کی جو حقیقت ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ اس میں سید صاحب کی صحبت سے قوت بڑھ گئی سید صاحب کی یہ نسبت خاص زیادہ قوی ہوگی گو دوسرے احوال باطنیہ پہلے سے ممکن ہے کہ ان میں سید صاحب سے بھی زیادہ قوی ہوں چنانچہ احقر نے ثقات سے سُنا ہے کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی طرف ہو کر کیفیات و نسبت کا مبادلہ کرتے تھے چنانچہ (۱۴۶) میں آتا بھی ہے۔ (ثشت)

حکایت (۱۴۶) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا نانوتوی سے سُنا ہے کہ سید صاحب سہارنپور تشریف لائے تو لوہنی کی مسجد کی طرف کو نکلے اس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں رہتے تھے جب آپ مسجد کے نیچے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کیا اس مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں ہمراہیوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور ایک بزرگ رہتے ہیں سید صاحب یہ سُنکر مسجد میں تشریف لے گئے اور حجرہ میں جاکر کواڑ لگا لئے جب باہر نکلے تو سید صاحب ہنستے ہوئے نکلے اور شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے اسی قسم کے دو یا تین جلسے اور ہوئے کہ سید صاحب ہنستے ہوئے اور

Marfat.com

شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے چوتھے یا پانچویں جلسہ میں سید صاحب اپنی حالت پر نکلے اور شاہ صاحب روتے ہوئے۔ اس کے بعد شاہ عبدالرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہوئے یہ قصہ بیان فرما کر مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ اول کے جلسوں میں جو سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ صاحب روتے ہوئے نکلے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سید صاحب کی نسبت شاہ صاحب پر غالب تھی اور شاہ صاحب کی نسبت سید صاحب پر اور آخر میں جو سیّد صاحب اپنی حالت پر اور شاہ صاحب روتے ہوئے نکلے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سید صاحب کی نسبت کو غلبہ ہو گیا تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۶) قولہ سیّد صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ صاحب روتے ہوئے الخ **اقول** ۔

بگوشِ گل چہ سخن گفتہ کہ خندان است ٭ بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالان است | (اشت)

حکایت (۱۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے۔ انکی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ تبلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ ان عبداللہ خاں نے شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا کہ مجھے دو عصا مکشوف ہوئے۔ ایک آپکی نسبت کا اور دوسرا سید صاحب کی نسبت کا۔ آپ کی نسبت کا جو عصا تھا وہ نہایت خوبصورت تھا اور سید صاحب کی نسبت کا جو عصا تھا اس درجہ خوبصورت نہ تھا اس سے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی نسبت سیّد صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہے پھر آپ اُن سے کیوں بیعت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ میری نسبت کسی حیثیت سے سید صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہو مگر مجھے پہلے نہ نماز پڑھنی آتی تھی اور نہ روزہ رکھنا آتا تھا۔ سید صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آگئی اور روزہ بھی رکھنا آگیا۔ مولانا گنگوہی اس روایت کو یوں بیان فرماتے تھے کہ عبداللہ خاں نے ایک روز شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا کہ میں نے آپکی اور سید صاحب کی نسبتوں کی طرف توجہ کی تو آپ کی نسبت میں نور اور چمک دمک معلوم ہوئی اور سید صاحب کی نسبت میں اندھیرا۔ اور یہ بات بیان فرما کر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی ہم تو کچھ جانتے نہیں مگر جب حاجی صاحب کے یہاں

Marfat.com

اس قصہ کا ذکر آیا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کی نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی اور ذات بحت کی تجلی میں اندھیرا ہی ہوتا ہے۔

جملہ معترضہ (خانصاحب نے فرمایا کہ امیر شاہ نے مولانا نانوتوی سے دریافت کیا کہ حضرت جب آپ سید صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ تو ان کی نسبت تو سب سے اعلیٰ ہونا چاہیئے۔ پھر ان کی نسبت کا شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت سے گھٹا ہوا ہونا کیا معنی اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ جس بات کے لئے مجدد آتا ہے اس میں اس سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ ہاں دوسری حیثیت سے جیسے ذکر و اشغال وغیرہ اگر اس سے کوئی بڑھ جاوے تو اس کا مضائقہ نہیں) عود الی ما قبل الجملۃ المعترضۃ۔ اس کے بعد خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے مولانا گنگوہی کی روایت اور مولانا نانوتوی کی روایت دونوں کو حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے ضرور مجھ سے سنا ہو گا مگر مجھے یاد نہیں آتا اور مولانا نانوتوی کی روایت کو سنکر فرمایا۔ کہ مولانا نانوتوی کی عبداللہ خاں سے بہت دوستی تھی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے مولانا سے یہ واقعہ بیان کیا ہو۔ مگر مجھے یہ بھی یاد نہیں اس کے بعد خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے بھی اس واقعہ کی نسبت ایک تقریر فرمائی تھی مگر نہ وہ تقریر بعینہ مجھے یاد رہی اور نہ اس کا ماحصل اتنا خیال آتا ہے کہ آپ کی تقریر دونوں روایتوں کی موید تھی۔ مخالف نہ تھی۔

حاشیہ حکایت (۱۴۷) قولہ اندھیرا الخ **اقول** اس کو ظلمت نہ سمجھا جائے یہ بھی نور ہے جیسے آنکھ کی پتلی نور محض ہے اور سیاہ ہے اور یہ تجلی بھی عین نہیں ہوتی مثالی ہوتی ہے جس کو ذات سے خاص مشابہت ہے کہ اس میں وصف غلبہ علی جمیع الالوان ہے اور ذات میں وصف غلبہ علی جمیع الاکوان چنانچہ ہر رنگ کی بوتل اپنے مظروف کے لون سے متغیر ہو جاتی ہے مگر سیاہ بوتل کسی لون سے متغیر نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم (شت)

حکایت (۱۴۸) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب رامپوری فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی سے جو لوگ اُن کے سید صاحب سے بیعت ہونیکے بعد بیعت ہوئے اُن کی حالت نہایت اچھی تھی اور ان پر اتباع سنت نہایت غالب تھا اور جو لوگ سید صاحب کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ اُن کی حالت

Marfat.com

اس درجہ کی نہ تھی نیز مولانا رائپوری نے فرمایا کہ جب شاہ عبدالرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہو چکے تو اُس کے بعد وہ ساڈھورہ تشریف لیگئے اور وہاں تشریف لیجا کر اپنے سابق پیر کے خدام کو و نیز قصبہ کے تمام عوام و خواص کو بُلا کر ایک جلسہ کیا اور اس جلسہ میں آپ نے فرمایا کہ میرے پیر کا عرس گو پہلے بھی ہوتا تھا مگر ترقی اُسے میں نے دی تھی۔ اور موجودہ حالت اُس کی میری کوشش سے ہوئی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے اور میری سمجھ میں اس کی بُرائی آگئی۔ اس لئے میں آپ صاحبان سے درخواست کرتا ہوں کہ اس عرس کو موقوف کر دیا جاوے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب کے پیر کے دو صاحبزادے تھے اُنہوں نے برسر جلسہ کہا کہ یہ حاجی نہیں باجی ہے۔ اس کی کوئی نہ سُنو یہ سُن کر سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب چلے گئے۔ مگر عبداللہ خاں جن کا ذکر نمبر سابق میں آیا ہے نہیں اُٹھے اور بیٹھے رہے۔ شاہ صاحب نے تھوڑی دیر میں فرمایا کہ میاں عبداللہ خاں سب چلے گئے تم کیوں بیٹھے ہو۔ تم بھی چلے جاؤ۔ اس پر عبداللہ خاں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ آپ کے پیر قبر میں سے اُٹھ کر کہیں گے کہ اُٹھ جائیں تب بھی نہ اُٹھوں گا اور پیر تو پیر اگر اُن کے پیر بھی کہیں گے تب بھی نہ اُٹھوں گا اور اسی طرح بہت دور ترقی کرتے چلے گئے۔ غرض اُنہوں نے کہا کہ میں کسی طرح آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

حاشیہ حکایت (۱۴۸) قولہ۔ ساڈھورہ الخ **اقول**۔ غالباً ذہول ہوا ہے امروہہ ہوگا۔ اُن کے پیر سابق کا مزار امروہہ ہی میں ہے **قولہ** اگر یہ آپ کے پیر بھی **اقول** یہ مسئلہ ہے قوم کے نزدیک کہ شیخ کے مقابلہ میں شیخ الشیخ کی اطاعت نہیں ہے۔ ہاں اُس کا معاملہ خود اس شیخ کے ساتھ ہے (**شت**) (منقول از امیر الروایات)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفر لہ و لوالدیہ

حکایت (۱۴۹) ایک دن ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب شہید اور دو شخص اُن کے ہمراہ ہو کر امروہہ شاہ عبدالہادی صاحب کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تین دن تک حضرت کے ہاں مسجد میں مہمان رہے حضرت شاہ صاحب نے اُن کے حال پر کچھ توجہ نہ فرمائی نماز کیلئے مسجد میں آتے اور فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لیجاتے جب اسی طرح تین دن گذر گئے تو دونوں ہمراہیوں نے حضرت حاجی صاحب شہید سے کہا کہ میاں یہ

Marfat.com

ایک امیر آدمی معلوم ہوتے ہیں ہماری طرف بالکل بھی توجہ نہیں کرتے پھر ہم بھی مرید ہو کر کیا کریں گے چلو کوئی دوسری جگہ دیکھیں جہاں فقیری اور درویشی ہو حضرت حاجی صاحب نے جواب دیا بھائی تمہیں اختیار ہے جاؤ میں تو اسی جگہ کا ہو رہا آخر وہ دونوں چل دیئے اسکے بعد جو حضرت حاجی صاحب شہید شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے چیں بجبیں ہو کر آڑے ہاتھوں لیا اور خوب دھمکایا کہ یہاں کیوں پڑے ہو جاتے کیوں نہیں ؟ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو سلسلہ خدام میں داخل فرمالیں۔ شاہ صاحب نے ترشی کے ساتھ جواب دیا "میں ایک امیر آدمی ہوں پان چھالیہ کھاتا ہوں میں بیعت کرنیکے قابل نہیں ہیں تم کو بیعت کرتا ہوں جاؤ کوئی دوسری جگہ دیکھو" حاجی صاحب نے گردن جھکالی اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو بیعت فرما ہی لیں آخر دو چار دن کے بعد حضرت کو یقین ہوا کہ بدون بیعت جائیں گے نہیں تب ظہر و عصر کے مابین حاجی صاحب کو ہمراہ لیکر دریا پر گئے اور دریا کے کنارے ان کو بیعت کیا۔ حضرت حاجی صاحب شہید پر بے اختیار ہنسی کا غلبہ ہوا اور قہقہے لگانے شروع کئے حضرت شاہ صاحب بھی اسی طرح ہنسنے لگے جب عصر کا وقت ہوا تو شاہ صاحب نماز پڑھانے کھڑے ہوئے حاجی صاحب مقتدی تھے مگر دونوں پر ہنسی اس درجہ طاری تھی کہ نماز کی نیت نہ باندھ سکے کتنی مرتبہ نماز کی نیت سے کھڑے ہوئے مگر پڑھ ہی نہ سکے آخر جب وقت تنگ ہونے لگا تو بمشکل نماز پڑھی دو چار روز کے بعد حاجی صاحب حضرت شاہ صاحب سے رخصت ہو کر ایک جگہ اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے چھ ماہ کے بعد جب شاہ صاحب کی زیارت کو امروہہ حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کا وصال ہو لیا تھا یہ ابھی مجاز بھی نہیں ہوئے تھے کہ شیخ کا انتقال ہو گیا۔

اسی طرح حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اول ہی اوّل نجلاسہ میں شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے شاہ صاحب نے اُن کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لو یہ لڈو لیکر جاؤ اور کالا آم کے پہاڑ میں بیٹھکر اپنا کام کرو چنانچہ بموجب ارشاد ... ماہ کالا آم کے پہاڑ میں یاد الٰہی کے اندر مصروف رہے اور درختوں کے ... کے بعد وہ لڈو لیکر نجلاسہ آئے اُنکے پہنچنے سے پہلے شاہ صاحب کا بھی انتقال ہو لیا تھا اُن سے بھی مجاز نہ ہوئے۔

آخر سید احمد صاحب بریلوی جب سہارنپور تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحب ...

بھی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت عطا فرماویں میں ذکر شغل حضرات قادریہ و چشتیہ کے کر چکا ہوں سید صاحب نے فرمایا جبتک ہم سے بیعت نہ ہو گے ہم تمہیں اجازت نہ دیں گے۔ موجب ارشاد سید صاحبؒ آخر بیعت ہوئے اور حضرت سید صاحب نے انکو مجاز فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ شہید فرمایا کرتے تھے کہ سید صاحب میں انوار شریعت بہت زیادہ ہیں جب دونوں حضرات مراقب ہوتے تھے حضرت حاجی صاحبؒ شہید ہنستے تھے اور سید صاحب خاموش رہتے تھے۔

حکایت (۱۵۰) ایک دن ارشاد فرمایا کہ خانقاہ پنجلاسہ میں جو تالاب ہے اس کو حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے کھودا ہے پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوروی نے عرض کیا کہ حضرت پہلے تمام سال تک اس تالاب میں بکثرت پانی رہتا تھا دوسرے تالاب سارے سوکھ جاتے مگر اس کا پانی خشک ہوتا کبھی نہیں دیکھا تھا مگر اب دس بارہ برس ہوئے کہ اس تالاب کو گاؤں والوں نے صاف کیا اور مٹی نکال کر اس کو گہرا کر دیا ہے اسوقت سے یہ بات جاتی رہی اب تو برسات برسات پانی نظر آتا ہے اور بعد میں سوکھ جاتا ہے برسات کے بعد ایک ماہ پورا بھی اس تالاب میں پانی نہیں رہتا حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں جو بات اس تالاب میں تھی جاتی رہی۔ (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۱۸) حضرت میانجیو نور محمد صاحب جھنجھانوی قدس اللہ سرہ کی حکایات

حکایت (۱۵۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا یا مولانا نانوتوی نے اچھی طرح یاد نہیں مگر سنا انہیں سے کسی ایک سے ہے) کہ ایک شخص نہایت خوش گلو تھے اور نعت وغیرہ پڑھا کرتے تھے کسی نے میانجی نور محمد صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ...... یہ شخص خوش گلو ہے اور نعت پڑھتا ہے آپ بھی سن لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ مجھے کبھی کبھی امام بنا دیتے ہیں اور غنا بلا مزامیر میں بھی علماء کا اختلاف ہے اور اس لئے اس کا سننا خلاف احتیاط ہے۔ لہذا میں اس کے سننے سے معذور ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۵۱) قولہ امام بنا دیتے ہیں **اقول** کس قدر ادب ہے منصب امامت کا کہ اختلافات سے بھی احتیاط کی یہ تھے صوفی صافی کہ شریعت کا اس قدر پاس فرماتے تھے (**تشت**) (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۱۵۲) فرمایا کہ جھنجھانہ میں ایک صاحب کشف آئے اور حضرت میاں جی کے مزار پر حاضر ہوئے۔ بعد میں انہوں نے کہا کہ افسوس کس ظالم نے ان کو امام سید محمود کے پاس دفن کر دیا۔ یہ یہاں ادب کی وجہ سے اپنے انوار روکے ہوئے ہیں۔ اگر کسی ویرانے میں ہوتے تو دنیا ان کے انوار سے جگمگا جاتی۔ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ہڈیاں نکالکر دوسری جگہ دفن کرتا۔ پھر ان کے انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۱۱۹) شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس اللہ سرہ کی حکایات

حکایت (۱۵۳) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک شخص پنجابی ڈاکٹر مکہ معظمہ گیا تھا۔ حافظ ...... کی بیوی سے اُن کا نکاح ہو گیا تھا۔ اس نکاح میں کچھ باتیں حضرت حاجی صاحب کی طبیعت کے خلاف بھی ہوئی تھیں اور یہ ڈاکٹر پڑھا لکھا آدمی بھی نہیں تھا چنانچہ میں اسکو مکہ جانے سے پہلے سے جانتا تھا۔ اس ڈاکٹر نے ایک مرتبہ گستاخانہ طور پر حضرت حاجی صاحب سے کہا کہ مجھے آپ کے اندر کوئی کمال نظر نہیں آتا۔ آپ کی شہرت سو یہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کی وجہ سے ہوئی ہے۔ پھر مجھے حیرت ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب آپ سے کس طرح بیعت ہو گئے۔ اللہ رے نفوس قدسیہ کہ اس گستاخی پر ذرا بھی غصہ نہیں ہوا اور مسکرا کے فرمایا کہ ہاں بھائی بات تو بہت ٹھیک کہتے ہو مجھے خود بھی حیرت ہے کہ یہ حضرات میرے کیوں معتقد ہو گئے اور لوگ مجھے کیوں مانتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۵۳) قولہ ہاں بھائی بات تو بہت ٹھیک کہتے ہو

اقول یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ غیر ٹھیک کو کیسے ٹھیک فرمادیا اور ٹھیک بات کیوں نہ بتلادی بات یہ ہے کہ چونکہ ان حضرات کی نظر ہمیشہ کمالات موجودہ سے آگے کے کمالات پر ہوتی ہے اُن کے اعتبار سے اپنے کمالات موجودہ کو کمال نہیں سمجھتے اس اعتبار سے نفی کمال کو ٹھیک فرمادیا۔ باقی اصلی بات کا نہ بتلانا اُس کی وجہ نااہل سے غیرت فی الدین ہے کما قال الشیرازیؒ ؎

بادعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی ٭ بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی۔ (رشت)

حکایت (۱۵۴) خانصاحب نے فرمایا کہ پھلاودہ ضلع میرٹھ میں لاوڑ کے قریب ایک مقام ہے وہاں کے رہنے والے ایک شخص تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ یہ صاحب حافظ عبد الغنی صاحب کے (جو کہ پھلاودہ کے رہنے والے اور مولوی احمد حسن صاحب امروہی کے شاگرد ہیں) دادا کے چھوٹے بھائی تھے اور رئیس بھی تھے ان صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جو بچہ بکری کا پیدا ہوتا تھا میں اُس کی اُون کتروا لیتا تھا اس طرح میں نے اون جمع کرواکے حاجی صاحب کیلئے ایک کملی بنوائی اور اُس وقت تک میں حاجی صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوا تھا بلکہ غائبانہ طور پر معتقد تھا۔ جب میں حج کیلئے گیا تو اُس کملی کو اپنے ساتھ لے گیا ایک جگہ ہمارا جہاز طغیانی میں آگیا اور جہاز میں ایک شور مچگیا میں چھتری پر تھا وہاں سے اُتر کر تتق کی جالیوں سے کمر لگا کر اور منہ لپیٹ کر ڈوبنے کیلئے بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا اب کچھ دیر میں جہاز ڈوبے گا اسی اثنا میں مجھ پر غفلت طاری ہوئی میں نہیں سمجھتا کہ وہ نیند تھی یا غم کی بدحواسی اسی غفلت میں مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ فلانے اُٹھو اور پریشان مت ہو۔ ہوا موافق ہوگئی ہے کچھ دیر میں جہاز طغیانی سے نکل جاویگا اور میرا نام امداد اللہ ہے مجھے میری کملی دو میں نے گھبرا کر کملی دینی چاہی اس گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی اور میں نے لوگوں سے کہدیا کہ تم مطمئن ہو جاؤ جہاز ڈوبے گا نہیں کیونکہ مجھ سے حاجی صاحب نے خواب میں فرمایا ہے کہ جہاز ڈوبے گا نہیں اُسکے بعد میں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی حاجی امداد اللہ صاحب کو جانتا ہے مگر کسی نے اقرار نہیں کیا آخر جہاز طغیانی سے نکل گیا اور ہم مکہ پہنچ گئے میں نے لوگوں سے کہدیا تھا کہ کوئی مجھے حاجی صاحب کو نہ بتلائے میں خود اُن کو پہچانوں گا۔ جب میں طواف قدوم کر رہا تھا تو میں نے طواف

Marfat.com

کرتے ہوئے حاجی صاحب کو انکی مصلّے کے قریب کھڑے دیکھا اور دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ اُن کی شکل اور لباس وُہی تھا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا صرف فرق اتنا تھا کہ جب میں نے جہاز میں دیکھا تھا تو اُس وقت آپ لنگی پہنے ہوئے تھے اور اس وقت پاجامہ میں نہیں سمجھتا کہ اتنا فرق کیوں تھا۔ خانصاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ وجہ بیان کی کہ جہاز کو طغیانی سے نکالنے کے لیے لنگی ہی مناسب تھی اس لئے آپ نے لنگی پہنے دیکھا تھا) سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اُس کے بعد اُنہوں نے فرمایا کہ میں طواف سے فارغ ہوکر حاجی صاحب کے ملا اور کمبل پیش کی اور جہاز کا قصہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے کسی بندے کی صورت سے کام لے لیتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۵۴) قولہ فی آخر القصہ مجھے تو خبر بھی نہیں الخ

اقول اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے اور وہ کوئی غیبی لطیفہ ہوتا ہے جو کسی مانوس شکل میں متمثل ہوجاتا ہے اور کبھی خبر بھی ہوتی ہے بطور کرامت کے مگر اس کی کوئی یقینی پہچان نہیں زیادہ مدار اس بزرگ کے قول پر ہے وہ بھی جبکہ کسی مصلحت سے اخفا نہ کریں۔ (شت)

حکایت (۱۵۵) خانصاحب نے فرمایا کہ حافظ محمد حسین مراد آباد کے رہنے والے ایک شخص تھے جو مولوی امانت علی صاحب امروہی کے مرید تھے اُنہوں نے حاجی صاحب کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے حب عقلی کو حب عشقی پر ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ حب عشقی وصل کے بعد مضمحل ہوجاتی ہے مگر حب عقلی وصل میں اور زیادہ بڑھتی ہے اور اسی طرح شکر کو صبر پر ترجیح دی ہے حضور کا اس میں کیا مسلک ہے حاجی صاحب نے اس خط کا تقریباً ڈیڑھ جزو میں جواب لکھا اور جواب میں حب عشقی کو حب عقلی پر ترجیح دی اور لکھا کہ حب عشقی نامتناہی ہے اور حب عقلی متناہی اور وجہ اس کی یہ تحریر فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا۔ یہ حب عقلی تھی اور اس سے اس کی تناہی ظاہر ہے اور ترجیح صبر کے متعلق تحریر فرمایا کہ حق تعالیٰ صابرین کے متعلق فرماتے ہیں۔ ان اللہ مع الصابرین اور شاکرین کے متعلق فرماتے ہیں لئن شکرتم لازیدنکم اور معیت حق اور زیادت نعمت میں فرق

ظاہر ہے غرض اس بحث کو حاجی صاحب نے نہایت مفصل تحریر فرمایا تھا اور میں نے اُس خط کی نقل بھی لے لی تھی اسی لئے اسکے مضامین مجھے محفوظ نہیں رہے ہے مگر وہ نقل میرے پاس سے ضائع ہو گئی اس کے بعد میں نے مراد آباد میں تلاش کیا تو مجھے وہاں بھی نہ ملا۔ جبر حاجی صاحب نے اس خط کو تمام فرما کر مولانا گنگوہی کو سُنایا۔ اس مجلس میں حافظ عطاء اللہ اور مولوی عبد الکریم منشی تجمل حسین (حاجی صاحب کے بھتیجے) بھی موجود تھے مولانا گنگوہی نے حاجی صاحب کے جواب کو نہایت پسند فرمایا اس کے بعد جب مولانا اس مجلس سے اُٹھے تو منشی تجمل حسین صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت آپ فرمائیں آپکے نزدیک حاجی صاحب کا مضمون اچھا ہے یا مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراط مستقیم کا آپ نے فرمایا دونوں بہت اچھے ہیں اسکے بعد جب مولانا طواف کر کے حطیم میں بیٹھے تھے تو منشی تجمل حسین نے پھر پوچھا کہ حضرت اچھے تو بیشک دونوں ہیں مگر آپ کے نزدیک ان دونوں میں کون زیادہ اچھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حب عشقی میں سب باتیں ہیں۔ مگر ایک بات یہ ہے کہ اسمیں انتظام نہیں اور اس لئے حدود شرعیہ اسمیں ملحوظ نہیں رہتیں۔ اس بناء پر میں جبتک اعمال کی ضرورت ہے اُس وقت تک تو حب عقلی کو پسند کرتا ہوں اور جب انتقال کا وقت ہو اُس وقت غلبہ حب عشقی کو پسند کرتا ہوں

حاشیہ حکایت (۱۵۵) **قولہ** متناہی ظاہر ہے **اقول** اور حُب عشقی کے غیر متناہی ہونے کی دلیل احقر نے خود حضرت حاجی صاحب سے سنی ہے ؎

عشق دریا ئیست قعرش ناپدید +

اور وصل میں مضمحل ہو جانا حب عشقی کا اُس وقت ہے کہ حب حسن و جمال محبوب متناہی ہو اور عشق حقیقی میں یہ ہے نہیں۔ پس وہاں ایسا نہیں **قولہ** دونوں بہت اچھے ہیں **اقول** اور فیصلہ بھی بہت ہی اچھا ہے۔ (**ش ت**) (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۱۵۶) خانصاحب نے فرمایا کہ میں جب سفر حج کر کے مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ ایک دن حسب معمول حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دوپہر کے وقت حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ رشید و قاسم بمنزلہ میرے ہوتے اور میں بمنزلہ اُن کے فرمایا کہ ہاں میں اسکے اظہار پر مامور تھا تب میں نے عرض کہ حضرت پھر آپ ان دونوں کے خلاف کیوں کرتے ہیں۔ اس پر حضرت اُٹھ کر کے بیٹھ گئے اور ہنس کر فرمایا تو سچ کہتا ہے تجھے قائل کرنا خوب آتا ہے۔

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۱۵۶) حضرتؒ کا یہ ارشاد مجھے قائل کرنا خوب آتا ہی جواب نہیں ہے سکوت عن الجواب بطریق احسن ہے اور جواب نہ دینا شاید اس لئے ہو کر رعایت حدود کے ساتھ اگر اختلاف ہو وہ اجتہادی ہے اور نیت سائل کی بخیر تھی اس لئے جواب کی ضرورت نہیں ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ رائے کا اختلاف ہے۔ جس میں اجتہاد کی گنجایش ہے کہ مجوزین پر حسن ظن غالب ہو اور مانعین پر حزم و انتظام غالب ہے اور یہ اختلاف نفس مسئلہ میں ایسا ہے جیسے حنفیہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں الم تنزیل السجدہ کی قرارت کے التزام کو باوجود نقل کے ایہام عوام کے سبب مکروہ کہتے ہیں اور شافعیہ مستحب کہتے ہیں اور ایہام کا علاج اصلاح بالقول کو کہتے ہیں۔ سب

حکایت (۱۵۷) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حدیث زملونی زملونی کا تذکرہ آیا جبکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تھا اور آپ مضطرب ہو کر واپس تشریف لائے اور فرمایا مجھے کمبل اڑھاؤ مجھے کمبل اُڑھاؤ عرض کیا گیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبرئیل سے خائف ہو گئے تھے فرمایا کہ نہیں بلکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس وقت یکایک اپنی حقیقت کا تحمل نہیں فرما سکے جو جبرئیل کو دیکھ کر آپ پر منکشف ہوئی اور یہ قاعدہ ہے کہ غیر جنس میں رہکر اپنی حقیقت محجوب رہتی ہے اور ہم جنس کو دیکھ کر منکشف ہو جاتی ہے۔ جیسے مشہور ہے کہ کسی شخص نے شیر کا بچہ پال لیا تھا اور اسے اپنی بکریوں میں چھوڑ رکھا تھا۔ شیر کو ان بکریوں میں رہکر اپنی حقیقت کی خبر نہ تھی وہ بھی مثل بکریوں کے مسکین بنا ہوا تھا اتفاق سے ایک دن پانی پیتے ہوئے اُس نے اپنا چہرہ دیکھ لیا اور اپنی شجاعت و بسالت کی تصویر اسکی آنکھوں کے سامنے آگئی ادہر جو بکریوں کو دیکھا تو سمجھا کہ میں بکری نہیں ہوں کچھ اور ہی ہوں یہ حقیقت پاکر جو بکریوں میں گیا تو سب بکریوں میں غل غدر مچگیا کسی کو پھاڑ ڈالا کسی کو کھا گیا کسی کو مارا پھر فرمایا کہ ایک جزیرے میں فرض کرو سب بدرو بدشکل بستے ہوں ایک خوبصورت پری پیکر پیدا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ ان میں ہکروہ بھی اپنے کو انھیں جیسا سمجھتا رہیگا و اپنی خوبصورتی کی حقیقت [illegible] تا ہم جنس اختلاط کے منکشف ہو گی اس لئے نہ ناز و انداز کر یگا نہ کرشمہ و غمزہ کی راہ چلے گا لیکن اتفاق سے اگر وہاں اس جیسا کوئی دوسرا حسین آنکلے جس کے ساتھ ناز و کرشمہ اور ادائیں ہوں تو ضرور ہے کہ اسے دیکھ کر اُسے اپنی حقیقت فوراً منکشف ہو جائیگی اور وہ

Marfat.com

بھی نازو انداز کرنے لگے گا۔ اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثل اُس شیر کے اور مثل اُس حسین کے مکہ کے جاہلوں کے درمیان میں تھے اور آپ پر اپنی حقیقت منکشف نہ تھی۔ لیکن جونہی کہ آپ نے جبرئیلؑ کو دیکھا جو اس معنی کر آپ کے ہم جنس تھے کہ انکی تربیت بھی صفت علم کرتی ہے اسی لئے وحی وایجاد کی خدمت اُن کے سپرد ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کی تربیت بھی صفت علم ہوا کرتی ہے اور اُن کے چہرہ میں آپ کو اپنی حقیقت نظر آگئی لیکن وہ اتنی عظیم الشان تھی کہ بیک آپ اس کا تحمل نہ فرما سکے اور اضطراب میں زملونی زملونی فرما یہ نہیں کہ آپ جبرئیل سے خائف ہو گئے تھے پھر حاجی صاحب نے یہ شعر پڑھا ......

(احقر کو یاد نہیں رہا) اس پر خانصاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شعر پڑھا ؎

دیکھو مت دیکھیو کہ آئینہ	غش تمہیں دیکھ کر نہ آجائے

خانصاحب فرماتے تھے کہ مولانا محمود حسن صاحب بار بار اس واقعہ کو مجھ سے سُنا کرتے تھے اور جھومتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۷) ایک ذوقی توجیہ ہے اور چونکہ کوئی نص اس کی مصادم نہیں لہذا اس کو رد نہیں کیا جا سکتا اگر کسی کو اس واقعہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لقد خشیت علی نفسی (رواہ البخاری) کے مصادمت کا شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں خشیت کا مفعول جبرئیل نہیں ہیں تاکہ تصادم ہو بلکہ معنی یہ ہیں کہ خشیت ان لا احتمل اعباء الرسالۃ کیونکہ اس تحمل کے لئے خاص قوت کی ضرورت ہے اور وہ اس وقت مغلوب ہے۔ پس کچھ تصادم نہیں رہا اور حضرت خدیجہؓ کے اس قول کا (واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق) حاصل استدلال عقلی ہے عطار قوت تحمل پر کیونکہ یہ قوت ثمرہ ہے تائید حق کا اور یہ افعال جالب ہیں تائید حق کے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ کا آپ کو حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس لیجانا غرض سے تھا کہ یہی مقصود دلیل نقلی سے بھی ثابت ہو جائے چنانچہ اُنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جس کا حاصل اس تحمل کی ایک نظیر بتلانا تھا نہ یہ کہ آپ کو اپنی نبوت میں شبہ تھا جو حضرت ورقہ کے قول سے رفع ہو گیا پھر جب آپ کی حالت کو سکون ہوا تو اللہ تعالیٰ کی حکمت سے اس تحمل کا طریق یہ تجویز کیا گیا کہ وحی کا

سلسلہ جلدی جاری نہیں کیا گیا جس سے آپ کے اشتیاق کو یہاں تک ہیجان ہوا کہ بخاری کی روایت میں ہے فتر الوحی حتی حزن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منہ مرارا کے یتردی من رؤس شواھق الجبل فکلما اوفی بذروۃ جبل لکی یلقی نفسہ منہ تبدی لہ جبرئیل فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جاشہ وتقر نفسہ (کذا فی المشکوۃ) اور اشتیاق سے مطلوب میں گرانی نہیں رہتی۔ یہ توضیح ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی۔ مولانا نے مثنوی میں دفتر چہارم کے بالکل ختم کے قریب اس واقعہ کی نظیر کی دوسری توجیہ فرمائی ہے جس میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا تاثر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مان لیا ہے لیکن متاثر حقیقت محمدیہ نہ تھی بلکہ جسد محمدیہ تھا اور حقیقت محمدیہ کی وہ شان ہے کہ خود جبرئیل علیہ السلام اس کا تحمل نہیں فرما سکتے یہ حاصل ہے ان کی تقریر کا اور یہ اختلاف ذوق کا ہے۔ تفریحا اس مقام کے چند متفرق اشعار نقل کرتا ہوں ؎

مصطفے میگفت پیش جبرئیل ۔۔۔ کہ چنانچہ صورت تست اے خلیل
مر مرا بنمائے محسوس آشکار ۔۔۔ تا ببینم من ترا نظارہ وار
گفت نتوانی و طاقت نبودت ۔۔۔ حس ضعیف است و تنک سخت آیدت
چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے ۔۔۔ ہیبتے کہ کہ شود زاں مندکے
شہپری بگرفتہ شرق و غرب را ۔۔۔ از مہابت گشت بیہش مصطفے
چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید ۔۔۔ جبرئیل آمد در آغوشش کشید
قابل تغیر اوصاف تن ست ۔۔۔ روح باقی آفتاب روشن ست
جسم احمد را تعلق بد بداں ۔۔۔ آں تغیر آں تن باشد بداں
نقش احمد زاں نظر بیہوش گشت ۔۔۔ بحر او از مہر کف پر جوش گشت
احمد ار بکشاید آں پر جلیل ۔۔۔ تا ابد مدہوش ماند جبرئیل
چوں گذشت احمد ز سدرہ و مرصدش ۔۔۔ وز مقام جبرئیل و از حدش
گفت او را ہیں بپر اندر پیم ۔۔۔ گفت رو رو کہ حریف تو نیم
باز گفتہ کز پیم آے و مالیست ۔۔۔ گفت روزیں پس مرا دستور نیست
باز گفت او را بیا ای پردہ سوز ۔۔۔ من باوج خود نرفتستم ہنوز

گفت بیروں زیں حد اے خوش فرمن	گر زنم پرے بسوزد پر من

(منقول از روایات الطیب)

حکایت (۱۵۸) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا اصل مذاق تحمل تھا ایک شخص نے مجھ سے (یعنی حضرت مرشدی مولانا تھانوی مدظلہم) کہا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت متحمل تھے اور تم سخت ہو میں نے کہا کہ مقصود دونوں کا اصلاح ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بابرکت تھے اور ہم بابرکت نہیں ہم جبتک حرکت کریں اصلاح کا کام نہیں چلتا اس لئے ہم حرکت سے اصلاح کرتے ہیں اور حضرت برکت سے اصلاح کرتے تھے۔

حکایت (۱۶۹) فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی برکت کی حکایت جو آنکے معاملہ میں ظاہر ہوئی تھی مجھ سے بیان کی کہ میں ایک آزاد شخص تھا نماز بھی نہ پڑھتا تھا۔ حضرت سے بیعت کو جی چاہا حضرت سے عرض کیا کہ اعمال کی تو ہمت نہیں ہے اگر آزاد رکھا جاوے تو بیعت ہوتا ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ ایک تو نماز نہ پڑھوں گا اور ایک ناچ دیکھوں گا حضرت نے منظور فرمالیا اور بیعت کرلیا اور فرمایا ایک شرط ہماری بھی ہے کہ ہم تھوڑا سا ذکر بتلا دینگے اس کو کرلیا کرنا انہوں نے کہا بہت اچھا اس ذکر کا ان پر یہ اثر ہوا کہ جب نماز کا وقت آیا تو دفعۃً بدن میں خارش شروع ہوئی اب جو تدبیریں اسکے دفع کی کی گئی وہ ہی الٹی پڑی کہیں چنبیلی کا تیل مل رہے ہیں کہیں اور تدبیر کررہے ہیں مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا پھر جی میں آیا کہ لاؤ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ ہی دھوؤں جب دھو چکے پھر خیال آیا کہ سب اعضا تو دھل گئے لاؤ مسح بھی کرلوں وضو کا تمام ہونا تھا کہ خارش ذرا کم رہ گئی مگر پھر جی میں آیا کہ لاؤ نماز بھی پڑھ لوں کوئی یہ شرط تھوڑا ہی تھی کہ بالکل ہی نہ پڑھوں گا۔ نماز کا شروع کرنا تھا اور خارش کا مدار دہونا پھر جب اگلی نماز کا وقت آیا وہ ہی خارش پھر شروع ہوئی اور نماز اسی طرح شروع کرتے ہی جاتی رہی۔ اب سمجھے کہ بڑے میاں نے (یعنی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز نے) پہرہ بٹھایا ہے نمازی ہونا پڑے گا پھر خیال آیا کہ جب تو نماز پڑھتا ہے اور پانچ وقت خدا کے دربار میں حاضری دیتا ہے تو ناچ میں کیا منہ لیکے جاتا ہے وہ بھی چھوٹ گیا۔ خدا کے فضل سے اس وقت ان کی بہت اچھی حالت ہے نماز تہجد و اشراق وغیرہ سب کچھ پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

حکایت (۱۶۰) فرمایا کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بزرگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے یہ لوگ بڑے قاعدے اور ترکیب سے نصیحت کرتے ہیں۔ ایک غیر مقلد جو کہ پیرزادہ تھا حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت شریف میں آیا حضرت نے فرمایا کہ حزب البحر تمہارے بزرگوں کا معمول ہے تم اُسے کیوں نہیں پڑھتے اُنھوں نے کہا کہ اس میں جو اشارات ہیں وہ بدعت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اشارات کو چھوڑ دو وہ تمہارے گھر کی چیز ہے برکت کی چیز ہے اُنھوں نے شروع کیا تھوڑے دنوں میں اُن کی غیر مقلدی سب دور ہو گئی۔

حکایت (۱۶۱) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب جو کہ بھوپال سے حج کو گئے تھے بیان کرتے تھے کہ میرے ہمراہ بھوپال کے ایک غیر مقلد بھی گئے اُنھوں نے حضرت سے بیعت کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میں غیر مقلدی نہ چھوڑوں گا حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے وہاں ایسی باتوں کو پوچھتے ہی نہ تھے فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کے نام میں برکت ہے سب اصلاح ہو جائے گی (اس پر حضرت مرشدی حکیم الامت مولانا مدظلہم نے فرمایا کہ جہاں ایسی برکت ہو وہاں شرائط وغیرہ کی ضرورت نہیں) مگر ایک شرط ہماری ہے کہ کسی غیر مقلد سے کوئی مسئلہ نہ پوچھنا بلکہ مولوی ایوب صاحب سے پوچھنا جو حنفی تھے اس کے بعد حضرت نے بیعت فرما لیا ایک دورات کے بعد یہ اثر ہوا کہ اُس نے یک لخت آمین بالجہر اور رفع یدین چھوڑ دیا حضرت کو اطلاع کی گئی (ایسا کسی عالم کا قصہ بھی سننے میں نہ آئیگا جیسا حضرت نے کیا چنانچہ آگے آتا ہے۔ حضرت منصف تھے اس لئے اصلی تحقیق پر سر مقام پر عمل فرماتے تھے حضرت سے کسی نے پوچھا کہ قیام مولود کیسا ہے فرمایا مجھے تو لطف آتا ہے (یعنی کوئی سنت اور قربت سمجھ کر نہیں کرتا ہوں) اور حضرت کو ان عوارض کا خیال نہ تھا کہ میں مقتدا ہوں میرا فعل سبب ہو جاویگا۔ سمجھتے تھے کہ جو ناجائز کا مولوی آپ فتویٰ دے لیں گے (بھلا ایسا شخص بدعتی ہو سکتا ہے) تو حضرت نے اُسے بُلا کر فرمایا کہ اگر تمہاری رائے بدل گئی تو خیر یہ بھی سنت وہ بھی سنت اور اگر میری وجہ سے چھوڑا ہے تو میں ترک سنت کا وبال اپنے اوپر لینا نہیں چاہتا یہ رنگ تھا حضرت کا خود حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھے اپنے اپنے رنگ پر سمجھتے ہیں مگر میں سب سے جدا ہوں جیسے کسی رنگ دار بوتل میں پانی بھر دیا جاوے تو وہ پانی بھی اسی رنگ کا نظر

Marfat.com

آنے لگتا ہے حالانکہ پانی بے لون ہے وفی مثل ذلک قال العارف الرومی ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من	وز درون من نجست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نیست	لیک چشم و گوش را آں نور نیست
در نیابد حال پختہ ہیچ خام	پس سخن کوتاہ باید والسلام

حکایت (۱۶۲) فرمایا کہ ایک شخص نے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحب مولوی تھے فرمایا کہ مولوی گر تھے۔ ماشاء اللہ کیا نفیس جواب ہے۔

حکایت (۱۶۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بمبئی کے سیٹھ نے حج کی دعا کے واسطے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک شرط سے دعا کر سکتا ہوں اُس نے کہا وہ کیا آپ نے فرمایا کہ جس روز جہاز جدہ جانے لگے اُس روز دن بھر کیلئے اپنے اوپر آپ مجھے پورا قابو دیدیجئے اُس نے کہا کہ پھر کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اُس روز تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں سوار کرا دونگا وہ تم کو جدہ پہنچا دیگا۔ یہ خوب ہے کہ میں تو دعا کروں اور تم یہاں بیٹھ کر تجارت کرو (اس میں حضرت نے صاف ظاہر فرمادیا کہ محض تمنا سے کام نہیں چلتا تمنا کے ساتھ ارادہ کو بھی کام میں لانا چاہیے جس قدر اپنے آپ سے ہوسکتا ہے اُسے عمل میں لاوئے باقی متمم حقیقی حق تبارک وتعالیٰ ہیں جامع)

حکایت (۱۶۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ میں نے مثنوی کے بارہ میں مومن خاں شاعر سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا رومی کا کلام شاعری کی حیثیت سے حجت نہیں مومن خاں نے کہا کہ کسی جاہل کا قول ہوگا اُن کا کلام شاعری کی حیثیت سے بھی بہت مستند ہے۔

حکایت (۱۶۵) فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت تھانہ بھون کی مسجد پیر محمد والی میں قیام فرمایا ہے (جہاں اس وقت حضرت سیدی سندی شیخی ومرشدی وسیلۃ یومی وغدی حکیم الامۃ حضرت مولانا واولٰنا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مد اللہ ظلال فیوضہم العالی تشنگان بادہ محبت کو سیراب ومخمور ومسرور فرماتے ہیں نفعنا اللہ بطول بقاءہ)

وہ سلامت رہیں ہزار برس	ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

Marfat.com

الہ العالمین اس ناکارہ وارزل خلائق جامع کو ہمیشہ اس ذات قدسی صفات کے سایۂ عاطفت میں رکھیو یہانتک کہ ؎

نکل جائے دم اُنکے قدمونکے نیچے	یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے (جامع)

اس وقت یہاں سہ دری نہ تھی کچھ قبریں تھیں کچھ درخت تھے اور اس جگہ ایک بزرگ بیٹھا کرتے تھے جن کا نام حسن علی شاہ تھا۔ صاحب سماع تھے مگر دنیادار نہ تھے سچے تھے۔ جب حضرت یہاں تشریف لائے تو اُنھوں نے اتنا ادب کیا کہ خود اُٹھ کر شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے۔ حالانکہ اس وقت حضرت جوان تھے اور یہ بوڑھے تھے اُن کے چلے جانیکے بعد حضرت یہاں رہنے لگے حضرت میانجیو نور محمد صاحب قدس سرہ العزیز بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے یہاں ایک خاندان تھا اُن کی زمین ضبط ہو گئی تھی اور وہ لوگ کوشش کر رہے تھے حضرت میانجیو رحمۃ اللہ کے پاس بھی وہ لوگ دعا کیواسطے حاضر ہوئے تو حضرت میانجیو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے حاجی کو بیٹھنے کی تکلیف ہے یہاں اُنکے لئے ایک دری بنا دو میں دعا کرونگا اُنھوں نے سہ دری بنانے کا وعدہ کر لیا وہ مقدمہ الہ آباد میں جا کر موافق ہو گیا جس کی اطلاع ایک خاص خط سے ہوئی اُنھوں نے حضرت میانجیو رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ وعدہ بھی یاد ہے اُنھوں نے کہا حضرت پوری سہ دری بنانیکی تو قوت نہیں آدھی بنا دیں گے حضرت نے فرمایا بہت اچھا آدھی سہ دری پھر الہ آباد سے باضابطہ حکم آیا کہ تاحیات تو معاف تمہارے بعد پھر ضبط پھر اُنھوں نے حضرت سے آکر عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں نے تو آدھا کیا ہے میں کیا کروں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب برکت ہے جہاں جہاں حضرت کی نسبت سے تعمیریں بنی ہیں سب محفوظ ہیں حتی کہ ہمارے بھائی نے جب اپنا مکان بنایا جس میں حضرت کا سکونتی قطعہ بھی آگیا اُنھوں نے ایک انجنیر سے نقشہ بنوایا تھا۔ اس نے نہایت آزادی سے نقشہ بنایا۔ مگر حضرت کے اس سکونتی حصہ کی عمارت کے ٹوٹنے کی نوبت نہیں آئی بیچ ہے ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد	چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

حکایت (۱۶۹) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کسی مسئلہ کی تقریر کو ختم فرما لیتے اور کوئی شخص دوبارہ دریافت کرتا تو فرماتے کہ اس سے (یعنی حضرت شیخ کی

ومرشدی حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم العالی سے) دریافت کرو یہ سمجھ گئے ہیں (اس سے ہمارے حضرت کی عظمت وجلالت وفہم وادراک کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ جامع) لوگوں کو اس سے غصہ ہوتا کہ سب باتیں یہی سمجھ جاتے ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اس وجہ سے دوبارہ کوئی پوچھتا ہی نہ تھا میں نے بہت چاہا کہ ایسا نہ فرمایا کریں لوگوں کو اس سے حسد ہوتا ہے مگر چونکہ یہ کہنا بھی خلاف ادب تھا اسلئے عرض نہ کر سکا۔

حکایت (۱۶۷) فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ الحمد للہ ہمارے سلسلہ میں سب طلباء، اور غرباہی کا مجمع ہے اور جس درویش کے یہاں بکثرت بڑے بڑے لوگوں یعنی ڈپٹی کلکٹروں وغیرہ کا ہجوم ہو تو سمجھ لو کہ وہ خود دنیا دار ہے کیونکہ قاعدہ ہے الجنس یمیل الی الجنس۔

حکایت (۱۶۸) فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجکو چار مسئلوں میں شرح صدر ہے ایک مسئلہ قدر دوسرا روح تیسرا مشاجرات صحابہ چوتھا وحدت الوجود اور جب ان چاروں مسئلوں پر حضرت تقریر فرماتے تو سامعین پر ایک اطمینان اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

حکایت (۱۶۹) فرمایا حاجی مرتضیٰ خانصاحب لکھنوی کہتے تھے کہ ایک عالم نے جو کہ اپنے شیخ سے مثنوی پڑھے ہوئے تھے حضرت حاجی صاحب کے یہاں مثنوی آکر شروع کی انسے ایک روز میں نے پوچھا کہ تم نے حضرت حاجی صاحب کی پڑھائی میں اور اپنے شیخ کی پڑھائی میں کیا فرق دیکھا انہوں نے پوچھا کہ تم کچھ پڑھے ہوئے ہو کہا کچھ نہیں ایسے ہی تھوڑا سا پڑھا ہوا ہوں انہوں نے کہا کہ تم ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے ایک مکان نہایت شاندار ہی اور ہر طرح سے آراستہ وپیراستہ اور ہر قسم کے فرنیچر سے بھرا ہوا ہے ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی کو اسکے دروازہ پر لیجا کر کھڑا کر دیا اور اس کا تمام نقشہ ایسا بیان کر دیا کہ کوئی چیز نہ چھوڑی اور ایک شخص وہ ہے کہ جس نے زیادہ بیان تو نہیں کیا۔ لیکن دروازہ سے اندر لیجا کر مکان کے بیچ میں کھڑا کر دیا اس طرح کہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ لی حاجی صاحب کا پڑھانا تو ایسا ہی ہے کہ مجھی اندر لیجا کر کھڑا کر دیا اور میرے شیخ کا پڑھانا ایسا ہی جیسا کہ باہر ہی پورا نقشہ بتا دیا۔

حکایت (۱۷۰) فرمایا کہ مشتاق احمد صاحب پٹواری کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے حالات اسقدر رفیع ہیں کہ میرے قابو میں نہیں آتے اس لیئے آپ (یعنی مرشدی مدظلہم) کچھ لکھئے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہمیں یہ پتہ بھی نہ تھا کہ اور لوگ بھی

حضرت کے حالات کو اس درجہ کا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امداد المشتاق اس فرمائش کے بعد ہی لکھی گئی۔

حکایت (۱۷۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو عالم روحانیات سے مناسبت ہو جاتی ہے تو اس کو وقت میں برکت ہو جاتی ہے۔

حکایت (۱۷۲) فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں مثنوی کا درس ہو رہا تھا۔ اور جلسہ عجیب جوش و خروش سے پر تھا اس روز حضرت نے پکار کر یوں دعا فرمائی (اے اللہ ہم لوگوں کو بھی ایک ذرہ محبت عطا فرما۔ آمین۔ پھر دعا کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ سب کو عطا ہو گیا۔ (الہام ہوا ہوگا) پھر دوسرے جلسہ میں فرمایا کہ بھائی ذرہ سے زیادہ کا تحمل بھی نہیں ہو سکتا۔

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں	یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم
بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست	ایں جا جز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

حکایت (۱۷۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب مثنوی کا درس ختم فرماتے۔ تو یوں دعا فرمایا کرتے تھے (اے اللہ جو جو اس کتاب میں لکھا ہے۔ اس میں سے ہمیں بھی حصہ دیدے) آمین (جامع)

حکایت (۱۷۴) فرمایا کہ جب مثنوی کے درس کا وقت آتا تو حضرت حاجی صاحبؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ آؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کریں۔ ایک شعر ہے۔

مثنوی مولوی معنوی	ہست قرآں در زبان پہلوی

اس کا لوگوں نے اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں زیادہ مضامین قرآن شریف کے ہیں لیکن حضرت نے عجیب تفسیر فرمائی کہ بھائی قرآن سے مراد کلام الٰہی ہے۔ اور کلام الٰہی کبھی وحی سے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے ہوتا ہے تو معنے مصرعہ کے یہ ہیں کہ مثنوی کلام الٰہی یعنی الہامی ہے (حضرت اس تفسیر کی بناء پر تلاوت کا لفظ استعمال فرماتے تھے) (جامع)

حکایت (۱۷۵) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مثنوی پڑھاتے تو خوب زور شور سے تقریر فرماتے اور جب درس ختم ہو جاتا تو مسکرا کر شعر پڑھتے اور فرماتے کہ اے بھائی کچھ شربت بنا لو مدد دو بس یہ حالت تھی۔

ہر چند پیر خستہ و بس ناتواں شدم خود قوی زرمی شود خمر کہن	ہر گہ نظر بسوئے تو کردم جواں شدم خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

بڑھاپے میں قوت روحانی بڑھ جاتی ہے جو کیفیت کہ بڑھاپے میں بھی جاتی رہے
تو وہ روحانی ہے اور جو بڑھاپے میں زائل ہو جاوے تو سمجھو نفسانی تھی۔ گو محمود ہی ہو۔
پہلے ذوقاً معلوم ہوتا تھا۔ اب بحمد اللہ تحقیقاً سمجھ میں آگیا۔

حکایت (۱۷۶) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے صرف کافیہ تک پڑھا تھا اور ہمنے اتنا پڑھا ہے کہ ایک اور کافیہ لکھدیں مگر حضرت کے علوم ایسے تھے۔ کہ آپ کے سامنے علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی ہاں اصطلاحات تو ضرور نہیں بولتے تھے۔

حکایت (۱۷۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اندر اس قدر حسن ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا۔ جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے تھے حضرت ان کو صاحب باطن فرماتے۔ حاجی ..... کو فرماتے تھے کہ صاحب باطن ہے مگر غلطی ہو گئی ...... کی بابت فرماتے تھے کچھ غلطی ہو گئی ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اُسی قدر اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔ عبدالوہاب شعرانیؒ نے زمخشری کی بابت لکھا ہے کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمخشری کو عذاب کرینگے اور یہ جو اس کا خلق افعال کا عقیدہ ہے۔ اس کا منشاء صرف تنزیہ باری تعالیٰ ہے گو غلطی ہو گئی۔

حکایت (۱۷۸) فرمایا کہ جب حاجی صاحبؒ یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں) تشریف رکھتے تھے تو ایک کھائی میں کچھ چنے کچھ کشمش ملی ہوئی رکھتے تھے۔ صبح کے وقت مولٰنا شیخ محمد صاؒ اور حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہم ساتھ ملکر کھایا کرتے تھے اور آپس میں خوب چھینا جھپٹی ہوا کرتی تھی بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ اس وقت مشائخ اس مسجد کو دکان معرفت کہتے تھے اور ان تینوں کو اقطاب ثلثہ۔ حضرت حاجی صاحب دہلی کے شہزادوں میں علماء میں بزرگ مشہور تھے مگر پیر بھائیوں سے چھینا جھپٹی کرتے تھے۔

حکایت (۱۷۹) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہم لوگ عاشق احسانی ہیں، عاشق ذات وصفات نہیں۔ جبتک احسان رہے محبت ہی اور جہاں ذرا توقف ہوا۔ بس شکایت ہونے لگی۔ اسی پر یہ تفریع فرمائی کہ اگر کسی کے

پاس کچھ روپیہ پیسہ حلال کا ہو اس کو احتیاط سے صرف کرے تاکہ ناداری سے پریشانی نہو اسی طرح جس کے پاس حج کے لئے کافی خرچ نہ ہو اور سفر کے مشاق پر صبر نہ کر سکے اسکو حج کیلئے سفر کرنا مناسب نہیں۔

حکایت (۱۸۰) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات تمام تمام رات اس ایک شعر کو پڑھ پڑھ کر روتے روتے گذار دیتے تھے ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن　　گر بدم ہم سر من پیدا مکن

یہ حافظ عبدالقادر سے سنا ہے

حکایت (۱۸۱) فرمایا ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ مجھے رونا نہیں آتا حالانکہ اور ذاکرین پر کثرت سے گریہ طاری ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں جی اختیاری بات نہیں کبھی آنے بھی لگتا ہے پھر تو یہ حال ہوا کہ جب مولانا ذکر کرنے بیٹھتے تاب نہوتی۔ پسلیاں ٹوٹنے لگتیں۔ پھر حضرت سے عرض کیا کہ حضرت پسلیاں ٹوٹی جاتی ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہ بھی ایک عارضی حالت ہے جاتی بھی رہتی ہے۔ پس پھر گریہ یکدم موقوف ہو گیا۔ پھر حضرت سے شکایت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی رو کر کیا کروگے۔

حکایت (۱۸۲) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر ایک لطیفہ بھی منور ہو جائے تو اس کے ذریعہ سے سب منور ہو جاتے ہیں۔ حضرت کے یہاں زیادہ اہتمام قلب کا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الا وھی القلب۔

حکایت (۱۸۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے یہاں کسی کی شکایت نہیں سنی جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے۔ اگر کوئی کہنے لگتا اور حضرت بوجہ حلم منع بھی نہ کرتے۔ مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے (یعنی تم جھوٹے ہو جاتے)

(منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از ظہور الحسن غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۱۸۴) ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف

لائے ہوئے تھے۔ رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہو گیا آپ دعا کیجئے کہ مل جاوے حضرت اُس وقت مثنوی معنوی دستِ مبارک میں لئے ہوئے تھے اُس کو کھول کر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو بر سرِ صفحہ یہ شعر نکلا ؎

گر بُرد مالت عدوِّ پُر فنے	دشمنے را بُردہ باشد دشمنے

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۲۰) حضرت مولانا مملوک العلی صاحب محدث نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۸۵) حکیم صاحب ممدوح نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی (والد ماجد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب) جب تحصیل علم کیلئے دہلی تشریف لیگئے ہیں تو صورت حال یہ تھی کہ جس اُستاد سے پڑھنا شروع کرتے وہ کچھ قلت مناسبت محسوس کر کے ایک سبق کے بعد دوسرا سبق نہ پڑھاتا تھا۔ مولانا سخت ملول اور غمگین تھے۔ اسی پریشانی میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنا غم سُنایا کہ میں علوم کے شوق میں وطن چھوڑ کر آیا ہوں جس سے پڑھنا شروع کرتا ہوں ایک سبق کے بعد پڑھانیکا نام نہیں لیتا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا کل آنا۔ مولانا اگلے روز حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے ہدایت النحو کا ایک سبق پڑھا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جاؤ اب جس اُستاد سے پڑھو گے وہ پڑھانے سے انکار نہ کریگا۔ چنانچہ پھر ایسے چلے کہ بڑے بڑے اکابر مثل حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی وغیرہما اُن کے شاگرد ہوئے۔

(منقول از روایات الطیب)

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۱۸۶) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب میں اُستاذی مولانا مملوک العلی صاحب

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پڑھتا تھا میرے تمام بدن کے اوپر خارش نکل آئی۔ میں ہاتھوں میں دستانہ پہنکر سبق پڑھنے کیلئے حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اُن ایام میں بھی ایک دن سبق ناغہ نہیں کیا۔ ایک روز مجکو زیادہ خارش میں مبتلا دیکھ کر حضرت اُستاذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میاں رشید تمہارا تو وہ حال ہوگیا بقول شخصے ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم
یکتن وخیل آرزو دل بچہ مدعا دہم

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۲) حضرت مولٰنا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۱۸۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے شاگردوں میں تین شخص نہایت متقی تھے۔ اوّل درجے کے مولوی مظفر حسین صاحب دوسرے درجہ کے شاہ عبدالغنی صاحب تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین خانصاحب۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب قطب الدین خاں صاحب نے شاہ اسحٰق صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی مظفر حسین صاحب اور چند دوسرے احباب کی دعوت کی شاہ اسحٰق صاحب نے منظور فرمالی اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے بھی مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے منظور نہ فرمائی۔ اس سے نواب قطب الدین خاں کو ملال ہوا اور اُنہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے شکایت کی کہ میں نے مولوی مظفر حسین صاحب کی بھی دعوت کی تھی مگر اُنھوں نے انکار کردیا۔ شاہ صاحب نے مولوی مظفر حسین پر عتاب فرمایا اور فرمایا اے مظفر حسین تجھے تقوٰی کی بدہضمی ہوگئی۔ کیا نواب قطب الدین کا کھانا حرام ہے۔ اُنھوں نے فرمایا حاشا وکلا مجھے نواب صاحب پر اس قسم کی بدگمانی نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا پھر تو کیوں انکار کرتا ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب نے آپ کی بھی دعوت کی ہے اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی بھی اور اُن کے علاوہ اتنے اور آدمیوں کی اور آپ کو پالکی میں لیجائیں گے۔ اُس میں بھی ضرور صرف ہوگا۔ اور نواب صاحب گو بگڑ گئے

ہیں مگر پھر نواب زادہ ہیں وہ دعوت میں ضرور نوابانہ تکلف بھی کرینگے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب مقروض بھی ہیں۔ پس یہ مقروض ہیں اور جتنا روپیہ وہ دعوت میں صرف کرینگے۔ وہ اُن کی حاجت سے زائد بھی ہے تو یہ روپیہ وہ اپنے قرض میں کیوں نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ یہ بات شاہ صاحب کے ذہن میں بھی آگئی۔ اور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں قطب الدین اب ہم بھی تمہارے یہاں کھانا نہ کھائیں گے۔

حاشیہ حکایت (۱۸۷) قولہ اُن کا کھانا کراہت سے خالی نہیں اقول کہ اعانت بعیدہ ہے مطل فی اداء القرض کی کیا دقیق تقوٰی ہے اور اُستاد کیسے مقدس کہ یا تو شاگرد کو لتاڑ رہے تھے یا اُن ہی کا اتباع کرلیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اپنے پاس دلیل ہو تو محض اُستاد کی تقلید سے دلیل کو چھوڑنا نہ چاہئے۔ **(رشت)**

حکایت (۱۸۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمود حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولوی مظفر حسین صاحب کہیں تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں ایک بڈھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جاتا تھا بوجھ کسی قدر زیادہ تھا۔ اسوجہ سے اس سے مشکل سے چلتا تھا۔ مولوی مظفر حسین صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اُس سے وہ بوجھ لیلیا اور جہاں وہ لیجانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا۔ اُس بڈھے نے اُن سے پوچھا کہ اجی تم کہاں رہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ رہوں۔ اُس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں۔ غرض بہت تعریفیں کیں مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ اور تو ان میں کوئی بات نہیں ہے ہاں نماز تو پڑھ لے ہے۔ اُس نے کہا واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں وہ بڈھا اُن کے سر ہو گیا اتنے میں ایک اور شخص آگیا جو مولوی مظفر حسین صاحب کو جانتا تھا اُس نے اس بڈھے سے کہا کہ بھلے مانس مولوی مظفر حسین یہی تو ہیں اسپر وہ بڈھا اُن سے لپٹ کر رونے لگا مولوی صاحب بھی اُنکے ساتھ رونے لگے۔

حاشیہ حکایت (۱۸۹) قولہ اُس سے بوجھ لے لیا اقول ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ✤ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست۔ **رشت**

(منقول از امیر الروایات)

حکایت (۱۸۹) فرمایا کہ مولانا مظفر حسین صاحبؒ جب کسی سواری پر سوار ہوتے تو پہلے مالک کو سب چیزیں دکھلا دیا کرتے تھے اگر بعد میں کوئی خط بھی لاتا تو فرماتے کہ بھائی میں نے سارا اسباب مالک کو دکھا دیا ہے اور یہ اسمیں سے نہیں لہذا تم مالک سے اجازت لیلو۔

حکایت (۱۹۰) فرمایا کہ مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دہلی سے بہلی میں سوار ہوکر اپنے وطن کاندھلہ کو تشریف لا رہے تھے۔ بزرگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اسکے مذاق کیموافق گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اس بہلی والے سے بہلی ہی کے متعلق کچھ پوچھنے لگے کہ بیلوں کو رات کتنا دیتے ہو اور کیا بچت ہوجاتی ہے اس سلسلہ میں بہلوان کی زبان سے یہ بھی نکل گیا کہ یہ بہلی ایک رنڈی کی ہے اور میں اُس کا نوکر ہوں بھلا مولانا رنڈی کی گاڑی میں کیسے بیٹھ سکتے تھے (کسی طالب علم نے کرایہ کرکے لادی ہوگی مولانا کو پتہ نہ تھا) اب مولانا کا دقیق تقویٰ دیکھیئے فوراً نہ اُترے تاکہ اس کی دلشکنی بھی نہو تقویٰ بھی برتنا ہر شخص سے نہیں آتا ذرا دیر کے بعد بولے کہ بہلی کو روک لینا مجھے پیشاب کی ضرورت ہے۔ اُس نے بہلی روکی آپ نے اُتر کر پیشاب کیا اور اُس کے ساتھ استنجا سکھلاتے چلے۔ کہاں تک چلتے آخر ڈھیلا پھینک دیا اُس نے کہا بیٹھ جائیے۔ فرمایا تانگیں شل ہوگئی ہیں ذرا دور پیدل چلوں گا۔ تھوڑی دور چلکر اُس نے پھر عرض کیا پھر ٹالدیا پھر کہا پھر ٹالدیا پھر وہ سمجھ گیا اور کہا کہ مولانا میں سمجھ گیا کہ یہ رنڈی کی گاڑی ہے۔ آپ اس میں بیٹھیں گے نہیں پھر لیجانے سے کیا فائدہ حکم دیجئے لوٹ جاؤں۔ فرمایا ہاں بھائی بیٹھوں گا تو نہیں مگر تمکو کاندھلے چلنا ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی اُسکے پاس کرایہ کو آیا ہو اور اُس نے انکار کردیا ہو تو اس کا خواہ مخواہ نقصان ہوگا (یہاں پر شبہ ہے کہ جب کرایہ دینا ہی تھا تو پھر کاندھلے تک خالی بہلی کیوں لائے تو بات یہ ہے کہ بعض طبیعتیں بلا کارگذاری کے لینا گوارا نہیں کرتیں یا اس کے سوا کوئی اور وجہ ہو) لہذا آپ کاندھلے تک ویسے ہی پیدل آئے اور ہر منزل پر بیلوں کو گڑ اور گھی اور گھاس دانہ کا ویسا ہی انتظام کیا۔ اور مکان پر آکر اس کو کرایہ دیکر واپس

(منقول از [illegible])

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۱۹۱) حضرت مولانا مولوی مظفر حسین صاحبؒ مولانا محمود بخش صاحبؒ

کے صاحبزادے اور حضرت مفتی الٰہی بخش صاحبؒ کے بھتیجے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ مولوی مظفر حسین صاحبؒ بن مولوی محمود بخش بن مولوی حکیم شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد شریف بن مولوی محمد اشرف بن جمال محمد شاہ بن بابن بن بہار الدین بن شیخ محمد بن شیخ محمد فاضل بن شیخ قطب شاہ۔

ابتدائی تعلیم حضرت مفتی صاحبؒ سے حاصل کی لیکن تعلیم پوری نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اس دار فانی سے دار البقا کی جانب رحلت فرمائی۔ اس لئے بقیہ تعلیم ظاہری و باطنی دہلی میں حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ سے پوری فرمائی۔ جو کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے نواسے اور شاگرد رشید تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مہاجر مکی سے بھی شدید تعلق تھا اور آپ انہیں سے مرید بھی تھے۔ سلسلہ درس و تدریس نہ تھا ایک سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی کبھی مسجد میں اور کبھی کبھی مستورات میں وعظ فرمایا کرتے تھے . . . گاڑھے کا کرتہ پاجامہ۔ نیلی لنگی یہ آپکا لباس تھا۔ میری[۵] دادی صاحبہ یعنی صاحبزادی حضرت مولانا صاحبؒ فرماتی تھیں کہ ایک بار میں نے موٹی ململ کا کرتہ حضرت کیلئے سیا اوّل تو زیب تن فرمانے سے انکار کیا۔ بعد میں میری خوشنودی کو پہنا مگر جمعہ کی نماز پڑھ کر فوراً اتار دیا اور فرمایا میرا گاڑھے کا کرتہ دیدو۔ اس میں عجب پیدا ہوتا ہے۔ سواری پر کبھی سوار نہ ہوتے پیدل سفر کرتے تھے اور سامان سفر لوٹا۔ لنگی۔ لکڑی مشکیزہ ہوتا تھا۔ جہاں شام ہو جایا کرتی تھی وہیں شب بسر فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ شام ایک ایسے گاؤں میں ہوئی جہاں سب ہندو تھے کوئی مسلمان نہ تھا۔ وہاں والوں سے کہا کہ رات کو رہنے کیلئے کوئی جگہ بتا دو تو ایک شخص نے گاؤں کے باہر کوٹھ پر بتا دیا۔ آپ کے پاس روٹی تھی اس کو نوش فرمایا اتفاقاً وہی شخص رات کو کسی کام کیلئے جنگل میں آیا تو حضرت کو قرآن پڑھتے سنا تمام شب بیتابی سے گذاری اور صبح کو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ رات جو تو پڑھ رہا تھا وہ جلدی سے مجھے بھی پڑھا دے اس کے بعد آپ کو اپنے گھر لیگیا اور وہاں اسکے بچے بیوی وغیرہ سب مسلمان ہو گئے ایک مرتبہ آپ کا جلال آباد یا شاملی گذر ہوا ایک مسجد ویران پڑی تھی وہاں نماز کیلئے تشریف لاکر پانی کھینچا وضو کیا۔ مسجد میں جھاڑو دی۔ بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں کوئی نمازی نہیں؟ اُس نے کہا کہ جی سامنے خانصاحب کا مکان ہے جو شرابی اور رنڈی باز ہیں اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں آپ اُن خانصاحب کے پاس تشریف لیگئے تو رنڈی

[۵] اس سے مراد راوی یعنی مولوی احتشام الحق صاحب کاندھلوی ہیں ۱۲ (ظہور الحسن کسولوی)

Marfat.com

پاس بیٹھی ہوئی تھی اور نشہ میں مست تھے آپ نے خانصاحب سے فرمایا کہ بھائی خانصاحب اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو دو چار آدمی اور جمع ہو جایا کریں اور مسجد آباد ہو جائیگی۔ خانصاحب نے کہا کہ میرے سے وضو نہیں ہوتی اور نہ یہ دو بُری عادتیں چھٹتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے وضو ہی پڑھ لیا کرو۔ اور شراب بھی پی لیا کرو۔ اس پر اُس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو ہی پڑھ لیا کروں گا۔ آپ وہاں سے تشریف لیگئے اور کچھ فاصلہ پر نماز پڑھی اور سجدہ میں خوب روئے۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت آپ سے دو ایسی باتیں سرزد ہوئیں جو کبھی نہیں ہوئیں۔ اول یہ کہ آپ نے شراب اور زنا کی اجازت دیدی۔ دوسرے یہ کہ آپ سجدہ میں بہت روئے۔ فرمایا کہ سجدہ میں میں نے جناب باری سے التجا کی تھی کہ اے رب العزۃ کھڑا تو میں نے کر دیا اب دل تیرے ہاتھ میں ہے اُن خانصاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں تو ظہر کا وقت تھا۔ اپنا عہد یاد آیا پھر خیال آیا کہ آج پہلا روز ہے لاؤ غسل کر لیں کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کرینگے۔ غسل کیا پاک کپڑے پہنے اور نماز پڑھی۔ بعد نماز باغ کو چلے گئے عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی۔ بعد مغرب گھر پہنچے طوائف موجود تھیں۔ اول کھانا کھانے گھر میں گئے۔ بیوی پر جو نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے۔ اُن کی شادی کو سات سال ہو گئے تھے اور آجتک نہ کبھی بیوی کے پاس گئے اور نہ اُس کی صورت دیکھی تھی۔ فوراً باہر آئے رنڈی سے کہا کہ آیندہ میرے مکان پر نہ آنا اور خادم سے کہا کہ بستر گھر میں بھیجدو سُنا ہے کہ ان خانصاحب کی ۲۵ سال تک کبھی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی۔

حکایت (۱۹۲) ایسے ہی ایک مرتبہ گڑھی بختہ تشریف لیگئے۔ ایک خانصاحب سے نماز کیلئے کہا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ مجھے داڑھی چڑھانے کی عادت ہے اور وضو سے یہ اُتر جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ بغیر وضو پڑھ لیا کرو۔ خانصاحب نے کچھ روز بغیر وضو نماز پڑھی۔ پھر خیال آیا کہ ایک مولوی کے کہنے سے تو نے بغیر وضو نماز پڑھنی شروع کر دی اور اللہ و رسول کے حکم سے با وضو نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اس کے بعد ہمیشہ با وضو نماز پڑھنے لگے

حکایت (۱۹۳) آپ نے سات حج کئے اور پیدل۔ ایک مرتبہ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے بانی پت سے چلکر شب کو کسی گاؤں میں سرائے کی مسجد میں قیام فرمایا اور آخیر شب میں وہاں سے روانہ ہوئے اتفاق سے رات کو سرائے میں چوری ہو گئی۔ بھٹیاری نے کہا کہ ایک شخص مسجد میں ٹھیرا تھا صبح ہی چلا گیا وہ ضرور وہی چور ہے۔ لوگ تعاقب کیلئے آئے اور

Marfat.com

جھنجانہ کے قریب آکر پکڑ لیا اور کہا کہ تھانہ چلو۔ آپ نے فرمایا کہ جھنجانہ کے تھانہ میں نہ لیچلو اور کہیں چلو اس پر اُن لوگوں نے اور بھی شبہ کیا اور وہ جھنجانہ ہی کے تھانہ میں لیگئے اور ایک سپاہی کے حوالے کر دیا جس نے حوالات میں آپ کو بند کر دیا۔ تھوڑی دیر میں قصبہ کے لوگوں نے دیکھا اور تمام قصبہ میں شور مچگیا۔ عوام بہت مشتعل ہوئے اور یہ سمجھ کر کہ تھانہ دار کی بدمعاشی ہے اس کی جان کے درپے ہوگئے۔ تھانہ کو لوٹنا چاہتے تھے۔ تھانہ دار خواجہ احمد حسن تھے جو میرے دادا مرحوم کے دوست تھے۔ اور مولوی صاحب سے خوب واقف تھے۔ بہت مشکل سے جان بچاکر تھانہ آئے اور مولوی صاحب کو حوالات سے نکالا اور واقعہ کی تحقیق کی پھر لوگ اُس پانی پت والے آدمی کی جان کے درپے ہوگئے جو آپ کو پکڑ کر لایا تھا۔ آپ نے خواجہ احمد حسن سے فرمایا کہ اس کی جان کے تم ذمہ دار ہو اس کے ساتھ دو تین آدمی کر دو جو اس کو بخیریت پانی پت پہنچا دیں۔

حکایت (۱۹۴) ایک مرتبہ کاندھلہ تشریف لا رہے تھے ایک شخص مل گیا۔ اُس سے دریافت فرمایا کہ کہاں جاؤ گے اُس نے جواب دیا کہ کاندھلہ مولوی مظفر حسین کے پاس۔ اُس کے پاس سامان تھا اور آپ خالی ہاتھ تھے آپ نے اُس سے سامان لے کر اپنے سر پر رکھ لیا کاندھلہ آکر جب اُسے معلوم ہوا کہ یہی مولوی صاحب ہیں تو بہت پشیمان ہوا۔ آپ نے فرمایا اس میں حرج کیا تھا۔ میں خالی ہاتھ تھا اور تم بوجھ لئے ہوئے آرہے تھے۔

حکایت (۱۹۵) آپ محتاط بہت زیادہ تھے کبھی مشتبہ مال نہ کھاتے تھے اور اگر بھولے سے یا غلطی سے کھا لیتے تھے تو فوراً قے ہو جاتی تھی زمانہ طالب علمی کا قصہ ہے کہ آپ نے کئی سال روٹی سالن سے نہیں کھائی دریافت کرنے پر فرمایا۔ کہ دہلی کے اکثر سالنوں میں کھٹائی پڑتی ہے اور آموں کی بیع ناجائز طریق پر ہوتی ہے۔ اس لئے میں سالن نہیں کھاتا۔ آپ بجز اپنے گھر کے اور کسی کے یہاں دعوت وغیرہ میں تشریف نہ لیجاتے تھے۔ ابتداءً قاضی جی اور متولی جی کے یہاں کھانا تناول فرما لیا کرتے تھے قاضی جی اور متولی جی کے والد کے انتقال کے بعد اُن کے یہاں بھی کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر شروع کر دیا اور بغیر بلائے خود تشریف لیگئے دریافت کرنے پر فرمایا کہ پہلے تم نابالغ تھے اس لئے میں تمہارے مال سے پرہیز کرتا تھا۔ اب تم بالغ ہو گئے اس لئے اب مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔

Marfat.com

حکایت (۱۹۶) ایک مرتبہ مولوی نورالحسن صاحبؒ کے پاس تشریف لیگئے انہوں نے کچھ دام اپنے صاحبزادے مولوی محمد ابراہیم صاحب کو دیے کہ خود جاکر ان کا سامان کھانے کیلئے لاویں تاکہ کچھ گڑبڑ نہو کھانا تیار ہوا اس میں فیرنی بھی تھی جس کے کھاتے ہی قے ہوگئی مولوی نورالحسن صاحبؒ بہت پریشان ہوئے۔ تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ جو دودھ مولوی محمد ابراہیم صاحب لائے تھے وہ گڑ گیا تھا۔ پھر دودھ باورچی حلوائی کے یہاں سے ادھار میں لے آیا تھا۔ (ادھار)

حکایت (۱۹۷) آپ بہت زاید منکسر المزاج تھے۔ ہر ایک کام خود کیا کرتے تھے بلکہ دوسروں کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ عادت شریفہ تھی کہ اشراق کی نماز پڑھکر مسجد سے نکلا کرتے اور جو جو گھر اپنے اقارب کے تھے اُن میں تشریف لیجاتے اگر کسی کو بازار سے کچھ منگانا ہو تو پوچھکر وہ لا دیتے۔ پیسہ اُس زمانہ میں کم تھا جو شے آتی تھی غلہ کی آتی تھی۔ آپ غلہ کبھی کرتے کے پلے میں لیجاتے اور کبھی لنگی میں۔

حکایت (۱۹۸) ایک دفعہ رامپور تشریف لیگئے ایک عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ میرا خاوند مجھے خرچ نہیں بھیجتا۔ آپ نے اُس کا پتہ دریافت فرمایا اور وہاں سے فیروزپور تشریف لیگئے اور اُس کے خاوند کو تلاش کرکے ہدایت کی کہ آئندہ خرچ ہمیشہ بھیجا کرو۔

حکایت (۱۹۹) بیوہ کے نکاح کو سخت معیوب سمجھا جاتا تھا آپ کو فکر ہوئی کہ اس رسم کو توڑنا چاہیے اسی فکر میں تھے کہ مولوی ابوالقاسم صاحب صاحبزادہ حضرت مفتی صاحب کا انتقال ہوگیا آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اُن کو اولاً ترجمہ قرآن شریف پڑھنے کی ترغیب دی اُنہوں نے ترجمہ شروع کیا۔ پھر ایک موقع پر اُنہیں نکاح ثانی کی ترغیب دی۔ اُنہوں نے کہا کہ لوگ مجھے قتل کردینگے۔ آپ نے فرمایا کہ تم شہید ہوگی۔ اخیر انہوں نے کہا کہ اگر تم نکاح کرو تو میں تیار ہوں مگر میں اور تم دونوں مارے جائیں گے آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر اقرار فرمالیا اور ایک موقعہ پر دو چار آدمیوں کے سامنے خفی طور سے نکاح ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد حمل ٹھیر گیا کسی کو نکاح کی خبر نہ تھی ہر جگہ زنا کا شور مچ گیا۔ تھانہ بھون والے چڑھکر آئے لڑکی والے کی طرف سے اعلان تھا کہ جو کوئی شخص مولوی مظفر حسین صاحب کا سر اتار کر لا دیگا اُس کو ایک ہزار روپیہ ملیگا۔ آپ کاندھلہ سے دہلی تشریف لے گئے

اتفاق کی بات کہ اُن کی والدہ سخت علیل ہوگئیں۔ قاضی صاحب یعنی اُن کے والد بہت پریشان ہوئے۔ ہر قسم کا علاج کیا کوئی فائدہ نہوا۔ جب بالکل مایوس ہوگئے تو ایک فقیر ملا اور کہا کہ حافظ ضامن صاحب سے یہ کہلا دو کہ اچھی ہوجاویگی اچھے ہونیکا میں ذمہ دار ہوں۔ سب لوگ حافظ ضامن صاحب کے سر ہوگئے وہ انکار کرتے تھے۔ قضیاتی حافظ صاحب کی بہن تھیں۔ بہت اصرار پر آپ نے فرمایا کہ کاندھلہ سے اپنی لڑکی بی رحمت کو بلالو تب کہونگا۔ اول تو بہت پس و پیش ہوئی۔ بعد میں مجبوراً بلانا پڑا۔ اُن کے پہنچتے ہی خود بخود صحت شروع ہوگئی۔ اب مولوی مظفر حسین صاحب بھی دہلی سے تھانہ بھون تشریف لے گئے۔

حکایت (۲۰۰) کیرانہ میں ایک رافضی عورت تھی آپ نے اُنہیں اہل السنۃ والجماعت ہونے کی ترغیب دی اُنہوں نے کہا اگر آپ نکاح کریں تو میں توبہ کرلوں گی آپنے منظور فرمالیا یہ بھی بیوہ تھیں۔ اُنہوں نے کہا کہ جب موقعہ ہوگا میں خط لکھوں گی۔ تم آکر لیجانا محرم کے موقعہ پر جب سب عورتیں قصبہ سے باہر تازیئے دیکھنے گئیں تو اُن کا پرچہ مولویصاحب کے پاس آیا جس میں یہ نشان تھا × آپ نے میرے دادا مولوی محمد صادق صاحب اور چند آدمیوں کو ڈولی لیکر کیرانہ بھیجا اور یہ رات کو گیارہ بجے کیرانہ جاکر اُن کو لے آئے۔ جب کیرانہ والوں کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے تعاقب کیا۔ یہاں سے بھی اُن کی اعانت کو لوگ گئے۔ مگر مولوی محمد صادق اُن کے ہاتھ نہ آئے اور بخیر کاندھلہ پہنچ گئے۔ ان محترمہ نے حضرت کو بہت سخت تکالیف پہنچائیں۔ مگر آپ سب سہتے تھے۔ اکثر رات کو دروازہ بند کرلیا کرتی تھیں اور حضرت دروازہ کے باہر لنگی بچھاکر نماز میں وہ وقت گذارا کرتے تھے۔ اول حصہ میں دوسری بیوی کو جو بیوہ تھیں ترجمہ قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ دوسرے میں صاحبزادیوں کو ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ تیسرا حصہ کیرانہ والی بیوی کا تھا۔ جس میں اُن کے یہاں جاکر تہجد پڑھا کرتے تھے۔

حکایت (۲۰۱) آپ نے چھ حج پیدل کیے جس میں ایک مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کے ساتھ اور ایک ہمراہ اہل و عیال بعد میں مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کا خط آیا کہ تم یہاں چلے آؤ۔ اس خط کو مولوی نور الحسن صاحب نے چھپالیا۔ جب آپکو معلوم ہوا تو فوراً روانہ بیت اللہ ہوگئے۔ یہ روانگی ۲۴ جمادی الثانیہ روز شنبہ ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ ابھی مکہ مکرمہ نہ پہنچے تھے کہ اسہال کا مرض لاحق ہوگیا۔ مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ صاحب سے فرمایا

Marfat.com

کہ میرا جی چاہتا تھا کہ مدینہ منورہ موت آوے مگر بظاہر اب میری موت کا وقت قریب آگیا۔ آپ مراقبہ کیجئے۔ اُنہوں نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ نہیں آپ مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے کچھ روز کے بعد آپ اچھے ہوگئے اور اگلے ہی روز مدینہ منورہ کو روانہ ہوگئے۔ مدینہ منورہ پہنچنے میں ایک منزل باقی تھی کہ آپ پھر بیمار ہوگئے اور ۱۰ محرم ۱۲۹۳ھ مطابق ۵ رمئی یوم جمعہ ۱۸۹۶ء کو انتقال فرمایا اور نزدیک قبر حضرت عثمانؓ مدفون ہوئے۔

کرتہ۔ پاجامہ۔ لنگی مشکیزہ۔ لوٹا آپ نے چھوڑا حسب وصیت لوٹا اور مشکیزہ بیت المال میں داخل کردیا گیا۔ لنگی مُریدین میں تقسیم کردی گئی اور کرتہ پاجامہ صاحبزادیوں کے پاس بھیجدیا جس میں پاجامہ معتقدین میں تقسیم کردیا گیا۔ اور کرتہ مبارک موجود ہے۔ فقط

(منقول تذکرۃ الخلیل)

(۲۲) جناب مولٰنا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حکایت (۲۰۲) فرمایا کہ مولٰنا شیخ محمد صاحبؒ وعظ میں لغات بہت بولتے تھے اور اُسکی تفسیر بعینی سے کرتے تھے ایک مرتبہ مولٰنا میرٹھ تشریف لیگئے تو ایک شخص کی نسبت دریافت کیا کہ یہ کنابیہ میرٹھ سے ہیں یا احابیش میرٹھ سے ہیں (ہمارے حضرت ..... نے فرمایا) کہ مگر ہم نے اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ لوگ ان کو پہچانتے بھی نہ تھے کہ یہ علماء ہیں۔ گفتگو بہت معمولی آدمیوں کی طرح کرتے تھے۔ ہاں تقاریر کے اندر اصطلاحات ضرور بولتے تھے۔ (وہاں اسکی ضرورت ہوتی تھی جامع)

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۲۳) حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۲۰۳) فرمایا کہ جب کوئی حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا تو

Marfat.com

فرمانے کہ دیکھو بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ محمدؒ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں مولوی صاحب اُن سے پوچھ لے۔ اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو وہ (حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں حاجی صاحبؒ ان سے مُرید ہو جا اور اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جا۔

حکایت (۲۰۴) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی آکر کہتا کہ حضرت میں نے اپنے لڑکے کو حفظ شروع کرا دیا ہے۔ دعا فرما دیجئے تو فرماتے ارے بھائی کیوں جنم روگ لگایا۔ یہ تنبیہ ہے اسپر کہ عمر بھر اس کی حفاظت واجب ہوگی۔ اگر اس کی اُمید نہ ہو تو ناظرہ ہی پڑھا دو اور حفظ سے روکنا نہیں ہے مگر پیرایہ ظرافت کا ہی باعتبار مذاق مخاطب کے کہ کہیں اخیر میں اسکو مصیبت نہ سمجھنے لگو۔

حکایت (۲۰۵) فرمایا کہ ایک صاحب کشف حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھیو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو یہ کیا بات ہے جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں۔

حکایت (۲۰۶) فرمایا کہ حافظ محمد ضامن رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حضرت میانجیوؒ کے ہمراہ اُن کا جوتہ بغل میں لیکر اور توبرہ گردن میں ڈال کر جھنجانہ جاتے تھے اور اُن کے صاحبزادے کی سسرال بھی وہیں تھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس حالت سے جانا مناسب نہیں وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ ڈالیں۔ حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ رشتہ کی ایسی تیسی میں جانے میں اپنی سعادت ہرگز نہ چھوڑونگا۔

حکایت (۲۰۷) فرمایا کہ ایک نوجوان حضرت ضامن صاحبؒ کی خدمت میں آنے لگا تھا۔ حضرت کی برکت سے اسکی کچھ حالت بدلنے لگی۔ اُس کے باپ نے حافظ صاحبؒ سے شکایت کی۔ کہ جب سے لڑکا آپ کے پاس آنے لگا۔ بگڑ گیا۔ حافظ صاحب نے جوش میں فرمایا۔ کہ ہمکو تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔ ہمیں بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے ہم کسی کو بلاتے تھوڑا ہی ہیں۔ جس کو سنورنا ہو تو وہ ہمارے پاس نہ آوے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔

حکایت (۲۰۸) فرمایا کہ حافظ محمد ضامن رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر حضرت میانجیوؒ نے بیعت سے اول انکار کر دیا تھا۔ مگر یہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہتے

Marfat.com

اصرار مطلق نہیں کیا۔ جب تقریباً دو تین مہینے آتے جاتے گذر گئے تو ایک دن حضرت میاں جیو نے حافظ صاحبؒ سے پوچھا کہ کیا اب بھی وہی خیال ہے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ میں تو اسی خیال سے حاضر ہوتا ہوں مگر خلاف ادب ہونیکے سبب اصرار بھی نہیں کرتا اسپر حضرت نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ آؤ۔ پھر حضرت نے سلسلہ میں داخل فرمالیا۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفر لہ و لوالدیہ

حکایت (۲۰۹) ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سپاہی منش اور نہایت خوش مزاج آدمی تھے مجھ سے کمال الفت کرتے تھے ایک دفعہ جب وہ گنگوہ میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے اُن کی دعوت کی وہ لکڑہارا تھا آپ نے قبول فرمالی کچھ دیر بعد حافظ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر مال کے والد نے بھی التجا قبول ضیافت کی چنانچہ وہ بھی قبول کر لی ایک شخص نے کہا حضرت وہ پہلا ناراض ہوگا تو حضرت حافظ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہم اُس کا منہ توڑ دیں گے اور کہا کہ وہ لاویگا کیا پانچ چھ روٹیاں اور پیالہ بھر دال سو یہ اتنے آدمیوں کو کافی نہ ہوگا ہم اُس کا لایا ہوا بھی رکھ لیں گے اور دوسرے کا لایا ہوا بھی اور پھر کھادیں گے۔ چنانچہ وہ لکڑہارا آیا تو پانچ چھ روٹیاں جو کی لایا اور ایک لوٹے میں سیر بھر کے قریب دودھ حافظ صاحب نے اُس کو رکھ لیا اور لکڑہارے کو رخصت کر دیا۔ جب دوسرے شخص بھی کھانا لے آئے تو آپ نے پہلا کھانا بھی نکلوایا اور سب کو ملا کر کھایا۔

حکایت (۲۱۰) حضرت حافظ صاحبؒ کے مزاج اور خوش مزاجی کے بہت قصے بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا حافظ صاحب کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا ایک بار ندی پر شکار کھیل رہے تھے۔ کسی نے کہا "حضرت نہیں" آپ نے فرمایا "ایک ماروں تیری" (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۲۴) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۲۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی

نہایت سید ھے اور نہایت متبع سنت بزرگ تھے میں اُن سے بہت ہی مرتبہ ملا ہوں لیکن جب کبھی اُن سے ملاقات ہوتی تھی تو وہ یہ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کو کسی سے محبت ہو تو اُسے چاہیئے کہ اُس کو اطلاع کر دے اس لئے میں بتعمیل ارشاد نبوی تم سے کہتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے - یہ اُن کا ہر ملاقات میں معمول رہا - اور کبھی اس میں تخلف نہیں ہوا -

حاشیہ حکایت (۲۱۱) قولہ تخلف نہیں ہوا - اقول - یہ جوش ہے اتباع سنت کا جو مقتضی ہوتا تھا تکرار کو - ورنہ کافی ایک بار اطلاع کرنا بھی تھا - (شت)

(منقول از امیر الروایات)

(۲۵) حضرت قاسم العلوم والخیرات جناب مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس اللہ سرہٗ کی حکایات

حکایت (۲۱۲) جناب خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی مراد آباد کے مدرسہ شاہی میں مدرس تھے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولوی محمد یعقوب صاحب ہر سال جا کر امتحان لیا کرتے تھے - ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دفتر کی چھت پر جو مکان ہے آپ اُس میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں بھی حاضر تھا (میں اُس زمانہ میں چھپاری میں ملازم تھا اور مجھے حضرت سے اور حضرت کو مجھ سے بہت تعلق تھا اس لئے میرا معمول تھا کہ جب مجھے معلوم ہوتا کہ آپ تشریف لانیوالے ہیں تو میں مراد آباد پہنچ جاتا تھا) اُس وقت مولانا کچھ بزرگوں کا ذکر کرتے تھے اور جس مجلس میں یہ عاجز ہوتا تھا اکثر مجھی کو مخاطب بنا لیا کرتے تھے - گو اس وقت مجمع کثیر تھا مگر آپ نے مجھی کو مخاطب بنایا اور فرمایا خواجہ احمد جام مستجاب الدعوات مشہور تھے ایک عورت اُن کی خدمت میں اپنے ایک نابینا بچے کو لائی اور عرض کیا کہ اپنا ہاتھ اُس کے مُنہ پر پھیر دیجئے اور اس کی آنکھیں اچھی کر دیجئے اُس وقت آپ پر شان عبدیت غالب تھی اسلئے نہایت انکسار کے ساتھ فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں اُس نے اصرار کیا مگر آپ نے پھر وہی جواب دیا غرضکہ تین چار مرتبہ یوں ہی رد و بدل ہوئی - جب آپ نے دیکھا کہ وہ مانتی ہی نہیں ہے تو آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چلدیے کہ یہ کام تو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا تھا

وہ اندھوں اور مبروصوں کو اچھا کرتے تھے میں اس قابل نہیں ہوں۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ الہام ہوا تو کون اور عیسیٰ کون اور موسیٰ کون پیچھے لوٹ اور اُس کے مُنہ پر ہاتھ پھیر نہ تم اچھا کر سکتے ہو نہ عیسیٰ ما میکنیم آپ یہ سُنکر لوٹے اور ما می کنیم ما می کنیم فرماتے جاتے تھے اور جاکر اُسکے مُنہ پر ہاتھ پھیر دیا اور آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ یہ قصہ بیان فرما کر مولانا نے فرمایا کہ احمق لوگ یوں سمجھ جایا کرتے ہیں کہ یہ ما می کنیم خود کہہ رہے ہیں حالانکہ ان کا قول نہیں ہوتا بلکہ وہ حق تعالیٰ کا قول ہوتا ہے بلکہ جب کوئی کسی گویئے سے کوئی عمدہ شعر سُنتا ہے تو اُس کو اپنی زبان سے بار بار دہراتا ہے اور مزے لیتا ہے اسی طرح وہ اس الہام کی لذت سے حق تعالیٰ کا ارشاد "ما می کنیم" بار بار دہراتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۲۱۲) قولہ وہ حق تعالیٰ کا قول ہوتا ہے **اقول** منصور حلاج کی سب سے اچھی تاویل یہی ہے اور یہ حکایت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے احقر نے بھی سُنی ہے بس اتنا فرق ہے کہ مجھکو اُن بزرگ کا نام لینا یاد نہیں اور اول بار جو اس عورت کو جواب دیا اُس کا لہجہ جوش کا یاد ہے وہ یہ کہ میں عیسیٰ ہوں جو اندھوں کو اچھا کروں اور ما می کنیم کی جگہ ما کنیم یاد ہے (**شت**)

حکایت (۲۱۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی سفر حج میں تھے اس سفر میں ان کا جہاز یمن کے ایک بندرگاہ پر ٹھہر گیا اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند روز قیام کریگا چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب کسی بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں اس لئے آپ جہاز سے اُتر کر اُن کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ جب اُن کی خدمت میں پہنچے اور گفتگو ہوئی۔ تو مولانا کو اُن کی شہرتِ علم کی تصدیق ہو گئی اور آپنے اُن سے حدیث کی سند کی درخواست کی ان عالم نے دریافت کیا کہ تم نے کس سے حدیث پڑھی ہے مولانا نے فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب سے۔ وہ عالم شاہ عبدالغنی صاحب کو نہ جانتے تھے۔ اس لئے دریافت کیا کہ شاہ عبدالغنی نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا شاہ اسحٰق صاحب سے وہ شاہ اسحٰق صاحب سے بھی واقف نہ تھے اس لئے پوچھا کہ شاہ اسحٰق صاحب نے کس سے پڑھی ہے مولانا نے فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب سے وہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے واقف تھے۔ جب اُن کا نام سُنا تو فرمایا کہ اب میں تمکو سند دونگا اور یہ بھی فرمایا کہ شاہ ولی اللہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ پس جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں وہاں جنت ہے۔ اور جہاں اسکی

Marfat.com

شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں۔ یونہی جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں وہاں جنت نہیں اس کے بعد انہوں نے مولانا کو حدیث کی سند دیدی۔ خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے خود مولانا نانوتوی سے سنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۱۳) قولہ اُن کی خدمت میں روانہ ہو گئے **اقول** باوجود کامل ہونیکے دوسرے اہلِ کمال سے استفادہ فرمانا کمال تواضع وحرص دین کی دلیل ہے۔ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون (**شت**)

حکایت (۲۱۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی وعظ نہ کہتے تھے۔ اگر کوئی بہت ہی اصرار کرتا تو کہدیتے تھے ایک مرتبہ کسی نے اصرار کیا تو فرمایا وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ موثر ہو سکتا ہے۔ وعظ کا کام تھا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ موثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اُس کے قلب میں اُس وقت تک بے چینی رہتی ہے جبتک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کر لے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اُس وقت بھی اُس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اُس کی اُسی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پاکر قضائے حاجت کیلئے جاؤں سو واعظ کی اہلیت وعظ اور اُسکے وعظ کے تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اسکا وعظ موثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا۔ اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ موثر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ تقاضا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جبتک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے اُن کو چین نہ آتا تھا۔ چنانچہ وہ ایک ایک دن میں بیس بیس جگہ وعظ کہتے تھے اس لئے وہ وعظ کے اہل تھے اور اُن کا وعظ موثر بھی ہوتا تھا۔

حاشیہ حکایت (۲۱۴) قولہ اُن کو چین نہ آتا تھا **اقول** یہ اثر لازم ہے شفقت کاملہ کا اور اس بےچینی کے ممنوع ہونیکا ان آیات سے شبہ نہ کیا جاوے۔ قولہ تعالیٰ واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن عليهم ولا تك في ضيق مما يمكرون وقولہ تعالیٰ لعلك باخع نفسك ان لا يكونوا مومنين وقولہ تعالیٰ اما من استغنى

Marfat.com

فانت لہ تصدی وقولہ تعالیٰ من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انت علیھم بوکیل ونحوھا من الآیات۔ کیونکہ مراد ان آیات میں وہ درجہ ہے جس کا اشتغال مخل ہو افضل الی الاخلال فی الضروریات الدنیویہ اوالدینیہ کو اشت)

حکایت (۲۱۵) خانصاحب نے فرمایا حکیم عبدالسلام ملیح آبادی کو مولانا نانوتوی کی خدمت میں جانے کا بہت شوق تھا مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تو حضرت مولانا کی خدمت میں جاوے مجھے اپنے ساتھ ضرور لے چلنا۔ لیکن مجھ بدنصیب کے دل میں ایک خیال جم گیا تھا اور وہ یہ کہ حکیم صاحب بہت خوش بیان اور گویا آدمی ہیں۔ واجد علی شاہ کے طبیب خاص بھی رہے ہیں اور حضرت مولانا کی خوش بیانی اور بڑگوئی (یعنی بسط فی الکلام) یا تو وعظ میں ہوتی ہے یا سبق پڑھانے میں اور معمولی گفتگو اُن کی قصباتی ہے اور یہ زمانہ مولانا کی علالت کا تھا اور اسباق نہ ہوتے تھے اس لئے ایسا نہ ہو کہ مولانا سے ملنے کے بعد یہ اُن کو خاطر میں نہ لائیں اور اُن سے بداعتقاد ہو جائیں اور اختلاف خیال کے سبب میرے اور اُن کے لطف صحبت میں رخنہ واقع ہو بنابریں جب میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کو ساتھ نہ لیگیا۔ جب میں واپس آیا تو بہت ناخوش ہوئے۔ اتفاق سے میرا دوبارہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ ہوا مگر اس مرتبہ بھی میں نے اُن سے اطلاع نہیں کی لیکن حکیم صاحب کو کسی ذریعہ سے میرا ارادہ معلوم ہو گیا۔ اور وہ خود بخود ہاتھ میں بیگ لئے ہوئے میرے پاس آگئے اور کہا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا۔ اب تو میں مجبور ہو گیا اور ہم تین آدمی میں اور حکیم صاحب اور محمد خانصاحب خورجوی مولانا کی خدمت میں روانہ ہو گئے جس وقت ہم دیوبند پہنچے ہیں اُس وقت آفتاب غروب ہو گیا تھا اور ہمنے مغرب کی نماز اُسی مسجد میں پڑھی جہاں یکے کھڑے ہوتے ہیں۔ نماز پڑھکر ہم تینوں پیدل حضرت مولانا کی خدمت میں روانہ ہو گئے۔ مولانا اُس زمانہ میں مولوی محمود الحسن صاحب کے مکان پر رہتے تھے جب مولوی محمود الحسن صاحب کا مکان تقریباً پچاس قدم رہگیا تو میں محمد خان صاحب کے ساتھ چھوڑکر آگے بڑھ گیا اور اُن سے پہلے مولانا کے پاس پہنچ گیا مولانا کا لباس اُس وقت یہ تھا۔ سر پر میلا اور پھٹا ہوا عمامہ تھا جس میں لیرے پڑے ہوئے تھے اور چونکہ سردی کا زمانہ تھا اس لئے ایک دھوتر کی نیلی رنگی ہوئی مرزئی پہنے ہوئے تھے۔

Marfat.com

جس میں بند لگے ہوئے تھے اور نیچے نہ کرتا تھا (کرتہ پہنتے ہی نہ تھے) اور نہ انگرکھا تھا اور ایک رضائی اوڑھے تھے جو نیلی رنگی ہوئی تھی اور جس میں مومی کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔ جو پھٹی ہوئی تھی اور کہیں تھی اور کہیں بالکل اُڑی ہوئی تھی۔ میں نے سلام کرکے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حکیم عبدالسلام حضور کی زیارت کیلئے آرہے ہیں۔ تو مولانا یہ سمجھے کہ یہ مولوی عبدالسلام ہسوی ہیں جو احمد سعید صاحب کے خلیفہ اور شاہ عبدالغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مولوی عبدالسلام ہسوی نہیں بلکہ حکیم عبدالسلام ملیح آبادی ہیں جو مفتی حسین احمد صاحب کے لڑکے ہیں مولانا مفتی صاحب سے واقف تھے اس لئے اُنھوں نے ان کو پہچان لیا۔ یہ گفتگو ہو چکی تھی اتنے میں محمد خاں حکیم صاحب کو لئے ہوئے مولانا کی خدمت میں آپہنچے جس وقت یہ دونوں آئے ہیں اُس وقت مجلس کا یہ رنگ تھا کہ دروازہ کے سامنے مولوی ذوالفقار علی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے برابر میں مظفر نگر کے ایک عالم بیٹھے ہوئے تھے جن کا نام مجھے یاد نہیں اور مولانا ایک طرف کو چارپائی سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے برابر میں دیوبند کے ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو لباس بھی عمدہ پہنے ہوئے تھے اور ڈاڑھی بھی شاندار تھی۔ اُسی مجلس میں مولوی عبدالکریم پنجابی مولانا کے شاگرد بھی تھے جب حکیم عبدالسلام پہنچے تو سب لوگ اُن کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے حکیم صاحب مولانا کے دھوکہ میں تمام شاندار لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں مگر مولانا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے بتلایا کہ مولانا یہ ہیں وہ مولانا سے مصافحہ کرکے اُن کے قریب ہی بیٹھ گئے اور نہایت لسانی سے گفتگو شروع کردی اور عشا کی نماز کے بعد تک برابر گفتگو کرتے رہے کبھی لکھنؤ کے مناظروں کی کیفیت بیان کرتے کبھی مرزا حسن علی محدث کے حالات بیان کرتے کبھی اور کوئی قصہ بیان کرتے غرضکہ پورا جلسہ انہی کی گفتگو میں ختم ہوگیا اور مولانا کچھ نہیں بولے۔ صرف انکی باتوں پر کبھی جی ہاں حضرت اور کبھی بجا ہے۔ فرما دیتے تھے۔ جب جلسہ برخاست ہوا تو مولانا نے محمد خاں اور حکیم صاحب کو چھتے کی مسجد میں حاجی محمد عابد صاحب کے حجرہ کے اوپر جو مکان تھا اُس میں ٹھیرا دیا اور میں رات کو مولوی محمود الحسن صاحب کے مکان پر سویا۔ صبح کو چھتے کی مسجد میں مولوی محمد یعقوب سے ملاقات ہوئی ہم لوگ کچھ اُن کے پاس بیٹھے کچھ حاجی محمد عابد صاحب کے پاس بیٹھے۔ پھر مولانا کے یہاں جا بیٹھے اور کھانے کے وقت تک مولانا ہی کی خدمت میں بیٹھے

رہے اس وقت بھی حکیم صاحب ہی باتیں کرتے رہے۔ تیسرے پہر کو حکیم صاحب مدرسہ کی سیر کو گئے اور تھوڑی تھوڑی دیر سب مدرسوں کے درس میں بیٹھے مگر مولوی محمد یعقوب صاحب کے درس میں سب سے زیادہ بیٹھے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ حکیم صاحب پر ابتک مولانا کی حالت منکشف نہیں ہوئی تو مجھے اس کا بہت صدمہ ہوا اور میں نے اس کی کوشش کی کہ کوئی علمی گفتگو ہوا ور مولانا کچھ کھلیں اسکے لئے میں نے مولوی محمود حسن صاحب سے بھی کہا کہ تم کوئی علمی بات مولانا سے دریافت کرو اور مولوی عبدالکریم صاحب سے بھی۔ مگر ہر ایک نے یہی کہا کہ مولانا کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اگر حکیم صاحب مولانا کے معتقد ہو جاویں تو کیا اور اگر غیر معتقد ہو جاویں تو کیا۔ ہم تو مولانا کو تکلیف نہ دیں گے تمہارا جی چاہے تم خود پوچھ لو میں نے اسپر بہت زور دیا مگر کسی نے نہ مانا حتیٰ کہ میری ان صاحبوں سے لڑائی اور تو تڑاق بھی ہو گئی مگر اُنھوں نے کسی طرح نہ مانا حکیم صاحب نے مدرسین کی حالت دیکھ کر محمد خاں سے کہا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب حدیث ایسی پڑھاتے ہیں جیسے میرے والد پڑھاتے ہیں مگر مرزا حسن علی محدث کیسی نہیں پڑھاتے اور حضرت مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی تو مجھے بہت ملال ہوا اور میں نے مولوی محمود الحسن صاحب کو بھی بُرا بھلا کہا اور مولوی عبدالکریم سے تو لیا ڈکی ہو گئی (دوستی کے اور احکام ہیں اور معتقدائیت کے اور احکام) اور میں نے کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ مولانا سے کوئی علمی بات پوچھ لو مگر تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ دیکھو حکیم عبدالسلام ایسا کہتے ہیں۔ اُنھوں نے اسپر بھی یہی کہا کہ ہم تو مولانا کو تکلیف نہ دیں گے چاہے حکیم عبدالسلام معتقد ہوں یا غیر معتقد۔ خدا کی شان کہ اُسی روز حکیم مغیث الدین صاحب سہارنپوری کے صاحبزادے حکیم مشتاق احمد صاحب مولانا کی خدمت میں آپہنچے اور مولانا سے عرض کیا کہ ایک پادری نے آکر قرآن پر یہ اعتراض کیا کہ قرآن میں توریت وانجیل کی نسبت محرف ہونیکا دعویٰ کیا گیا ہے اور قرآن ہی میں اس کا بھی اقرار ہے کہ خدا کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ قرآن کا صریح تعارض وتناقض بیان ہے یہ سُنکر مولانا کو جوش ہوا اور تقریر جواب شروع فرمادی اور دن کے آٹھ بجے سے کھانے کے وقت تک تقریر فرمائی اور حکیم مشتاق احمد صاحب کھانیکے بعد چلے گئے ظہر کے بعد حکیم عبدالسلام نے پھر یہی مضمون چھیڑ دیا اور مولانا نے ظہر سے عصر تک یہی مضمون بیان فرمایا اور مغرب سے عشا تک

Marfat.com

یہی مضمون بیان فرمایا اور عشاء کے بعد پھر یہی مضمون شروع کر دیا اور حکیم عبدالسلام نہایت شوق سے اس مضمون کو سنتے اور بجا ہے بجا ہے حضور کہتے رہے۔ جب میں نے یہ دیکھا رات بہت گذر گئی تو میں نے اشارہ سے حکیم عبدالسلام سے کہا کہ اب اٹھ چلو مگر وہ نہیں اٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر کہا پھر بھی نہ اٹھے جب بارہ بج گئے تب میں نے زور سے کہا کہ حکیم صاحب اٹھئے بہت دیر ہوگئی۔ اور اب مولانا کو آرام کرنے دیجئے۔ تب حکیم عبدالسلام اٹھے اور تقریر ختم ہوئی مولانا کو کھانسی کا مرض تھا مگر آج ایسا اتفاق ہوا کہ اثنائے تقریر میں ایک مرتبہ بھی کھانسی نہ اٹھی اور تقریر کی برجستگی میں ذرا بھی خلل نہیں آیا اب تو حکیم صاحب مولانا کے نہایت معتقد ہوگئے اور وہاں سے ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہوئے اٹھے مجھے ان کی حالت تو معلوم ہوگئی مگر میں نے ان سے کچھ نہیں کہا صبح کے وقت حکیم عبدالسلام اور ہم سب روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب کو پہنچانے کیلئے مولوی محمود حسن صاحب حافظ احمد مولوی عبدالکریم اور دوسرے اشخاص اسٹیشن تک آئے اسٹیشن پر پہنچکر میں نے حکیم عبدالسلام کے دونوں ہاتھ پکڑ لیئے اور میں نے کہا کہ پرسوں جو کچھ آپ نے محمد خاں سے فرمایا تھا وہ میں سن چکا ہوں اب فرمائیے کہ آپنے مولانا کو کیسا پایا اس پر حکیم صاحب نے فرمایا اس کا جواب ایک قصہ پر موقوف ہے پہلے وہ قصہ سن لو۔ وہ قصہ یہ ہے کہ باوجود نقشبندی مجددی ہونے کے اور باوجود شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وشاہ غلام علی صاحبؒ سے مستفید ہونیکے میرے والد کے اندر چشتیت بہت غالب تھی حالانکہ وہ کسی چشتی سے مستفید نہ ہوئے تھے اور اس بنا پر اُن کی یہ کیفیت تھی کہ جس جگہ یہ سنتے تھے کہ وہاں فلاں شئے خوبصورت ہے تو سفر کر کے اُسے دیکھنے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اُنہیں معلوم ہوا کہ جے پور میں کوئی تصویر بہت حسین ہے پس وہ اُسے دیکھنے کیلئے جے پور روانہ ہوگئے اور جا کر اُسے دیکھ آئے۔ حالانکہ یہ سفر بہت لمبا ہے بالخصوص اُس زمانہ کے لحاظ سے۔ اسی طرح اُن کو معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے بہت دور مقام پر کسی کے یہاں ہانسی حصار سے کوئی اونٹنی آئی ہے جو بہت خوبصورت ہے یہ سنکر اُس اونٹنی کو دیکھنے روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچکر اُس اونٹنی کو دیکھا۔ اور اُس کی گردن میں ہاتھ ڈالکر اُس کا سر جھکایا اور اُس کی پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا کہ کہاں ظہور فرمایا ہے۔ غرض یہ اُنکی حالت تھی۔ اب سنو کہ لکھنؤ کے اطراف میں ایک مقام پر ایک عالم رہتے تھے وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے اور اُس کو بہت محبت سے پڑھاتے تھے۔ جب والد صاحب کو اُس کے حسن کا

Marfat.com

قصہ معلوم ہوا تو وہ حسب عادت اُسے دیکھنے کیلئے چلدیے جس مسجد میں وہ رہتے تھے اُس کے جنوب میں ایک سہ دری تھی اور اُس سہ دری کے اندر جانب غروب ایک کوٹھڑی تھی اور اُس کوٹھڑی کے آگے شمالاً اور جنوباً ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی جس وقت والد صاحب پہنچے ہیں تو اُس وقت لڑکا کوٹھڑی کے اندر تھا اور وہ عالم اُس چارپائی سے کمر لگائے ہوئے اور کوٹھڑی کی طرف پشت کئے ہوئے بیٹھے تھے والد صاحب اسباب رکھ کر ان عالم سے مصافحہ کرنے گئے جب یہ سہ دری میں پہنچے ہیں تو وہ لڑکا ان کو دیکھ کر کوٹھڑی میں سے نکلا والد صاحب نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے تھے کہ اُن کی نظر اُس لڑکے پر پڑگئی بس مصافحہ تو رہ گیا اور والد صاحب اُس لڑکے کو دیکھنے میں مستغرق ہوگئے ان عالم نے جب یہ دیکھا کہ یہ مصافحہ کرنا چاہتے تھے مگر مصافحہ نہیں کرسکے تو اُنہوں نے مُنہ پھیر کر اپنے پیچھے دیکھا تو اُن کو معلوم ہوا کہ لڑکا کھڑا ہے اور یہ اُسکے دیکھنے میں مصروف ہیں جب انکو معلوم ہوا کہ یہ حضرت بھی ہمارے ہمرنگ کے معلوم ہوتے ہیں تو اُنہوں نے اُس لڑکے کو آواز دی اور کہا کہ ان صاحب سے مصافحہ کرو وہ لڑکا آیا اور اُس نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے اُس وقت ان عالم صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

	بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را		این ست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را

یہ قصہ تو ختم ہوا اب جواب سنو میری آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اتنی قوت دے کہ میں مرزا حسن علی محدث کو اور اپنے باپ کو اور مولوی اسمٰعیل صاحب کو اور فلاں فلاں کو قبروں میں سے زندہ کرکے لاؤں اور اُن کو مولانا کی تقریر سنواؤں اور اس شعر کو یوں پڑھوں ؎

بسم اللہ اگر تاب سخن ہست کسے را		این ست کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را	

حاشیہ حکایت (۲۱۵) **قولہ** خدا کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا الخ

اقول۔ غالباً یہ اشارہ ہے لا مبدل لکلماتہ کی طرف اور مولانا نے جو جواب ارشاد فرمایا ہو چونکہ وہ اس قصہ میں مذکور نہیں اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کا سہل جواب بھی عرض کردیا جاوے وہ جواب یہ ہے کہ یہاں کلمات سے مراد خاص قرآن مجید ہے بقرینہ شروع آیت وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا اور اس کی عدم تبدیل کا سبب دوسری آیت میں ہے وانا لہ لحافظون اور کلمات سے مراد کلام ہے جیسا حدیث میں ہے

صدق ما قال الشاعر کلمۃ لبید ای کلام لبید **قولہ** کوئی تصویر الخ **اقول** مغلوبین معذور ہیں **قولہ** کہاں ظہور فرمایا ہے **اقول** دوسرے کو ایسا کہنا تقلیداً جائز نہیں ؎

لقمہ و نکتہ است کامل را حلال		تو نۂ کامل مخور می باش لال	

قولہ ایک لڑکے پر عاشق تھے **اقول** دوسرے کو ایسا کرنا جائز نہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر		گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر	

قولہ دیکھنے میں مصروف ہیں **اقول**۔ اوپر گذر چکا ہے کہ ہر خوبصورت شے کے دیکھنے کو سفر کرتے تھے حتیٰ کہ سفر کر کے اونٹنی کو دیکھنے گئے۔ یہ صاف دلیل ہے کہ اُن کی نظر شہوانی نہ تھی (**شت**)

حکایت (۲۱۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد منیر صاحب اور حضرت مولانا نانوتوی یہ تینوں ایک سال کی پیدائش تھے اور مولانا نانوتوی سب سے بڑے تھے ان سے چھوٹے مولوی محمد منیر صاحب اور سب سے چھوٹے مولنا محمد یعقوب صاحب تھے۔ یہ بیان فرما کر فرمایا کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا ہے کہ وہ مولانا سے بہت بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتے تھے ایک مولوی محمد منیر صاحب دوسرے مولوی امیر الدین صاحب جو حال کے امام جامع مسجد دہلی کے چچا تھے۔ مولوی محمد منیر صاحب تو صرف قاسم ہی کہکر خطاب کرتے تھے مگر مولوی امیر الدین صاحب تو لبے تبے سے گفتگو کرتے تھے ایک مرتبہ مولوی امیر الدین صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ مولنا کے ساتھ اس قدر گستاخی کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں کچھ تو خیال کیا کیجئے۔ تو مولوی امیر الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ میں کیا کروں اگر میں اس انداز سے گفتگو نہیں کرتا اور ادب سے کام لیتا ہوں تو بولنا چھوڑ دیتا ہے اس لئے میں ادب پر اس کی خوشی کو ترجیح دیتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۲۱۶) **قولہ** ادب پر اس کی خوشی کو الخ **اقول** ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں		خاک بر فرق قناعت بعد ازیں ؎	
اندرون کعبہ رسم قبلہ نیست		چہ غم ار غواص را با چبلہ نیست	

اور کیا ٹھکانا ہے اتباع رضا کا کہ غیبت میں بھی وہی عنوان پسندیدۂ محبوب اختیار کیا (**شت**)

حکایت (۲۱۷) خانصاحب نے فرمایا کہ ان ہی مولوی امیر الدین صاحب نے فرمایا

کہ ایک مرتبہ بھوپال سے مولنا کی طلبی آئی اور پانچسو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی میں نے کہا اے قاسم تو چلا کیوں نہیں جاتا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اسی بنا پر وہ پانسو روپے دیتے ہیں۔ مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔ پھر کس بنا پر جاؤں۔ میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔

حاشیہ حکایت (۲۱۷) **قولہ** میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں **اقول** پہلا جملہ کمال معرفت کی اور دوسرا جملہ کمال تقوٰی کی کہ جب بنا خدمت متحقق نہو تو خدمت کو قبول نہ کیا جاوے صریح دلیل ہے سبحان اللہ یہ ہے علم و عمل (اشرف)

حکایت (۲۱۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرحمٰن خورجوی جو مورچہ والے مشہور ہیں اُن کے نانا احمد خان خورجوی مورچہ والے پڑھے لکھے کچھ نہ تھے مگر مولوی محبوب علی صاحب کی صحبت میں رہے ہوئے تھے اور مولوی محبوب علی صاحب مولوی محمد اسحٰق صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب پر نہایت فریفتہ تھے۔ حنفی نہایت پکے اور بہت خوش عقیدہ تھے۔ اثنار قصہ میں اتنی بات اور سُن لو کہ میں مولانا نانوتوی سے بیعت بھی ہوا تھا اور ان کا نہایت معتقد بھی تھا لیکن اُن کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اس لئے میں ان کی بزرگی کا اعتقاد رکھتے ہوئے اکثر تعجب کیا کرتا تھا کہ لوگ مولانا کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ انکی کس بات کی تعریف کرتے ہیں۔ اب پھر قصہ سُنو۔ مولوی احمد حسن صاحب امروہی اس زمانہ میں خورجہ میں مدرس تھے۔ مولانا نانوتوی بھی خورجہ میں تشریف لے آئے اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب مورچہ والوں کے مکان پر قیام فرمایا مولنا ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور میں اُن کے سامنے مونڈھے پر بیٹھا تھا اتنے میں احمد خاں مورچہ والے بھی تشریف لے آئے اور آکر مولانا کی پائنتیوں بیٹھ گئے۔ اور بیٹھنے کے بعد مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت بعض اشعار مولوی رومی کے اور شیخ فریدالدین عطار کے اور شیخ سعدی کے اور بہت سے شعر حافظ کے ایسے ہیں جو قریب قریب کفر صریح کے ہیں۔ لیکن اچھے اچھے علمار کو دیکھا ہے کہ وہ ان اشعار کو حد کفر سے خارج کرنے میں امکانی کوشش کرتے ہیں اور ممکن سے ممکن تاویل اُن کی تصحیح کیلئے کرتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ امام محمد ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے قول کی مخالفت کرتے ہیں اور ابو حنیفہؒ کے قول کی توجیہ نہیں کرتے علیٰ ہذا البعد کے لوگ جب امام ابو حنیفہؒ کے قول کو کمزور پاتے ہیں۔

تو اس کو چھوڑ کر امام ابو یوسف کے یا امام محمد کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں اور امام محمد صاحب کے قول کی تاویل نہیں کرتے اس میں کیا راز ہے۔ اس سوال کے جواب میں مولانا نے مجھے مخاطب بنایا اور ایک لمبی تقریر کی جس کا خلاصہ مجھے یاد رہ گیا ہے اور تقریر بعینہٖ محفوظ نہیں رہی اور خلاصہ یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ کے ایمان کے مقابلہ میں ان حضرات کے ایمان بہت ضعیف ہیں۔ اس لئے اگر اُن کے اقوال کی توجیہ نہ کی جاوے تو لوگ بید ریغ اُن کی تکفیر کر دیں گے اور ابو حنیفہؒ کا ایمان اس قدر قوی ہے کہ اگر اُن کے تمام مسائل کو بھی ضعیف کر دیا جاوے تب بھی ان پر کسی بدگمانی کا خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ابو حنیفہؒ کے اقوال کی توجیہ کی ضرورت نہ ہوئی اور اُن بزرگوں کے اقوال کی توجیہ کی ضرورت ہوئی اور مجھ پر مولانا کی اس التفات آمیز تقریر کا یہ اثر ہوا کہ میں مولانا کی تقریر کو سمجھنے لگا اور میرا وہ خطرہ دور ہو گیا کہ لوگ ان کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۲۱۸) قولہ ابو حنیفہؒ کے مقابلہ میں الخ **اقول** یہ جواب سائل کے خاص مذاق کے اعتبار سے ہوگا اور عام مذاق کے اعتبار سے یہ جواب ہے کہ ان حضرات کے ایسے اقوال کا مدلول ظاہری موجب کفر ہے اور اُن کی مقبولیت جو دلائل صحیحہ سے ثابت ہے منافی کفر ہے۔ اس لئے تاویل ضروری ہوئی کہ معانی ظاہری مراد نہیں بخلاف آئمہ مجتہدین و علماء ظاہر کے اُن کے اقوال کا مدلول ظاہری موجب کفر نہیں بلکہ صرف موجب خطا ہیں اور اُن کے کمالات جو دلائل صحیحہ سے ثابت ہیں منافی خطا نہیں اس لئے تاویل کی ضرورت نہ ہوئی بلکہ معانی ظاہرہ کو مراد کہہ کر اُن کو خطا کہہ دیا جاویگا۔ (**شت**)

حکایت (۲۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ خورجہ میں ایک شخص تھے حاجی محمد سلیمان خاں نہایت پابند صوم وصلوٰۃ اور ذاکر و شاغل تھے یہ صاحب مولانا نانوتوی سے بیعت تھے اتفاق سے ایک مرتبہ دو تین روز مسجد میں نہیں آئے میں سمجھا کہ شاید کچھ بیمار ہو گئے ہیں اس لئے میں اُن کی عیادت کیلئے گیا جا کر دیکھا تو ایک کوٹھڑی میں چھپے بیٹھے تھے اور کانوں میں روئی ٹھونس رکھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا حالت ہے تم کئی روز سے نماز کے لئے نہیں آئے انہوں نے کہا کہ اچھا ہوں مگر کوئی چار روز سے ایک سخت عذاب میں مبتلا ہوں وہ یہ کہ جب کوئی گاڑی نکلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے اوپر چل رہی ہے جب بیلوں کے سانٹا مارا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لگتا ہے اور جب کتوں میں آپس میں لڑائی ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں

Marfat.com

کہ وہ میرے کاٹتے ہیں۔ جب چکی چلتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ گیہوں کے بدلہ میں پس رہا ہوں لڑکے بھاگتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے دوڑتے ہیں اس سے میں سخت تکلیف میں ہوں۔ اور باہر نہیں نکل سکتا اور نہ چکی کی آواز سن سکتا ہوں اسی لیئے میں چھپا ہوا بیٹھا ہوں۔ اور میں نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ اپنی اس حالت کی مولانا (نانوتوی) کو اطلاع دو انہوں نے کہا کہ تم ہی لکھدو میں نے کہا کہ تم لکھ کر مجھے دیدو میں اپنے خط میں بھیجدوں گا۔ اُنہوں نے اپنی حالت لکھ کر مجھے دیدی اور میں نے اپنے عریضہ کے ساتھ اسکو مولانا کی خدمت میں روانہ کر دیا مولانا اُس زمانہ میں دہلی میں تھے مولانا نے جواب دیا کہ اس کا جواب تحریر سے نہیں ہو سکتا تم اُن سے کہدو کہ وہ میرے پاس چلے آئیں۔ چنانچہ یہ گئے۔ مولانا نے کچھ نہیں کیا صرف اوراد و اشغال کے اوقات بدلدیے یہ شخص دوسرے ہی دن اچھے ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۲۲۰) قولہ کچھ نہیں کیا صرف اوراد و اشغال کے اوقات بدل دیئے **اقول** ۔ احقر کا وجدان یہ ہے کہ مولانا نے تصرف فرمایا ہے اور اخفاء تصرف کیلئے اوراد و اشغال کے اوقات بدلے ہیں واللہ اعلم باسرار عبادہ **رشت**

حکایت (۲۲۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شے پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور اُدھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔ اس خواب کو اُنہوں نے مولوی محمد یعقوب صاحب برادر شاہ محمد اسحق صاحب سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے۔ تو اُنہوں نے یہ تعبیر دی کہ اُس شخص سے مذہب حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور وہ پکا حنفی ہو گا اور اُس کی خوب شہرت ہوگی لیکن شہرت کے بعد اس کا جلدی انتقال ہو جاویگا اور میں نے یہ خواب اور اُس کی تعبیر خود مولنا نانوتوی سے سُنی ہے۔ مولانا کا قاعدہ تھا کہ جب عام لوگوں میں اس خواب کو بیان فرماتے تو فرماتے ایک شخص نے ایسا خواب دیکھا تھا لیکن خاص لوگوں سے فرما دیتے تھے کہ یہ خواب میرا ہے۔ جب مولانا نے مجھ سے یہ خواب بیان فرمایا اُس وقت میں اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا اور مولانا نے بے تکلف مجھ سے اپنا نام لیا تھا۔

حاشیہ حکایت (۲۲۱) قولہ جلدی انتقال ہو جاوے گا اقول۔

Marfat.com

یوں ہی واقعہ ہوا (ششت)

حکایت (۲۲۲) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب اعظم علی خاں کے یہاں ایک قصہ خواں نوکر تھا اور یہ قصہ خواں بہادر شاہ کا قصہ خواں تھا اور اس سے بڑھ کر دہلی میں کوئی قصہ خواں نہ تھا۔ نواب صاحب کے یہاں اُسے تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اس کے اندر یہ کمال تھا کہ کیسا ہی ہکلایا توتلا یا اور کسی قسم کا آدمی ہو اس کی اس طرح نقل کر دیتا تھا کہ اصل اور نقل میں امتیاز نہ ہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی خورجہ تشریف لائے اور اعظم خاں نے مولانا کی دعوت کی یہ قصہ خواں رافضی تھا اس نے مولانا سے سوال کیا کہ حضرت میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں مولانا نے اجازت دی اُس نے عرض کیا کہ خلافت کی قابلیت کس میں تھی اور ابوبکر صدیق کیسے خلیفہ ہو گئے جبکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفہ نہ بنایا تھا۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ میں جواب عرض کرتا ہوں مگر تم اسکے درمیان میں نہ بولنا۔ جب میں تقریر ختم کر چکوں اُس وقت جو کچھ شبہ ہو اس کو پیش کرنا اُس نے کہا بہت اچھا۔ مولانا نے فرمایا اگر کوئی پہلوان یا پھکیت یا بنگیت بیمار ہو جاوے اور اس وجہ سے کشتی یا پھکیتی یا بنگیتی خود نہ سکھا سکے اور جب سکھانے کا وقت آوے اُس وقت اپنے کسی شاگرد سے کہدے کہ تو سکھلا یا کوئی رئیس یا اہل کار کہیں جاوے اور اپنے کام کے متعلق اپنے بیٹے یا کسی عہدہ دار سے کہہ جاوے کہ میرا کام تم کرنا اور اشخاص مامورین اس خدمت مفوضہ کو انجام دیں تو یہ استخلاف عملی ہوگا اور اس قسم کا استخلاف اس استخلاف سے کہیں بڑھکر ہے جو فقط اس کہنے سے ہو کہ فلاں میرا خلیفہ ہے۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب دوسرا مقدمہ سنو اور اس کو ذرا غور سے سنو۔ ارکان اسلام چار ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ۔ مگر دو ان میں اصل ہیں اور دو اُن کے تابع۔ نماز اصل ہے اور زکوٰۃ اس کے تابع کیونکہ نماز کا تعلق براہ راست حق تعالیٰ سے ہے اور وہ اسکے دربار کی حاضری اور اسکی تعظیم اور اس سے عرض معروض کا نام ہے اور زکوٰۃ کا تعلق بلا واسطہ محتاجوں اور فقراء سے ہے پس نماز کے مقابلہ میں زکوٰۃ ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ اہلِ دربار کو اپنے دربار میں پانچ وقت حاضری کا حکم دے اور یہ بھی حکم دے کہ ہماری طرف سے جو انعامات و صلات تم کو وقتاً فوقتاً ملتے ہیں اُن میں سے کچھ ہماری غریب رعایا کو بھی جو دربار کے راستہ میں خیرات کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں دیدیا کرو سو ظاہر ہے کہ حاضری دربار مقصود ہے اور صدقہ و خیرات اُس کے تابع اور یہی وجہ ہے

Marfat.com

کہ حق تعالیٰ نے تقریباً ہر جگہ قرآن میں زکوٰۃ کو نماز کے بعد بیان فرمایا ہے او یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ اور اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ وغیرہ فرمایا۔
اسی طرح حج کا تعلق براہِ راست حق تعالیٰ سے ہے کیونکہ اس میں محبوب کے در دولت پر حاضر ہوکر اپنے عشق و محبت کا اظہار ہے اور روزہ میں کسر شوکت نفس ہے جو مانع ہے اس محبت و عشق سے اور ان خامیوں کو دفع کرتا ہے جو اس ناصح نامہربان نفس امارہ کی بدولت اسکی خدمات میں پیدا ہوگئی ہیں۔ اسی لئے روزے تیس مقرر کئے گئے اور حج کا وقت رمضان کے بعد سے شروع کیا گیا کیونکہ آخری وقت حج سے (کہ ۹۔ ذی الحجہ ہے) رمضان تک (باد خال غایت) دس مہینے ہوتے ہیں (بحذف کسر کہ ثلث ماہ سے بھی کم ہے) پس ہر مہینے کے لئے تین مسہل (یعنی روزے) تجویز کئے گئے اور ان سب کو ایک مہینہ میں (یعنی رمضان میں) جمع کر دیا گیا (کہ تیس روزے فرض کر دئے) تاکہ دس مہینوں میں حسب قدر نفس امارہ کی وجہ سے عشق و محبت کے جذبات میں خامی اور خلل آگیا ہے ان مسہلوں سے اس کی تلافی ہو جاوے اور وہ اس قابل ہو سکے کہ محبوب کے در دولت پر حاضر ہوکر صحیح طور پر اپنی محبت کا اظہار کر سکے اور جب رمضان میں وہ ان مسہلوں سے اس قابل ہوگیا تو اب یکم شوال سے اسکو اجازت ہوئی کہ اب آؤ اور آکر اپنی محبت کا اظہار کرو یعنی اس وقت سے حج کا وقت شروع ہوگیا اور اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے بادشاہ اپنے اہلِ دولت کو جشن شاہی کی شرکت کیلئے دعوت دے اور اُس کے ساتھ یہ بھی حکم دے کہ سب لوگ خوب نہا دھو کر اور اعلیٰ اعلےٰ خوشبوئیں لگا کر اور عمدہ سے عمدہ پوشاکیں پہنکر غرض پوری طرح شرکت جشن کے قابل ہوکر شریک جشن ہوں سو ظاہر ہے کہ شرکت جشن مقصود ہے اور باقی امور اسکے تابع جب یہ بھی ذہن نشین ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ نماز اور حج ارکان مقصودہ ہیں اور زکوٰۃ اور روزہ ان کے تابع۔ تو اب اصل مقصود سنو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں صدیق اکبر کو امیر حج بنایا اور باوجود تمام صحابہ کی موجودگی کے اس خدمت پر آپ کے سوا کسی اور کو مامور نہیں فرمایا پس اسلام کے ایک رکن اصلی کے متعلق آپ کا استخلاف عملی ثابت ہوگیا اور اس کے ضمن میں اس کے تابع روزہ کے متعلق بھی استخلاف ثابت ہوگیا پھر آپ نے اپنے مرض وفات میں خدمت امامت صلوٰۃ آپ کے سپرد کی اور سترہ وقت کی نمازیں اپنے سامنے

Marfat.com

آپ سے پڑھوائیں اور باوجود تمام صحابہ کی موجودگی کے یہ خدمت صدیق اکبر کے سوا کسی اور کے سپرد نہیں فرمائی۔ پس نماز کے متعلق آپ کا استخلاف عملی ثابت ہوگیا تو دوسرے اعمال مثل جہاد وغیرہ کے متعلق بھی ضمناً استخلاف ثابت ہوگیا۔ اب کونسی وجہ ہے کہ صدیق اکبر کو خلیفہ برحق نہ مانا جاوے اور کس طرح کہا جاوے کہ خلافت کی ان میں اہلیت نہ تھی اور اہلیت خلافت صرف حضرت علی میں تھی اور وہی خلیفہ تھے۔ مولانا نے اس تقریر کو نہایت وضاحت، اور بسط کے ساتھ بیان فرمایا تھا اور اسقدر دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا تھا کہ میں نے مولانا کی کوئی تقریر اس قدر دلکش نہیں سنی مگر وہ تقریر مجھے محفوظ نہیں رہی اس لئے اس کا قریب قریب خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اس تقریر کا اس قصہ خواں پر یہ اثر ہوا کہ اُسی وقت رفض سے تائب ہو کر سنی ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۲۲۲) قولہ فی آخر القصۃ قریب قریب خلاصہ الخ

اقول جب مقارب، اور خلاصہ اس غضب کا ہے تو عین کیسا کچھ ہو گا (**شت**)

حکایت (۲۲۳) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی افضلیت بیان فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ اور مختلف لوگوں کی نسبت احادیث میں لفظ احب وارد ہوا ہے کہیں حضرت عائشہؓ کو احب فرمایا ہے کہیں حضرت فاطمہؓ کو کہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وغیرہ وغیرہ لیکن ابوبکر صدیق کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا اور یہ بات (جس میں مادہ خلت ہو) کسی اور کیلئے نہیں فرمائی۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ خاص خاص مادوں کی خاص خاص خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثلاً جس مادہ میں ف کی جگہ (یعنی فا فعل کی جگہ) ش ہوگا اُس کے معنی میں علو کے معنی پائے جائیں گے۔ جیسے شرف، شر، شیطان وغیرہ وغیرہ اسی طرح جس مادہ میں فاء کی جگہ خ ل ہونگے اُس میں علیحدگی اور یکسوئی کے معنے پائے جائیں گے جیسے خلوت خصوصیت الخلا خلیفہ خلال وغیرہ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب یہ سمجھو کہ محبت کا تعلق قلب سے ہے اور قلب میں بہت سے پردے ہوتے ہیں اور اس کے بیچ میں ایک خلا ہوتا ہے پس عام محبوبوں کی محبت تو قلب کے پردوں میں ہوتی ہے اور خلیل کی محبت اس خلا میں جو قلب کے اندر ہوتا ہے۔ جب یہ بھی معلوم ہوگیا تو اب حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ میرے جوف قلب میں خدا کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت کی جگہ نہیں ہے اور اگر بالفرض اس جگہ

Marfat.com

کسی اور کی محبت کو جگہ ہوتی تو ابو بکر صدیق کی محبت کو ہوتی اور جب ابو بکر آپ کو اس درجہ محبوب تھے تو ضرور ہے کہ آپ کی محبت اور سب سے زائد ہو گی اور دوسروں کی محبت کا تعلق جوف قلب سے دور پردوں سے ہو گا اور ابو بکر صدیق کی محبت کا تعلق اُس پردہ سے دور جوف قلب سے قریب تر ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۲۳) قولہ کسی کو خلیل بنانا **اقول** اگر اس پر یہ سوال ہو کہ حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ فرما کر اپنے تفضیل کی علت میں اپنے کو حبیب اللہ فرمایا ہے جس سے اس کے عکس کا شبہ ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حکم کا مبنی لغت نہیں بلکہ محاورہ ہے محاورات میں خلیل کا اطلاق عاشق پر بھی ہوتا ہے مگر حبیب کا صرف معشوق پر (**شت**)

حکایت (۲۲۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے ککڑی لاؤ۔ مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے تھے کہ میں تمام کھینوں میں پھرا مگر صرف ایک ککڑی چھوٹی سی ملی۔ اسکی خبر کسی ذریعہ سے لکھنؤ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کو ہو گئی کہ مولانا نانوتوی کا جی ککڑی کو چاہتا ہے اس پر مولوی عبدالحی صاحب نے لکھنؤ سے مولانا کی خدمت میں بذریعہ ریلوے ککڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔

حاشیہ حکایت (۲۲۴) قولہ کہیں سے ککڑی لاؤ **اقول** اس کو منافی زہد سمجھنا تقشف خلاف سنت ہے خود احادیث میں بعض اشیاء کی رغبت کا ظاہر فرمانا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے محققین کے نزدیک یہ اظہار اشتیاق الی النعمۃ اعلےٰ درجہ کی عبدیت و محبت مع المنعم ہے (**شت**)

حکایت (۲۲۵) خانصاحب نے فرمایا ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے اس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس نیت سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے گھر میں برکت ہو اور ہمارے لئے لینے کو جب را احسان سمجھے اُس کا ہدیہ لینے کو جی چاہتا ہے۔ اگرچہ ہم نادار ہی بنے ہوں۔

حاشیہ حکایت (۲۲۵) قولہ جو شخص ہم کو محتاج الخ **اقول** وجہ اس تفصیل کی یہ ہے کہ محتاج سمجھ کر دینا عادۃً ذلیل سمجھ کر دینا ہوتا ہے اور یہ آداب ہدیہ کے

خلاف ہے کہ مہدی الیہ کو ذلیل سمجھا جاوے (رشت)

حکایت (۲۲۶) خانصاحب نے فرمایا کہ جب منشی ممتاز علی کا مطبع میرٹھ میں تھا اُس زمانہ میں اُن کے مطبع میں مولانا نانوتوی بھی ملازم تھے اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے۔ یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے رندانہ وضع تھی۔ چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے ڈاڑھی چڑھاتے تھے نماز کبھی نہ پڑھتے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی سے اور اُن سے نہایت گہری دوستی تھی وہ مولانا کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے اور مولانا اُن کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے مولانا اُن کے کنگھا کرتے تھے وہ مولانا کے کنگھا کرتے تھے اگر کبھی مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس آتی تو اُن کا حصہ ضرور رکھتے تھے غرض بہت گہرے تعلقات تھے۔ مولانا کے مقدس دوست مولانا کی ایک آزاد شخص کے ساتھ اس قسم کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا حسب معمول مولانا نے حافظ جی کو نہلایا اور حافظ جی نے مولانا کو۔ جب نہا چکے تو مولانا نے فرمایا کہ حافظ جی مجھ میں اور تم میں دوستی ہے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا رنگ اور ہو اور میرا رنگ اور اس لئے میں بھی تمہاری ہی وضع اختیار کرتا ہوں۔ تم اپنے کپڑے لاؤ میں بھی وہی کپڑے پہنوں گا اور میری یہ ڈاڑھی موجود ہے۔ تم اس کو بھی چڑھا دو۔ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کپڑے اُتاروں گا نہ ڈاڑھی۔ وہ یہ سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ مجھے اپنے کپڑے دیجئے۔ میں آپکے کپڑے پہنوں گا۔ اور یہ داڑہی موجود ہے اس کو آپ اُتار دیجئے اور مولانا نے اُن کو اپنے کپڑے پہنائے اور ڈاڑھی اُتار دی اور وہ اُس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے۔

حاشیہ حکایت (۲۲۶) قولہ میں بھی تمہاری وضع الخ اقول مولانا کو یقین تھا کہ اس فرمانے سے اپر وہی اثر ہوگا جو کہ ہوا اس لئے اس فرمانے پر اعتراض نہیں ہو سکتا یہ اصلاح کے طریقے ہیں۔ جنکو حکما ر الٰہی سمجھتے ہیں۔ جیسے حدیث میں کہ ایک بی بی کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک بار نوحہ کرنے کی اجازت ہونے کا یہ اثر ہوا کہ اس نے فوراً توبہ کر لی (رشت)

حکایت (۲۲۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی کا قاعدہ تھا کہ تنہائی میں ہدیہ نہ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے تنہائی میں کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

Marfat.com

مولانا سمجھ گئے کہ کچھ دینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک عرض میری ہے پہلے اُسے سن لیجیے میرا معمول ہے کہیں سفر میں ہدیہ نہیں لیا کرتا۔ اور مصلحت یہ ہے کہ کبھی آدمی کے پاس ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ سفر میں اپنے دوستوں سے ضرور ملاقات ہوتی ہے۔ اب کسی نے پہلے سفر میں کچھ دیا تھا لہٰذا اس سفر میں اُس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو یا تو وہ ملنے سے کترائیگا یا اگر ملیگا تو جھینپ اور شرمندگی کے ساتھ ملے گا۔

حاشیہ حکایت (۲۲۷) قولہ مصلحت یہ ہے الخ **اقول** کسی مصلحت سے ہدیہ نہ لینا مخالف سنت کے نہیں جیسے کم فہم سمجھتے ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سے عذر ہیں جن کو صاحب معاملہ سمجھ سکتا ہے۔ البتہ یہ شرط ہے کہ وہ عذر احکام شریعت و طریقت کے خلاف نہو (**تشت**)

حکایت (۲۲۸) خانصاحب نے فرمایا کہ جن بزرگوں کا اخلاق بہت بڑھ جاتا ہے اُن سے مخلوق کی اصلاح نہیں ہوتی اور فرمایا کہ مولانا نانوتوی گو نہایت وسیع الاخلاق تھے مگر اصلاح کے معاملہ میں اخلاق نہ برتتے تھے اور مریدوں اور متعلقین پر برابر روک ٹوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا خورجہ تشریف لائے مولوی فضل رسول بدایونی کا تذکرہ چل گیا۔ میری زبان سے بجائے فضل رسول (رضا و مجمہ) فصل رسول (بصاد مہملہ) نکل گیا۔ مولانا نے ناخوش ہو کر فرمایا کہ لوگ اُن کو کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا فضل رسول آپ نے فرمایا کہ تم فصل رسول کیوں کہتے ہو۔

حاشیہ حکایت (۲۲۸) قولہ ناخوش ہو کر فرمایا **اقول** یہ حضرات تھے جو لا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب کے پورے عامل تھے حتی کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی۔

حکایت (۲۲۹) نواب محمود علی خاں صاحب مولوی محمد قاسم صاحب سے ملاقات کے بیحد متمنی تھے۔ مگر مولانا بھی اُن سے کبھی نہیں ملے۔ چنانچہ دو مرتبہ وہ مولانا سے میرٹھ ملنے آئے اور دو مرتبہ علی گڈھ۔ مگر جب مولانا کو اُن کے آنے کا علم ہوتا۔ مولانا شہر چھوڑ کر کسی طرف چلدیتے تھے اور فرماتے کہ نواب صاحب نے دو باتیں کہدیا۔ ایک یہ کہ نواب صاحب غازی آباد کے اسٹیشن پر مسجد بنوادیں اور دوسری ایک عجیب بات یہ بھی اگر وہ ایسا کرینگے تو میں اُن کی بائیں کا پایہ پکڑ کر چلوں گا۔ دوسری بات کو سنکر تو نواب

Marfat.com

صاحب ہنسنے لگے اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش کر چکا ہوں۔ مگر منظور نہیں ہوئی (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۲۴۳) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی خورجہ تشریف لیگئے وہاں کے پٹھانوں میں ایک شخص رن مست خاں نامی نہایت خوش گلو اور فن سرود سے واقف تھے وہ ایک دفعہ میرے پھوپھا کے پاس آئے۔ پھوپھا صاحب کھانے پکانے کے شوقین تھے اس وقت بھی یہی شغل تھا۔ کوئی پیاز کتر رہا تھا کوئی مصالحہ پیس رہا تھا۔ کوئی آگ جلا رہا تھا بہشتی پانی بھر رہا تھا کہ رن مست خاں نے اچانک حضرت حافظ شیرازی کی یہ غزل شروع کی ؎

غلام نرگس مست تو تاجدارانند

کچھ ایسا سماں بندھا کہ پیاز کترنے والے کے ہاتھ پیازوں پر رہ گئے بہشتی کا ہاتھ مشک ور گھڑے پر رکھا رہ گیا۔ غرض جو جس حالت میں تھا اسی میں ششدر و حیران بیٹھا رہ گیا۔

یہی رن مست خاں مولانا نانوتوی کی مجلس میں آئے اور مولوی عبد اللہ صاحب ساکن گلاؤٹھی نے (جو مولانا کی پشت پر تھے) رن مست خاں کو (جو مولانا کے مواجہ میں تھا) اشارہ کیا اور ذرا مستعدی کے ساتھ اشارہ ابرو سے حکم دیا۔ اس نے یہی حافظ کی غزل شروع کی اور ایک آدھ شعر پڑھ کر خود بخود رک گیا اور کہا مولانا آپ تو مجھے پڑھنے نہیں دیتے اور بعد میں کہا جب ارادہ کرتا تھا جب ہی کوئی انگلی زبان پر آکر رکھی جاتی اور اسے دبا دیتی تھی لیکن مولانا نے اُن کے گلے کی تعریف فرمائی۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو مولانا نے مولوی عبد اللہ کی طرف خلاف عادت اور چیں بجبیں ہو کر دیکھا اور فرمایا مولوی صاحب کیا بات ہے کہ آپ نے بغیر میرا ایما معلوم کئے اس سے ایسی فرمائش کی اور پھر فرمایا کہ جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے اس لئے پھونک پھونک سا قدم رکھنا پڑتا ہے اگر یہ مولویت کی قید نہوتی تو قاسم کی خاک تک کا بھی چلتا جانوروں کے گھونسلا بھی ہوتا ہے۔ میرے یہ بھی نہوتا۔ اور کوئی میری ہوا تک نہ پاتا۔

حاشیہ حکایت (۲۴۳) اسی طرح مولویت کا فخر یہ ہے جامعیت کہ سب مناصب کا حق ادا کیا جائے ولنعم ما قیل ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق ہر ہوسناکے نہ داند جام و سندان باختن

Marfat.com

حکایت (۲۳۱) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ کو حرام کے طعام سے جیسے نفرت تھی ویسے ہی اس کا احساس بھی بہت جلد کرتے تھے مگر دعوت بوجہ دلداری ہر ایک کی منظور فرما لیتے تھے اور پھر آکر قے کرتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۲۳۱) دعوت کی منظوری حرام بیّن ہونیکی صورت میں نہ تھی بلکہ مشتبہ ہونے کی صورت میں جو فی نفسہٖ حلال ہی تھا انتہا ہے اخلاق وشفقت کی (سبب)

حکایت (۲۳۲) خانصاحب نے فرمایا ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مولانا اسمٰعیل شہید کا تذکرہ ہو رہا تھا اور اُن کے مناقب بیان کئے جا رہے تھے حضرت نے مولانا نانوتویؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل تو تھے ہی کوئی ہمارے اسمٰعیل کو بھی دیکھے۔

حاشیہ حکایت (۲۳۲) مُنہ پر مدح کرنا جبکہ اسمیں کوئی مفسدہ نہو جائز ہے اور اگر اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو بہر جائز سے بڑھ کر اولیٰ ہے۔

حکایت (۲۳۳) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ کو یوں تو ولی اللّٰہی خاندان کے ایک ایک فرد سے محبت اور فدائیت تھی مگر مولانا شہیدؒ سے عشق تھا اُن کا ذکر سُن نہ سکتے تھے کسی نے تذکرہ چھیڑا تو اُس کی بات کاٹ کر خود اُن کا تذکرہ شروع کر دیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۲۳۳) یہ بات کاٹنا ایسے لطیف طور پر ہوتا تھا کہ بات کرنے والے کو ناگوار نہو۔ سب۔

حکایت (۲۳۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا محمود حسن صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اس کا التزام کیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف دیکھکر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر ہوتا اور وہ باتیں پوچھتا جو حضرت شاہ صاحب کی کتب میں مشکل ہوتی تھیں لیکن شاہ صاحب کی کتاب میں جو انتہائی [illegible] ہوتا تھا وہ حضرت نانوتوی اوّل ہی دفعہ میں فرما دیتے تھے۔ [illegible] تجربہ کیا

حکایت (۲۳۵) حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ [illegible] فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بعض مفسدہ پردازوں نے [illegible] رامپور کے ایک

خاندان بھی شامل تھا جس کو حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کے خاندان سے پشتینی عداوت تھی حکومت میں یہ درخواست پیش کی کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے دیوبند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھولا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کئے جائیں تاکہ گورنمنٹ سے جہاد آسان ہو جائے۔ یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبہ کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرانے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے ہم گورنمنٹ کو خیر خواہانہ اطلاع دیتے ہیں کہ وہ بیدار رہے اور ہم بھی ہر قسم کی سراغرسانی اور تفتیش حالات کیلئے گورنمنٹ کو مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔ حکومت کے یہاں تفتیش حالات کیلئے احکام جاری ہوئے اور تفتیش کے مراکز گنگوہ، نانوتہ، رامپور جلال آباد قرار پائے اور ان کا صدر مقام دیوبند بنا دیا گیا۔ حکام نے دورے کئے۔ اور بعض حکام نے نانوتہ پہنچکر حضرت نانوتویؒ کی زیارت کرنے کیلئے مسجد میں آنیکی اجازت چاہی۔ حضرت نے اجازت دی اور کہلوا دیا کہ جوتہ نکالکر آئیں حاکم آیا اور بیٹھا نہیں۔ بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرت کے سامنے کھڑا رہا۔ واپس ہو کر اُس نے حکومت ہند کو رپورٹ کی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقض امن اور غدر و فساد کا الزام لگاتے ہیں وہ خود مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردا مبارک میں مجھے ڈھانپ کر کبھی اندر لاتے ہیں کبھی باہر لیجاتے ہیں سوتے اور جاگتے اکثر اوقات یہی منظر آنکھوں کے سامنے رہتا ہے کہ حضور ردا ء مبارک میں لئے رہتے ہیں اور الگ کرنا نہیں چاہتے سب حضرات نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ ان مفسدوں کی مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے۔ لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضور کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ خدا کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں رکھنا نہیں چاہتے کہ یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت زیادہ زندہ نہیں رہے قریب ہی زمانہ میں وفات ہو گئی۔

حاشیہ حکایت (۲۳۵) قولہ سوتے جاگتے الخ یہ ایک کشف صحیح ہے جس میں کچھ استبعاد نہیں اور اس کی جو تعبیر حضرت گنگوہی نے سمجھی شاید ڈھانپنے سے

Marfat.com

ماخوذ ہو گو صرف احتمال کافی نہیں۔ اصل مبنی وجدان ہے۔ سب

حکایت (۲۳۶) حضرت والد ماجدؒ نے فرمایا کہ رامپور کے اسی مخالف معاند خاندان کے دو رکن دو بھائی تھے جن سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن سے میل جول تھا اور حضرت کا معمول تھا کہ جب رامپور تشریف لیجاتے تو ان دونوں بھائیوں سے ملنے ضرور جاتے اور وہ حضرت سے ملنے حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کے مکان پر آتے اس خاندان کی اس مفسدہ پردازیوں کے زمانہ میں بھی حضرت کی یہ عادت نہ بدلی حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کو ناگوار ہوتا تھا کہ اب حضرت ان مفسدوں میں کیوں تشریف لیجاتے ہیں حالانکہ انہوں نے خود حضرت ہی پر کیا کیا زبردست الزام نہیں لگائے مگر زبان سے کبھی نہیں فرمایا۔ ایک دفعہ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی دونوں کا رامپور میں اجتماع ہوا اور حضرت حسب عادت اسی مقام پر تشریف لیگئے تو حضرت حکیم صاحب نے حضرت گنگوہی کے سامنے ناک چڑھا کر فرمایا کہ دیکھیے مولانا نانوتوی اب بھی وہاں جانا نہیں چھوڑتے۔ حضرت مسکراتے رہے جب حکیم صاحب کی تیزی بڑھتی گئی اور صفائی سے فرمانا شروع کیا تو حضرت نے ذرا مستعد ہو کر فرمایا کہ حکیم صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں آپ انکے قلب کی حالت ملاحظہ نہیں فرماتے جس شخص کے قلب میں ایمان کی طرح یہ راسخ ہو چکا ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ ذلیل وخوار کوئی ہستی نہیں ہے تو ایسے شخص کو آپ کس طرح کہیں جانے سے روک سکتے ہیں اور کہیں چلے جانے سے ان پر اثر کیا ہو سکتا ہے

حاشیہ حکایت (۲۳۶) حکیم صاحب کی رائے کا منشا دین کی حفاظت کے ساتھ کہ دیکھنے والوں کو ان لوگوں کے تدین کا شبہ نہ ہو جائے ایک گونہ جذبۂ نفس بھی ہے گو مباح ہے۔ چنانچہ ان کا یہ خیال کہ انہوں نے کیا کیا زبردست الزام لگائے ہیں اس کی دلیل ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کے جواب کا منشا ان کا غلبۂ حال تواضع سے معذور ہونا ہے باقی تدین کا شبہ سو اللہ تعالیٰ ایسے مغلوب الحال بندوں کو سبب بننے سے بھی محفوظ رکھتے ہیں اور ان کا عذر سب پر واضح فرما دیتے ہیں اور حضرت گنگوہی کے اس ارشاد میں کہ ان پر کیا اثر ہو سکتا ہے اثر کو عام لے سکتے ہیں اثر لازم و متعدی کو۔ سب

حکایت (۲۳۷) حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ جب مباحثہ شاہجہانپور

ہو چکا اور حضرت مولانا نانوتوی مظفر و منصور ہو کر واپس تشریف لائے تو مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے مولانا کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کو ان سے جو کام لینا تھا وہ پورا ہو چکا اور وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کے مجمع میں اسلام کی ایک منادی ہو جائے اور خدا کی حجت اُسکے بندوں پر پوری ہو جائے سو وہ اس میلہ خداشناسی (مباحثہ شاہجہانپور) میں ہو چکی چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ وفات ہو گئی۔

حاشیہ روایت (۲۳۷) یہ استدلال ذوقی ہے اور اسکی نظیر حضرت عمرؓ و حضرت ابن عباسؓ کا سورہ نصر کے نزول سے قرب وفات نبوی پر استدلال ہے۔ رواہ البخاری فی تفسیر سورۃ النصر۔ (سب)

حکایت (۲۳۸) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جب دیانند سرسوتی کے مقابلہ میں رڑکی تشریف لے گئے تو علاوہ اور خدام کے منشی نہال احمد دیوبندی اور شاہجی عاشق علی بھی ہمراہ تھے۔ منشی نہال احمد کو (جو نہایت ذکی تھے) دیانند کے پاس شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ منشی صاحب اس کی قیامگاہ پر موجود تھے کہ کھانے کا وقت آگیا اور اُس کیلئے کھانا لایا گیا۔ کئی بڑی بڑی تھالیں پوریوں کی تھیں اور سیروں مٹھائی تھی جس کو یہ کئی آدمیوں کا کھانا سمجھے مگر وہ اُس اکیلے کیلئے آیا تھا اور اسی تنہا نے سب تھالیں صاف کر دیں۔ منشی صاحب نے اپنی ایک بے تکلف مجلس میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بطور مزاح کہا کہ اگر ہمارے مولانا سے علم و فضل میں مناظرہ ہوا تو انشاء اللہ مولانا غالب آئیں گے ہی لیکن اگر کہیں کھانے میں مناظرہ کی ٹھن گئی تو کیا ہو گا۔ کیونکہ حضرت نہایت قلیل الاکل تھے) یہ مقولہ حضرت تک پہنچا تو منشی نہال احمد صاحب بلائے گئے۔ حضرت قیامگاہ کی چوکھٹ پکڑے ہوئے کھڑے تھے کہ یہ حاضر ہوئے اور دل میں سمجھے ہوئے تھے کہ دیکھئے اب کیا سوال ہو گا۔ اور کہیں وہی بات پہنچ گئی ہے تو دیکھئے کیسی ڈانٹ پڑے گی۔ حضرت نے فرمایا کہ منشی جی تم نے کیا کہا تھا میں تمہاری زبان سے سُننا چاہتا ہوں اُنہوں نے وہی مقولہ دبی زبان سے دہرا دیا۔ فرمایا کہ اسکے دو جواب ہیں ایک یہ کہ اگر کھانے میں مناظرہ ہو گا تو تم ساتھ ہو۔ اب دوسری بات جو حقیقت ہے وہ سنو۔ تمہارے دل میں یہ سوال پیدا کیوں ہوا۔ اور یہ سوال کیوں نہ پیدا ہوا کہ اگر ترک اکل اور فاقوں میں مناظرہ ہو گا تو کون غالب ہو گا۔ تم جانتے ہو کہ کھانا کس کی صفت ہے۔ بہائم اور جانوروں کی۔

Marfat.com

اور نہ کھانا کس کی صفت ہے حق تعالیٰ کی اور ملائکہ کی۔ تو تم مجھ سے مناظرہ جہالت میں کرانا چاہتے ہو۔ مناظرہ علم میں ہوتا ہے۔ یا جہل میں۔ اگر اسی میں مناظرہ ہوا تو کسی بھینسے یا ہاتھی کو لاکر دیا سانڈ کے مقابلہ میں کھڑا کر دینا کہ کون زیادہ کھاتا ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۳۸) قولہ۔ تمہارے دلمیں یہ سوال پیدا کیوں ہوا الخ

اقول یعنی ایسا احتمال پیدا ہونا جس میں اپنے معتقد فیہ کے مغلوب ہونیکا احتمال ہو۔ دعویٰ محبت و عقیدت اور رجاء من اللہ کے خلاف ہے اور گو ایسے وسوسہ پر مواخذہ نہیں خصوص جب مطائبہ کی حیثیت سے ہو لیکن جو اس کا منشاء ہے یعنی محبت و عقیدت و رجاء میں کمی اس کا تدارک تو اختیار میں ہے کرنا چاہئے اور اس کے تدارک کی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا کہ یہ سوال کیوں نہ پیدا ہوا الخ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس دوسرے سوال کے استحضار و تکرار سے اس پہلے سوال کا تدارک کرنا چاہیئے۔ رسب

حکایت (۲۳۹) خانصاحب نے فرمایا کہ کسی عامی نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت یہ جو بزرگوں کے قریب دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ جبکہ نہ کسی کی برائی کسی پر پڑے گی نہ کسی کی نیکی کسی کے کام آویگی۔ یہ سائل ایک بہرے مجمع میں حضرت کو پنکھا جھل رہا تھا اور پنکھا بہت بڑا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم اس مجمع میں پنکھا کس کو جھل رہے ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو فرمایا کہ ہوا اوروں کو بھی لگ رہی ہے کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ یہ جواب ہے تمہارے سوال کا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت و مغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں تو مقصود تو وہی بزرگ ہوتے ہیں مگر حسب قرب و بعد پہنچتی ہیں سب آس پاس کو بھی۔

حاشیہ حکایت (۲۳۹) قولہ مگر حسب قرب و بعد الخ۔ یہ تشبیہ صرف پہنچنے میں ہے گو یہ تفاوت ہے کہ پنکھے کی ہوا پہنچنا فاعل کے اختیار سے نہیں اور رحمت کا پہنچنا فاعل کے اختیار سے ہے وہاں کی قانون ہے ھم القوم لا یشقی جلیسہم جو اپنے عموم سے ہر حالت کو شامل ہے مقاصد حسنہ میں ایک روایت ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین الخ نقل کرکے اور ایک راوی سلیمان ابن موسیٰ سے اسکو مجروح کرکے کہا ہے ولکن لہ بہذا عمل السلف والخلف علی ہذا وما یروی کون الارض المقدسۃ لا تقدس احدا انما یقدس المرء عملہ قد اوردنا فی ب۔ ۵۱

اور ظاہر ہے کہ اسپر سلف و خلف کا تعامل صاف دلیل ہے کہ یہ عمل بے اصل نہیں خواہ کوئی خاص روایت ثابت نہ ہو لان انتفاء الخاص لا یستلزم انتفاء العام ۔

حکایت (۲۴۰) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب کے پاس مظفر نگر تشریف لیگئے ڈاکٹر صاحب اس زمانہ میں جیل کے ڈاکٹر تھے۔ حضرت جیل کی سمت تشریف لئے جا رہے تھے۔ ساتھ میں لوگوں کا مجمع تھا۔ جیل کو جب تھوڑا سا ہی فاصلہ رہگیا تو کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت اولیاء اللہ کی پیشینگوئیاں بسا اوقات اپنے وقت سے ٹل جاتی ہیں اور انبیاء اللہ کی پیشینگوئی اپنے وقت سے نہیں ٹل سکتی تو کیا اولیاء اللہ کو غلط کشف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ سامنے کونسی عمارت ہے سائل نے عرض کیا جیل ہے۔ فرمایا کہ اس میں کوئی شک ہی یا یہ بات یقینی ہے عرض کیا کہ نہیں بلاشک جیل ہی ہے پھر فرمایا کہ آپ کے اندازہ میں اس جیل کو یہاں سے کتنا فاصلہ ہوگا۔ عرض کیا کہ تقریباً سو قدم۔ فرمایا سو کے بجائے نوے یا ایک سو پانچ بھی ہو سکتے ہیں عرض کیا بیشک ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ تخمینہ ہی تو ہے۔ فرمایا کہ یہی حال ہے کشف اولیاء کا کہ وہ شئے بالکل حق ہوتی ہے جو دیکھتے ہیں۔ مگر چونکہ دور سے دیکھتے ہیں اس لئے اس کی توقیت یعنی زمان و مکان معین کرنے میں ان کا تخمینہ ہوتا ہے جس میں غلطی بھی ممکن ہے۔ اس کے بعد جب جیل کے دروازہ پر پہنچ گئے اور وہ تقریباً دو قدم پر تھا تو فرمایا کہ یہ کیا عمارت ہے سائل نے عرض کیا کہ یہ جیل۔ پھر فرمایا کہ یہ کتنی دور ہے عرض کیا کہ صرف دو قدم فرمایا کہ دو کے تین یا ایک تو نہیں ہو سکتے عرض کیا کہ اب تو دو قدم یقینی ہے فرمایا کہ یہ حال ہے کشف انبیاء کا وہ دیکھتے بھی حق ہیں اور انہیں اس شئے کے سر پر لیجا کر کھڑا کر دیا جاتا ہے اور نہایت قریب سے دیکھتے ہیں اس لئے ان سے تخمین و تعین مکان و زمان میں بھی غلطی نہیں ہو سکتی۔

حکایت (۲۴۱) مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند مرحوم نے فرمایا کہ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ ایسی مناسبت تھی کہ جو کچھ مولانا کے قلب پر وارد ہوتا تھا اسی کا خیال مجھے گذرتا تھا اور حضرت قبلہ والد مرحوم نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ دیوبند کا

Marfat.com

اہتمام کبھی خود نہیں فرمایا بلکہ اہتمام کیلئے مجھے طلب فرمایا اور میں وہی کرتا ہوں جو اُنہیں مکشوف ہوتا ہے علم اُن کا ہے عمل میرا ہے اُن کے منشاء علمی وکشفی کو میں سمجھ کر فوراً عملدرآمد کرتا ہوں

حکایت (۲۴۲) مولوی نظام الدین صاحب مغربی حیدرآبادی مرحوم نے جو مولنا رفیع الدین صاحب سے بیعت تھے اور صالحین میں سے تھے احقر سے فرمایا جبکہ احقر حیدرآباد گیا ہوا تھا کہ مولنا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں ۲۵ برس حضرت مولنا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔ میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔

حکایت (۲۴۳) حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے اور بہت ہی زیادہ بے تکلف تھے ایک دفعہ اُنہوں نے غایت بے تکلفی بہ ہمعصرانہ طریق پر حضرت نانوتویؒ کو فرمایا بے جا گنوار کے لونڈے تجھے ان چیزوں (علوم) سے کیا واسطہ تو جا کر ہل جوت کھیتی کر حضرت نے ہنس کر جواب دیا ایک بھینسا تو موجود ہے (اشارہ تھا مولنا فیض الحسن صاحب کی طرف کہ مولانا سیاہ فام اور بدن کے موٹے اور دوہرے تھے) دوسرا ہو جائے تو ہل جڑیگا۔

حاشیہ حکایت (۲۴۳) ایسا بے تکلف مزاح دونوں حضرات کے غایت تواضع کی دلیل ہے متکبرین ایسے عنوانات کو کب گوارا کر سکتے ہیں۔

حکایت (۲۴۴) والد صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ چھتہ کی مسجد میں مولانا فیض الحسن صاحب استنجے کیلئے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے سب لوٹوں کی ٹونٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں فرمانے لگے کہ توبہ سارے لوٹے مختون ہی ہیں حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ "پھر آپ کو تو بڑا استنجا نہیں کرنا ہے" (گویا مختون سے کیا ڈر ہے)

حاشیہ حکایت (۲۴۴) اس مزاح میں ایک توریہ ہے ایک پہلو تو وہی ہے جس کی طرف ماتن نے بین القوسین اشارہ کیا ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ ٹونٹی کے ٹوٹ جانے سے پانی کم سماتا ہے اور گرتا بھی زیادہ ہے جو بعض اوقات بڑے استنجے کیلئے کافی نہیں ہوتا پس اس مزاح کو فحش نہیں کہہ سکتے۔ سب

Marfat.com

حکایت (۲۴۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب ...... نہایت
بڑے معقولی تھے اور کسی کو اس میدان میں اپنا ہمعصر نہیں سمجھتے تھے ایک دن حضرت نانوتوی
کا وعظ ہوا اور اتفاق سے سامنے وہی تھے اور مخاطب بن گئے اور معقولات ہی کے مسائل
کا رد شروع ہوا وعظ کے بعد اُنھوں نے کہا اللہ اکبر یہ باتیں کسی انسانی دماغ کی نہیں ہوسکتیں
یہ تو خدا ہی کی باتیں ہیں - مجھ پر تو یہ اثر ہوا ہے کہ خودی مٹ رہی ہے - اسی مجلس میں حضرت
سے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف سے بیعت کرتا ہوں
جب آپ جائیں تو پھر وہاں تجدید بیعت کریں، چنانچہ جب مولانا گئے تو حضرت حاجی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کر لی -

حاشیہ حکایت (۲۴۵) اوّل تو اس کی کوئی دلیل نہیں کہ قصداً ان
مسائل کا رد شروع فرمایا - لیکن اگر ایسا ہوا بھی ہو تو مدعی کی اصلاح کیواسطے علم کا اظہار بھی
جائز ہے - سب -

حکایت (۲۴۶) والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ
علیہ کا ایک وعظ سہارنپور میں ہوا جس میں مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ بھی
شریک تھے اور ختم وعظ پر فرمانے لگے کہ بھلا اُن کے ہوتے ہوئے کوئی واعظ وعظ کہکر
کیا ایسی تیسی کھائے گا - یہ علوم کہاں سے لائیگا اور یہ اثر کہاں سے آئیگا -

حکایت (۲۴۷) حضرت عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم نے
فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی اور مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی میں باہم معاصرانہ
چشمک تھی اور اس نے بعض حالات کی بنا پر ایک مخاصمۃ اور منازعۃ کی صورت اختیار کر لی
اور مولانا محمود حسن صاحب کو اصل جھگڑے میں نہ شریک تھے نہ انہیں اس قسم کے امور سے
دلچسپی تھی مگر صورت حالات ایسی پیش آئی کہ مولانا بھی بجائے غیر جانب دار رہنے کے کسی
ایک جانب جھک گئے اور یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا - اسی دوران میں ایک دن علی الصباح بعد نماز
فجر مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمود حسن صاحب کو اپنے حجرہ میں
بلایا (جو دار العلوم دیوبند میں ہے) مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرہ کے کواڑ کھول کر اندر
داخل ہوئے موسم سخت سردی کا تھا - مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ پہلے
یہ میرا اونی کا لبادہ دیکھ لو - مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا فرمایا

Marfat.com

کہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایکدم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا۔ اور یہ فرمایا کہ محمود حسن کو کہدو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے۔ بس میں نے یہ کہنے کیلئے بلایا ہے مولانا محمود حسن صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا

حاشیہ حکایت (۲۴۷) یہ واقعہ روح کا تمثل تھا اور اسکی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ جسد مثالی تھا۔ مگر مشابہ جسد عنصری کے۔ دوسری صورت یہ کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسد عنصری تیار کر لیا ہو۔ مگر وقت گذر جانے پر پھر اس مرکب کو تحلیل کر دیا جاتا ہے۔ سب

حکایت (۲۴۸) عم محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمود حسن صاحب مرحوم حضرت نانوتویؒ کے اخلاق مربیانہ اور شفقت و رحمت کی توصیف کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ بس حضرت کے اخلاق کا اندازہ اس مثال سے ہو سکتا ہے کہ مثلاً اگر میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں جو بہت تمناؤں کے بعد پیدا ہوں ظاہر ہے کہ مجھ سے اُنہیں کتنا اُنس ہوگا۔ اچانک میں گرفتار ہو کر دائم الحبس کر دیا جاؤں کہ پھر میری واپسی اور ملاقات کی کوئی توقع ماں باپ کو نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ ان پر کس درجہ غم و الم کے پہاڑ ٹوٹ پڑینگے۔ کہ وہ گویا قبل از مرگ ہی مر جائیں گے۔ اور پھر میں اچانک رہا ہو کر آؤں اور اک دم ماں باپ کے سامنے پہنچ جاؤں تو تم بتلاؤ کہ اُن کی اُس وقت کی خوشی و مسرۃ کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ میں اگر دن میں دس مرتبہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرتا تو مجھے دیکھ کر ہر مرتبہ اتنے ہی خوش ہوتے تھے جتنا کہ میرے ماں باپ اس وقت خاص میں خوش ہو سکتے تھے۔

حکایت (۲۴۹) حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عموماً بیعت اپنے مرشد کی طرف سے کرتے تھے۔ چند ایک ہی لوگ تھے جن کو براہ راست اپنے سے بیعت فرمایا۔ ایک دیوان محمد یسین مرحوم دیوبندی کہ جب انہوں نے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ جاؤ گنگوہ جا کر بیعت ہو وہ فوراً گنگوہ پہنچے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی گنگوہ سے واپس ہو کر پھر درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ تم نے

گنگوہ جاکر بیعت نہیں کی عرض کیا کہ کرلی۔ فرمایا کہ پھر اب دوبارہ بیعت کیسی عرض کیا کہ حضرت وہ تو تعمیل ارشاد تھی مگر بیعت تو حضرت ہی کریں گے۔ آخر کار خود حضرت نے بیعت فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۲۴۹) قولہ۔ وہ تو تعمیل ارشاد تھی الخ پس یہ صورت بیعت تھی۔ مگر چونکہ مقدمہ حقیقت بیعت تھی۔ اس لئے بیکار نہ تھی۔ اور چونکہ قرائن سے یہ تیقن تھا کہ شیخ اول کو یہ ناگوار نہ ہوگا اسلئے خلاف طریقت نہ تھی۔ سب۔

حکایت (۲۵۰) حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ مولانا محمود حسن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے یہ سارے بزرگ آفتاب و ماہتاب تھے۔ ایک سے ایک اعلیٰ و افضل تھا۔ لیکن بہر حال جس کی قیامگاہ پر جاکر دیکھا ضروریات زندگی میں سے کچھ نہ کچھ سامان پایا۔ حضرت گنگوہی کے حجرہ میں بہر حال سامان مباح میں سے ضروریات تھیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ کے حجرہ میں بہر حال کچھ نہ کچھ اشیاء نظر پڑتی تھیں۔ لیکن اس منقطع عن الخلق اور زاہد فی الدنیا ذات (حضرت قاسم العلوم کے حجرہ میں کچھ بھی تو نظر نہ آتا تھا۔ چٹائی بھی اگر ایک تھی تو وہ ٹوٹی ہوئی گویا عمر بھر کیلئے اسی ایک چٹائی کو منتخب فرمالیا تھا۔ نہ کوئی صندوق تھا۔ نہ کبھی کپڑوں کی گٹھڑی۔ بندھتی تھی سفر میں جب یہ حضرات جاتے تھے تو مثلاً حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص عبداللہ شاہ صندوق لیتے۔ کپڑے لگاتے۔ سامان سفر مہیا ہوتا۔ اہتمام ہوتا۔ لیکن یہاں کوئی اہتمام نہ تھا۔ اگر کبھی ایک آدھ کپڑا ہوا تو کسی کے پاس رکھوا دیا۔ ورنہ عموماً اسی ایک جوڑے میں سفر پورا ہوتا جو حضر میں پہنے ہوتے تھے۔ البتہ ایک نیلی لنگی ساتھ رہتی تھی۔ جب کپڑے زیادہ میلے ہوگئے تو لنگی باندھ کر کپڑے اتار لئے اور خود ہی دھو لئے اور وہ لباس بھی کیا تھا جو اتنی قلت کے ساتھ رہتا تھا۔ بغیر کرتے کے بندوں دار اچکن (یا انگرکھا) اور پاجامہ۔ سردی ہوتی تو مختصر سا معمولی عمامہ ورنہ عموماً ایک کنٹوپ تمام سردی سر پر رہتا تھا۔ مدۃ العمر کسی کپڑے میں بٹن کبھی نہیں لگائے اور فرماتے تھے کہ یہ نصاریٰ کی علامت ہے بلکہ ہر جگہ بند استعمال فرماتے تھے۔ اپنے لئے کبھی کچھ نہ تھا اور سب کے لئے سب کچھ تھا۔ اگر اُن کے پاس کوئی دنیا ہی کی تلاش میں آتا تو وہ دنیا سے بھی محروم نہ جاتا تھا۔ بہت کچھ آتا مگر اس میں اپنے لئے کچھ نہ تھا۔ بلکہ دوسروں کیلئے۔ اور یہی فرمایا

Marfat.com

کہ دوسرا ونکا حق ہے۔

حاشیہ حکایت (۲۵۰) مقصود درجہ طریق میں جمعیت قلب ہے قطرۃ کسی کو ترک اسباب میں جمعیت ہوتی ہے۔ کسی کو مباشرت اسباب میں پس دونوں میں تفویض ہے محبوب کی تجویز تکوینی کی طرف اور تشریعاً دونوں امر مخیر فیہ ہیں۔ اور بٹن سے اجتناب یا احتیاط ہے۔ باقی شیوع عام جس سے دیکھنے والے کو کھٹک نہ ہو۔ رافع تشبہ ہے۔ سب ۔

حکایت (۲۵۱) حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا منصور علیخان صاحب مرحوم مرادآبادی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے طبیعت کے بہت پختہ تھے اس لئے جدھر طبیعت مائل ہوتی تھی پختگی اور انہماک کے ساتھ اُدھر جھکتے تھے۔ اُنہوں نے اپنا واقعہ خود بھی مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہوگیا۔ اور اسقدر اسکی محبت نے طبیعت پر غلبہ پایا کہ رات دن اسی کے تصور میں گذرنے لگے۔ میری عجیب حالت ہوگئی تمام کاموں میں اختلال ہونے لگا۔ حضرت کی فراست نے بھانپ لیا۔ لیکن سبحان اللہ تربیت و نگرانی اُسے کہتے ہیں کہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضرت نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ شروع کیا اور اُسے اس قدر بڑھایا کہ جیسے دو یار آپس میں بے تکلف دل لگی کیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود ہی اس محبت کا ذکر چھیڑا۔ فرمایا کہ ہاں بھائی وہ (لڑکا) تمہارے پاس کبھی آتے بھی ہیں یا نہیں میں شرم و حجاب سے چپ رہ گیا۔ تو فرمایا کہ نہیں بھائی۔ یہ حالات تو انسان ہی پر آتے ہیں۔ اس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ غرض اس طریق سے مجھ سے گفتگو کی کہ میری ہی زبان سے اُسکی محبت کا اقرار کرالیا۔ اور کوئی خفگی اور ناراضگی نہیں ظاہر کی۔ بلکہ دلجوئی فرمائی اس مخصوص بے تکلفی کے آثار اب مجھ پر ظاہر ہونے شروع ہوئے میں ایکدن تنگ آگیا اور دلمیں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ وپے میں سرایت کرگئی مجھے تمام امور سے بیکار کردیا کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ آخر عاجز آکر دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اور مؤدب عرض کیا کہ للہ میری اعانت فرمایئے میں تنگ آگیا۔ اور عاجز ہوچکا ہوں۔ ایسی دعا فرما دیجئے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے۔ تو ہنس کر فرمایا کہ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے۔ بس جوش ختم ہوگیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بیکار

Marfat.com

ہوگیا نکما ہوگیا۔ اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوسکتا۔ خدا کیلئے میری امداد فرمائیے۔ فرمایا بہت اچھا۔ بعد مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں۔

میں نماز مغرب پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ جب حضرت صلوٰۃ الاوابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی مولوی صاحب میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہوں میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہاتھ لاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا۔ میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتیلی پر اپنی ہتیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان بٹے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے بالکل عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں۔ اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے گویا میں دربار الٰہی میں حاضر ہوں میں اس وقت لرزاں اور ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر کپکپی اور یہ خوف طاری نہ ہوا تھا میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور بالکل خودی سے گذر گیا اور حضرت برابر میری ہتیلی پر اپنی ہتیلی پھیر رہے ہیں۔ جب ہتیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہوگئی۔ فرمایا جاؤ۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ دو ایک دن کے بعد حضرت نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت اس لڑکے کا تصور یا عشق تو کجا دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک باقی نہیں۔ فرمایا۔ اللہ کا شکر کرو۔ والحمد للہ علے ذلک۔

حاشیہ حکایت (۱۵۲) قولہ۔ عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں۔ الخ یہ ایک اثر تھا تصرف کا مشابہ اس اثر کے جو حدیث مسلم میں وارد ہے عن ابی بن کعب (فی قصۃ اختلاف القرأتین وتصویبہ صلے اللہ علیہ وسلم کلیھما) فلما رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما قد غشیتنی ضرب فی صدری ففضت عرقاً وکانما انظر الی اللہ فرقا الحدیث (باب بیان القرآن انزل علی سبعۃ احرف) ونقل النووی عن القاضی ضربہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صدرہ تثبیتا لہ حین راٰہ قد غشیہ ذالک الخاطر المذموم اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل اگر وحی سے تھا تو اس کے تصرف ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور اگر اجتہاد سے تھا تو غالب یہی ہے کہ تصرف تھا۔ البتہ ایسے تصرفات کا وقوع بہت ہی نادر منقول ہے۔ اور اس میں بھی شبہ ہے غیر تصرف ہونے کا۔ پس وقوع تصرف کا حکم جازم محتاج دلیل ہے اور مشائخ چونکہ صاحب وحی نہیں ان کے ایسے افعال قرائن سے تصرفات ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لئے محققین نے اس کو کمالات مقصودہ میں شمار نہیں کیا۔ اور راز اس میں یہ

Marfat.com

کہ تصرفات کا صدور قوت نفسانیہ سے ہوتا ہے اور جس طرح قوت جسمانیہ کمالات مقصودہ سے نہیں۔ جیسے مصارعۃ اسی طرح قوت نفسانیہ بھی اور اسی وجہ سے یہ قوت اہل باطن میں بھی پائی جاتی ہے۔ بلکہ بعض محققین کا قول ہے کہ عارف راہمت (یعنی تصرف) نباشد تو وہ اسکے عدم کو اُس کے وجود پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ بتلائی جاتی ہے کہ اسمیں شان عبدیت سے بعد ہے۔ اور یہ وجہ افعال جسمانیہ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں اسباب مادیہ کی طرف احتیاج ظاہر ہے جو عین عبدیت ہے اور تصرفات نفسانیہ میں اسباب خفی ہیں اس لئے احتیاج کی شان اس میں خفی ہے۔ نیز افعال جسمانیہ کے صدور میں عوام معتقد نہیں ہوتے اور تصرفات میں معتقد ہو جاتے ہیں تو اس میں افتتان اور عجب کا خطرہ بھی ہے۔ واللہ اعلم بسب۔

حکایت (۲۵۲) حضرت والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مدرسہ دیوبند جاری ہو چکا تھا لیکن اسکی کوئی مستقل عمارت نہ بنی تھی۔ بلکہ کرایہ کے مکانوں میں مساجد میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا۔ جب یہ سلسلہ تعلیم بڑھنے لگا تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ کی رائے یہ ہوئی کہ کرایہ کے مکانوں سے کام نہ چلیگا۔ بلکہ اب ایک مستقل جگہ مدرسہ کے نام سے ہونی چاہیئے۔ سب نے اس رائے پر لبیک کہا۔ لیکن حاجی محمد عابد صاحب مرحوم اس رائے کے خلاف تھے وہ فرماتے تھے کہ کیا ضرورت ہے اتنے مصارف برداشت کرنے کی جامع مسجد کی عمارت کافی ہے۔ اسکے ہر چہار سمت حجرے بنا دیے جائیں اور مسجد میں مدرسین درس دیں۔ لیکن بقول حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حاجی صاحب مرحوم کے سامنے وہ مستقبل نہ تھا جو حضرت کو نظر آرہا تھا اُن کی فراست کے سامنے یہ مکتب مدرسہ اور پھر مدرسہ سے دار العلوم ہونے والا تھا اس لئے حضرت نے فرمایا کہ حاجی صاحب مدرسہ کیلئے الگ ہی جگہ مناسب ہے مسجد میں مدرسہ کا ہونا بہت سے اشکالات اور دشواریوں کا باعث ہوگا۔ یہ طلبہ کی قوم آزاد ہوتی ہے کبھی شکایت ہوگی کہ مسجد کے لوٹے ٹوٹ گئے۔ کبھی فریاد ہوگی کہ مسجد کی صفیں گم ہو گئیں ٹوٹ گئیں۔ لالٹینیں نہ رہیں۔ غرض بیسیوں دشواریاں ہونگی۔ اس لئے یہی مناسب ہے کہ مدرسہ کا مکان مدرسہ کے نام سے الگ ہی ہو۔ لیکن حاجی صاحب مرحوم نے ہرگز اس رائے کو تسلیم نہیں کیا اور چونکہ طبیعت کا ایک خاص انداز تھا۔ اس لئے اپنی رائے پر اصرار تھا لوگوں کے چہرے بدلے ہوئے تھے۔ مگر حضرت نانوتوی کے حلم کی وجہ سے کوئی کچھ

Marfat.com

کہہ بھی نہ سکتا تھا۔ آخر کار حضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ مکان مدرسہ کیلئے اشتہار جاری کر دیا جائے۔ اس اشتہار میں اس کا کوئی تذکرہ نہ ہو کہ مکان الگ بنے گا یا مکان مسجد میں مدرسہ رہے گا۔ یہ وقت پر ہونا رہیگا۔ اتنے عرصہ میں حاجی صاحب بھی موافقت کر لیں گے۔ یہ رائے طے ہو گئی۔ اور ساتھ ہی یہ طے پایا کہ سنگ بنیاد رکھنے کیلئے مختلف جگہ کے مسلمانوں کو جمع کیا جائے۔ اور صورت یہ ہو کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد حضرت وعظ فرمائیں اور وعظ ختم ہوتے ہی سارا مجمع شہری اور بیرونی حضرات کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے اس جگہ پر آجائے جو مدرسہ بنانے کیلئے تجویز کی گئی اور چار آنے گز کے حساب زمین کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس مضمون کا اشتہار ملک میں بھیجدیا گیا اطراف و اکناف سے لوگوں کے خطوط آمد کے متعلق آنے شروع ہوئے۔ معینہ جمعہ کے دن بیرونی حضرات کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ علی گڈھ سے بھی بعض سربرآوردہ لوگ آئے اور زیادہ تر حضرت کے وعظ و تقریر کے اشتیاق میں یہ مجمع ہوا تھا بہرحال جمعہ کے بعد حسب تجویز مشتہر شدہ حضرت نے وعظ فرمایا۔ وعظ کے آخر میں فرمایا کہ مکان مدرسہ کیلئے سب حضرات فلاں جگہ تشریف لے چلیں تاکہ مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھدیا جائے۔ بس یہ سنتے ہی حاجی صاحب مرحوم کو غصہ آیا اور زور سے فرمایا۔ ہائیں کیا حضرت نے فرمایا۔ کہ حاجی صاحب یوں ہی مناسب ہے آپ تشریف تو لے چلیں۔ حاجی صاحب نے فرمایا میں کیوں چلوں۔ کیا ضرورت ہے اس اسراف کی اور کیوں یہ بیکار اتنا بڑا کام اٹھایا جا رہا ہے یہ الفاظ غصہ سے بھرائی ہوئی آواز میں نکلے حضرت نے فرمایا حاجی صاحب آپ سنبھلیں یوں ہی مصلحت ہے کہ مدرسہ الگ بنے۔ اس پر پھر حاجی صاحب زور سے بولے۔ حضرت نے فرمایا حاجی صاحب کو اختیار ہے۔ سب حضرات چلیں اور سنگ بنیاد رکھیں۔ یہ ایما پاتے ہی تمام شہری اور بیرونی لوگوں کا جم غفیر چلا۔ حاجی صاحب تو چھتہ کی مسجد میں آ گئے اور لوگوں کا مجمع حضرت کے ساتھ چلا۔ لیکن حضرت بجائے اس کے کہ پہلے جائے بنیاد پر آتے سب سے پہلے چھتہ کی مسجد میں تشریف لائے اور حاجی صاحب سے پکار کر فرمایا کہ حاجی صاحب! آپ تو ہمارے بڑے اور ہم سب آپ کے چھوٹے ہیں۔ یہ آپ نے اپنے چھوٹوں کے ساتھ کیا بے رخی اور بے توجہی برتنی شروع فرما دی کچھ ان الفاظ کا ایسا اثر حاجی صاحب پر ہوا کہ بے اختیار آکر گر پڑے اور اتنے روئے کہ آوازیں نکل پڑیں اور کہا کہ مولنا اللہ میرا قصور معاف فرمایئے۔ حضرت نے حاجی صاحب کو اٹھا کر

گلے لگایا اور فرمایا حاجی صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ تو ہمارے بڑے ہیں۔ بزرگ ہیں حضرت حاجی صاحب کو لیکر بنیاد پر پہنچے جو کھد کر تیار تھی۔ اُس وقت کے اکابر کا خیال تھا کہ کوئی مقدس اور بزرگ ہستی ایسی نہ تھی جو اس وقت وہاں نہو۔ سارے ہی مقدسین کو حق تعالیٰ نے اس موقع پر جمع فرما دیا تھا۔ اب یہ گفتگو ہوئی کہ پہلی اینٹ کون رکھے۔ حضرت کا اس وقت ایک خاص امتیاز تھا۔ لوگوں کی رائے ہوئی کہ پہلی اینٹ حضرت رکھیں مگر حضرت ہمیشہ پیش پیش ہونے اور کسی ظاہری امتیاز سے بچتے تھے۔ کبھی خود آگے نہوتے تھے۔ کام میں ہمیشہ خود سبقت فرماتے۔ اور آگے کسی کو فرما دیتے تھے۔ مدرسہ قائم ہوا۔ اسکے انتظامات ہوئے۔ اس میں علمی کارنامے ظاہر ہوئے۔ اور حضرت ہی نے سب کچھ کیا۔ لیکن اپنا نام کبھی نہ رکھا۔ حتیٰ کہ مدرسہ کی زمین کا بیعنامہ بھی حاجی صاحب مرحوم کے نام پر کرایا۔ غرض کام میں سب کے روح رواں تھے۔ اور نام رکھنے میں ہمیشہ پیچھے رہتے تھے۔ بہر حال جب بنیاد رکھنے کیلئے پہلے حضرت کو تجویز کیا گیا۔ فرمایا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور خود ہی تجویز فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت میانجی منّے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا سید اصغر حسین صاحب دام ظلہ کے نانا تھے۔ اینٹ رکھیں کہ وہ سید بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں اور پھر حاجی صاحب مرحوم اینٹ رکھیں اور پھر تمام اکابر چنانچہ یہی ہوا۔ اول ان دو حضرات نے اینٹ رکھی پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑھایا کہ آپ اینٹ رکھیں۔ اُنہوں نے رکھی۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ بھی تو اینٹ رکھیں۔ فرمایا۔ ہاں میں بھی آپ سب کیساتھ حاضر ہوں۔ اور پھر خود بھی اینٹ رکھی۔ اُس دن اہل اللہ کے قلوب پر ایک عجیب سرور تھا۔ ایک عجیب خوشی تھی اور سب کے دل فرحت سے مالامال تھے۔

حاشیہ حکایت (۲۵۲) مدرسہ کیلئے مستقل عمارت نہونے کی لئے کا منشا تذکرۃ العابدین نے اس طرح لکھا ہے کہ وقت بنائے جانے مسجد کے یہ بات قرار پائی تھی کہ مسجد کی سہ دریوں میں مدرسہ رہیگا۔ علیحدہ نہیں بنوایا جاوےگا۔ مگر کئی سال بعد اہل شوریٰ کا یہ مشورہ ہوا کہ مدرسہ علیحدہ بنوایا جائے۔ اُس وقت حاجی صاحب نے کہا تھا کہ مسجد کا کام کیوں بڑھوا دیا۔ مسجد میں سہ دریوں کی کچھ ضرورت نہ تھی اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے عذر کیا کہ مجکو علم نہیں تھا کہ اہلِ شوریٰ نے آپ سے پہلے ذکر نہیں کیا اور خفیہ طور سے مشورہ کیا ہے۔ میں معافی چاہتا

ہوں۔ اس سے دونوں حضرات کا عذر بالکل ظاہر ہے۔ اور دونوں طرف سے معافی کی استدعا دونوں حضرات کے کمال تواضع کی واضح دلیل ہے۔ سب

حکایت (۲۵۳) عم محترم مولنا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا جب حضرت نانوتویؒ دہلی میں تعلیم پاتے تھے۔ جس راستہ کو جاتے تھے اس میں ایک مجذوب پڑا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے بلایا مولانا کے ہاتھ میں کتاب تھی کہا تیرے ہاتھ میں کیا ہے مولنا نے کتاب سامنے کردی اس نے اوراق الٹ پلٹ کرکے کچھ من کی پھر کتاب بند کرکے کہا جا تو بڑا عالم ہے۔

حکایت (۲۵۴) مولنا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا راؤ عبدالرحمٰن خاں صاحب پنجلاسہ (پنجاب) میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور بڑے زبردست صاحب کشف و حالات تھے۔ کشف کی یہ حالت تھی کہ کوئی لڑکا لڑکی کیلئے تعویز مانگتا بے تکلف فرماتے جا تیرے لڑکا ہوگا۔ یا لڑکی ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضرت یہ کیسے آپ بتاتے ہیں۔ فرمایا کہ کیا کروں بے محابا مولود کی صورت سامنے آجاتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ روپوش ہوکر پنجلاسہ میں مقیم رہے ہیں۔ اور وہیں توجہ کا حلقہ ہوتا تھا۔ اس پر عبداللہ شاہ فرماتے کہ یہاں یہ کیا حلقے وغیرہ تم نے بنائے ہیں ہم نے اپنے بادشاہ (شاہ عبدالرحیم صاحبؒ) کو دیکھا ہے کہ نماز میں جب داہنا سلام پھیرا تو ادھر کی صف لوٹ گئی جب بایاں سلام پھیرا تو ادھر کے آدمی گر گئے نہ حلقہ تھا نہ مجلس۔ غرض عبداللہ شاہ اس رتبہ کے تھے۔ اور ایسے زبردست ان کے حالات تھے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ان سے اکثر ملنے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور ان کی یہ عادت تھی کہ مولانا سے ملتے ہی کہتے کہ آؤ حاجی قاسم۔ اس پر مولنا فرماتے کہ حضرت میں تو حاجی نہیں ہوں تو فرماتے کہ بھائی زبان سے یوں ہی نکل جاتا ہے جب پہلے حج کو تشریف لیگئے ہیں تو براہ پنجاب فیروز پور کے دریا سے دریائے سندھ میں ہوتے ہوئے پہلا حج فرمایا ہے۔ راستہ میں پنجلاسہ کا راستہ بھی پڑتا تھا۔ مولنا نے رفقائے سفر سے جن میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ اور حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے فرمایا کہ بھائی میں تو پنجلاسہ ضرور جاؤں گا۔ اور راؤ عبداللہ شاہ صاحب سے ضرور ملونگا۔ چنانچہ تشریف لیگئے اور ملے۔ راؤ صاحب نے فرمایا کہ آؤ حاجی

Marfat.com

قاسم مولانا نے فرمایا کہ حضرت میں حج کو جا رہا ہوں فرمایا کہ پھر میں نے تمہیں حاجی ہی کہا تھا۔ رخصت کے وقت مولانا نے فرمایا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیے۔ اس پر فرمایا کہ بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہان کے بادشاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حکایت (۲۵۵) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی رح دہلی میں مولنا مملوک علی صاحب سے جب تعلیم پاتے تھے تو وہاں کے کالج میں نام مولنا کا داخل تھا۔ مگر بطور خود پڑھتے تھے لیکن امتحانات کی شرکت لازمی تھی۔ چنانچہ جب امتحان کا زمانہ آیا تو رامچندر جو بڑا مہندس تھا اور ہندو سے کرسٹان ہو گیا تھا ہندسہ کا اُستاد تھا اُس نے مولانا کو بھی داخل ہندسہ کرنا چاہا لیکن مولانا مملوک علی صاحب نے اُس سے فرمایا کہ قاسم درس میں تو داخل نہ ہو گا مگر امتحان میں ضرور شریک ہو گا اور یہ محض اپنی کمال فراست اور تجربہ کی بنا پر فرمایا تھا۔ نیز مولانا نے گوارا نہ کیا کہ میرا اُستاد غیر مسلم ہو اور اس سے کراہت کی بہر حال جب امتحان کا زمانہ قریب آگیا تو مولانا مملوک علی صاحب نے فرمایا کہ بھائی اقلیدس کے مقالے اور اشکال دیکھ لینا امتحان دینا ہو گا۔ چنانچہ حضرت مولانا نے صرف ایک شب میں اقلیدس دیکھی اور چودہ پندرہ شکلیں دیکھی تھیں کہ اس سے جی گھبرا گیا تو چھوڑ دی اور پھر نہیں دیکھی۔ کالج میں اس کی شہرت تھی کہ فلاں طالب علم ہندسہ میں بے پڑھے امتحان دیگا حتیٰ کہ رامچندر کو بھی اس کا علم ہوا۔ تب اُس نے اپنے مایۂ ناز شاگرد مولوی ذکاء اللہ صاحب کو جو فن ہندسہ میں صاحب تصانیف بھی تھے بلا کر چند مشکل سوالات سمجھا دیے اور حضرت کی خدمت میں بطور امتحان بھیجا اُنہوں نے سوالات کئے حضرت مولانا نے فر فر جوابات دیے شروع کئے۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ چند سوالات میں بھی کرتا ہوں۔ چنانچہ کئے۔ مگر وہ جواب سے عاجز رہ گئے۔

حکایت (۲۵۶) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ایک انگریز نے اشتہار دیا تھا کہ اگر کوئی شخص مثلث کے زاویہ کو تین حصوں میں دلیل سے ثابت اور رسم کر دے تو ڈیڑھ لاکھ روپے انعام ہے۔ مظفر نگر کے منصف صاحب بھی فن ریاضی اور ہندسہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اس پر دلائل قائم کئے اور اپنے زعم میں اس کو ثابت کر دیا۔ لیکن میرٹھ پہنچے اور وہاں کے کسی حاکم اعلیٰ کو وہ دلائل دکھائے۔ اُس نے

Marfat.com

کہا کہ بالکل صحیح ہیں۔ آپ اس کا اعلان کریں۔ ضرور آپ اس انعام کے مستحق ہونگے۔ لیکن اُن کے دل میں کوئی اطمینان پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اگر اس پر مولانا ایک نظر ڈالدیں تو مجھے اطمینان ہو جائے۔ مولانا کا مظفر نگر آنا ہوا۔ ان منصف صاحب نے ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مرحوم سے (جو حضرت مولانا کے خاص لوگوں میں تھے) کہا کہ کوئی ایسا بھی وقت میسر آسکتا ہے کہ میں مولانا کو یہ تحریر دکھادوں۔ اُنہوں نے کوشش کی مگر وقت نہ نکل سکا۔ یہاں تک کہ روانگی کا وقت آگیا اسٹیشن پر تشریف لے آئے۔ لیکن گاڑی ۱۰ منٹ لیٹ تھی۔ اُس وقت فوراً ان منصف صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اب میری تحریر سنوادو۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے ذکر کیا اور بعد منظوری منصف صاحب نے وہ تحریر سنائی اس کو سرسری حضرت نے سُنا سب سے آخر میں فرمایا کہ سب صحیح ہے۔ مگر دلیل کا فلاں مقدمہ نظری ہے۔ حالانکہ اقلیدس کی تمام دلائل کی انتہا بدیہی مقدمات پر ہوتی ہے۔ اور اسی لئے اس کے تمام دلائل قطعی سمجھے جاتے ہیں۔ چونکہ وہ صاحب فن تھے فوراً سمجھ گئے۔ اور وہاں سے واپس ہوئے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے بطور مذاق فرمایا کہ تمہیں کیا مصیبت پیش آئی تھی کہ مولانا کو یہ تحریر سنائی اور اپنی ساری کاوش دماغ کو غلط ثابت کردیا۔ تم اعلان کردیتے۔ اشتہار دینے والے اُسے کیا سمجھتے۔ لیکن یہ اُن کی دیانت تھی کہ جب اُن کی تحریر میں غلطی نکل آئی تو پھر انہوں نے اس کی اشاعت نہ کی۔ اگرچہ وہ ایسی غلطی تھی کہ عموماً اس کا سمجھنا دشوار تھا۔

حاشیہ حکایت (۲۵۶) یہ احقر اُس زمانہ میں دارالعلوم میں پڑھتا تھا۔ میں نے اشتہار کے مضمون کو اس عنوان سے سُنا تھا کہ زاویہ کی تنصیف تو دلیل سے ثابت ہوگئی ہے مگر اس کی تثلیث کا نہ وقوع ثابت ہوا نہ امتناع۔ اگر اس کا کوئی وقوع ثابت کردے وہ ایک لاکھ روپے کے انعام کا مستحق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرس ثانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی تغلیط میں مفصل تحریر لکھی تھی۔ سوان دونوں جزؤوں کو واقعہ مذکورہ روایت ہذا سے کوئی تعارض نہیں۔

حکایت (۲۵۷) مولنا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند دن اقلیدس کا درس بھی دیا ہے۔ چھتہ میں جب اقلیدس پڑھاتے تھے اور شکل کھینچنے کی ضرورت پڑتی تھی تو وہیں چٹائی کا کونہ اُٹھا کر اور زمین پر اُنگلی سے شکل کھینچ کر سمجھا دیتے تھے نہ پرکار تھی نہ اور اوزار تھے۔

Marfat.com

حکایت (۲۵۸) مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں مثنوی شریف کا درس دے رہے تھے۔ اتفاقاً درس میں کوئی صاحب حال اور صاحب دل بھی آ نکلے۔ اُنہوں نے جب حضرت مولانا کے عالی مضامین سُنے جو مثنوی میں بیان فرمائے جا رہے تھے تو بڑی حسرت سے کہنے لگے کہ کاش اگر اس شخص کو اس ظاہر علم کے ساتھ باطنی علم بھی ہوتا تو کیا اچھا تھا۔ اور وہ محض خلوص اور نیک نیتی سے خلوت میں حضرت مولانا کے پاس تشریف لائے اور یہی فرمایا کہ کاش آپ کو باطنی علوم بھی ہوتے۔ حضرت مولانا نے ازراہِ انکسار فرمایا جی ہاں میں ایسا ہی محروم ہوں۔ اگر آپ ہی مجھ پر نظر شفقت فرماویں تو میری نیک نصیبی ہے۔ اسپر وہ بزرگ متوجہ ہو کر مراقب ہوئے ادھر حضرت مولانا بھی ضبط نسبت کے ساتھ مراقب ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بزرگ ہاتھ جوڑ کر اُٹھے کہ مولانا مجھے خبر نہ تھی کہ آپ میں یہ جوہر بھی علی الوجہ الاتم موجود ہے

حکایت (۲۵۹) مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ مولانا عبدالعدل صاحب پاکسی اور نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت جب آپ سے کوئی کسی بات کا سوال کرتا ہے تو آپ برجستہ فرما دیتے ہیں کہ اس کے تین جواب ہیں یا پانچ جواب ہیں تو کیا آپ نے پہلے سے سوالوں کے جوابات سوچکر اُن کی فہرست لگا رکھی ہے۔ یا آپ سوچکر آتے ہیں فرمایا کہ نہیں بلا اختیار میری زبان سے یونہی نکل جاتا ہے اور اتنے ہی جوابات دیکر میری طبیعت رک جاتی ہے۔

حکایت (۲۶۰) مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ باوجود جفاکشی اور مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ لطیف الطبع اور نازک دماغ تھے تقریر فرما رہے تھے کہ اتفاقاً ایک نہایت ہی بدہیئت شخص سامنے آکر بیٹھ گیا تو حضرت مولانا کی طبیعت رُک گئی۔ بالآخر کسی انداز سے اُٹھے اور مجمع ایک دم تہ وبالا ہوا۔ اسی گڑبڑ میں وہ شخص بھی سامنے سے ٹل گیا۔ پھر آکر تقریر شروع فرمائی۔ اور اب طبیعت بے تکان تھی۔

حاشیہ روایت (۲۶۰) یہ لطافت امر طبعی ہے بعض اغبیاء کا اس پر یا اس کے آثار پر اعتراض و نکیر فطرت پر اعتراض ہے۔ بہت سے بزرگوں کے واقعات لطافت کے تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ سب

حکایت (۲۶۱) مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتوی

رحمۃ اللہ علیہ اکثر تقریر فرماتے ہوئے بیچ میں چند ایک منٹ سکوت فرماتے اور ایک دم رُک جاتے تھے۔ اس پر عرض کیا گیا۔ کہ حضرت مسلسل تقریر فرماتے ہوئے آپ کیوں رُک جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک ہی مضمون کے بیسیوں پیرائے اور عنوان ذہن میں اک دم آتے ہیں۔ تو طبیعت رُک جاتی ہے اور میں اسپر غور کرنے لگتا ہوں کہ کس کو لوں اور کس کو چھوڑوں۔

حکایت (۲۶۲) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ دہلی کے جس کالج میں حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام داخل تھا۔ اُس کے علوم عربیہ کے ممتحن مفتی صدر الدین صاحب ہوئے اور مولانا کا صدرا کا امتحان اُن کے پاس گیا۔ اُنھوں نے کوئی جگہ پڑھوائی۔ مولانا کے ذہن میں اس کا مطلب نہ تھا۔ کیونکہ وہ جگہ کبھی دیکھی بھی نہ تھی تو اس پر تقریر کی اور خود جان رہے تھے کہ کتاب کا یہ مقصد نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے اس پر اعتراض کیے تو مولانا نے مفتی صاحب کو ان ہی کی تقریروں میں الجھا لیا لیکن ہم غور کرتے رہے کہ مطلب کیا ہے۔ بالآخر اک دم ذہن میں عبارت کا صحیح مطلب آگیا تو فرمایا کہ مفتی صاحب آپ پوچھنا کیا چاہتے ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ "یہ بات" فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ اس بات کا جواب تو یہ ہے میں کچھ اور سمجھ رہا تھا۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہاں یہی تو پوچھتا تھا۔

حاشیہ حکایت (۲۶۲) اور اس میں چونکہ کوئی مضرت اور مفسدہ نہ تھا نہ اس کا منشا کبر تھا بلکہ اپنی کامیابی امتحان کی اور اپنے مدرسہ واساتذہ کی نیکنامی کی سراسر مصلحت اور منفعت ہی تھی۔ اس لئے اس تلطف میں کوئی محذور نہ تھا اور ذکاوت پر جو کہ کمالات محمودہ سے ہے دلالت جس درجہ کی ہے واضح ہے۔ علاوہ اس کے اگر اس کا اخلاق فاضلہ کے خلاف ہونا بھی ثابت ہو جائے تب بھی نوعمر طالب علموں پر ایسے مواخذات نہیں ہو سکتے جو شیوخ پر ہوتے ہیں۔ سب۔

حکایت (۲۶۳) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے خود سُنا۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلہ کے متعلق کچھ سوال کیا۔ اس وقت حضرت مولانا چھتے کی مسجد کے چھپر والے حجرہ میں تھے۔ اور کوئی خاص کیفیت طاری تھی۔ مولانا نے اس مسئلہ پر تقریر شروع کی لیکن اس تقریر میں لفظ بھی غیر مانوس تھے۔ یہ مستعمل الفاظ نہ تھے اور معانی بھی

Marfat.com

غیر مانوس جن کو میں قطعاً نہ سمجھ سکا۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ نازل تقریر فرمایئے۔ میں قطعاً نہیں سمجھا۔ تو پھر دوبارہ تقریر فرمائی۔ جو اُس سے کچھ نازل تھی۔ جس کے لفظ مانوس تھے مگر معانی قطعاً بلند اور غیر مانوس جن کو میں نہ سمجھا۔ تیسری دفعہ میں نے پھر کہا کہ میں نہیں سمجھا پھر اس سے اُتر کر اور نازل تقریر فرمائی۔ جو کچھ قریب الی الفہم آگئی تھی۔ مگر میں پھر بھی نہ سمجھا اور میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا۔ تو فرمایا کہ مولانا پھر کسی وقت پوچھیئے گا۔ چنانچہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اُٹھ کر چلے آئے۔

حکایت (۲۶۴) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آبحیات (حضرت مولانا نانوتوی کی تصنیف) وغیرہ میں نے حضرت سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے۔ آبحیات کے کچھ اوراق حضرت نے خود نکال دیئے تھے۔ کہ انہیں کوئی نہیں سمجھے گا۔ وہ مولانا محمود حسن صاحبؒ کے پاس عم محترم نے خود دیکھے لیکن اب بھی آب حیات (رسالہ) کا پانا آبحیات (چشمۂ حیات) پانے سے کم مشکل نہیں۔

حاشیہ حکایت (۲۶۲) و (۲۶۴) یہ دونوں واقعے احقر نے بھی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے تھوڑے تفاوت کے ساتھ سُنے ہیں اور دوسرے واقعہ کی نسبت یہ بھی سُنا ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ان اوراق کے جُدا کرنیکا مشورہ دیا تھا۔ اور وجہ اس کی یہ بیان فرمائی تھی کہ ان میں ایک اعتراض کا جواب ہے۔ اول تو اس اعتراض کو کوئی نہ سمجھے گا۔ اور اگر سمجھ لیا تو پھر اس کا جواب سمجھ میں نہ آویگا اور شبہ ہی میں مبتلا رہیگا۔ سب

حکایت (۲۶۵) مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ منشی حمید الدین صاحب سنبھلی فرماتے تھے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ سے ملنے کیلئے ریاست رامپور تشریف لے گئے۔ ساتھ مولانا احمد حسن صاحب اور منشی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہما تھے ریل نہ تھی مراد آباد سے اس طرح چلے کہ خود حضرت پا پیادہ ہو لیئے۔ منشی صاحب کی بندوق اپنے کندھے پر رکھ لی اور بہ جبر منشی حمید الدین صاحب کو سواری پر بٹھا دیا۔ جس نے پوچھا کہ کون ہیں فرما دیتے کہ منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبھل ہیں۔ گویا اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لئے تاکہ خفیہ پہنچیں۔ جب رامپور پہنچے تو وہاں وارد و صادر کا نام اور پورا پتہ وغیرہ داخلہ شہر کے وقت لکھا جاتا تھا۔ حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام)

Marfat.com

بتایا اور دکھا دیا۔ اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے اس میں ہی ایک کمرہ
چھت پر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہلِ بدعات میں ایک شور برپا تھا مولانا
کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں حضرت کی غرض اس اخفا سے ہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے
اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ لیکن مراد آباد کے حضرات نے جب یہ
سنا کہ مولانا رامپور تشریف لے جا رہے ہیں اور خفیہ جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ
غضب ہو گیا۔ مولوی عبد الحق صاحب خیر آبادی اور وہاں کے تمام اہل معقول یہ الزام
گے کہ چھپ کر نکل گئے اس لئے اہلِ مراد آباد نے ایک شخص کو رامپور روانہ کر دیا۔ اور ا
نے پہنچتے ہی حضرت کی تشریف آوری اور جائے قیام کی عام شہرت دیدی۔ تمام رامپور
میں یہ خبر پھیل گئی۔ مولوی ارشاد حسین صاحب مشہور معقولی جو حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ
علیہ کے شاگرد یعنی مولانا کے استاد بھائی تھے۔ گو بعض مسائل میں مختلف تھے ملنے آئے
اور ایسے ہی ایک مولوی عبد العلی صاحب منطقی بھی ملنے آئے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب
نے قیامگاہ کے زینے پر چڑھتے ہوئے اپنے تلامذہ اور دوسرے علماء سے کہا کہ اگر رامپور
کی عزت رکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو مت چھیڑنا۔ بہرحال خبر پھیل چکی تھی لوگ جوق جوق
ملنے کیلئے آنے لگے اور جب شہرت ہو گئی تو حضرت مولانا بھی احباب سے ملنے کیلئے شہر تشریف لیگئے
ایک موقع پر جبکہ حضرت کسی سے ملنے کو تشریف لیجا رہے تھے۔ پیچھے مولانا احمد حسن صاحب
تھے کہ مولوی عبد الحق صاحب کے چند شاگردوں نے مولانا احمد حسن صاحب کو تحذیر الناس
کے بارہ میں چھیڑنا شروع کیا۔ مولوی احمد حسن صاحب حضرت مولانا کے لحاظ و ادب کی وجہ
سے دب کر اور پست آواز میں کچھ جواب دیتے تھے۔ اس مکالمہ کا احساس حضرت کو ہوا
تو اُن طلبہ سے فرمایا کہ بھائی یہ ظاہر ہے اگر یہ (مولوی احمد حسن) عاجز ہوئے تو میں انکی مدد کرونگا اور اگر
عاجز ہوئے تو تمہارے اُستاد تمہاری مدد کریں گے۔ پھر یہ کیوں نہ ہو کہ تم اپنے اُستاد کو لے
اور میری اُن سے گفتگو ہو جائے۔ بہرحال راستہ یہ ختم ہوا اہل شہر نے وعظ کی درخواست
کی حضرت نے منظور فرمالی۔ شب کو مجلس وعظ کچھا کچھ بھری ہوئی تھی۔ شہر کے امراء، رؤسا
علماء، طلباء غرضکہ ہر طبقہ کے لوگ بھر گئے تھے اور لوگوں کا ایک میلہ سا لگ گیا۔ حضرت
نے تقریر فرمائی۔ بس اُس دن شاید بچے اور عورتیں گھروں میں رہ گئی ہوں گی۔ ورنہ کل شہر مجلس
وعظ میں آگیا تھا اور اس آیت کا وعظ فرمایا اذا وقعت الواقعة ليس لوقعتها

Marfat.com

کاذب، اوراس آیت کے تحت میں فلسفہ کے اُن تمام مسائل کا جن پر منطقیوں کو ناز تھا
رد فرمادیا۔ اوراسی آیت سے جزو لایتجزیٰ کا اثبات۔ قیامت کا ثبوت ۔ حدوث عالم
وغیرہ امور مہمہ ثابت فرمائے اور ایک غیر معمولی جلال اور خوشی کی شان سے بیان فرمایا
یہ جوش کی شان اُس وقت سے پیدا ہوئی تھی جبکہ اُن طلبہ نے مولوی احمد حسن صاحب
سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی۔ مولانا مملوک علی صاحب نے اقلیدس کا ایک ترجمہ کیا تھا جس پر
مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی نے رکیک الفاظ میں اعتراض کئے تھے۔ اُن سب کا جواب
بھی اسی تقریر میں ارشاد فرمایا اور نہایت جوش میں فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ لوگ گھر میں بیٹھ کر اعتراض
کرتے ہیں۔ اگر کچھ حوصلہ ہے تو میدان میں آجائیں۔ مگر ہرگز یہ توقع لیکر نہ آئیں کہ وہ قاسم سے
عہدہ برآ ہوسکیں گے۔ پھر فرمایا کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر میں نے جن کی جوتیاں سیدھی کی ہیں
وہ سب کچھ تھے۔ غرضکہ مسائل مناطقہ وفلاسفہ کا نہایت زبردست رد اس وعظ میں فرمایا۔ شہر
کے تمام مشاہیر علماء سوائے مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی کے اس وعظ میں موجود تھے۔ مگر بولنے
کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ اس کے بعد نواب کلب علی خاں نے اپنے خاص سکریٹری اور وزیر
عثمان کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ حضرت کا میں مشتاق ہوں مجھ سے مل لیں۔ حضرت نے
اوّل تو اعذار شروع کئے کہ میں غریب دیہات کا رہنے والا آداب امراء سے غیر واقف لیکن
وزیر نے اپنی نہایت شستہ اور سجل تقریر میں عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب تو خود حضرت کا
ادب کریں گے۔ حضرت تمام آداب سے مستثنیٰ رہیں گے۔ تب آخر میں مولانا نے ارشاد فرمایا کہ پھر
نواب صاحب ہی تو میری ملاقات کے مشتاق ہیں۔ میں تو ان کی زیارت کا مشتاق نہیں ہوں
اگر ان کو اشتیاق ہے تو خود مجھ سے ملنے آئیں اُنکے پیروں میں تو مہندی نہیں لگی ہے۔ بہرحال
نہ جانا تھا نہ گئے۔ اور امراء کے مقابلہ میں حضرت کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ نواب محمود علی خانصاحب
رئیس چھتاری ساری عمر اسی تمنا میں رہے کہ کسی طرح مل لوں مگر حضرت نے اتنا موقع ہی نہ دیا۔ اگر
حضرت کے علی گڈھ آنے کی خبر سُنکر وہ علی گڈھ آئے تو مولانا جھٹ خورجہ تشریف لیگئے۔
جو خورجہ گئے تو حضرت میرٹھ آئے۔ اسی طرح بغیر نواب صاحب کی درخواست ملے ہوئے رامپور
سے واپس تشریف لے آئے۔

حکایت (۲۶۶) مولنا حبیب الرحمن صاحب نے حافظ انوارالحق صاحب دیوبندی
کی روایت سے نقل فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چھتہ کی مسجد میں حجرہ کے سامنے چھپر میں

Marfat.com

حجامت بنوا رہے تھے کہ شیخ عبدالکریم رئیس لال کرتی میرٹھ حضرت مولانا سے ملنے کے لئے دیوبند آئے مولانا نے ان کو دور سے آتے ہوئے دیکھا جب وہ قریب آئے تو ایک تغافل کے ساتھ رُخ دوسری طرف پھیر لیا گویا کہ دیکھا ہی نہیں ہے۔ وہ آکر ہاتھ باندھکر کھڑے ہوگئے اُن کے ہاتھ میں رومال میں بندھے ہوئے بہت سے روپے تھے۔ جب انہیں کھڑے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا تو حضرت مولانا نے اُن کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ آہا شیخ صاحب ہیں مزاج اچھا ہے۔ اُنہوں نے سلام عرض کیا اور قدم چوم لئے اور وہ روپیہ بندھا ہوا قدموں پڑ ڈالدیا حضرت نے اُسے قدموں سے الگ کردیا۔ تب اُنہوں نے ہاتھ باندھکر منت قبول فرمالینے کی درخواست کی۔ بالآخر بہت انکار کے بعد اُنہوں نے تمام روپیہ حضرت کی جوتیوں میں ڈالدیا حضرت جب اُٹھے تو نہایت استغنا کے ساتھ جوتے جھاڑے اور روپیہ سب زمین پر گر گیا حضرت نے جوتے پہن لئے اور حافظ انوارالحق صاحب سے ہنس کر فرمایا کہ حافظ جی ہم بھی دنیا کماتے ہیں اور اہلِ دنیا بھی دنیا کماتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہم دنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ قدموں میں پڑتی اور دنیا دار اسکے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتی ہے۔ اور یہ فرماکر روپیہ وہیں تقسیم فرما دیا۔

حاشیہ حکایت (۲۶۵ و ۲۶۶) امرا کے ساتھ معاملہ کی ایک یہ شان ہے ایک دوسری شان بھی ہے۔ جو بعض اوقات بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہے کہ دلجوئی کیلئے اُن سے لے لیتے ہیں اور اُن پر لطف فرماتے ہیں جو مصلحت جس وقت غالب ہو اُس وقت اسی پر عمل کرنا محمود ہوتا ہے کسی پر ملامت نہیں اور دوسرے واقعہ میں تو دونوں شانیں جمع فرمادیں سب۔

حکایت (۲۶۷) حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ دیوان محمد یسین صاحب مرحوم دیوبندی نے فرمایا کہ قاضی پور میں جب حضرت نانوتوی تشریف لیگئے ہیں اور عشرہ محرم تھا اور روافض نے حضرت مولنٰنا کو اپنی مجلس میں آنے کی دعوت دی حضرت نے فرمایا کہ منظور ہے مگر اس شرط سے کہ جب آپ لوگ مجلس میں کہہ سُن چکیں گے تو ہم بھی کچھ کہیں گے وہ اسپر آمادہ نہیں ہوئے اور وہیں کچھ مذہبی گفتگو کرتے ہوئے ان سب روافض نے کہا کہ اگر آپ بیداری میں ہمکو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیں اور حضور اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں تو ہم اہل سنت والجماعت میں داخل ہوجاویں گے۔ فرمایا کہ تم سب ایسے پختہ رہو تو میں بیداری میں زیارت کرانے کیلئے تیار ہوں۔ مگر یہ روافض کچے ہوگئے۔

حاشیہ حکایت نمبر ۲۶۷ ایا تو اس تصرف پر قدرت معلوم ہوگی یا لو اقسم علی اللہ لابرہ پر اعتماد ہوگا و بحمد اللہ ھھنا انتھت الحواشی الملقب بسقایات الصیب المزیلۃ الغواشی المتعلقۃ بروایات الطیب سب۔

حکایت (۲۶۸) حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولینا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چھتہ کی مسجد میں فرمایا جبکہ لوگوں کا کچھ مجمع تھا کہ بھائی آج ہم تو صبح کی نماز میں مر جاتے بس کچھ ہی کسر رہ گئی عرض کیا گیا کیا حادثہ پیش آیا۔ فرمایا کہ آج صبح کی نماز میں سورہ مزمل پڑھ رہا تھا کہ اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اوپر گذرا کہ میں تحمل نہ کر سکا اور قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے مگر وہ دریا جیسا کہ ایک دم آیا ویسا ہی نکلا چلا گیا اس لیئے میں بچ گیا۔ نماز کے بعد جب میں نے غور کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا تو منکشف ہوا کہ حضرت مولانا نانوتوی ان ساعتوں میں میری طرف میرٹھ میں متوجہ ہوئے تھے۔ یہ اُن کی توجہ کا اثر تھا۔ پھر فرمایا کہ اللہ اکبر جس شخص کی توجہ کا یہ اثر ہے کہ علوم کے دریا دوسروں کے قلوب پر موجیں مارنے لگیں اور تحمل دشوار ہو جائے تو خود اُس شخص کے قلب کی وسعت و قوت کا کیا حال ہوگا جس میں خود وہ علوم ہی سمائے ہوئے ہیں اور وہ کس طرح ان علوم کا تحمل کئے ہوئے ہوگا۔

حکایت (۲۶۹) حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مشاہیر اُمت میں تین قسم کے افراد گذرے ہیں بعض ایسے ہیں کہ حقائق شرعیہ میں اُن کا ذہن طول و عرض میں چلتا ہے۔ جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہ ہر مسئلے میں پہلیے زیادہ ہیں اور ترتیب و تفصیل و تہذیب مواد میں زیادہ مستعد ہیں بعض ایسے ہیں کہ جن کا ذہن علو کی طرف زیادہ چلتا ہے۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ حقائق میں اسقدر بلند پرواز ہیں کہ اصحاب ذوق کو بھی اُن کے مدرک تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ جن کا ذہن عمق کی طرف زیادہ دوڑتا ہے جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ مسئلہ کی تہ اور اصلیت کا سُراغ لگا لیتے ہیں اور ایسی اصل قائم فرما دیتے ہیں کہ سینکڑوں تفریعات اس سے ممکن ہو جاتی ہیں

(منقول از روایات الطیب)

حکایت (۲۷۰) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ جب کچھ تصنیف فرماتے تو ایک ایک جزو لکھ کر نقل کیلئے دیتے تھے اور آپ کے مضمون کے ناقل دو ہوتے تھے ایک بتلاتا اور

دوسرا لکھتا وہ جزو نقل ہونے نہ پاتا تھا کہ حضرتؒ دوسرا جزو تصنیف فرما دیتے تھے۔

حکایت (۲۷۱) فرمایا کہ امیر شاہ خاں صاحبؒ کہتے تھے کہ بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعضوں کے خدام تو اپنے شیخ کے عاشق ہوتے ہیں اور بعضوں کے نہیں ہوتے چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے خدام آپکے عاشق تھے ؎

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان است	بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالاں است

حکایت (۲۷۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس آپ کے خادم مولوی فاضل حاضر تھے مولانا نے ان کو مٹھائی تقسیم کرنے کیواسطے فرمایا کیونکہ مولانا کا کوئی جلسہ مٹھائی سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اگر کہیں سے آئی ہوئی موجود نہ ہوئی تو خود منگوا کر تقسیم فرماتے اُنہوں نے تقسیم کر دی آخر میں اتفاق سے اس میں تھوڑی سی مٹھائی بچ گئی تو آپنے فرمایا الفاضل للقاسم (یعنی بچی ہوئی مٹھائی قاسم کی ہے یا بچی ہوئی تقسیم کنندہ کی) اُنہوں نے جواب دیا۔ الفاضل للفاضل والقاسم محروم (یعنی فاضل مٹھائی تو مسمی فاضل کی ہے اور قاسم محروم ہیں یا یہ کہ بچی ہوئی صاحب فضیلت یعنی آپ کی ہے اور تقسیم کنندہ محروم ہے) اہل علم کے لطیفے بھی علمی ہوتے ہیں۔

حکایت (۲۷۳) فرمایا کہ حضرت مولنا محمد قاسمؒ جہاز میں روز ایک پارہ حفظ کرکے شام کو تراویح سنا دیا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ یاد فرماتے تھے۔ کسی کو پتہ بھی نہیں چلا یہ حضرت مولانا کی کرامت ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ مولنا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان شریف میں آدھا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ تبسم سے فرمایا کہ چونکہ وہ مولانا سے آدھے تھے اس لئے کرامت بھی آدھی ہو گئی۔

حکایت (۲۷۴) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ تین کتابیں البیلی ہیں ایک کلام اللہ ایک بخاری شریف۔ ایک مثنوی شریف کہ ان کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکا۔ بخاری شریف کے تراجم کی دلالت کہیں خفی کہیں جلی۔ سچ یہ ہے کہ اس کا کسی سے احاطہ نہوا۔ ایسے ہی قرآن شریف اور مثنوی شریف کا بھی۔

حکایت (۲۷۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ نبو پہلوان نے جو دیوبند کا رہنے والا تھا باہر کے کسی پہلوان کو پچھاڑ دیا تو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اور فرمایا ہم بھی نبو کو اور اس کے کرتب کو دیکھیں گے۔ حافظ انوار الحق کی بیٹھک میں اُسے بُلایا

Marfat.com

اور سب کرتب ہی دیکھے۔ مولانا بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے۔ اور جلال الدین صاحبزادۂ مولانا محمد یعقوبؒ سے جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے۔ کبھی ٹوپی اُتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔

حکایت (۲۷۶) فرمایا سیوہارہ میں ایک جماعت۔ نے جن میں مسئلہ مولد میں نزاع ہو رہا تھا۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ سے کہ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے مولود کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ بھائی نہ تو اتنا بُرا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ حکایت مولوی محمد یحییٰ سیوہارویؒ سے سنی ہے۔

حکایت (۲۷۸) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ ریاست رامپور تشریف لیگئے۔ نواب کلب علی خاں مرحوم نے مولانا کو اپنے پاس بلانا چاہا تو مولانا نے یہ حیلہ کیا۔ کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں اس پر نواب صاحب کا جواب آیا کہ آپ کو آداب سب معاف ہیں۔ آپ ضرور کرم فرمائیں۔ ہم لوگوں کو سخت اشتیاق ہے۔ اس پر مولانا نے جواب دیا کہ تعجب کی بات ہے اشتیاق تو آپ کو ہو اور ملنے میں آؤں۔ غرضیکہ تشریف نہیں لے گئے۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

حکایت (۲۷۹) احقر جامع نے ثقہ سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ کے یہاں ایک بدعتی درویش مگر صاحب حال مہمان ہوئے تو آپ نے اس کا بڑا اکرام کیا اس کی خبر ایک شخص نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو کی تو مولانا نے فرمایا بُرا کیا۔ اُس شخص نے یہ مقولہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر کہا تو مولانا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو کفار مہمانوں کا اکرام کیا ہے۔ اُس شخص نے اس جواب کو پھر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ سے آکر نقل کیا تو مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ کافر کے اکرام میں مفسدہ نہیں ہے۔ بدعتی کے اکرام میں مفسدہ ہے اُس نے پھر اس جواب کو مولانا نانوتوی سے جا کر کہا! تو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ نے اس کو ڈانٹ دیا کہ یہ کیا واہیات ہے۔ ادھر کی اُدھر۔ اُدھر کی ادھر لگاتے پھرتے ہو جاؤ بیٹھو اپنا کام کرو۔

حکایت (۲۸۰) مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مرگیا ہوں اور لوگ مجھے دفن کر آئے ہیں۔ تب قبر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام

Marfat.com

تشریف لائے اور کچھ نگین سامنے رکھے اور یہ کہا کہ یہ تمہارے اعمال ہیں۔ ان میں ایک نگین بہت خوشنما اور کلاں ہے۔ اس کو فرمایا کہ یہ عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے ایسے ہی مولنا نے ایک خواب ایام طالب علمی میں دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں سے نکلکر ہزاروں نہریں جاری ہورہی ہیں اس خواب کی مولنا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعبیر دی تھی کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۲۸۱) ایک مرتبہ مولنا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو یہی ایک بیٹا تھا اور مجھے کیا کچھ امیدیں تھیں۔ کچھ کماتا تو افلاس دور ہوجاتا۔ تمنے اُسے خدا جانے کیا کردیا نہ کچھ کماتا ہے نہ نوکری کرتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رح اس وقت تو ہنسکر چپ ہورہے۔ پھر کہلا بھیجا کہ یہ شخص ایسا ہونے والا ہے کہ بڑے بڑے اسکی خادمی کرینگے اور ایسی شہرت ہوگی کہ اس کا نام ہر طرف پکارا جائیگا۔ اور تم تنگی کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اتنا دیگا کہ ان سو سو پچاس پچاس روپے کے نوکروں سے اچھا رہیگا (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۲۸۲) ایک دفعہ مولنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایام روپوشی میں دیوبند تھے۔ زنانہ مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں۔ زینہ میں آکر فرمایا پردہ کرلو میں جاتا ہوں۔ عورتوں سے رُک نہ سکے باہر چلے گئے۔ بعضے مرد بازار میں تھے ان کو اطلاع کی وہ اتنے میں مکان پہنچے تو دوڑ سرکاری آدمیوں کی پہنچ گئی (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۲۸۳) مولنا محمد یعقوب رح فرماتے ہیں کہ میں اپنے مکانِ مملوک میں جو چیلوں کے کوچہ میں تھا جارہا تھا۔ مولوی صاحب (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب رح) بھی میرے پاس آرہے کوٹھے پر ایک چھلنگا پڑا ہوا تھا۔ اس پر پڑے رہتے تھے۔ روٹی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی کئی وقت تلک اُسے ہی کھالیتے تھے۔ میرے پاس آدمی روٹی پکانے والا نوکر تھا اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھاویں۔ سالن دیدیا کرو۔ مگر بدقت کبھی اُس کے اصرار پر لیلتے تھے۔ ورنہ وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑ رہتے تھے (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۲۸۴) مولنا محمد قاسم صاحب رح فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا۔ ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا (اس کے بعد مولنا محمد یعقوب رح تحریر فرماتے

Marfat.com

ایں) میں کہتا ہوں اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا۔ جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا انہیں سے ظاہر ہوئے آخر سب کو خاک ہی میں ملا دیا۔ اپنا کہنا کر دکھایا (انتہی بقول مولنا محمد یعقوبؒ)

حکایت (۲۸۵) مولوی محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا۔ تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسکو اُٹھا کر کنوئیں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا۔ تو پانی کڑوا پایا۔ ظہر کی نماز کیوقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کنوئیں کا پانی تو کڑوا نہیں ہے میٹھا ہے۔ میں نے وہ لورا بدھنا پیش کیا حضرت نے بھی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپنے فرمایا۔ اچھا اس کو رکھدو۔ نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیب جس قدر جس سے ہو سکے پڑھو اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا۔ بعد میں حضرت نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ اسکے بعد بدھنا اُٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اُس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۲۸۶) ایک مرتبہ مولنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولنا محمد قاسمؒ کو گلاب سے زیادہ محبت تھی۔ جانتے بھی ہو کیوں تھی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے۔ فرمایا ہاں اگرچہ حدیث ضعیف ہی۔ مگر ہے تو حدیث (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۲۸۷) مولوی محمد نظر خاں نے ایک پرچہ مولنا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بغرض بیعت لکھ کر دیا۔ مولانا نے اس کو پڑھ کر جیب میں رکھ لیا۔ اتفاق سے مولنا گنگوہی نانوتہ تشریف لائے مولوی محمد نظر خاں خبر پا کر نانوتہ آئے اور وہی مضمون لکھکر مولنا گنگوہی کو پیش کیا اور اسمیں یہ بھی لکھا کہ اس مضمون کو میں نے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی لکھا۔ مگر کچھ جواب نہ دیا۔ جس وقت یہ تحریر دی ہی تو مولنا اُس وقت ظہر کا وضو کر رہے تھے۔ پاس ہی مولانا نانوتوی بھی وضو بنانے آ بیٹھے۔ اتفاق سے مولوی محمد نظر خاں سامنے ہی کھڑے تھے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے مولانا نانوتوی کی طرف تبسم فرما کر مولوی محمد نظر خاں سے فرمایا

کہ (ایسے گونگے پیر کو خط کیوں دیا تھا جنھوں نے جواب بھی نہ دیا) مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہنسے اور فرمایا کہ (لو اب بولتے پیر کے پاس آگیا۔ اب جواب مل جائیگا) (از تحریرات بعض ثقات) (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از مولوی جلیل احمد صاحب علیگڑھی از اشرف التنبیہ

حکایت (۲۸۸) مولوی صدیق صاحب انبہٹوی کے صاحبزادے مولوی فاروق صاحب نے ادام مجدہم حضرت سے بیان فرمارہے تھے کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہوی (جو مولوی فاروق صاحب کے اُستاد تھے) مجھ سے فرماتے تھے کہ حضرت مولانا قاسم صاحب جس طالب علم کے اندر تکبر دیکھتے تھے اُس سے کبھی کبھی جوتے اُٹھوایا کرتے تھے۔ اور جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے اُسکے جوتے خود اُٹھالیا کرتے تھے۔

حکایت (۲۹۹) مولوی فاروق صاحب موصوف الصدر فرماتے تھے کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہوی نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب نے سُنا کہ مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی میرے اساتذہ تک کی شان میں کچھ کلمات فرماتے ہیں تو خود رامپور مولوی عبدالحق صاحب سے گفتگو کرنے تشریف لے گئے تو مولوی عبدالحق صاحب نے گفتگو کا موقعہ نہیں دیا مگر اُن کے بعض طالبعلم مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ گفتگو کرنا چاہی تو مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ بھائی تم میری بات کو سمجھو گے نہیں اور مولوی عبدالحق صاحب (میری بات) سمجھ تو لیں گے جب مولوی عبدالحق صاحب نے سُنا تو ان طلباء کو ڈانٹا کہ تم کیا جانو محمد قاسم صاحب کیا چیز ہیں میں جانتا ہوں

حکایت (۳۰۰) پھر مولانا احمد حسن صاحب نے فرمایا کہ مولانا قاسم صاحب کی ایک جولاہے نے دعوت کی اتفاق سے اُس روز بارش ہوگئی اور وہ جولاہا وقت پر بلانے نہ آیا تو مولانا محمد قاسم صاحب خود اُس جولاہے کے یہاں تشریف لے گئے اُس نے عرض کیا کہ حضرت چونکہ آج بارش ہوگئی تھی اس لئے میں دعوت کا انتظام نہ کرسکا۔ مولانا نے فرمایا کہ انتظام کیا ہوتا تمہارے یہاں کچھ پکا ہی ہے اُس نے کہا جی ہاں وہ تو موجود ہے فرمایا کہ بس وہ ہی کھالیں گے۔ چنانچہ جو کچھ معمولی کھانا ساگ وغیرہ اُس کے یہاں تیار تھا وہ بخوشی مولانا نے تناول فرماکر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ بس جی تمہاری دعوت ہوگئی۔

Marfat.com

حکایت (۳۰۱) مولوی فاروق صاحب نے فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جب میں اول اول مولانا قاسم صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا (مولانا احمد حسن صاحب نہایت خوش لباس خوش پوشاک تھے عالی خاندان تھے سید تھے) تو مولانا محمد قاسمؒ صاحب کی خدمت میں ایک جولاہا آیا اور دعوت کیلئے عرض کیا مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ نے منظور فرمالیا۔ یہ امر مجھکو بہت ناگوار ہوا اتنا کہ جیسے کسی نے گولی ماردی۔ کہ بھلا جولاہے کی دعوت بھی منظور کرلی۔ مولانا قاسم صاحبؒ نے یہ بات محسوس کرلی۔ پھر جو کوئی دعوت کیلئے آتا تو پہلے یہ شرط کرتے کہ اسکی (یعنی مولانا احمد حسن صاحب کی) بھی دعوت کرو تو منظور ہے یہاں تک کہ جب بالکل میرے قلب کے اندر سے ناگواری نکل گئی تو مولانا نے میری دعوت کی شرط کو ترک کردیا۔

حکایت (۳۰۲) نیز مولانا امروہی نے فرمایا چونکہ میں بہت خوش لباس تھا تو مولانا کے یہاں ایک بار ایک شخص گاڑھے کا تھان لایا جو نہایت عمدہ تھا مولانا نے قبول فرمالیا اور درزی کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں سے ایک انگرکھا ہمارے لیئے سی دو اور ایک میری طرف اشارہ کرکے اُن کیلئے سی دو۔ اس کے بعد جب وہ تیار ہوکر آیا تو میں نے اس کو صندوق میں رکھ لیا۔ اب مولانا روز دریافت فرماتے کہ بھائی تمنے اسکو پہنا نہیں۔ آخر کار جب میں سمجھ گیا کہ مولانا نہیں مانیں گے تو مجبوراً میں نے اُسکو پہنا۔

حکایت (۳۰۳) مولوی احمد حسن صاحب امروہوی فرماتے تھے کہ جب مباحثہ شاہجہانپور کا طے ہوا تو مولانا محمد قاسم صاحب بغیر کسی کے اطلاع کیئے ہوئے تنہا بنفس نفیس شاہجہانپور تشریف لیگئے۔ جب مولانا محمود الحسن صاحب نے سُنا تو وہ بھی مولانا کے بعد تشریف لیگئے۔ اُس کے بعد میں گیا تو شاہجہانپور میں مولانا محمود الحسن صاحب سے میری ملاقات ہوئی میں نے دریافت کیا کہ کیا مولانا مل گئے۔ مولانا محمود الحسن صاحب نے فرمایا کہ نہیں مجھکو تو ابھی نہیں ملے تو میں نے کہا کہ اچھا چلو سرائے میں چلکر تلاش کریں۔ چنانچہ سرائے کے اندر جو ایک شخص آنے والے کا نام لکھا کرتا ہے اُس سے جاکر میں نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی شخص خورشید حسن[1] بھی آئے ہیں۔ اُس نے کہا کہ ہاں آئے ہیں چنانچہ ہمنے جو تلاش کیا تو ایک کوٹھڑی کے اندر مولانا تشریف رکھتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو مولانا میدان مناظرہ میں تشریف لیچلے

[1] یہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی اور غیر مشہور اسم مبارک تھا۔ ۱۲ منہ

راستہ میں ایک دریا پڑتا تھا اور مولانا پیدل تھے۔ تو مولانا پاجامہ پہنے ہوئے دریا میں اُتر پڑے جس سے پاجامہ بھیگ گیا۔ خیر مولانا نے پار اُتر کر لنگی باندھی اور پاجامہ اُتار کر نچوڑ کر پیچھے پر جیسے گاؤں کے رہنے والے ڈال لیا کرتے ہیں ڈال لیا اور تشریف لیچلے۔ خیر جب مولانا کی تقریر ہوئی تو لوگوں کو مولانا کی اطلاع ہوئی تو لوگ رتھ میں بٹھا کر بڑے اعزاز کے ساتھ مولانا کو واپس لائے اور جو پادری کہ وہاں پر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے آیا ہوا تھا اُس نے کہا کہ اگر ایمان تقریر پر لانا ہو تو میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تقریر پر ایمان لے آتا۔ جب مولانا وہاں سے واپس تشریف لائے تو اُس وقت چونکہ شہر کے لوگوں کو اطلاع ہو چکی تھی۔ اس لئے بہت لوگ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ دفتروں میں نوکر ہیں اس مجبوری سے ہم جناب کی تقریر کے سُننے سے محروم رہے اس لئے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمکو بھی اس سے مشرف فرمایا جاوے۔ تو مولانا محمد قاسم صاحب نے مجھ سے (یعنی مولانا احمد حسن صاحب امروہی سے) فرمایا کہ مولوی احمد حسن تم سُنا دو۔ اب میں بہت حیران تھا اسلئے کہ میں نے ٹھیک طور پر مولانا کی تقریر سنی بھی نہ تھی۔ مگر مولانا کا حکم اس لئے میں نے بیان کرنے کا ارادہ کیا۔ اور میں نے کہا کہ صاحبو! مولانا کی مثال دریا کیسی ہے اور میری مثال کوزہ کی سی۔ جو بات سلجھی ہوئی کہوں اسکو مولانا کا مضمون سمجھا جائے اور جو اُلجھی ہوئی اُس کو میری طرف سمجھا جائے۔ اُسکے بعد میں نے تقریر بیان کی مگر پھر مجھکو تقریر کے دوران میں کچھ خبر نہ رہی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں مگر تقریر کے بعد لوگوں نے بیان کیا کہ من وعن وہی تقریر تھی جو مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمائی تھی۔

حکایت (۳۰۴) مولوی فاروق صاحب نے فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب امروہوی نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو نواب زادے ریاست حیدرآباد کے آئے ہوئے تھے تو مولانا قاسم صاحبؒ کبھی کبھی اُن سے اپنے پیر دبوایا کرتے تھے ایک بار فرمایا کہ مجھکو تو اسکی ضرورت نہیں کہ اُن سے پیر دبواؤں مگر علم اسی طرح آتا ہے۔

(منقول از روایات الطیب)

(۲۶) قطب ربانی جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کی حکایات

حکایت (۳۰۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے حافظ عطاء اللہ صاحب مرحوم

Marfat.com

کرانوی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں حاضر تھا۔ اور جناب مولوی **اشرف علی صاحب** بھی اس زمانہ میں گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا کا ایک مقام پر وعظ ہو رہا تھا۔ مگر مجھے اس کا علم نہ ہوا تھا۔ اس لئے میں اس میں شریک نہ ہوا تھا اور حضرت گنگوہی قدس سرہ کنجید تھمین بیٹھا رہا تھا اور آپ (یعنی خانصاحب) بھی حضرت کی خدمت میں موجود تھے۔ اس پر حضرت قدس سرہ نے حاضرین سے غصہ ہو کر فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو ایک عالم ربانی وعظ کہہ رہا ہے اُس کے وعظ میں جاؤ میرے پاس کیا رکھا ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۰۵) قولہ عالم ربانی اقول ؎

ادائے حق محبت عنایتیست ز دوست | وگرنہ عاشق مسکیں بہیچ خورسندست (رشت)

حکایت (۳۰۶) خانصاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھا اور جناب مولوی اشرف علی صاحب بھی گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے صبح کی نماز کے بعد مولوی اشرف علی صاحب حضرت گنگوہی قدس سرہ سے کچھ پوچھتے ہوئے حضرت کے ساتھ حجرہ تک تشریف لیگئے اور سہ دری پر پہنچکر دونوں حضرت کھڑے ہو گئے اور کچھ دیر تک کھڑے کھڑے گفتگو ہوتی رہی مولوی **اشرف علی** صاحب اُس روز رخصت ہونیوالے تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مولانا سے اور حضرت گنگوہی قدس سرہ سے مولود وغیرہ کے باب میں مکاتبت ہوئی تھی اور مجھے حضرت مولانا سے اُن کے مسلک سابق کی وجہ سے عقیدت نہ تھی جبکہ میں نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کا حضرت مولانا کے ساتھ اس خصوصیت کا برتاؤ دیکھا تو میں نے حضرت قدس سرہ سے دریافت کیا کہ کیا مولوی **اشرف علی** صاحب اچھے ہو گئے تو آپنے فرمایا کہ ہاں اچھے ہو گئے میں نے پھر پوچھا کہ کیا بالکل اچھے ہو گئے آپ نے تیز لہجہ میں فرمایا کہ بالکل اچھے ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۳۰۶) قولہ مکاتبت ہوئی تھی اقول۔ یہ مکاتبت تذکرۃ الرشید[ع] میں شائع ہوئی ہے اور میں نے اب اُس کا نام ضیاء الافہام من بعض الاعلام رکھدیا ہے تاکہ اگر کوئی استقلالاً شائع کرے تو اس عنوان سے پتہ دینے میں سہولت ہو ملخص اُس مکاتبت کا یہ ہے کہ احقر ناصر اعمال کی ذات پر نظر کر کے بقید خلو عن المنکرات مباح کہتا تھا اور حضرت رح اُن کے مفاسد کی بنا پر (جو عادۃً کا للازم ہو گئے ہیں) باوجود خلو عن المنکرات کے بوجہ افضاء الی المفاسد کے منع فرماتے تھے اور اصول فقہیہ سے اسی کی ترجیح ثابت ہے اس لئے احقر نے اپنے دعوے سے رجوع کرلیا رسالہ

ع یہ کتاب کتب خانہ امدادالغرباء سہارنپور سے دعمر، میں ملتا ہے۔

Marfat.com

یا دیاران میں اسکی تقریر قدرے مفصل ہے۔ (رشت)

حکایت (۳۰۷) خانصاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ دیوبند سے واپسی میں سہارنپور سے رامپور تشریف لیجارہے تھے (اور غالباً یہ وہ واقعہ تھا جس کے بعد حضرت پھر دیوبند نہیں تشریف لے جاسکے) اگلی گاڑی میں حضرت مولانا اور حکیم ضیاء الدین صاحب تھے اور پچھلی گاڑی میں میں اور مولوی مسعود احمد صاحب حضرت نے گاڑی کے پیچھے کا پردہ اُٹھا کر مجھ سے باتیں کرنی چاہیں۔ مگر چونکہ گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے بات چیت مشکل تھی اس لئے میں اپنی گاڑی سے اُتر کر اور حضرت کی گاڑی کا ڈنڈا پکڑ کر ساتھ ہو لیا۔ حضرت نے فرمایا میاں امیر شاہ خاں ابتداء سے اور اسوقت تک جسقدر ضرر دین کو صوفیہ سے پہنچا ہے اتنا کسی اور فرقہ سے نہیں پہنچا۔ ان سے روایت کے ذریعہ سے بھی دین کو ضرر ہوا اور عقائد کے لحاظ سے بھی اور اعمال کے لحاظ سے بھی اور خیالات کے لحاظ سے بھی اُسکے بعد اس کی قدرے تفصیل فرمائی اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت روحانی کی یہ حالت تھی کہ بڑے سے بڑے کافر کو لا الٰہ الا اللہ کہتے ہی مرتبہ احسان حاصل ہوجاتا تھا جس کی ایک نظیر یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم پاخانہ پیشاب وغیرہ کیسے کریں اور حق تعالےٰ کے سامنے ننگے کیونکر ہوں۔ یہ انتہا ہے اور ان کو مجاہدات و ریاضات کی ضرورت نہوتی تھی اور یہ قوت لفیض نبوی صحابہ میں بھی تھی مگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کم اور تابعین میں بھی تھی مگر صحابہ سے کم۔ لیکن تبع تابعین میں یہ قوت بہت ہی کم ہوگئی اور اس کمی کی تلافی کیلئے بزرگوں نے مجاہدات اور ریاضات ایجاد کئے ایک زمانہ تک تو محض وسائل غیر مقصودہ کے درجہ میں رہے۔ مگر جوں جوں خیر القرون کو بعد ہوتا گیا۔ ان میں مقصودیت کی شان پیدا ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً ان میں اضافہ بھی ہوتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین میں بیحد بدعات علمی و عملی و اعتقادی داخل ہوگئیں۔ محققین صوفیہ نے ان خرابیوں کی اصلاحیں بھی کیں مگر اس کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ ان بدعات میں کچھ کمی ہوگئی لیکن بالکل ازالہ نہ ہوا۔ حضرت نے مصلحین میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور شیخ شہاب الدینؒ سہروردی اور مجدد الفؒ ثانی اور سید احمد صاحب قدست اسرارہم کا نام خصوصیت سے لیا اور فرمایا کہ ان حضرات نے بہت اصلاحیں کی ہیں مگر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان حضرات پر طریق سنت منکشف فرمایا تھا۔ اور الحمد للہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بھی وہی طریق منکشف فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ طریق سنت میں یہ بڑی برکت ہے کہ شیطان کو اس میں رہزنی کا موقعہ بہت کم ملتا ہے۔ چنانچہ ایک کھلی ہوئی بات یہ ہے کہ جن امور کا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہتمام فرمایا ہے جیسے نماز باجماعت وغیرہ اگر کوئی سختی کے ساتھ اُن کی پابندی کرے اور فرائض و واجبات و سنن موکدہ کا پورا اہتمام کرے تو نہ خود اُس کو وسوسہ ہوتا ہے کہ میں کامل اور بزرگ ہوگیا۔ اور نہ دوسرے اُسے ولی اور بزرگ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ان امور کا اہتمام کرے جن کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام نہیں فرمایا مثلاً چاشت۔ اشراق۔ صلوٰۃ اوابین وغیرہ کا پابند ہو تو وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ اب میں بزرگ ہوگیا اور دوسرے بھی سمجھتے ہیں کہ اب یہ بزرگ ہوگیا۔ اسی تقریر کے دوران میں حضرت نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شارع علیہ السلام نے احسان کو مطلوب قرار دیا تھا مگر صوفیہ نے بجائے اسکے استغراق کو مقصود بنالیا ؛

حاشیہ حکایت (۳۰۷) **قولہ** صوفیہ سے پہنچا ہے **اقول** مراد وہ لوگ ہیں جو صرف صوفی ہیں اور علوم دینیہ سے تحقیقاً یا تقلیداً اور اتباع محققین سے عاری ہیں ورنہ صوفیہ جامعین سے تو بیحد نفع دین کو پہنچا ہے۔ چنانچہ قریب ہی آیندہ سطور میں انکی شان اصلاح اسی حکایت میں مذکور ہے **قولہ** صحابہ نے عرض کیا **اقول** روی البخاری فی کتاب التفسیر عن ابن عباس قال اناس کانوا یستحیون ان یتخلوا فیفضوا الی السماء وان یجامعوا النساء فیفضوا الی السماء فنزل ذالک ای قولہ تعالیٰ الا انہم یثنون صدورھم الآیۃ شبہہ **قولہ** مگر صوفیہ نے بجائے اُسکے الخ **اقول** وہی صوفیہ غیر محققین مراد ہیں (**رشت**)

حکایت (۳۰۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ احمد رضا خاں مدت سے میرا رد کر رہا ہے۔ ذرا اُسکی تصنیف ہمیں بھی تو سنا دو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو یہ ہوسکے گا۔ حضرت نے فرمایا کیوں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اُن میں تو گالیاں ہیں حضرت نے فرمایا کہ اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا سے) گالیاں ہوں تم سناؤ۔ آخر اسکے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کرلیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۳۰۸) **قولہ** ہم ہی رجوع کریں **اقول** ۔ اللہ اکبر یہ ہے حق پرستی کہ اُس کے طلب و اتباع کے غلبہ میں دشمن کی بیہودگی سے بھی متاثر و متغیر نہوں **قولہ** مجھ سے تو نہیں ہوسکتا **اقول** ہو کقول علیؓ لا محوک (**شت**)

حکایت (۳۰۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے آخری حج سنہ ۱۲۹۹ھ میں کیا ہے اور حج کو تشریف لیجاتے ہوئے مولانا نے دہلی میں احمد بائی کی سرائے میں قیام فرمایا تھا اور اوپر بالاخانہ میں مقیم تھے آپ کے پاس بہت سے لوگ مجتمع تھے جن میں مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی بھی تھے اُس بالاخانہ میں غربی جانب ایک کوٹھڑی تھی جس میں بیٹھا ہوا کوئی کام کر رہا تھا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے مولانا گنگوہی سے فرمایا کہ میں اب رخصت ہوتا ہوں مگر مجھے تنہائی میں کچھ عرض کرنا ہے۔ مولانا ان کو ساتھ لیکر اس کوٹھڑی میں تشریف لے آئے جس میں میں موجود تھا۔ اور فرمایا کہ فرمائیے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ مجھے تنہائی میں عرض کرنا ہے اور یہاں یہ شخص (امیر شاہ) موجود ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ ان کا خیال نہ کیجئے اور فرمائیے۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں بیعت تو ہوں مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی سے اور تعلیم حاصل کی ہے مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے۔ ان حضرات کی تعلیم نقشبندی تھی اور ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے میرے لطائف ستہ آٹھ دن میں ایسے پھرنے لگے جیسے پھرکی پھرتی ہے۔ لیکن مجھے ابتداء سے اتباع سنت کا شوق تھا اور جو اوراد احادیث میں وارد ہوئے جیسے پاخانہ میں جاتے وقت یہ پڑھے اور نکلتے وقت یہ اور بازار میں جاتے وقت یہ الی غیر ذلک میں ان کا بہت اہتمام کرتا اس لئے مجھے اعمال مشائخ سے بہت کم دلچسپی تھی کبھی دس دن میں کبھی پندرہ دن میں مراقبہ وغیرہ کر لیا کرتا تھا۔ یہ میری حالت ہے اور اب میری ضعیفی کا وقت ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ جناب مجھے کچھ تعلیم فرماویں مولانا نے فرمایا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں ان میں آپ کو مرتبہ احسان حاصل ہے یا نہیں اُنہوں نے فرمایا کہ حاصل ہے حضرت نے فرمایا بس آپکو کسی تعلیم کی ضرورت نہیں کیونکہ مرتبہ احسان حاصل ہو جانیکے بعد اشغال صوفیہ میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسا کوئی گلستان و بوستان وغیرہ پڑھ لینے کے بعد کریما شروع کرے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ فعل محض تضیع اوقات ہے اسلئے آپ کیلئے اشتغال مشایخ میں اشتغال تضیع اوقات اور معصیت ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۰۹) **قولہ** بس اب آپ کو کسی تعلیم کی **اقول** ۔ یہ

تقیق اہل طریق کو حرز جان بنانے کے قابل ہے خصوص اُن کو جو ذرائع کو مقاصد سمجھ بیٹھے ہیں اور خود صوفیہ کی تصریح ہے طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق اُس شخص پر حیرت ہے جو ان اعمال کو اس عموم سے خارج سمجھتے ہیں ایسا سمجھنے والے وہی ہیں ان کو طریقت کی حقیقت کی ہوا بھی نہیں لگی (ثث)

حکایت (۲۱۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے جو ۹۹ھ میں حج کیا ہے اُس میں آپ کے ہمراہ یہ اشخاص تھے۔ امیر شاہ (یعنی خود خانصاحب) حافظ عطاءاللہ مرحوم۔ حاجی محمد یعقوب دہلوی، گھڑی ساز محمد عاشق۔ مولوی مسعود صاحب کے پہلے خسر (جن کا نام مجھے یاد نہیں) منشی تجمل حسین صاحب انبہٹوی (حضرت حاجی صاحب کے بھتیجے) ہم سب لوگ ذی قعدہ کی کسی تاریخ میں بمبئی پہنچ گئے تھے۔ لیکن جس جہاز کے ارادہ سے چلے تھے وہ جہاز ہم سے ایک روز پہلے چلا گیا تھا۔ دوسرا جہاز ریڈسی کھڑا تھا مگر اُس کے روانہ ہونے میں دیر تھی اس لئے ہم کو بمبئی میں گیارہ روز اور ٹھیرنا پڑا اور ہم ۲۰ تاریخ کو جہاز ریڈسی میں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہونے کے بعد بھی وہ جہاز کھڑا ہی رہا نہ بیس کو چلا نہ اکیس کو نہ بائیس کو۔ اب لوگ گھبرا گئے اور سمجھا کہ اب حج نہیں مل سکتا کیونکہ دن تھوڑے باقی ہیں اور ادھر اتنا لمبا راستہ قطع کرنا ہے اور ساتھ گیارہ شب کا قرنطینہ بھی کرنا ہے اور یہ خیال کر کے لوگوں نے جہاز سے اُترنا شروع کردیا جب مولانا کو معلوم ہوا کہ لوگ اُترنے لگے ہیں تو آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ لوگوں سے کہدو کہ عزم حج فسخ نہ کریں ہمیں حج ضرور ملے گا کیونکہ میں اپنے کو عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منیٰ میں دیکھ چکا ہوں ہمنے اطلاع کردی۔ اسپر کچھ لوگ تو رہ گئے اور کچھ پھر بھی اُتر گئے حافظ .... بھی اس جہاز میں تھے اور اُنھوں نے بھی جہاز سے اُترنے کا ارادہ کیا تھا۔ مولانا کو چونکہ اُن سے حسن ظن تھا اس لئے مولانا نے حافظ عطاء اللہ سے اور مجھ سے کہا کہ حافظ ..... کو سمجھاؤ کہ وہ ارادہ فسخ نہ کریں ہمیں حج ضرور ملے گا۔ ہمنے اُنھیں سمجھایا۔ اس پر وہ خود مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے اپنی عادت کے خلاف خود اُن کو سمجھایا اور اُنھوں نے اقرار کرلیا کہ اب میں نہ اُتروں گا۔ مگر باوجود اسکے بھی وہ اُتر گئے۔ مولانا کو جب اُن کا اترنا معلوم ہوا تو آپ کو بہت ملال ہوا اور آپنے فرمایا کہ ناحق اُتر گئے۔ بس جی اُن کی قسمت ہی میں حج نہیں۔ اس بعد حافظ ..... ہر سال حج کا ارادہ کرتے تھے مگر کوئی نہ کوئی مانع پیش آجاتا تھا اور تا انتقال ان کو حج میسر نہیں ہوا ایک دفعہ تو یہاں تک ہوا کہ تیاری پوری ہوگئی۔ یکہ بھی

Marfat.com

گھر پر آگیا اور وہ سوار ہونے ہی کو تھے کہ یکایک ان کو خیال ہوا کہ ذرا دیر لیٹ جائیں لیٹ کر سوار ہوں گے اور وہ لیٹ گئے لیٹنے میں اُن کی کمر میں اتنا زور سے چنکا آیا کہ اب وہ سفر کے قابل نہ رہے۔ اب اُنہوں نے چنکا مکمل جانے تک سفر کو ملتوی کیا اور اس کے بعد ارادہ ہی فسخ کر دیا جب مجھے معلوم ہوا کہ حافظ ..... ہر سال ارادہ کرتے ہیں۔ مگر ان کو حج نصیب نہیں ہوتا تو میں نے ایک جلسہ میں مولانا سے عرض کیا کہ حضرت حافظ ..... ہر سال حج کا ارادہ کرتے ہیں مگر ان کو حج نصیب نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ حضور نے فرمایا تھا کہ اُن کی قسمت ہی میں حج نہیں ہے۔ آپ اُن کیلئے دعا فرمادیجئے کہ ان کو حج مل جائے جس جلسہ میں میں نے عرض کیا تھا اسمیں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب حافظ احمد صاحب مولوی خلیل احمد صاحب۔ مولانا محمود حسن صاحب حافظ عطاء اللہ نواب یوسف علی خاں وغیرہ موجود تھے مگر مولانا نے دعا نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ تمہارا خیال ہے۔ مگر میں اس قابل نہیں ہوں میں نے پھر عرض کیا مگر آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں یہ قصہ تو ختم ہوا۔ اب جہاز کی سنئے الحمدللہ کر کے ہمارا جہاز ۲۴ کی عصر کو روانہ ہوا۔ جب عدن سے آگے پہنچا تو اس میں جس قدر ولایتی تھے سب تبر لیکر جہاز والوں پر چڑھ گئے اور کہا کہ اگر تم نے جہاز کا رُخ کامران کی طرف پھیرا تو ہم تمہیں مار ڈالیں گے سیدھا جدہ لے چلو جہاز والے ڈر گئے اور مجبوراً ان کو جہاز جدہ لیجانا پڑا جب جہاز جدہ پہنچا تو وہاں معلوم ہوا کہ مسافروں کو اُترنے کی اجازت نہوئی اور جہاز کو قرنطینہ کیلئے کامران واپس کیا جاویگا۔ اس خبر سے حاجیوں کو سخت پریشانی ہوئی کہ اللہ اللہ کر کے تو ہمنے قرنطینہ کی قید سے نجات پائی تھی اب پھر وہیں جانا ہوگا۔ تھوڑی دیر میں ایک عرب صاحب تشریف لائے اور اُنہوں نے کہا گودی کے افسر رشوت خوار ہیں اور وہ لینے کیلئے یہ حجت کر رہے ہیں تم جلدی کچھ چندہ کر دو میں اُنہیں دلا کر راضی کروں گا۔ جب یہ خبر مولانا تک پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ شخص بالکل جھوٹا ہے کوئی اُسے کچھ نہ دے ہم کو کامران واپس ہونا نہیں پڑے گا اور ہم یہیں اُتریں گے لیکن آج نہیں اُتریں گے کل اُتریں گے۔ چنانچہ دوسرے روز یہ حکم ہوگیا کہ حاجیوں کو اُتر جانا چاہئے اُن کا کوئی قصور نہیں قصور جہاز والوں کا ہے اس لئے اسکی سزا میں جہاز کو دونا قرنطینہ کرنا ہوگا۔ اس پر حاجی اُتر گئے اور ہم ۸ تاریخ کو مکہ پہنچ گئے۔ حاجی صاحب ہم کو شہر کے باہر کھڑے ہوئے ملے سُنا ہی کہ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اگر مولوی رشید احمد صاحب اس جہاز میں

نہوتے توکسی کو حج نہ ملتا مگر یہ یاد نہیں کہ کس سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۱۰) قولہ مگر مولانا نے دعا نہیں فرمائی **اقول** یہ دعا مستحب تھی اس کے ترک کیلئے عدم استجابت کا مکشوف ہوجانا کافی ہے خصوص جب یہ بھی مکشوف ہوجاوے کہ جس کیلئے دعا کی درخواست ہے وہ اس عمل کا ارادہ ہی نہ کریگا۔ (**رشت**)

حکایت (۳۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ حکیم عبدالواحد جلیسر کے رہنے والے ایک شخص تھے جو ماتھرس میں مطب کرتے تھے۔ نہایت صالح اور متبع سنت تھے کسی نقشبندی بزرگ سے بیعت تھے مجھے اُن سے اور اُنکو مجھ سے بہت محبت تھی میں نے ایک مرتبہ اُن کو کچھ دُبلا پایا تو اُن سے حالت دریافت کی اُنہوں نے فرمایا کہ میں چندروز سے سخت تکلیف میں ہوں میرے اوپر بجلی گرتی ہے کبھی رات کو کبھی دن کو اور میں مرجاتا ہوں اور سخت تکلیف سے مرتا ہوں اور اُسکے بعد زندہ ہوتا ہوں تو تکلیف سے ہوتا ہوں۔ یہ بجلی اگر سوتے میں گرتی ہے تو بالکل خاکستر ہوجاتا ہوں۔ اُن کے پیر کا انتقال ہوچکا تھا اس لئے اُنہوں نے مجھ سے مشورہ لیا میں نے کہا کہ مولانا گنگوہی کو لکھو اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ تم لکھدو میں نے کہا کہ آپ لکھ کر مجھے دیدیں میں اپنے عریضہ کے ہمراہ اُسے روانہ کر دوں گا۔ اُنہوں نے اپنی حالت لکھ کر مجھے دیدی میں نے اُسے مولانا کی خدمت میں روانہ کردیا مولانا نے جواب دیا کہ یہ باتیں تحریر میں آنے کی نہیں ہیں ان کو میرے پاس بھیجدو۔ اس پر وہ گئے اور جاتے ہی بلا کچھ کہے سُنے اچھے ہوگئے۔

حاشیہ حکایت (۳۱۱) قولہ بلا کچھ کہے سُنے اچھے ہوگئے **اقول** اگر یہ تصرف تھا تو اُس کے اخفا کیلئے کسی حیلہ کا اہتمام نہ فرمانا یہ بھی ایک مذاق ہے۔ جیسا کہ اس کے قبل کی حکایت میں اخفاء ایک مذاق ہے منشاء اخفا کا بعد ہے ریاء سے اور منشاء عدم اخفاء کا بعد ہے وسوسہ ریاء سے یعنی یہ احتمال ہی نہیں ہوا کہ اس میں ریاء ہوگی۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست (**رشت**)

حکایت (۳۱۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپکے پاس اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا جس زمانہ میں براہین قاطعہ شائع ہوئی تھی اور اس پر لوگوں میں شورش ہورہی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے او
مجھ سے امتحاناً سو مسئلے پوچھے اور سو کے سو کا میں نے جواب دیدیا ہے اور آپ نے س
کی تصویب فرمائی اور نہایت مسرور ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اُس روز سے میں نہا
خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہونگے تو انشا اللہ حق میرے
جانب ہوگا۔

حاشیہ حکایت (۳۱۲) **قولہ** سارے عالم **اقول** اس سے معلوم ہو
کہ حضرت مولاناؒ کے نزدیک کثیر کے مقابلہ میں واحد حق پر ہوسکتا ہے مولانا سے عقید
رکھ کر کوئی اُس کے خلاف کا قائل ہو وہ اس سے محجوج ہے **دشت** منقول از امیر الروایا

حکایت (۳۱۳) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں بوجہ حدیث شریف پڑھنے کے عرصہ تک شاہ عبد الغنی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری رہی اور اس وجہ سے بار بار بعیت کا ارادہ حض
شاہ صاحبؒ ہی سے ہوتا تھا۔ مگر ہر مرتبہ مولانا نانوتوی فرماتے کہ نہیں بعیت تو حضرت
امدادؒ ہی سے کرینگے۔

حاشیہ حکایت (۳۱۴) **قولہ** بعیت تو حضرت امداد ہی سے کریں گ
اقول مدار اس کشش کا مناسبت ہے۔ اس کو تفاضل میں کچھ دخل نہیں۔ حدیث میں اسی
طرف اشارہ ہے۔ الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھ
اختلف۔ اور اسی باب میں کہا گیا ہے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے — چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

اور ایسے ترجیحات کو تفاضل پر مبنی کرنا یا اس سے تفاضل پر استدلال کرنا رجم بالغیب ہے
(سب)

حکایت (۳۱۴) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
نے خود مجھ سے فرمایا کہ جب میں ابتداءً گنگوہ کی خانقاہ میں آکر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں
بول و براز نہ کرتا تھا بلکہ باہر جنگل جاتا تھا کہ شیخ کی جگہ ہے۔ حتی کہ لیٹنے اور جوتے پہنکر چلنے
پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

حاشیہ حکایت (۳۱۴) افسوس ایسی جماعت کو معاندین بے ادب

کہتے ہیں بلکہ اگر اس پر افراط فی الادب ہونیکا شبہ کیا جاتا تو گنجائش تھی جس کا جواب ہم غلبہ حال سے دیتے اور ایسا غلبہ اخیر میں اعتدال سے مغلوب ہو جاتا ہے (سب)

حکایت (۲۱۵) حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب و عم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتویؒ کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ حضرت نانوتویؒ کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کیساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر رکھدیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کرتے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔

حاشیہ حکایت (۲۱۵) اس سے زیادہ خودداری کی فنا کی نظیر کیا ہوگی کیا اہل تصنع ایسا کر سکتے ہیں ان پر تو یہ موت سے زیادہ گراں ہے اور مولانا گنگوہی کا تو یہ کمال تھا کہ رنگ فنا خجلت پر غالب تھا۔ اور مولانا نانوتوی کا یہ کمال تھا کہ خجلت پر فنا کو مجاہدہ سے غالب کردیا۔ ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

حکایت (۲۱۶) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مجھے محمود (حضرت کے صاحبزادے) مرحوم کا صدمہ ضرور ہے مگر مولانا کی وفات کے صدمہ کا مقابلہ کوئی صدمہ نہیں کر سکتا اور اس واقعہ کو حضرت عم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب نے یوں بیان فرمایا کہ حضرت گنگوہی نے ایک مجمع میں فرمایا کہ اگر وہ بات نہ ہوتی تو میں مولانا کے صدمہ کا تحمل نہ کر سکتا اور مر جاتا امیر مولوی محمد حسن صاحب مرادآبادی نے جرأت کر کے [illegible] کیا حضرت وہ بات کیا۔ فرمایا "میاں وہی" اُنہوں نے پھر ذرا جرأت کر کے عرض کیا کہ حضرت وہی اور وہ بات کا آخر مطلب کیا ہے" فرمایا کہ میاں وہی چیز جس کی وجہ سے تم میرے پاس آتے ہو۔

حاشیہ حکایت (۲۱۶) اور میں نے بجائے اس عبارت کے کہ وہی

Marfat.com

چیز جس کی وجہ سے تم میرے پاس آتے ہو کسی اوی سے یہ الفاظ سُنے ہیں کہ وہی چیز
کی وجہ سے تم مجھ کو بڑا سمجھتے ہو مراد نسبت باطنہ سے ہے کہ اس سے ایسی مقاومت کی
قوت ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حزن طبعی منافی کمال باطنی کے نہیں مگر
ناقص کی طبیعت غالب ہو جاتی ہے اور کامل کی عقل اور دین رسب)

حکایت (۲۱۷) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ درپیش تھا۔ فرمایا کہ کہدوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمائیے
پھر فرمایا کہدوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمائیے۔ پھر فرمایا کہدوں۔ عرض کیا گیا فرمائیے۔ تو فرمایا کہ
تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے
بغیر کوئی کام نہیں کیا پھر اور جوش آیا۔ فرمایا کہدوں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت ضرور فرمائیے
فرمایا کہ (اتنے) سال حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات
بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی یہ کہکر اور جوش ہوا۔ فرمایا کہ اور کہدوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمائیے
مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو۔ اگلے دن بہت سے اصرار کے
کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا۔

حاشیہ حکایت (۲۱۷) بار بار استفسار فرمانا کہ کہدوں امتحان اشتیاق
واہلیت مخاطب کیلئے ہوگا۔ کیونکہ ایسے اسرار کے تحمل کا ہر شخص اہل نہیں ہے ے

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد	برسماع راست ہر تن چیز نیست
طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست	

اور دوسری بار میں اس سوال کا تکرار نہ کرنا شاید اس لئے ہو کہ اب ضرورت نہیں رہی
اور ایک بار سوال کرنا اس لئے کہ طلب کے بعد حصول اوقع فی النفس ہے اور صورت کا
حاضر رہنا اور اس سے مشورہ لینا یہ اکثر تو تخیل کی قوت ہے اور کبھی بطور خرق عادت کے
روح کا تمثل بشکل جسد ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں لزوم و دوام کے
ساتھ حاضر و ناظر ہونے کے اعتقاد کی یا استعانت و استغاثہ کے عمل کی گنجائش نہیں اور
اس کے بعد کے مرتبے کی نسبت فرمایا کہ بس رہنے دو اور اسکے بعد اصرار پر جواب میں مرتبہ
احسان کا ذکر فرمانا اگر یہ اسی مرتبہ مسکوت عنہا کی تفسیر ہے تب تو اس وقت کا نہ بتلانا شاید
اس حکمت کیلئے ہو کہ اہل ظاہر کی نظر میں یہ پہلے دو مرتبوں سے زیادہ نہیں ہے تو اس کی

ے یاد نہیں رہا کہ کتنے سال خانصاحب نے فرمائے۔

Marfat.com

ھ وقعت نہوتی بعد اصرار کے فرماتے ہیں حالاً اس کی تعلیم ہے کہ یہ ان سب سے بڑھا ہوا ہی
ہونکہ یہ مقصود اور مقام ہے اور وہ مرتبے غیر مقصود اور حال ہیں وشتان ما بینہما اور اگر یہ
ئی تفسیر نہیں ہے تو اس کا اخفا فرمایا شاید افہام عامہ اس کے متحمل نہوتے شاید تجلیات بانیہ
ں سے کوئی تجلی ہوا اور اس کی کیفیت تبلانے سے علمی اشکالات واقع ہوں جیسا صوفیہ
کے ایسے اصرار میں اہل ظاہر کو ایسے اشکالات واقع ہوا کرتے ہیں۔ ست۔

حکایت (۲۱۷) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی
محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو۔ مولوی صاحب نے عرض
کیا کہ حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے نہیں فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے لاؤ شامی اُٹھا لاؤ۔ شامی
لائی گئی حضرت اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے شامی کے دو ثلث اوراق دائیں
جانب کر کے اور ایک ثلث بائیں جانب کر کے انداز سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا کہ بائیں
طرف کے صفحہ پر نیچے کی جانب دیکھو۔ دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصہ میں موجود تھا سب کو حیرت
ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط
نہیں نکلوائے گا۔

حاشیہ حکایت (۲۱۷) وہی مقام نکل آنا گو اتفاقاً بھی ہو سکتا ہے مگر قرائن
سے یہ باب کشف سے معلوم ہوتا ہے ورنہ جزم کے ساتھ نہ فرماتے کہ فلاں موقع پر دیکھو اور
غلط سے مراد بے اصل ہے خطائے اجتہاد کی نفی مراد نہیں۔ سب۔

حکایت (۲۱۸) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب لطف علی خاں رئیس چھتاری بیمار
ہوئے اور مجھے مع ایک ہمراہی کے دعا کرانے کے لئے پہلے دیوبند بھیجا کہ حاجی عابد حسین سے
دعاء صحت کراؤ اور پھر گنگوہ پہنچکر حضرت سے دعاء صحت کراؤ میں دیوبند سے دعا کرا کر گنگوہ پہنچا
حضرت مجمع میں تشریف رکھتے تھے میں نے دعا کیلئے عرض کیا اُس پر حضرت نے ایک حکایت
سنائی شروع فرمائی کہ کسی رئیس کو باجا سننے کا شوق تھا ہر قسم کے باجہ بجانے والے آتے
تھے ایک دن جبکہ کئی قسم کے مختلف باجے بجائے جارہے تھے ایک صاحب اپنی لاٹھی منہ میں
لیکر ہو ہو کرنے لگے۔ رئیس نے تمام باجے رکوا کر کہا کہ اب بجاؤ تو اُنہوں نے کہا حضور میرا باجا
تو رگڑے ہی میں بجا کرتا ہے یہ حکایت سنا کر فرمایا کہ لوگ آتے ہیں کہیں کہیں رگڑے میں
یہاں بھی آنکلتے ہیں میرے پاس کیا رکھا ہے پھر دوسرے وقت خلوت میں مولوی حبیب الرحمن

Marfat.com

سے فرمایا کہ مجھے تو اُن کی صحت کی طرف سے مایوسی ہے کیا کروں میرے دل میں تو اُن کی صحت آتی نہیں میں (خانصاحب) واپس ہو گیا۔ یہاں تک کہ شعبان آگیا اور مدارس کی تعطیل ہو گئی۔ نواب یوسف علی خانصاحب نے مجھے پھر دوبارہ یہ کہکر روانہ کیا کہ دیوبند سے مولوی حافظ احمد صاحب کو ساتھ لو اور گنگوہ پہنچکر مولوی مسعود احمد صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کو ساتھ لو اور تم چاروں ملکر حضرت سے نہایت التجا کرکے یہ عرض کرو کہ حضرت ابو لطف علیخاں کے لئے ویسی ہی دعا کر دیجئے جیسی مکہ مکرمہ میں یوسف علی خاں کیلئے کی تھی۔ چنانچہ میں دیوبند سے مولوی احمد صاحب کو لیکر گنگوہ پہنچا اور تخلیہ میں مولوی مسعود احمد صاحب سے سارا واقعہ عرض کر دیا اور خلوت کے منتظر رہے لیکن خلوت کا موقع نہ ملا۔ ملا شمس الدین اور مولوی ظہور الحسن صاحب جبراً آئے ہوئے تھے اور تمام وقت صبح سے لیکر گیارہ بجے تک حجرہ میں رہے۔ اسی مجلس میں میں اور حافظ صاحب حجرہ میں داخل ہوئے اور سلام کیا رمضان کا مہینہ تھا حضرت نے فرمایا خیر تو ہے کیوں آئے ہمنے عرض کیا حضرت عرض کرینگے ابھی تک خلوت کا موقع نہیں ملا تھا کہ حضرت قضاء حاجت کیلئے اُٹھے اور واپس ہوکر حجرہ بند فرمایا تو پھر ملا شمس الدین اور ایک اور صاحب کواڑ کھول کر حجرہ میں داخل ہونے لگے حضرت نے فرمایا کون؟ انکی جو شامت آئی بول پڑے کہ شمس الدین۔ جھڑک کر فرمایا کہ نکل جاؤ۔ بس ان کا نکلنا تھا کہ خلوۃ ہو گئی فوراً مولوی مسعود حسن صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب بلا لئے گئے اور ہم سب نے ملکر ایک تمہید اُٹھائی کہ حضرت لطف علیخاں ایسے ہیں اور ایسے ہیں اور مدرسہ دیوبند کے اسقدر بہی خواہ ہیں حضرت اُن کیلئے دعائے صحت فرمائیں فرمایا کہ بھائی کیا کروں میرے دلمیں تو ان کی صحت آتی نہیں پھر ہم لوگوں نے اصرار کیا حضرت نے پھر یہی فرمایا آخر کار مولوی مسعود احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بس یوں فرما دیں کہ اچھے ہوجائیں گے۔ فرمایا کہ بھائی ایک تو ایسا کہنا ہوتا ہے جیسا میں نے ابھی مدرسہ کی نسبت کہا تھا(ف) اور ایک کہلوائے سے کہنا اُنھوں نے عرض کیا نہیں حضرت بس یہ جملہ فرما ہی دیں۔ فرمایا کہ اچھا تم کہتے ہو میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ اچھے ہوجائیں گے۔ تیسرے ہی دن گنگوہ خط پہنچا کہ لطف علیخاں

ف اشارہ ہے اُس واقعہ کی طرف کہ مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مجلس میں مدرسہ دیوبند کی مخالفتوں اور مخالفوں کا تذکرہ چھیڑا اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا اور ان فتنہ دوانیوں کا ذکر کیا جو دیوبند میں مدرسہ کیخلاف کیجا رہی تھیں حضرت سنتے سنتے رہے آخر میں ایک دم تکیہ سے کمر اُٹھا کر سیدھے ہو بیٹھے اور اُنگلی سے اشارہ کرکے فرمایا "کچھ نہیں ہوگا"۔

Marfat.com

اچھے ہو گئے اور اگلے دن اطلاع آگئی کہ انتقال ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۳۱۸) **قولہ** لوگ آتے ہیں کہیں کہیں الخ۔ یہ دوسری جگہ جانے پر نکیر نہیں بلکہ دعویٰ اخلاص پر نکیر ہے **قولہ** مجھے تو پا بوسی ہے الخ دعا سے انکار نہیں بلکہ الحاح فی الدعا سے ایک مانع طبعی کا بیان ہے **قولہ** نکل جاؤ الخ بے تمیزی پر زجر و سیاست منجملہ آداب طریق ہے **قولہ** جیسا میں نے ابھی مدرسہ دیوبند کے متعلق کہا تھا الخ یہ ظہور تھا شان عمری ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر کا (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ عن علی) (کذا فی المشکوٰۃ) قولہ انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جائیں گے الخ اس میں ظہور ہے لواقسم علی اللہ لابرہ کا کہ تھوڑی دیر کیلئے اچھے ہو گئے پھر اصلی وارد کا ظہور ہوا کہ انتقال کر گئے۔ (سبب)۔

حکایت (۳۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مکاشفات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تحت التکوین اس میں کافر و مسلم برابر ہیں۔ ایک لوح محفوظ ہے وہ خاص مسلمین کیلئے ہے۔ مگر اس کے لیے ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتب اور ایک خاص علم اللہ سے مخصوص انبیاء علیہم السلام کیلئے ہے۔ پہلے دو میں کشفی غلطی کا احتمال ہے مگر ثالث میں امکان نہیں کیونکہ پہلے دو میں زمان و مکان کی تعیین تخمین سے ہو سکتی ہے مگر علم الٰہی میں ماضی حال اور استقبال برابر ہیں۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کے علوم غلطی سے پاک ہیں۔

حاشیہ حکایت (۳۱۹) یہ تحقیق روایات سے مؤید ہے فی الدر المنثور اخرج ابن جریر عن ابن عباسؓ قال ان للہ لوحاً محفوظاً مسیرۃ خمسمأۃ عام من درۃ بیضاء له دفتان من یاقوت والدفتان لوحان للہ کل یوم ثلاث وستون لحظۃ یمحو ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب وفیہ اخرج عبد الرزاق وابن جریر عن سیار عن ابن عباسؓ انہ سأل کعباً عن ام الکتاب فقال علم اللہ ما هو خالق وما خلقہ عاملون فقال لعلمہ کن کتاباً فکان کتاباً وفیہ اخرج ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم عن عکرمۃ ام الکتاب قال اصل الکتاب (تفسیر سورہ رعد) التاثیر ظاھر من تفسیر ام الکتاب بمعنی اصل الکتاب بعلمہ تعالیٰ الذی لا یغیر ولا یبدل ومن وقوع المحو والاثبات فی اللوح واما قولہ فقال علم

کن کتابا فکان کتاب المواد بہ الجزء الخاص من اللوح الذی لا یغیر ولا یبدل وفی الاویة اقوال اخری ومقصودنا الدلالة علی قول مولانا بالروایات بسب

(منقول روایات الطیب)

حکایت (۳۲۰) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلسلہ کے ایک اُستاد سے نقل فرماتے تھے جس شخص کو دنیا کا بنانا ہو اور دین سے کھونا ہو اس کو طبیبوں کے سپرد کر دے اور جس کو دین کا بنانا ہو اور دنیا سے کھونا ہو اس کو صوفیہ کے سپرد کر دے اور جس کو دونوں سے کھونا ہو اسکو شاعروں کے سپرد کر دے اس پر میں نے (یعنی حضرت مرشدی حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہ العالی) عرض کیا کہ حضرت جس کو دونوں کا بنانا ہو تو فرمایا کہ یہ ناممکن ہے۔ (قال العارف الرومی) ؎

ہم خدا خواہی وہم دنیا ئے دوں		ایں خیال ست و محال ست و جنوں	(جامع)

حکایت (۳۲۱) فرمایا کہ مولنا صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص کسی گرو کے پاس گیا۔ گرو نے پوچھا کیسے آئے ہو کہا چیلہ بننے آیا ہوں گرو نے کہا کہ چیلہ بننا بہت مشکل ہے اُس نے کہا تو گرو ہی بنا دو۔

حکایت (۳۲۲) فرمایا کہ جب میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر بکثرت ہوتا تو فرماتے کہ جب تم آجاتے ہو تو قلب زندہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب میں پہنچتا تھا تو اکثر حاجی صاحبؒ کا تذکرہ آجاتا تھا۔ اور حضرت جانتے تھے کہ اس (یعنی مرشدی مدظلہم) نے حضرت حاجی صاحبؒ کی زیارت کی ہے۔ یہ حضرت کے حالات سے مسرور ہوگا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا شخص کہ جو امام وقت ہو وہ ایک ایسے تھوڑے لکھے پڑھے بزرگ (یعنی قطب عالم حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ) کا ایسا معتقد ہو جائے۔

حکایت (۳۲۳) فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولینا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے مولانا گنگوہی کا تو قدم قدم پر انتظام اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لاابالی کہیں کی چیز کہیں پڑی ہے کچھ پرواہ ہی نہیں اسوقت ایک گروہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ کے پاس گیا کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ حج کو چلیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ زاد راہ بھی ہے اُنہوں نے کہا ایسے ہی توکل پر چلیں گے مولانا نے فرمایا کہ جب

ہم جہاز کا ٹکٹ لیں گے تو تم منیجر کے سامنے توکل کی پوٹلی رکھدینا۔ بڑے آئے توکل کرنے جاؤ اپنا کام کرو۔ پھر ان لوگوں نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو آپ نے اجازت دیدی۔ ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

راستہ میں جو کچھ بھی ملتا وہ سب ان لوگوں کو دیدیتے اور ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دیدیتے ہیں کچھ تو اپنے پاس رکھئے تو فرمایا انما انا قاسم واللہ یعطی۔ اسی سفر میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ سے فرمایا کہ صبح سے شام تک پھرتے ہی ہو کچھ فکر بھی ہے تو فرمایا کہ حضرت آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کیا فکر ہے۔

حکایت (۳۲۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی ذاکر نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ذکر کے وقت نیند آتی ہے۔ فرمایا تکیہ رکھکر سو جایا کرو ذکر پھر کر لیا کرو نیند کا علاج سوائے سونے کے کچھ نہیں۔

حکایت (۳۲۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دیوبند پڑھتا تھا وہاں ایک سیاح ولایتی صاحب آئے وہ حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ سے جمعہ کی نماز پڑھانے کی اجازت لیکر منبر پر پہنچ گئے۔ خطبہ شروع کیا چونکہ ربیع الاول کا زمانہ تھا خطبہ کے اندر مولود شریف شروع کر دیا اور خطبہ نہایت طویل کہ ختم ہونے ہی پر نہ آوے۔ لوگ پریشان ہو گئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ بھی اتفاقاً تشریف فرما تھے چونکہ مولانا کو حق تعالیٰ نے ہمیشہ سے اظہار حق کی شان دی تھی ان مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولانا خطبہ ختم کیجئے وہ بولے چپ ہو خطبہ میں بولنا حرام ہے (وہ پہچانتا نہ تھا) مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حرام و حلال کیا لئے پھرتے ہو تم اس قابل ہو کہ منبر سے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اتار دیا جاوے۔ پھر اس نے یہی جواب دیا۔ چپ ہو۔ مگر اس نے جلدی ہی خطبہ ختم کر دیا۔ خطبہ کے بعد لوگوں نے کہا کہ ہم اسکے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے۔ نہ معلوم یہ کون بلا ہے۔ مولانا گنگوہی سے امامت کیلئے عرض کیا۔ مگر مولانا نماز پڑھانے کو کھڑے نہ ہوئے (تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب کچھ اپنی امامت کیلئے کہا تھا) مولانا محمد یعقوب صاحب نے نماز پڑھائی۔ مولانا گنگوہی نے یہ دانشمندی کی کہ نماز کے بعد فوراً جوتا اٹھا کر چلدیے ان ولایتی صاحب نے نماز کے بعد کہا کہ بلاؤ اس وہابی کو جو خطبہ میں بولتا تھا اور بہت دیر تک بکتا رہا۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نماز پڑھتے رہے۔ آپ کو غصہ بھی بہت آیا لیکن تحمل کیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے حضرات فتنہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ

Marfat.com

کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں موجود ہوا تو فساد ہو جائیگا۔ کیونکہ لوگ میری حمایت کرینگے۔ اس لئے دفع الوقتی فرما گئے۔ اور اب یہ حالت ہے کہ فتنہ و فساد کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ خطبہ کی طوالت پر فرمایا کہ فقہ کی بات یہ ہے کہ خطبہ کو خفیف کرے اور نماز کو طویل یعنی بہ نسبت خطبہ کے طویل کرے۔

حکایت (۳۲۶) فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس جگہ (خانقاہ امدادیہ اشرفیہ) سے بڑی محبت تھی۔ جب بینائی جاتی رہی ہے تو فرماتے تھے کہ اگر آنکھیں ہوتیں تو اس جگہ کو اب دیکھتا (کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہاں بود و باش رہی ہے۔ اس وجہ سے حضرت کو بڑا تعلق تھا۔

در منزلیکہ جاناں روزے رسیدہ باشد ۔۔۔ باخاک آستانش داریم مرحبائی

حکایت (۳۲۷) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو اطلاع کی کہ حضرت یہاں مدرسہ کی سی صورت ہو گئی ہے۔ دعا فرما دیجئے گا۔ مولانا نے تحریر فرمایا کہ اچھا ہے بھائی۔ مگر خوشی تو جب ہو گی جب یہاں اللہ اللہ کرنے والے جمع ہو جاوینگے (جامع کہتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت کی خواہش باحسن الوجوہ پوری ہو گئی؟

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ۔۔۔ مے دہد یزداں مراد متقیں
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حکایت (۳۲۸) فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپی بیمار تھیں۔ آپ اُن کی تیمارداری میں تھے۔ جب طبیب کے یہاں آپ تشریف لیجاتے تھے وہ بہت نخرے کرتا تھا۔ مولانا کو غصہ آگیا اور طب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور اچھے طبیب ہو گئے۔ جب مولوی مسعود احمد صاحب طب پڑھ کر تشریف لائے ہیں تب آپ نے اس کام کو چھوڑ دیا۔ کہ بھائی اب مسعود آگئے ان سے رجوع کرو۔

حکایت (۳۲۹) فرمایا کہ ایک ڈپٹی صاحب مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ مولانا معمولی گفتگو کر کے درس میں مشغول ہو گئے۔ ان کو اس پر رنج ہوا اور دوسروں سے شکایت کی کہ بڑے بُرے اخلاق ہیں (اس پر ہمارے حضرت نے تبسم فرمایا کہ الحمد للہ مولانا کی یہ سنت مجھکو بھی نصیب ہے اور میں بھی اس طرح بدنام ہوں) سُنا ہے کہ سال کے ختم یا شروع پر گورنمنٹ کی طرف سے کچھ خطابات تقسیم ہوتے ہیں تو مولانا کے لئے بھی شمس العلماء

Marfat.com

کا خطاب تجویز ہوا تھا۔ اس میں ان ڈپٹی صاحب سے بھی پوچھا گیا۔ چونکہ یہ حاکم پرگنہ تھے تو انہوں نے مخالفت کی کہ مناسب نہیں ہے۔ اس پر ڈپٹی صاحب نے خوش ہو کر مولٰنا کے آدمیوں سے فرمایا کہ ہم سے مولٰنا اچھی طرح نہ ملے ہم نے بھی خطاب نہ ملنے دیا۔ مولٰنا نے سُنا تو فرمایا کہ بھائی میں تو ان کا بڑا ممنون ہوں کہ مجھے اس بلا سے نجات دی میں تو دعا کرتا ہوں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب سُنا ہو گا تو بڑا اکٹا ہو گا۔ کہ یہ کام کیا تو تھا رنج کیلئے مگر ہو گئی خوشی جیسے سلیمان دارانیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر شیطان وسوسہ ڈالے تو خوش ہو کیونکہ شیطان دشمن ہے۔ جب تم وسوسے سے خوش ہو گے اور وہ تمہاری خوشی چاہتا نہیں تو وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔

حکایت (۳۳۰) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر آجکل کے نوجوان مولوی اعتراض کرتے ہیں اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حالانکہ امام وقت تھے مگر کبھی آپ کی زبان سے اعتراض نہیں نکلا۔ اور اعتراض تو کیسا مولانا تو بالکل عاشق فانی تھے۔ ایک دفعہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ مولوی صادق الیقین صاحب سے فرماتے تھے کہ فلاں صاحب نے کیسی بُری بات کہی کہ حضرت تو بدعتوں میں مبتلا ہیں۔ ہماری نسبت تو قطع ہو گئی۔ دیکھو کیسی رنج کی بات ہے بھلا ان باتوں سے نسبت قطع ہوتی ہے۔ بھلا حضرت حاجی صاحب بدعتی ہیں۔

حکایت (۳۳۱) فرمایا کہ جب مولوی صادق الیقین حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں جانے لگے تو مولٰنا گنگوہی رحمۃ اللہ نے وصیت فرمائی (دیکھئے ان بزرگوں کو نور باطن تو ہوتا ہی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نور ظاہر بھی اسقدر عطا فرماتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں) کہ میاں مولوی صادق الیقین جیسے جا رہے ہو ویسے ہی چلے آئیو۔ اپنے اندر کوئی تغیر پیدا نہ کیجیو۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس سے حضرت مولانا کا یہ مطلب تھا کہ وہاں جا کر حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے افعال میرے خلاف دیکھو گے اگر مجھ سے عقیدت رہی تو حاجی صاحبؒ کو چھوڑ [illegible] اور اگر حاجی صاحبؒ سے عقیدت رہی تو مجھے چھوڑ دو گے۔ چنانچہ انہوں نے مسلک مولٰنا کا رکھا اور حضرت حاجی صاحب کے بھی جان نثار تھے۔ مجھ سے مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں اور مولٰنا کے یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی۔ میں نے عرض کیا کہ فاتحہ خلف الامام کو ایک حرام کہتے ہیں ایک

Marfat.com

فرض کہتے ہیں۔ اسمیں بھی توکوئی تطبیق نہیں ہوسکتی۔ پھر ہم دونوں کو حق پر مانتے ہیں اور تقلید کرتے ہیں ایسے ہی یہاں سمجھو

حکایت (۳۴۲) فرمایا کہ مولنا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے قطب الدین ایک صاحبزادے تھے۔ اُن کی شادی لکھنؤ ہوئی تھی اور ولیمہ نانوتہ میں ہوا تھا۔ مولنا نے بڑی خوشی میں ولیمہ کیا تھا اور اس میں پلاؤ زردہ بہت اچھا پکوایا تھا۔ کھانے میں ذرا دیر ہوگئی تھی جمعہ کا دن تھا۔ گاؤں والے بھی جمعہ میں آئے تھے۔ تو مولانا نے فرمایا کہ پہلے ان گاؤں کے آدمیوں کو کھلادو۔ کیونکہ ان کو دور جانا ہے۔ گھر کے آدمی پھر کھالیں گے۔ جب ان کو کھانے بٹھایا تو چاروں طرف سے زردہ کی مانگ ہونے لگی۔ مولانا پریشان ہوئے۔ کیونکہ زردہ بہ نسبت پلاؤ کے تھوڑا پکتا ہے۔ مولنا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس کی خبر ہوئی تو مولانا فوراً تشریف لائے اور مجمع میں آکر فرمانے لگے۔ کہ یہ پلاؤ بھی کھانے ہی کے واسطے پکا ہے اور زردہ اندازہ سے پکا ہے۔ اور کھلانے والوں کو حکم دیا کہ اب پلاؤ دو زردہ نہ دو۔ بس سب دم بخود ہوگئے پھر کسی نے نہ مانگا اور کام حسن وخوبی کے ساتھ انجام کو پہنچ گیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولنا کے اندر شان انتظام بڑی تھی۔ کسی کے کہنے کی پروا نہ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر لوگ متشدد کہتے تھے۔ ہنس کر فرمایا اور الحمد للہ اب یہ میراث مجھے ملی ہے۔

حکایت (۳۴۳) فرمایا کہ ہمارے حضرات خلوت عرفیہ پسند نہیں کرتے تھے۔ اس سے شہرت ہوتی ہے۔ مولنا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ۔ مولنا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حنفی نے کبھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کی۔ البتہ مولانا رائپوری رحمۃ اللہ پر بہ نسبت دوسرے حضرات کے قدرے اس کا غلبہ تھا (اور یہ اثر اُن کے پہلے پیر کا تھا) باقی بقدر ضرورت خلوت یہ سب حضرات کا معمول تھا۔ چنانچہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھوڑی سی دیر حجرہ بند کرکے اس میں بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ سب سے علیحدہ ہوکر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں۔ مولانا نے تحریر فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے ایسا کیا نہیں۔ اس سے شہرت ہوتی ہے

حکایت (۳۴۴) فرمایا کہ مولنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی شخص نے دریدہ عبا بھیجی۔ آپ نہ پہنے نہ تحقیر کی بلکہ اس کو رفو کراکر نماز جمعہ اسی سے پڑھی اسی طرح ایسے ہی مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ کے پاس ایک شخص نے ایک ٹوپی چھینٹ کی جس پر تنابابات کی گوٹ اور گوٹہ لگا ہوا تھا

Marfat.com

بھیجی آپ نے اس لانے والیکے سامنے فوراً اوڑھ لی۔ کہ مہدی سُن کر خوش ہوگا۔

حکایت (۳۳۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ سے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے تم چلتے ہو مولانا نے صاف انکار کردیا کہ نہیں حضرت میں تو نہیں جا سکتا میں تو ہندوستان میں اس کو منع کرتا ہوں حضرت نے فرمایا جزاک اللہ میں اتنا تمہارے جانے سے خوش نہ ہوتا جتنا نہ جانے سے خوش ہوا۔

حکایت (۳۳۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف فرما رہے تھے۔ بعد میں فرمایا۔ مگر جو بات اُس شخص میں یعنی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ) میں تھی وہ کسی میں نہ تھی۔ حالانکہ گفتگو سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت حافظ رحمۃ اللہ کو ترجیح دے رہے ہیں۔ یہ مقولہ خود حضرت مولانا گنگوہی سے سُنا ہے۔

حکایت (۳۳۷) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ اسقدر ذکی الحس تھے کہ ایک مرتبہ جب آپ مسجد میں عشا کی نماز کو تشریف لائے تو فرمایا کہ آج کسی نے مسجد میں دیا سلائی جلائی ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک صاحب نے مغرب کے بعد جلائی تھی۔ جس کا اثر مولانا کو عشا کے وقت محسوس ہوا۔ اور آپ کے یہاں عشا کی نماز قریب ثلث شب کیوقت ہوتی تھی۔

حکایت (۳۳۸) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی۔ سب طلباء کتابیں لے لیکر اندر کو بھاگے۔ مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر لے چلیں۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے۔

حکایت (۳۳۹) فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ سے مولانا عبد الرحیم صاحب نے یا اُن کی موجودگی میں کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ تسخیر کا عمل جانتے ہیں۔ فرمایا جبھی تو میرے یہاں مولانا عبد الرحیم صاحب جیسے لوگ آتے ہیں۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از مولوی محمد نبیہ صاحب

حکایت (۳۴۰) احقر جامع نے مکرمی مولانا مولوی احمد شاہ حسنپوری مدظلہ

Marfat.com

سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے مکرمی حکیم مولوی محمد یوسف صاحب گنگوہی نے بیان کیا کہ پیران کلیر میں میں نے ایک درویش صاحب کا یہ طرز دیکھا کہ وہ کسی بزرگ کے مزار کے اندر نہیں جاتے تھے۔ بلکہ مزار کے قریب دروازہ سے باہر کھڑے ہو کر کچھ دیر رویا کرتے تھے۔ یہ درویش حکیم محمد یوسف صاحب سے ملنے گنگوہ آئے۔ حکیم صاحب موصوف کا بیان ہے کہ ہم ان کو ظہر کے وقت مسجد خانقاہ قطب عالم شیخ عبد القدوس قدس اللہ سرہ العزیز میں لے گئے۔ وہ بزرگ درویش بعد نماز ظہر حسب عادت مزار شیخ رحمۃ اللہ کے دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر کچھ دیر تک رو کر واپس آئے۔ حکیم صاحب موصوف کا بیان ہے ہم کو یہ خیال آیا کہ ان کو حضرت اقدس محبوب الٰہی مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے چلیں اور ظاہر نہ کریں کہ مولانا کے مزار پر لئے جاتے ہیں حکیم صاحب نے ان درویش سے یہ فرمایا کہ جنگل کی طرف تشریف لے چلیے۔ درویش صاحب نے فرمایا بہت بہتر۔ حکیم صاحب موصوف گنگوہ سے غرب کی جانب جنگل کو لے چلے اور راستہ سے شمال کی جانب جو ایک مسجد حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ کے مزار کے قریب بنی ہوئی ہے۔ اس طرف کو لے چلے۔ فرش مسجد کے شمالی کنارہ پر جس وقت یہ درویش پہنچے نہایت زور سے اُس درویش نے چیخ ماری اور کھڑے ہو کر شدت سے روتے رہے۔ اس میں عصر کا وقت آگیا اور حکیم صاحب نے عصر کی اذان پڑھی۔ اذان کے بعد بھی وہ درویش کھڑے ہو کر روتے رہے۔ جب حکیم صاحب نماز کیواسطے کھڑے ہوئے تب وہ درویش تکبیر کے وقت نماز میں شریک ہوئے۔ نماز کے بعد جب درویش صاحب واپس ہوئے تو حکیم صاحب سے فرمایا کہ ایسا نہیں کیا کرتے ہیں جیسا آپ نے میرے ساتھ کیا۔ بعض وقت ایسے موقع پر جان نکل جاتی ہے۔ انسان کو جب کسی بزرگ کے مزار کی خبر ہو جاتی ہے۔ تو کچھ سنبھل کر جاتا ہے۔ یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے کہ حضرت ممدوح نے شریعت کے پردہ میں اپنی نسبت عالیہ کا اخفا فرمایا تھا۔

حکایت (۱۸۳) مولوی محمد قاسم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا۔ تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسکو اٹھا کر کنوئیں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کنوئیں کا پانی تو کڑوا نہیں ہے۔ میٹھا ہے۔ میں نے وہ کورا

وہ کورا بدھنا پیش کیا۔ حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اس کو رکھدو۔ نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیب جس قدر جس سے ہو سکے پڑھو۔ اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا۔ بعد میں حضرت نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ اس کے بعد بدھنا اُٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی۔ بعد میں حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اُس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمدللہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۳۴۲) ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث کے درس میں اہلِ جنت کا ذکر آیا کہ مرد سبزہ آغاز بے ریش ہوں گے۔ تو ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت مرد کے چہرہ کی زیبایش تو ڈاڑھی سے ہے۔ یہ بن جنتیوں کے لئے کیوں تجویز ہوا۔ بیساختہ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ اس کا مزہ اُن سے پوچھو جو ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۳۴۳) مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بہت متبع سنت تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا اور جوتا سیدھے پاؤں میں پہننا سنت ہے۔ دیکھیں حضرت ان دونوں سنتوں کو کیسے جمع فرماتے ہیں۔ لوگوں نے اسکا اندازہ کیا۔ جب مولانا مسجد سے نکلنے لگے۔ تو آپ نے پہلے بایاں پاؤں نکالکر کھڑاؤں پر رکھا۔ جب سیدھا پاؤں نکالا تو کھڑاؤں کی کھنٹی انگوٹھے میں ڈالی۔ اسکے بعد بایاں پاؤں میں کھڑاؤں پہنی۔ سبحان اللہ کیسا دونوں سنتوں کو یکجا جمع فرمایا ہے (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۳۴۴) مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمیں تو حاجی صاحب کے دردنامہ میں ایک شعر پسند آیا ہے ؎

مرا اک کھیل خلقت نے بنایا	تماشہ کو بھی تو میرے نہ آیا

(از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۳۴۵) مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جو لوگ علمائے دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے۔ اور

یوں بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۳۴۶) مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا اُن کے بھائی یہ خبر پاکر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے۔ حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا اُنھوں نے عرض کیا دیوبند۔ مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہاں مجھے عقیدت کھینچ لائی ہے۔ مولانا نے ارشاد فرمایا کہ تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکلکشائی حضرت مولانا رشید احمدؒ ہی کی دعا پر موقوف ہے میں اور تمام زمین کے اولیا بھی اگر دعا کرینگے تو نفع نہ ہوگا چنانچہ واپس ہوئے اور بوسیلہ حکیم ضیاء الدین صاحبؒ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حکیم صاحب نے سفارش کی تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ کہا کہ یہ صاحب مدرسہ دیوبند کے مخالف ہیں جو اللہ کا ہے۔ قصور دار اللہ کے ہیں۔ اللہ سے توبہ کریں بندہ بھی دعا کرے گا۔ چنانچہ ادھر اُنہوں نے توبہ کی اُدھر مطالبہ سے برارت کا کمشنر صاحب کے پاس حکم آگیا۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حکایت (۳۴۷) ایک مرتبہ مولوی یحییٰ صاحبؒ کو کسی کام میں زیادہ دیر لگ گئی تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے کئی بار پکارا کہ خدا جانے کہاں بیٹھ گئے (کیونکہ اگر مولوی یحییٰ ذرا دیر کو بھی مولانا سے الگ ہوتے تو بار بار یاد فرماتے تھے) جب مولوی یحییٰ صاحب آئے تو مولانا نے فرمایا ؎

مست آئیو او وعدہ فراموش تو اب بھی	جس طرح کٹا روز گذر جائیگی شب بھی

(منقول از اشرف التنبیہ) (از تحریرات بعض ثقات)

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۳۴۸) ایک بار (حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ نے) فرمایا کہ شیخ عبدالقدوسؒ عشا سے فجر تک ذکر جہر کیا کرتے تھے آخر اس قدر غلبہ ہوگیا کہ صاحبزادے آتے تو شیخ اُن کا نام دریافت فرماتے تھے وہ نام بتاتے

اس سے آگے کچھ عرض کرنے نہ پاتے تھے کہ شیخ پھر مستغرق ہو جاتے تھے۔ اسی طرح کئی کئی بار سوال و جواب۔ کے بعد نوبت کلام کی پہنچی تھی۔

حکایت (۹/۲۴۹) ایک روز فرمایا گنگوہ کے لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کی خدمت میں بمقام شاہ آباد ضلع انبالہ ایک عریضہ اس مضمون کا بھیجا کہ شاہی عامل گنگوہ میں بغرض بندوبست اراضی آیا ہوا ہے حضور بار تشریف لاکر اپنی اراضی جو ڈابر کے قریب ہے اپنے نام درج کرالیں۔ حضرت شیخ نے اس کے صرف جواب لکھا ”بندگان خدا را از خلق خدا چہ کار“

حکایت (۲۵۰) ایک روز فرمایا کہ شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بغرض بیعت شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بلخ تشریف لےگئے۔ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لاتے ہیں تو ایک منزل بڑھ کر استقبال کیا اور بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ لیکر بلخ پہنچے۔ وہاں پہنچکر صاحبزادہ صاحب کی خوب خاطر کیں۔ ہر روز نئے نئے اور لذیذ سے لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے اُن کو مسند پر بٹھاتے خود خادموں کی جگہ بیٹھتے۔ آخر جب شاہ ابوسعید نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی اشرفیاں بطور نذر پیش کیں۔ اُس وقت شاہ ابوسعید نے عرض کیا کہ حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے نہ اس کیلئے میں یہاں آیا مجھے تو وہ دولت چاہیے جو آپ ہمارے یہاں سے لیکر آئے ہیں“ بس اتنا سُننا تھا کہ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ آنکھ بدل گئے اور جھڑک کر فرمایا کہ جاؤ طویلہ میں جاکر بیٹھو اور کتوں کے دانہ پانی کی فکر رکھو۔ غرض یہ طویلہ میں آئے شکاری کتے اُن کی تحویل میں دیدیے گئے کہ روز نہلائیں دھلائیں اور صاف ستھرا رکھیں۔ کبھی حمام جھکوایا جاتا اور کبھی شکار کیوقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھامے ہمراہ چلتے آدمی سے کہدیا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اس کو دو روٹیاں جو کی دونوں وقت گھر سے لا دیا کرو اب شاہ ابوسعید صاحب جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ چماروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا تین چار ماہ بعد ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکٹھی کرکے لیجاتے تو اُس دیوانے کے پاس سے گذریو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا اس سے گذری کہ کچھ چھینٹ شاہ ابوسعید پر پڑی شاہ ابوسعید کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا تیوری چڑھا کر بولے ”نہوا گنگوہ

Marfat.com

ورنہ اچھی طرح مزا چکھاتا۔ غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے۔ اس لئے میں کچھ کر نہیں سکتا" بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے عرض کر دیا۔ حضرت نے فرمایا "ابھی بو ہے صاحبزادگی کی"۔ پھر دو ماہ تک خبر نہ لی۔ اس کے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابوسعید پر ڈال کر جواب سُنے کہ کیا ملتا ہے۔ چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی۔ اس مرتبہ شاہ ابوسعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اُس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے۔ بھنگن نے آکر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے نہیں تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہو رہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا "ابھی کچھ بو باقی ہے" پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ "اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ٹوکرہ سر پر پھینک ہی دیجیو کہ پاؤں تک بھر جائیں" چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا۔ مگر اب شاہ ابوسعید بن چکے تھے جو کچھ بننا تھا۔ اس لئے پھر اُٹھ گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے "مجھ سے ٹھوکر کھا کر بیچاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی" یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اُٹھا کر ٹوکرہ میں ڈالنی شروع کی کہ لاؤ میں بھر دوں" بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آکر کہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ اُلٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے میں ڈالدی شیخ نے فرمایا "بس اب کام ہو گیا۔ اُسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے کتوں کو تیار کر کے ہمراہ ہونا۔ شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے شاہ ابوسعید کتوں کی زنجیر تھامے پا بر کاب ہمراہ ہو لئے کتے تھے زبردست شکاری کھاتے پیتے توانا اور ابوسعید بیچارے سوکھے بدن کمزور اس لئے کتے اُن کے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے۔ بہتیرا کھینچے رہ گئے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے آخر اُنہوں نے زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی شکار جو نظر پڑا تو کتے اُس پر لپکے۔ اب شاہ ابوسعید بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتوں کے کھینچے چلے جاتے تھے کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چبھی بدن سارا لہولہان ہو گیا مگر اُنہوں نے اُف نہ کی۔ جب دوسرے خادم نے کتوں کو روکا اور اُن کو اُٹھایا تو یہ تھر تھر کانپے کہ حضرت خفا ہوں گے اور فرمائیں گے حکم کی تعمیل نہ کی کتوں کو روکا کیوں نہیں؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہو لیا اُسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوس کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں "نظام الدین میں نے تو تجھ سے اتنی کڑی محنت نہ لی تھی جتنی تو نے میری اولاد سے لی" صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ

Marfat.com

علیہ کو طویدہ سے بلا کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور فرمایا کہ خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لیکر آیا تھا۔ تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لیے جاتے ہو مبارک ہو وطن جاؤ۔ غرض مجاز حقیقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔

حکایت (۲۵۱) ایک روز فرمایا کہ یہ جبہ جو سجادہ صاحب کے یہاں رکھا ہوا ہے حضرت شیخ عبدالقدوس نے پچاس سال تک زیب تن رکھا ہے بعض لوگوں نے حضرت شیخ کی خدمت میں .... عرض کیا کہ فقیری کچھ پرانے کپڑے پر نہیں ہے کہ آپ اسپر پیوند پر پیوند لگاتے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بخدا مجھے حلال کمائی کا کوئی کپڑا دستیاب نہیں ہوتا جس کو پہنوں اور اُسے اُتاروں۔ آخر آپ کے چند خدام حضرت جلال تھانیسری وغیرہ نے مزدوری کر کے چوبیس ٹکے اکٹھے کئے اور اُس کا کپڑا مول لیا جس میں سے ایک پاجامہ اور ایک کرتہ بنایا ان کو شیخ نے پہن لیا۔ پھر جب یہ پُرانے ہو گئے تو ان پر پیوند پر پیوند لگانے شروع کر دیے۔ پھر بعد میں کوئی کپڑا نہیں بنایا

حکایت (۲۵۲) ایک دن ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ نے اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ الحمد للہ میرے زمانہ میں ایک بزرگ ہیں شاید متقدمین میں بھی ایسا مجاہدہ کرنے والا کوئی نہ ہو۔ چالیس سال سے ہر روز صرف ایک بادام کھاتے ہیں اسی پر گذارا ہے اسکے سوا دنیا کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔

حکایت (۲۵۳) ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر فقر پر فاقے اُٹھائے ہیں۔ صاحبزادے بھوک کے مارے بلکتے چیختے اور روتے تھے اُن کی والدہ بہلانے کیواسطے چولہے پر خالی ہانڈی چڑھا دیتیں اور جب بچے بہت بیتاب ہو کر کھانے کا تقاضا کرتے تو اُن کو چمکارتیں اور تسلی دے کر فرماتیں دیکھو دیکھو پک کر چڑھا ہوا ہے گھبراتے کیوں جاتے ہو جب تمہارے والد آئیں گے [illegible] بچے روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مچلتے ہوئے کہتے [illegible] گھر چل کر کھانا کھلاؤ حضرت اُن کے ہمراہ گھر میں تشریف لاتے اور بیٹھ کر خود بھی اُن کے ساتھ آبدیدہ ہوتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ میرے گناہوں کے باعث [illegible] بچوں پر بھی مصیبت آئی یہی قصہ دن میں دو چار دفعہ ہوتا تھا۔

حکایت (۲۵۴) ایک مرتبہ فرمایا کہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ غشی کی

Marfat.com

کے بعد ذکر بالجہر کرنے بیٹھتے اور صبح تک کرتے تھے سو جس کا ذکر اتنا لمبا ہو اُس کا حال کتنا لمبا ہوگا۔

حکایت (۳۵۵) ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اور میرے گھر کے لوگوں نے فاقے اُٹھائے مگر الحمدللہ میں نے کبھی قرض نہیں لیا۔

(۲۷) اُستاذ العلما جناب مولٰنا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند قدس اللہ سرہ کی حکایات

حکایت (۳۵۶) خانصاحب نے فرمایا کہ جس زمانہ میں ملکہ کی تاجپوشی کا جلسہ ہوا اُس زمانہ میں مولوی محمد یعقوب صاحب دہلی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے میں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کہاں غائب رہتے ہیں فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ دہلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائیگا ہم اُس جگہ کو آباد کر دیں گے میں اس لئے اکثر شہر اور حوالی شہر میں گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویران مقامات آباد ہو جاویں۔ خانصاحب نے فرمایا کہ اُس جلسہ میں مولوی عبدالحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی اور مولوی فخرالحسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولوی عبدالحق صاحب نے اس مقام کے آباد ہونے کی کیفیت مولوی ناظر حسن صاحب سے بیان کی اور کہا کہ جس جگہ اس زمانہ میں دربار ہوا تھا اور جہاں جہاں مولوی محمد یعقوب صاحب پھرے تھے وہ جگہ اکثر آباد ہوگئی ہے۔

حاشیہ حکایت (۳۵۶) قولہ مجھے حکم ہوا ہے اقول یہ شان اقطاب التکوین کی ہوتی ہے بعض مقبولین کو قطبیت ارشادیہ کے ساتھ قطبیت تکوینیہ کا مرتبہ بھی عطا ہوتا ہے اور مولانا کی قطبیت ارشادیہ میں کوئی کلام ہی نہیں ہوسکتا (تشتت)

Marfat.com

حکایت (۳۵۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ چھتہ کی مسجد میں انار کے نیچے بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے اور میں پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ آپ مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔ حکیم عبد السلام ملیح آبادی ابن جناب مفتی حسین احمد صاحب (مفتی صاحب حدیث میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے شاگرد اور اچھے شاگردوں میں سے تھے اور شاہ غلام علی صاحب سے مستفیض تھے) حاجی محمد عابد صاحب سے باتیں کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ایک میرے دوست لکھنؤ کے باشندے نصف مجذوب مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ جب میرا مکہ جانیکا اتفاق ہوا تو واپسی کے وقت اُنھوں نے بہت شد و مد سے یہ فرمایا کہ تم یہیں رہو ہندوستان مت جاؤ اس واسطے کہ وہاں انقلاب ہو رہا ہے جو غدر سابق سے بڑھ کر ہوگا۔ یہ سنکر جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے چونک کر اور پیچھے کو مڑ کر اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ وہ کون ہیں اور اُن کو ہندوستان سے کیا تعلق ہے ہندوستان ہمارا ہے یا اُن کا۔ یہاں کچھ نہیں ہونے کا...... رات کو اُن کی دن کو اُن کی رات کو اُن کی دن کو اُن کی (یہ فقرہ کئی بار فرمایا) بوریا لپٹ جائے گا۔ جھاڑو پھر جائیگی۔ کسی قسم کا غدر نہیں ہوگا۔ اس پر حاجی محمد عابد صاحب نے حکیم عبد السلام سے کہا کہ سن لو یہ ہمارے مجذوب ہیں۔

حاشیہ حکایت (۳۵۷) قولہ وہ کون ہیں اقول یہ اُسی شان قطبیت کی فرع ہے (**ش ت**)

حکایت (۳۵۸) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت جناب مولوی محمد یعقوب صاحب مدرسہ میں اپنی درسگاہ میں پریشان اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے میں اور چند دوسرے اشخاص بھی اس وقت پہنچ گئے۔ مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ افوہ آج مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی میں نے عرض کیا [illegible] کیا حضور نے کچھ جواب) ارشاد فرمایا میں نے [illegible] کیا [illegible] داخل تھا) اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ [illegible] گستاخی [illegible] سنکر میں خاموش ہو گیا اور بہت کچھ استغفار اور معذرت کی بالآخر میرا قصور معاف ہو گیا۔ اس کے بعد آسمان نے ایک چڑیا یا کھٹولا (یہ مجھے یاد نہیں کہ

Marfat.com

آپ نے کیا فرمایا تھا) اُترا جس کی پٹیاں بیروے پائے سب الگ الگ تھے
میں نے عرض کیا کہ حضور میں سمجھ گیا۔ حضور نے فرمایا ہاں انتہا کلامہ الشریف خان
صاحب نے فرمایا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ میں حضرت مولانا نانوتوی بمرض الموت
علیل تھے۔ مولوی فخر الحسن نے اس واقعہ کو حضرت مولانا کی خدمت میں بیان
کیا تو آپ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے اور گھبرا کر فرمایا کہ اُفّو مولوی محمد یعقوب نے ایسا کہا توبہ
توبہ توبہ بھائی یہ انہیں کا کام تھا کیونکہ وہ مجذوب ہیں۔ اگر ہم ایسی گستاخی کرتے تو
ہماری تو گردن ناپ جاتی۔

حاشیہ حکایت (۳۵۸) قولہ کیونکہ وہ مجذوب ہیں **اقول** بعض
مراتب مجذوبیت میں ایسے اقوال داخل ادلال ہو کر عفو فرما دیے جاتے ہیں اور
بعض مجاذیب ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر جذب کا اثر کسی وقت ہوتا ہے۔ احقر نے
خود مولانا سے سُنا ہے کہ ایک بار خط لکھ کر میں نے دستخط کرنا چاہا تو اپنا نام بھول
گیا بجز جذب اور اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے (**تشت**)

حکایت (۳۵۹) خانصاحب نے فرمایا کہ حاجی منیر خانصاحب
تھانہ پوری (یہ صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب برادر خورد جناب مولوی محمد اسحٰق
صاحب ملقب بہ چھوٹے میاں صاحب سے بیعت تھے) اور فیض محمد خانصاحب
نواب وتاولی اور میانجی محمدی صاحب (یہ میرے اُستاد اور سید صاحب سے
بیعت تھے اور اورنگ آباد کے رہنے والے تھے) اور نواب قطب الدین خاں
صاحب اور میاں رحیم داد صاحب خورجوی اور مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی
یہ لوگ میں نے ایسے دیکھے جن کی ولایت کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی بلکہ
اُن کے چہروں ہی سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ حضرت اولیاء اللہ ہیں
اس پر میں ایک بات سُناتا ہوں۔ مراد آباد کی شاہی مسجد میں ایک صاحب امام
تھے مجھ سے اُن سے بہت ملاقات تھی اور وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ قرآن
بہت اچھا پڑھتے تھے حج بھی بہت کیے تھے مگر ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کو
عقیدت نہ تھی۔ بلکہ کچھ سوءِ عقیدت تھی ایک روز کسی پنجابی صاحب کے یہاں مولوی
محمد یعقوب صاحب قدس سرہٗ کی دعوت تھی دعوت میں میں بھی شریک تھا اور وہ

Marfat.com

امام صاحب بھی اور ہم لوگ دروازہ کے قریب بیٹھے تھے۔ جب کھانے سے فراغت ہوچکی تو ہم دونوں باہر آکر کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب کسی سے باتیں کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے نکلے امام صاحب نے جو مولانا کی صورت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ مجھے ان حضرات سے ناحق بداعتقادی تھی۔ اُن کی نورانی صورت اُن کی ولایت پر خود شاہد ہے ایسی نورانی صورت خدا کے خاص بندوں کے سوا دوسروں کی نہیں ہوسکتی اور اُن پر اسوقت ایک حالت طاری ہوئی جس سے وہ بیتاب ہوگئے اور ہائے ہائے کہتے ہوئے انہوں نے مولانا کے قدم پکڑ لئے اور بہت روئے۔

حاشیہ حکایت (۳۵۹) قولہ اُن کی نورانی صورت اقول قال الرومی ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی		نیک بیں باشی اگر اہل دلی	

قال الکاندھلوی فی ترجمتہ ؎

مرد حقانی کی پیشانی کا نور		کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور	(ست)

حکایت (۳۶۰) مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مراد آباد تشریف لاتے تو میں اور حافظ عطاء اللہ جتھاری سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے نواب محمود علیخاں کی بہت آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ جتھاری تشریف لا دیا مولانا نے فرمایا کہ ہمنے سُنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے یہاں جاتا ہے۔ نواب صاحب اسکو سو روپے دیتے ہیں۔ ہمیں وہ خود بلاتے ہیں اس لئے شاید دو سو دیدیں سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے ہم وہاں جاکر مولویت نام کو دھبہ نہ لگاویں گے۔ (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۳۶۱) فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ظرافت سے فرمایا کہ دیکھو بھائی تمبر کا نام کرلیا میں بھی آیا ہی اور یہ شعر پڑھا ؎ ستمبر ضعیفان مسکین مکن۔ الخ

حکایت (۳۶۲) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ قرآن وحدیث کا مدلول جو بے تکلف ناب ہر کے ذہن میں آجائے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد اپنے اہوا کی نصرت ہے۔

Marfat.com

حکایت (۳۶۴) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مُہر املی کے بیج کے برابر تھی لوگوں نے کہا کہ ذرا بڑی مُہر بنوا لیجئے۔ مولانا نے فرمایا کیا ہو گا یہ چھوٹی سی ہی ایسی ہے کہ اول اسکو تلاش کرتے ہیں جہاں یہ نہو بڑی بڑی مہریں اینٹ سی اینٹ کی بیکار سمجھی جاتی ہیں

حکایت (۳۶۵) فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مزاح میں فرماتے تھے کہ ولی ہونے میں تو میرے شک نہیں۔ مگر بگاڑنے کا ولی ہوں سنوارنے کا نہیں۔

حکایت (۳۶۶) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے مولوی مظہر الدین نامی نے جو میرے ساتھ موجز میں شریک تھے اور ریاست رامپور کے رہنے والے تھے ایک قصہ اپنے شہر کا بیان کیا کہ وہاں ایک شخص پر ایسا قبض شدید طاری ہوا کہ انہوں نے خودکشی کا ارادہ کیا اور کچھ تعجب نہیں ہے

بے دوست زندگانی ذوق چناں ندارد	ذوق چناں ندارد بے دوست زندگانی

بیچارے فن سے ناواقف تھے اس لئے وارد کی حقیقت کو نہ سمجھے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب کے پاس پہنچے اس وقت وہ مثنوی پڑھا رہے تھے انہوں نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا شیطان ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ اگر شیطان ہو تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ سنکر وہ سیدھے اُٹھے ہوئے قیامگاہ کو چلے گئے اور یہ سمجھ گئے کہ ایسے ایک شیخ کا بھی یہی فیصلہ ہے واقعی میں ایسا ہی ہوں اپنے وجود ناپاک سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیئے۔ مُرید سے بلا کر کہا کہ میں اپنا گلا کاٹوں گا اگر کچھ باقی رہجائے تو تم تکمیل کر دینا۔ چنانچہ انہوں نے حجرہ میں جا کر گردن کاٹ لی جب وہ مرچکے تو مُرید نے جو حصہ باقی رہا تھا اس کو بھی علیحدہ کر دیا۔ پولس نے مُرید کو گرفتار کر لیا۔ نواب صاحب والیٔ ریاست رامپور کے یہاں مقدمہ پیش ہوا۔ اُس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ مولوی ارشاد حسین صاحب کو خبر ہوئی اور انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔ نواب صاحب نے اُس مُرید کو چھوڑ دیا۔ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ سُنکر یوں فرمایا کہ ان کو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ اگر شیطان ہوں تب بھی کیا حرج ہے شیطان بھی تو انہیں کا ہے اس سے نسبت کہاں منقطع ہوئی

Marfat.com

اس سے قبض جاتا رہتا۔ کسی نے ہمارے حضرت سے عرض کیا کہ نسبت تو مقبولیت کی مطلوب ہے نہ کہ مردودیت کی۔ فرمایا یہ ان کا علاج تھا۔ اس سے اُن کا قبض جاتا رہتا۔ ایسے وقت حقیقت کی طرف نظر نہیں جاتی ہے۔ مخاطب کی خصوصیت کے اعتبار سے علاج کیا جاتا ہے اور اس رمز کو مصلحین خوب سمجھتے ہیں۔

حکایت (۳۷۷) فرمایا کہ مولٰنا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پڑھنے کا جسقدر شوق ہو اُس سے کچھ کم پڑھنا چاہیئے۔ شوق کو باقی چھوڑ دے اور مثال میں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو جب چکی پر تھوڑا آٹا گارہ جاتا ہے۔ تو پھر لوٹ آتی ہے اور جب بالکل نہیں رہتا تو نہیں لوٹتی۔

حکایت (۳۷۸) فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ماہانہ امتحان نہ لیتے تھے جب مہینہ ختم ہوتا تو پرچہ امتحان کا منگا کر بلا امتحان ہی سب کے نمبر لکھدیتے تھے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت بلا امتحان ہی نمبر لکھدیتے ہیں۔ فرمایا مجھے سب کی لیاقت معلوم ہے (مالک اپنے بچھڑے کے دانت خوب جانتا ہے) اور اگر کہو تو لاؤ سب کا امتحان بھی لیلوں۔ مگر یاد رکھو کہ اس سے کم ہی نمبر آئیں گے مولانا کا رعب بہت تھا سب طالب علم چپ ہی جو ہو گئے۔

حکایت (۳۷۹) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے سبق پڑھانے کے اندر آنسو کثرت سے جاری ہو جاتے تھے ایک دفعہ ہمنے چاہا کہ مولانا سے مثنوی شروع کریں تو مہتمم صاحب نے فرمایا کہ اُنہیں مدرسہ میں بیٹھنے دو گے یا نہیں اگر مثنوی پڑھانے لگے تو جنگلوں کو نکل جائیں گے آگ بھڑک اُٹھے گی۔

حکایت (۳۸۰) فرمایا ایک مرتبہ اجمیر میں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کو تشریف لا رہے تھے راستہ میں کان میں کھڑ کھڑ دھان کوٹنے کی آواز آئی۔ بس مولانا کو وہیں وجد ہو گیا۔

کسانیکہ یزداں پرستی کنند		بر آواز دولاب مستی کنند	

حکایت (۳۸۱) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحب مہینہ کی مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک طرف سے کسی غمزدہ عورت کے رونے کی آواز آئی بس وہیں وضو کرتے کرتے اس غمزدہ کی گریہ سے مولانا کی حالت بدل گئی

حکایت (۳۸۲) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے صاحبزادے مولوی علاؤالدین صاحبؒ میرے ساتھ پڑھتے ہیں اور میرے ساتھ ہی دستاربندی ہوئی ہے اگر زندہ ہوتے تو مولانا .... کے جانشین ہوتے امتحان میں اُن کے نمبر مجھ سے کم تھے۔ لوگ یہ چاہتے تھے کہ چونکہ یہ مولانا کے صاحبزادے ہیں۔ اس لئے دستاربندی میں مجھ سے اُن کی (یعنی مولوی علاؤالدین) کی تقدیم ہو جائے اس پر حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ جس کا استحقاق ہے وہی ہو گا۔

حکایت (۳۸۳) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ کے صاحبزادے مولوی علاؤالدین کا انتقال خاص بقرعید کے روز ہوا ہے نماز سے پہلے اُن کی بہت غیر حالت تھی جب نماز کا وقت آیا تو مولانا یہ کہکر کہ اللہ کے سپرد اللہ خاتمہ بالخیر کرے نماز میں پہنچ گئے نماز میں دیر نہ کی حالانکہ مولانا کی وجاہت ایسی نہ تھی کہ اگر کتنی ہی دیر فرماتے تب بھی لوگوں کو گراں نہ ہوتا مگر ایسا نہیں کیا وقت پر پہنچے۔

حکایت (۳۸۴) فرمایا کہ جس زمانہ میں دیوبند میں وبا پھیلی ہے۔ تو اس زمانہ وبا میں مولانا محمد یعقوبؒ کے گھرانے کے چودہ آدمی مرے تھے مگر مولانا بہت ہی متحمل رہے۔ ذرا تزلزل اپنے اندر نہیں آنے دیا۔ البتہ ایک دفعہ تو وضو کرتے ہوئے میں نے یہ شعر پڑھتے سُنا تھا کہ آپ ایک خاص شان سے اس کو پڑھ رہے تھے

غیر تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نر خونخوارۂ

حکایت (۳۸۵) فرمایا کہ جس زمانہ میں دیوبند میں ہیضہ پھیلا ہے تو اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ نے ایک پیشین گوئی کی تھی اور لوگوں سے یہ فرمایا تھا کہ یہاں ایک وبا آنے والی ہے اگر ہر چیز میں سے صدقات کئے جاویں تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ بلا ٹل جاوے۔ بعض اہل دیوبند نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کچھ ضرورت ہو گئی ہے۔ اسکی خبر کسی نے مولانا کو کہہ دی تو مولانا کو اس پر بہت غیظ آیا اور فرمایا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند۔ اس جملہ کو چند بار تکرار فرمایا۔ اس وقت حاجی محمد عابد صاحبؒ حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے اس کلمہ کو سُن رہے تھے۔ وہ گھبرا کر

باہر نکلے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا فرما رہے ہو۔ مولانا نے دریافت فرمایا کہ کیا کہا ہے۔ حاجی محمد عابد صاحب نے وہی جملہ سنا دیا۔ کہ یوں فرما رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا کہ اب تو یوں ہی ہوگا۔ اس کے بعد اس کثرت سے وبا پھیلی کہ بیس بیس پچیس پچیس جنازوں کی نماز ایک دفعہ ہوتی تھی۔ بس دیوبند خالی ہی ہوگیا۔ جب یہ وبا ختم ہوگئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ میرا بھی وقت آگیا کیا ابھی دیر ہے۔ بس اسکے بعد اپنے وطن نانوتہ پہنچے اور وہیں جاکر مبتلائے مرض ہوکر واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکایت (۴۸۶) فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لیجا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہوجاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لیگئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہوکر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جاکر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتہ پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لیجانا بند کردیا۔

حکایت (۴۸۷) فرمایا کہ میرٹھ مطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہما ایک جگہ ہی ٹھیرے ہوئے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو نیچے کے درجہ میں تھے اور مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اوپر کے درجہ میں تھے کہ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو جو سیانی تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے (چونکہ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور تھے اور مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مشہور نہ تھے کسی نے ان ہی کا پتہ دیدیا) عرض کیا کہ یہ میری چھوکری ہے مدت سے بیمار چلی جارہی ہے۔ میری اوقات بسر اسی پر ہے۔ آپ اسے تعویذ یا دعا

Marfat.com

کر دیجئے (مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ نے یوں چاہا کہ نہ تو میری وضع میں فرق آوے نہ اس کی دل شکنی ہو اُس سے فرمایا کہ اوپر ایک بزرگ ہیں تم اُن کے پاس لیجاؤ۔ یہ اوپر پہنچی۔ مولانا محمد یعقوب نے پوچھا کیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میری یہ لڑکی ہے اس کو مرض ہے اور میری اسی پر کمائی ہے۔ آپ دعا یا تعویذ کر دیجئے۔ مولانا محمد یعقوب نے نہ معلوم دعا کی یا تعویذ دیا اور اُسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور پوچھا کہ اُسے کس نے بھیجا ہے۔ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ تو فرمانے لگے کہ بڑے متقی نکلے۔ اپنے تقویٰ کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیجدیا۔ اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے۔ خدا کے فضل سے اس کی چھوکری کو آرام ہو گیا تو وہ مٹھائی لائی اور سیدھی اوپر مولانا کے پاس پہنچی۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضرت آپ کی دعا سے میری لڑکی کو صحت ہو گئی۔ یہ مٹھائی شکریہ میں لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا رکھدو چنانچہ وہ رکھ کر چلی گئی۔ مولانا نیچے تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حرام کمائی کی ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ مساکین کا حق ہے۔ اغنیا کا حق نہیں۔ جس کا دل چاہے لے لے (ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھئے شریعت و طریقت سب جمع کر دی)۔

حکایت (۳۸۸) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ قیامت کے دن جب جنت نہ بھرنے کی شکایت کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اور اُسے بلا عمل جنت میں داخل کریگا۔ تو یہ لوگ تو بڑے مزے میں ہوں گے۔ فرمایا اُنہیں کیا خاک مزہ ہو گا۔ وہ راحت کا لطف کیا اُٹھائیں گے۔ جو راحت بعد کلفت کے حاصل ہو اُس میں لذت ہوتی ہے جنت میں آرام و چین ہمکو ہو گا جو مختلف شدائد و آلام۔ مصائب و نوائب جھیلے ہوئے ہیں ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(جامع)

حکایت (۳۸۹) فرمایا کہ ایک مشہور شعر ہے ؎

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند
روز و شب در زق زق و در بق بق اند

ے مولانا محمد یعقوبؒ اس شعر کی شرح یوں فرماتے تھے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مولانا
نے اہل دنیا کو کافر کہا ہے بلکہ کافران مطلق کو اہل دنیا کہا ہے۔ یعنی پورے اہل دنیا
ہی ہیں جو کافر ہیں حاصل یہ کہ اہلِ دنیا مبتدا اور کافران مطلق خبر نہیں بلکہ اس کا عکس
ہے (منقول از اشرف التنبیہ)

از اضافہ مولانا محمد نبیہ صاحب ٹانڈی

حکایت (۳۹۰) ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوبؒ گنگوہ تشریف لائے۔ مغرب
کی جماعت کھڑی تھی اور غالباً مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ امامت کیلئے مصلے پر پہنچ چکے
تھے مولانا محمد یعقوبؒ کو دیکھ کر مولانا پیچھے تشریف لے آئے اور ان کو امام بنایا۔ مولانا
محمد یعقوبؒ کے چونکہ سفر سے آرہے تھے پاؤں پر کچھ گرد تھی۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے
رومال لیکر آپ کے پاؤں جھاڑنا شروع کئے اور آپ تسبیح پڑھتے رہے ذرا جنبش نہ
ہوئی (از تحریرات بعض ثقات) (منقول از اشرف التنبیہ)

(۲۸) استاذ العلماء جناب مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی صدر مدرس و بانی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور قدس اللہ سرہ کی حکایات

حکایت (۳۹۱) والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا محمد مظہر صاحب
نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ دونوں سے عمر
میں بڑے تھے) خواب دیکھا کہ ایک تخت ہے جس کے صدر پر حضرت گنگوہیؒ اور
حضرت نانوتویؒ تشریف رکھتے ہیں مولانا نے یہ خواب ایک عریضہ میں لکھ کر بیعت کی درخواست بھیجی تھی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ
کردیا۔ حضرت نے جواب میں خواب کی تعبیر یہ تحریر فرمائی کہ دونوں میں سے کسی

بیعت کرلو چنانچہ مولانا محمد مظہر صاحب حضرت نانوتوی کے پاس خط لیکر آئے کہ مجھے بیعت کرلو۔ اُنہوں نے گھبراکر فرمایا کہ آپ ہی مجھے بیعت فرمالیں فرمایا کہ یہ خط ہے اور حکم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کو صحیح مشورہ دیتا ہوں کہ گنگوہ تشریف لے جائیں وہاں گئے اول تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قائل فرمایا مگر پھر بیعت فرمالیا۔

(منقول از روایات الطیب)

(۲۹) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۳۹۲) حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ باطنی مدارج میں مولانا رشید احمد صاحب سے کم نہیں ہیں بلکہ برابر ہیں فرق صرف علم کا ہے کہ وہاں ہے یہاں نہیں۔

حکایت (۳۹۳) حضرت والد مرحوم نے فرمایا کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی حضرت نانوتوی کے خلاف نہیں کیا ایک دن میں چھتہ کی مسجد میں حاضر ہوا حضرت احاطہ مسجد میں ہولے بیٹھے ہوئے تناول فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ آئیے مولانا میں نے عرض کیا حضرت میرا تو روزہ ہے تھوڑی دیر تامل فرماکر پھر یہی فرمایا کہ آئیے مولانا میں فوراً بلا تامل کھانے بیٹھ گیا حالانکہ عصر کی نماز ہو چکی تھی افطار کا وقت قریب تھا حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے زائد آپ کو ثواب عطا فرمائے گا جتنا کہ روزہ میں ہوتا چنانچہ مجھے اس افطار کے بعد کچھ ایسی کیفیات و لذات محسوس ہوئیں کہ میں نے کبھی صوم میں نہیں دیکھی تھیں۔

(منقول از روایات الطیب)

Marfat.com

(۴۰) جناب مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

مع رسالہ نیل المراد و رسالہ الصدق المتین

حکایت (۳۹۴) فرمایا کہ بزرگ بھی منتظم اور غیر منتظم اور دنیا دار بھی منتظم اور غیر منتظم دونوں میں دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔ بعضوں کے یہاں انتظام ہوتا ہے۔ بعضوں کے یہاں نہیں ہوتا ہے۔ مولانا فضل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حساب کی کوئی یادداشت ہی نہ تھی۔ ایک بقال کے یہاں سے سامان آتا تھا جو وہ تبلا دیتا تھا وہ آپ دیدیتے تھے۔ آپ کچھ پوچھتے ہی نہ تھے چاہے وہ کتنا ہی بتلا دے۔ آپ کے وصال کے بعد ایک مجلس تعزیت میں وہ بنیا آیا اور کہا کہ میرا چھ ہزار روپے کا حساب مولانا کی طرف ہے۔ مہمانوں میں ایک راجہ صاحب بھی تھے انہوں نے تھیلی چھ ہزار کی مولانا کی قبر پر رکھدی اور بنئے سے کہا کہ اگر تیری رقم واجب ہو تو اٹھالے اس نے تھیلی اٹھالی اور ہمارے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو وصیت نامہ لکھا ہے تو اس میں یوں لکھا ہے کہ بندہ کے ذمہ قرض نہیں ہوا کرتا ہے حالانکہ مولانا کے یہاں بھی اول اول فاقے ہوئے ہیں۔ مگر منتظم بہت تھے۔

حکایت (۳۹۵) فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مفقود الخبر کی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب بتلا دیا۔ سائل نے عرض کیا اس میں تو بڑا حرج ہے اور دین میں حرج نہیں مولانا نے فرمایا کہ جہاد میں تو اس سے بھی زیادہ حرج ہے اس کا شریعت میں حکم کیوں ہے بڑے آئے حرج حرج کرنے والے جاؤ اپنا کام کرو ہمارے حضرت مولانا [illegible] کہ دیکھئے مجذوب تھے مگر بات کیسی عمدہ فرمائی۔ ہمارے حضرت [illegible] تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ عارف کا ہذیان بھی عرفان ہوتا ہے۔

حکایت (۳۹۶) فرمایا ایک مولوی صاحب تھے مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حسین عرب کے شاگرد تھے حافظ [illegible]

اچھا تھا مگر ڈاڑہی منڈاتے تھے بلکہ ڈاڑھی والوں کی مذمت بیان کیا کرتے تھے یہ مو
رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حدیث کی سند دینے ا
مولانا نے فرمایا تھا کہ آپ کو حدیث کی سند دینا جائز نہیں ہے۔ بس فوراً چلے گئے
اور مولنا فضل الرحمن صاحب سے جاکر سند لیلی اور حضرت گنگوہی کو لکھا
دیکھو تم نے سند نہ دی تو کیا ہم کو ملی نہیں۔ ہمارے حضرت ..... نے فرمایا کہ مولٰنا
فضل الرحمٰن کے یہاں غلبہ استغراق کی سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا
کبھی خیال ہوگیا تو مستحبات پر پکڑ ہو گئی ورنہ فرائض و واجبات پر بھی نکیر نہ فرمائی
ایک مرتبہ ایک شخص نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھدیا۔ بس اُسے بیل اور یہ اور
کہنا شروع کردیا۔ مولانا ...... سے بڑے بڑے عہدہ دار داڑھی منڈ مرید تھے اور
اس پر التفات نہ تھا۔ مولانا مجذوب تھے۔

حکایت (۳۹۷) فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
صاحب کشف تھے۔ مگر کشف دائی نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ اُن کے پیچھے ایک شخص
بالوں کی ٹوپی اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا بعد سلام اُسے دیکھ کر فرمایا کہ ارے ننگے
سر نماز مکروہ ہوتی ہے اُس نے عرض کیا کہ حضرت ننگے سر نہیں ہوں بالوں کی
ٹوپی اوڑھ رہا ہوں بس چپ ہو گئے (جامع کہتا ہے) ؎

گہے بر پشت پائے خود نہ بینم		گہے بر طارم اعلیٰ نشینم

حکایت (۳۹۸) فرمایا کہ مولنا فضل الرحمن پر جذب کا غلبہ بہت
رہتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے پوتے کی شادی تھی اور لوگ جمع ہو رہے تھے۔ پوچھا
کہ یہ آدمی کیسے جمع ہو رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے پوتے کی شادی ہے
پھر تھوڑی دیر کے بعد پوچھا تو لوگوں نے وہی جواب دیا۔ فرمایا ہاں ابھی تو ہمنے
پوچھا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد پوچھا لوگوں نے وہی عرض کر دیا فرمایا ہاں ابھی تو
ہمنے پوچھا تھا اچھا اب سے ہمیں جواب نہ دینا بار بار کوئی کہاں تک بتائے۔ حاجی
وارث علی شاہ بھی اُن سے ملنے گئے تھے وہ نماز نہ پڑھتے تھے بس سُنا ہے کہ نماز
جاکر پڑھی تھی۔

حکایت (۳۹۹) فرمایا کہ ایک دفعہ لفٹنٹ گورنر نے مولانا فضل الرحمن

صاحب سے ملنے کی اجازت چاہی آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں اُن کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہوگا اچھا ایک کرسی منگا لینا لفٹنٹ گورنر کی طرف سے تاریخ اور وقت بھی مقرر ہو گیا اور آپ لوگوں سے یہ کہکر بھول بھی گئے۔ یہانتک کہ لفٹنٹ گورنر مع چند حکام کے آموجود ہوئے۔ سب کھڑے تھے ایک میم بھی کھڑی تھی مولانا نے ایک اُلٹے گھڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بی تو اسپر بیٹھ جا لفٹنٹ گورنر نے کچھ تبرک مانگا آپ نے ایک خادم سے فرمایا کہ بھائی دیکھو میری ہنڈیا میں کچھ ہو تو ان کو دیدو اس میں کچھ چورہ مٹھائی کا نکلا۔ بس سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا سب نے ادب اور خوشی سے قبول کیا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اجازت چاہی اور رخصت ہو گئے چلتے وقت نصیحت کی درخواست کی فرمایا کہ ظلم مت کرنا۔

حکایت (۴۰۰) فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک شخص مٹھائی کا دونہ لایا اور حضرت کے سامنے پیش کیا حضرت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اُس نے عرض کیا کہ گانے بجانے کا کام کرتا ہوں فرمایا مردود ہمیں حرام کھلاتا ہے اور اس زور سے ٹھوکر ماری کہ دونہ کتنی دور جا کر گرا۔

حکایت (۴۰۱) فرمایا کہ زمانہ جنگ روم و روس میں مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص زیارت کو آئے اور ساتھ ہی ایک شخص کا خط بھی رومیوں کی فتحیابی کے لیے لائے کہ حضرت دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ رومیوں کو روسیوں کے مقابلہ میں غلبہ دے اُن کے خط دینے سے پہلے ہی حضرت نے فرمانا شروع کیا کہ واہ صاحب بڑے آئے ہیں دعا کر دو دعا کر دو کیا روسی خدا کے بندے نہیں ہیں رومی ہی ہیں ایک آدمی تو شہید ہوتا ہے تمہارا کیوں دم نکلتا ہے (پھر اس شخص کو خط دینے کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ جواب تو ہو ہی گیا)

حکایت (۴۰۲) فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن صاحبؒ مجذوب صاحب حال تھے ایک شخص اُن کے پاس دعا کو حاضر ہوا ابھی آپ دعا کرنے نہ پائے تھی کہ فریق مخالف بھی دعا کے لئے حاضر ہوا اور ظاہر ہو گیا کہ یہ فریق ثانی ہے اب انکار کس سے کریں۔ یہ کیسے معلوم ہو کون حق پر ہے۔ پس فوراً ہاتھ اُٹھا کر دعا کی دلے

اللہ جس کا حق ہو اُسے دلوا دے۔ اب یہ کس کا مُنہ تھا کہ غیر حق کیواسطے دعا کو کہے ان حضرات کے اندر عقل بھی کامل ہوتی ہے۔ یہ لوگ ہیں عرفاء عقلاء۔ حالانکہ مجذوب تھے مگر بات کیسی حکمت کی کہی (منقول از اشرف التنبیہ)

از اضافہ احقر ظہور الحسن غفرلہ

نیل المراد فی السفر الیٰ گنج مراد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔ اما بعد ۱۴۔ رمضان ۱۳۵۲ھ کو دوشنبہ کے دن صبح کیوقت حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ محی الطریقۃ مولانا الحافظ الحاج المفسر المولوی اشرفعلی صاحب نے بمقام خانقاہ امدادیہ واقع تھانہ بھون فرمایا کہ مجھکو دو مرتبہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمتمیں حاضر ہونیکا شرف حاصل ہوا ہے یقین کیساتھ تو ماہ و سنہ یاد نہیں ہیں لیکن گمان غالب سے کہتا ہوں کہ اول مرتبہ جب حاضر ہوا ہوں تو ۱۳۰۱ھ تھا اور مہینہ بھی ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ تھا۔ کیونکہ مجھے اتنا یاد ہے کہ یہ حاضری تعلق ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی اور تعلق کانپور کا زمانہ آخر صفر تھا جو قرب میلاد کا زمانہ تھا اور اکثر لوگ میلاد کے مسئلے مجھ سے دریافت کیا کرتے تھے میں نیا نیا مدرس ہو کر کانپور گیا تھا بعض وجوہ سے دو مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ کیا گو بعد کو مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا اسی زمانہ میں جبکہ کانپور کو چھوڑنے کا قصد کر لیا تھا یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنیکا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ایک طالب علم مہدی حسن تھے جو قرآن شریف پڑھا کرتے تھے اُن کو ہمراہ لیکر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا اُناؤ تک ریل سے مسافت طے کی باقی رستہ ٹٹو سے قطع کیا۔ راستہ کچھ اچھا نہ تھا ایسا ہی تھا کوئی باقاعدہ سڑک نہ تھی اور اسپر طرہ یہ کہ ہم دونوں راستہ سے واقف نہ تھے نہ کوئی پتہ نشان کسی سے پوچھا تھا یونہی چل کھڑے ہوئے تھے اور ٹٹو والا افیونی تھا وہ پینک میں کہیں پیچھے رہ گیا۔ ہم اکیلے چلے جا رہے تھے لیکن ہم دونوں رستہ سے ناواقف تھے ناواقفی کی وجہ سے کئی جگہ رستہ بھولے جب کوئی گاؤں نظر آتا۔ اُس میں جاکر راستہ پوچھتے پھر آگے چلتے۔ غرض کئی جگہ شبہ ہوا اس شبہ اور دھوکہ ہی میں دن ختم ہو گیا اور

راستہ ہی میں آفتاب غروب ہوگیا رات ہوجانیکے بعد ہماری پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگیا لیکن برابر چلتے ہی چلے گئے کیونکہ شوق زیارت کا شدت کا تھا۔ خدا خدا کرکے پہنچے۔ عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ مولانا مسجد سے حجرہ میں تشریف لیجا چکے تھے خادم کے ذریعہ سے اطلاع کرائی گئی حضرت نے بُلا لیا اور میں نے رفیق کو اسباب کے پاس چھوڑا اور خود اسی خادم کی ہمراہ حاضر ہوگیا اتنا یاد ہے کہ وہاں ایک جانب تخت بچھا ہوا تھا جس کے پاس ایک بوریا بھی بچھا ہوا تھا اور حضرت مولانا ایک دوسری جانب چار پائی پر تشریف فرما تھے میں سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔ اور سلام عرض کیا۔ جواب دینے کے بعد اپنے مخصوص لہجہ میں بہت تیزی سے ایک ساتھ تین سوال کئے۔ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ حضرت مولانا کا لہجہ طبعی طور پر سادہ تھا۔ مزاج میں سادگی بہت تھی۔ عرفی تکلف کے پابند نہ تھے صاف طبیعت تھے گفتگو میں لہجہ ذرا تیز ہوتا تھا۔ خصوص اُسکے ساتھ جو معتقد ہوکر جائے جیسے میں گیا تھا اور وہاں تو اکثر لوگ معتقدانہ ہی حاضر ہوتے تھے۔ ایسا لہجہ تھا کہ اگر کوئی اجنبی شخص دیکھے تو یہ گمان کرے کہ مولانا غصہ فرمارہے ہیں حالانکہ یہ بات نہ تھی جس کو دو چار بار حاضری کا اتفاق ہو جاتا تھا وہ تو اچھی طرح سمجھ لیتا تھا کہ حضرت کا لہجہ ہی ایسا ہے۔ لطف و عنایت کی گفتگو میں بھی اکثر لہجہ کی یہی کیفیت ہوتی تھی غرض مولانا نے تیز لہجہ میں یہ تین سوال ایک ساتھ کئے کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ میں نے بھی علی الترتیب ادب کے ساتھ ان تینوں سوالوں کے جواب میں عرض کیا کہ میں ایک طالب علم ہوں۔ کانپور سے آیا ہوں۔ زیارت کو حاضر ہوا ہوں یہ سُنکر اور تیز ہوئے اور فرمایا بڑے آئے زیارت والے۔ ارے یہ کوئی زیارت کا وقت ہے ایسے وقت کسی کی زیارت کو آیا کرتے ہیں آدمی کو چاہیئے کہ ذرا سویرے آئے دوسرا کچھ روٹی وغیرہ کا انتظام تو کر سکے اب بتلاؤ تمہارے لئے کھانا کہاں سے لاؤں۔ تمہیں خدا کا خوف نہ آیا۔ تم کو زمین نہ نگل گئی۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے جو اپنے دلکو دیکھا تو مطلق کسی قسم کی کوئی شکایت یا رنج نہ پایا بلکہ اس سے زیادہ بھی کہہ لیتے تب بھی ذرا نا گوار نہ ہوتا۔ کیونکہ خاص عقیدت کیساتھ حاضر ہوا تھا اور عقیدت کا خاصہ یہی ہے گو میرے پاس عذر تھا لیکن میں نے اُس وقت کچھ عرض کرنا خلاف ادب سمجھا یہ ایک تنبیہ تھی سو میں اس کا کیا جواب دیتا چپ کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا۔ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں ہیں۔ فرمایا اچھا جاؤ۔ بازار سے کچھ لیکر کھالو اور صبح چلے جاؤ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ اس ارشاد کے بعد خادم سے کہا انہیں لیجا کر فلاں مکان میں

Marfat.com

ٹھیرادو۔ چنانچہ ہم لوگ ساتھ ہو لئے اور اُس نے لیجاکر ایک جگہ دکھادی۔ ایسا خیال ہے کہ وہ ایک عام جگہ تھی محفوظ جگہ نہ تھی سہ دری سی تھی۔ خیر میں معہ ٹٹو اور رفیق کے وہاں چلا گیا اور سامان اتارنے لگا یہی ارادہ تھا کہ بازار سے لیکر کچھ کھالیں گے اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک خادم آیا اور کہا کہ مولانا نے یاد فرمایا ہے میں نے دل میں کہا کہ کچھ اور یاد آیا ہو گا۔ لیکن میں نے دلمیں کہا کہ بھائی سُننے کو تو ہم آئے ہی ہیں۔ میں ساتھ ہو لیا اور جاکر سامنے کھڑا ہو گیا۔ فرمایا "بیٹھ جاؤ" مگر لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔ حالانکہ اس وقت لطف اور شفقت موجود تھی جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہو گا کچھ لہجہ ہی ایسا تھا وجہ یہ ہے کہ طبیعت میں سادگی تھی تصنع اور تکلف نہ تھا میں یہ ارشاد سُنکر تخت کے پاس جو چٹائی بچھی ہوئی تھی اُس پر بیٹھ گیا۔ فرمایا اجی یہاں آجاؤ۔ تخت پر بیٹھو میں حسب ارشاد اُٹھ کر تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر خادم سے فرمایا کہ انکے لئے ہماری بیٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ۔ چنانچہ خادم اُسی وقت جاکر کھانا لایا ایک پیالہ میں سالن تھا۔ غالباً ارہر کی دال تھی اور اسی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جب خادم نے کھانا میرے سامنے لاکر رکھا تو مولانا نے دیکھ لیا حالانکہ چراغ کی روشنی بھی کم تھی اور میں بھی کسی قدر فاصلہ پر تھا نگاہ حضرت کی اس عمر میں بھی بہت اچھی تھی کھانا دیکھ کر خادم سے فرمایا بدتمیز یوں کھانا لایا کرتے ہیں مہمان کے واسطے۔ ارے روٹی الگ طباق میں لاتا۔ سالن علیحدہ برتن میں لاتا۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھکر لے آیا۔ خادم نے عرض کیا کہ میں نے طباق ڈھونڈا ملا نہیں فرمایا جھوٹ بولتا ہے ارے فلانے طاق میں رکھا نہیں ہے۔ یہ غالباً کشف سے فرمایا۔ مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا۔ خادم یہ سُنکر دوڑا ہوا گیا اور طباق لے آیا ورنہ سب روٹیاں ہاتھ میں لیکر کھانا پڑتی۔ جب میں نے کھانا شروع کر دیا تو فرمایا کیا کھانا ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔ فرمایا سبحان اللہ یہ تو بڑی نعمت ہے۔ تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو۔ تم نے مولوی محمد یعقوب سے پڑھا ہے۔ مولانا کو کشف ہوا۔ پھر فرمایا بہت اچھے آدمی تھے یہ گویا مولانا نے بہت بڑی تعریف کی۔ کیونکہ مولانا مبالغہ تعریف میں نہ کرتے تھے اتنا فرمانا کہ بہت اچھے آدمی تھے بہت بڑی تعریف ہے اس سے حضرت مولانا کا تعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ثابت ہو گیا۔ غرض فرمایا کہ تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو تم کو معلوم ہے کہ صحابہ کی کیا حالت تھی؟ ایک ایک چھوارہ کھاکر جہاد کرتے تھے اور دن دن بھر لڑتے تھے۔ جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑھا تو جوش میں آکر کھڑے ہو گئے۔ عادت یہی تھی کہ بزرگان دین کے تذکرہ

Marfat.com

کیوقت جوش میں آجایا کرتے تھے۔ غرض جوش میں کھڑے ہوگئے اور پاس آکر میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہؓ کا تذکرہ کرتے رہے میں کھانا کھاتا رہا۔ ایسا خیال پڑتا ہے کہ ایک آدھ شعر بھی پڑھا۔ پھر اسکے بعد فرمایا کہ بیر کھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا تبرک ہی۔ فرمایا اجی تبرک و برک کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہوجاتا میں نے عرض کیا حضرت نہیں۔ پھر وہاں سے چلے اور ایک برتا ہوا بدھنا اٹھا کر لے آئے جس میں پیوندی بڑے بڑے بیر تھے اور لاکر میرے سامنے الٹا کر دیا اور کہا کھاؤ۔ پھر بطور مزاح کے فرمایا کہ کبھی دلمیں کہتے آپ ہی کھالئے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی۔ جب میں کھانے سے فارغ ہوگیا تو فرمایا اچھا جاؤ عشاء پڑھ کے سو رہنا۔ اب صبح کو ملاقات ہوگی۔ پھر مولانا اس وقت تشریف لیگئے خبر نہیں کہاں حجرہ میں یا مکان کے اندر۔ ہاں! حضرت نے کانپور سے گنج مراد آباد تک تصد کے متعلق بھی کچھ سوال کیا تھا اور میں نے جواب بھی دیا تھا اور اسپر حضرت نے کچھ اصلاح بھی فرمائی تھی لیکن تفصیل یاد نہیں نہ سوال نہ جواب نہ حضرت کی اصلاح کچھ یاد نہیں۔ پھر میں نے نماز پڑھی اور جائے قیام پر چلا گیا اور سو رہا صبح کی نماز مولانا کے پیچھے پڑھی مولانا نے اسفار میں نماز پڑھی تھی اور خود امامت فرمائی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ پھر ہم لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ آفتاب اچھا اونچا ہوگیا۔ میرے سامنے مولانا نے نوافل نہیں پڑھے۔ پھر اٹھ کر ایک صاحب کیطرف متوجہ ہوئے جو سامنے کھڑے تھے۔ وضع سے کوئی رئیس معلوم ہوتے تھے مگر ثقہ صورت ڈاڑھی بھی نیچی۔ چوغہ بھی اور پائینچے بھی ٹخنے سے اوپر۔ سردیوں میں اکثر لباس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ رئیس ہے یا معمولی حیثیت کا شخص بہرحال مولانا نے انکی جانب متوجہ ہوکر فرمایا "تم کب جاؤ گے"۔ انہوں نے کہا جمعہ کی نماز پڑھکر جاؤں گا۔ فرمایا یہاں جمعہ پڑھکر کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا تو میں جمعہ اور کہاں پڑھوں گا۔ وہ بھی کوئی بے تکلف اور پرانے آنے جانیوالے معلوم ہوتے تھے۔ مولانا نے فرمایا ہمیں کیا خبر کہاں پڑھو گے۔ ہم کوئی ٹھیکہ دار ہیں تمہارے جمعہ کے۔ لوگوں کو شرم نہیں آتی منہ پر ڈاڑھی لگا کر پرائے ٹکڑوں پر پڑتے ہیں۔ وہ بھی بہت ہی بے تکلف تھے انہوں نے کہا میں تو نہیں جاتا۔ یہ سن کر حضرت ان کا شانہ پکڑے ہوئے اور زور لگائے ہوئے لیچلے اور فرمایا نکلو یہاں سے (اس مقام پر پہنچکر حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی نے فرمایا کہ مجھے تو حضرت کی ساری باتیں اچھی معلوم ہوتی تھیں ممکن ہے کوئی بدفہم یا معاند اس قسم کے واقعات سے حضرت مولانا کے اخلاق پر شبہ کرے۔ ہمیں تو بزرگوں کی

Marfat.com

ساری ہی باتیں محبوب معلوم ہوتی ہیں جسکو ذوق نہو وہ جو چاہے سمجھے۔ غرض وہ شخص چلے گئے
وہاں سے تو چلے گئے خبر نہیں قصبہ سے بھی چلے گئے یا نہیں۔ میں نے دلمیں کہا کہ اب شاید
میرا نمبر ہو۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں جاتا ہوں فرمایا بہت اچھا۔ میں چلا تو مولانا
ساتھ ساتھ چلے۔ میں سمجھا اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے اُسی جانب تشریف لیجا رہے ہیں۔ یہ
گمان نہ تھا نہ اپنے آپ کو اہل سمجھتا تھا کہ مشایعت کیلئے ساتھ ہیں۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہی
غرض تھی۔ کیونکہ رستہ میں مہمانوں کے ٹھیرنیکا جو مکان آتا حضرت دریافت فرماتے کیا یہاں
ٹھیرے ہو۔ حتیٰ کہ وہ سہ دری آگئی جس میں میرا قیام تھا۔ میں وہاں رُک گیا تو مولانا بھی وہاں ٹھیر
گئے۔ اور فرمایا ٹٹو منگاؤ اور سامان لاؤ۔ میں نے رخصتی مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے
لیئے دعا کیجئے۔ فرمایا ہمنے تمہارے لیئے دعا کی ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کچھ
پڑھنے کو تبلا دیجئے فرمایا قل ھو اللہ شریف اور سبحان اللہ وبحمدہٖ دو دو سو بار پڑھ
لیا کرو۔ اوروں سے بھی سُنا کہ حضرت مولانا طالبین کو اکثر یہی پڑھنے کو بتایا کرتے تھے کیونکہ
حدیث شریف میں ان چیزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے اس کے بعد میں معہ اپنے رفیق کے ہاں
سے چلا آیا چونکہ میں مسافر تھا جمعہ میرے ذمہ تھا ہی نہیں اسلئے فوت کا افسوس بھی نہیں ہوا
وہاں سے آجانیکے بعد ہی مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھ کو کانپور میں باصرار روک لیا
گیا۔ ورنہ پہلے تو یہ خیال تھا کہ اب کانپور چھوڑ رہا ہوں حضرت سے مل آنا چاہئے ممکن ہے
پھر نہ حاضری ہو۔ غرض میرا کانپور میں قیام ہو گیا۔ پہلی مرتبہ کی زیارت کے تو یہ واقعات تھے
دوسری مرتبہ مہینہ رمضان کا تھا اور سنہ تو تقریباً بھی یاد نہیں بس اتنا یاد ہے کہ پہلے سفر
چند سال کے بعد دوبارہ حاضر ہوا۔ اس درمیان میں مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ سے
سلام کہلا بھیجتے تھے۔ مولانا تو ایسے آزاد تھے کہ کوئی چیز بھی یاد نہیں رہتی تھی۔ نہ معلوم یہ کیسے
رہ گیا۔ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ مولانا کا مزاج تیز تو تھا ہی۔ اُنہوں نے حضرت مولانا سے میرا نام
لیکر نہایت بدتمیزی سے کہا کہ آپ سے تو اُس کے اخلاق اچھے ہیں۔ نہایت تواضع سے فرمایا ہاں
بیشک اچھے اخلاق ہیں۔ پھر دوبارہ کئی سال کے بعد پھر حاضر ہوا۔ اس بار چند ہمراہی بھی تھے
اور ہدیہ کے طور پر میں کچھ کپڑے بھی لے گیا تھا۔ کانپور میں اُس زمانہ میں بہت اچھے کپڑے بنتے تھے
جنھیں بنگالی کپڑے کہتے تھے۔ سانچے میں بنتے تھے بہت خوبصورت اور خوشبودار ہوتے تھے
مجھے بہت پسند تھے حضرت کی پسند کی تو خبر نہ تھی۔ میں نے سوچا کہ جو چیز خود مجھے پسند ہے اُسی کو

دینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے پیڑے ہی ہدیہ کے واسطے لئے۔ نیز چونکہ رمضان شریف کا زمانہ اور مدرسہ کی تعطیل تھی۔ اس لئے حضرت کی خدمت میں کچھ دن رہنے کی گنجائش تھی۔ اس خیال سے کہ شاید دو چار دن رہنا ہو جائے۔ ایک بوتل شربت انار کی بھی اپنے افطار کے واسطے ہمراہ لیلی تھی کیونکہ گرمی کا زمانہ تھا۔ جب مراد آباد قریب رہ گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں۔ اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہو جاتا ہے۔ اس لئے شاید ڈانٹ ڈپٹ فرماتے ہوں۔ لہذا اپنے قلب کو پاک صاف کر کے حاضر خدمت ہونا چاہیئے۔ چنانچہ وضو کیا۔ استغفار کی کثرت کی۔ ادب کے لحاظ سے سواری چھوڑ کر پا پیادہ چلے اس حالت سے چلے جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ ایک بوڑھے شخص رستہ میں ملے۔ معلوم ہوا کہ زیارت کو جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچکر اوّل وہ پیش ہوئے مولانا نے اُن سے پوچھا کہ روزہ ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں روزہ ہے۔ اس پر بہت خفا ہوئے۔ فرمایا کہ کس نے کہا تھا کہ سفر میں روزہ رکھو۔ ان بیچاروں کو حکم ہوا کہ بس ابھی چلے جاؤ (اس مقام پر صاحب ملفوظ یعنی حضرت اقدس حکیم الامۃ مدظلہ العالی سے حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ روزہ کی حالت میں ایسی جلتی دوپہری میں واپس فرما دینا تو روزہ کی تکلیف کو اور بھی بڑھا دینا تھا۔ اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ یہ واپس فرما دینا تو تادیب اور اصلاح کیلئے تھا گو اُس وقت تو تکلیف ہوئی ہوگی لیکن عمر بھر کیلئے سبق ہو گیا ہوگا) ہمارا بھی روزہ تھا۔ ہم نے کہا بھائی خدا خیر کرے ہم سے بھی یہی سوال ہوگا۔ چنانچہ واقعی پیش ہوتے ہی یہ سوال فرمایا کہ روزہ ہے۔ ہم نے سچی بات عرض کر دی کہ حضرت ہے۔ مگر بجائے خفگی کے حضرت نے فرمایا کہ اچھا کیا۔ جوان آدمی ہو روزہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ یوں بظاہر مولانا ذرا مغلوب تھے ورنہ بڑے عالم تھے۔ بڑے متقی تھے۔ حدود شرعیہ سے خوب واقف تھے اور پورے متبع سنت تھے دیکھیئے چونکہ وہ صاحب بوڑھے تھے۔ اُن کو سفر میں روزے کا تحمل دشوار تھا اُنپر اظہار خفگی فرمایا اور ہم لوگوں کے روزے پر اظہار مسرت فرمایا اور یہی محل ہے حدیث لیس من البر الصیام فی السفر کا۔ غرض ہم بہت خوش ہوئے کہ چلو ایک خطرہ سے تو نجات ملی۔ اُس وقت مولنا ایک چارپائی پر تشریف رکھتے

Marfat.com

تھے یہ نہیں پتہ کہ بیٹھے تھے یا لیٹے تھے۔ غالباً لیٹے تھے۔ نیچے چٹائی بچھی تھی اُسپر ہم
بیٹھ گئے۔ مولانا نے غالباً پہچانا نہیں۔ ہمنے اپنے اپنے ہدایہ پیش کئے۔ مولانا کو تمباکو
اور صابن سے بہت رغبت تھی۔ حقہ نوش فرماتے تھے اور کپڑے گھر ہی میں دھلواتے تھے
میرے ہمراہی تمباکو اور صابن ہدیہ میں لیگئے تھے اور مجھے خبر ہی نہ تھی کہ مولانا کو ان چیزوں
سے رغبت ہے اوروں نے تو تمباکو اور صابن پیش کیا اور میں جو ہدیہ میں لیگیا تھا وہ میں
نے پیش کر دیا۔ یعنی پیڑے۔ اوروں کی چیزیں لیں۔ لیکن کچھ فرمایا نہیں۔ میں نے جو پیڑے
پیش کئے تو خوش ہو کر فرمایا کہ ہم تو اس کا شربت پیا کرتے ہیں۔ اور خادم سے فرمایا کہ انہیں
اُٹھا کر رکھو ہم ان کا شربت پیا کرینگے۔ میں خوش ہوا کیونکہ مجھے خیال تھا کہ میرا ہدیہ کیا پسند
آئیگا اور ونکا پسند فرمائینگے کیونکہ وہ لوگ حضرت کی رغبت کی چیزیں لائے تھے۔ لیکن
خلاف توقع معاملہ برعکس ہوا۔ اوروں کو بھی تعجب ہوا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا
پھر از خود فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی دوا بھی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت دوا تو میرے
ساتھ کوئی نہیں ہے (کیونکہ میں شربت انار کو دوا کے طور پر نہیں لیگیا تھا) اسپر ساتھیوں
نے مجھ سے آہستہ کہا کہ شربت انار تو ہے۔ میں نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شربت انار
ہے۔ فرمایا وہ تو تمنے افطار کیلئے اپنے ساتھ لیا ہے۔ میں نے کہا کہ لایا تو تھا افطار ہی کی
نیت سے مگر اب جی چاہتا ہے کہ حضرت قبول فرمالیں۔ فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ میں نے
پیش کیا اور حضرت نے وہ بھی قبول فرمالیا۔ ہدیوں سے فارغ ہونے کے بعد مختلف
باتیں فرماتے رہے۔ بعض بعض یاد بھی ہیں۔ مثلاً فرمایا کہ کہنے کی تو بات نہیں لیکن
کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کر
دوسری بات یہ فرمائی کہ بھائی جنت کا مزہ برحق۔ حوض کوثر کا مزہ برحق، مگر نماز میں
مزہ ہے کسی چیز میں نہیں۔ ایک یہ فرمایا کہ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے۔
ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں یہ اجازت دیدیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ۔ چوتھی بات میں
کچھ شک ہے۔ اُسی جلسہ میں فرمایا یا بعد کے کسی جلسہ میں۔ بلکہ اس میں بھی
ہے کہ بلا واسطہ سنایا بواسطہ۔ بہر حال اگر بواسطہ بھی سُنا ہوگا تو کسی ثقہ
راوی ہی سے سُنا ہوگا۔ کیونکہ اس کی صحت کا مجھے اتنا وثوق ہے کہ بلاواسطہ
سُننے تک کا احتمال ہے۔ بہر حال چوتھی بات یہ فرمائی کہ جب ہم جنت میں جا

اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنت میں ضرور جائیں گے حق تعالیٰ سے ایسی توی اُمید تھی کہ کچھ شک ہی نہ تھا) اور حوریں آئیں گی تو ہم اُن سے صاف صاف کہدیں گے کہ بی اگر قرآن سننا ہو تو سناؤ ورنہ جاؤ اپنا راستہ لو۔ اس قسم کی شان مولانا کی تھی۔ اتنے میں ایک شخص اندر چلا آیا اس کو بہت ڈانٹا کہ بڑے بلے تمیز ہو منہ اُٹھائے چلے آرہے ہو یہ نہیں دیکھتے کہ موقع ہے یا نہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات کر رہا ہے۔ گویا مولانا نے اپنے نزدیک ہم لوگوں کو خلوت کا وقت دیا تھا۔ اپنے اسرار ظاہر کرنے کیلئے خلوت پسند فرمائی۔ جب یہ باتیں ہو چکیں تو ارشاد ہوا کہ مسجد میں بھی جگہ ٹھیرنے کی ہے اور مکان بھی موجود ہے۔ کہاں ٹھیرو گے میں نے عرض کیا کہ حضرت جہاں آپ کا قرب ہو۔ فرمایا تو مسجد میں ٹھیر جاؤ۔ ہم لوگ مسجد میں ٹھیر گئے دوپہر کا وقت تھا کچھ لیٹے بیٹھے اتنے میں ظہر کا وقت آگیا۔ نماز پڑھی شام کو بعد افطار بہت پُرتکلف کھانا آیا۔ کئی طرح کا چار پانچ قسم کا تھا جیسے کہ امراء کی عادت ہے یا متوسط لوگوں میں بھی اپنے خاص خاص معزز مہمانوں کے لئے کئی کئی کھانے پکوانے کی عادت ہے بہت ہی عنایت تھی۔ ورنہ مولانا کی وضع بالکل آزادانہ تھی۔ وہاں تکلفات کی بھلا کیا گنجایش۔ اسی طرح سحری میں بھی کئی قسم کا کھانا آیا۔ غرض ایک آدھ دن جب گذرا میں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ اور اس درمیان میں مختلف جلسوں میں مختلف باتیں فرماتے رہے۔ جو کہ اب یاد بھی نہیں۔ بہرحال جب میں نے اجازت چاہی فرمایا ابھی کیا جلدی ہے۔ مدرسہ کی تعطیل ہے رمضان شریف کا زمانہ ہے۔ اور ٹھیرو۔ ہم تو یہ چاہتے ہی تھے۔ حضرت کے ارشاد کو غنیمت سمجھا اور واپسی کے ارادہ کو ملتوی کر دیا جب میں نے دیکھا کہ رہنا تو ہو ہی گیا ہے۔ لاؤ حضرت سے حصن حصین ہی پڑھ لیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا۔ حضرت نے بڑی خوشی سے فرمایا۔ بہت اچھا۔ میں نے شروع کی حضرت کہیں کہیں کچھ تحقیق بھی فرماتے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ "شوقاً الیٰ لقائک" آیا تو فرمایا۔ اچھا بتاؤ شوق کا کیا ترجمہ ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہی ارشاد فرمادیں۔ فرمایا "تڑپ" اور درمیان میں مختلف وقتوں میں نعرے بھی لگاتے تھے ذوق وشوق میں۔ کھانا برابر تکلف کا آتا رہا۔ لطیف اور کئی کئی قسم کا۔ جب حصن حصین ختم ہو گئی اور ہم لوگ رخصت ہوئے تو میں نے

Marfat.com

عرض کیا کہ حضرت تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت دیدیجئے۔ فرمایا ہاں جی اجازت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اجی آیا کرو اور کبھی کبھی کچھ سُنا جایا کرو۔ لیکن پھر اتفاق حاضری کا نہیں ہوا۔ دو تو یہ حاضری ہوئیں۔ اور ایک بار میں نے عریضہ بھی لکھا۔ جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں قیام کی غرض سے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو میں نے عریضہ لکھا کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جارہا ہوں۔ دعا کیجئے کہ جس مقصود کیلئے جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اُس میں کامیابی عطا فرماوے۔ حضرت نے میرے عریضہ ہی پر ایک گوشے میں جواب اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔

از فضل رحمٰن۔ سلام علیکم۔ دعائے خیر نمودم۔ بہت دن تک تو وہ خط میرے پاس تبرکاً رہا۔ پھر میں نے ایک شخص کو دیدیا۔ لیکن جواب کے الفاظ بعینہٖ اب تک ذہن میں محفوظ ہیں۔ اپنے ہی قلم مبارک سے جواب تحریر فرمایا تھا۔ مولانا کا خط بہت اچھا تھا۔ نام میں الف لام تحریر نہیں فرمایا تھا۔ میں نے سُنا ہے کہ یہ تاریخی نام ہے (فضل رحمٰن کے عدد ۱۲۰۸ ہوتے ہیں۔ جامع ۱۲) رحمٰن کو بھی بلا الف کے تحریر فرمایا تھا اور السلام علیکم کو بھی بلا الف کے حرف تنوین کے ساتھ تحریر فرمایا تھا۔ مولانا کے بعض ملفوظ میں نے اوروں سے بھی سُنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک بار مولانا سے کسی نے پوچھا۔ کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ اور معاملات میں تو صرف دو گواہ کافی ہیں۔ لیکن زنا میں شرعاً چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ مولانا نے برجستہ فرمایا کہ وہ فعل دو شخصوں کے متعلق بھی ہے ہر ایک کیلئے دو دو گواہ ہوگئے ایک تو یہ سنا۔ ایک سنا کہ کسی نے پوچھا کہ مفقود کی عورت کے متعلق کیا حکم شرعی ہے۔ حضرت نے اس مسئلہ میں جو حنفیہ کا مذہب ہے وہ بتلا دیا۔ اُس نے کہا کہ اس میں تو حرج بہت ہے۔ فرمایا کہ ہاں جی ہاں بہت حرج ہے اور جہاد میں اس سے بھی زیادہ حرج ہے۔ اسے بھی اسلام سے نکال دو۔ بلکہ جس قدر احکام اسلام کے ہیں سب ہی میں بڑا حرج ہے۔ لہٰذا اسلام ہی کو خیرباد کہدو۔ بڑا اچھا جواب دیا۔ یوں سُنا ہے کہ اوّل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مگر تھوڑے ہی دن پڑھکر واپس تشریف لے آئے۔ جب رخصت ہونے لگے تو شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ بھائی اس قدر جلدی کیوں جاتے ہو۔ مولانا نے جواب دیا کہ والدہ کی اجازت

Marfat.com

اتنی ہی تھی۔اس کے بعد دوبارہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کیلئے دہلی تشریف لائے اور اُن سے بہت دن تک پڑھتے رہے (اس مقام پر حاضرین میں سے ایک نے یاد دلایا کہ پٹاخوں کا قصہ بھی تو آپ کے سامنے ہوا تھا۔ فرمایا جی ہاں دوسری حاضری میں ہوا تھا۔میں نے قصداً اس کو چھوڑ دیا تھا۔کہ معاند اور بدفہم اس کو بھی کہیں بُرائی پر محمول نہ کرلیں یا مولانا کے اس فعل سے آتشبازی کا جواز نہ ثابت کرنے لگیں) دوسری حاضری میں ایک روز مغرب کے بعد مکان میں سے پھٹ پھٹ کی آواز آئی۔مولانا کے پوتے یہ جو اس وقت سجادہ نشین ہیں پٹاخے چھُڑا رہے تھے۔مولانا نے فرمایا ارے یہ کیا ہو رہا ہے خادم نے عرض کیا کہ پوتے صاحب پٹاخے چھڑا رہے ہیں۔فرمایا ارے پٹاخا کیا ہوتا ہے۔اللہ اکبر اتنی عمر ہو گئی اور یہ بھی خبر نہیں کہ پٹاخہ کیا ہوتا ہے۔سبحان اللہ کیسے بے تعلق تھے یہ حضرات دنیا سے خدام نے عرض کیا کہ حضرت پٹاس اور منسل اور بارود کو کاغذ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اوپر سے جوڑ دیتے ہیں۔اور اندر تاگا رکھکر ایک سرا باہر نکال دیتے ہیں پھر اس کو آگ لگا دیتے ہیں۔پھر تو اُس سے بہت زور کی آواز پیدا ہوتی ہے۔فرمایا اچھا ہم نے کبھی نہیں دیکھا ہم بھی دیکھیں گے منگاؤ۔میاں رحمۃ اللہ صاحب بُلوائے گئے۔اُنھوں نے کہا کہ وہ تو ختم ہو چکے۔یہ سُنکر حضرت نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ پھر ہم کس طرح دیکھیں گے۔عرض کیا گیا کہ حضرت بازار میں بہت ملتے ہیں۔فرمایا اچھا تو ہمارے لئے لاؤ۔اور تکیہ کے نیچے سے خود پیسے نکال کر خادم کے حوالے کئے۔جب وہ لے آیا تو میاں رحمۃ اللہ بُلائے گئے۔اور اُن سے کہا گیا کہ چھڑاؤ۔چنانچہ اُنھوں نے ایک پٹاخہ چلایا۔تو پھٹ سے آواز ہوئی۔مولانا ڈر گئے اور زور سے فرمایا ہائے ری اور یہ فرما کر پیچھے کو ہٹ گئے۔دو تین پٹاخوں کے بعد فرمایا۔بس بھائی بس جاؤ اب ہمیں ڈر لگتا ہے۔

جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہم العالی نے اس جلسہ میں تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے تعلق اسی قدر فرمایا تھا۔لیکن ایک بات مجھکو وہ بھی یاد آگئی جو ۱۴ رمضان کو اتوار کے دن نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا ہی کے متعلق فرمائی تھی کہ حضرت مولانا نے ایک بار حدیث شریف کا سبق پڑھا کر یہ شعر پڑھا تھا۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم	الا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم

اس شعر کے لطف کو لفظ حدیث نے دوبالا کر دیا اور سُنا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی محمد شفیع صاحب بجنوری نے حج کو جانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت مولانا نے فرمایا شرائط حج کی بھی خبر ہے یا ویسے ہی حج کا ارادہ کر لیا۔ حضرت مولانا کا مطلب یہ تھا کہ زاد و راحلہ و نفقہ اہل وعیال بھی ہے یا نہیں مولوی محمد شفیع صاحب نے عرض کیا حضرت جی ہاں شرائط کی خبر ہے، فرمایا کیا خبر ہے اُنہوں نے جواب میں حضرت خواجہ حافظ رح کا یہ شعر پڑھ دیا ؎

در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجاں	شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

حضرت مولانا نے یہ شعر سنکر ایک پر جوش نعرہ لگایا۔ لیکن فوراً ہی سنبھل گئے۔ فرمایا کہ سب واہیات ہے جو شریعت نے فیصلہ کیا وہی برحق و درست ہے۔ آخر شیخ تھے متاثر بھی ہوئے اور فوراً ہی اصلاح بھی فرمادی رونعم ما قیل ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق	ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

(از ملفوظات حضرت حکیم الامت دام فیوضہم)

رسالہ از صدق المتین فی جواب رسالہ ہو الحق المبین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد جس رسالہ اشرف التنبیہ کو احقر نے ارواح ثلثہ کا جزو بنایا ہے اُس پر محمد بشیر صاحب صدیقی میرٹھی نے اپنے رسالہ "ہو الحق المبین" میں غلط فہمی یا عناد کی وجہ سے کچھ اعتراضات کئے ہیں جن کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہ العالی نے (معاذ اللہ) حضرت مولانا گنج مراد آبادی کے خلاف اشرف التنبیہ میں کچھ باتیں لکھی ہیں۔ ان اعتراضات کے جوابات ہمارے مخترم جناب مولانا حکیم نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم متوطن خانقاہ مانک پور ضلع پرتاب گڈھ نے نہایت متانت و دیانت سے تحریر فرمائے ہیں جو اخبار العدل میں احقر کی نظر سے گذرے۔ احقر نے تعمیماً للفائدہ مناسب سمجھا کہ رسالہ ہذا میں حضرت مولانا فضل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات کے بعد اُن جوابات کو بھی شائع کر دیا جاوے۔ اور راحقر معترض صاحب سے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ ؎

گفتگو آئین درویشی نبود	ورنہ باتو ماجراہا داشتیم

(بندہ ظہور الحسن غفرلہ)

Marfat.com

جواب از حضرت حکیم صاحب موصوف

هرکس از دست غیر ناله کند | سعدی از دست خویشتن فریاد

می نالد

اصل بات یہ ہے کہ انسان اپنے پیر و مرشد سے بڑھ کر زمانہ حال میں کسی اور کو زیادہ بزرگ نہیں جانتا۔ مؤلف رسالہ ہو الحق المبین محمد شبیر صدیقی میرٹھی صاحب نے حضرت مولانا تھانوی کے ایک رسالہ اشرف التنبیہ سے مجذوب وغیرہ الفاظ اور واقعات کو لیکر حضرت گنج مراد آبادی کی شان میں توہین آمیز سمجھ کر یہ رسالہ شائع کیا طرز تحریر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مؤلف صاحب کو مولانا تھانوی سے ایسی سوء عقیدت ہے کہ اُن کے ساتھ دوسرے بزرگوں کو بھی نشانہ ملامت بنایا اور بیجا شور اور بجینی لوگوں میں ...... پیدا کردی۔ کاش کہ اشرف التنبیہ کی پوری عبارت نقل فرماتے تو اہل فہم کو رائے قائم کرنے میں آسانی ہوتی۔ میں آپکو بتلانا چاہتا ہوں کہ میں کس بزرگ سے سلسلہ رکھتا ہوں۔ سُنئے یہ ناچیز اور میری والدہ مرحومہ اور عم بزرگوار و دیگر خاص اعزہ حضرت گنج مرادآبادی کے خادم ہیں۔ میرا قیام زمانہ طالب علمی لکھنؤ میں زیادہ رہا۔ حضرت کی خدمت میں گنج مراد آباد اکثر حاضر ہوا کیا نیز قیام بھی کیا۔ والد صاحب مرحوم دہلی میں انسپکٹر تھے۔ میں مشکوٰۃ شریف اور نصف ترمذی شریف پڑھ چکا تھا کہ والد صاحب علیل ہوئے میں نے حاضری کی اجازت چاہی۔ جواب آیا کہ ضرورت نہیں اور یہ لکھا کہ میری روح تم سے جب ہی خوش ہوگی کہ تم فقہ و حدیث ختم کرلوگے۔ دوسرا خط انتقال کا آیا۔ وطن گیا تو والدہ صاحبہ نے زور دیا کہ تم ملازمت کرو بغیر اس کے کام نہ چلیگا۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب جناب والد صاحب مرحوم سے بہت خوش تھے ہیڈ کنسٹبل کرنے کو تیار تھے میں عجب کش مکش میں پڑا کہ والدہ صاحبہ کی تعمیل کروں یا جناب والد صاحب مرحوم کی وصیت پر عمل کروں فیصلہ کیلئے گنج مراد آباد حاضر ہوا۔ جناب مولانا احمد حسن صاحب کانپوری بھی حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کی خدمت میں تشریف لایا کرتے تھے ایک روز حضرت مولانا نے مولانا کانپوری سے فرمایا کہ تم منطق اور فلسفہ کے پیچھے پڑے ہو۔ قاضی مبارک کی قبر کو دیکھو اور ایک فقیر کی قبر دیکھو تو حقیقت معلوم ہو۔ مولانا کانپوری اس سے ایسے متاثر ہوئے کہ تدریس حدیث شریف

Marfat.com

شروع کردی مجھکو اسکی خبر ہو چکی تھی لہذا میں نے گنج مرادآباد حاضر ہو کر اپنے مرشد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے پہلے یہ عرض کیا کہ شاہی حضور نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے پڑھا ہے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ حدیث شریف سنکر اجازت دیجئے تو برکت حاصل ہو مشکوٰۃ شریف کی چند حدیثیں سنکر فرمایا کہ اجازت دیتا ہوں اور عمل کی تاکید فرمائی۔ بزمانہ طالب علمی اس وقت تک کھانیکا انتظام بطور خود تھا۔ دس روپئے ماہوار والد صاحب مرحوم دیتے تھے اور اب والدہ صاحبہ نے انکار کردیا کہ ملازمت نہ کروگے تو خرچ نہ دونگی۔ میں نے سوچا کہ کانپور کے مدرسہ میں کھانا ملتا ہی کسی کے دروازہ پر کھانا لینے کو جانا نہیں پڑتا طبعی امر ہے کہ جو کام انسان کے کئے نہیں ہوتا وہ مشکل معلوم ہوتا ہے مجھ کو شرم معلوم ہوتی تھی کہ کیسے کسی کے دروازہ پر برتن لیکر کھانا لینے کو جاؤنگا جو مدارس میں دستور ہی خیال ہوا کہ جناب مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری حضرت گنج مرادآبادی کے معتقد ہیں حضرت گنج مرادآبادیؒ سے ایک خط مولانا کانپوریؒ کے نام لکھوالونگا تو توجہ سے حدیث ختم کرادینگے لہذا حضرت سے عرض کیا کہ یہ میری سرگذشت ہے حضور ایک خط مولانا کانپوریؒ کے نام لکھدیں وہ حدیث ختم کرادیں۔ فرمایا کہ تم گنگوہ جاؤ۔ دوبارہ عرض پر فرمایا کہ ایک میں ہوں اور دوسرے رشید احمد تلبیہ سے ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دور ہو جائے۔ تم گنگوہ ہی جاؤ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید پر خیال کرکے گنگوہ حاضر ہوا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے کھانے کا انتظام کرنا چاہا میں نے عرض کیا کہ میرے لئے نہ کیجئے اور میں نے تین ماہ کا خرچ خوراک پکانیوالے کو اس لئے دیدیا کہ خرچ کم ہے یہ بھی صرف ہو جائے۔ اب تو تین ماہ کھانے سے اطمینان ہو گیا مولانا گنگوہیؒ نے دریافت کیا کہ کیا خرچ ماہوار تمہارا آتا رہیگا۔ اس کا صاف صاف جواب میرے پاس کیا تھا مجمل عرض کیا حضرت موصوف نے مولانا مسعود احمد صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ انکا کھانا بٹیا کے یہاں مقرر کردو جہاں سے روزانہ آدمی کھانا لاکر کھلاجاتا تھا۔ کچھ دنوں بعد حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ تم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کو جانتے ہو یہ سنتے ہی مجھے حس ہوا کہ کھانے کا یہ انتظام حضرت گنج مرادآبادیؒ کا طفیل ہے حالانکہ جب بٹیا کے یہاں کھانا مقرر ہوا تو طلبہ وغیرہ پوچھتے تھے کہ کیا تم مولانا محمود حسن صاحبؒ وغیرہ کا خط لائے ہو جو خاص جگہ کھانا مقرر ہوا ہے) میں نے عرض کیا کہ کیا حضور سے ملاقات ہے فرمایا ملاقات ہی نہیں ہے حضرت استاذی مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی نے حضرت مولانا استاذی گنگوہیؒ سے محض مطالب حدیث کے متعلق استفسار فرمایا تھا اسی وقت تک خطوط موجود تھے القاب میں بزرگانہ الفاظ تھے ایسی صورت میں اپنے مرشد جامع شریعت وطریقت

Marfat.com

اور حضرت لکھنوی کے خلاف میں کس زبان سے حضرت گنگوہیؒ کو (معاذ اللہ) میں بُرا کہوں اور کس سیاہ قلب سے بُرا جانوں مؤلف صاحب کو ہمارے حضرت گنج مرادآبادیؒ کی صحبت کیمیا اثر کا اتفاق نہیں ہوا وہ تو کسی کو بُرا نہیں فرماتے تھے ایک وزیر نے غور کیا کہ حضرت گنگوہی نہ معلوم کس درجہ کے بزرگ ہیں جو حضرت مرشدی ایسی تعریف فرماتے ہیں خواب میں دیکھا کہ حضرت فخر عالم و آدم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جاتے ہیں اور حضرت گنگوہیؒ اُنکے پیچھے قدم بقدم جارہے ہیں (سبحان اللہ) کیا شان تھی جناب مؤلف صاحب (خدا محفوظ رکھے) کا اب پر لعنت آتی ہے اور جھوٹ عرفاً اسی کا نام نہیں ہے کہ خلاف واقعہ بیان کرے بلکہ بلا تحقیق سنی سنائی باتوں کو بیان کرے وہ بھی جھوٹ ہے۔

کفٰی بالمرء کذبًا ان یحدث بکل ما سمع ۔ آمدم برسر مطلب

(اب مؤلف صاحب کے اعتراضوں کا صحیح جواب ملاحظہ ہو) (۱۔صفحہ ۴) (اعتراض اول) رسالہ اشرف التنبیہ میں اعلیٰ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ کو غیر منتظم ثابت کرنے کی کوشش کی الخ۔ جواب مولانا تھانوی سلمہ کے کلام میں شائبہ تک بھی نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ غیر منتظم ثابت ہونیکی کوشش کی گئی ہے۔ صحیح صحیح واقعہ ہے جو میرا مشاہدہ ہے۔ اہل فہم ناظرین کیلئے اصل عبارت اشرف التنبیہ نقل کرتا ہوں۔ حکایت۵ (مولانا تھانوی نے) فرمایا کہ بزرگ بھی منتظم اور غیر منتظم اور دنیادار بھی منتظم اور غیر منتظم دنیا میں دونوں قسم کے ہوتے ہیں بعضوں کے یہاں انتظام ہوتا ہے اور بعضونکے یہاں نہیں ہوتا ہے۔ مولانا فضل الرحمنؒ کے یہاں حساب کی کوئی یادداشت ہی نہ تھی ایک بقال کے یہاں سے سامان آتا تھا جو وہ بتلا دیتا تھا وہ آپ دیدیتے تھے آپ کچھ پوچھتے ہی نہ تھے اور ہمارے مولانا گنگوہی نے جو وصیت نامہ لکھا ہے تو اسمیں یوں لکھا ہے کہ بندہ کے ذمے میں قرض نہیں ہوا کرتا ہے حالانکہ مولانا کے یہاں بھی اول اول فاقے ہوئے ہیں مگر منتظم بڑے تھے (اشرف التنبیہ)

جناب میرٹھی صاحب ہر بے انتظامی تو نقص نہیں ہے جس عدم انتظام کا یہاں ذکر ہے یہ تو زیادہ بزرگی کی دلیل ہے کہ اموال و متاع سے قلب کو کوئی تعلق نہ تھا اسکی بھی پرواہ نہ تھی کہ بقال کے پاس حق واجب سے زیادہ نہ چلا جائے۔ پس جب شروع ہی کلام میں تصریح ہے کہ بزرگونکی دو قسمیں ہیں منتظم اور غیر منتظم اور اقسام پر مقسم کا صادق آنا ضروری ہے تو بزرگی کی تو اسمیں تصریح کردی پھر تنقیص کا احتمال کہاں رہا۔ ۲۔ (صفحہ ۵ اعتراض دوم) مولانا اشرف علی صاحب نے مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مجذوب تھے مگر بات کیسی عمدہ فرمائی (مولانا تھانوی نے اس مقام پر نمبر ۱۹ و ۲۷ میں قطب الاقطاب گنج مرادآبادی کی شان میں مجذوب کے لفظ سے تنقیص کی یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ

۵ رسالہ ہذا میں اس حکایت کا نمبر ۳۹۴ ہے ۱۲

Marfat.com

مجذوب بے تکی ہانکا کرتے ہیں۔ جواب! اتنک ہوئے مغز سخن سے آگاہ ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ان حکایتوں میں مجذوب کا لفظ ضرور ہے اس سے تنقیص سمجھنا اور مجذوب کا بے تکی ہانکنا یہ آپ (مؤلف) کی سمجھ کا نکما پن اور حسد و عناد ہے۔ مولانا تھانوی نے حضرت گنج مرادآبادیؒ کے نام نامی پر جا بجا رحمۃ اللہ علیہ اور کسی حکایت میں مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کو مجذوب صاحب حال لکھا اور یہی الفاظ ہیں کہ ان حضرات کے اندر عقل کامل بھی ہوتی ہے یہ لوگ ہیں عرفاء عقلاء ان اوصاف کیساتھ یہ بھی لکھا حالانکہ مجذوب تھے مگر یہ بات کیسی حکمت کی کہی الخ مؤلف صاحب کی فہم سقیم الفاظ کے معنی سمجھنے میں اگر یہی ہے تو تعجب نہیں کہ کلام مجید سے "نادانا نوح" کا ترجمہ یہ فرمائیں کہ معاذاللہ حضرت نوح علیہ السلام نادان تھے۔ آپ مولانا تھانوی سے اعتراض دوم کے تحت میں سوال کرتے ہیں کیا مجذوب مطلق کے اندر یہ صفات (مذکرہ مؤلف) آپ کہا سکتے ہیں جب مولانا نے مجذوب لکھا ہی نہیں تو جواب کیا دیا جائے اہل علم و فہم تو مجذوب کو بزرگ ہستی جانتے ہیں انکی شان والا میں بے تکی ہانکنے کا خیال تک سخت بے ادبی جانتے ہیں آج آپ مؤلف صاحب کا عقیدہ معلوم ہوا کہ آپ معاذاللہ مجذوب کو پاگل جانتے ہیں سُنئے مجذوب ہونا نقص نہیں ایک شان ہے بزرگی کی بلکہ بعض وجوہ سے اپنے مقابل ہم عصر مسلمان سے افضلیت ہے وہ کہ ان حضرات کو مشاہدہ محبوب میں ہر وقت استغراق رہتا ہے اور ایسی حالت میں جو علوم اُنسے ظاہر ہونگے وہ محض الہامات اور موہوب ہونگے قوت فکریہ کا نتیجہ نہ ہوگا تو یہ کمال ہے نہ نقص مزید یہ کہ مولانا تھانوی کے کلام میں خود اسکی تصریح ہے کہ ان حضرات میں عقل کامل بھی ہوتی ہے جسمیں صاف صاف دلالت ہے کہ مجذوبیت اور عاقلیت میں تنافی نہیں۔ بلکہ مجذوبیت خود سنۃ اللہ میں کمال عقل کو مستلزم ہے۔ اللھم احفظنا من التعامی حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ فتاویٰ کے جواب میں اور تعلیم حدیث شریف وغیرہ میں مفتی محقق و محدث مدقق تھے۔ اور استغراقی حالت میں محویت الی المحبوب۔ فتوؤں کا جواب (اگرچہ سوال اردو میں ہو) فارسی ہوتا تھا ایک شخص نے لکھا کہ سوم (تیجا) دہم چہارم وغیرہ کرنا کیسا ہے جواب آیا کہ "ایں امور در شرع شریف وارد نہ شدہ"

| فضل رحمٰنؒ | اکثر قرآن مجید تصحیح فرما کر تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ چوتھا پارہ آپ دیکھ رہے تھے جب قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی پر ایک شخص کی نظر پڑی تو عرض کیا کہ حضرت اسکے کیا معنی ہیں فرمایا حضورؐ سے حکم خداوندی ہوا کہ تم کہدو کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری چال چلو انتہیٰ۔ یہ میرے چشم دید واقعات ہیں مولانا تھانوی کی ملاقات میں استغراقی حالت غالب ہوگی اس لئے مجذوب لکھدیا۔ پھر محض مجذوب نہیں لکھا جو صفات علمی و فضائل و کمال تھے انکو بھی ذکر فرما دیا اسی مقام پر فرمایا کہ مجذوب تھے مگر بات کیسی حکمت کی کہی مؤلف صاحب صفت حکمت حضرات انبیا علیہم السلام

کی شان سی حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں ارشاد خداوندی ہی وآتاہ اللّٰہ الملک والحکمۃ
قرآن مجید میں ہی ومن یؤتی الحکمۃ الآیۃ جسے چاہتا ہی حکمۃ دیتا ہی اور جو کوئی حکمت پا گیا اس تحقیق بہت خیر دیا گیا
مولانا تھانوی کے لسان حسان میں حضرت گنج مرادآبادی رح کی جو عظمت ہی اس کا عشر عشیر
بھی آپکو نصیب نہیں شعر دعویٰ کیا تھا گل سے منہ کو تیری رنگ و بو کا + دھولیں صبا نے مارکر شبنم
نے منہ پہ تھوکا۔ رسالہ ہوالحق المبین کے صفحہ کے نوٹ میں لکھا ہی کہ ہمنے اپنے اعتقاد کی بناپر
حضرت شاہ امداد اللہ صاحب رح کا نام نامی استناداً پیش کیا ہے۔ آپ (مولانا تھانوی) کے
نزدیک تو شاید انکا نام لینا بیکار ہو اس لئے کہ آپ اور آپکے گرو گنگوہی صاحب تو حضرت حاجی
صاحب کو جاہل لکھ رہے ہیں (تذکرۃ الرشید حصہ اول) الخ مؤلف صاحب کو اپنی زبان کو فوارۂ لعنت
اور دہان کو سنڈاس بنانا مبارک ہی تہذیب مذہبی وتربیت مرشدی مانع ہوتی تو جواب ترکی بترکی
عاجز نہ تھا علیہ ما یستحق۔ مؤلف کی فہم سقیم کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہی۔ تذکرۃ الرشید کا
سمجھنا جاہل کا کام نہیں ہی محض جہلا کو معتقد اور خوش کرنے کیلئے مؤلف صاحب اپنے کو حضرت
حاجی صاحب رح کا معتقد بناتے ہیں ورنہ محض نفاق ہی حضرت گنگوہی رح کی شان میں حضرت حاجی
صاحب رح ضیاء القلوب میں تحت عنوان کلمات پند و وصیت ارشاد فرماتے ہیں ونیز ہر کس از یں
فقیر محبت وعقیدت وارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ ومولوی محمد قاسم صاحب سلمہ
کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من
شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ او شان بجائے من و من بمقام اوشان شدم و صحبت اوشاں
را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند و از خدمت ایشاں بابرکت فیضیاب بودہ
باشند وطریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر شان تحصیل نمایند انشاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ
نخواہند ماند اللہ تعالیٰ در عمر ایشاں برکت دہاد و از تمامی نعماء عرفانی و کمالات قرب خود مشرف
گرداناد و مراتب عالیات رساناد و از نور ہدایت شان عالم را منور گرداناد و تا قیامت فیض اوشان
جاری داراد بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ والامجاد۔ آب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ حضرت گنگوہی
کی عظمت حضرت حاجی صاحب کے نزدیک کس قدر ہے جاہل سے جاہل اور احمق سے احمق بھی
حضرت کا معتقد ہو کر حضرت گنگوہی رح کو برا نہیں کہہ سکتا اعتراض نمبر ۹ پر مؤلف نے
لکھا ہی کہ جہاں حاجی صاحب رح قبلہ قیام فرماتے تھے معتبر سنا گیا ہے کہ تھانوی صاحب نے اس جگہ
پاخانے بنوائے ہیں۔ عیاذاً باللہ۔ **جواب**۔ مؤلف کا اصل مقصد تو اعتراض ہی گو کیسی ہی کذب

Marfat.com

صریح مشاہد کیخلاف ہو اس سے بحث نہیں حضرات ناظرین جاکر مشاہدہ فرمالیں کہ حضرت حاجی صاحب کا
حجرہ اصلی صورت پر اتبک موجود ہی بلکہ اسکی چوکھٹ و کواڑ تک مولانا تھانوی کو بدلنا گوارا نہیں ہوا
حالانکہ بدلنے کی حاجت بھی واقعہ یہ ہی کہ حجرہ میں تنگی تھی اس زمانہ کے پائخانہ کو حجرہ بنوادیا اور
پائخانہ دوسری جگہ بنوادیا۔ اب فرمائیے کہ حجرہ کا پائخانہ بنایا ہی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) یا پائخانہ کا حجرہ
جیسا کہ مؤلف صاحب بے تکی ہانکتے ہیں کہ پاخانہ کا حجرہ بنایا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین

اعتراض چہارم صفحہ ۱۰ | اس روایت میں مولوی صاحب گنگوہی کا تقوی سند حدیث دینے میں احتیاط
کرنا اور حضرت مراد آبادی پر اعتراض جڑا گیا ہی کہ وہ سند حدیث دینے میں غیر محتاط تھے اور فرائض
وواجبات پر بھی تنکیر فرماتے تھے نیز انکے بعض مریدین کو ڈاڑھی منڈا کر غیر متشرع بنایا اور اس کا
الزام حضرت مولانا قدس سرہ پر لگایا۔ اس جہالت کا کیا ٹھکانا ہی۔ **جواب** - اصل عبارت ملاحظہ
ہو (مولانا تھانوی نے) فرمایا۔ کہ ایک مولوی صاحب مولانا گنج مرادآبادیؒ کے مرید تھے اور حسین عرب
کے شاگرد۔ حافظہ بہت اچھا تھا مگر ڈاڑھی منڈاتے تھے بلکہ ڈاڑھی والوں کی مذمت بیان کرتے تھے
یہ مولانا گنگوہیؒ کے یہاں حدیث کی سند لینے آئے مولانا نے فرمایا کہ آپکو سند حدیث دینا جائز نہیں
ہے بس فوراً چلے گئے اور مولانا گنج مرادآبادیؒ سے جاکر سند لیلی اور حضرت گنگوہیؒ کو لکھا کہ دیکھو تمنے
سند نہ دی تو کیا ہمکو ملی نہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا گنج مرادیؒ کے یہاں غلبۂ استغراق
کے سبب ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا کبھی خیال ہوگیا تو مستحبات پر پکڑ ہوگئی ورنہ فرائض و
واجبات پر بھی نکیر نہ فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھدیا بس اُسے بیل اور
یہ اور وہ کہنا شروع کردیا۔ مولانا سے بڑے بڑے عہدہ دار ڈاڑھی منڈے مرید تھے اور اسپر التفات
نہ تھا مولانا مجذوب تھے (اشرف التنبیہ) ناظرین غور کرلیں اس عبارت میں اعتراض اور الزام کا
کوئی لفظ نہیں ہے حضرت گنگوہیؒ کا مقولہ نقل فرمایا ہے جن کی کمال بزرگی کی تصدیق حضرت
حاجی صاحبؒ فرما چکے ہیں۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید میں نے بھی بزرگوں کا طرز عمل مختلف
دیکھا ہی۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است * بعض حضرات یہ خیال فرما کر کہ اگر مرید نہیں کرتے
تو کسی جاہل بددین کے مرید ہو کر فاسد العقیدہ تک ہو جائیگا۔ اللہ تعالی کا نام بتلادیں اس کی
برکت سے اصلاح ہو جائے کیا عجب ہے اور بعض حضرات یہ خیال فرما کر کہ جب اسکی گواہی شرعاً مقبول
نہیں ہم کیوں رعایت کریں امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر بزرگ فرماتے ہیں اس سے مولانا کو
انکار کب ہی غلبۂ استغراق میں معذور ہیں حضرت گنج مرادآبادیؒ پر اعتراض کب فرمایا ہی یا الزام

کب یا ہی حیرت ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے مؤلف صاحب معترف ہیں اور حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی کے سخت مخالف حالانکہ یہ سب حضرات مسلکاً و مشرباً و مذہباً کنفس واحدہ ہیں فتاوی رشیدیہ کا حوالہ کذب صریح ہے **ایک اور الزام** مؤلف صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں مولوی صاحب گنگوہی کی سند حدیث میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اور انکے والد ماجد حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب کے اسمائے گرامی موجود ہیں اور ان کا شجرہ طریقت حضرت حاجی صاحب سے چلتا ہے اور یہ تینوں حضرات محفل میلاد شریف میں شریک ہوتے۔ خود کرتے اور ذکر ولادت باسعادت کے وقت صلوٰۃ و سلام کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ جیسا کہ متعدد تحریرات سے ثابت ہے الخ **جواب**۔ حضرت حاجی صاحب کی تحریر میں ضرور لکھا دیکھا ہے کہ مجکو قیام میں لذت آتی ہے اگر آپ سچے ہیں تو کسی معتبر کتاب یا تحریر میں دکھلایئے کہ یہ تینوں حضرات میلاد شریف خود کرتے تھے اور ذکر ولادت باسعادت کیوقت صلوٰۃ و سلام کھڑے ہو کر پڑھتے تھے محض میلاد کا ثبوت نہو۔ دونوں باتیں ہوں ورنہ مؤلف صاحب ہملار کے خوش کرنے کیلئے ناحق جھوٹ بول کر مورد لعنت بنتے ہیں۔ ہمارے حضرت گنج مراد آبادی رح حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رح کے ارشد شاگرد تھے مگر ہمارے حضرت کے یہاں نہ کبھی مولود شریف مروجہ ہوا۔ نہ پیران طریقت کا عرس ہوا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں مولود شریف نہیں ہوتا فرمایا روز ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ پڑھا اور فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولود نہوتے تو تم یہ کلمہ کیوں پڑھتے ایک مولود خواں نے میرے سامنے عرض کیا کہ مولود شریف کرنا کیسا ہے فرمایا کہ اولیائے کرام کے ذکر میں رحمت نازل ہوتی ہے آنحضرت کے ذکر کو سبحان اللہ کیا کہنا ہے بخاری شریف وغیرہ سے صحیح صحیح روایتیں پڑھے پھر قیام میلاد کو پوچھا فرمایا تم تو جھک مارتے ہو (جھک مارنیکا لفظ بالکل صحیح ہے باقی الفاظ بھی معنی صحیح ہیں) ایک غیر مقلد نے قیام میلاد کو پوچھا فرمایا آنحضرت کی محبت میں جو وجد کرے مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مؤلف صاحب حکیم امت کی یہی شان ہے کہ جیسا سائل مریض ہو ویسا جواب عطا ہو۔ معلوم ہوا کہ جو حضور پرنور سے ثابت ہو نہ صحابہ کرام کا فعل ہو۔ نہ آئمہ مجتہدین کا قول کتب معتبرہ فقہ میں منقول ہو اسپر وجوب سنت و مستحب کا شرعی حکم کیا دیا جائے بزرگوں کا فعل ہے تشبہ بالصالحین کے طور پر قیام کرلے یا مستحسن بعض اہل علم و طریقت سمجھے جو صاحب حال ہو کر محبۃً قیام کرتے ہیں اور ان کو لذت حاصل ہوتی ہے جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں ہمارے حضرت گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ جامع شریعت طریقت تھے شرعی حکم کچھ نہیں دیا۔ وجدانی طور پر فرمایا کہ مجھ کو اچھا

معلوم ہوتا ہے۔ مؤلف صاحب نے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول استناداً پیش کیا ہے اور
مانتے ہیں۔ لہذا میلاد شریف و قیام میں انکا فتویٰ بھی نقل کیے دیتا ہوں حضرت استاذی مولانا عبدالحی
فرماتے ہیں:۔ مسلمانکہ وجود ذکر مولد در زمانے از ازمنہ ثلٰثہ نبود لیس میگویم کہ در شرع ایں قاعدہ ثابت
شدہ کل فرد من افراد نشر العلم فھو مندوب و ذکر مولد نیز زیر آنست لابد حکم مندوب دو
خواہد و نیز ہمیں مسلک فقہائے متبحرین است و اہل فتاوی مستنبطین مثل ابو شامہ و حافظ ابن حجر و سیو
و شامی و امثال آں رفتہ اند و حکم بہ مندوب ذکر مولد دادہ اند حاصل مرام اینکہ ذکر مولد فی نفسہ
مندوب خواہ بسبب وجود و در خیر الازمنہ یا بسبب اندراجش زیر سند شرعی و کسے ندبش را منکر نہ شدہ مگر
طائفہ قلیلہ کہ رب النوع آں طائفہ تاج الدین فاکیانی مالکی است و او را طاقتی نیست کہ بمقابلہ علمائے مستند
کہ فتوی ندب ذکر مولد دادند کند پس قولش دریں باب معتبر نیست آرے اگر بحقیقت ذکر مولد کہ سابقاً
تحقیقات غیر مشروعہ تشریعات غیر ما مورہ منضم شوند حکم ندب آں باقی نخواہد ماند لیکن ایں امر سیت دیگر د
جواز مولد شکے نیست۔ فقط واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن
الجلی والخفی (مختصر از مجموع الفتویٰ) قیام کے متعلق بھی حضرت کا فتویٰ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں اگر کسی
بحال وجد صادق بے ریا و تصنع استادہ شود معذور است و از آداب صحبت است کہ حاضرین اتباع
سازند و بغیر حال وجد باختیار خود استادہ شدن نہ فرض است و نہ واجب و نہ سنت موکدہ و نہ مستحب
عرفی شرعی زیرا چہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقول نہ شدہ و نہ در قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر
امام غزالی رحمۃ اللہ در احیاء العلوم می فرماید۔ روی انس رضی اللہ عنہ ما کان الصحابۃ
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحوال لیکن علمائے حرمین و شریفین
شرفا قیام میفرمایند و امام برزنجی در رسالہ مولدی نویسید فقد استحسن القیام عند ذکر مو
الشریف ائمۃ ذوو راویۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ و
(مجموعۃ الفتاوی) (نوٹ) اگر فہم سلیم ہوتی تو فتاوی رشیدیہ کو غلط نہ سمجھتے۔

اعتراض پنجم | رسالہ اشرف التنبیہ میں مولانا تھانوی نے ایک حکایت نقل کی ہے اس سے یہ
کہ حضرت اقدس مولانا گنج مرادآبادی کا کشف دائمی نہ تھا اور ضمناً حضرت کی نظر ظاہر پر بھی
ہے کہ بالوں والی ٹوپی اوڑھے ہوئے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ ارے ننگے سر نماز پڑھتا ہے

جواب | مؤلف صاحب نے قرآن مجید میں حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ کسی
سنا ہوتا یا کم از کم گلستاں پڑھی ہوتی اور حکیم سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول دیکھا ہوتا جس میں حض

لیہ السلام کا مقولہ نظم کیا ہے تو اسعد ظلمت جہل میں پڑتے حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم | گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ون مولف صاحب کیا حضرت سعدیؒ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تنقیص کی ہے خود دوام کشف
ا نفی فرمادی۔ بندہ خدا عقل کے دشمن نہ بنو۔ مخلوق خدا کو گمراہ نہ کرو حضرت گنج مرادآبادیؒ کی اسمیں
یا تنقیص ہے اسمیں تو کمال محویت و توجہ الی المحبوب کا اثبات ہے۔ اللہ تعالیٰ تعامی سے بچائے
لف صاحب نے جتنے اقوال سند اً تحریر فرمائے ہیں ان میں دوام کا ثبوت کب ہے
عتراض ششم (صفحہ ۱۸) اشرف التنبیہ حکایت (نمبر ۱۵) یہ واقعہ سراسر غلط اور محض دروغ وافترا
ے حضرت اقدس کے ایک پوتے کی برات بلگرام سے سندیلہ گئی اور بلگرام گنج مرادآباد شریف سے
یل ہی پوتے صاحب مرحوم بلگرام اپنے ننہال میں رہتے تھے مولانا قبلہؒ اپنے ہی مقام پر رہتے
ر دوسرے دو پوتوں کی شادیاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد ہوئیں لہذا اس روایت کا
ثبوت آپکے (یعنی حضرت تھانوی عم فیوضہ کے ذمہ ہے ذیلہ ہو الحق المبین کی عبارت بقدر ضرورت ختم ہوئی)
الجواب) اشرف التنبیہ کی عبارت ملاحظہ ہو (حضرت تھانوی نے) فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب
جذب کا غلبہ بہت رہتا تھا ایک مرتبہ آپکے پوتے کی شادی تھی اور لوگ جمع ہو رہے تھے پوچھا کہ
آدمی کیسے جمع ہو رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ آپکے پوتے کی شادی ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے
بعد پوچھا تو لوگوں نے وہی جواب دیا الخ۔ اہل فہم ملاحظہ فرمائیں کیا دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ جو
زیادہ ہر مقیم ہوتا ہے اسکی شادی کی خبر سنکر وطنی اعزہ شرکت کیلئے جاتے ہیں اگر اسی طریق پر لوگ
جمع ہو کر جاتے ہوں تو کیا مستبعد ہے حضرت تھانوی اپنا مشاہدہ تو نہیں نقل فرماتے اور اگر کسی
نے آپ سے غلط واقعہ بیان بھی کیا اور آپ نے اسکو سچا مسلمان (حسن ظن کے طریق پر) سمجھ کر اسکے
قول کو صحیح سمجھ کر نقل فرما دیا تو افترا کیسے ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ کی تنقیص کیا ہوئی المرء یقیس
علی نفسہ کا مضمون ہے معترض صاحب چونکہ خود افترا کے عادی ہیں کہ در اصل پاخانہ کا تو حجرہ بنایا گیا اور آپ
برعکس بہتان باندھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت حاجی صاحب کا حجرہ پاخانہ بنایا گیا۔
اعتراض ہفتم صفحہ ۱۹ | اشرف التنبیہ حکایت نمبر ۵۲۔ اس حکایت میں سرنشاٹا خارج ہے
کہ لفٹننٹ گورنر بہادر ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے ۔۔۔
اس واقعہ کے متعلق جتنی باتیں حاکی نے بیان کی ہیں اکثر دروغ اور افترا ہیں۔ الخ
(الجواب) اصل عبارت اشرف التنبیہ ملاحظہ ہو (مولانا تھانوی نے) فرمایا کہ ایک

مرتبہ لفٹنٹ گورنر نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ سے ملنے کی اجازت چاہی جب آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔ اُن کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہوگا اچھا ایک کرسی منگا لینا۔ اور آپ لوگوں سے یہ کہکر بھول بھی گئے۔ یہاں تک کہ لفٹنٹ گورنر مع چند حکام کے آموجود ہوئے سب کھڑے تھے ایک میم بھی کھڑی تھی۔ مولانا نے ایک اُلٹے گھڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ بی تو اس پر بیٹھ جا (انتہیٰ بقدر ضرورت) معترض کا یہ بیہودہ اعتراض بھی مثل سابق اعتراض کے ہی جس کا جواب ظاہر ہے معترض صاحب جو واقعہ لکھ رہے ہیں چشم دید تو ہوگا نہیں بہرحال سمعی ہے جس پر بعینہٖ یہی الزام عائد ہوتا ہی۔ معترض نے اس اعتراض میں آگے چل کر حضرت تھانوی کو ایسے ناپاک الفاظ سے یاد کیا ہے کہ دیکھ کر قلب کانپ اُٹھا۔ تکاد السموٰت تیفطرن من فوقھن۔ سچ ہے ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد		میلش اندر طعنۂ پاکان برد	

میں جواب ترکی بترکی سے عاجز نہ تھا لیکن غلیظ (قلب) میں ڈھیلا پھینک کر اپنے کو نجس کیوں کروں ؎

دشنام بہ مذہبیکہ طاعت باشد		مذہب معلوم واہل مذہب معلوم	

معترض اس اعتراض میں لکھتا ہے کہ انکی (حضرت گنج مرادآبادی کی) تنقیص شان کیلئے گرونث گھڑی بھی تو کیسی انگڑہ (ایک میم صاحب کھڑی تھیں مولانا نے ایک اُلٹے گھڑے کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ بی تو اس پر بیٹھ جا) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حضرت اقدس کا زہد و ورع اس درجہ تک بڑھا ہوا تھا کہ آپنے اپنی عمر بھر میں کسی غیر محرم عورت کو نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ (انتہیٰ)

اس معترض کی خداوندی عقل اور جہالت وضلالت ہی کہ اردو کی عبارت تک تو خود نہیں سمجھتا اور کج فہمی سے سفید جھوٹ بولتا ہی اور بہتان باندھتا ہی یہ مولانا تھانوی نے کب لکھا ہی کہ حضرت مولانا معاذ اللہ غیر محرم کو دیکھتے تھے کیا ہمکلام ہونا شرعاً مذموم ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں جواب وسوال کرتی نہیں اگر اہل علم کی صحبت معترض کو نصیب ہوتی تو حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ جو حضور پرنور کیساتھ پیش آیا سنا ہوتا دیکھو پارہ ۲۸ حضرت تھانوی نے بقول معترض مولانا کی تنقیص شان اشارۃً فرمائی نہ کنایۃً یہ معترض کا قصور فہم ہی لیس ھذا الا ضلال المبین

الحاق

احقر ظہور الحسن جامع اوراق ہذا عرض رسا ہے کہ دوران طبع جزو ہذا میں حاضری تھانہ بھون کا اتفاق ہوا وہاں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب قدس سرہٗ کی نبیرہ صاحب (جنکا نام نامی خط ذیل کے ختم پر مذکور ہے) ایک خط جو حضرت حکیم الامۃ جناب مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم کے نام تھا اور اُس کا جواب بھی جو حضرت حکیم الامۃ دام فیوضہم کیطرف سے لکھا گیا تھا نظر پڑا چونکہ کاتب یعنی نبیرہ صاحب موصوف بفحوائے الولد سر لابیہ اور مکتوب یعنی انکے خط کا مضمون بفحوائے کہ عزت النساں بار انسان بود اپنی شان خاص سے حضرت قدس سرہٗ یعنی صاحب تذکرہ کی حکایات مذکرہ تھے اسلئے اس تذکرہ کو تکملہ تذکرہ ہذا کیساتھ ملحق کر دینا مناسب معلوم ہوا وہو ہذا۔

خط نبیرہ صاحب

محلہ درگاہ (ملاواں) ضلع ہردوئی – ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ الاربعاء القمیماء الدہار

سے	اے لقائے تو جواب ہر سوال	مشکل از تو حل شود بے قیل و قال	

مجدد العصر حکیم الامۃ مرشدی اعظم زید اللہ مجدہ و متع اللہ المسلمین بطول بقائہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مدت دراز سے عرض حال کا ارادہ کر رہا ہوں مگر ہمیشہ خیال مانع رہا کہ مستفید اور مستفیض میں کچھ نسبت تو ہونا چاہیے کہاں ایک فقیر بینوا اور کہاں ایک عالی مرتبہ بزرگ ذیشان۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بارہا عالم خواب و خیال میں حضور والا کی زیارت ہوئی مگر اسکو وہم و تخیل سمجھتا رہا کل صبح عریضہ لکھنے کا قصد کیا معاً جناب والا کی شبیہ کو روبرو دیکھا یا کلمات تسکین و تشفی زبان مبارک سے ادا ہوتی ہوئی سنے سوز و گدازی عالم بیخودی پیدا کر دیا اور کچھ خبر نہ رہی یہ آخری صورت اسطرح بقید واقع ہوئی کہ باوجودیکہ تمام عمر مجھکو زیارت اقدس کا اتفاق چشم ظاہر سے نہیں ہوا لیکن ہزارہا آدمیوں کے مجمع میں امید ہے کہ شناخت کر سکوں حضور اقدس کی خدمت میں بصد ادب مستدعی ہوں کہ میرے واسطے دعائے خیر فرما دیں۔ امید وثوق ہے کہ اللہ تعالیٰ ابواب رحمت کھول دے اسلئے کہ سے

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است	آں دعا زو نیست گفت داور است
آں دعا حق میکند چوں او فناست	آں دعا و آں اجابت از خداست
واسطہ مخلوق نے اندر میاں	بے خبر زاں لابہ کردن جسم و جاں
بندگانِ حق رحیم و بردبار	خوئے حق دارند در اصلاح کار
مہرباں بے رشوتاں یاری کناں	در مقام سخت و در روز گراں

مجھے یقین قطعی ہے کہ میری مشکل کو بجز ذات گرامی کے اور کوئی شخص سارے ہندوستان میں دفع نہیں کر سکتا اسلئے کہ میرے عقیدہ میں حضور والا ہی زمانہ موجودہ میں قطب الہند ہیں اور صحیح معنی میں اعلیحضرت مجسم

Marfat.com

مولانا فضل رحمن صاحب نور اللہ مرقدہ کی قائم مقام و جانشین ہیں اگر میرے حق میں دعا فرمائینگے تو یقینا باب رحمت و فضل و کرم کھل جائیگا۔

آں دعائے شیخ نی چوں ہر دعاست	فانی ست و گفت او گفت خداست
چوں خدا از خود سوال و کد کند	پس دعائے خویشتن را چوں رد کند

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ بھی قریب قریب ایسی ہی ارشاد فرماتے ہیں۔ ای مجدد زماں بزرگان دین نے بلوث اور بلا غرض ہمیشہ شکستہ دلوں کی دستگیری کی ہے مجھے امید ہے کہ میری مشکلات دینی و دنیوی آسان ہونیکے واسطے حضور والا بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائینگے۔ ورنہ کار صعب است مبادا کہ خطا بکنم اپنی بے بضاعتی پر متاسف دیکھیوں ورنہ خود حاضر خدمت عالی ہوتا جواب عریضہ سے مع خیریت مزاج عالی سرفراز کا منتظر ہوں والسلام عریضہ ادب خاکسار محمد فیاض نبیرہ اعلیحضرت مولانا فضل رحمن صاحب علیہ الرحمۃ محلہ درگاہ (ملاواں) ضلع ہردوئی۔ **جواب** از حضرت حکیم الامۃ دام فیوضہم۔ مکرمی سلمہ السلام علیکم نسبت کیمتعلق جو لکھا ہے بڑی نسبت تو اسلام ہے جسکے اعتبار سے سب بھائی ہیں یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کون بڑا بھائی ہے کون چھوٹا بھائی ہے خواب اگر وہم بھی ہو تاہم علامت محبت ہے کبھی رائی کیطرف سے کبھی مرئی کیطرف سے کبھی دونوں کیطرف سے دعا کی جو فرمائش کی ہے دل و جان سے دعائے صلاح و فلاح کرتا ہوں اگرچہ اسکا اہل نہیں لیکن دعا کیلئے خود اہلیت ہی شرط نہیں عجز و نیاز کافی ہے آگے جو کلمات میری حیثیت سے زیادہ لکھے ہیں انکو فال نیک میں داخل کیا جاسکتا ہے البتہ حضرت قدس سرہ کیساتھ جو نسبت اپنے حسن ظن سے ظاہر فرمائی ہے اسکی نسبت تو یہی کہوں گا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اور اللہ تعالی اسکو بھی فال نیک بنادے تو رحم کا فضل ہے دعا کا مکرر وعدہ کرتا ہوں اور اپنے لئے بھی دعا چاہتا ہوں۔ والسلام اشرف علی از تھانہ بھون ۸ ذیقعدہ ۵۲ھ

الحمد للہ کہ رسالہ ھذا بخیر و خوبی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ کو تمام ہوا

حضرت حکیم الامۃ دام فیوضہم

اور حضرات علماء دیوبند کی خصوصاً تبلیغی کتابیں نہایت ارزاں قیمت پر ظہور الحسن غفرلہ مالک کتبخانہ امداد الغرباء مظاہر علوم سہارنپور سے ملیں گی کتبخانہ امداد الغرباء کا قیام صرف اسلئے ہوا ہے کہ مفید کتابیں کم سے کم قیمت پر فروخت کیجائیں۔ ۲ کا ٹکٹ بھیجکر فہرست طلب کیجئے۔

(مطبوعہ خواجہ برقی پریس دہلی)

Marfat.com

(۳۱) حضرت شاہ حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حضرت شاہ حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۴۰۳) فرمایا کہ حاجی محمد عابد ہمارے بزرگوں کے رفقاء میں سے ہیں۔ میرے استاد مولینا فتح محمد صاحب اُن کی ایک حکایت بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ طالب علمی کے زمانہ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیونکہ وہ اُس وقت مہتمم مدرسہ کے تھے۔ اُس وقت ایک ڈپٹی بھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ اس وقت حاجی صاحب اپنی جگہ سے اُٹھ چکے تھے اس لئے اُن سے کھڑے ہی کھڑے کچھ معمولی گفتگو کرکے اُن کو رخصت کر دیا۔ پھر میں گیا تو لوٹ کر اپنی جگہ بیٹھنے لگے۔ میں نے عرض کیا اس کی حاجت نہیں میں ویسے ہی عرض کروں گا۔ فرمایا تم اپنے آپ کو ڈپٹی صاحب پر قیاس کرتے ہوگے کہاں وہ دنیادار کہاں تم نائب رسول ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ وہ شخص تھے جو اپنے مجمع میں سب سے اخیر درجہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

حکایت (۴۰۴) فرمایا کہ حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اہتمام میں ایک طالب علم کسی انتظام میں آپ سے خفا ہوگیا اور مقابلہ میں برا بھلا کہا حضرت حاجی صاحب خاموش ہوگئے۔ دوسرے وقت ڈومنی والی مسجد میں جہاں وہ طالب علم رہتا تھا خود تشریف لے گئے اور ان طالب علم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے اور فرمایا کہ مولینا معاف کر دیجئے آپ نائب رسول ہیں آپ کا ناراض رکھنا مجھے گوارہ نہیں ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مہتمم اور ایک ادنی طالب علم کے سامنے اُن کا یہ حال اب تو اُمید نہیں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں روز بروز تغیر ہوتا جاتا ہے سچ ہے۔

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند	تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

حکایت (۴۰۵) فرمایا کہ میں نے دیوبند کے ایک انگریزی خواں سے سنا ہے کہ ایک شخص کا مقدمہ ڈپٹی ظہیر عالم کے یہاں تھا۔ یہ سہارنپور میں ڈپٹی تھے۔ وہ شخص حضرت حاجی محمد عابد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حاجی صاحب مجھے ایک تعویذ دیدو۔ میرا مقدمہ ڈپٹی ظہیر عالم کے یہاں ہے۔ حاجی صاحب نے اس کو تعویذ دیا کہ اس کو پگڑی میں رکھ لینا۔ جب یہ عدالت میں اجلاس پر پہنچا۔ ڈپٹی صاحب نے کچھ سوال کیا۔ تو اُس نے کہا کہ ٹھہر جائیں۔ دیوبند والے حاجی کا تعویذ لایا ہوں وہ لے آؤں پھر پوچھنا۔ ڈپٹی صاحب اس پر ہنسے کیونکہ وہ عملیات کے معتقد ہی نہ تھے۔ جب وہ تعویذ لے آیا تو ڈپٹی صاحب سے کہا کہ اب پوچھ کیا پوچھے ہے اور دیکھ حاجی صاحب

کا یہ تعویذ رکھا ہو دیگڑی دکھلادی) ڈپٹی صاحب نے وہ مقدمہ قصداً بگاڑا لیکن جب فیصلہ کر پڑھنے بیٹھے ہیں تو وہ موافق تھا۔ پھر وہ ڈپٹی صاحب حضرت حاجی صاحب کی خدمت معذرت کو حاضر ہوئے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عمل کا یہ اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات جب معمول پر اس کا اثر ہوتا ہے تو دماغ صحیح نہیں رہتا۔ جب دماغ درست نہیں رہتا تو کام بھی ایسے ہی ہوتے

حکایت (۴۰۶) فرمایا کہ میرے ایک عزیز دیوبند کے رہنے والے کہتے تھے کہ میری پھوپی جب شروع میں دلہن ہونے کے زمانہ میں اپنے میکہ آئی۔ تو انہوں نے اپنا دوپٹہ الگنی پر ڈال دیا۔ اُسے کوئی لے گئی۔ عورتیں بوجہ عقیدت کے اُس زمانہ میں ایسی بے فکر تھیں بولیں کہ کچھ ڈر نہیں ہے۔ حاجی محمد عابد صاحبؒ سے کہلا بھیجو یہیں آجائیگا۔ چنانچہ حاجی صاحب سے کہلا بھیجا انہوں نے ایک تعویذ دیکر فرمایا کہ الگنی ہی پر آجاوے گا۔ چنانچہ دوپٹہ وہیں آگیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایسا سُنا ہی کوئی جن وغیرہ تابع تھے۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

(۳۲) جناب نواب وزیر الدولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۰۷) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب وزیر الدولہ پر غدر میں الزام لگایا تھا کہ اُنہوں نے بھی شاہ دہلی کے یہاں درخواست بھیجی تھی کہ جو کام میرے لائق ہو مجھے سپرد کیا جاوے میں خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ ابھی صفائی نہ ہوئی تھی کہ آگرہ میں والسرائے کا دربار ہوا جس میں والیان ریاست اور روسا مدعو تھے۔ اور مقصود اس سے والیان ریاست اور روسا کا امتحان تھا۔ اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا۔ نواب وزیر الدولہ اسی پر جم گئے کہ میں جمعہ چھوڑ کر دربار میں نہ جاؤں گا۔ جب یہ خبر نواب یوسف علی خاں والی رامپور اور سکندر بیگم والیہ بھوپال کو ہوئی تو یہ دونوں آئے اور آکر سمجھایا کہ آپ مسافر ہیں اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ پھر آپ پر الزام بھی قائم ہے اس لئے مناسب ہو کہ آپ دربار میں شریک ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ صحیح ہو مگر میں یہ ہرگز نہ کروں گا کہ اپنے نفس کیلئے خدا کے دربار کو چھوڑ کر دنیا کے دربار میں شریک ہوں الغرض انہوں نے کسی طرح ترک جمعہ منظور نہیں کیا اور چیٹھی لکھدی کہ آج جمعہ ہے اور مجھے نماز جمعہ میں شریک ہونا ہو اس لئے میں حاضری دربار سے معذور رہوں۔ اُس چھٹی کا جواب آیا کہ اگر ہمیں یہ پہلے سے خیال ہوتا تو ہم جمعہ کو دربار نہ کھولتے۔ مگر اب اعلان ہو چکا ہو۔ اس لئے دربار تو نہیں

Marfat.com

...توف ہوسکتا آپ نماز جمعہ پڑھیں آپ کیلئے دربار خاص منعقد کیا جاویگا۔ یہ مضمون بیان فرماکر ...انصاحب نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ وزیرالدولہ کی یہ حالت کیوں تھی۔ اس کا سبب محض یہ ...ا کہ اُس نے خاندان شاہ عبدالعزیز کی خاک چاٹی تھی۔ خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں ...نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کاندھلوی والد جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب سے بھی سُنا ہے۔ اور ...افظ عبدالرحمٰن صاحب دہلوی سے بھی سُنا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب حدیث ...ں نواب وزیرالدولہ کے شاگرد تھے

حاشیہ حکایت (۴۰۷) قولہ اس کا سبب محض یہ تھا الخ اقوال ھو کما قال سلطان ...لمشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ ؎

ہر کو مرید سید گیسو دراز شد	واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

وقال آخر ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد	فی الحال بصورت طلا شد

حکایت (۴۰۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کاندھلوی نے بیان فرمایا کہ سید صاحب کے لوگوں میں ایک صاحب سید امیر علی تھے جو نہایت متقی و پرہیزگار تھے ...صاحب نواب وزیرالدولہ کے مقرب تھے۔ اور اہل حاجت کی سفارشیں بہت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے نواب صاحب سے کوئی سفارش کی اور نواب صاحب نے وعدہ فرمالیا۔ مگر کسی وجہ سے اس کا ایفا نہ ہوسکا۔ اس پر سید امیر علی صاحب کو غصہ آیا اور سر دربار نواب صاحب کے تھپڑ ماردیا۔ نواب صاحب کا ظرف دیکھئے کہ کچھ نہیں کہا اور خاموش ہوگئے اس کے بعد جو سید صاحب کے عزیز و اقارب ریاست میں موجود تھے نواب صاحب اُن کے پاس گئے اور اُن سے سید امیر علی کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے اس واقعہ سے ذرا ملال نہیں ہوا انہوں نے تو تھپڑ ہی مارا ہے اگر وہ میرے جوتے مار لیتے تب بھی مجھے ملال نہ ہوتا۔ مگر اُن سے ذرا اتنا کہہ دیا جاوے کہ حق تعالیٰ نے ریاست کا کام میرے سپرد فرمایا ہے اور اس میں وقار قائم رہنے کی ضرورت ہے اور سر دربار ایسا کرنے سے سیاست میں خلل آتا ہے اس لئے وہ دربار میں اس کا لحاظ رکھیں۔ اور تنہائی میں اُنہیں اختیار ہے چاہے وہ میرے جوتے مار لیں۔

حاشیہ حکایت (۴۰۸) قولہ اگر وہ میرے جوتے مار لیتے الی قولہ مگر اُن سے ذرا الخ اقوال یہ ہے۔ تواضع اور حکمت کا جمع کرنا جو بجز کامل کے کسی سے ممکن نہیں ایک ایک کا منفرد

Marfat.com

پایا جانا چنداں دشوار نہیں باقی اُن بزرگ کا ایسا کرنا کسی حالت کے غلبہ پر محمول ہوگا ورنہ بدون اس کے ایسا کرنا جائز نہیں (شت)

حکایت (۴۰۹) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب وزیرالدولہ سید صاحب سے بیعت تھے۔ اور اُن کو سید صاحب سے ایسا گہرا تعلق تھا کہ جب سید صاحب کی بیوی تشریف لا رہی تھیں۔ تو نواب صاحب نے حکم دیا تھا۔ کہ جب وہ فلاں مقام پر پہنچنے کو ہوں تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا تاکہ میں اُن کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں (یہ مقام ٹونک سے گیارہ کوس تھا) چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نواب صاحب اس مقام پر پہنچ گئے۔ جب سید صاحب کی بیوی تشریف لائی ہیں تو نواب صاحب نے ایک طرف سے اُن کی پالکی کا بانس اپنے کندھے پر رکھا اور ٹونک تک برابر اپنے کندھے پر لائے۔ اس قصہ کو مجھ سے مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی و حافظ عبدالرحمٰن صاحب دہلوی نے بیان کیا ہے۔

حاشیہ حکایت (۴۰۹) قولہ پالکی کا بانس الخ اقول یہ ہے فنائے کامل اور یہ روساء ہیں نمونہ حضرت خلفاء راشدینؓ کے باقی بی بی صاحبہ کو اس کا گوارہ کرنا یا تو نواب صاحب نے ایسا اہتمام فرمایا ہو کہ اُن کو اطلاع نہ ہوئی یا اُن کی ممانعت کو نواب صاحب نے مانا نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں وہ کیا کرتیں اگر کوئی مرد ہوتا تو پالکی سے باہر آجاتا مگر وہ پردہ دار کیا کر سکتی تھیں (شت)

حکایت (۴۱۰) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب یوسف علیخاں والی رامپور بہت خوش مزاج آدمی تھے مگر عقیدہ اچھا نہ تھا۔ علی چار ابرو کا صفایا رکھتے تھے۔ جب آگرہ میں دربار ہوا تو اس میں شرکت کیلئے نواب وزیرالدولہ بھی گئے تھے اور نواب یوسف علی خاں بھی۔ چونکہ نواب وزیرالدولہ بہت سیدھے اور نیک تھے۔ اس لئے نواب یوسف علی خاں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ چلو وزیرالدولہ کو بنائیں گے۔ اور یہ امر آپس میں طے کر کے وزیرالدولہ کے پاس پہنچے۔ نہیں معلوم وزیرالدولہ کو کشف ہوا یا فراست سے انہوں نے اُن کا خیال معلوم کر لیا۔ غرض انہوں نے اُن کو مذاق کا موقع نہیں دیا اور خود ہی گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کا ظاہر اچھا بنایا ہے اور بعض کا باطن میرا ظاہر تو بہت اچھا ہے اور اس قدر اچھا ہے کہ اُس پر کسی کو نکتہ چینی کی گنجائش نہیں مگر میرا قلب نہایت گندہ اور ناپاک اور سخت مکروہ و خبیث ہے اور بھائی یوسف علی خاں کا باطن تو ایسا ہے جیسا میرا ظاہر اور اُنکا ظاہر ایسا ہی جیسا میرا باطن یہ سنکر یوسف علیخاں مبہوت سے رہگئے اور کچھ نہ کہہ سکے تھوڑی دیر خفت مٹانے کیلئے بیٹھے رہے اور اسکے بعد اٹھکر چلے گئے یہ قصہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کاندھلوی اور مولوی محمد نور صاحب مرادآبادی سے سنا ہے۔

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۴۱۰) قولہ بھائی یوسف علی خاں کا باطن الخ اقول یہ ہے عمل اس ارشاد پر ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ یہ ہر شخص کا کام نہیں وما یلقاھا الا الذین صبروا وما یلقاھا الا ذوحظ عظیم اور نیز اس میں بین دلیل ہے اسکے مصداق ہونیکی ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش	دگر آنکہ بر غیر بدبیں مباش

(...شت)

(منقول از امیر الروایات)

(۳۳) جناب نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خاں صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے ایک مرتبہ کسی جلسہ میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے ہو جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین صاحب اپنا تشدد چھوڑ دیں تو یہ جھگڑا مٹ جاوے۔ میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خانصاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی مولوی نذیر حسین صاحب تو سن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پر عمامہ ڈالدیا اور پاؤں پکڑ لئے اور رونے لگے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا۔

آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔ غرض میں نے بمشکل اُنکے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا۔ یہ قصہ بیان کرکے خانصاحب نے فرمایا کہ جب مولانا نے یہ قصہ بیان فرمایا اُس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

حاشیہ حکایت (۴۱۱) قولہ پاؤں پر الی قولہ مجھے بتلادو اقول کیا انتہا ہے اس للہیت کی ایسے بزرگ پر کب گمان ہو سکتا ہے کہ نفسانیت سے مناظرہ کرتے ہوں قولہ جھوٹ بولا اقول چونکہ اس میں کسی کا ضرر نہ تھا اس لئے اباحت کا حکم کیا جاوے گا (رشت)

حکایت (۴۱۲) خاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب بیان فرماتے تھے کہ میں نواب قطب الدین خانصاحب کی خدمت میں ہفتہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب ایک ہفتہ کا فراق تو بہت ہے۔ میں نے ہفتہ میں دو مرتبہ جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ حاجی صاحب چار دن کا فراق تو بہت ہے میں نے تیسرے دن جانا شروع کر دیا ایک روز فرمانے لگے کہ حاجی صاحب میں شاہ اسحٰق صاحب سے بھی بیعت ہوں اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے بھی۔ مگر میں ہمیشہ اعمال مسنونہ ماثورہ ہی میں مشغول رہا اور تصوف کی طرف مجھے کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ اس وقت وہ حضرات تو ہیں نہیں اور میں بڈھا ہو گیا ہوں اب مجھ سے محنت بھی نہیں ہو سکتی آپ مجھے کوئی ایسا کام تبلادیں جو میں کر لیا کروں میں تو خاموش رہا اتفاق سے اُس وقت مولوی محمد یعقوب صاحب کے داماد مرزا امیر بیگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے فرمایا کہ آپ کثرت سے استغفار پڑھا کیجئے۔ یہ سُن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۴۱۲) قولہ آپ مجھے کوئی ایسا کام اقول ایسے اکابر کا حضرت حاجی صاحب کو شیخ سمجھنا تھوڑی بات نہیں قولہ مرزا امیر بیگ الخ اقول میں نے بھی اپنے والد صاحب مرحوم کے ہمراہ مکہ معظمہ میں اُن کی زیارت کی ہے۔ (رشت)

حکایت (۴۱۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب

Marfat.com

فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب دف کو بھی ناجائز کہتے تھے۔ ایک مرتبہ میری اُن کی اس بارہ میں گفتگو ہوئی اور یہ گفتگو ہمارے دروازہ میں ہوئی۔ میرے گھر میں جب معلوم ہوا کہ دف کے جواز و عدم جواز میں گفتگو ہو رہی ہے تو انہوں نے مجھ سے گھر میں بلا کر کہا کہ نواب صاحب کو گھر میں بلا لو میں پردہ ہوئی جاتی ہوں۔ میں اُن سے اس بارہ میں گفتگو کروں گی۔ وہ پردہ ہو گئیں اور میں نے نواب صاحب کو گھر میں بلا لیا۔ جب وہ گھر میں آئے تو میرے گھر میں سے نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ جب میں بچی تھی تو ایک روز آپ مجھے گود میں لئے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ایک ڈھپڑی تھی (جو بچے گھڑے وغیرہ کے گھیرے پر جھلی منڈھ کر بنا لیا کرتے ہیں) اس وقت ابا جان (شاہ اسحٰق صاحب) بیمار تھے اور زمین پر ایک روئی کے گدیلے پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے مجھے ابا کے پاس لیجا کر بٹھا دیا اور میں وہاں بیٹھ کر ڈھپڑی بجانے لگی سو کبھی تو میں اُسے زمین پر رکھ کر بجاتی تھی اور کبھی ہاتھ میں لیکر۔ جب میں زمین پر رکھ کر بجاتی تو ابا اس کو اُٹھا کر میرے ہاتھ میں دیدیتے اور زمین پر رکھ کر نہ بجانے دیتے آیا یہ واقعہ ٹھیک ہے۔ نواب صاحب نے اس کی تصدیق کی۔ تب میرے گھر میں کہا کہ اس سے ثابت ہے کہ آپ کے اُستاد ڈھول کو ناجائز کہتے تھے اور دف کو جائز۔ کیونکہ جب میں اس کو زمین پر رکھدیتی تھی تو وہ دونوں طرف سے بند ہو کر ڈھول کی طرح ہو جاتی تھی اور جب میں لیتی تو وہ ایک طرف سے کھلکر دف ہو جاتی تھی نواب صاحب اُن کے اس استدلال کو سُن کر خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔

حاشیہ حکایت (۴۱۳) قولہ بند ہو کر ڈھول کی طرح اقول سبحان اللہ شاہ صاحب کے فعل کی حقیقت کو کیسا سمجھیں (فائدہ) یہ تحقیق [illegible] دف کی شرط یہ ہے کہ تطریب یعنی گت سے نہ بجایا جائے (ش [illegible])

(منقول از امیر الروایات)

(۴۴) جناب نواب مصطفٰے خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۱۴) خانصاحب نے فرمایا نواب مصطفٰے خاں نے حضرت شاہ

عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ کے خلیفہ اوّل ہیں۔ نواب صاحب کا عہد شباب ایسا ہی تھا جیسا کہ عموماً نوجوانوں اور امراء کا ہوتا ہے۔ طوائف سے اختلاط رکھتے۔ خصوصاً ایک طوائف رجو کے ساتھ گہرا تعلق تھا اور وہ تعلق اس وجہ سے اور بھی بڑھ گیا تھا کہ نواب لوہارو جو والی ملک تھے رجو پر عاشق ہوئے۔ اور اس سے شب باشی کی درخواست کی رجو نے صاف انکار کر دیا۔ اُنہوں نے صرف ایک قیام نیم شبی کے لئے سوا لاکھ روپیہ دینا منظور کیا۔ مگر رجو نے نہ مانا۔ دوسری طوائفوں اور اُس کی دلالہ نے اُسے ہر چند سمجھایا اور کہا کہ تیرا نام ہو جائیگا کہ فلاں والی ملک نے تجھے سوا لاکھ روپے میں ایک شب کیلئے بُلایا۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھ سے بڑھ چڑھ کر طوائفیں اور بھی ہیں۔ مگر پھر بھی یہ والی ملک سوا لاکھ روپے مجھے ہی کیوں دیتا ہے۔ یہ درحقیقت مجھے نہیں دیتا بلکہ نواب مصطفےٰ خاں کی عزت کو دیتا ہے۔ اور اُس کی عزت میرے نزدیک سوا لاکھ سے کہیں زیادہ ہے۔ اس پر نواب صاحب کو رجو کا اور بھی عشق بڑھ گیا۔ جب وہ مری ہے تو نواب صاحب کے بازو پر اس کا سر تھا۔ نواب صاحب پر اس کا بے انتہا صدمہ پڑا جس سے وہ دیوانہ وار سر و پا برہنہ گلی کوچوں میں پھرتے تھے۔ ایک دن اسی حالت میں شاہ عبد الغنی صاحبؒ کی خانقاہ کے سامنے جا نکلے حضرت شاہ صاحب کی نگاہ اُن پر پڑ گئی اور نظر پڑتے ہی نواب صاحب کو اچانک کچھ ہوش سا آگیا۔ گھر واپس آکر غسل کیا کپڑے بدلے اور ہاتھوں پیروں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنکر خادم کو حکم دیا کہ مجھے قیدی کی طرح شاہ صاحب کی خدمت میں لے چل۔ چنانچہ اسی حالت سے پہنچے۔ حضرت شاہ صاحب نے شفقت سے بٹھلایا اور اپنے دست مبارک سے اُن کا زیور آہنی اُتارا اور بیعت فرمایا اور بہت جلد نواب صاحب اپنی قابلیت باطنی کے سبب درجات کمال پر پہنچے۔ اور نہایت قوی الادراک بزرگ ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا تھا کہ نواب صاحب کے پاس جا کر استفادہ کیا کرو۔ اور فرمایا کہ تم اُن کی ریاست کو نہ دیکھو بلکہ اُن کے قلب کو دیکھو۔

حاشیہ حکایت (۳۴۱۴) اختلاط کیلئے متعارف بازی لازم نہیں اول کے مشاہدے سے ثانی کی شہادت جائز نہیں۔ گو معصیت تو وہ بھی ہے۔ مگر بلا دلیل

Marfat.com

شہادت بھی معصیت ہے

حکایت (۴۱۵) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب مصطفیٰ خاں صاحب کی یہ عادت تھی کہ ہمارے اکابر میں سے جب کوئی اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو فوراً مراقب ہو کر اُن کی نسبت کی ٹوہ میں لگ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نانوتوی اُن سے ملنے تشریف لیگئے۔ اور نواب صاحب حسب عادت مراقب ہوئے۔ سر اُٹھایا تو ایک صاحب اموجان سے خطاب فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے لوگ دیکھے ہیں۔ لیکن مولانا کی نسبت کا تو کہیں پتہ ہی نہیں ہے۔

(منقول از روایات الطیب)

(۳۵) جناب مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۱۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ سے مولوی فیض الحسن صاحب جو بڑے ظریف اور بے تکلف تھے بولے آپ اسد علی کے بیٹے (مولانا کے والد صاحب کا نام ہے) باوجود خواندہ ہونیکے کھیتی کرتے تو تو کھیتی کرتا تجھے کس نے مولوی بنا دیا۔ تیرے پاس تو دو بیل ہوتے اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر تات تک بر بر کرتا ہوتا مولانا نے نہایت متانت سے فوراً انکے کاندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا جی ہاں ایک تو ڈھونڈ لیا ہے اور ایک ڈھونڈوں گا پھر یہی کام کیا کرونگا۔

حکایت (۴۱۷) فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کیوقت یہ کہا تھا کہ دو شرط کے ساتھ بیعت ہوتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کبھی نذرانہ نہ دوں گا۔ دوسرے یہ کہ کبھی خط نہ بھیجونگا حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ شرطیں کرو تو وہ بھی منظور ہیں ان کو حاجی

ﻪ یہ حکایات روایات الطیب میں اور بعض ان سے ۔۔۔ مگر مضمون ایک ہی ہے ۱۲ ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

Marfat.com

صاحبؒ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ اُن کا نام آنے سے رو لیتے تھے حضرت حاجی صاحب کی تعریف میں اُن کے بڑے جلے بھنے دوہرے ہیں۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

از اضافہ از مولوی جلیل احمد صاحب

حکایت (۴۱۸) حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آج ایک صاحب نے (یہ صاحب وہی مولوی محمد فاروق صاحب ہیں جو دوسری روایات کے راوی ہیں) مولوی فیض الحسن صاحب کی ایک حکایت بیان کی۔ کہ بڑے ظریف تھے ایک مرتبہ جس زمانہ میں مولانا لاہور تشریف رکھتے تھے وہاں ایک دوکاندار سے آپ نے کچھ خربوزے خریدے۔ خیر مکان پر لاکر جب ان کو کھانا شروع کیا تو سب پھیکے نکلے۔ مولانا ان کو لیکر دوکاندار کے پاس واپس تشریف لائے۔ اور دوکاندار سے کہا کہ یہ تو سب پھیکے ہیں اُس نے کہا کہ پھر میں کیا کروں۔ فرمایا کہ بھائی واپس کرلے۔ کہا کہ میرے تو کام کے رہے نہیں (کیونکہ کاٹ لئے تھے) مولانا نے فرمایا کہ پھر ہمارے بھی کام کے نہیں کہنے لگا کہ صاحب میں کچھ نہیں جانتا میں نہیں واپس کرونگا۔ خیر مولانا خاموش ہوگئے اور وہیں دوکان کے پاس بیٹھ گئے اب جو خریدار آتا اور خربوزے اس دوکان سے خریدنا چاہتا تو فرماتے۔ بھائی پہلے نمونہ دیکھ لو۔ اُس دوکاندار نے جو یہ منظر دیکھا تو فوراً خربوزوں کی واپسی پر تیار ہوگیا۔ اور مولانا دام لیکر واپس تشریف لے آئے۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

(۳۶) جناب مولنا فضل حق صاحب مرحوم خیرآبادی کی حکایات

حکایت (۴۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ خاں کاندھلوی کا اور مولوی فضل حق صاحب کا سہارنپور میں امکان نظیر کے مسئلہ میں مناظرہ ہوا اور مولوی فضل حق صاحب کو بھرے مجمع میں الزام ہوگیا

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۴۱۹) قولہ الزام ہوگیا اقول مولوی فضل حق صاحب کی یہ سلامت فطرت ہے کہ اس الزام کے اخفا کی کوشش نہیں کی ورنہ آجکل تو کچھ نہ کچھ ہانکے ہی جاتے ہیں جس میں مغلوبیت کا پتہ نہ لگے (اشرف)

حکایت (۴۲۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید صاحب غازیپوری رامپور میں مولوی فضل حق صاحب سے پڑھتے تھے یہ ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے اتفاق سے اُنکے ایک دوست مل گئے۔ اُن دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق صاحب کے یہاں چلیں تم اُن کے (مولانا اسمٰعیل صاحب کے) معتقد ہو آج تمہیں تمہارے اُستاد سے اُن پر تبرے سنوائیں گے۔ اُنہوں نے کہا چلو۔ جب یہ دونوں وہاں جاکر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب سے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہکر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسمٰعیل پر تبرے سنواؤنگا۔ مولوی فضل حق صاحب نے کہا اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور یہ کہکر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسمٰعیل پر تبرا کروں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جو مجھ سے ہوچکا ہے وہ بھی بہکائے سکھائے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہو سکتا اور یہ کہکر اُن کو اپنی مجلس سے اُٹھوا دیا۔ اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔

حاشیہ حکایت (۴۲۰) قولہ اس میں بھی مولوی صاحب کا وہی کمال ثابت ہوتا ہے جو اوپر کی حکایتوں میں ہے (اشرف)

(۳۷) جناب مولٰنا فتح محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۲۱) فرمایا کہ غالباً حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جلال آباد میں دو شخص مسجد میں نماز کو آتے تھے اور یہ شرط کر کے آتے تھے کہ پہلے کون نماز ختم کرے ایک شخص نے اُن کے نماز پڑھنے کی یہ حالت دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ و تشہد و درود شریف و تسبیحات تو گھر پڑھ آتے

ہوں گے باقی رکوع وسجدے یہاں آکر کر لیتے ہونگے۔

حکایت (۴۲۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے زمانہ میں کہ اُس وقت سخت دھوپ تھی مولانا فتح محمد صاحب جامع مسجد سے باہر تشریف لیجا رہے تھے ایک صاحب نے جوتہ لینا چاہا آپ نے تواضع سے عذر کیا اُس نے اصرار کیا مولانا نے انکار کیا اور جوتہ مضبوط تھام لیا اور یہ قصہ گرم فرش پر ہو رہا ہے۔ جب وہ اس طرح کامیاب نہوا اُس نے ایک ہاتھ سے مولانا کی کلائی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے زور سے جھٹکا دیا۔ اور آپ کے ہاتھ سے جوتہ چھین لیا اور مسجد کے دروازہ پر لا رکھا گویا بڑی خدمت کی حضرت تو خاموش ہو گئے مگر مجھکو بڑا غصّہ آیا اور اُس کو لتاڑا۔

حکایت (۴۲۳) فرمایا کہ ایک نائب تحصیلدار جن کا دورہ تھانہ بھون وجلال آباد تھا وہ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے پاس ملنے آئے۔ مولانا اس وقت موجود نہ تھے سفر میں تھے وہ ایک پرچہ پر ایک طالب علم کو یہ شعر لکھکر پیش کرنیکے لئے دے گئے تھے

چو غریب مستمندی بدرت رسیدہ باشد	چہ قدر طپیدہ باشد چو ترا ندیدہ باشد

مولانا سفر سے جب واپس آئے تو اُس طالب علم نے وہ پرچہ پیش کیا۔ ظالم نے موقع بھی تو نہ دیکھا بس مولانا دیکھتے ہی مسجد سے جلال آباد پہنچے۔ وہاں دیکھا تو وہ صاحب اپنے ہم عمروں میں ہنسی مذاق میں مشغول ہیں مولانا دیر تک باہر کھڑے رہے پھر کسی کے ذریعہ اطلاع کرائی سنتے ہی سب سہم گئے اور حضرت کو اندر لے گئے۔ فرمایا تمہارا پیام دیکھ کر ملنے آگیا وہ بڑے شرمندہ ہوئے پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر حضرت نے اجازت چاہی لوگوں نے اصرار کیا فرمایا کہ سفر سے سیدھا یہیں چلا آیا ہوں۔ گھر جانے کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا بہت متواضع بے نفس تھے۔ پرچہ دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ بیچارے کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ بڑی حسرت رہیگی۔ حالانکہ وہ محض ایک شاعری تھی۔

حکایت (۴۲۴) فرمایا ایک مرتبہ مولانا فتح محمد صاحب ہماری مسجد میں تشریف لا رہے تھے مسجد کے سامنے بارش کا پانی بہت بھرا ہوا تھا۔ آپ پانی

Marfat.com

کے کنارے کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیسے اُتروں - قاری عبداللطیف صاحب پانی پتی جو اُس وقت یہاں مدرس تھے وہاں موجود تھے اُنہوں نے جھٹ گود میں بھر کر پار لا کھڑا کیا - مولانا بہت ہی منحنی آدمی تھے - (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفرلہ

حکایت (٤٢٥) احقر نے حضرت حکیم الامت مدظلہم سے سنا ہے کہ مولانا [illegible] علم دوست تھے جب آپکو معلوم ہوتا تھا کہ فلاں جگہ فلاں عالم فلاں علم میں بہت ماہر ہے پا پیادہ سفر کرکے وہاں تشریف لے جاتے تھے چنانچہ مولانا کو معلوم ہوا کہ جھنجھانہ میں فلاں عالم مثنوی شریف بہت اچھی پڑھاتے ہیں - اس زمانہ میں آپ تھانہ بھون میں مدرس تھے اسلئے جمعرات کے روز پا پیادہ جھنجھانہ تشریف لیجاتے اور جمعہ کے روز [illegible] آجاتے [illegible] طرح اکثر حصہ پڑھا جب بہت تھوڑا حصہ رہ گیا تو [illegible]

(٣٨) مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی [illegible]
[illegible] رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حکایت (٤٢٦) فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب [illegible] لوگ کہتے ہیں کہ اُن کی تصنیف کا اوسط اتنے روزانہ کا پڑتا ہے [illegible] فرمایا کہ بیچاروں کا دماغ اسی میں ضعیف ہوگیا - صرع ہوگیا [illegible] نے ہر چند منع کیا - مگر نہیں مانے علمی خدمت کے مقابلہ میں بیچاروں نے [illegible] کی پرواہ نہ کی - (منقول از اشرف التنبیہ)

(٣٩) جناب مولانا مولوی ملا نظام الدین صاحب
رحمۃ اللہ علیہ مجوز نصاب نظامی کی حکایت

Marfat.com

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۴۲۷) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا حضرت ملا نظام الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرید ہوئے تو اُنکے پیر محض امی (اَن پڑھ) تھے ایک بار پیر صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے اور مولانا کے ہاتھ میں حقہ دیا اور تمام بازار میں پھرایا مگر مولانا صاحب نے بایں ہمہ کمال اس خدمت سے مطلق انکار نہ فرمایا۔ اس کے بعد ایک اور بزرگ کا تذکرہ فرمایا (غالباً شیخ جلال تھانیسری تھے) اُن کے مرید ایک خانصاحب تھے حضرت شیخ کی گھوڑی کہیں باہر سے لائی گئی اتفاقاً گھوڑی نے لات ماردی اس پر خانصاحب کو غصہ آگیا کہنے لگے "تعلیم وارشاد تو اوروں کیلئے ہے اور گھوڑوں کی لات ہمارے واسطے" شیخ کے کسی مرید نے یہ قصہ حضرت سے جا کہا۔ جب خانصاحب گھوڑی لیکر حاضر ہوئے تو شیخ نے غصہ ظاہر فرمایا اور خانقاہ سے نکالدینے کا حکم دیدیا ہو جب حکم حضرت شیخ کے خانصاحب نکال باہر کئے گئے ادھر خانصاحب کا یہ حال ہو کہ روتے روتے بیتاب ہو گئے اور جب اندر جانے کی کوئی صورت نہ پائی تو فرط عقیدت و محبت سے خانقاہ کی بدرو میں گھس پڑے اتفاق سے بارش ہوئی تو خانقاہ کا پانی رُک گیا لوگوں نے بانس سے نالی صاف کرنی شروع کی وہ بانس خانصاحب کے سر میں جاکر لگا اور پانی کے ساتھ خون بہنے لگا تب تو لوگوں کو تعجب ہوا اور فکر ہوئی کہ کیا بات ہے نالی کو جو دیکھا تو اس میں خانصاحب کو سر گھسائے پڑا پایا اس کی خبر حضرت کو دی گئی سن کر حضرت شیخ کو رحم آگیا اور بکمال شفقت شرف حضوری بخشا

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۴۰) شیخ العالم حضرت مولٰنا محمود حسن صاحب صدر مدرس مدرسۃ العلوم دیوبند قدس اللہ سرہٗ کی حکایات

حکایت (۴۲۸) آخر میں ایک قصہ مولوی محمود حسن صاحب کا لکھتا ہوں۔ جب نواب محمود علی خاں کا انتقال ہوا تو حضرات دیوبند کا ارادہ ہوا کہ وہ نواب صاحب

تعزیت کے لیے چھاری آئیں اور اُنہوں نے مولوی محمود حسن صاحب پر بھی زور دیا
تم بھی چلو، مولوی محمود حسن نے مجھے خفیہ جوابی خط لکھا اور لکھا کہ تم اپنی اصلی رائے
لکھو کہ میں آؤں یا نہ آؤں اور لکھا کہ اس کا جواب دہلی فلاں شخص کے نام بھیجنا۔ اور
جواب مجمل لکھنا۔ میں نے لکھدیا کہ نہ آئیے اسپر مولوی صاحب نے دستوں کی گولیاں کھا
لیں اور اصرار کرنے والوں سے بیماری کا عذر کر دیا۔ (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۴۲۹) حضرت والد ماجد اور عم محترم نے فرمایا کہ حضرت مولانا
محمود حسن صاحب فرماتے تھے کہ جب حضرت نانوتویؒ کی وفات ہوئی مجھ سے خود
حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ تیس برس کی محنت سے جو بات قائم ہوئی تھی وہ آج نہیں
ہے پھر فرمایا کہ مولانا کی تو وفات ہو گئی ہمارے صدمہ سے وہ تو واپس نہیں آسکتے
مگر مجھے رونا اپنا ہے کہ تیس برس کی مشقت سے قلب میں جو ایک کیفیت قائم ہوئی
تھی وہ جا رہی ہے۔ (منقول از روایات الطیب)

حکایت (۴۳۰) فرمایا کہ ہمارے حضرات میں شان تربیت اعلیٰ درجہ کی
تھی۔ ایک وقت حاجی محمد عابد اور اہل مدرسہ سے اختلاف ہو گیا۔ میرا دیوبند جانا ہوا
تو مجھے شرم آئی کہ میں دیوبند آؤں اور حضرت حاجی صاحب سے نہ ملوں اگر حاجی صاحب
راستہ میں مل گئے تو بھی دعا سلام تو ضرور ہوگا اُس وقت خواہ مخواہ ندامت ہوگی
یہ سوچ سمجھ کر میں حاجی صاحب کی ملاقات کو گیا اور بھی جتنے بزرگ خلاف تھے سب
سے ملا اس پر میرے اوپر مدرسہ کے متعلقین کا سنسر قائم ہو گیا جہاں میں جاتا ہوں
میرے پیچھے پیچھے دیکھتے پھرتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں جگہ گئے ہیں۔ میں نے احتیاطاً
اسی زمانہ میں ایک جلسہ میں جس میں حضرت مولانا دیوبندی اور مولانا حافظ احمد صاحب
وغیرہ شریک تھے حضرت مولانا دیوبندیؒ سے عرض کیا کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب
میرے بزرگ ہیں جب میں یہاں آتا ہوں تو اُن سے ملنے کا تقاضا میری طبیعت میں
پیدا ہوتا ہے اگر مصلحت کے خلاف نہ ہو تو اُن سے مل لیا کروں حضرت دیوبندی نے
فرمایا کہ ضرور ملو اپنے مجمع میں سے اگر کوئی ملتا رہتا ہے تو مخالفت کم ہوتی ہے ہمارے
حضرت نے فرمایا کہ حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد ایک دن بھی
حضرت حاجی محمد عابد سے ملنے کو جی نہیں چاہا اگر کوئی کہے کہ یہ حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

علیہ کا تصرف ہے تو میں اس کا معتقد نہیں کیونکہ ہمارے حضرات کا ایسا مذاق نہیں ہے بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ الانسان حریص علی ما منع جس چیز سے آدمی کو روکا جاتا ہے تو اُس کا شوق بڑھتا ہے اور جب اجازت دیدی جاتی ہے تو شوق کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام سلیم کو رونے کی اجازت دیدی تو پھر اس سے بھی توبہ کرلی اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ تربیت بہت مشکل ہے۔ بڑے مبصر کا کام ہے ایک شیخ دو شخصوں کی تربیت کرتا ہے ایک کی اور طرح اور ایک کی اور طرح جیسے طبیب کے سامنے دو مریض ہیں ایک کا اور علاج کرتا ہے اور دوسرے کا دوسری قسم کا اور راز طریقت نہیں بتانے کا بھی یہی ہے کہ دوسرے کو حرص نہ ہو نہ یہ کہ تعلیمات جدا جدا ہوں یعنی نماز روزہ اور ذکر وغیرہ)

حکایت (۴۳۱) فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مدرسے کے مہتمم نے عرض کیا کہ حضرت ضرورت ہوتی ہے مدارس میں چندہ کی اور چندہ مانگنے میں ذلت ہے تو کیا صورت کی جاوے۔ فرمایا غریبوں سے مانگو کچھ ذلت نہیں (وہ جو کچھ بھی دیں گے نہایت خلوص اور تواضع سے دیں گے اور اس میں برکت بھی ہو گی جامع) اور مالدار اوّل تو بیچارے تنگ ہوتے ہیں پانسو کی آمدنی ہے اور چھ سو کا خرچ ہے یہ تو رحم کے قابل ہیں (اور اگر کچھ دے بھی دیا تو محصل کو ذلیل اور خود کو بڑا سمجھ کر دیں گے اس میں بیشک ذلت ہے جامع)

حکایت (۴۳۲) فرمایا کہ حافظ احمد صاحب سے مسٹن نے کہا تھا کہ ہمارے قلب میں اب بھی مولانا دیوبندی کی ویسی ہی عظمت ہے جیسے آپ کے قلب میں ہے اور وہ جو اس تحریک میں شریک ہو گئے ہیں کسی دوسرے کا اثر ہے۔

حکایت (۴۳۳) فرمایا کہ مولوی محمود صاحب رامپوری کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے میں حضرت مولانا دیوبندی کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھا پی کر میرے پاس آگیا کہ میں بھی یہاں ہی رہونگا اس کو ایک چارپائی دیدی گئی۔ جب سب سوگئے رات کو میں نے دیکھا کہ مولانا زنانہ میں سے تشریف لائے میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں امداد دیدوں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کرکے

Marfat.com

کیوں پریشان کروں میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانا شروع کیئے وہ خراٹے لیکر خوب سوتا رہا مولوی محمود صاحب اٹھے اور یہ کہا کہ حضرت آپ تکلیف نہ کریں میں دبا دوں گا مولانا نے فرمایا کہ تم جاکر سوؤ یہ میرا مہمان ہے میں ہی اس خدمت کو انجام دونگا۔ مجبوراً میں چپ رہ گیا۔ اور مولانا اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا میں تواضع و مہمان نوازی کی خاص شان تھی۔

حکایت (۴۳۳) فرمایا کہ دیوبند کے بڑے جلسہ کے زمانہ میں ایک شخص نے مدرسہ میں گھوڑا دیا تھا۔ مولانا نے اس کو ایک مقام پر بھیجدیا تھا کہ اس کو فروخت کردیں اس مقام سے ایک شخص گھوڑے کے متعلق ایک خط لایا تھا اس زمانہ میں جلسہ کا اہتمام ہو رہا تھا مہتمم صاحب نے خط کا جواب دیکر اس کو رخصت کردیا مولنا دیوبندی نے مہتمم صاحب سے پوچھا کہ اس گھوڑا لانے والے کو کھانا بھی کھلایا تھا۔ مہتمم صاحب نے کہا کہ حضرت کھانا تو ہجوم اشغال میں نہیں کھلایا پیسے دیدیے ہیں کہ کچھ لیکر کھالے گا۔ فرمایا کافی نہیں غریب آدمی پیسے نہیں خرچ کرتا گھر کو باندھکر لیجاتا ہے اور لوگوں سے پوچھا کہ وہ شخص کس رستہ سے گیا ہے۔ پتہ لگا کہ فلاں سڑک کو گیا ہے۔ مولانا اُدھر ہی تشریف لیگئے اور اس کو واپس کرکے کھانا کھلا کر پھر رخصت کیا۔

حکایت (۴۳۴) فرمایا کہ مولانا دیوبندی اچھے خوش حال گھرانے کے تھے جوانی میں نہایت پرتکلف کپڑا پہنتے تھے مگر میرے دیکھنے ہی دیکھتے یہ حال ہوگیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں جب دیوبند جایا کرتا تھا مجھے یہ یاد نہیں کہ مولانا سے ملنے کی ابتدا میں نے کبھی کی ہو۔ جب ارادہ کرتا کہ ذرا سانس لیکر حاضر ہوں گا بس جھٹ مولانا تشریف لے آتے۔

حکایت (۴۳۵) فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی بعض بدعتیوں کی حس اور عقل کے متعلق فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں جبکہ اچھی طرح پیشاب کے بعد ڈھیلا لینا بھی نہ جانتا تھا کہ کسی کے ہمراہ پیران کلیر کے میلہ میں گیا۔ اتفاق سے جو غسل کا وقت تھا اُس وقت میں خاص مزار شریف کے

Marfat.com

پاس کھڑا ہوا تھا سقہ آیا اُس نے یک دم مشک چھوڑ دی اور اس کی مشک چھٹنے کے ساتھ ہی آدمیوں کا ریلا اندر آگیا۔ میں چونکہ بچہ تھا ہجوم کی وجہ سے اُس پانی میں گر گیا اور تمام کپڑے سڑا بور ہو گئے۔ جب میں باہر نکلا تو لوگوں نے میرے تمام کپڑے اُتار کر مجھے ننگا کر دیا اور اُس کا پانی نچوڑ کر تبرک سمجھ کر پی گئے اور پائجامہ کا پانی بھی پی گئے جو یقیناً ناپاک تھا۔

حکایت (۴۳۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی مراد آباد کے جلسہ میں تشریف لیگئے۔ لوگوں نے وعظ کیلئے اصرار کیا۔ مولانا نے عذر فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے۔ مگر لوگوں نے نہ مانا۔ آخر مولانا کھڑے ہوئے۔ اور حدیث فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا۔ کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے۔ تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ پس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہو گئی۔ یعنی آپ کی شہادت۔ پھر حضرت مولانا نے اُن بزرگ سے بطرز استفادہ پوچھا کہ غلطی کیا ہے تاکہ آیندہ بچوں اُنہوں نے فرمایا کہ اشد کا ترجمہ اثقل کا نہیں آتا بلکہ اضر کا آتا ہے۔ مولانا نے فی الفور فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی۔ کیا یہاں بھی اضر کے معنے ہیں وہ دم بخود رہ گئے۔

حکایت (۴۳۷)۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ کو میں نے جلسہ دستار بندی میں مدرسہ جامع العلوم کانپور بلوایا آپ تشریف لیگئے میں نے وعظ کے واسطے عرض کیا۔ فرمایا کہ میرے بیان سے لوگ خوش نہ ہوں گے۔ اور اس سے میرا تو کچھ نہیں جائیگا تمہاری ہی اہانت ہو گی کہ اُن کے اُستاد ایسے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سے تو ہمارا فخر ہو گا کہ اُن کے اُستاد ایسے ہیں۔ فرمایا ہاں اس طرح فخر ہو گا کہ لوگ کہیں گے یہ (حضرت مرشدی مدظلہم) اُستاد سے بھی بڑھ گئے غرضکہ بڑی دقت کے بعد منظور فرمایا۔ مولانا کا علم اور علماء کا مجمع خوب طبیعت کھلی

ہوئی تھی مضامین عالیہ ہو رہے تھے کہ اتنے میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی تشریف لے آئے۔ اُن کے دیکھتے ہی مولٰنا ... گئے۔ مولوی فخر الحسن صاحب نے دوسرے وقت عرض کیا کہ وعظ کیوں بند کر دیا ... فرمایا کہ اُس وقت مجھ کو خیال ہوا کہ اب وقت ہے مضامین کا یہ بھی دیکھیں گے کہ علم کیا چیز ہے تو اس طرح سے وعظ میں خلوص نہ رہا۔ اس لئے قطع کر دیا۔

(۴۱) حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مرشدی و مولائی سیدی و سندی جناب مولانا مولوی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کی حکایات

حکایت (۴۳۸) فرمایا کہ چندہ کے متعلق میری مولانا ..... صاحب سے بہت گفتگو ہوئی میں کہتا تھا کہ خطاب خاص میں وجاہت کا دخل ہوتا ہے۔ دینے والے کے قلب پر مانگنے والے کی وجاہت کا اثر پڑتا ہے مولانا نے فرمایا کہ ہم کیا اور ہماری وجاہت کیا اس کا کیا اثر ہوتا ہے میں نے جواب دیا آپ کی نظر میں بیشک اپنی وجاہت نہیں ہے لیکن لوگوں سے پوچھئے کہ اُن کے قلوب میں آپ کی کتنی وجاہت ہے مولانا نے فرمایا نہیں جی بہت دیر گفتگو رہی لیکن انہوں نے میری رائے نہ مانی اپنی رائے پر قایم رہے

حکایت (۴۳۹) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ جس وقت نابینا ہوئے تو میں کبھی ویسے ہی چپکے سے جا کے نہیں بیٹھا بلکہ جب گیا یہ کہدیا کہ اشرف علی آیا ہے اور جب چلنے لگا تو کہدیا کہ اشرف علی رخصت چاہتا ہے ویسے چپکے جا کر بیٹھنے میں تجسس کے مشابہ ہے تشبہ بالتجسس بھی تجسس ہے۔ آنے جانے کی اطلاع کی یہ فائدہ تھا کہ شاید کوئی بات میرے سامنے فرمانا چاہیں اور حضرت فرمانے لگیں۔

حکایت (۴۴۰) فرمایا کہ ایک بار سہارنپور میں بڑے جلسہ میں جانا ہوا

Marfat.com

جلسہ سے اگلے روز شیخوپورہ والوں نے حضرت مولانا سہارنپوری اور دیگر بعض مہمانوں کو مدعو کر دیا۔ چلتے وقت سہارنپور [illegible] تاجر چانول نے اگلے روز صبح کی دعوت کر دی مولانا نے دعو [illegible] ور شیخوپورہ چلے گئے شب کو وہاں رہے صبح کو وقت چھاجوں پانی پڑ رہا تھا۔ مگر چونکہ مولانا نے وعدہ کر لیا تھا اس وجہ سے اسی حالت میں واپسی ہوئی۔ جب سہارنپور اُترے میں بھی ہمراہ تھا راستہ میں وہ صاحب جو دعوت کر گئے تھے سڑک پر جاتے ہوئے ملے مولانا نے پکار کر بلایا اور اپنے آنے کی اطلاع کی تو آپ کہتے ہیں حضرت دعوت کا کوئی انتظام نہیں ہوا مجھکو واپسی کی اُمید نہ تھی مولانا نے فرمایا اچھا بھائی پھر سہی اُس نے کل صبح کا وقت معین کیا (تبسم سے فرمایا ظالم نے شام کو بھی تو نہ کہا) ہمارے حضرت نے فرمایا اس گفتگو سے میرے غصہ کی کچھ انتہا نہ تھی مولانا چونکہ بزرگ تھے اُن کے سامنے کچھ نہ کہہ سکا مجھے بھی صبح دعوت میں شریک ہونیکا حکم ملا میں نے عرض کیا حضرت مجھے تو صبح صبح بھوک نہیں لگتی ہے فرمایا اگر بھوک ہو کھا لینا ورنہ مجلس ہی میں بیٹھ جانا میں نے عرض کیا بہت اچھا صبح وقت پر پھر ہم سب گئے مگر میں غصہ میں بھرا ہوا تھا کوٹھے کے اوپر کھانا کھلایا۔ میں عذر کر کے مولانا سے رخصت ہو گیا اور اس دعوت کنندہ سے مولانا کے سامنے تو کہنے کا موقعہ نہ ملا اس لئے نیچے بلایا اور اچھی طرح اس کے کان کھولے اور کہا کیا بزرگوں کو بلا کر ایسے ہی تکلیف اور اذیت دیا کرتے ہیں تجھے تو یہ چاہیئے تھا کہ اگر مولانا شیخوپورہ سے تشریف نہ بھی لاتے تب بھی انتظام کرتا اُس نے آئندہ کیلئے توبہ کی (جامع کہتا ہے یہ شان انتظام ہے جو ہمارے حضرت میں باحسن الوجوہ ہے)

حکایت (۱۴۳) فرمایا کہ ایک غیر مقلد بہت ڈرتے ڈرتے بغرض بیعت میرے پاس آئے (کیونکہ اُن کے رفقائے سفر نے اُن کو ڈرا دیا تھا کہ تم جب وہاں جاؤ گے نکال دیئے جاؤ گے) اُنہوں نے مجھ سے بیعت کو کہا میں نے اس شرط کو منظور کر کے بیعت کر لیا اور یہ سمجھا دیا کہ کسی سے بھی خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد لڑنا جھگڑنا مت نہ مباحثہ کرنا اور اپنی بیوی کو بھی مُرید کرایا میں نے اُس سے بھی یہی شرط کر لی دو چار بار آنیکے بعد مقلد تھے یہ اتباع حق کی برکت ہے اکثر مناظروں

Marfat.com

سے قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ باطن میں بہت مضر ہے۔

حکایت (۴۴۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ ضرت حاجی صاحب کے ملفوظات وحالات بیان کر رہا تھا۔ اس جلسہ میں ایک وکیل ت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بھی بیٹھے ہوئے تھے جو بہت مزے لے رہے تھے اور ایک حالت طاری تھی اُنہوں نے اسی حالت میں مجھے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

تو منور از جمال کیستی	تو مکمل از کمال کیستی

میں نے فی البدیہہ یہ جواب دیا ؎

من منور از جمال حاجیم	من مکمل از کمال حاجیم

رائپوری
یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب

حکایت (۴۴۳) ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مولانا ..... رائپوری فرماتے تھے کہ بھائی اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ طالب مطلوب بنکر آتے ہیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کسی صورت سے اللہ کا نام آجائے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی یہ اللہ کا باغ ہے اس میں ہر قسم کے درخت ہونے چاہئیں اندر کے درخت تو ایسے ہی ہونے چاہئیں جیسے حضرت رائپوریؒ تھے اور باہر کے ایسے ہونے چاہئیں جیسے میں کیونکہ باغ میں جب تک باہر کے درخت خاردار نہیں ہوتے جب تک اندر کے درختوں کی حفاظت نہیں ہوتی۔ میں وقایہ ہوں بزرگوں کا جو یہاں سے جائے گا پھر ان حضرات کو نہ ستائے گا۔ واقعی کہیں تو اس شعر کا مصداق ہونا چاہئے ؎

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا	جود محتاج گدایاں چوں گدا

اور کہیں اس شعر کا مصداق ہونا چاہئے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو	دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

ایک دفعہ یاد آیا کہ میرے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس موروثی زمین تو نہیں اُس نے کہا ہے (وہ اس کو کچھ اچھا سمجھتا تھا) میں نے کہا کہ پہلے اس سے استعفا دے آؤ پھر مرید کریں گے وہ یہاں سے سیدھا رائپور پہنچا اور مرید ہو کر یہاں آیا اور کہا کہ میں تو مرید ہو بھی گیا مولانا نے کچھ نہیں کہا میں نے اُس سے کہا کیا تو نے مولانا سے پوچھا تھا کہنے لگا نہیں

میں نے کہا کیا ان کو علم غیب تھا۔ پھر میں نے کہا کہ دیکھو میں اور مولانا رائپوری دو دو نہیں ہم سب ایک ہیں میں اُ رف سے کہتا ہوں کہ تم اس زمین سے استعفا دیدو اور اگر کچھ عذر ہے تو یہاں ابھی اُٹھ جاؤ اور آیندہ جب تک توبہ نہ کرلو یہاں منہ نہ دکھاؤ۔

حکایت (۴۴۴) فرمایا کہ میں بچپن میں خواب بہت دیکھا کرتا تھا اب تو بالکل نظر نہیں آتے اور تعبیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے لیا کرتا تھا مولانا نے بعض اوقات استخارہ تک مجھ سے کرایا ہے کہ تجھے خواب سے مناسبت ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ مولانا دیوبندیؒ کے مردانہ مکان میں دروازہ کے سامنے جو چبوترہ ہے اس کے کنارہ پر ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں جو بہت نازک پتلے دبلے قد بھی اچھا کپڑے نہایت نفیس بڑے قیمتی تھے۔ اُنہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر یہ لکھا ہوا تھا (کہ ہم نے تم کو عزت دی) اور اس کاغذ پر بہت سی مہریں تھیں جو نہایت صاف تھیں اور مہر میں صاف لکھا ہوا تھا (محمدؐ) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (آپ کو حلیہ شریف میں دیکھنا کچھ ضرور نہیں) اسی خواب میں پھر یوں دیکھا کہ تھانہ بھون میں شادی لال تحصیلدار کے مکان میں پھاٹک کے متصل جو مکتب تھا اُس کے اندر کے درجہ میں ایک انگریز اجلاس کر رہا ہے لباس اس کا بالکل سیاہ ہے (یہ معلوم نہیں مکان میں کیونکر پہنچا) اُس نے مجھے ایک پرچہ دیا اس میں بھی یہی عبارت تھی (کہ ہم نے تمکو عزت دی) اس میں بھی مہریں بہت تھیں مگر صاف نہ تھیں میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تمکو دین اور دنیا کی دونوں عزتیں نصیب ہوں گی (جامع کہتا ہے کیسی برجستہ تعبیر ہے کہ آج جس کو ایک عالم اپنی نظر سے دیکھ رہا ہے۔

اللھم زد فزد۔

حکایت (۴۴۵) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی اُن کے پاس آکر بیٹھتا تو معارف وحقائق بیان فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے حضرت ..... نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے بچپن ہی سے الیسوں کے پاس پہنچا دیا دین کی محبت تو مولنا فتح محمد صاحبؒ کی خدمتیں

رہکر ہوئی اُن کی صورت دیکھ کر اللہ کی محبت پیدا ہوتی تھی اور اہلِ دین سے محبت حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے یہاں پہنچکر ہوئی۔

حکایت (۴۴۶) فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب کے والد اچھے بزرگ تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور جو تاریخ کسی بزرگ کی وفات کی ہوتی اُس روز دو قرآن شریف ختم فرماتے۔ ایک ان بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کیلئے اور ایک اپنے معمول کا۔ مگر مولود کے بڑے معتقد تھے اور اسمیں مولوی صاحب سے کشمکش رہتی۔ میں نے اس باب میں انکو ایک مکتوب محبوب القلوب لکھا جس سے آپسمیں اتفاق ہوگیا تھا۔ وہ مکتوب چھپ بھی گیا ہے۔ مگر مجھے یقین نہ تھا کہ اس مکتوب کو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ پسند فرمائیں گے کیونکہ اس میں کسی قدر توسع ہے۔ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو قسائیوں کے یہاں مولانا کی دعوت تھی میں بھی شریک تھا ایک شخص نے وہاں مولانا سے دریافت کیا کہ مولوی صادق الیقین اور اُنکے والد کے معاملات کی کیا حالت ہے مولانا نے فرمایا کہ اب ان میں اتفاق ہے اور یہ سب ان (حضرت مرشدی مدظلہم) کی برکت ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولود کی ممانعت یہ مولانا کی شان انتظامی تھی اور تعلیمی شان یہ ہے کہ جائز ہے بشرط عدم منکرات اور ناجائز ہے بشرط منکرات چونکہ لوگ حدود کے اندر نہیں رہتے اس لئے منتظمین مطلقاً منع کرتے ہیں۔

حکایت (۴۴۷) فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر طالب علمی کے زمانہ میں خوف کا بیحد غلبہ ہوا۔ میں حضرت مولنا محمد یعقوب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی بات بتلا دیجئے جس سے اطمینان ہو جائے۔ فرمایا ہائیں کفر کی درخواست کرتے ہو کیونکہ بالکل مامون ہو جانا کفر ہے۔

حکایت (۴۴۸) فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے تین چار ہی باتیں سلوک کے متعلق پوچھی ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ زیادہ کی حاجت نہیں ہوئی انہی کی برکت سے بہت کچھ حل ہو گئیں۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

از اضافہ از مولوی محمد نبیہ صاحب ندوی

حکایت (۴۴۹) احقر جامع نے ثقہ سے سنا ہے کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے دہلی میں کسی مجذوب کے پاس دعا کے واسطے حاضر ہوئے

Marfat.com

تو اُس نے کہا کہ ..... تھانہ بھون ابھی تک غرق نہیں ہوا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ اور آپ بد دعا فرما رہے ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ تھانہ بھون اب تک ضرور غرق ہو جاتا۔ مگر وہاں دو شخص ہیں ایک مردہ ایک زندہ ایک تو شاہ ولایت صاحب وہاں لیٹے ہوئے ہیں (ان بزرگ کا تھانہ بھون مزار ہے) اور ایک مولانا اشرف علی صاحب ان دونوں کی برکت سے تھما ہوا ہے ورنہ ضرور غرق ہو جاتا۔

حکایت (۴۵۰) احقر جامع نے ثقہ سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدی سندی شیخی و مرشدی حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مد اللہ ظلال فیوضہم العالی کی نسبت یہ فرمایا کہ بھائی ہم نے تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کچا پھل کھایا ہے (کیونکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سب سے اول خلیفہ ہیں۔ اور اُنہوں نے پکا پھل کھایا ہے (کیونکہ بڑھاپے میں کمال روحانی بڑھتا ہے جامع) محشی کہتا ہے کہ یہ تواضع ہے اس کو تفاضل پر محمول نہ کیا جاوے۔ حالات کے تفاضل سے ملابس حالات کا تفاضل لازم نہیں آتا کیونکہ حالت فاضلہ کے ملابس کی استعداد کا فاضل ہونا لازم نہیں۔

حکایت (۴۵۱) احقر جامع نے اُستادی مولانا مولوی قدرت اللہ صاحب مدظلہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ کچھ لوگ تھانہ بھون کے حضرت مولانا کے پاس آئے اور آکر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی شکایت کرنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں ایسا کرتے ہیں اور ابھی نام ظاہر نہ کیا تھا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی شکایت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سُننا نہیں چاہتا۔ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ نفسانیت سے نہیں کرتے۔ بشریت سے غلطی دوسری شئے ہے۔ پھر وہ سب صاحب اپنا سا منہ لیکر چلے گئے۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

Marfat.com

شہادت بھی معصیت ہے

حکایت (۴۱۵) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب مصطفےٰ خاں صاحب کی یہ عادت تھی کہ ہمارے اکابر میں سے جب کوئی اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو فوراً مراقب ہو کر اُن کی نسبت کی ٹوہ میں لگ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نانوتوی اُن سے ملنے تشریف لیگئے۔ اور نواب صاحب حسب عادت مراقب ہوئے۔ سر اُٹھایا تو ایک صاحب امو جان سے خطاب فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے لوگ دیکھے ہیں۔ لیکن مولانا کی نسبت کا تو کہیں پتہ ہی نہیں ہے۔

(منقول از روایات الطیب)

(۳۵) جناب مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت[۵] (۴۱۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ سے مولوی فیض الحسن صاحب جو بڑے ظریف اور سب سے بے تکلف تھے بولے ارے اسد علی کے بیٹے (مولانا کے والد ماجد کا نام ہے باوجود خواندہ ہونیکے کھیتی کرتے تھے) تو تو کھیتی کرتا تجھے کس نے مولوی بنا دیا۔ تیرے پاس تو دو بیل ہوتے اور اُن کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر تک تک بر بر کرتا ہوتا مولانا نے نہایت متانت سے فوراً اُنکے کاندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا جی ہاں ایک تو ڈھونڈ لیا ہے اور ایک ڈھونڈوں گا پھر یہی کام کیا کرونگا۔

حکایت (۴۱۷) فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کیوقت یہ کہا تھا کہ دو شرط کے ساتھ بیعت ہوتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کبھی نذرانہ نہ دوں گا۔ دوسرے یہ کہ کبھی خط نہ بھیجونگا حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ شرطیں کرو تو وہ بھی منظور ہیں ان کو حاجی

[۵] یہ حکایتیں روایات الطیب میں اور خان صاحب سے ہے مگر مضمون ایک ہی ہے ۱۲ ظہور الحسن کسولوی غفرلہ

صاحبؒ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ اُن کا نام آنے سے روتے تھے حضرت حاجی صاحب کی تعریف میں اُن کے بڑے جلے بھنے دوہرے ہیں۔
(منقول از اشرف التنبیہ)

از اضافہ از مولوی جلیل احمد صاحب

حکایت (۴۱۸) حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی نے فرمایا کہ آج ایک صاحب نے (یہ صاحب وہی مولوی محمد فاروق صاحب ہیں جو دوسری روایات کے راوی ہیں) مولوی فیض الحسن صاحب کی ایک حکایت بیان کی۔ کہ بڑے ظریف تھے ایک مرتبہ جس زمانہ میں مولانا لاہور تشریف رکھتے تھے وہاں ایک دوکاندار سے آپ نے کچھ خربوزے خریدے۔ خیر مکان پر لاکر جب ان کو کھانا شروع کیا تو سب پھیکے نکلے۔ مولانا ان کو لیکر دوکاندار کے پاس واپس تشریف لائے۔ اور دوکاندار سے کہا کہ یہ تو سب پھیکے ہیں اُس نے کہا کہ پھر میں کیا کروں۔ فرمایا کہ بھائی واپس کرلے۔ کہا کہ میرے تو کام کے رہے نہیں (کیونکہ کاٹ لئے تھے) مولانا نے فرمایا کہ پھر ہمارے بھی کام کے نہیں کہنے لگا کہ صاحب میں کچھ نہیں جانتا میں نہیں واپس کرونگا۔ خیر مولانا خاموش ہو گئے اور وہیں دوکان کے پاس بیٹھ گئے اب جو خریدار آتا اور خربوزے اس دوکان سے خریدنا چاہتا تو فرماتے۔ بھائی پہلے نمونہ دیکھ لو۔ اُس دوکاندار نے جو یہ منظر دیکھا تو فوراً خربوزوں کی واپسی پر تیار ہو گیا۔ اور مولانا دام لیکر واپس تشریف لے آئے۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

(۳۶) جناب مولنا فضل حق صاحب مرحوم خیرآبادی کی حکایات

حکایت (۴۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ خاں کاندھلوی کا اور مولوی فضل صاحب کا سہارنپور میں امکان نظیر کے مسئلہ میں مناظرہ ہوا اور مولوی فضل حق صاحب کو بھرے مجمع میں الزام ہو گیا۔

Marfat.com

حاشیہ حکایت (۴۱۹) قولہ الزام ہوگیا اقول مولوی فضل حق صاحب کی یہ سلامت فطرت ہے کہ اس الزام کے اخفا کی کوشش نہیں کی ورنہ آجکل تو کچھ نہ کچھ ہانکے ہی جاتے ہیں جس میں مغلوبیت کا پتہ نہ لگے (شت)

حکایت (۴۲۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالرشید صاحب غازیپوری رامپور میں مولوی فضل حق صاحب سے پڑھتے تھے یہ ایک بار کہیں جارہے تھے اتفاق سے اُنکے ایک دوست مل گئے۔ اُن دوست نے ان سے کہا کہ چلو مولوی فضل حق صاحب کے یہاں چلیں تم اُن کے (مولنا اسمٰعیل صاحب کے) معتقد ہو آج تمہیں تمہارے اُستاد سے اُن پر تبرے سنوائیں گے۔ اُنھوں نے کہا چلو۔ جب یہ دونوں وہاں جاکر بیٹھے تو مولوی عبدالرشید صاحب نے کہا کہ حضرت یہ مجھے یہ کہکر لائے ہیں کہ مولوی صاحب سے تمہیں مولوی اسمٰعیل پر تبرے سنواؤں گا۔ مولوی فضل حق صاحب نے کہا اچھا اس غرض سے لائے ہیں اور یہ کہکر ان پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا میں اور مولوی اسمٰعیل پر تبرا کروں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ جو مجھ سے ہوچکا ہے وہ بھی بہکائے سکھائے سے ہوا تھا اور اب تو وہ بھی نہیں ہوسکتا اور یہ کہکر اُن کو اپنی مجلس سے اُٹھوا دیا۔ اور فرمایا کہ میرے یہاں کبھی نہ آنا۔

حاشیہ حکایت (۴۲۰) قولہ اس میں بھی مولوی صاحب کا وہی کمال ثابت ہوتا ہے جو اوپر کی حکایتوں میں ہے (شت)

(۲۷) جناب مولٰنا فتح محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۲۱) فرمایا کہ غالباً حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جلال آباد میں دو شخص مسجد میں نماز کو آتے تھے اور یہ شرط کرکے آتے تھے کہ پہلے کون نماز ختم کرے ایک شخص نے اُن کے نماز پڑھنے کی یہ حالت دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ قراۃ و تشہد درود شریف و تسبیحات نہ کچھ پڑھتے

Marfat.com

ہوں گے باقی رکوع وسجدے یہاں آکر کر لیتے ہونگے۔

حکایت (۴۲۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے زمانہ میں کہ اُس وقت سخت دھوپ تھی مولانا فتح محمد صاحب جامع مسجد سے باہر تشریف لیجا رہے تھے ایک صاحب نے جوتہ لینا چاہا آپ نے تواضع سے عذر کیا اُس نے اصرار کیا مولانا نے انکار کیا اور جوتہ مضبوط تھام لیا اور یہ سب قصہ گرم فرش پر ہو رہا ہے۔ جب وہ اس طرح کامیاب نہوا اُس نے ایک ہاتھ سے مولانا کی کلائی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے زور سے جھٹکا دیا۔ اور آپ کے ہاتھ سے جوتہ چھین لیا اور مسجد کے دروازہ پر لا رکھا گویا بڑی خدمت کی حضرت تو خاموش ہو گئے مگر مجھکو بڑا غصہ آیا اور اُس کو لتاڑا۔

حکایت (۴۲۳) فرمایا کہ ایک نائب تحصیلدار جن کا دورہ تھانہ بھون وجلال آباد تھا وہ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے پاس ملنے آئے۔ مولانا اس وقت موجود نہ تھے۔ سفر میں تھے وہ ایک پرچہ پر ایک طالب علم کو یہ شعر لکھکر پیش کرنیکے لئے دے گئے ؎

چوغریب مستمندی بہ درت رسیدہ باشد	چہ قدر طپیدہ باشد چو ترا نہ دیدہ باشد

مولانا سفر سے جب واپس آئے تو اُس طالب علم نے وہ پرچہ پیش کیا۔ (ظالم نے موقع بھی تو نہ دیکھا) بس مولانا دیکھتے ہی سیدھے جلال آباد پہنچے۔ وہاں دیکھا تو وہ صاحب اپنے ہم عمروں میں ہنسی مذاق میں مشغول ہیں مولانا دیر تک باہر کھڑے رہے پھر کسی کے ذریعہ اطلاع کرائی سُنتے ہی سب سہم گئے اور حضرت کو اندر لے گئے۔ فرمایا تمہارا پیام دیکھ کر ملنے آ گیا وہ بڑے شرمندہ ہوئے۔ پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر حضرت نے اجازت چاہی لوگوں نے اصرار کیا فرمایا کہ سفر سے سیدھا یہیں چلا آیا ہوں۔ گھر جانے کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا بہت متواضع بے نفس تھے۔ پرچہ دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ بیچارے کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی۔ بڑی حسرت رہیگی۔ حالانکہ وہ محض ایک شاعری تھی۔

حکایت (۴۲۴) فرمایا ایک مرتبہ مولانا فتح محمد صاحب ہماری مسجد میں تشریف لا رہے تھے مسجد کے سامنے بارش کا پانی بہت بھرا ہوا تھا۔ آپ پانی

Marfat.com

کے کنارے کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیسے اُتروں - قاری عبدالطیف صاحب پانی پتی جو اُس وقت یہاں مدرس تھے وہاں موجود تھے اُنھوں نے جھٹ گود میں بھر کر پار لا کھڑا کیا - مولٰنا بہت ہی منحنی آدمی تھے - (منقول از اشرف التنبیہ)

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفر لہ

حکایت (۴۲۵) احقر نے حضرت حکیم الامۃ مد فیوضہم سے سنا ہے کہ مولانا بہت علم دوست تھے جب آپکو معلوم ہو جاتا کہ فلاں جگہ فلاں عالم فلاں علم میں بہت ماہر ہے پاپیادہ سفر کر کے وہاں تشریف لے جاتے چنانچہ مولانا کو معلوم ہوا کہ جھنجھانہ میں فلاں عالم مثنوی شریف بہت اچھی پڑھاتے ہیں - اس زمانہ میں آپ تھانہ بھون میں مدرس تھے اسلئے جمعرات کے روز پاپیادہ جھنجھانہ تشریف لیجاتے اور جمعہ کے روز سبق پڑھکر ہفتہ کو واپس آجاتے اسی طرح اکثر حصہ پڑھا جب بہت تھوڑا حصہ رہگیا تو مدرسے سے چند روز کی رخصت لیکر اسکو بھی ختم کر دیا -

(۳۸) مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی صاحب تصانیف کثیرہ رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حکایت (۴۲۶) فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی بابت لوگ کہتے ہیں کہ اُن کی تصنیف کا اوسط اتنے روزانہ کا پڑتا ہے - ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بیچاروں کا دماغ اسی میں ضعیف ہو گیا - صرع ہو گیا تھا ڈاکٹروں نے ہرچند منع کیا - مگر نہیں مانے علمی خدمت کے مقابلہ میں بیچاروں نے جان تک کی پرواہ نہ کی - (منقول از اشرف التنبیہ)

(۳۹) جناب مولٰنا مولوی ملا نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجوزِ نصابِ نظامی کی حکایت

Marfat.com

اضافہ از احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۴۲۷) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا حضرت ملا نظام الدین لکھنوی رحمۃ اللہ
علیہ جب مرید ہوئے تو اُنکے پیر محض امی (اَن پڑھ) تھے ایک بار پیر صاحب گھوڑے پر سوار
ہوئے اور مولانا کے ہاتھ میں حقہ دیا اور تمام بازار میں پھرایا مگر مولانا صاحب نے باوجود
ہمہ کمال اس خدمت سے مطلق انکار نہ فرمایا۔ اس کے بعد ایک اور بزرگ کا تذکرہ
فرمایا (غالباً شیخ جلال تھانیسری تھے) اُن کے مرید ایک خانصاحب تھے حضرت
شیخ کی گھوڑی کہیں باہر سے لائی گئی اتفاقاً گھوڑی نے لات ماردی اس پر خانصاحب
کو غصہ آگیا کہنے لگے "تعلیم و ارشاد تو اوروں کیلئے ہے اور گھوڑوں کی لات ہمارے
واسطے" شیخ کے کسی مرید نے یہ قصہ حضرت سے جا کہا۔ جب خانصاحب گھوڑی
لیکر حاضر ہوئے تو شیخ نے غصہ ظاہر فرمایا اور خانقاہ سے نکالدینے کا حکم دیدیا بوجب
حکم حضرت شیخ کے خانصاحب نکال باہر کیے گئے ادھر خانصاحب کا یہ حال ہوا
کہ روتے روتے بیتاب ہو گئے اور جب اندر جانے کی کوئی صورت نہ پائی تو فرط عقیدت
و محبت سے خانقاہ کی بدرو میں گھس پڑے اتفاق سے بارش ہوئی تو خانقاہ کا پانی
رُک گیا لوگوں نے بانس سے نالی صاف کرنی شروع کی وہ بانس خانصاحب کے
سر میں جا کر لگا اور پانی کے ساتھ خون بہنے لگا تب تو لوگوں کو تعجب ہوا اور فکر بھی
کیا بات ہے نالی کو جو دیکھا تو اُس میں خانصاحب کو سر گھسائے پڑا پایا اس کی خبر
حضرت کو دی گئی سُن کر حضرت شیخ کو رحم آگیا اور بکمال شفقت شرف حضوری بخشا
(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۴۰) شیخ العالم حضرت مولنا محمود حسن صاحب صدر مدرس مدرسۃ العلوم دیوبند قدس اللہ سرہٗ کی حکایات

حکایت (۴۲۸) آخر میں ایک قصہ مولوی محمود حسن صاحب کا لکھتا ہوں
جب نواب محمود علی خاں کا انتقال ہوا تو حضرات دیوبند کا ارادہ ہوا کہ وہ نواب

Marfat.com

یا تعزیت کے لئے تیماری آئیں اور اُنہوں نے مولوی محمود حسن صاحب پر بھی زور دیا
تم بھی چلو۔ مولوی محمود حسن نے مجھے خفیہ جوابی خط لکھا اور لکھا کہ تم اپنی اصلی رائے
ھو کہ میں آؤں یا نہ آؤں اور لکھا کہ اس کا جواب دہلی فلاں شخص کے نام بھیجنا۔ اور
اب مجمل لکھنا۔ میں نے لکھدیا کہ نہ آئیے اسپر مولوی صاحب نے دستوں کی گولیاں کھا
یں اور اصرار کرنے والوں سے بیماری کا عذر کر دیا۔ (منقول از امیر الروایات)

حکایت (۴۲۹) حضرت والد ماجد اور عم محترم نے فرمایا کہ حضرت مولانا
مود حسن صاحب فرماتے تھے کہ جب حضرت نانوتویؒ کی وفات ہوئی مجھ سے خود
حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ تیس برس کی محنت سے جو بات قائم ہوئی تھی وہ آج نہیں
ے پھر فرمایا کہ مولانا کی تو وفات ہو گئی ہمارے صدمہ سے وہ تو واپس نہیں آسکتے
ر مجھے رونا اپنا ہے کہ تیس برس کی مشقت سے قلب میں جو ایک کیفیت قائم ہوئی
ی وہ جارہی ہے۔ (منقول از روایات الطیب)

حکایت (۴۳۰) فرمایا کہ ہمارے حضرات میں شان تربیت اعلیٰ درجہ کی
تی۔ ایک وقت حاجی محمد عابد اور اہل مدرسہ سے اختلاف ہو گیا۔ میرا دیوبند جانا ہوا
مجھے شرم آئی کہ میں دیوبند آؤں اور حضرت حاجی صاحب سے نہ ملوں اگر حاجی صاحب
استہ میں مل گئے تو بھی دعا سلام تو ضرور ہوگا اُس وقت خواہ مخواہ ندامت ہوگی
سوچ سمجھ کر میں حاجی صاحب کی ملاقات کو گیا اور بھی جتنے بزرگ خلاف تھے سب
سے ملا اس پر میرے اور پر مدرسہ کے متعلقین کا سنسر قائم ہو گیا جہاں میں جاتا ہوں
میرے پیچھے پیچھے دیکھتے پھرتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں جگہ گئے ہیں۔ میں نے احتیاطاً
سی زمانہ میں ایک جلسہ میں جس میں حضرت مولانا دیوبندیؒ اور مولانا حافظ احمد صاحب
وغیرہ شریک تھے حضرت مولانا دیوبندیؒ سے عرض کیا کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب
بڑے بزرگ ہیں جب میں یہاں آتا ہوں تو اُن سے ملنے کا تقاضا میری طبیعت میں
پیدا ہوتا ہے اگر مصلحت کے خلاف نہ ہو تو اُن سے مل لیا کروں حضرت دیوبندیؒ نے
فرمایا کہ ضرور ملو اپنے مجمع میں سے اگر کوئی ملتا رہتا ہے تو مخالفت کم ہوتی ہے ہمارے
حضرت نے فرمایا کہ حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد ایک دن بھی
حضرت حاجی محمد عابد سے ملنے کو جی نہیں چاہا اگر کوئی کہے کہ یہ حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

علیہ کا تصرف ہے تو میں اس کا معتقد نہیں کیونکہ ہمارے حضرات کا ایسا مذاق نہیں ہے بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ الانسان حریص علی ما منع جس چیز سے آدمی کو روکا جاتا ہے تو اُس کا شوق بڑھتا ہے اور جب اجازت دیدی جاتی ہے تو شوق کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ام سلیم کو رونے کی اجازت دیدی تو پھر اس سے بھی توبہ کرلی اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ تربیت بہت مشکل ہے۔ بڑے مبصر کا کام ہے ایک شیخ دو شخصوں کی تربیت کرتا ہے ایک کی اور طرح اور ایک کی اور طرح جیسے طبیب کے سامنے دو مریض ہیں ایک کا اور علاج کرتا ہے اور دوسرے کا دوسری قسم کا اور راز خلوت میں بتانے کا بھی یہی ہے کہ دوسرے کو حرص نہ ہو نہ یہ کہ تعلیمات جدا جدا ہوں یہی نماز روزہ اور ذکر ہیں

حکایت (۴۳۱) فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مدرسے کے مہتمم نے عرض کیا کہ حضرت ضرورت ہوتی ہے مدارس میں چندہ کی اور چندہ مانگنے میں ذلت ہے تو کیا صورت کی جاوے۔ فرمایا غریبوں سے مانگو کچھ ذلت نہیں (وہ جو کچھ بھی دیں گے نہایت خلوص اور تواضع سے دیں گے اور اس میں برکت بھی ہوگی جامع) اور مالدار اوّل تو بیچارے تنگ ہوتے ہیں پانسو کی آمدنی ہے اور چھ سو کا خرچ ہے یہ تو رحم کے قابل ہیں (اور اگر کچھ دیسے بھی دیا تو محصل کو ذلیل اور خود کو بڑا سمجھ کر دیں گے اس میں بیشک ذلت ہے جامع)

حکایت (۴۳۲) فرمایا کہ حافظ احمد صاحبؒ سے مسٹن نے کہا تھا کہ ہمارے قلب میں بھی مولانا دیوبندی کی ویسی ہی عظمت ہے جیسے آپ کے قلب میں ہے اور وہ جو اس تحریک میں شریک ہوگئے ہیں کسی دوسرے کا اثر ہے۔

حکایت (۴۳۳) فرمایا کہ مولوی محمود صاحب رامپوری کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے میں حضرت مولانا دیوبندی کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھا پی کر میرے پاس آگیا کہ میں بھی یہاں ہی سونگا اس کو ایک چارپائی دیدی گئی۔ جب سب سو گئے رات کو میں نے دیکھا کہ مولانا زنانہ میں سے تشریف لائے میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں امداد دیدوں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کر کے

Marfat.com

کیوں پریشان کروں میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانا شروع کئے وہ خراٹے لیکر خوب سوتا رہا مولوی محمود صاحب تھے اور یہ کہا کہ حضرت آپ تکلیف نہ کریں میں دبادوں گا مولانا نے فرمایا کہ تم جاکر سوؤ یہ میرا مہمان ہے میں ہی اس خدمت کو انجام دونگا۔ مجبوراً میں چپ رہ گیا۔ اور مولانا اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا میں تواضع مہمان نوازی کی خاص شان تھی۔

حکایت (۴۴۳) فرمایا کہ دیوبند کے بڑے جلسہ کے زمانہ میں ایک شخص نے مدرسہ میں گھوڑا دیا تھا۔ مولانا نے اس کو ایک مقام پر بھیجدیا تھا کہ اس کو فروخت کردیں اس مقام سے ایک شخص گھوڑے کے متعلق ایک خط لایا تھا اس زمانہ میں جلسہ کا اہتمام ہو رہا تھا مہتمم صاحب نے خط کا جواب دیکر اس کو رخصت کردیا مولانا دیوبندی نے مہتمم صاحب سے پوچھا کہ اس گھوڑا لانے والے کو کھانا بھی کھلایا تھا مہتمم صاحب نے کہا کہ حضرت کھانا تو بہجوم اشغال ہم نہیں کھلایا پیسے دیدیے ہیں کہ کچھ لیکر کھالے گا۔ فرمایا کافی نہیں غریب آدمی پیسے نہیں خرچ کرتا گھر کو باندھکر لیجاتا ہے اور لوگوں سے پوچھا کہ وہ شخص کس راستہ سے گیا ہے۔ پتہ لگا کہ فلاں سڑک کو گیا ہے۔ مولانا اُدھر ہی تشریف لیگئے اور اس کو واپس کرکے کھانا کھلا کر پھر رخصت کیا۔

حکایت (۴۴۴) فرمایا کہ مولانا دیوبندی اچھے خوش حال گھرانے کے تھے جوانی میں نہایت پرتکلف کپڑا پہنتے تھے مگر میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوگیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں جب دیوبند جایا کرتا تھا مجھے یہ یاد نہیں کہ مولانا سے ملنے کی ابتدا میں نے کبھی کی ہو۔ جب ارادہ کرتا کہ ذرا سانس لیکر حاضر ہوں گا بس جھٹ مولانا تشریف لے آتے۔

حکایت (۴۴۵) فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی بعض بدعتیوں کی حس اور عقل کے متعلق فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں جبکہ اچھی طرح پیشاب کے بعد ڈھیلا لینا بھی نہ آتا تھا کسی کے ہمراہ پیران کلیر کے میلہ میں گیا۔ اتفاق سے جو غسل کیا وقت تھا اس وقت میں خاص مزار شریف کے

پاس کھڑا ہوا تھا سقہ آیا اُس نے یک دم مشک چھوڑ دی اور اس کی مشک چھٹنے کے ساتھ ہی آدمیوں کا ریلا اندر آگیا۔ میں چونکہ بچہ تھا ہجوم کی وجہ سے اُس پانی میں گر گیا اور تمام کپڑے سڑابور ہو گئے۔ جب میں باہر نکلا تو لوگوں نے میرے تمام کپڑے اُتار کر مجھے ننگا کر دیا اور اُس کا پانی نچوڑ کر تبرک سمجھ کر پی گئے اور پائجامہ کا پانی بھی پی گئے جو یقیناً ناپاک تھا۔

حکایت (۴۳۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی مراد آباد کے جلسہ میں تشریف لیگئے۔ لوگوں نے وعظ کیلئے اصرار کیا۔ مولانا نے عذر فرمادیا کہ مجھے عادت نہیں ہے۔ مگر لوگوں نے نہ مانا۔ آخر مولانا کھڑے ہوئے۔ اور حدیث فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا۔ کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے۔ تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ پس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہو گئی۔ یعنی آپ کی شہادت۔ پھر حضرت مولانا نے اُن بزرگ سے بطرز استفادہ پوچھا کہ غلطی کیا ہے تاکہ آیندہ بچوں اُنھوں نے فرمایا کہ اشد کا ترجمہ اثقل کا نہیں آتا بلکہ اضر کا آتا ہے۔ مولانا نے فی الفور فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی۔ کیا یہاں بھی اضر کے معنے ہیں وہ دم بخود رہ گئے۔

حکایت (۴۳۷)۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ کو میں نے جلسہ دستار بندی میں مدرسہ جامع العلوم کانپور بلوایا آپ تشریف لیگئے میں نے وعظ کے واسطے عرض کیا۔ فرمایا کہ میرے بیان سے لوگ خوش نہ ہوں گے۔ اور اس سے میرا تو کچھ نہیں جائیگا تمہاری ہی اہانت ہو گی کہ اُن کے اُستاد ایسے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سے تو ہمارا فخر ہو گا کہ اُن کے استاد ایسے ہیں۔ فرمایا ہاں اس طرح فخر ہو گا کہ لوگ کہیں گے یہ (حضرت مرشدی مدظلہم) اُستاد سے بھی بڑھ گئے غرضکہ بڑی دقت کے بعد منظور فرمایا۔ مولانا کا علم اور علماء کا مجمع خوب طبیعت کھلی

ہوئی تھی۔ مضامین عالیہ ہورہے تھے کہ اتنے میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی تشریف لے آئے۔ اُن کے دیکھتے ہی مولانا یکدم بیٹھ گئے۔ مولوی فخر الحسن صاحب نے دوسرے وقت عرض کیا کہ وعظ کیوں بند کر دیا تھا فرمایا کہ اُس وقت مجھ کو خیال ہوا کہ اب وقت ہے مضامین کا یہ بھی دیکھیں گے کہ علم کیا چیز ہے تو اس طرح سے وعظ میں خلوص نہ رہا۔ اس لئے قطع کر دیا۔

(۴۱) حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مرشدی و مولائی سیدی وسندی جناب مولانا مولوی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کی حکایات

حکایت (۴۳۸) فرمایا کہ چندہ کے متعلق میری مولانا ..... صاحب سے بہت گفتگو ہوئی میں کہتا تھا کہ خطاب خاص میں وجاہت کا دخل ہوتا ہے۔ دینے والے کے قلب پر مانگنے والے کی وجاہت کا اثر پڑتا ہے مولانا نے فرمایا کہ ہم کیا اور ہماری وجاہت کیا اس کا کیا اثر ہوتا ہے میں نے جواب دیا آپ کی نظر میں بیشک اپنی وجاہت نہیں ہے لیکن لوگوں سے پوچھئے کہ اُن کے قلوب میں آپ کی کتنی وجاہت ہے مولانا نے فرمایا نہیں جی بہت دیر گفتگو رہی لیکن انہوں نے میری رائے نہ مانی اپنی رائے پر قائم رہے

حکایت (۴۳۹) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ جس وقت نابینا ہو گئے تو میں کبھی ویسے ہی چپکے سے جا کے نہیں بیٹھا بلکہ جب گیا یہ کہدیا کہ اشرف علی آیا ہے اور جب چلنے لگا تو کہدیا کہ اشرف علی رخصت چاہتا ہے ویسے چپکے جا کر بیٹھنے میں تجسس کے مشابہ ہے تشبہ بالتجسس بھی تجسس ہے۔ آنے جانے کی اطلاع سے یہ فائدہ تھا کہ شاید کوئی بات میرے سامنے فرمانا نہ چاہیں اور حضرت فرمانے لگیں۔

حکایت (۴۴۰) فرمایا کہ ایک بار سہارنپور میں بڑے جلسہ میں جانا ہوا

Marfat.com

جلسہ سے اگلے روز شیخوپورہ والوں نے حضرت مولانا سہارنپوری اور دیگر بعض مہمانوں کو مدعو کر دیا۔ چلتے وقت سہارنپور کے ایک تاجر چانول نے اگلے روز صبح کی دعوت کر دی مولانا نے دعوت منظور فرمالی اور شیخوپورہ چلے گئے شب کو وہاں رہے صبح وقت چھاجوں پانی پڑ رہا تھا۔ مگر چونکہ مولانا نے وعدہ کر لیا تھا اس وجہ سے اسی حالت میں واپسی ہوئی۔ جب سہارنپور اُترے میں بھی ہمراہ تھا راستہ میں وہ صاحب جو دعوت کر گئے تھے سڑک پر جاتے ہوئے ملے مولانا نے پکار کر بلایا اور اپنے آنے کی اطلاع کی تو آپ کہتے ہیں حضرت دعوت کا کوئی انتظام نہیں ہوا مجھ کو واپسی کی اُمید نہ تھی مولانا نے فرمایا بھائی پھر بھی اُس نے کل صبح کا وقت معین کیا (تبسم سے فرمایا ظالم شام کو بھی تو نہ کہا) ہمارے حضرت نے فرمایا اس گفتگو سے میرے غصہ کی کچھ انتہا نہ تھی مولانا چونکہ بزرگ تھے اُن کے سامنے کچھ نہ کہہ سکا مجھے بھی صبح دعوت میں شریک ہونیکا حکم ملا میں نے عرض کیا حضرت مجھے تو صبح صبح بھوک نہیں لگتی ہے فرمایا اگر بھوک ہو کھا لینا ورنہ مجلس ہی میں بیٹھ جانا میں نے عرض کیا بہت اچھا صبح وقت پر پھر ہم سب گئے مگر میں غصہ میں بھرا ہوا تھا کوٹھے کے اوپر کھانا کھلایا۔ میں عذر کر کے مولانا سے رخصت ہو گیا اور اس دعوت کنندہ سے مولانا کے سامنے تو کہنے کا موقعہ نہ ملا اس لئے نیچے بلایا اور اچھی طرح اس کے کان کھولے اور کہا کیا بزرگوں کو بلا کر ایسے ہی تکلیف و اذیت دیا کرتے ہیں تجھے تو یہ چاہیئے تھا کہ اگر مولانا شیخوپورہ سے تشریف نہ بھی لاتے تب بھی انتظام کرتا اُس نے آیندہ کیلئے توبہ کی رجامع کہتا ہے یہ شان انتظام ہے جو ہمارے حضرت میں باحسن الوجوہ ہے)

حکایت (۱۴۴) فرمایا کہ ایک غیر مقلد بہت ڈرتے ڈرتے بغرض بیعت میرے پاس آئے (کیونکہ اُن کے رفقائے سفر نے اُن کو ڈرا دیا تھا کہ تم جب وہاں جاؤ گے نکال دیئے جاؤ گے) اُنھوں نے مجھ سے بیعت کو کہا میں نے ایک شرط کو منظور کر کے بیعت کر لیا اور یہ سمجھا دیا کہ کسی سے بھی خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد لڑنا جھگڑنا مت نہ مباحثہ کرنا اور اپنی بیوی کو بھی مُرید کرایا میں نے اُس سے بھی شرط کر لی دو چار بار آنیکے بعد مقلد تھے یہ اتباع حق کی برکت ہے اکثر ناروں

سے قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ باطن میں بہت مضر ہے۔

حکایت (۴۴۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت حاجی صاحب کے ملفوظات وحالات بیان کر رہا تھا۔ اس جلسہ میں ایک وکیل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بھی بیٹھے ہوئے تھے جو بہت مزے لے رہے تھے اور ایک حالت طاری تھی انہوں نے اسی حالت میں مجھے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

تو منور از جمال کیستی	تو مکمل از کمال کیستی

میں نے فی البدیہ یہ جواب دیا ؎

من منور از جمال حاجیم	من مکمل از کمال حاجیم

حکایت (۴۴۳) ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مولانا ..... رامپوری فرماتے تھے کہ بھائی اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ طالب مطلوب بنکر آتے ہیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کسی صورت سے اللہ کا نام آجائے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی یہ اللہ کا باغ ہے اس میں ہر قسم کے درخت ہونے چاہئیں اندر کے درخت تو ایسے ہی ہونے چاہئیں جیسے حضرت رامپوریؒ تھے اور باہر کے ایسے ہونے چاہئیں جیسے میں کیونکہ باغ میں جب تک باہر کے درخت خاردار نہیں ہوتے جب تک اندر کے درختوں کی حفاظت نہیں ہوتی میں وقایہ ہوں بزرگوں کا جو یہاں سے جائے گا پھر ان حضرات کو نہ ستائے گا۔ واقعی کہیں تو اس شعر کا مصداق ہونا چاہیے ؎

بانگ مے آید کہ اے طالب بیا	جود محتاج گدایاں چوں گدا

اور کہیں اس شعر کا مصداق ہونا چاہیے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو	دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

ایک دفعہ یاد آیا کہ میرے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا میں نے اس سے پوچھا تیرے پاس موروثی زمین تو نہیں اس نے کہا بہت زور اس کو کچھ اچھا سمجھتا تھا) میں نے کہا کہ پہلے اس سے استغفار کرو تو پھر مرید کریں گے وہ یہاں سے سیدھا رامپور پہنچا اور مرید ہو کر یہاں آیا اور کہا میں تو مرید ہو بھی گیا مولانا نے تو کچھ نہیں کہا میں نے اس سے کہا کہ کیا تو نے مولانا سے پوچھا تھا کہنے لگا نہیں

میں نے کہا کیا ان کو علم غیب تھا۔ پھر میں نے کہا کہ دیکھو میں اور مولانا رائپوری دو دو نہیں ہم سب ایک ہی ہیں اُن کی طرف سے کہتا ہوں کہ تم اس زمین سے استعفا دیدو اور اگر کچھ عذر ہے تو یہاں سے ابھی اُٹھ جاؤ اور آئندہ جب تک توبہ نہ کر لو یہاں مُنہ نہ دکھاؤ۔

حکایت (۴۴۴) فرمایا کہ میں بچپن میں خواب بہت دیکھا کرتا تھا اب نو بالکل نظر نہیں آتے اور تعبیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے لیا کرتا تھا مولانا نے بعض اوقات استخارہ تک مجھ سے کرایا ہے کہ تجھے خواب سے مناسبت ہے۔ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ مولانا دیوبندیؒ کے مردانہ مکان میں دروازہ کے سامنے جو چبوترہ ہے اس کے کنارہ پر ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں جو بہت نازک پتلے دُبلے قد بھی اچھا کپڑے نہایت نفیس بڑے قیمتی تھے۔ اُنہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر یہ لکھا ہوا تھا (کہ ہم نے تم کو عزت دی) اور اس کاغذ پر بہت سی مہریں تھیں جو نہایت صاف تھیں اور مہر میں صاف لکھا ہوا تھا (محمدؐ) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (آپ کو حلیہ شریف میں دیکھنا کچھ ضرور نہیں) اسی خواب میں پھر یوں دیکھا کہ تھانہ بھون میں شادی لال تحصیلدار کے مکان میں پھاٹک کے متصل جو مکتب تھا اُس کے اندر کے درجہ میں ایک انگریز اجلاس کر رہا ہے لباس اس کا بالکل سیاہ ہے (یہ معلوم نہیں مکان میں کیونکر پہنچا) اُس نے مجھے ایک پرچہ دیا اس میں بھی یہی عبارت تھی (کہ ہم نے تمکو عزت دی) اس میں بھی مہریں بہت تھیں مگر صاف نہ تھیں میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تمکو دین اور دنیا کی دونوں عزتیں نصیب ہوں گی (جامع کہتا ہے کیسی برجستہ تعبیر ہے کہ آج جس کو ایک عالم اپنی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اللھم زد فزد۔

حکایت (۴۴۵) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی اُن کے پاس آکر بیٹھتا تو معارف وحقائق بیان فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے حضرت ...... نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے بچپن ہی سے الیسولسا کے پاس پہنچا دیا دین کی محبت تو مولانا فتح محمد صاحبؒ کی خدمتیں

رہکر ہوئی اُن کی صورت دیکھ کر اللہ کی محبت پیدا ہوتی تھی اور اہلِ دین سے محبت حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے یہاں پہنچکر ہوئی۔

حکایت (۲۴۶) فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب کے والد اچھے بزرگ تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور جو تاریخ کسی بزرگ کی وفات کی ہوتی اُس روز دو قرآن شریف ختم فرماتے۔ ایک ان بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کیلئے اور ایک اپنے معمول کا۔ مگر مولود کے بڑے معتقد تھے اور اسمیں مولوی صاحب سے کشمکش رہتی میں نے اس باب میں انکو ایک مکتوب محبوب القلوب لکھا جس سے آپسمیں اتفاق ہو گیا تھا۔ وہ مکتوب چھپ بھی گیا ہے۔ اگرچہ مجھے یقین نہ تھا کہ اس مکتوب کو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ پسند فرمائیں گے کیونکہ اس میں کسی قدر توسع ہے۔ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو قسائیوں کے یہاں مولانا کی دعوت تھی میں بھی شریک تھا ایک شخص نے وہاں مولانا سے دریافت کیا کہ مولوی صادق الیقین اور اُنکے والد کے معاملات کی کیا حالت ہے مولانا نے فرمایا کہ اب ان میں اتفاق ہے اور یہ سب ان (حضرت مرشدی مدظلہم) کی برکت ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولود کی ممانعت یہ مولانا کی شان انتظامی تھی اور تعلیمی شان یہ کہ جائز ہے بشرط عدم منکرات اور ناجائز ہے بشرط منکرات چونکہ لوگ حدود کے اندر نہیں رہتے اس لئے منتظمین مطلقاً منع کرتے ہیں۔

حکایت (۲۴۷) فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر طالب علمی کے زمانہ میں خوف کا بیحد غلبہ ہوا۔ میں حضرت مولنا محمد یعقوب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی بات بتلا دیجئے جس سے اطمینان ہو جائے۔ فرمایا ہائیں کفر کی درخواست کرتے ہو کیونکہ بالکل مامون ہو جانا کفر ہے۔

حکایت (۲۴۸) فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے تین چار ہی باتیں سلوک کے متعلق پوچھی ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ زیادہ کی حاجت نہیں ہوئی اُسی کی برکت سے بہت کچھ حل ہو گئیں۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

از اضافہ از مولوی محمد نبیہ صاحب ٹانڈوی

حکایت (۲۴۹) احقر جامع نے ثقہ سے سنا ہے کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے دہلی میں کسی مجذوب کے پاس دعا کے واسطے حاضر ہوئے

Marfat.com

تو اُس نے کہا کہ ..... تھانہ بھون ابھی تک غرق نہیں ہوا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ اور آپ بد دعا فرما رہے ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ تھانہ بھون اب تک ضرور غرق ہو جاتا۔ مگر وہاں دو شخص ہیں ایک مردہ ایک زندہ ایک تو شاہ ولایت صاحب وہاں لیٹے ہوئے ہیں (ان بزرگ کا تھانہ بھون مزار ہے) اور ایک مولانا اشرف علی صاحب ان دونوں کی برکت سے تھما ہوا ہے ورنہ ضرور غرق ہو جاتا۔

حکایت (۵۰۴) احقر جامع نے ثقہ سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدی سندی شیخی و مرشدی حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مد اللہ ظلال فیوضہم العالی کی نسبت یہ فرمایا کہ بھائی ہم نے تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کچا پھل کھایا ہے (کیونکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سب سے اول خلیفہ ہیں۔ اور اُنہوں نے پکا پھل کھایا ہے (کیونکہ بڑھاپے میں کمال روحانی بڑھتا ہے جامع) محشی کہتا ہے کہ یہ تواضع ہے اس کو تفاضل پر محمول نہ کیا جاوے۔ حالات کے تفاضل سے ملابس حالات کا تفاضل لازم نہیں آتا۔ کیونکہ حالت فاضلہ کے ملابس کی استعداد کا فاضل ہونا لازم نہیں۔

حکایت (۵۰۵) احقر جامع نے اُستادی مولانا مولوی قدرت اللہ صاحب مدظلہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ کچھ لوگ تھانہ بھون کے حضرت مولانا کے پاس آئے اور آکر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی شکایت کرنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں ایسا کرتے ہیں اور ابھی نام ظاہر نہ کیا تھا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی شکایت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سُننا نہیں چاہتا۔ وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں۔ نفسانیت سے نہیں کرتے۔ بشریت سے غلطی دوسری شئے ہے۔ پھر وہ سب صاحب اپنا سا منہ لیکر چلے گئے۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۴۲) حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صدر مدرس وناظم مدرسہ مظاہر علوم مہاجر مدنی قدس اللہ سرہٗ کی حکایات

اضافہ از احقر ظہور الحسن عفرلہ و لوالدیہ

حکایت (۴۵۳) حضرت طلبہ کے متعلق تعلیمی امور میں بہت سخت تھے اور امتحان میں کسی ادنیٰ رعایت کو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اسی طرح طلبہ کی علمی واخلاقی حالت پر بھی سخت نظر ڈالا کرتے اور کیسا ہی کسی عزیز یا دوست کا بچہ ہو جب اُس کی بدوضعی یا آزادی کو محقق فرما لیتے تو بے تامل مدرسہ سے خارج کر دیتے اور جب تک وہی اپنی حالت پر نادم ہو کر سچی توبہ نہ کرے اُس کے ولی ووارث کی کوئی سفارش نہ سُنتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو اتنی بات پر کہ انہوں نے حضرت کی قرابت کے نازیبا پنے اُستاد کا احترام وادب ملحوظ نہ رکھا تھا فوراً مدرسہ کی کتابیں واپس کرنے کا حکم دے دیا اور جب تک خود اُستاد نے حضرت سے سفارش نہ کی اُس وقت تک واپس کردہ کتابیں اُن کو دوبارہ نہ دی گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی دفتر ومطبخ وغیرہ کے ملازمین کی طلبہ پر کوئی داب یا سختی حضرت کو گوارا نہ تھی اور ایسے مواقعہ پر حضرتؒ ہمیشہ طلبہ کا پہلو لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں تھا تھا کہ ایک طالب علم کی آپ کے پاس محرر مطبخ کے متعلق شکایت آئی جس [illegible] یہ تھا کہ وہ طلبہ کو کھانا تقسیم کر رہے تھے۔ اس طالب علم کو جلی ہوئی روٹی ملی جس کے لینے سے اُس نے انکار کیا اور محرر مطبخ نے سختی سے جواب دیا کہ اب نخرے بہک گئے کہ جلی اور موٹی سوجھنے لگی۔ لینا ہو لو ورنہ جاؤ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو اپنے حصہ میں لگا لوں یا جو روٹی جلے اُس کا تاوان دیا کروں۔ حضرت یہ خبر سُنتے ہی مطبخ میں آئے اور غصہ کی وجہ سے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ میں ساتھ [illegible]

Marfat.com

کہ حضرت کے بدن اور آواز دونوں میں رعشہ ہے محرر مطبخ سے آپ نے واقعہ پوچھا اور جب انہوں نے خود ہی اس توقع پر صحیح صحیح بیان کر دیا کہ طلبہ کا نظام قائم رکھنے کیلئے محرر کی طرف داری کی جائے۔ تو اُس وقت آپ نے فرمایا کہ منشی جی سنو! مدرسہ انہیں پردیسی بے وطن مسکین طلبہ کے دم سے قائم ہے اور تم اور میں دونوں انہیں کے طفیل میں روٹیاں کھا رہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو نہ مطبخ کی ضرورت نہ تمہاری حاجت۔ مدرسین بھی فارغ اور مدرسہ بھی خالی۔ یہ مسکین سہی محتاج سہی مگر مجھے اور تمہیں دونوں کو روٹیاں دے رہے ہیں۔ مجھے صرف یہ بتا دو کہ تمہیں ترش کلام کرنے کا کیا حق تھا اور تم کون تھے یہ کہنے والے کہ جتنے بہک گئے۔ میں ان کا باپ بنا ہوا ابھی زندہ بیٹھا ہوں۔ تم کو مطبخ سے جزو تنخواہ بنا کر دو خوراک ملتی ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ جلی ہوئی روٹی تم اپنی خوراک میں نہ لگا سکے اور مہمان رسول کو مجبور کیا کہ یا تو یہی جلی ہوئی کھائے ورنہ فاقہ کرے۔ اب تو اپنی خوراک اسکے حوالہ کر دو اور آئندہ کے لیئے خوب کان کھول لو کہ کسی طالب علم کے ساتھ کچھ بھی تیز یا ترش برتاؤ کیا تو کان پکڑ کر مطبخ سے نکال دوں گا۔ ہاں کسی طالب علم کی کوئی غلطی ہو تو مجھ سے کہو میں تحقیق کے بعد جو سزا مناسب سمجھوں گا دوں گا۔ مگر دوسرے کو نہ دیکھ سکوں گا کہ وہ انہیں ترچھی نظر سے بھی دیکھے۔ چونکہ پہلی غلطی ہے اس لیئے اس وقت تنبیہ پر اکتفا کرتا ہوں کہ آئندہ اس کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

حکایت (۳۴۵) اسی طرح مدرسین کے احترام کا آپ کو خاص اہتمام تھا اور اُن کے ساتھ وہ شفقت و لطف کا برتاؤ فرمایا کرتے جو اُن کیلئے شایان تھا۔ باوجودیکہ تمام مدرسین آپ کے شاگرد اور معتقد خادم تھے۔ مگر جب کوئی آتا تو آپ اس کو پاس بٹھا لیتے اور اُن کی بُری بھلی سب توجہ سے سُنتے تھے۔ مسکراتے اور کوئی شکایت لاتا تو اس کی کافی تحقیق فرما کر ان کو تسلی دیا کرتے تھے۔ طالب علم اور اُستاد کے مابین کوئی قصہ ہوتا جس میں غلطی اُستاد کی ہوتی تو اُس وقت بڑی ضیق پیش آتی اور بڑی حسن تدبیر سے دونوں پہلو سنبھالا کرتے تھے۔ مولوی ظفر احمد صاحب کے مزاج میں غصہ تھا ایک مرتبہ طالب علم کے بے تکے سوالات پر ان کو پڑھاتے ہوئے غصہ آیا تو کتاب کہ فلسفہ کی تھی طالب علم کے منہ پر ماری حضرت کے قریب ہی اُن کی درس گاہ تھی اور حضرت نے سب دیکھ اور سُن لیا تھا اُس وقت گرفت کرنے میں طالب علم کی جرأت بڑھنے کا

Marfat.com

اندیشہ تھا اور حضرت کو اس کا خاص اہتمام رہتا تھا کہ طلباء کے قلوب میں اُستاد کی عظمت قائم اور باقی رہے اس لئے ایسا کر دیا گویا سُنا ہی نہیں۔ بعد عصر جب مولوی ظفر احمد صاحب مجلس میں آکر بیٹھے تو حضرت نے فرمایا۔ مولوی ظفر کیا کتاب پے بھی بار رکھتے ہیں؟ کتاب تو اس کے لئے موضوع نہیں ہوئی۔ پھر کتاب بھی مدرسہ کی جو کہ وقف ہے اور جس کی حفاظت ضروری ہے۔ مولوی صاحب نے غلطی کا اقرار اور آئندہ کیلئے احتیاط کا عہد کیا تو آپ مسرور ہوئے۔ اور پھر محبت کے لہجہ میں فرمایا۔ بھائی آجکل طلباء کو مارنے کا زمانہ نہیں ہے۔ کیونکہ زمانہ فساد کا ہے۔ قلوب میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ بعض نادان مقابلہ سے پیش آنے لگتے ہیں۔ اس سے تو بالکل ہی احتیاط کرو۔ اور اگر کوئی زیادہ بک بک لگاد اس کو مہتمم سے اطلاع کر کے درس سے اٹھا دو۔ بس اس سے زیادہ سزا کی ضرورت نہیں۔

حکایت (۴۵۵) امتحان اپنے مدرسہ کا ہو یا دوسرے مدرسہ کا حضرت سخت لیا کرتے مگر اس کے ساتھ ہی نمبر اچھے دیتے تھے ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں دینیات سے فارغ شدہ طلباء کے امتحان دلائے جانے کی تجویز ہوئی کہ تمام علوم میں امتحان لیا جائے اور بجائے تقریری کے تحریری امتحان ہو جس کے لئے سوالات بیرونی علماء سے منگائے جاویں۔ چنانچہ ادب و بلاغت اور صرف و نحو کا امتحان حضرت کے سپرد ہوا اور حضرت نے علوم عربیت کے اہم سوالات تحریر فرما کر مدرسہ میں بھیج دیئے مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی بھی شریک امتحان تھے اور جب امتحان سے فارغ ہو کر وطن آئے تو حضرت کی زیارت کا شوق ہوا کہ اس سے قبل کبھی زیارت نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ جب بھائی کے ساتھ دیوبند جانے لگے تو بھائی سے اپنی خواہش ظاہر کی کہ راستہ میں سہارنپور حضرت کی زیارت کرتے چلیں کہ ادب و بلاغت میں ہمارے ممتحن تھے۔ شاید کچھ نتیجہ امتحان کا بھی پتہ چل جائے۔ بھائی نے کہا کہ بس زیارت کرنا چاہو تو کر لو۔ باقی نتیجہ امتحان کا پتہ مولانا نہیں دیں گے کہ یہ قاعدہ کے خلاف بات ہے۔ چونکہ مولوی ظفر احمد صاحب کے قلب میں حضرت کی عظمت بیٹھ گئی اور ایک ہیجان و کشش پیدا ہو گئی تھی اس لئے مدرسہ میں آئے اور حضرت کی زیارت کی۔ مولوی ظفر احمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت کی طبیعت مبارکہ میں شفقت تو قدرت نے ایسی کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ اس کی نظیر ملنا دشوار ہے۔ زیارت کیساتھ ہی جس چیز کو میں نے دیکھا وہ حضرت کا تبسم کے ساتھ خندہ

Marfat.com

پیشانی سے شفقت و عنایت فرمانا اور تھوڑی ہی دیر میں قبل ازیں کہ میں نتیجہ امتحان کے متعلق کچھ عرض کرتا خود ہی یہ فرمانا تھا کہ میاں ظفر تمہارے جوابات سے ہم بہت خوش ہوئے تم نے سب سوالات کے جوابات اچھے لکھے اور بالخصوص اردو کی عربی اور عربی کی اُردو سب سے اچھی بنائی اس لئے ہم نے نمبر بھی تم کو اچھے دیئے اور یہ فرما کر حجرہ میں تشریف لے گئے اور جوابات کے پرچوں کا پلندہ نکال کر باہر تشریف لائے۔ اس میں سے میرے جوابات کا پرچہ نکالا اور میرے سامنے ڈالدیا کہ دیکھو تمہارے نمبر سب سے زیادہ ہیں (یعنی سو نمبر میں فقط ایک یا دو کم تھے) اور کسی کے نمبر اس قدر نہیں ہیں۔ سب تم سے کم ہیں۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ شاید حضرت کو کشف ہو گیا کہ میں نتیجہ امتحان کے متعلق خیال لیکر آیا ہوں اس کے بعد پھر مجھے اپنے ساتھ دولتکدہ پر لیگئے اور چولھے پر چائے تیار رکھی اپنے ہاتھ سے پیالی میں نکال کر مجھے عطا فرمائی۔

حکایت (۴۵۶) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں اوّل صبح کے دو گھنٹے ترمذی شریف ہوا کرتی اور اس کے ختم ہو جانے پر بخاری شریف شروع ہو جاتی تھی اور جبکہ وسط میں دونوں کتابوں سے باطمینان فراغ ہو جاتا تھا اس کے بعد فقہ و تفسیر کے اعلیٰ اسباق ہوتے اور اوقات مدرسہ میں ایک گھنٹہ آپ کا درس سے فارغ رہتا تھا جو فتاویٰ لکھنے یا دوسروں کے لکھے ہوئے کو دیکھنے اور سننے میں خرچ ہوتا تھا ۱۳۱۲ھ سے جب مولوی محمد یحییٰ صاحب تشریف لے آئے تو آپ کا ایک گھنٹہ صبح کا اور ایک شام کا فارغ ہونے لگا اور یہ وقت امور نظم مدرسہ میں صرف ہونے لگا۔ ۱۳۳۵ھ میں جب آپ نے ابوداؤد کی شرح بذل المجہود کی تالیف شروع فرمائی تو دو گھنٹہ صبح کے تالیف کیلئے تھے اور ایک گھنٹہ شام کا فتاویٰ کیلئے اور باقی گھنٹوں میں درس۔ مگر ۱۳۳۹ھ میں صبح کا تمام وقت بذل کی تالیف میں مستغرق ہو گیا اور شام کو ایک سبق کا آپ درس دیتے تھے جو ہر سال بدل جاتا تھا کہ ایک سال ابوداؤد شریف ہوئی دوسرے سال مسلم شریف اور پھر نسائی شریف اخیر کے دو سال ۱۳۴۳ھ-۴۴ھ میں صرف مؤطا امام محمد طلباء کے اصرار پر تبرکاً پڑھاتے اور صبح کا تمام وقت بذل میں خرچ ہوتا تھا۔ اور شام کا خطوط کے جوابات اور فتاویٰ میں کہ ڈاک کی آمد بہت بڑھ گئی تھی جوابات خطوط ابتداء میں آپ خود تحریر فرمایا کرتے اور خط ایسا حسین تھا گویا تصویر کھینچدی چنانچہ ۱۳۲۹ھ تک کے آپ کے بھیجے ہوئے خطوط بندہ کے پاس ایک ہزار سے زیادہ موجود ہیں۔ جو حضرت کے

اپنے قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں کہ جلد اور اتنا حسین لکھنا حضرت ہی کا کام تھا۔ بعض خطوط حضرتؒ نے آخر شب میں چراغ کے سامنے لکھے ہیں کہ دن کو فرصت نہیں ملی مگر کیا مجال کہ حسن میں ذرہ برابر فرق آیا ہو پھر جب رعشہ بہت بڑھ گیا تو مولوی محمد یحییٰ صاحب مولوی عبداللہ حاجی مقبول احمد اور مولوی زکریا صاحب وغیرہم آپکے کاتب رہے۔

حکایت (۴۵۷) انتظام مدرسہ کے متعلق حضرت میں ایک خاص کمال یہ تھا کہ ہر شعبہ کی نگرانی بغیر وقت صرف کئے فرماتے تھے کہ کسی کام میں بھی مشغول ہوں خیال چار طرف رہتا اور کسی شعبہ سے بھی غفلت نہ ہوتی تھی۔ مدرسین کی تعلیم۔ طلبہ کی حاضری مطالعہ تکرار کتب بینی پابندی نماز و تلاوت قرآن اور نیک چلنی و وضعداری کا جدا دھیان تھا اور دفتر کے تمامی رجسٹروں کی وقت پر خانہ پُری اور حساب کتاب کی صحت و صفائی کا جدا خیال تھا کتبخانہ کی محافظت اور صفائی و ترتیب پر علیحدہ نظر تھی اور مطبخ کی اجناس کے محفوظ اور وزن میں ہر وقت صحیح رہنے پر علیحدہ نگاہ تھی۔ ہر شعبہ کے ملازمین کا صحیح وقت پر آنا حضرت کی ادنیٰ توجہ اور ہیبت خداداد کی بدولت اتنا قابو میں آیا ہوا تھا کہ چند منٹ کی غیر حاضری کے چھپا لینے پر بھی کوئی قادر نہ تھا۔ علمی مشغلہ آپ کا اتنا بڑھا ہوا تھا کہ اہل نظر اس پر تعجب کیا کرتے تھے۔ چہ جائیکہ اسپر فتاویٰ کا اشتغال کہ وہ مستقل مد ہے اور پھر خطوط کے جوابات جس میں علمی اشکالات طلب مشورہ احتیاج تربیت ذکر و اوراد کے استفسار اظہار واقعات خانگی معاملات وغیرہ وغیرہ سب ہی کچھ ہوتے تھے۔ جدا مشغلہ تھا جو دماغ کے کامل سکون اور طبیعت کے پورے حضور کو چاہتا تھا۔ اس پر ہر شعبہ کی نگرانی اور طرہ بر آں ہر جزو کی صلاح اور ترقی کا فکر و تدبر ایسے امور تھے کہ دیکھنے والا حیران ہو جاتا تھا۔ بس ایک مشین تھی جو بھاپ کے ذریعہ چل رہی اور اپنے ساتھ جڑے ہوئے ہر آلہ کو اُس کام میں لگائے ہوئے تھی جس کے لئے وہ وضع کی گئی ہے کہ انجن صرف ایک ہے مگر اس میں سے نکلنے والی برقی قوت چکی بھی چلا رہی ہے کہ آٹا پیس رہی۔ پریس بھی چلا رہی ہے کہ کاغذ چھاپ رہا ہے۔ پنکھے بھی چلا رہی ہے کہ پسینہ سوکھے اور قمقمے بھی روشن کر رہی ہے کہ دنیا جگمگا اٹھے اور رات کی تاریکی میں نصف النہار کا سورج نکل آوے۔ اسی طرح حضرت کا ایک دم تھا کہ درس بھی دیتا تھا۔ تالیف بھی کرتا تھا معاشرت اہل و عیال میں بھی نمونہ سنت بنا ہوا تھا۔ مدرسہ کے ہر شعبہ کی نگرانی

اور اس کی ترقی میں فکر وسعی بھی رکھتا تھا۔ مہمانوں کی مدارات اور تمامی کنبہ و برادری سے
شیریں تعلقات نباہتا تھا۔ مخلصین کی دلدہی اور ہمعصروں کی مخلصانہ محبت میں دور دور
سفر اور متواتر و مسلسل و مختلف اسفار میں حسب موقع دن اور ہفتے اور مہینے خرچ کرتا تھا۔ طالبین
میں ہر شخص کی طاقت و قابلیت کے موافق ان کو زبانی اور بذریعہ مراسلت اصلاح حال کی
تعلیم بھی دیتا تھا۔ توجہ و تصرف ہمت سے اُن کی تربیت بھی فرماتا تھا اور بایں ہمہ اپنے
مولا کے ساتھ قلبی وجسدی تعلقات کے تمامی وہ حقوق ادا کرتا تھا جو زہاد و عباد کسی پہا
کی تلہٹی میں بیٹھ کر ادا کیا کرتے ہیں اس دماغی اور بدنی مشاغل میں مشغول ہوکر کوئی برسوں
حاضرباش بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں نماز کی تکبیر تحریمہ حضرتؒ سے چھوٹ گئی یا فلاں شب
تہجد کیلئے آنکھ نہیں کھلی حضرتؒ کے مشاغل روزمرہ کا عشر بھی کسی کے سر رکھدیا جائے
تو بڑا بہادر و باہمت کہلائیگا اگرچند ہفتے بھی یکساں حال پر تیقظ و چستی میں گذار دے چہ جا
عمر کا بڑا حصہ اور وہ بھی اخیر جس میں ساری جسمانی قوتیں جواب دینے لگتی ہیں اس چستی و پابندی
میں گذرا کہ جو دن آیا وہ ایک جدید اشتغال کا اضافہ ساتھ لایا کہ مدرسہ بھی ترقی پذیر ہوکر روز
مزید توجہ کی احتیاج بڑھاتا رہا اور اصلاح و تربیت روحانی کے سلسلہ میں بھی روزانہ ترقی ہوکر کمیّت
و کیفیتاً مزید اشتغال کی ضرورت بڑھتی رہی باوجودیکہ آپ مدینہ کی زمین میں دفن ہونے کی
ہوس پر ہندوستان چھوڑ چکے اور سمندر پار جہاں سے خط بھی پچیسؔ دن میں پہنچے یکسو ہو کر
بیٹھ چکے تھے مدرسے سے رخصت لے چکے اور اُس کو اپنے معتمد خدام کے حوالہ کرکے تمامی ذمہ دار
سر سے اُتار چکے تھے مگر میں مجسم حیرت بنگیا جب آپ کا رجسٹری شدہ والا نامہ میرے نام آیا
جس میں مدرسہ کے متعلق بیس سے زیادہ وہ جزئی واقعات لکھے جن کی تحقیق اور اصلاح کی
ضرورت تھی اور پھر خود ہر معاملہ کا قطعی فیصلہ بھی تحریر فرمایا کہ فلاں واقعہ اگر صحیح ہو تو یہ کرنا
اور غلط ہو تو یہ ہونا چاہئے اور اس کے بعد قواعد کلیہ کے درجہ میں نگرانی کا سبق پڑھایا ما فات
کی تلافی اور آئندہ کی احتیاط کا طریق سکھلایا اور ان علامات مخفیہ پر آگاہ کیا جو اس وقت
نہیں مگر آئندہ سوئی کا پھاوڑہ بنتی نظر آتی ہیں۔ غرض جن امور سے ہم حاضرین کی آنکھیں
اور کان بے خبر اور قلوب مغفل و دماغ معطل تھے آپ نے یثرب کی زمین میں بیٹھے ہو
ان پر روشنی ڈالی اور ایسی ڈالی کہ اُن سے نفع اُٹھانے والا ایک چلتے ہوئے مفید
کارخانہ کی تمام ذمہ داریوں کو باآسانی انجام دے سکتا ہے بشرطیکہ چاہے۔

Marfat.com

(۴۳) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس اللہ سرہ کی حکایات

حکایت (۴۵۸) فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کا قلب بڑا نورانی تھا میں اُن کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں جامع کہتا ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانا اس تواضع اور انکساری کا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نیک لوگوں کا تو ایسا حال ہے میرا ثانی کوئی دنیا میں نہیں	اور تیرا یہ خبیث اب قال ہے عالم وزاہد ولی پاک دیں	(جامع)

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۴۴) حضرت امیر شاہ خانصاحب راوی رسالہ امیر الروایات رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات

حکایت (۴۵۹) خانصاحب نے فرمایا کہ میں خواب کبھی نہیں دیکھتا ہوں لیکن شاذونادر کبھی کوئی خواب نظر آجاتا ہے اور ان میں سے بعض خواب بالکل سچے ہوتے ہیں میں نے لڑکپن میں غالباً بلوغ سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب تشریف فرما ہیں اور یہ خبر ہے کہ سید صاحب تشریف لارہے ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب ایک چارپائی پر سرہانے بیٹھے ہیں میں اُن کی پائینتیوں بیٹھا ہوا ہوں اور اُن سے ایسی بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہا ہوں جیسے بہت دنوں کی ملاقات ہو چنانچہ میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت آپ کا علم کتنا بڑا ہے۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ بقدر ضرورت۔ اس کے بعد میں مولانا اسمٰعیل صاحب

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں ایک ایسے حجرہ میں ٹھیرے ہوئے تھے جو مسجد سے بہت نیچا تھا جیسا آدھا تہ خانہ اور اس حجرہ میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی مولانا اُس سے کمر لگائے بیٹھے تھے اور اُن کے پاس دس بارہ آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں جاکر بیٹھا تو مولانا نے ایک دیگچی نکالی جس میں شربت تھا جس کا قوام کسی قدر گاڑھا تھا اور رنگت سنہری اور نہایت براق تھی مولانا نے اُس میں سے پیالے بھر بھر کر لوگوں کو دینے شروع کئے اور تقسیم اپنے دائیں ہاتھ سے شروع کی میں مولانا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور میرے پھوپھا میرے برابر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میرا نمبر آیا مولانا نے اُس پیالہ کو اوروں سے زیادہ بھرا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے وہ پیالہ مجھے دینے ہی کو تھے کہ میرے پھوپھا نے مجھے کسی کام کو بھیجدیا اور وہ پیالہ مجھے نہ مل سکا۔ مجھے اس کا بڑا قلق ہوا۔ اور میں چاہتا تھا کہ نہ جاؤں مگر اول تو پھوپھا صاحب کے حکم کی تعمیل ضروری تھی دوسرے یہ بھی خیال ہوا کہ پھوپھا یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑا اندیدہ ہے۔ اس لئے چار و ناچار مجھے اس کی تعمیل کرنی پڑی۔ میں اس کام کو کر کے واپس آیا اور جہاں پہلے بیٹھا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ مولانا نے مجھے دیکھ کر فرمایا ارے تو رہ گیا کہاں چلا گیا تھا اُس کے بعد دیگچی منگائی اور شربت کو دیکھا اُس میں شربت موجود تھا مگر اتنا نہ تھا جتنا اوروں کو دیا تھا اُس کے بعد مولانا نے وہ پیالہ منگایا جس میں آپ نے پیا تھا۔ اس پیالہ میں مولانا کا بچا ہوا شربت موجود تھا مولانا نے دیگچی کا شربت اس پیالہ میں ڈالا اور دیگچی کو اپنے ہاتھ سے پونچھ پونچھ کر بالکل صاف کر دیا۔ اس سے وہ پیالہ اتنا تو نہ بھرا جتنا پہلی مرتبہ میرے لئے بھرا تھا مگر اوروں کی برابر ہو گیا اور وہ پیالہ میں نے پی لیا اُس روز سے میری یہ حالت ہو گئی کہ میں مولانا کی کتابوں کو اتنا تو نہیں جتنا وہ خود سمجھتے تھے مگر اپنی حیثیت کیموافق خوب سمجھنے لگا۔

حاشیہ حکایت (۴۵۹) قولہ اُس روز سے میری یہ حالت ہو گئی الخ۔ اقول خواب اس حالت میں دخیل نہیں بلکہ مبشر ہے اس حالت کے حصول کی مستقبل میں اور وہ حصول کبھی وہبی ہوتا ہے اور کبھی مکتسب کسی عمل سے بہر حال خواب کو مؤثر نہ سمجھا جاوے اگر کوئی چیز مؤثر ہے وہ عمل ہے اور خواب محض مبشر (ش ت)

Marfat.com

نظیف الزیادات فی لطیف العنایات

اس کی حقیقت ایک مکتوب ہے امیر شاہ خانصاحب مرحوم کا اس احقر کے نام جس کے بعض اجزا از قبیل مضامین امیر الروایات ہیں نظیف الزیادات کے لقب کا مبنی یہی مناسبت ہے اور بعض اجزا مشعر ہیں مرحوم کی عنایت خاص کے اس احقر پر فی لطیف العنایات کی قید کا مبنی یہی رعایت ہے میں ایسے شخص کی عنایت کو جس کو اکابر کے ساتھ ایسے خاص تعلقات ہوں فال صلاحیت حال و مآل اور موجب تقویت آمال سمجھتا ہوں۔ جن فوائد پر یہ ضمیمہ مشتمل ہے اُن میں ہر فائدہ پر مستقلاً منفرداً متنبہ کرنیکے لئے اُن اجزاء پر اصل متن کے سلسلہ اعداد سے نمبر بھی ڈالدیے گئے کیونکہ دلالت علی العنایات بھی ایک قسم کی حکایت ہی ہے خصوص جبکہ وہ بعض واقعات کا حاکی بھی ہو اس طرح سے یہ ایک درجہ میں تتمہ متن کا بھی ہوگیا اور پورے مکتوب کے ختم کے بعد ہر نمبر کے حوالہ سے مواقع ضروریہ پر کچھ تعلیقات بھی مختصر مختصر لکھدیے گئے اب اُس مکتوب کو نقل کرتا ہوں۔

(جزو اول نمبر ۱۲۵) حضرت مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب مولانا دام اللہ وجودکم

امیر شاہ عفی عنہ عارض مدعا ہے کہ میرا مصمم ارادہ تھا کہ اپنے اثنائے سفر میں ضرور حاضر خدمت ہوں مگر میرے دیوبند پہنچنے تک جناب سفر سے واپس تشریف لائے تھے۔ اسکے بعد میں رائپور چلا گیا۔ محمد اشفاق کی بیوی اور بیٹے کا انتقال ہوگیا تھا اسلئے وہاں دیر لگی۔ اسکے بعد رمضان آگیا انہوں نے رمضان میں آنے نہ دیا چنانچہ نصف رمضان وہاں رہنا پڑا اسکے بعد آٹھ روز بہٹ قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے دیوبند واپس آیا گو یہاں آکر مجھے معلوم ہوگیا کہ جناب والا تشریف لے آئے ہیں۔ لیکن اول تو حافظ احمد نے نہ چھوڑا۔ دوسرے میں بہت ضعیف ہوگیا ہوں نظر بھی بہت کمزور ہوگئی اسلئے تنہا سفر کے قابل نہیں رہا ہوں اور ہمراہی کوئی ملا نہیں اس لئے حاضری سے قاصر رہا پھر ادھر چودھری صاحب کا تقاضا تھا کہ جلد آؤ۔ اس نے معذوری میں اور بھی اضافہ کردیا علیگڈھ آکر منشی شرافت اللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب سفر سے واپس تشریف لاتے ہوئے کچھ دیر ہاتھرس کے اسٹیشن ٹھہرے تھے اور مجھے اور حبیب احمد کو بلانے کیلئے جناب نے میندھو آدمی بھیجے تھے۔ مگر ہم میں سے کوئی

نہ ملا یہ سُنکر نہایت صدمہ ہوا مگر ساتھ ہی اُنہوں نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ جناب عنقریب علیگڈھ تشریف
لانے والے ہیں۔ اُس سے قدرے تسکین ہوئی اور میں نے اُن سے کہدیا کہ جب
مولانا تشریف لانے کو ہوں تو اُن کی تشریف آوری سے ایک روز قبل مجھے
جاوے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کو منظور فرمالیا ہے حضور سے بھی معروض ہے
کہ جب جناب علی گڈھ تشریف لاویں تو مجھے اطلاعی والانامہ سے مشرف فرماویں
(جزو دوم نمبر ۱۶۶)

آخر میں کچھ تھوڑی سی اپنی بکواس لکھوانا چاہتا ہوں جس کا نام اعتقاد دلی
اُس اعتقاد سے میں بجز اپنے حضرت کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے
اور کسی کا معتقد نہیں ہوں چنانچہ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ امیر شاہ اور مولوی
عبدالکریم پنجابی یہ دو شخص کسی کے معتقد نہیں۔ اگر کوئی کہتا کہ حضرت اور آپ کے
تو آپ کبھی فرماتے کہ ہاں مولوی محمد قاسم کے سُنے سُنائے میرا معتقد ہے اور کبھی فرماتے
کہ ہاں میرا تو سچا معتقد ہے۔ پھر مکہ معظمہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں حضرت حاجی صاحب
کی خدمت میں جانے لگا۔ حضرت کے اکثر خدام میرے پیچھے پڑ گئے۔ چنانچہ جب
جاتا کسی نہ کسی اختلافی مسئلہ میں مجھ سے گفتگو چھیڑ دیتے۔ مگر حاجی صاحب کی مجلس
میں کسی کو جواب نہ دیتا تھا اور یہ کہدیتا تھا کہ اگر تم کو گفتگو کا شوق ہے تو حاجی صاحب
کی مجلس سے الگ مجھ سے گفتگو کر لو۔ پھر دیکھو کس کے ہاتھ پالا رہتا ہے ایک روز
حاجی صاحب نے ان لوگوں کو خفا ہو کر منع فرمایا اور کہا اس سے گفتگو نہ کیا کرو۔ اور فرمایا
کہ یہ اپنے خیالات میں پختہ ہے اور کسی کا معتقد نہیں ہے مولانا گنگوہی وغیرہ سے
سُنکر میرا بھی معتقد ہے گو میں پہلے بھی ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا مگر صحبت کا
اتفاق نہوا تھا۔ اس مرتبہ جو صحبت کا اتفاق ہوا تو میں ان کا دل سے معتقد ہو
ایک مضمون میرے خیال میں حدیث کا آیا ہے جس کو میں نے بجز شاہ عبدالرحیم
صاحب کے کسی سے نہیں بیان کیا اور اب جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللھم ادر الحق مع علی حیثما دار
پس آپ نے حضرت علی کو حق کا تابع نہیں قرار دیا۔ بلکہ حق کو حضرت علی کا تابع
ہے اسی طرح میرے نزدیک حضرت حاجی صاحب علی وقت تھے اور حق ان کا تابع

اس لئے مجھے کبھی اُن کے کسی فعل پر اعتراض نہیں ہوا۔ نماز اُن کی ایسی ہی تھی کہ میں
نے کسی کی نہ دیکھی۔ صفائی اُنکے یہاں ایسے ہی تھی تصنع کا وہاں نام نہ تھا یہ بات تو ختم ہوئی
(جزو سوم منسلکہ ۱۶۷)

اب ایک بات اور عرض کرنی چاہتا ہوں۔ اگرچہ حبیب احمد مجھے منع کرتا ہے کہ
مت لکھوا مگر میں لکھواؤں گا اور اسی سے لکھواؤں گا (مولوی حبیب احمد صاحب
نے خود اپنے لئے یہ صیغے تجویز اس لئے کئے کہ خط اُن کے قلم سے لکھوایا گیا)

پہلے میں صوفیوں کو وہ درد وہ کہا کرتا تھا اور مولویوں کا فی الجملہ معتقد تھا۔ لیکن مقام
ماری میں تجربہ ہوا کہ مولوی بھی وہ درد وہ بلکہ کچھ آگے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ جھجاری میں
ب عالم مدرس تھے کسی بات پر نواب صاحب نے اُن کو موقوف کر دیا۔ تھوڑے دنوں
کے بعد نواب صاحب کا انتقال ہوگیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد تعزیت
کے واسطے پانی پت سے قاری عبدالرحمن صاحب اور دہلی سے مولوی عبدالرب وغیرہ
ردوہہ سے مولوی احمد حسن صاحب مراد آباد سے مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ اور
یوبند سے حافظ احمد وغیرہ اور دوسرے مقامات سے اور اور حضرات جن سے ملاقات
تھی تشریف لائے۔ مگر یہ مولوی صاحب نہیں آئے۔ میں نے اُنکے ایک دوست سے
ن کے نہ آنے کی وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ مولوی صاحب کے ذمہ عبدالصمد خاں
صاحب کے ڈھائی سو روپے قرض تھے۔ اور عبدالصمد خاں نے اُن کا تقاضا کیا تھا۔
بھی کہ ایک بھنگی بھی تقاضے کیلئے بھیجا تھا۔ اس وجہ سے نہیں آئے۔ جب مجھے یہ واقعہ
معلوم ہوا تو میں نے اُسی روز عشا کی نماز کے بعد نواب عبدالصمد خاں سے کہا کہ مجھے
کچھ عرض کرنا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ کہو میں نے کہا کہ مجھے ڈھائی سو روپے کی ضرورت
ہے۔ آپ بطور ہدیہ کے مجھے یہ رقم عطا فرما دیں۔ وہ یہ سُنکر متعجب ہوئے اور کہا کہ نہ تو
سوال کی آپ کی عادت ہے اور نہ بظاہر آپ کو کوئی ضرورت ہے آخر یہ بات کیا ہے
میں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں میں آپ سے مانگتا ہوں آپ مجھے دیجئے اُنہوں
نے کہا بہت اچھا۔ میں نے کہا تو ابھی اپنے تحویلدار کو بلا کر اس سے کہہ دیجئے اُنہوں نے
اُسی وقت بلا کر کہدیا کہ تحویل میں سے ڈھائی سو روپے خانصاحب کو دیدینا میں نے
کہا کہ یہ روپے آپ نے مجھے دیدیے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہاں دیدیے۔ اسی طرح میں نے

Marfat.com

اُن سے تین مرتبہ اقرار لیا۔ اُسکے بعد میں نے اُن سے کہاکہ آپ کے ڈھائی سو روپے
جو فلاں مولوی صاحب کے ذمہ ہیں ان کو آپ معاف کر دیجئے۔ اور یہ روپے جو آپ
نے مجھے دیے ہیں ان کو آپ رہنے دیجئے اور ان کو اُن کے بجائے سمجھ لیجئے۔ یہ سُنکر
اُنہوں نے کچھ دیر سکوت کیا۔ اس کے بعد کہاکہ اچھا میں نے معاف کئے۔ یہ واقعہ
میں نے ان مولوی صاحب کے دوست سے بیان کر دیا اُنہوں نے اُن مولوی صاحب
سے ذکر کیا تب وہ مولوی صاحب تعزیت کیلئے آئے۔ تقریباً ڈیڑھ مہینے کے بعد وہ
مولوی صاحب ملیڈھو تشریف لائے اور مجھ سے اور حافظ عطاء اللہ سے کہاکہ مجھے
پچاس روپے کی ضرورت ہے تم نواب یوسف علی خاں صاحب سے مجھے قرض دلادو
حافظ عطاء اللہ نے تو انکار کر دیا مگر میں نے اقرار کر لیا۔ حافظ عطاء اللہ نے مجھ سے کہا
بھی کہ تم مولویوں کے درمیان میں نہ پڑا کرو۔ حافظ عطاء اللہ کے انتقال کو اٹھارہ برس
ہوئے اور سولہ سال نواب یوسف علی خاں کے انتقال کو ہوئے اور حافظ عطاء اللہ
کے انتقال سے ایک برس پہلے کا یہ قصہ ہے لیکن مولوی صاحب نے اب تک اُس قرض
کے ادا کا نام تک نہیں لیا۔ گو میں نے نواب صاحب کے انتقال کے وقت اُن سے
یہ قرض بھی معاف کرا دیا تھا۔ مگر اس کا تذکرہ میں نے مولوی صاحب سے ابتک نہیں
کیا۔ یہ قصہ بھی ختم ہوا۔ ایک اور قصہ سُناتا ہوں۔ نواب یوسف علی خاں صاحب اپنے
والدین کے ایصال ثواب کیلئے بہت خرچ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے مجھ سے دریافت
کیاکہ کوئی ایسا مصرف بتلاؤ جس میں خرچ کرنے سے ان کو ثواب بھی ہو اور اُن کی روح
بھی مجھ سے خوش ہو۔ میں نے کہاکہ آپ اپنے والدین کے محبوبوں اور دوستوں پر صرف
کیا کریں اُنہوں نے دریافت کیاکہ میرے والد کے دوستوں کا حال آپ کو بخوبی معلوم
ہوگا۔ آپ مجھے بتلائیے۔ میں نے کہاکہ فلاں مولوی صاحب سے آپ کے والد کی بہت
دوستی تھی۔ یہ سُنکر وہ بہت خوش ہوئے اور کہاکہ آپ نے بہت ٹھیک فرمایا اُسکے
بعد اُنہوں نے پچاس روپے اُن کے پاس بھجوا دیے۔ تین مہینے کے بعد اُن کا بیٹا آیا
نواب صاحب نے پچیس روپے اُسے دیدیے۔ اُس کے تین مہینے کے بعد مولوی
صاحب خود تشریف لے آئے مولوی صاحب کا اور اُن کے بیٹے کا سائلانہ نواب
صاحب کے در پر آنا مجھے ناگوار ہوا اور اس لئے میں نے اُن سے کسی قدر بے رخی برتی۔

Marfat.com

مگر نواب صاحب نے ان کو اپنے پاس بلا کر پچیس روپے دیے اور کہا کہ بعض وجوہ سے اس وقت میرا ہاتھ تنگ ہے اور میں زیادہ خدمت کرنے سے معذور ہوں۔ انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر ہی میں پچیس روپے آپ کی خدمت میں اور بھیجوں گا۔ اور اگر مجھے یاد نہ رہے تو امیر شاہ خاں یاد دلا دیں گے۔ اس کے بعد وہ مولوی صاحب چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد نہ تو نواب صاحب کو خیال رہا اور نہ مجھے اور اس لئے رقم موعود اُن تک نہ پہنچ سکی۔ اس پر ان مولوی صاحب نے مجھے خط لکھا اور اس میں لکھا کہ جب میں میرٹھ آیا تھا تو آپ مجھ سے بیرخی سے پیش آئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میرا آنا ناگوار ہوا تھا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس رقم کا نواب صاحب نے وعدہ کیا تھا وہ آپ وصول کرکے خود کھا گئے سو اگر یہی واقعہ ہے تو آپ مجھے صاف لکھ دیجئے میں معاف کر دوں گا۔ اگر یہ واقعہ نہیں ہے تو آپ نواب صاحب سے رقم موعود بھجوا دیجئے۔ میں نے نواب صاحب سے اس خط کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور پچیس روپے ان کو بھجوا دیئے۔ چھ سات مہینے کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا اور اُن کے لڑکے کا بھی یہ قصہ بھی ختم ہوا۔

اس قسم کے واقعات سے مجھے جو صوفیوں کی بہ نسبت مولویوں کے ساتھ کسی قدر حسن ظن تھا۔ اس میں خلل آ گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اب مولوی بھی وہ در وہ ہو گئے۔ ان واقعات سے طبع والا کو بھی تکدر رہا ہو گا۔ اس لئے اب میں اس کی تلافی کیلئے ایک قصہ مولوی محمد یعقوب صاحب کا لکھواتا ہوں۔

فرد چہارم نمبر ۱۴۱۔ مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مراد آباد تشریف لاتے تو میں اور حافظ عطاء اللہ جھنجھاری سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نواب محمود علی خاں کی بہت آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولوی محمد یعقوب جھنجھاری تشریف لا دیں اور وہ ہم لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ کسی طرح مولانا کو یہاں لاؤ۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب کی بیحد خواہش ہے کہ آپ ایک مرتبہ جھنجھاری تشریف لا دیں مولانا نے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے یہاں جاتا ہے نواب صاحب اس کو سو روپے دیتے ہیں ہمیں وہ خود بلاتے ہیں۔ اس لئے شاید دو سو دیدیں سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے ہم وہاں جا کر مولویت نام کو دھبہ نہ لگا دیں گے۔

جزء پنجم نمبر ۱۶۹۔ چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب سے بھی ملاقات کے بیحد متمنی

Marfat.com

تھے مگر مولانا بھی اُن سے کبھی نہیں ملے چنانچہ دو مرتبہ وہ مولانا سے میرٹھ ملنے آئے اور دو مرتبہ علی گڈھ مگر جب مولانا کو اُنکے آنے کا علم ہوتا مولانا شہر چھوڑ کر کسی اور طرف کو چلدیتے تھے .... ہاں نواب صاحب سے دو باتیں کہدینا۔ ایک یہ کہ نواب صاحب غازی آباد کے اسٹیشن پر مسجد بنوا دیں۔ اور دوسری ایک عجیب بات تھی اگر وہ ایسا کرینگے تو میں اُن کی پالکی کا پایہ پکڑ کر چلوں گا۔ دوسری بات کو سُن کر تو نواب صاحب ہنسنے لگے اور پہلی بات کی نسبت فرمایا کہ میں کوشش کر چکا ہوں مگر منظوری نہیں ہوئی (جزو ششم نمبر ۱۷) ایک بات جو اس وقت نہایت اہم ہے وہ یہ ہے کہ چودہری صاحب کے گھر میں بائیں چھاتی میں کوئی سی مادہ آگیا ہے اور یہ حالت بہت عرصہ سے ہے ہر چند علاج کیا جاتا ہے مگر مرض روبہ ترقی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مرض دوا کی حد سے نکلکر دعا کی حد میں آگیا ہے۔ جناب اپنے خاص اوقات میں اُن کی شفا کے لئے دعا فرمادیں۔ حق برآرد آرزوئے متقین والسلام۔ مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو سلام آخر میں عرض ہے کہ جب جناب علی گڈھ تشریف لادیں اگر ممکن ہو تو مولوی عبدالمجید کو اور مولوی ظفر کو اپنے ہمراہ لیتے آویں تاکہ میں اُن سے بھی مل لوں (جزو ہفتم نمبر ۱۷) آخر میں ایک قصہ مولوی محمود حسن صاحب کا لکھتا ہوں۔ جب نواب محمود علی خاں کا انتقال ہوا تو حضرات دیوبند کا ارادہ ہوا کہ وہ نواب صاحب کی تعزیت کیلئے چھتاری آئیں اور اُنہوں نے مولوی محمود حسن صاحب پر بھی زور دیا کہ تم بھی چلو۔ مولوی محمود حسن نے مجھے خفیہ جوابی خط لکھا اور لکھا کہ تم اپنی اصلی رائے لکھو کہ میں آؤں یا نہ آؤں اور لکھا کہ اس کا جواب دہلی فلاں شخص کے نام بھیجنا اور جواب مجملاً لکھنا میں نے لکھدیا کہ نہ آئیے اس پر مولوی صاحب نے دستوں کی گولیاں کھالیں اور اصرار کرنے والوں سے بیماری کا عذر کردیا (منقول از امیر الروایات)

حل مواقع ضروریہ مکتوب ۱۱

تعلیق جزو اوّل۔ احباب واخوان فی الدین کی ملاقات کیلئے سفر جبکہ کسی ضروری جز و دین میں خلل نہو آداب اُخوت وحسبت سے ہے۔

تعلیق جزو دوم۔ قولہ حق ان کا تابع تھا اتول یہ معنی نہیں کہ حق بدل جاتا

Marfat.com

تھا۔ معنی یہ ہیں کہ واقعہ کی صورت ایسی ہوجاتی ہے کہ اس کا حکم شرعی وہی ہوتا تھا جو آپ کی رائے ہوئی تھی۔

تعلیق جزو سوم ۔ گو اس میں دو قصے ہیں مگر چونکہ ایک ہی باب کے ہیں اس لئے ان کو ایک ہی جزو قرار دیا۔ اگر اچھے قصے ہوتے تو جُدا جُدا کرنے میں فرحت مکرر ہوتی اب رنج مکرر دینے سے کیا فائدہ۔

تعلیق جزو چہارم ۔ **قولہ** دھبہ نہ لگاویں گے **اقول** احقر کو معلوم ہے کہ حضرت کو اکثر تنگی رہتی تھی پھر یہ زہد کمال عظیم ہے۔

تعلیق جزو پنجم ۔ **قولہ** باکی کا پایا **اقول** ۔ ان حضرات کا التفات و اعراض سب اللہ ہی کے واسطے ہے

تعلیق جزو ششم ۔ **قولہ** دعا کی حد میں **اقول** ۔ یعنی دعا سے محض کی حد میں۔ پس اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ دوا کی حالت میں دعا کی نفی لازم آتی ہے۔

تعلیق جزو ہفتم

قولہ میں نے لکھدیا کہ نہ آئے **اقول** یہ ہے تقدیم مصلحت دینیہ کی دنیویہ پر **قولہ** گولیاں کھالیں **اقول** کیسی لطیف تدبیر فرمائی کہ مقصود بھی حاصل کسی کا کسر قلب بھی نہیں دعوی زہد بھی نہیں ؎

ہر ہوسنا کے ندا ند جام و سنداں باختن

وھھنا تم جمیع ما یتعلق بامیر الروایات والحمد للہ مفیض الھدایات

فقط

(۴۵) جناب دیوان محمد یسین صاحب دیوبندی [illegible]

حکایت (۴۶۱) حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ دیوان محمد یسین مرحوم حضرت نانوتوی کے خدام میں سے تھے ان کا ذکر [illegible] تھا۔ یہ نا ممکن تھا کہ ان [illegible]

ذکر سُنکر کوئی بغیر روئے ہوئے وہاں سے گذر جائے۔ نہایت دردناک آواز میں ذکر کرتے تھے اور بہت روتے تھے۔ ہر وارد و صادر پر اس ذکر اور گریہ کا اثر پڑتا تھا۔ اور وہ بھی روتا تھا۔ خود فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مصروف تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں اسی شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رُخ میرے ہی قلب کی طرف تھا۔ اسی اثناء میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے۔ مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں۔ بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے جو آسمان تک فضا میں پھیلا ہوا ہے۔ یکایک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اُتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور خلفائے اربعہ ہر چہار کونوں پر موجود ہیں وہ تخت اُترتے اُترتے بالکل میرے قریب آکر مسجد میں ٹھیر گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے اربعہ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلا لو وہ تشریف لیگئے اور مولانا کو لیکر آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا مدرسہ کا حساب لائیے۔ عرض کیا حضرت حاضر ہے اور یہ کہکر حساب بتلانا شروع کیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مولانا اب اجازت ہے۔ حضرت نے عرض کیا جو مرضی مبارک ہو اس کے بعد وہ تخت پر آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔

حاشیہ حکایت (۴۶۱) یہ واقعہ ایک قسم کا کشف تھا جس میں ممکن ہے کہ مولانا کی توجہ کو دخل ہو۔ جو تصرف کی ایک فرد ہے شاید تعبیر اس واقعہ کی یہ ہے کہ مدرسہ کی تصحیح حساب صاحب واقعہ کو دکھانا تھا۔ تاکہ متردین اسے سُنکر مطمئن ہو جاویں باقی معاندین تو وحی میں بھی شبہ نکال دیتے ہیں۔ سب

(۴۶) رامپور کے مجذوب کی حکایت

حکایت (۴۶۱) خانصاحب نے فرمایا کہ ریاست رامپور میں نواب یوسف علی خاں کے زمانہ میں روشن باغ میں ایک مجذوب رہتے تھے اور نواب صاحب

Marfat.com

کی طرف سے دو سپاہی اُن کی خدمت کیلئے رہا کرتے تھے۔ ان کا نام بٹیر شاہ تھا۔ یہ
مجذوب بالکل ننگے رہتے تھے۔ مگر باتوں میں مجذوب نہ تھے۔ چنانچہ جب باتیں کرتے
اُن کا قاعدہ تھا کہ جو کوئی اُن کے پاس آتا اُس سے کوئی نہ کوئی فرمائش ضرور کرتے
نیز ان کا قاعدہ تھا کہ اگر کوئی ایک انار یا ایک امرود یا ایک روپیہ یا ایک پیسہ وغیرہ
پیش کرتا تو نہ لیتے اور فرماتے کہ ایک نہ لونگا دو لاؤ۔ میرے پھوپھا ان کی خدمت میں
جایا کرتے تھے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لیجاتے تھے۔ میرے پھوپھا نے شاہ آباد دروازہ
ایک مکان لے رکھا تھا اور ہمارے مکان کے قریب ایک مولوی صاحب رہتے تھے
جو نہایت صحیح العقیدہ اور بزرگ آدمی تھے اُن کا نام مولوی اسمٰعیل صاحب تھا اور اُنکے
ایک بھائی تھے جن کا نام حافظ اسحٰق تھا۔ میں ان حافظ اسحٰق صاحب سے کوئی کتاب
بھی پڑھتا تھا اس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان وجوہ سے مولوی اسمٰعیل صاحب سے تعلقات
تھے ایک مرتبہ ان مولوی اسمٰعیل صاحب نے میرے پھوپھا سے بٹیر شاہ کے انتقال کے
بعد اپنا قصہ بیان فرمایا کہ گو میری عادت مجاذیب سے اختلاط کی نہ تھی مگر میں خلاف
عادت بٹیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور گو ان کی عادت یہ تھی کہ وہ ہر آنے
والے سے کچھ نہ کچھ فرمائش کیا کرتے تھے۔ مگر اُنھوں نے بھی اپنی عادت کے خلاف
کبھی مجھ سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضور سب سے کچھ نہ کچھ
فرمائش کرتے ہیں مگر مجھ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی کیا حضور مجھ سے کچھ ناخوش ہیں اُنہوں نے
فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ میں سب سے زیادہ تجھ سے خوش ہوں میں نے کہا کہ پھر آپ مجھ سے
فرمائش کیوں نہیں کرتے تو اُنھوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جتنے لوگ ہمارے پاس
آتے ہیں سب اغراض لیکر آتے ہیں۔ کوئی بیوی کیلئے آتا ہے۔ کوئی معشوق کیلئے کوئی
نوکری کیلئے کوئی کسی اور غرض سے اس لئے ہم بھی اُن کے ساتھ اپنی غرض لگا دیتے ہیں
اور تو کسی غرض سے نہیں آتا بلکہ محض خدا کیلئے آتا ہے اس لئے تیرے ساتھ غرض لگانیکو
جی نہیں چاہتا۔ میں نے پوچھا کہ آپ جب کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ایک نہیں لیتے
بلکہ دو لیتے ہیں اس میں کیا راز ہے آپ نے فرمایا وخلقنا کم ازواجا اور ایک
آیت اور ایسے ہی پڑھی۔ جب خدا نے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں ہم بھی جوڑا لیتے ہیں
پھر میں نے عرض کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کچھ فرمائش کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا

Marfat.com

مرغ پلاؤ لاؤ۔ میں اپنے گھر آیا میرے بھائی حافظ اسحٰق اصیل مرغ پالتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ میں میاں بٹر شاہ کے لئے مرغ کا پلاؤ لیجاؤں گا۔ تو کوئی عمدہ پٹھا جس میں سیر بھر گوشت ہو مجھے دیدو۔ اُنہوں نے ایک نہایت عمدہ پٹھا دیدیا۔ اس کے بعد میں بازار گیا اور سیر بھر نہایت عمدہ چاول لایا اور بہت اچھی بریانی پکا کر ایک بڑی قاب میں اُن کیلئے سب کا سب لیگیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ باغ کے ایک تالاب میں نہا رہے تھے مجھے دیکھکر نکل آئے۔ میں نے پلاؤ پیش کیا۔ اُنہوں نے بیٹھ کر سب کھا لیا۔ اور کہا کہ اس رکابی کو تالاب پر لیگئے اور وہاں اُسے خوب دھویا اور دیر تک پانی کو ہلاتے اور رکابی کو دھوتے رہے۔ اس کے بعد وہاں سے آئے اور آکر رکابی کو آسمان کی طرف بہت اُونچے پھینک دیا اور فرمایا رزقکم فی السماء میں سمجھا کہ اب رکابی گر کر پاش پاش ہو جاوے گی مگر وہ سیدھی ان ہی کی طرف آئی اور اُنہوں نے اس کو ایک انگوٹھے اور دو انگلیوں پر روک لیا اس کے بعد اُس کو پھر پھینکا اور وہی رزقکم فی السما فرمایا اور پھر اُنگلیوں پر روک لیا۔ غرض وہ بہت دیر تک یہی کھیلتے رہے۔ بہت دیر کے بعد مجھے اُنہوں نے رکابی دی میں تو رکابی لیکر چلا آیا اور وہ پھر پانی میں گھس گئے میں حسب معمول اُن کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہا۔

ایک مرتبہ میں نے پھر کہا کہ کچھ فرمائش کیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا اچھا ایکی سفریاں (امرود) لاؤ۔ میں ڈیڑھ دو سیر نہایت عمدہ سفریاں لیگیا۔ اتفاق سے اُس روز بھی اکیلے تھے میں نے وہ سفریاں پیش کیں۔ آپ نے اُن کو لیکر سامنے رکھ کر کھانا شروع کیا۔ ایک سفری جو کسی قدر گدری تھی جب وہ سرک کر اُن کی طرف کو آتی تو اُس کو نہ کھاتے اور ہٹا دیتے اور کہتے کہ میرے پاس نہ آئیگی۔ مولوی کے پاس جاویگی۔ غرض وہ تمام سفریاں کھالیں اور اس سفری کو آخر تک نہ کھایا اور یہی کہتے رہے مولوی کے پاس جاوے گی مولوی کے پاس جاوے گی۔ میرے پاس نہیں آئے گی۔ جب تمام سفریاں ختم ہو چکیں تو اُنہوں نے وہ سفری مجھے دی اور کہا یہ تو کھا لینا۔ میں نے جو اُسے اُٹھایا۔ تو نہایت تیز گرم تھی۔ میں نے اُٹھا کر رومال میں رکھ لی اور گھر لے آیا۔ گھر میں آکر میں ایک عجیب خلجان میں مبتلا ہو گیا۔ کبھی تو جی چاہتا کہ کھالوں اور کبھی یہ خیال کرتا تھا کہ اگر تو نے کھا لیا تو پھر تو بھی اُن کی طرح دیوانہ ہو جائیگا۔ اور جو کچھ علم دین کے متعلق نفع کسی کو تجھ سے پہنچ جاتا ہے وہ بھی منقطع ہو جاوےگا اور جورو بچے بھی چھوٹ جائیں گے۔ غرض بہت دیر تک اسی اُلجھن میں رہا کہ کھاؤں یا نہ

Marfat.com

کھاؤں۔ آخر میں نے اُسے کھونٹی پر لٹکا دیا۔ مگر وہ اُلجھن اب بھی نہ گئی۔ جب میں سونے کیلئے لیٹا تو اُس وقت بھی وہ اُلجھن نہ گئی۔ کبھی کھانے کا خیال ہوتا تھا اور رومال کو کھونٹی پر سے اُتارتا تھا۔ اور کبھی پھر خیال ہوتا کہ اس کا نہ کھانا ہی مناسب ہے اور یہ خیال کر کے پھر کھونٹی پر لٹکا دیتا تھا۔ جب بہت سی دفعہ میں نے ایسا ہی کیا تو بیوی نے کہا کہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ نہ خود سوتے ہو نہ سونے دیتے ہو۔ اور یہ اس رومال میں کیا چیز ہے کہ کبھی اُتارتے ہو اور کبھی پھر رکھ دیتے ہو۔ بیوی کو تو میں نے ٹال دیا مگر مجھے کسی طرح یکسوئی نہ ہوئی اور میں صبح تک اسی اُلجھن میں رہا۔ اور رات بھر نہیں سویا۔

جب صبح ہوئی تو میرے ایک دوست چندا میاں میرے پاس آئے۔ یہ بہت نیک اور ذاکر شاغل تھے میں نے اُن سے اس سفری کا تذکرہ کیا اور اپنی پوری کیفیت بیان کی اُنہوں نے کہا کہ میاں تردد کیوں کرتے ہو کھا بھی لو۔ لیکن یہ دیکھ لو کہ وہ ابتک گرم ہے یا ٹھنڈی ہو گئی۔ اگر گرم ہے تو اثر ہے اگر ٹھنڈی ہو گئی تو اثر جاتا رہا۔ میں گھر میں سے سفری لایا دیکھا تو اب تک گرم تھی۔ مگر اس قدر تیزی نہ تھی میں نے کہا چندا میاں گرم تو ہے۔ اُنہوں نے کہا دیکھوں میں نے اُن کو دی وہ لیتے ہی منہ میں رکھ گئے اور کھاتے ہی انگرکھا پاجامہ اُتار دیا اور ننگے ہو کر چل دیے۔ میں نے جب چندا میاں کی یہ حالت دیکھی تو میں پھر بٹیر شاہ کے پاس گیا اور اُن سے اس سفری کا قصہ بیان کیا۔ اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیے جس سے میری یہ حالت بھی قائم رہے۔ اس پر اُنہوں نے فرمایا کہ میں اتنا نہیں ہوں۔ یہ قصہ بیان کر کے خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے چندا میاں کو دیکھا ہے یہ قوم سے پٹھان تھے اور گھر سے بہت خوش حال تھے اُن کے باپ بھائی ریاست کے معزز عہدہ پر تھے اور اپنے گھر میں سب میں خوبصورت تھے۔ اُن کے پاؤں میں زنجیر پڑی رہتی تھی اور یہ ایک تخت پر بیٹھے رہتے تھے اُس تخت پر ایک مصلی پڑا رہتا تھا۔ یہ کبھی ذکر کرتے تھے اور کبھی نماز پڑھتے تھے۔ اور کبھی ویسے ہی بیٹھے رہتے اور جب نماز پڑھتے تو نہ اوقات کا لحاظ ہوتا نہ رکعات کا لحاظ بلکہ جب چاہا نماز شروع کر دی اور جبتک جی چاہا پڑھتے رہے سنا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو مارتے بھی تھے۔ نیز اُن کی یہ حالت تھی کہ جب کسی کو دیکھتے تو ہنس کر ہاتھ سے منہ چھپا لیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۴۶۲) قولہ مگر باتوں میں مجذوب نہ تھے اقول اس

تعجب نہ کیا جاوے۔ جذب میں یا جنوں میں عقل نہ ہونا تو لازم ہے لیکن بعض اوقات حواس صحیح ہوتے ہیں اور وہ کسی امر کا ادراک کرتے ہیں کسی کا نہیں کرتے اور ایسا شخص مکلف نہیں ہوتا اس لیے کہ مدار تکلیف کا عقل ہی ہے نا کہ حواس چنانچہ بہائم باوجود سلامت و حواس کے اسی لئے مکلف نہیں کہ ان کو عقل نہیں۔ خواہ مطلقاً خواہ خاص درجہ کی جو بناء ہو تکلیف کی جو کہ بھی معتوہ میں بھی مفقود رہے علے اختلاف قولی المحققین قولہ میں اتنا نہیں ہوں اقول علت اس کی نقص ہے مجاذیب کا اسی لئے اہل تحقیق ان کی طرف توجہ کو منع کرتے ہیں۔ کہ اوّل تو اُن سے دین کا ذوق کم ہوتا ہے اور کچھ ہوتا ہے تو ناقص چنانچہ اس قصہ میں کیفیت تو حاصل ہو گئی اور اعمال برباد ہو گئے۔ جس پر گو مواخذہ نہ ہو۔ مگر حرمان ثواب ہے تو ہوا مشت ا

(منقول از امیر الروایات)

(۴۷) ایک اور مجذوب صاحب کی حکایت

حکایت (۴۶۳) خانصاحب نے فرمایا کہ رامپور میں ایک اور مجذوب رہتے تھے جو اپنے آپ کو رب العالمین کہتے تھے۔ یہ جس مکان میں رہتے تھے اُس میں ایک نہایت عمدہ چارپائی پڑی تھی۔ جس پر ایک نہایت عمدہ بستر لگا رہتا تھا اور یہ مجذوب نہایت شان و شوکت کے ساتھ اس چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے اور چارپائی کے سرہانے ایک چوکی لگی ہوئی تھی جس پر ایک جائے نماز پڑی ہوئی تھی اور چارپائی کے سامنے بوریے بچھے رہتے تھے اور مکان میں ہر چیز نہایت قرینے سے رکھی رہتی تھی مکان بھی نہایت عمدہ تھا اور اس میں صفائی کا بھی پورا اہتمام تھا۔ حتیٰ کہ مکان میں تنکا تک نہ ہوتا۔ یہ مجذوب لباس بھی نہایت عمدہ اور امیرانہ پہنتے تھے اور نہایت خوش بیان تھے تقریر اس قدر تیز تھی کہ کیا مجال زبان میں لکنت آئے یا کہیں ٹھٹکیں مگر وہ تقریر نہایت غیر مربوط اور بے معنی ہوتی تھی اثنائے تقریر میں کبھی کبھی فوں فوں شوں شوں بھی کرنے لگتے تھے اُن کے پاس ایک خادم رہتا تھا اور ہر وقت مکان بند رہتا تھا۔ جب کوئی آتا تو دروازہ پر تین مرتبہ دستک دیتا اگر دروازہ نہ کھلتا تو واپس ہو جاتا اور اگر ان مجذوب ... ما مقصود ہوتا تو خادم آکر دروازہ کھولتا اور وہ شخص دروازہ میں داخل ہوتا خادم دروازہ پر اُس سے جوتے اُتروا دیتا اور جوتے ایک طرف کر

موقع سے رکھ دیتا۔ یہ شخص اُن کی خدمت میں جاکر سلام کرتا اور عرض و معروض کرتا۔ ان مجذوب کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر دائیں بائیں اور اوپر منہ کرکے شوں شوں فوں فوں کرتے تھے۔ اُن کی نسبت یہ بھی مشہور تھا کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے خودکشی کرنے کیلئے اپنے پیٹ میں چھرا بھونک لیا جس سے آنتیں باہر آگئیں۔ اُن کی بہن رونے لگیں۔ بہن کو روتے دیکھ کر اُنھوں نے آنتیں اندر کرلیں اور زخم اچھا ہوگیا۔ میں اپنے پھوپھا کے ہمراہ اُنکے یہاں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرے پھوپھا اور میں اُن کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کو جوش ہوا اور اُنھوں نے حسب عادت فوں فوں اور شوں شوں شروع کی اور کہا کہ فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا۔ اور فلاں مرتبہ رب العلمین نے رب العلمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ فلاں اور فلاں مرتبہ فلاں اور اُنھوں نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا تو سینہ سے ناف تک ایک لکیر معلوم ہوتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُنھوں نے کبھی پیٹ چاک کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آج پھر صبح سے رب العلمین کو رب العلمین سے ملنے کا شوق ہو رہا ہے دیکھو کوئی مانع نہ ہو اور یہ کہکر اُنھوں نے اپنے بستر کے نیچے سے ایک ترازو کا چھرا نکالا اور گردن پر رکھکر چلانا چاہتے تھے کہ میرے پھوپھا نے جلدی سے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُن کے ہاتھ سے چھرا لے لیا۔ وہ بہت دیر تک فوں فوں شوں شوں کرتے رہے جب جوش فرو ہوا تو اُنھوں نے میرے پھوپھا سے کہا کہ اب مجھے چھرا دیدو۔ اب مجھپر وہ کیفیت طاری نہیں ہے۔ میرے پھوپھا نے چھرا دیدیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے میرے پھوپھا سے فرمایا کہ اس کا تذکرہ نہ کرنا اور مجھ سے بھی کہا کہ میاں لڑکے دیکھو تم بھی کہیں نہ کہدینا۔ اُس روز سے مجھپر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ میں پھر اُن کے یہاں نہیں گیا۔ یہ قصہ نواب یوسف علی خاں کے زمانے کا ہے۔ اس کے بعد ہم تو رامپور سے چلے آئے ہمارے چلے آنے کے بعد جب نواب کلب علی خاں مسند ریاست پر متمکن ہوئے تو اُنکے زمانہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ ان مجذوب نے اپنے خادم سے کہا کہ رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا آج پھر شوق غالب ہوا ہے اور وہ اپنی گردن کاٹنا چاہتا ہے اگر سر تن سے جدا نہو تو تو الگ کر دینا یہ کہکر مسجد میں گئے اور سجدہ میں جاکر اُنھوں نے اپنی گردن کاٹ لی۔ سر تو تن سے جدا ہوگیا۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ خود اُنھی نے جدا کردیا تھا یا حسب وصیت خادم نے جدا کیا

Marfat.com

اوران کا حلقوم زمین پر اٹکا اور وہ اسی طرح سجدہ کی ہیئت پر قائم رہے اور سوائے خوا
نہ پاخانہ نکلا نہ پیشاب نہ اور کسی قسم کی رطوبت اور خادم پاس بیٹھا ہوا برابر مورچھل جھلتا رہا
آتے تھے اور دستک دیکر چلے جاتے تھے بھنگن بھی دو وقت کمانے آتی تھی مگر دست
اور آواز دیکر چلی جاتی تھی۔ اسی طرح تین دن گذر گئے۔ آخر کار بھنگن نے اُن کے پڑوس
اس کا تذکرہ کیا کہ میاں تو کہیں جاتے نہ تھے خدا جانے کہاں چلے گئے میں تین دن سے
دو وقت کمانے جاتی ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا۔ پڑوس کی عورتوں کو کچھ شبہ ہوا اور ا
نے اپنے کوٹھوں سے یا کسی اور طریق سے اُن کے مکان میں جھانکا دیکھا تو وہ شہید
ہیں اور خادم بیٹھا ہوا ہے۔ اُنھوں نے اپنے مردوں سے ذکر کیا۔ مردوں نے کوتوالی میں اطلاع
کی۔ پولیس آئی دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا واقعہ صحیح تھا۔ اب ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ مگر نماز کے
متعلق علماء میں اختلاف ہوا مفتی سعد اللہ صاحب اور اُن کی جماعت کہتی تھی کہ اُنھوں نے خودکشی
کی ہے۔ اس لیئے اُن کی نماز نہ پڑھنی چاہیئے اور مولوی ارشاد حسین صاحب اور رامپور کے
قاضی جو بدایوں کے رہنے والے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ مغلوب اور غیر مکلف تھے اُن کی نماز پڑھنی
چاہیئے۔ چنانچہ مولوی ارشاد حسین صاحب اور قاضی صاحب کے فتوے پر عمل کیا گیا اور نہایت
شان و شوکت کے ساتھ اُن کی نماز ہوئی اور ان کو دفن کیا گیا۔ ان مجذوب کے انتقال کے
بعد اب وہ خادم اپنے کو رب العالمین کہنے لگا۔ مگر علماء کی رائے سے نواب صاحب نے اس
رامپور سے نکال دیا اور اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔

حاشیہ حکایت (۴۶۳) ایسے مغلوب ناقص ہوتے ہیں اور اولیاء مستہلکین
کہلاتے ہیں گو استہلاک ظاہری نہ ہو (شت) (منقول از امیر الروایات)

(۴۸) ایک پنجابی مجذوب صاحب کی حکایت

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۴۶۴) ایک روز ارشاد فرمایا قصبہ لوہاری میں جس جگہ حضرت میاں
نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے۔
اتفاقاً اُس جگہ حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے

Marfat.com

وہ مجذوب اکثر حاجی صاحب شہیدؒ کے خدام سے یوں کہا کرتے تھے کہ" تمہارا حاجی بڑا بزرگ ہے" حضرت حاجی صاحب شہیدؒ جب بغرض زیارت حرمین شریفین عرب کو گئے تو ایک دن جہاز میں حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا۔ ذرا سی دیر گذری تھی کہ ایک ہاتھ سمندر میں سے لوٹا تھامے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ میں پکڑا کر غائب ہو گیا۔ ادھر لوہاری میں ان مجذوب صاحب نے حضرت کے خدام سے فرمایا کہ" تمہارے حاجی کے ہاتھ میں سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا تھا میں نے اُن کو لوٹا پکڑا دیا۔ حضرت کے خدام نے سمجھا کہ بڑ ہانک رہے ہیں۔ جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور لوہاری میں تشریف لائے تو کسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آگئی اُنہوں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا سچ ہے۔ بیشک یہ واقعہ جہاز میں پیش آیا مگر اُس وقت وہ ہاتھ میری شناخت میں نہیں آیا کہ کس کا ہے۔

(منقول از تذکرۃ الرشید)

(۴۹) حافظ عبد القادر صاحب مجذوب کی حکایت

حکایت (۴۶۴) ایک دن فرمایا کہ جس زمانہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے میں دہلی رہتا تھا دار البقا میں ایک مجذوب حافظ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے ایک دن وہ رستہ میں جا رہے تھے اور میں چند قدم پیچھے پیچھے تھا دفعۃً مڑ کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ہے قدرت اللہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت [illegible] اس کے بعد چند قدم اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹے اور کہا ہٹو ہٹو [illegible] سے اشارہ کرکے فرمایا" یہ میرے گولی لگی یہ میرے گولی لگی" یہ چند الفاظ فرما کر [illegible] قصہ سے مہینہ سوا مہینے بعد ہی غدر کا اثر شروع ہوا اور یہ حضرت گولی [illegible] میں گولی لگی نیز فرمایا ایک دن مولوی محمد قاسم صاحب بخاری شریف لئے جا [illegible] حافظ صاحب رستہ میں مل گئے اور بخاری شریف مولوی صاحب کے ہاتھ [illegible] لیکر چلدیے مولوی صاحب ڈرتے ہوئے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے کہ کہیں بخاری شریف ڈال دیں راہ میں ایک بھڑبھونجے کی دوکان تھی اُس کی بھٹی پر بیٹھ گئے اور بخاری شریف [illegible]

Marfat.com

گردانی شروع کردی اور زبان سے لگے بن بن بن بن کرنے تھوڑی دیر تک ورقوں کو الٹ پلٹ کرتے رہے۔ اس کے بعد کتاب مولوی صاحب کو دیدی۔ (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۵۰) میر محبوب علی صاحب مرحوم کی حکایت

حکایت (۴۶۶) خانصاحب نے فرمایا کہ غدر میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جہاد نہیں ہے انہیں میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے سے لوگوں کو غدر سے روکتے تھے۔ جب غدر فرو ہوا تو انگریزوں کی طرف سے اُن کو گیارہ گاؤں مسلم انعام میں دیے گئے تھے اور ایک بڑا انگریز گاؤں کی معافی کا پروانہ لیکر خود مولوی صاحب کیخدمت میں پہنچا اور کہا کہ گورنمنٹ نے آپ کی وفاداری کے صلہ میں آپکو گیارہ گاؤں عطا کئے ہیں اور یہ پروانہ معافی ہے مولوی صاحب یہ سُنکر نہایت برہم ہوئے اور پروانہ لیکر اُس انگریز کے سامنے پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ میں نے کیا تمہارے لئے کیا تھا میرے نزدیک مسئلہ یوں ہی تھا اسلئے میں لوگوں کو منع کرتا تھا۔

حاشیہ حکایت (۴۶۶) قولہ کیا تمہارے لئے کیا تھا اقول مگر اس کے قبل تو کم فہموں کو ضرور ہی ایسی بدگمانی ہوئی ہوگی جس کا غلط ہونا ثابت ہوا اس سے سبق حاصل ہوا کہ محض قرائن تخمینیہ سے کسی پر کوئی حکم نہ لگا دینا چاہیئے جیسا اس زمانہ میں بھی اس کے نظائر میں ایسے ہی بدگمانی کا زور ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے (شت)
(منقول از ایسر الروایات)

(۵۱) مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم کی حکایت

حکایت (۴۶۷) فرمایا کہ مولوی احمد حسن کانپوری جب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچے ہیں منشی محمد جان مرحوم کہتے تھے کہ میں نے ایک روز مولوی صاحب کو دیکھا کہ حضرت کی جوتی جو کہ مجلس کے باہر رکھی تھی سر پر رکھ کر زار زار رو رہے ہیں۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

Marfat.com

(۵۲) مومن خانصاحب مرحوم "مشہور شاعر" کی حکایت

حکایت (۴۶۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی سراج احمد صاحب خورجوی فرماتے تھے کہ مومن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیلا کرتے تھے اور مومن خاں کھیل میں غالب رہتے تھے ایک مرتبہ مرزا غالب نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ آپ اسقدر تیز طبع اور ذہین ہیں پھر کیا بات ہے کہ مومن خاں سے مات کھا جاتے ہیں مولوی فضل حق صاحب نے فرمایا کہ مومن خاں بھیڑیا ہے۔ اسے اپنی قوت کی خبر نہیں ہے وہ عشق عاشقی کے قصوں میں پھنس گیا۔ اگر علمی مشغلہ میں پڑتا تو اُس وقت اُس کے ذہن کی حقیقت معلوم ہوتی۔ فی الحقیقت نہایت ذہین آدمی ہے۔

حاشیہ حکایت (۴۶۸) کیسے منصف مزاج حضرات تھے۔ آج مشائخ میں وہ تواضع وصدق نہیں جو اُس وقت کے دنیا دار کہلانے والوں میں تھا (شت)

(منقول از امیر الروایات)

(۵۳) مولوی احمد حسن صاحب مرحوم مرادآبادی کی حکایت

حکایت (۴۶۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحب مرادآبادی فرماتے تھے کہ جب مولوی احمد حسن صاحب کا انتقال ہونے لگا تو اُس وقت میں بھی موجود تھا اور ذکر وغیرہ دبا رہا تھا اُنہوں نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں تمام بدعات سے جن میں میں مصروف تھا توبہ کرتا ہوں اور عقاید میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے ہاں [illegible] نفس کی شرارت سے ضرور خراب تھے سو میں اب ان سے بھی توبہ کرتا ہوں

حاشیہ حکایت (۱۰۱) قولہ عقاید میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے اقول یہی ہے وہ مضمون جس کا حوالہ حکایت (۱۲۰) کے حاشیہ میں دیا گیا ہے (شت)

(منقول از امیر الروایات)

Marfat.com

(۵۴) مولوی عبدالحق صاحب کانپوری مرحوم کی حکایت

حکایت (۴۷۰) فرمایا کہ مولوی عبدالحق صاحب کانپوری نسباً سید تھے۔ رسوم کو برا سمجھتے تھے۔ نفیس کھانے پینے۔ نفیس پہننے کے شائق تھے ایک دفعہ اپنے باورچی خانہ میں گئے تو وہاں بی بی کی صحنک ہو رہی تھی۔ عورتوں نے کہا کہ یہاں مت آنا یہاں بی بی کی صحنک ہو رہی ہے۔ فرمایا کہ آہا بی بی ہیں کون ہماری دادی ہی تو ہیں۔ وہ ہوتیں تو ہم کو ہی کھلاتیں۔ اور یہ کہکر آپ سب کا صفایا کر گئے اور عورتیں چیختی رہ گئیں۔
(منقول از اشرف التنبیہ)

(۵۵) ایک متشدد واعظ صاحب مرحوم کی حکایت

حکایت (۴۷۱) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک واعظ دہلی کی نسبت فرماتے تھے کہ متشدد بہت تھے۔ اس قدر تشدد سے اصلاح نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لیگئے تو حضرت نے راستہ میں ایک طبیب رئیس کی دعوت قبول کرلی تو اس پر واعظ مذکور کا اعتراض تھا کہ فاسقوں کی دعوت قبول کرلی حالانکہ سب سے زیادہ حضرت مولانا کے معتقد تھے۔

حکایت (۴۷۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دیوبند گیا تھا چونکہ بہلی کے ذریعہ سفر کیا تھا۔ اس وجہ سے گرد و غبار سے کپڑے میلے ہو گئے تھے۔ اسی حالت میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر حاضر ہوا وہاں مولانا مسعود احمد صاحب بھی تھے اور اُن کے پاس وہ واعظ صاحب بھی موجود تھے ان کو میں نے بالکل نہیں پہچانا۔ تو اُنہوں نے عربی جملہ میں فرمایا انی کنت مشتاقاً الیک پھر میں نے مولانا مسعود احمد صاحب سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بتلایا کہ یہ فلاں صاحب ہیں میں نے اُردو میں جواب دیا اتفاق سے وہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے۔ جو لباس ذرا اچھا پہنتے تھے اُن صاحب نے موازنہ شروع کیا کہ ان کا (یعنی حضرت مرشدی

مولینا تھانوی مدظلہم العالی) کا لباس طالب علمانہ ہے۔ اور وہ یعنی مولینا احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ جاکٹ پہنتے تھے۔

حکایت (۴۷۳) فرمایا کہ ایک خوش عقیدہ مگر سخت واعظ دہلوی نے حضرت مولینا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اعتراض کیا تھا کہ یہ بدعتیوں کی عیادت کیلئے جاتے ہیں۔ قصہ یہ تھا کہ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کاندہلوی کی جو نظام الدین کے قریب ایک مسجد میں رہتے تھے۔ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے وہ کوئی بدعتی نہ تھے۔ البتہ بعض مجاورین ان کے پاس آ بیٹھتے تھے۔ ان مجاوروں کی مولوی صاحب کی صحبت سے کچھ اصلاح بھی ہو گئی تھی۔ صرف اختلاط کی وجہ سے ان واعظ صاحب نے ان کو بدعتی کہدیا ہمارے مولانا دیوبندی بہت تحمل دل تھے۔ اِس وجہ سے بعض لوگ حضرت مولینا خلیل احمد صاحب کو ترجیح دیتے تھے کہ یہ سنت پر زیادہ عامل ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا بئس اخو العشیرۃ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے کلام کرنا شروع کیا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ نے تو فرمایا تھا بئس اخوۃ العشیرۃ تو آپ نے فرمایا وہ شخص ہے جس کی بدمزاجی کے سبب لوگ اس کو چھوڑ دیں میں نے ایسا ہونا نہیں چاہا۔

(۵۶) مولوی تجمل حسین صاحب مرحوم بہاری کی حکایت

حکایت (۴۷۴) فرمایا کہ مولوی تجمل حسین صاحب بہار کے ایک شخص تھے مثنوی اچھی پڑھتے تھے کانپور میں میری بھی اُن سے ملاقات ہوئی ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا تعلق رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا قوال ہوں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ سے مرید تھے حج کیلئے مکہ معظمہ گئے۔ چونکہ صبح کے وقت شافعی مصلے پر ذرا لطف ہوتا ہے۔ اکثر لوگ صبح کی نماز اسی مصلے پر پڑھتے ہیں۔ وقت بھی اچھا قراۃ بھی طویل اس وقت ایک قسم کا لطف ہوتا ہے اور جس وقت شافعیہ قنوت پڑھتے ہیں حنفیہ چپ کھڑے رہتے ہیں۔ اس وقت ان پر ایک حالت طاری ہوئی شافعیہ تو قنوت پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے یہ [illegible] کی ساتھ پڑھنا شروع کی ؎

پادشاہا جرم ما را درگذار	ما گنہگاریم تو آمرزگار

نہایت ذوق وشوق اور درد کے ساتھ اس کو پڑھتے رہے نماز کے بعد لوگوں میں

Marfat.com

اس کا چرچا ہوا عربیوں میں تو اس کا چرچا کم ہوا۔ لیکن ہندیوں میں اس کا چرچا زیادہ ہوا۔ حضرت حاجی صاحب سے بھی اس کی شکایت ہوئی۔ مگر حضرت چونکہ عارف تھے۔ صاحب حال پر ملامت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حضرات عارفین کو لغزش کا منشا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت سُنتے رہے اور ہنستے رہے کیونکہ نماز تو فاسد ہوئی نہ تھی۔ چنانچہ فقہا نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر دعا اگر غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوٰۃ نہیں اور حرمت اس لئے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے معذور تھے۔ اس لئے حضرت تبسم فرماتے رہے باقی زبان سے اس تفصیل کا اس لئے اظہار نہ فرمایا کہ فتنہ ہوگا۔ اس موقعہ پر حضرت کی جامعیت پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (جامع)

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۵۷) مولوی محمد صاحب مرحوم وکیل الہ آباد کی حکایت

حکایت (۵۷۴) فرمایا کہ مولوی محمد صاحب وکیل الہ آباد کا قصہ میرے ایک دوست جو ایک مقدمہ کی پیروی میں الہ آباد گئے تھے اور مولوی صاحب کو وکیل مقرر کیا تھا بیان کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ اُن کے یہاں مہمان تھا میں نے ایک روز دیکھا کہ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچّے ہنستے کھیلتے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ آہا جی ہمارے یہاں آج شیخ جی آئے اور اُس روز کھانے میں بہت دیر ہوگئی اُنہوں نے سمجھا کہ شیخ جی کوئی بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں اُن کیلئے اچھے اچھے کھانے پک رہے ہیں اسی وجہ سے کھانا آنے میں دیر ہوئی۔ جب بہت دیر ہوگئی اور کھانیکا وقت گذر گیا تو میں نے کسی سے پوچھا کہ بھائی یہ شیخ جی کون ہیں اور وہ ابتک دکھلائی بھی نہیں دیئے لوگوں نے کہا کہ آج اُن کے یہاں فاقہ ہے بچے اسی کو شیخ جی کے لقب سے یاد کرکے خوش ہو رہے ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں کی اولاد میں بھی اثر ہوتا ہے گو وہ خود بزرگ نہ ہوں یہ وکیل صاحب بزرگ زادے تھے۔

(منقول از اشرف التنبیہ)

(۵۸) مولوی محمد منیر صاحب نانوتوی مرحوم کی حکایت

حکایت (۴۷۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد منیر صاحب مدرسہ دیوبند کے مہتمم تھے۔ ایک مرتبہ وہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لیکر مدرسہ کی سالانہ کیفیت چھپوانے کیلئے دہلی آئے اتفاق سے روپے چوری ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی اور مکان آکر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیع کی اور ڈھائی سو روپے لیکر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی اُنہوں نے مولانا گنگوہی کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولوی محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دکھلا دیا۔ مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا کہ کیا میاں رشید احمد نے فقہ میرے ہی لئے پڑھی تھی اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں۔ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھکر تو دیکھیں۔ اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے۔ جاؤ لے جاؤ اس فتوے کو میں ہرگز روپیہ نہ لونگا۔

حاشیہ حکایت (۴۷۶) قولہ کیا یہ مسائل میرے ہی لئے الخ اقول کیا انتہا ہے تقوی کا (شت)

(منقول از امیر الروایات)

(۵۹) ایک نورباف بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

اضافہ از ظہور الحسن غفرلہ ولوالدیہ

حکایت (۴۷۷) ایک دن ارشاد فرمایا ایک بزرگ تھے جلاہے۔ ایک روز عصر کی نماز میں اُن کو دیر ہو گئی دوڑے ہوئے کنوئیں پر وضو کیلئے پانی لینے گئے کنوئیں کے اندر لوٹا یا ڈول جو ڈالا تو پانی کی جگہ چاندی سے بھرا ہوا نکلا۔ اُس بزرگ نے پھینکدیا اور جناب باری میں عرض کیا کہ مذاق نہ کرو مجھے تو نماز کو دیر ہوتی ہے دوبارہ

Marfat.com

کنویں میں ڈالا تو سونے سے بھرا ہوا نکلا پھر اُس کو زمین پر دے ٹپکا اور عرض کیا ندا فتنا نہ کرو مجھے تو نماز میں تاخیر ہوئی جاتی ہے اُس وقت الہام ہوا کہ میں نے یہ معاملہ اس لئے کیا کہ لوگ تجکو حقیر نہ جانیں ۔ (منقول از تذکرۃ الرشید)

(۶۰) جناب مولانا مولوی میاں اصغر حسین صاحب محدث و مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند دام ظلہم العالی کی حکایت

حکایت (۴۷۸) فرمایا کہ جس وقت دیوبند کے مدرسہ میں شورش ہوئی ہے تو اس زمانہ میں مولوی اصغر حسین صاحب نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ موٹر میں سوار آرہے ہیں اور اُنھوں نے میرے پاس آکر موٹر ٹھیرایا اور وہ بزرگ مشابہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اُنھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اُن سے (یعنی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے) کہدینا گھبرائیں نہیں سب خیریت رہے گی ۔ (منقول از اشرف التنبیہ)

ضروری گذارش

رسالہ اشرف التنبیہ کا مسودہ صاف کرنے کے بعد احقر پر کچھ ایسی کیفیت انبساط طاری ہوئی جس سے اشعار مندرجہ ذیل بے ساختہ زبان پر آگئے ۔ جو ضیافت طبع کے لئے ہدیہ ناظرین ہیں ۔

طالب دعا احقر محمد نبیہ واصل ٹانڈوی غفرلہٗ لوالدیہ

وھو ھذا

اے مرشد طریقت اے واقف حقیقت	اے ماہر شریعت اے ہادی طریقت
ہاں لیجئے خبر اب میری حکیم امت	امراض قلب میرے ہیں باعث ہلاکت

Marfat.com

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

راس المفسرین ہو تاج المحدثین ہو
سالار متقین ہو ہادی عارفین ہو
سرتاج اولیا ہو شیخ المشائخین ہو
تم فخر عابدین ہو سردار سالکین ہو

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

از درد ہجر فرقت بسیار بے قرارم
کام و زباں بسوزد از سوزش درونم
صد چاک سینہ دارم ہم زار زار چشمم
اکنوں چہ چارہ سازم لب بر رسیدہ جانم

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

اس نفس بد کے ہاتھوں مجبور ہو رہا ہوں
سب فضل ایزدی ہے جو کچھ کہ کر رہا ہوں
ہستی کے مٹنے کو در پر ترے پڑا ہوں
ہاں اک نظر ادھر بھی میں قابل دعا ہوں

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

مٹنے کو ہوں میں آیا مجھکو مٹا ہی دیجے
ہستی کے میری پرخچے شاہا اڑا ہی دیجے
اک شعلۂ محبت دل میں لگا ہی دیجے
اب تو مٹا ہی دیجے اب تو مٹا ہی دیجے

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

تیرا جمال ایسا نظروں میں کچھ سمایا
اس واسطے ہی ہمنے اس در پہ سر جھکایا
گو لاکھ ہمنے دیکھا تجھ سا نہ کوئی پایا
عالم کو چھوڑ کر کے تم سے ہی دل لگایا

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

تھانہ بھون میں در پر اپنے مجھے بلا لو
میں دور ہو چلا ہوں حق سے مجھے سنبھالو
حیراں اصیبت ہو تم مجکو گلے لگا لو
شیطان کے مکر و فن سے شاہا مجھے بچا لو

مولائی مقتدائی متوائی منتہائی

Marfat.com

انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

اک ایسا جام وحدت واصل کو تو پلا دے
پردے دوئی کے دلبر جتنے ہیں سب اٹھا دے

جو ماسوائے رب ہے سب قلب سے مٹا دے
مولا کی لو لگا دے مولا کی لو لگا دے

مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

دیگر

ساقی کی بزم آج عجب پر بہار ہے
ساقی تری نگاہوں میں کیسا خمار ہے

اے آتش محبت محبوب پھونک دے
جی جاؤں پاس اپنے بلا لو اگر مجھے

اتنے ہی اس غلام پہ احسان آپ کے
گھبرا گیا عبث دل نازک مزاج تو

دل میں سما گیا کوئی پردہ نشیں مرے
دنیا کو چھوڑ کر کے لیا کنج عافیت

آجاؤ تم تو بستر غم سے میں جی اٹھوں
کس در پہ ہاتھ جا کے میں پھیلاؤں اے خدا

اے قدسیو نہ لیچلو پیش خدا مجھے
ہیں کیسے مان لوں کہ معذب کرو گے تم

سرگشتہ سر کوئی کوئی دیوانہ وار ہے
بے مے پئے ہر ایک پہ مستی سوار ہے

اب زندگی ہی اپنی مجھے ناگوار ہے
تھانہ بھون کی آب و ہوا خوشگوار ہے

جس کا نہ کوئی حد ہے نہ کوئی شمار ہے
اور مدتوں کی راہ ابھی کوئے یار ہے

خلوت ہی دوستو مجھے اب خوشگوار ہے
اب تو تمہاری یاد میری غمگسار ہے

تم پر ہی زندگی کا مری انحصار ہے
تو ہی بتا کہ کون مرا کردگار ہے

اپنے کئے پہ مجھکو ندامت سوار ہے
تم کو تو اپنے بندوں پہ بیحد پیار ہے

واصل زباں پہ اپنی شکایت نہ آئیگی
راضی ہیں ہم اسی میں جو مرضی یار ہے

دیگر

ناامیدی کی یہ حالت ہوگئی
خواب میں انکی زیارت ہوگئی

ہر تمنا یاس و حسرت ہوگئی
شکر ہے جینے کی صورت ہوگئی

Marfat.com

اک نظر بھر کر جسے تم نے تکا | قابلِ دید اس کی حالت ہوگئی
خوب آساں کر دیا راہِ سلوک | ناتوانوں کو بھی ہمت ہوگئی
اُلجھنوں میں اور زیادہ پھنس گئے | دیکھے دل جنکے تھے راحت ہوگئی
آپکے فیضانِ باطن سے حضورؐ | ایک عالم کو ہدایت ہوگئی
یوں اُٹھا دیتے ہیں کہکر بزم سے | منقبض اب تو طبیعت ہوگئی
لوگ کیوں کہتے ہیں تجھکو سخت گیر | عقل کیا دنیا سے رخصت ہوگئی

واصل اب ممکن نہیں اس کا زوال
دل میں پیوستہ محبت ہوگئی

دیگر

اے[ط] دل ہوسِ وصال کی وہم و خیال ہے | تو اُس کو چاہتا ہے جو امر محال ہے
کچھ ایسا اضطراب ہے کچھ ایسا حال ہے | کہتے ہیں سب مریض کا بچنا محال ہے
الفت کے بعد ترکِ محبت محال ہے | میں چھوڑ دوں نہیں یہ تمہارا خیال ہے
دیکھے ہے اپنی آنکھ سے جرم و خطائے خلق | کس انتہا کا حلم ترا ذوالجلال ہے

محو رضائے یار ہوں واصل میں اس قدر
میری نظر میں ہیچ فراق و وصال ہے

دیگر

مصیبت میں کوئی ہوگا کسی پر مبتلا ہوکر | ملی راحت مجھے تو جانِ جاں تم پر فدا ہوکر
خوشا وہ آنکھ جو روئے کسی کی دردِ الفت سے | مبارک وہ دل جو دل بستۂ درد آشنا ہوکر
مرے مولا مرے آقا ترے قرباں ترے صدقے | جہاں چمکا دیا انوار سے شمس الضحٰے ہوکر
خبر بھی ہے کہ کیا حالت دلِ بیتاب کی ہوگی | ذرا ٹھیرو کہاں جاتے ہو پہلو سے جدا ہوکر
تمہیں تو مدتوں پالا ہے آغوشِ تمنا میں | ہمیں سے چندیئے اے حضرتِ دل تم خفا ہوکر

ط یہ اشعار طبع ثانی میں بڑھائے گئے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

سنبھل کر چھیڑنا اے طفل دل زلف پریشاں کو
لپٹ جاتی ہے یہ عشاق سے کالی بلا ہوکر

سنبھل کر عشق کرنا ان بتوں سے اے دل ناداں
غضب ڈھائیگا پھر درد محبت دونا ہوکر

مصیبت اور رحمت جو بھی ہے منجانب اللہ ہے
گلا کرتے ہو واصل اہل تسلیم و رضا ہوکر

اضافہ از احقر ظہور الحسن غفرلہ

جس کیفیت سے متاثر ہوکر جامع اشرف التنبیہ نے کتاب کے آخر میں چند اشعار کا اضافہ فرمایا ہے اُسی کیفیت سے متاثر ہوکر احقر بھی چند اہل دل کے کلام سے مندرجہ ذیل اشعار کا اضافہ کرتا ہے اسلئے کہ خصوص اہل دل کے منظوم کلام میں قدرتاً یہ خاصیت اور تاثیر ہوتی ہے کہ مردہ دلوں میں ایک حیات تازہ پیدا کر دیتا ہے ۔

کلام مجذوب

بس اب ایک ہی آشنا چاہتا ہوں
ہٹو دوستو راستہ چاہتا ہوں

میں اب ترک ہر ماسوا چاہتا ہوں
دل غیر نا آشنا چاہتا ہوں

بتوں کو برائے خدا چاہتا ہوں
سر غم دل مبتلا چاہتا ہوں

بس اب بادہ نوشو نہیں جا کے رہونگا
میں جینے کا اب کچھ مزا چاہتا ہوں

جہاں بیٹھ جاؤں وہیں میرا گھر ہے
حویلی نہ اب جھونپڑا چاہتا ہوں

چلا تو ہوں کس شوق سے عرض کرنے
خبر یہ نہیں اُن سے کیا چاہتا ہوں

جو پوچھا ادا سے تو سب بھول بیٹھا
کھڑا سوچتا ہوں کہ کیا چاہتا ہوں

نکلتا ہے اُف کچھ کا کچھ میرے منہ سے
میں کہتا ہوں کیا اور کیا چاہتا ہوں

نہیں وصل کی بھی ہوس میرے دل میں
کسی کو میں بے انتہا چاہتا ہوں

خوشی وصل کی ہے نہ فرقت کا غم ہے
بہر حال تیری رضا چاہتا ہوں

رہ عشق میں پھر قدم لڑکھڑائے
مدد تم سے پیر ہدیٰ چاہتا ہوں

سنبھالو سنبھالو سنبھالو سنبھالو ۔۔۔ گرا چاہتا ہوں گرا چاہتا ہوں
پھروں تا بکے جوشِ مستی میں رقصاں ۔۔۔ بس اب بیٹھ کر جھومنا چاہتا ہوں
جہاں سانس لینے میں ہو آہ پیدا ۔۔۔ بس اب کوئی ایسی فضا چاہتا ہوں
بس اصلاحِ نفس اپنی تھک کر اِلٰہی ۔۔۔ تجھی پر میں اب چھوڑنا چاہتا ہوں
مرا سازِ ہستی ہے لبریزِ نغمہ ۔۔۔ کوئی مطربِ خوش نوا چاہتا ہوں
جو ہر سمت پھرتا ہوں کھویا ہوا سا ۔۔۔ نہ جانے کسے ڈھونڈنا چاہتا ہوں
گناہ میرے چھوڑی کہیں چھوٹتے ہیں ۔۔۔ اعانت تری اے خدا چاہتا ہوں
اِدھر سے ہو شوق اور اُدھر سے کشش ہو ۔۔۔ میں بے دست و پا دوڑنا چاہتا ہوں
تصدق تعیش تنعم تجمل ۔۔۔ بس اب اک غمِ دلربا چاہتا ہوں
بگڑنے کو تم میرے کیا دیکھتے ہو ۔۔۔ میں پہلے سے بہتر بنا چاہتا ہوں
ارے رکھ ہنسی کو ہنسی ہی کی حد میں ۔۔۔ ہلاکِ تبسم ہوا چاہتا ہوں
ستائے بھی کوئی تو پائے دعائیں ۔۔۔ گدا ہوں میں سب کا بھلا چاہتا ہوں
کرونگا امیری برنگِ فقیری ۔۔۔ میں صد پارہ گدڑی قبا چاہتا ہوں
جو کر دے مجھے گم کسی کی طلب میں ۔۔۔ میں ایسا کوئی رہنما چاہتا ہوں
سراپا بنے سوز یہ سازِ ہستی ۔۔۔ میں وہ راگ اب چھیڑنا چاہتا ہوں
بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں ۔۔۔ وہی جانتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں
بھلا ہو برا ہو اِدھر ہو اُدھر ہو ۔۔۔ غرض جو بھی ہو فیصلہ چاہتا ہوں
کسی کا میں اب ہو کے محوِ تصور ۔۔۔ سب افکار کا خاتمہ چاہتا ہوں
ترے نام کی دل پہ ضربیں لگا کر ۔۔۔ میں نقشِ دوئی مٹنا چاہتا ہوں
میں مجذوب کب تک رہوں بیہرے مولا ۔۔۔ بس اب ہوش اپنے بھلانا چاہتا ہوں

دیگر

گم گشتۂ حیرت بھی کوئی مجھ سا نہیں ہے ۔۔۔ میں خود ہوں کہیں دل ہے کہیں ہوش کہیں ہے
یہ آج تصور میں مرے کون حسیں ہے ۔۔۔ ہر موئے تنِ طور ہے دل عرشِ بریں ہے

سیماب صفت رکھتا ہوں بےچین طبیعت
اک عمر سے الجھن میں مری جان حزیں ہے
جس دل میں محبت نہیں وہ دل بھی کہیں ہے
وہ بت کبھی ہے اور کبھی پہلو میں نہیں ہے
بیکس کا دو عالم میں ٹھکانا بھی کہیں ہے
ناصح مری حالت پہ نہ کر ہائے ملامت
یہ آہ رسا جوش جنوں دونوں غضب ہیں
یہ نالہ کہاں کون با آواز حزیں ہے

آرام ازل سے میری قسمت میں نہیں ہے
یہ بھی ہے کوئی بات کہ ہاں ہے نہ نہیں ہے
بس گھر وہی گھر ہے کہ جس گھر میں مکیں ہے
مجھ سا بھی کسے جنت و دوزخ کا یقیں ہے
برگشتہ فلک مجھ سے ہی بیزار زمیں ہے
گر شکر مرا دل ترے پہلو میں نہیں ہے
میرے لئے نیچا ہے فلک تنگ زمیں ہے
دیکھو کہیں مجذوب غزل خواں تو نہیں ہے

دیگر

عزیز آشنا سب سے بیزار ہو کر
کریں گے کرم جب وہ دیکھینگے عاجز
عبادت ریاضت کرے لاکھ زاہد
پہنچتے ہیں سب عشق میں تا بہ ساحل
بڑے چین میں تھا میں جب بے خبر تھا
زباں سے اب انکار کیوں ہو رہا ہے

چلا ہوں میں کس کا طلبگار ہو کر
مرا کام نکلے گا دشوار ہو کر
مقدس جو ہوگا تو میخوار ہو کر
کوئی ڈوب کر اور کوئی پار ہو کر
پڑا مشکلوں میں خبردار ہو کر
نگاہوں نگاہوں میں اقرار ہو کر

مراقبہ موت از نامعلوم الاسم

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی
صبح سے تا شام چلتا ہے مئے گلگوں کا دور
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
لے گئی یک بارگی گور غریباں کی طرف

خوب ملک روس ہے اور سر زمین طوس ہے
اس طرف آواز طبل اُدھر صدائے کوس ہے
شب ہوئی تو ماہرویوں سی کنار و بوس ہے
چل دکھاؤں تو تو قید آز کا محبوس ہے
جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے

Marfat.com

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے ۔۔۔ یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو اُن سے کہ جاہ و حشمت دنیا ہے آج ۔۔۔ کچھ بھی اُن کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

دیکھ بے قابو نہ ہوں اے مرد راہ ۔۔۔ دیدہ و دل اور زبان و شرمگاہ

کیا دو روزہ زندگی کا یہ قرینہ چاہیے ۔۔۔ مرنیوالے کی طرح دنیا میں جینا چاہیے

حظ گناہ جب گنہ تو کرچکا پھر کچھ نہیں ۔۔۔ اک ذرا سی دیر کا ہی بس مزہ پھر کچھ نہیں

عشاق کے نزدیک موت عجیب دولت ہے

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ۔۔۔ راحت جاں طلبم و ز پئے جاناں بروم
وقت آں آمد کہ من عریاں شوم ۔۔۔ جسم بگذارم سراسر جاں شوم
مزے جو موت کے عاشق کبھو بیاں کرتے ۔۔۔ مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

کلام مجذوب

بیان قبض و بسط

آ گئے پہلو میں راحت ہو گئی ۔۔۔ چل دیئے اُٹھ کر قیامت ہو گئی

بیان شوق دیدار

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی ۔۔۔ اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

بیان قبض

یاس ہی اب دل کی فطرت ہو گئی ۔۔۔ آرزو جو کی وہ حسرت ہو گئی

بیان عشق

دل میں داغوں کی یہ کثرت ہو گئی ۔۔۔ رونما اک شانِ وحدت ہو گئی

Marfat.com

تسلیم و تفویض

قید کر صیاد یا اب ذبح کر — جان بلبل گل کی نکہت ہوگئی
لاکھ جھٹکو اب کہیں پھرتا ہی دل — ہوگئی اب تو محبت ہوگئی

آثار عشق

عشق میں ذلت بھی عزت ہوگئی — لی فقیری پادشاہت ہوگئی

انقطاع عن الخلق الی الخلق

اہتو میں ہوں اور شغل یاد دوست — سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی

آثار عشق

کرچکے رندی بس اب مجذوب ہم — ایک چلو میں یہ حالت ہوگئی

تلقین مرشد

جی اُٹھے مُردے تری آواز سے — پھر ذرا مطرب اُسی انداز سے

قوالی وغیرہ کو معرفت حقیقی میں کوئی دخل نہیں

کام مطرب سے نہ ہمکو ساز سے — آشنا ہیں طور کی آواز سے

حظوظ دنیویہ سالک کیلئے نشاط انگیز نہیں بلکہ موجب انقباض ہے

نغمہ پیدا ہے کہ نغمہ ساز سے — ہوک سی اُٹھتی ہے اس آواز سے

بیان قوت استعداد

انتہا پر ہے نظر آغاز سے — ہوں مخاطب طور کی آواز سے

عاشق کو اپنے کام سے کام

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا — ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

Marfat.com

نزدیکان را بیش بود حیرانی

آشنا اچھا ہے یا نا آشنا	اس کو پوچھو آشنائے راز سے

تعلیم رضا

کچھ نہ پوچھو کیا ہوا کیوں کر ہوا	جو ہوا جیسا ہوا بہتر ہوا
کیا بھلا ہو میری مرضی کیخلاف	وہ جو حسب مرضئ دلبر ہوا

انجذاب عن الحق

ہو گئے جب راستے مسدود سب	جذب کا مجذوب رہبر ہو گیا

بیان حجاب نورانیہ

نور دیکھا اُس کا ہر سو پھر بھی وہ مستور ہے	جلوہ تو کیا ہو گا اُس کا جسکا پردہ نور ہے

ثمرات پر نظر نہ چاہئے

بس چلا چل قطع راہِ عشق گر منظور ہے	یہ نہ دیکھ اے ہمسفر نزدیک ہے یا دور ہے

ضبط در قبض

اُف بھی کر سکتے نہیں نالوں کا کیا مذکور ہے	جتنے ہم مجبور ہیں بلبل کہاں مجبور ہے

القائے نسبت

حسرت دیدار میں کچھ اس غضب کی آہ کی	دل پہ گر پڑنے کو مضطر آج برق طور ہے

چند روزے جہد کن باقی بخند

مشکلیں عاشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی	کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور ہے

ترغیب بیداری شب

سب پڑے سوتے ہیں اور اپنی ہی دنیا ہی الگ	اک ہجوم شوق ہے ہم ہیں شب دیجور ہے

قلب اصل میں معرفت الٰہی کیلئے ہے

کس کام کا وہ دل ہے جس دل میں تو نہ ہو	بس نام کا وہ گل ہے جس گل میں بو نہ ہو

خلوت کی حقیقت

حجروں میں لاکھ بیٹھئے خلوت مگر کہاں
جبتک کہ جان و دل میں بسا تو ہی تو نہ ہو

از کلام اکبر الہ آبادی

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

علوم دنیوی کے بحر میں غوطہ لگانے سے
زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نور دیں کھو کر
یہ کیا اندھیر ہے بجھ لیتے ہیں تب یہ چمکتے ہیں

بے تمہارے دیکھے اب دم بھر بھی چین آتا نہیں
سچ بتاؤ جان دل تم نے مجھے کیا کر دیا

ہو طلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے
بھوک نے نانِ جویں کو منّ و سلویٰ کر دیا

اشعار جگر

میری طلب بھی کسی کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ خود نہیں اٹھتے اٹھائے جاتے ہیں

اغیار بدل خندہ زن و دل بتو مشغول
خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

از کلام مجذوب
غزل

نہ لو نام الفت جو خودداریاں ہیں
بہت ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

کرم کے بھروسے جو میخواریاں ہیں
وہ میخواریاں کیا نکو کاریاں ہیں

نکو کاریوں پر نظر ہو تو پھر وہ
نکو کاریاں کیا سیہ کاریاں ہیں

مرا دل ہے ہر وقت محو تماشہ
فدا میری غفلت پہ بیداریاں ہیں

میں رہتا ہوں دن رات وحشت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

کیا گھر تصور میں کس مہ لقا نے
جو دل پر مسلسل یہ ضوباریاں ہیں

جو آسان سمجھو تو ہے عشق آساں
جو دشوار کر لو تو دشواریاں ہیں

کسی کو کسی سے کسی کو کسی سے
ہمیں اپنی ہستی سے بیزاریاں ہیں

لگی رہتی ہے آگ سی تن بدن میں
رگوں میں لہو ہے کہ چنگاریاں ہیں

دکھا مجھکو جلوہ بقدر تحمل
بس اب پردہ در پردہ برداریاں ہیں

نہ گھبراؤ کوئی دل میں گھر کر رہا ہے
مبارک کسی کی دل آزاریاں ہیں

Marfat.com

بیاباں میں مشغول رقص جنوں ہوں
بگولوں سے اب تو مری یاریاں ہیں

امیری فقیری میں یکساں رہے ہم
نہ جب عزتیں تھیں نہ اب خواریاں ہیں

کھلی جب سے دنیا کی ہم پر حقیقت
نہ خوشیاں رہی ہیں نہ بیزاریاں ہیں

ہمیں ذلتوں کا نہیں کوئی کھٹکا
جہاں عزتیں تھیں وہیں خواریاں ہیں

بظاہر مری چھوٹی چھوٹی ہیں باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

بڑی عشق میں ہیں بہاریں مگر ہاں
جگر میں خارزار ولنسے پھلواریاں ہیں

پتے کی سناتا ہے مجذوب باتیں
یہ بے خبریوں میں خبرداریاں ہیں

لگی آنکھ مجذوب کس مہ لقا سے
بتا کیوں یہ راتوں کی بیداریاں ہیں

نکما ہوا میں تو مجذوب کیا غم
بڑی کار آمد یہ بے کاریاں ہیں

یہ بنی دنیا برائے درد دل
ہیچ ہے ہر شے سوائے درد دل

عیش دنیا کیا ہمیں مرغوب ہو
ہم ہیں لذت آشنائے درد دل

ہوش میں مجذوب آ ہشیار ہو
حد سے گذری غفلت اب بیدار ہو

عمر سی انمول شے ضائع نہ کر
آخرت کے واسطے تیار ہو

منبع عدکرم ترا لطف بھر عتاب تھا
سارے تعلقات کا دم ہی تو فتح باب تھا

دیکھا جو چشم غور سے پھر جہاں سراب تھا
سمجھے تھے جس کو واقعہ آنکھ کھلی تو خواب تھا

کلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اسعد مدرس مدرسہ مظاہر علوم

چاہتے ہیں اے حکیم الامت تھانہ بھون
آپ سے کچھ اسعد بیمار کی باتیں کریں

دل کے جذبات الم کا یہ تقاضا ہے حضور
رنج کے قصے کہیں آزار کی باتیں کریں

کب ہمیں شایاں ہے ہم اسرار کی باتیں کریں
یہ ہمارا منہ کہاں سرکار کی باتیں کریں

کیوں رہیں خاموش ہم دل دادگان بوستان
گل کا گر مضمون نہ سوجھے خار کی باتیں کریں

حوصلہ تو دیکھئے رندان بادہ نوش کا
چاہتے ہیں چشم مست یار کی باتیں کریں

پرسش راہ چمن بھی خالی از لذت نہیں
کیوں سلوک وادی پرخار کی باتیں کریں

دوستوں کو یہ وصیت ہے چراغاں کی جگہ
میری تربت پر جمال یار کی باتیں کریں

خاک سمجھیں گے وہ ظاہر ہیں رموز معرفت
جو ہمیشہ شاہد بازار کی باتیں کریں

Marfat.com

اک زمانہ آشنائے لذتِ دیدار ہے
ہم ستم کش حسرتِ دیدار کی باتیں کریں

شور ہے جن کی مسیحائی کا سارے دہر میں
آؤ اُن سے اسعدِ بیمار کی باتیں کریں

اے اسیرِ لنفس اسعد تیرے یہ فعلِ قبیح
پھر یہ خواہش تجھ سے حضرت پیار کی باتیں کریں

ایضاً

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سرِ منبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم

ہر جگہ پر دیکھتے ہی جلوۂ جانانہ ہم
ہو گئے قائل ترے اے کوششِ رندانہ ہم

دل پہ کندہ کر لیا ہے آپ کی تصویر کو
رکھتے ہیں پہلو میں اپنے رشکِ صد بتخانہ ہم

باغباں سے بلبل و گل نے چھپایا تھا جسے
سُن رہے ہیں پتہ پتہ سے وہی افسانہ ہم

رنگ لائی پھر ہماری اصل فطرت دیکھئے
چھوڑ کر مسجد چلے پھر جانبِ میخانہ ہم

ایضاً

جلوہ ہائے حسن سے بیتاب ہونا لوٹنا
میری فطرت ہو گیا میری طبیعت ہو گیا

مجھکو خاموشی نے رسوائے زمانہ کر دیا
میری سعیِ ضبط سے اظہارِ الفت ہو گیا

ایضاً

معانی خیز نظروں کا جگر کے پار ہو جانا
میرے سینہ کا ہے گنجینۂ اسرار ہو جانا

یہی ہے عاشقوں کا محرمِ اسرار ہو جانا
کسی کو دیکھ لینا صورتِ دیوار ہو جانا

تمہارے رازِ سربستہ کو طشت از بام کرتا ہے
ہمارے درد کا ناقابلِ اظہار ہو جانا

ایضاً

کسی کو ظلم کا مجھکو کرم کا شکوہ ہے
نگاہِ لطف سے پہلے مرا یہ حال نہ تھا

ستم ستم طلب جور پر تغافل ہے
کبھی تو لطف بھی منت کشِ سوال نہ تھا

ایضاً

گم ہوا ہوں حسن کے انوار میں
محو رہتا ہوں خیالِ یار میں

جلوہ گر ہیں حسن کی رنگینیاں
تیرے ہر طرزِ نشاط آثار میں

روح چمکی دل مچلنے ہو گیا
جانے کیا دیکھا جمالِ یار میں

دیکھئے فطرت کا حسنِ انتظام
بجلیاں بھر دیں نگاہِ یار میں

ایضاً

عشق کی دشواریوں نے کر دیا کامل مجھے
اب کوئی مشکل نظر آتی نہیں مشکل مجھے

شوق کی وسعت مجھے منزل سے آگے لے گئی
میری ہمت نے کیا گم کردۂ منزل مجھے

دیکھو تم اپنے غمزۂ تقویٰ فریب کو
کیا پوچھتے ہو اسعدِ پرہیزگار کی

Marfat.com

شکوی نہ تمہارا نہ عدو کا نہ فلک کا
جو ہمکو دکھاتا ہے خدا دیکھ رہے ہیں

بیگانۂ شکوی ہیں ہم ارباب وفا ہیں
ہر جورکو راضی برضا دیکھ رہے ہیں

چھائی ہوئی گھنگور گھٹائیں ہیں الم کی
ہم حاصلِ دنیائے وفا دیکھ رہے ہیں

ایضاً

جو دنیا میں کبھی پوری نہو وہ آرزو میں ہو
جو عالم میں کبھی حاصل نہو وہ مدعا تم ہو

ایضاً

دین کی شادابیاں تیرے قلم کے ساتھ ہیں
روح کی رنگینیاں تیرے قدم کے ساتھ ہیں

انقلاباتِ زمانہ کا نتیجہ دیکھئے
حضرتِ پیرِ مغاں شیخ حرم کے ساتھ ہیں

ایضاً

اُس کو منزل کی کیا خبر جس پہ
نظرِ لطف راہبر نہوئی

سعی بے کار کا مزہ آیا
کامیابی ہمیں اگر نہ ہوئی

جس نے اُس کی کبھی خبر پائی
اُس کو اپنی کبھی خبر نہ ہوئی

لطف سے جس کو تم نے دیکھ لیا
اُس کو تسکین عمر بھر نہ ہوئی

جان جن کو عزیز تھی اسعد
اُن سے طے راہِ پُرخطر نہوئی

حسن اتفاق سے جناب مولانا اسعد اللہ صاحب موصوف کے پاس سے آپکے جد امجد جناب مولانا حکیم بشارت اللہ صاحب "بیتاب" ابن علامہ مفتی سعد اللہ صاحب صاحب تصانیف مشہورہ قدس سرہٗ کا دیوان نظر سے گذرا۔ لہذا احقر نے اپنے مذاق کے موافق دیوان مذکور سے بھی مندرجہ ذیل اشعار کا اقتباس کر لیا۔

کلام "بیتاب"

عشق چھوڑوں میں تو ہو جائے زیانِ زندگی
الفتِ محبوب ہے روحِ روانِ زندگی

ماجرائے درد ہے یا سرگذشتِ ہجر ہے
کیا سناؤں آپ کو میں داستانِ زندگی

دل میں بھری ہی حسرتِ دیدار کیا کریں
فرمائیے حضور گنہگار کیا کریں

آنکھوں میں کوندجاتی ہے اک برق طورِ حسن
نظارۂ جمالِ رخِ یار کیا کریں

نعت

طفیل ذات پاکش عاشقی را وضع شد قانون
برائے آل او بستند آئین محبت را

بود بیتاب را چہ تسلی مصرعۂ سعدی
چو باشد چوں تو پشتیبان چہ غم دیوار امت را

ایضاً

ہوا کرتا ہے مشتق کو ہمیشہ فخر مصدر سے
نبی کی ذات عالی سے بڑھا رتبہ نبوت کا

نحن اقرب سے ہوا معلوم ہمکو قرب یار		لن ترانی تک گماں تھا دوری کی آواز کی
سنکر غفور نام جناب الٰہ کا	ایضاً	ملتا نہیں دماغ ہمارے گناہ کا
عبث ہے بے نصیبوں کو توقع فیض بخشوں کا	ایضاً	کہ بجلی خشک رہتی ہے ہمیشہ ابرو باراں میں
اتنا بھی نہ نکلا ترا ایمان تو واعظ		میخانہ میں اک جام کی قیمت ہی ادا ہو
مری شوریدگی پر چارہ گر تجھکو تحیر ہے	ایضاً	نہیں دیکھیں جمالِ یار کی نیرنگیاں تو نے
نہ تھا کچھ قلزمِ الفت کا ساحل گوشۂ تربت	ایضاً	کہاں پہنچا دیا اے کشتئ عمر رواں تو نے
کامیابی گر نہیں ہے لذتِ حرماں سہی	ایضاً	مجکو محو کوشش بیکار رہنے دیجئے
شب فراق میں آہ شرر فشاں نے میری میں صورت گل خورشید اور تم خورشید	ایضاً	نئے نجوم بنائے ہیں آسماں کے لئے میں ہوں تمہارے لئے اور تم جہاں کیلئے
بنا ہو دیکھئے کس طرح سے ہوا الفت کا بجائے دل کے ہی پہلو میں اب خیال ترا	ایضاً	میں بدشعور ہوں نازک ہے خوئے تمنا تجھی سے کرتے ہیں ہر لحظہ گفتگو تیری
عاصی و گنہگار و خطاوار ہے بیتاب	ایضاً	ستار ہے تو دامنِ رحمت میں چھپا لے
ہے یہ اُمید خیالِ رخ جاناں سے مجھے	ایضاً	کہ رہے گا میرے مرقد میں اُجالا مجکو
آئیں کہاں سے عہد جوانی کی پھرتیاں	ایضاً	پیری میں پشت خم ہوئی بارِ گناہ سے
جوشِ جنوں میں مر کر عریاں ہی دفن ہوتا	ایضاً	محجوب ہوں کہ ناحق دھبہ لگا کفن کا
پھر تصور دلمیں روئے یار کا رہنے لگا	ایضاً	خانۂ تاریک پھر خورشید منزل ہوگیا
خیالِ وصل مخفی دلمیں آئے قوی اُمید ہے بخشش کی بیتاب	ایضاً	ہوا ہے عشق اک پردہ نشیں کا وسیلہ ہے شفیع المذنبیں کا
ہے عالم آئینہ اُن کے جمال روئے زیبا کا نہ دیکھا فی الحقیقت تو نے عالم میں کسی شے کو جہان حسن کی ہر چیز ہے جاذب نگاہوں کی	ایضاً	وہ خود ہیں آئینہ میں اپنا جلوہ دیکھنے والے اگر اپنی حقیقت کو نہ دیکھا دیکھنے والے نگاہِ شوق سے دیکھے گا کیا کیا دیکھنے والے

از کلام مجذوب

مماتِ مجذوب

وہ حق کے ساتھ رابطۂ دل نہیں رہا		مجذوب اس لقب کے ہی قابل نہیں رہا

وہ آنکھ اب نہیں ہے وہ اب دل نہیں رہا
مجذوب منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا

ناگفتنی ہے حال مرا کچھ نہ پوچھیے
کہنے کے اور سننے کے قابل نہیں رہا

وہ آنکھ جو نہ غیر پہ انکو دیکھے نہیں رہی
وہ دل جو ہو نہ غیر پہ مائل نہیں رہا

میں لاکھ توبہ کرتا ہوں نبھتی نہیں کبھی
اب اپنے عزم کا تو میں قائل نہیں رہا

اسکے سوا کہ آپ کریں اب مری مدد
کچھ چارہ میرے مرشد کامل نہیں رہا

تاراج کر دیا مجھے شیطان و نفس نے
جو کچھ کیا تھا آپ سے حاصل نہیں رہا

وہ حال ہو گیا ہے کہ گویا کبھی بھی میں
خدام میں حضور کے داخل نہیں رہا

ناچار پھر بھی چارہ چلا آیا سرنگوں
ورنہ میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا

اب رات دن ہے ذکر بتاں اور شغل عشق
اللہ کا میں ذاکر و شاغل نہیں رہا

پہلو میں میرے وہ دل ناپاک ہے حضور
میں پاس بیٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا

قابو میں میرے اب مری آنکھیں نہیں رہیں
کہنے میں میرے اب یہ مرا دل نہیں رہا

کوئی گنہ ہو کرنے میں کچھ باک ہی نہیں
جو خوف حق تھا بیچ میں حائل نہیں رہا

بےفکر آخرت سے کچھ ایسا ہوا ہوں میں
جیسے کہ موت ہی کا میں قائل نہیں رہا

اب میری غفلتوں کی کوئی حد نہیں رہی
مجھ سا جہاں میں اب کوئی غافل نہیں رہا

توفیق توبہ کثرت عصیاں نے سلب کی
بحر گنہ کا اب کوئی ساحل نہیں رہا

ہر وقت معصیت کا تقاضا ہے نفس میں
دل خیر کی طرف میرا مائل نہیں رہا

پڑنے لگا ہے اب تو فرائض میں بھی خلل
یہی نہیں کہ شوق نوافل نہیں رہا

پہلی سی فکر جائز و ناجائز اب نہیں
حفظ حدود و پاس مسائل نہیں رہا

جب سے شریک حال عنایت تو نکی ہے
اللہ کا تو فضل ہی شامل نہیں رہا

وہ ذوق و شوق قلب وہ نعرے نہیں رہے
وہ رنگ گل وہ شور عنادل نہیں رہا

وہ وہ کیے ہیں جرم کہ انصاف تو یہ ہے
سرکار اب میں رحم کے قابل نہیں رہا

مانیں جو آپ بھی حق تو یہ ہے آپکا کرم
حق یہ ہے حق تو کچھ مجھے حاصل نہیں رہا

کس سے کہوں کہوں جو نہ حضرت سے حال دل
گو منہ تو میرا عرض کے قابل نہیں رہا

اے خضر راہ کیجیے بس جلد رہبری
رخ سوئے قعر ہے سوئے منزل نہیں رہا

یہ التجا کرم کی بلا حق کے ہے حضور
حق کو تو کر چکا ہوں میں سائل نہیں رہا

طاعت ہی بس حیات ہے اور معصیت ممات ۔۔۔ کیا زندہ ہوں میں زندوں میں شامل نہیں رہا

یہ آسرا ہے آپ سا کامل ہے مہربان ۔۔۔ گو سچ ہے میں تو ہاں کسی قابل نہیں رہا

دستِ کرم ہو جانب مجذوب پھر دراز
محروم آپ کا کبھی سائل نہیں رہا

حیاتِ مجذوب

مجذوب نارسیدہ کو واصل بنا دیا ۔۔۔ ناقص کو اک نگاہ میں کامل بنا دیا

فہمید کید نفس کے قابل بنا دیا ۔۔۔ مجذوب کو بھی آپ نے عاقل بنا دیا

نقش بتاں مٹا یا دکھایا جمال حق ۔۔۔ آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا

عشق بتاں ہوا ہی مبدل بحب حق ۔۔۔ وجہ فنا کو زیست کا حاصل بنا دیا

کیا ناخدا ہیں آپ ہی اس بحرِ عشق کے ۔۔۔ گرداب ہولناک کو ساحل بنا دیا

فیضِ نظر سے نفس کی کایا پلٹ گئی ۔۔۔ جو تھے رذائل ان کو فضائل بنا دیا

غفلت میں دل پڑا تھا کہ ناگاہ آپ نے ۔۔۔ آگاہ حق سے غیر سے غافل بنا دیا

مشغول اک نگہ میں ہوا دل بیاد حق ۔۔۔ غافل کو دم میں ذاکر و شاغل بنا دیا

مردود بارگاہ ہوا باریاب پھر ۔۔۔ مہجور نامراد کو واصل بنا دیا

اُس روسیہ کو آپ نے جو ننگ بزم تھا ۔۔۔ پرتو سے اپنے رونق محفل بنا دیا

اُس قلب نا سزا کو جو ننگِ وجود تھا ۔۔۔ ایسا نواز ناز کے قابل بنا دیا

ایسے کو جو پڑا تھا مذلت کے قعر میں ۔۔۔ اتنا ابھارا صدرِ افاضل بنا دیا

میرے دل سیاہ کو انوار قلب سے ۔۔۔ خورشید پر ضیا کا مماثل بنا دیا

پھر سہل کر دیا میرے سرکار آپ نے ۔۔۔ میں نے جس امر سہل کو مشکل بنا دیا

چسکا لگا کے یادِ خدا کا حضور نے ۔۔۔ بیزارِ کاروبار نہ شاغل بنا دیا

دلدادہ کر دیا مجھے خلوت کا آپ نے ۔۔۔ اس بزم بے ثبات سے بیدل بنا دیا

دینی امور میں تو کیا مجھکو مستعد ۔۔۔ اور دنیوی امور میں کاہل بنا دیا

مشکل تھا دین سہل تھی دنیا اب آپ نے ۔۔۔ مشکل کو سہل سہل کو مشکل بنا دیا

ہمت بڑھا کے بار امانت کا آپ نے ۔۔۔ مجھ جیسے ناتواں کو بھی حامل بنا دیا

Marfat.com

مجھ پا شکستہ کو بھی سہارے نے آپکے
آمادہ بہر قطع منازل بنا دیا

کر کر کے وار نفس پہ تیغ نگاہ کے
قاتل کو میرے آپنے بسمل بنا دیا

مغلوب نفس تھا مگر اب نفس کش ہوں میں
بسمل کو گویا آپ نے قاتل بنا دیا

انوار ذکر رہتے ہیں گھیرے ہوئے مجھے
خلوت کو میری آپنے محفل بنا دیا

میں کیا کہوں کہ کیا تو تھا اور اب حضور نے
کیا مجھکو میرے مرشد کامل بنا دیا

بخشی حیات قلب وہ عیسیٰ نفس ہیں آپ
مردہ کو زندہ کہنے کے قابل بنا دیا

ہاں کیوں نہ وہ ذات مقدس ہے آپکی
رندوں کو جس نے صوفی کامل بنا دیا

کر کر کے سہل وہ وہ دقائق بیان کئے
نا فہم جاہلوں کو بھی عاقل بنا دیا

صحبت سے اپنی فلسفی و منطقی کو بھی
قرآن اور حدیث کا عامل بنا دیا

آزاد تھے جو ملت و مذہب سے انکو بھی
وابستہ چہار سلاسل بنا دیا

ہم جیسے ہرزہ گو بھی تو اب ذاکروں میں ہیں
زاغوں کو ہمنوائے عنادل بنا دیا

غاصب جو تھے وہ صاحب جود و سخا ہوئے
اور ظالموں کو آپنے عادل بنا دیا

اتنا کیا ہے آپنے آسان طریق کو
کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

وہ وہ نتائج اخذ کیے ہیں کہ آپنے
ادنیٰ امور کو بھی مسائل بنا دیا

قائل زبان سے ہوکے نہوں لیکن آپنے
دل سے تو منکروں کو بھی قائل بنا دیا

آہن کو سوز دل سے کیا نرم آپنے
نا آشنائے درد کو بسمل بنا دیا

دیکھا نہ کوئی مصلح اخلاق آپ سا
دیوؤں کو بھی فرشتہ شمائل بنا دیا

دنیا کو راہ راست دکھائی حضور نے
جب کج رووں نے پیرو باطل بنا دیا

کیا طرفہ ہے طریق ہدایت حضور کا
گم کردہ رہ کو بھی رہبر منزل بنا دیا

کر دیجیے بس اب مجھے اپنے سے بے خبر
اس اپنے علم نے مجھے جاہل بنا دیا

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپکا سائل بنا دیا

تمت

شوال سنہ ۱۳۶۲ھ ہجری

محاسن الاسلام

اسلام کی خوبیاں اور مخالفین اسلام کے اعتراضات وشبہات کا جواب بتانیوالا۔ اچھوت اقوام کی تبلیغ کا طریقہ سکھانے والا مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچانے والا نہایت ہی مفید وعظ ہے۔ اصلی قیمت (۷/) رعایتی (۳/) محصول ۱/

(نوٹ) اگر فرمایش کے ساتھ کتاب کی قیمت نقد یا ٹکٹ مع محصولڈاک بھیجدی جاوے تو وی۔پی کے اخراجات سے بچ جاینگے

تسہیل قصد السبیل

مع اضافہ پانچ رسائل

یعنی

السبیل لعابری السبیل تسہیل رسالہ الیم فی الیم تسہیل رسالہ الظلم فی الیم۔ بعض آداب شیخ بعضے آداب معاشرت۔ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا نہایت سہل اور سیدھا راستہ بتانے والا رائج الوقت گمراہ صوفی نما لوگوں کے دھوکہ سے بچانیوالا نہایت مفید رسالہ اصلی قیمت [illegible] رعایتی [illegible] محصول ۱/

حقوق البیت

زن وشوہر کے باہمی حقوق پر نہایت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بحث کرکے دودھ اور پانی جدا کردیا گیا ہے۔ عورتوں کیلئے حسن معاشرت کے طریقے شرعی زندگی اور خانہ داری کے سلیقے زنانہ اسکولوں کے مفاسد نہایت عمدہ عنوان سے بیان کئے گئے ہیں اصلی قیمت (۳/) رعایتی (۲/) محصول ۱/

(نوٹ) کتب مندرجہ بالا کے علاوہ دیگر تصانیف حضرات علماء دیوبند بھی نہایت کفایت کیساتھ ملتی ہیں۔

المورد الفرخی

فی مولد البرزخی

ثابت کیا گیا ہے کہ ولادت نبویہ ایک ناسوتی ہے ایک ملکوتی یعنی وصال اور وہ افضل ہے عوام صرف مولد ناسوتی کے حالات بیان کرتے ہیں اس وعظ میں ولادت ملکوتی کے حالات بیان کرکے معراج جسمانی پر عقلی شبہات کے محققانہ اور فلسفیانہ رنگ میں مفصل جوابات دیئے گئے ہیں مقبولیت عامہ نے نایاب کردیا تھا مگر زیر طبع ہے اصلی قیمت [illegible] رعایتی [illegible] محصول [illegible]

تسہیل شوق وطن

وطن اصلی یعنی آخرت کو یاد دلانیوالی اور مرض وموت کے غم کو دور کرکے لقاء الٰہی کا شوق دلانیوالا نئی خوبیوں اور اضافوں کیساتھ زیر طبع ہے اصلی قیمت ۶/ رعایتی ۴/ محصول ۱/

پتہ ملنے کا ظہور الحسن کسولوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نمبر	مضامین	صفحہ
	جناب نواب قطب الدین صاحب کی حکایات	۲۷۳
	جناب نواب مصطفیٰ خانصاحب کی حکایات	۲۷۵
	جناب مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی حکایات	۲۷۷
	جناب مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کی حکایات	۲۷۸
	جناب مولانا فتح محمد صاحب تھانوی کی حکایات	۲۷۹
	جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی حکایات	۲۸۱
	جناب مولانا ملا نظام الدین صاحب کی حکایات	//
	جناب مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کی حکایات	۲۸۲
	حضرت حکیم الامۃ تھانوی مدفیوضہم کی حکایات	۲۸۷
	حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی حکایات	۲۹۳
	حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کی حکایات	۲۹۹
	حضرت امیر شاہ خانصاحب خرجوی راوی امیرالروایات کی حکایات۔	//
	جناب دیوان محمد یسین صاحب دیوبندی کی حکایات	۳۰۷
	رامپور کے مجذوب کی حکایات	۳۰۸
	ایک اور مجذوب صاحب کی حکایت	۳۱۲
	ایک پنجابی مجذوب صاحب کی حکایات	۳۱۴
۵۰	حافظ عبدالقادر صاحب مجذوب کی حکایت	۳۱۵
۵۱	میر محبوب علی صاحب کی حکایت	۳۱۶

نمبر	مضامین	صفحہ
۵۲	مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم کی حکایت	۳۱۶
۵۳	مومن خان شاعر مرحوم کی حکایت	۳۱۷
۵۴	مولوی احمد حسن صاحب مرادآبادی کی حکایات	//
۵۵	مولوی عبدالحق صاحب کانپوری کی حکایات	۳۱۸
۵۶	ایک متشدد واعظ صاحب مرحوم کی حکایات	//
۵۷	مولوی تجمل حسین صاحب بہاری کی حکایات۔	۳۱۹
۵۸	مولوی محمد صاحب وکیل الہ آبادی کی حکایات	۳۲۰
۵۹	مولوی محمد منیر صاحب نانوتوی کی حکایت	۳۲۱
۶۰	ایک نورباف بزرگؒ کی حکایت	//
۶۱	جناب مولانا میاں اصغر حسین صاحب محدث دیوبندی کی حکایت	۳۲۲
۶۲	اشعار اہل دل۔	//
۶۳	کلام "واصل"	
۶۴	کلام "مجذوب"	//
۶۵	کلام "..."	۳۳۳
۶۶	کلام "جناب"	۳۳۵
۶۷	ممات مجذوب	۳۳۶
۶۸	حیات مجذوب	۳۳۸

... ن ریب ...

...وی حماہ اللہ عن کل کفا عنید

ہر قسم کے قرآن شریف عربی و مترجم ...

اور اکثر تصانیف حضرت علماء دیوبند یہاں جامع مسجد دہلی عالیشان ...

ظہور الحسن عفی عنہ

کتبخانہ

امداد الغربا

سہارنپور کا

مقصد

حضرات اکابر علماء دیوبند خصوصاً حضرت حکیم الامۃ مرشدی جناب مولانا مولوی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام فیوضہم کی بالخصوص تبلیغی نایاب اور غیر مطبوعہ تصانیف کو بعینہ یا مناسب اضافات و ترتیب اور تسہیل کیساتھ شائع کرنا اور ادنے سے ادنیٰ قیمت پر فروخت کرنا ہے تاکہ انکا نفع عوام و خواص، امیر و غریب سب کے لئے عام ہو سکے۔

اصلی قیمت (۳؍) رعایتی (۲؍) محصول

(نوٹ) کتب مندرجہ بالا کے علاوہ دیگر تصانیف حضرات علماء دیوبند بھی نہایت کفایت کیساتھ ملتی ہیں۔

تسہیل

وطن اصلی یعنی آخرت کو یاد دلانیوالی اور مرض و موت کے غم دلانیوالی نئی خوبیوں اور اضافوں کیساتھ زیر طبع ہے اصلی قیمت ۵ر رعایتی ۴ر محصول ار

ملنے کا پتہ: ظہور الحسن کسولوی مدرس

Marfat.com

... یا ایہا الذین امنوا ... اعمالکم

... دال است بدلالت غیر بعید ... ایست

... برادسعید + در اصد ... سعید + ور لیا

ملحوظات و ... ظات

حصہ دوم و سوم

جدید ملفوظات

مجموعہ ارشادات ... الامت مجدد الملۃ مرشدی و مولائی جناب مولانا

محمد اشرف علی ... ظلہم ... علی کل قریب و بعید

... ظہور الحسن کسولوی حماہ اللہ عن کل کفا عنید

... مسجد ... الشان ...

۱۳۳۱

...وظات

الحمد [illegible] ایک مختصر ذخیرہ ہے احقر کے ملفوظات کا جس کو مولوی [illegible]
[illegible] سلمہ نے ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ میں جمع کیا اور احقر نے اسپر نظر ثانی کی۔ [illegible]
[illegible] گیا تھا مگر بعض حصص الخ سے مناسب معلوم ہوا کہ باعتبار نوعیت مضامین
کے اس کو جدا جدا [illegible] میں تقسیم کر دیا جاوے ایک حصہ خاص اپنے اکابر قریبہ کے حالات
میں [illegible] تعلیم [illegible]۔ تیسرا حصہ متفرق تفریحی خیالات میں [illegible]
سب ملفوظات [illegible]۔ گو [illegible] سے لکھے گئے اور قابل حفظ بھی ہیں۔
[illegible] کے نام ملحوظات [illegible] وہ اصلاح حالات میں قابل لحاظ ہیں۔ تیسرے حصے کے نام محفوظات
(یعنی محفوظ بہا [illegible] حجابا مستورا [illegible] مستورا بہ وقولہ حجرا محجورا ای محجورا بہ)
کیونکہ اس کا [illegible] اول [illegible] ہی ہے اور مجموعہ کا لقب جدید ملفوظات کیا [illegible]
اس کا مادہ باعتبار معنی کے سب کو عام ہے اور جدید کی قید دوسرے ملفوظات سے متمیز
کرنیکے لئے ہے اور پہلا حصہ کہ ان ملفوظات میں وہی زیادہ مقصود تھا جس کی وجہ اس کے خطبہ
سے واضح ہوگی۔ اس مقصودیت کے سبب جداگانہ شائع ہونیوالا ہے؎ جس کا لقب (اشرف
التنبیہ فی کمالات بعض ورثۃ الشفیع النبیہ) قرار دیا گیا ہے اس لئے اس مقام پر صرف بقیہ
کو مرتب کیا جاتا ہے یعنی ملحوظات و محفوظات جو [illegible] سے نفع عقلی یا طبعی حاصل کرے
رابط وضابط دونوں کو دعا خیر سے یاد کرے۔ واللہ ولی النفع وبیدہ کل خفض
ورفع۔

اشرف علی عفی عنہ

تھانہ بھون

؎ اسکے بعد شائع ہوگیا ۱۲

Marfat.com

بسم اللہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

ملحوظات یعنی حصہ دوم جدید ملفوظات

(۱) فرمایا ہمارے بزرگ جتنے تھے وہ تُنک چڑھے نہ تھے ظاہر میں سب سے ہنستے بولتے تھے ظرافت بھی کرتے تھے مگر دل میں آتش عشق کا ایک شعلہ بھڑکا ہوا تھا۔ جیسا نواب شیفتہ نے کہا ہے ؎

توائے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو	کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

میں نے اُس کی ایک مثال تجویز کی ہے۔ ہمارے قصبات میں جب توا چولہے پر گرم ہوتا ہے تو عورتیں یوں کہتی ہیں توا ہنس رہا ہے۔ مگر وہ ایسا ہنس رہا ہے کہ اُس کے چھیڑنے سے دوسرے رونے لگیں۔

(۲) فرمایا کہ ہمارے اکابر کا معمول کسی کی تعریف سامنے کرنے کا نہیں ہے حضرت مولانا گنگوہی نے جو کچھ بھی کلمات تحسین میری نسبت فرمائے ہیں اکثر غیبت ہی میں فرمائے ہیں بعض احباب کے ذریعہ سے پتہ چل گیا۔ سامنے فرمانا کچھ یاد ہی نہیں آتا۔

(۳) فرمایا کہ ایک فلسفی نے خط میں لکھا ہے کہ میں بالکل دہری ہو گیا تھا۔ مگر مثنوی کے مطالعہ سے مؤمن ہو گیا۔ اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جن کے اندر شورش نہیں ہوتی میں اُن کے مطالعہ کیلئے دیوان حافظ اور مثنوی تجویز کرتا ہوں۔ دیوانوں کے کلام سے بھی دیوانگی پیدا ہوتی ہے۔ مولوی صاحب صوفیہ کے معتقد نہ تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ تم مثنوی کے درس میں بیٹھ جایا کرو۔ اس کے بعد اُن پر ایک حالت طاری ہوئی۔ اکثر ذوق و شوق سے مثنوی کے شعر پڑھتے ہیں اور مولانا رومی کے بعد معتقد ہیں۔

(۴) فرمایا کہ لکھنؤ میں اہل سنت تعزیہ شیعہ کے مقابلہ کیلئے بناتے ہیں اور وہ جلسے بھی ہوتے ہیں۔ ایسے ہی موقعہ کیلئے ایک شعر بنایا گیا تھا۔ جو حضرت نے ... سنا اس سے ... اور بڑے تجربہ کار ہیں

سینم من نعرۂ اللہ اکبری زنم | دم زبو بکر و عمر و عثمان حیدر میزنم

یہ شعر ایسا مقبول ہوا کہ شیعہ اور ہندوؤں کے بچوں تک نے حفظ کر لیا اور جا بجا راستوں میں پڑھتے پھرتے تھے۔ شیعہ نے اپنے بچوں کو دھمکایا کہ کیا تم سنی ہو جو اس شعر کو پڑھتے ہو۔ حق میں جذب اور مقبولیت ہوتی ہے۔ اسی کے متعلق ایک واقعہ یاد آیا کہ لکھنؤ میں ایک انگریز بیرسٹر تھا وہ سنیوں کے مقدمے لیتا تھا ایک بار شیعہ سنیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ اس کے پاس لیگئے تو وہ کہتا ہے کہ تم جانتے نہیں ہم سنی ہیں۔ وہ شاید یہ سمجھا ہو کہ سنی اہل حق ہیں اُن کے مقدمہ میں کامیابی کی اُمید ہے جس سے میری شہرت ہوگی اور اہل باطل کے مقدمہ میں ناکامی ہوگی جس سے میری بدنامی ہوگی۔

(۵) فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جو شخص تم سے تعویذ مانگنے آیا کرے تم اُسے دیدیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ آتا ہی نہیں۔ فرمایا جو سمجھ میں آیا کرے لکھدیا کرو۔ بس اُس دن سے جو سمجھ میں آتا ہے لکھدیتا ہوں۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے کھیت میں چوہے نہ لگنے کا تعویذ مانگا میں نے اُس سے کہا کہ پانچ ٹھیکریاں لے آؤ۔ میں نے اُن پانچوں میں یہ آیت لکھکر رکھدی وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم اور اُس سے یہ کہدیا کہ چار تو چاروں کونوں پر گاڑ دینا اور ایک بیچ کھیت میں ذرا اونچی جگہ گاڑ دینا جہاں پاؤں نہ پڑے بس اُسی دن سے چوہا لگنا موقوف ہوگیا۔ یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی اجازت کی برکت ہے۔

(۶) فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو ہدیہ بزرگ سمجھ کر دے اور وہ اتنی بزرگی نہ رکھتا ہو جس کا وہ معتقد ہو تو اُس کو لینا جائز نہیں ہے۔ مولوی محمد رشید صاحب کانپوری نے اس پر عرض کیا کہ اس پر تو کسی کو لینا جائز ہی نہ ہونا چاہئے کیونکہ اپنے کو کون نیک سمجھے گا اور اگر ایسا سمجھے گا تو وہ بزرگ نہ ہوگا۔ اُن کے جواب میں فرمایا کہ مراد امام کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ معتقد کون ہوگا۔ اُس نے یہ کوشش نہ کی ہو کہ مجھکو کوئی بزرگ سمجھے۔

(۷) اسکے بعد شائع ہوگیا ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ عاجز پانچ ٹھیکریاں کیں

[illegible] کی کیا وجہ ہے میں نے کہا کہ تمہارے ناک جو منہ پر بنی ہے اس کی کیا وجہ ہے انہوں نے کہا کہ اگر گدی پر ہوتی تو بُری معلوم ہوتی میں نے کہا کہ ہرگز نہیں اگر سب کے گدی پر ہوتی تو بُری بھی معلوم نہ ہوتی بس اسکے عادی [illegible] ہی تو ہو گئے۔

(۸) فرمایا کہ اگر کسی کو کسی پر غصہ آوے تو چاہیئے کہ اُس کے سامنے سے ہٹ جائے یا اُسے ہٹا دے اور ٹھنڈا پانی پی لیوے۔ اور اگر زیادہ غصہ ہو تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہے۔ جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو چاہیئے کہ ہم بھی اُس کی غلطی سے درگذر کریں۔ ورنہ اگر حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔

(۹) فرمایا کہ لوگ عربی پڑھنے والوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ عمر ضائع کرتے ہیں اس سے کوئی دنیاوی ترقی نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ انگریزی والے زیادہ مارے مارے پھرتے ہیں میں نے بہت سے بی اے والوں تک کو دیکھا ہے کہ کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ بلکہ یہ نوبت عربی پڑھنے والوں کی نہیں آتی۔ دیکھئے سب سے کم تعلیم اذان کا سیکھ لینا ہے اگر وہی آجاوے تو پھر روٹیوں کی کمی نہیں روٹیاں دونوں وقت فراغت سے مل جاتی ہیں۔ ایک انگریزی کا طالبعلم بی اے کے امتحان میں فیل ہو گیا تو شرم کی وجہ سے ریل کی پٹری پر لیٹ گیا (سب ترقی کا خاتمہ ہو گیا) لوگ شکایت کرتے ہیں کہ عربی والوں کو انگریزی والے ذلیل سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں تم بھی اُن کو ذلیل سمجھنے لگو۔ یہ نوح علیہ السّلام کی سنت ہے انہوں نے فرمایا تھا قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون۔ میرے برادرزادہ کی بچپن میں ریل میں ایک انگریزی دان سے جو پولیس کے اعلیٰ افسر تھے ملاقات ہوئی اُس زمانہ میں یہ عربی پڑھتے تھے اور سر منڈا ہوا تھا کیونکہ میرے یہاں کا معمول ہے کہ امردوں کے سر منڈوا دیا کرتا ہوں انہوں نے اُن سے کہا کیوں جی یہ کیا بات ہے کہ جتنے عربی والے دیکھے سر منڈاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کیوں جی کیا بات ہے کہ جتنے انگریزی والے ہیں سب داڑھی منڈاتے ہیں۔ بس یہ جواب سُنکر چپکے ہو گئے [illegible] ملازم سے تحقیق کیا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ لوگوں نے بتلا دیا تو کہا جب ہی اُس نے ایسا جواب دیا [illegible] سے زیادہ کیا ہو گا کہ ایک صاحب جو بڑے رتبہ کے اور بڑے تجربہ کار ہیں

انگریزی میں بی۔ اے بھی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ میں اس نوکری سے اتنا تنگ ہوں کہ اگر میاں اللہ
ہوتا اور مجھے (امامت تو نہیں کیونکہ اس میں مسائل کی ضرورت ہے) موذنی مل جاتی تو اس کو
قبول کرلیتا۔ چار پانچ روپیہ ماہوار بھی ملتا اور کھانے کو بھی ملتا اور فراغت سے اللہ اللہ کرتا
میں کیا کروں بیوی بچوں کا ساتھ ہے اُن کا نفقہ بھی میرے ذمے ضروری ہے۔ ۸

(۱۰) فرمایا کہ رزق کے بارہ میں مشیت کے ایسے کھلے ہوئے واقعات ہیں کہ اس سے
عقلاء بھی انکار نہیں کرسکتے۔ مبئی میں بڑے بڑے سیٹھ ہیں کہ وہ نام لکھنا بھی نہیں جانتے
مگر بڑے بڑے بی اے اُن کے یہاں نوکر ہیں۔ یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے (جامع کہتا ہے
قال الشیخ الشیرازی

اگر روزی بدانش درفزودے	زناداں تنگ روزی تر نبودے
بناداں آنچناں روزی رساند	کہ دانا اندریں حیراں بماند (جامع)

ایک شخص کو میں نے راندیر میں دیکھا ہے کہ اُس کی کوٹھی میں لاکھوں روپے کا
فرنیچر ہے۔ جب ہم تفریح کو جانے لگے تو موٹر میں اُن کا بیٹھنا میرے ساتھ تجویز ہوا مجھے
اُن کی ظاہری حیثیت سے طبعی کراہت ہوئی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مالک مکان یہی
ہیں۔

(۱۱) فرمایا کہ ایک غریب آدمی نے تجارت میں سے کچھ میرے لئے مقرر کر رکھا تھا ایک
دفعہ صرف ایک پیسہ نکلتا تھا۔ مجھے اُنہوں نے اکنی دیکر یہ کہا کہ لو ایک پیسہ تم رکھ لو اور تین
پیسے مجھے واپس کردو میں نے نہایت بشاشت سے قبول کرلیا اور تین پیسے واپس دیدیے
(اس سے حضرت کی قناعت و انکساری اور غرباء کیساتھ محبت و خلوص اور اُن کی دلجوئی کا بخوبی
اندازہ ہوتا ہے۔ جامع)

(۱۲) فرمایا کہ صحت عجیب نعمت ہے لکھنؤ میں ایک نواب تھے اُن کو ضعف معدہ کی شکایت
تھی بس دو تولہ گوشت کا قیمہ پوٹلی میں باندھکر چوستے تھے۔ ایک دفعہ گومتی کے کنارے اپنے
مصاحبین کے پاس بیٹھے تھے وہاں دیکھا کہ ایک لکڑہارا لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے لا رہا
ہے اُس نے وہ گٹھا ایک درخت کے نیچے لاکر دھم سے پٹکا اور گومتی میں ہاتھ منہ دھویا

دفعتہً لکلے اُچکے نے پکوا لیا مٹکا نکالا اور پیاز کے ساتھ کھانا شروع کیا کھا کر اور پانی پی کر سو گیا اور خراٹے لینے شروع کئے تو آپ صاحب نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے مصاحبین سے کہا کہ میں اس تبادلہ پر راضی ہوں کہ میرا تمول اور بیماری اسے ملجائے اور اس کا افلاس اور تندرستی مجھے مل جائے۔

(۱۳) فرمایا کہ حب جاہ مال ایسی بُری چیز ہے کہ یہ انسان کو کسی حال چین سے نہیں رہنے دیتی ایک ڈپٹی صاحب تھے وہ بیچارے رات بھر تسبیح لئے کوٹھے پر ٹہلتے تھے اور مال کی فکر میں سوتے نہ تھے۔ بس ساری خرابی بڑائی کی ہے۔ اس کیلئے مال ڈھونڈتا ہے اگر آدمی چھوٹا بن کر رہے اور تھوڑے پر قناعت کرے۔ پھر کچھ بھی فکر نہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

نہ بر اشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم	نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

مولانا فرماتے ہیں ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا	بر سرت ریزد چو آب از مشکہا
خویش را رنجور سازد زار زار	تا ترا بیرون کنند از اشتہار
اشتہار خلق بند محکم است	بند ایں از بند آہن کے کم است

(۱۴) فرمایا کہ ذلت کہتے ہیں عرض احتیاج کو اگر آدمی کچھ سوال نہ کرے تو کچھ ذلت نہیں۔ چاہے لنگوٹہ باندھے پھرے۔ ہمنے کسی کو نہیں دیکھا کہ بدون عرض احتیاج کے کوئی شخص دین کی خدمت کرے اور پھر مارا مارا پھرے۔ انگریز بڑے بڑے امرا کی عزت نہیں کرتے اور ادنیٰ ادنیٰ مولویوں کی عزت کرتے ہیں۔

(۱۵) مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی اخبار جاری کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اگر اخبار جاری کرو تو ایسا کرو کہ وہ بالکل شریعت کے موافق ہو تاکہ اُسے دیکھ کر لوگوں کو یہ کہنا ممکن ہو کہ اسلامی اخبار ایسا ہوتا ہے۔ اور اُس کا معیار یہ ہے کہ جو لکھو یہ غور کرو کہ اس کا تکلم شریعت میں جائز ہے یا نہیں۔ اگر تکلم جائز ہے تو لکھنا بھی جائز ہے اور اگر تکلم ناجائز ہے تو لکھنا بھی ناجائز ہے۔ اُنہوں نے ضرورت اخبار کے متعلق بہت سے مضمون چھاپا۔ میں نے کہا بے تکلف سمجھ میں نہیں آتا۔ اور تکلف کو جی نہیں چاہتا اتفاق سے

مولوی عیسیٰ صاحب الہ آبادی کا خط آیا ہوا تھا اُس میں لکھا تھا کہ فلاں شخص کا حال بہ نیت کر کے لکھئے تاکہ اطمینان ہو اور لکھا تھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفقدا اصحابہ اس سے اخبار کی ضرورت بھی مفہوم ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کی بگڑی حالت پر اصلاح و خدمت کی اطلاع پر امداد کر سکیں۔

(۱۶) ایک شخص نے کچھ ہدیہ بھیجا اور رقعہ میں یہ تحریر کیا کہ حسب معمول قدیم روانہ کرتا ہوں اس پر حضرت والا نے واپس فرما دیا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ لزوم کیسا۔ پھر وہ بہت دنوں کے بعد معافی کو آئے۔ اور بیوی کی بیماری کا عذر بیان کیا۔ فرمایا کہ اگر مقدمہ کی تاریخ ہوتی تب بھی یہی عذر کرتے۔ رنج تو اسی سے ہوتا ہے کہ زبان سے تو محبت کا دعویٰ کریں اور برتاؤ کریں اجنبیوں جیسا۔ البتہ اگر دعویٰ محبت کا نہ ہو پھر کوئی شکایت نہیں فلاں شخص تمام عمر مجھے بُرا بھلا کہتا رہا۔ مگر کبھی خیال بھی نہ ہوا۔ منصور کو جب مقتل میں لیگئے ہیں تو لوگ اُن پر اینٹ پتھر برسا رہے تھے اور وہ التفات بھی نہ کرتے تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی کسی جگہ موجود تھے اُنہوں نے بھی ایک پھول اُٹھا کر پھینک دیا۔ اس پر منصور نے ایک آہ کی۔ لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو کہا کہ اور لوگ تو جاننے والے نہیں اور یہ جاننے والے ہیں اُن کے مارنے سے تکلیف ہوئی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ بھائی اکبر علی نے چاہا تھا کہ کچھ مقدار معین سے میری خدمت کیا کریں۔ میں نے انکار کر دیا اس لئے کہ خواہ مخواہ یہ فکر رہیگی کہ کب پہلی تاریخ ہو گی۔ کب منی آرڈر آئیگا۔ دیر ہو گی تو کھونگا کہ شاید کوئی وجہ ہو گئی ہو گی ایسے ہدیہ سے راحت نہیں ہوتی بلکہ اذیت انتظار ہوتی ہے۔ اللہ ایسی ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں گمان بھی نہیں ہوتا اور یہی ہے پوری راحت۔ بھائی نے کہا کہ آخر اوروں سے بھی تو لیتے ہو۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ مقرر تھوڑا ہی کرتے ہیں۔ پھر اُنہوں نے کبھی بیس بیس کبھی پچیس پچیس روپے دیے میں نے لیلیے اس انتظار کی کلفت پر متفرع کر کے میں کہتا ہوں کہ جب پیروں کے یہاں جاؤ تو ہدیہ میں نقد کا معاملہ کر سکے نہ جاؤ اُس سے اُن کی نیت بگڑتی ہے۔ وہ تو تم کو سنواریں اور تم اُن کو بگاڑو۔ اس نیت پر ایک خواب یاد آیا مشہور ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری انگلیوں میں پاخانہ لگا ہوا اور آپکی انگلیوں میں

...ــد۔ پیر نے کہا ظاہر ہے کہ ہم دیندار ہیں اور تم دنیا دار۔ مرید نے کہا کہ ابھی خواب ختم نہیں ہوا
...بھی دیکھا ہے کہ میری انگلیوں کو آپ چاٹ رہے ہیں اور آپ کی انگلیوں کو میں چاٹ رہا
ہوں۔ بس تو پیر صاحب بہت بگڑے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا تعبیر اس کی ظاہر ہے
کہ پیر تو اس سے دنیا کا نفع اٹھاتا تھا اور مرید دین کا۔ ایسوں کو دیکھ کر لوگوں نے ملانوں کو
ایک طرف سے ذلیل سمجھ رکھا ہے۔ کہ بس ہمارے غلام ہیں۔ یا یہ کہ بھیک ہیں۔ ہمارے مولنا
خلیل احمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم حاجتمند تو ہیں مگر دین فروش نہیں۔ میرا مذہب تو ہدیہ میں یہ
ہے کہ اگر جوش اٹھے دیدو۔ ورنہ نہیں۔ معمول کرنے میں یہ خرابی ہے کہ اگر جی نہ چاہے تب بھی
دینا پڑتا۔ صاحب ہدیہ نے کچھ عذر کر کے کہا کہ حضرت میں نے جو کچھ کہا ہے سب صحیح ہی۔ فرمایا
میں اس کی تکذیب تو نہیں کرتا۔ معاملہ میں تو میرا ایسا تنگ معمول ہے کہ۔ اگر ایک طرف چار ہو۔ اور
ایک طرف مولوی صاحب ہوں تو میں یہ نہ کہوں گا۔ کہ کیا مولوی صاحب جھوٹ بولتے ہیں۔
حضرت شریح حضرت عمر رضی اللہ کے مقرر کردہ حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی قاضی تھے۔ جب
حضرت علیؓ کی زرہ چوری ہوگئی۔ ایک یہودی کے پاس پہچانی۔ تو حضرت شریح کے یہاں دعویٰ
دائر کیا۔ شریح نے گواہ طلب کئے آپ نے اپنے صاحبزادے اور ایک آزاد کردہ غلام کو پیش کیا
شریح نے کہا کہ صاحبزادہ کی گواہی معتبر نہیں٭ لہٰذا تکمیل شہادت نہیں ہوئی۔ حضرت علی سے کہا
کہ اور گواہ پیش کیجئے۔ آپ نے عذر کر دیا۔ اس پر شریح نے مقدمہ کو خارج کر دیا۔ آپ خوشی خوشی
عدالت سے باہر تشریف لے آئے۔ یہودی نے اس حالت کو دیکھ کر فوراً کلمہ پڑھ لیا اور زرہ
پیش کی کہ آپ کی زرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو ہبہ کی۔ وہ یہودی مدۃ العمر آپ کے
ساتھ رہا اور جنگ صفین میں شہید ہوگیا۔ اگر آجکل کا مذاق ہوتا تو کہتے کیا حضرت علی جھوٹے
...طرہ یہ کہ اُن کی خلافت کا زمانہ اور اُن کو ذرا رنج نہیں (ہمارے حضرت نے مجلس کی طرف
مخاطب ہو کے فرمایا) میں تو جانکر شریعت کو نہ چھوڑونگا۔ یہاں قبول ہدیہ سے مانع شرعی ہے
...سے لیلوں البتہ اگر مجھکو اپنی غلطی ثابت ہو جاوے رجوع کر لونگا (چنانچہ اس کی نظیر ایک مضمون

٭ چونکہ شریح کے مذہب میں لڑکے کی گواہی باپ کے حق میں مقبول نہیں تھی اور حضرت علی کے نزدیک بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر تھی۔ ۱۲

Marfat.com

ترجیح الراجح کا سلسلہ رسالہ النور وغیرہ میں نکلتا ہے موجود ہے۔ جامع) اور فلاں زانی شرعی
میں کیوں واپس کرتا جبکہ میری کوئی آدمی بھی نہیں ہی۔ اسی سے سمجھ لو کہ رنجیدہ ہوکر بھی واپس
ہوں۔ کاشتکار کو اناج کی ضرورت ہی لیکن اگر کوئی پیشاب میں بھگو کر لائے تو کیا وہ اس
لے لیگا۔ جتنا تجربہ مجھے اب ہوا ہے اگر والد صاحب کی وفات پر ہوتا تو میں اپنے اُس حصہ
کے ترکہ کو تبرعًا ترک کرتا۔ پھر دیکھتا کون ذلیل سمجھ کر دیتا ہے۔ خیر اللہ کی حکمت ہے شاید اُس
سے میرے اندر تکبر پیدا ہو جاتا۔ پھر وہ صاحب نہایت لجاجت سے معافی کے خواستگار
حضرت نے فرمایا کہ معاف ہی۔ مگر یہ بھیجنے کی بالکل اجازت نہیں۔ اُنھوں نے اس کو
منظور کر لیا۔

(۲۰) فرمایا کہ پردہ ایسی چیز ہے کہ اگر شریعت بھی نہ تجویز کرتی تب بھی فطری امر اور غیرت کا
مقتضا ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جاوے۔ ایک شخص نے شبہ کیا کہ پردہ کا ذکر کونسی آیت
یا حدیث میں آیا ہے میں نے جواب دیا کہ آپ جو سو دو سو کے نوٹ پاکٹ کی جو سب سے اندر کی جیب
ہے اُس میں رکھتے ہیں اور بڑی حفاظت کرتے ہیں یہ کونسی حدیث میں آیا ہے۔ کیا عورت کی
قدر آپ کے نزدیک نوٹ کے برابر بھی نہیں۔ افسوس ہر روز اس بے پردگی کی بدولت
نئے شرمناک واقعات سُننے میں آتے ہیں مگر پھر بھی ہوش نہیں آتا۔ ابھی ایک اخبار میں دیکھا
ہی کہ حیدرآباد میں ایک باغ عامہ ہے۔ وہاں ایک رئیس زادی زیب و زینت کیساتھ ٹہل رہی تھی
اُسے بدمعاشوں نے چھیڑنا شروع کیا۔ وہ عورتوں کے غول کیطرف بھاگی وہاں بھی پناہ نہ ملی
تو پولیس نے بچایا۔ اور لیجیے ایک جنٹلمین جنھوں نے نیا نیا پردہ توڑا تھا وہ اپنی بیگم کو بغرض
تفریح منصوری پہاڑ پر لیگئے اور تفریح کیلئے اُس سڑک پر گئے جہاں بڑے بڑے افسر انگریزوں
کے بنگلے تھے۔ وہاں ایک کوٹھی کے سامنے گذرے جو کسی بڑے افسر کی تھی تین گورے پہرہ
پر تھے ان کو دیکھ کر اُنھوں نے کچھ آپس میں گفتگو کی اور ایک اُن میں سے چلا اور اُن کی بیگم
اُن کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر ایک طرف لیگیا۔ اور اُسے خراب کرکے لے آیا۔ پھر دوسرے
اور تیسرے نے بھی یہی عمل کیا اور یہ اپنا سا منہ لیکے چلے آئے (جامع کہتا ہی کہ یہ شخص علاوہ
بددین ہونے کے حد درجہ بے غیرت بھی تھا جو ایسی بے غیرتی بر اُف نہ کی دینداری ہو تو

Marfat.com

ان تینوں کو فنا فی اللہ کر کے خود جام شہادت پیتا) ہمارے حضرت نے مجمع کی طرف مخاطب ہوکے فرمایا۔ بس جی لوگوں کو شرم و غیرت نہیں رہی۔ یہ تو شریعت کی رحمت ہی کہ اس کا بھی حکم دیدیا۔ باقی غیرت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کو برداشت ہی نہیں کرسکتا۔ وہ تو ایک قسم کی مجوبہ ہوتی ہی۔ عاشق کب چاہتا ہے کہ میرے محبوب پر کوئی دوسرا نظر ڈالے۔ شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

غیرت از چشم برم روی تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم
گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد — تا نہ بینم رخ تو روح رمیدن ندہم

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت پردہ میں بھی تو ایسے قصے ہوجاتے ہیں۔ پھر پردہ سے کیا فائدہ ہوا۔ فرمایا سبحان اللہ جب اول تعلق ہوا ہے تو بے پردگی ہی سے ہوا ہے، وہ عورت اول اس سے بے پردہ ہی تو ہوئی تھی جبھی تو تعلق ہوا۔ کہ پردہ میں کوئی خرابی نہیں ہوسکتی۔ جہاں خرابی ہوتی ہے بے پردگی سے ہوتی ہے۔ جہاں خرابی ہوتی ہے وہاں پردہ ہی نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہوتا ہے تو محض نام کا ہوتا ہے۔ پردہ کے متعلق اکبر الہ آبادی نے خوب خوب لکھا ہے ؎

کل بے حجاب چند نظر آئیں بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپکا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس وقت پردہ اٹھانے کی تحریک کا ثمرہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ عورتیں بےشرم وحیا ہوکر علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہوں اور خاوندوں کے تصرف سے نکل کر ان کے عیش کو منغص کریں (تبسم کے ساتھ فرمایا) کہ ایک ظریف شخص سے پوچھا گیا۔ کہ آپ پردہ توڑنے کی تحریک میں کیوں نہیں شریک ہوتے فرمایا بھائی اگر ہماری جوانی ہوتی تو ہم بھی شریک ہوجاتے اب یہ خیال ہے کہ تم تو بے پردگی سے مزے اڑاؤ اور ہم دیکھ دیکھکر حسرت کریں۔

(۱۸) فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانویں عیب ہوں اور ایک بھلائی ہو میری نظر اس بھلائی پر جاتی ہے اور ان ننانویں عیبوں پر نہیں جاتی۔ اور جس نے مجھ کو تربیت کیواسطے مجھے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانویں بھلائی ہوں اور ایک

Marfat.com

عیب ہو تو میری نظر اُس عیب پر جاتی ہی۔ اُن خوبیوں بھلائی پر نہیں جاتی (جامع کہتا ہے سبحان اللہ اس سے حضرت والا کا عامۃ الناس کے ساتھ حسن ظن اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن تربیت ظاہر ہے۔ واقعی حضرت رحمت محضہ ہیں جیسے کوئی شفیق طبیب اپنے مریض کے اندر تھوڑی سی کسر بھی گوارا نہیں کرتا۔ ایسے ہی ہمارے حضرت بھی اپنے خادموں میں کسی کوتاہی کو گوارا نہیں فرماتے اور یہی وجہ ہے جو بعض ناواقف لوگ حضرت کو سخت مزاج سخت گیر کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذوق صحیح نہیں یا حضرت والا کی کبھی صحبت میسر نہیں ہوئی۔ ورنہ ہمارے حضرت میں تو سختی کا پتہ بھی نہیں۔ سراسر رحمت ہی رحمت ہیں ؎

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است
زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

احقر کو بارہا کم و زیادہ مدت حاضری کا اتفاق ہوا مگر آجتک کوئی بھی سختی سوائے ترحم کے نظر ہی نہ آئی اب اگر کوئی بے تمیزی کرے اور اس پر اُسے نہ روکا جائے تو یہ تو بے حسی ہے جو نقص ہے۔ اس سے تو حضرت کی اعلیٰ درجہ کی حس اور فہم و ادراک کا پتہ چلتا ہے ہمیں تو یہی روک ٹوک مرغوب ہے ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ خادماں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور جن کو یہ پسند نہیں وہ اس پر عمل کریں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جن کو ہو جان و دل عزیز اُنکی گلی میں جائیں کیوں

سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فیصلہ کیا ہے ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

ایک مرتبہ احقر حاضر خدمت تھا کہ حضرت کو ایک کارڈ کی ضرورت ہوئی مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ ڈاک خانہ سے میں لا دوں حضرت والا نے فرمایا نہیں بھائی سخت گرمی ہے (گرمی کا زمانہ تھا) تکلیف ہوگی۔ لوگ تو مجھے سنگدل کہتے ہیں۔ مگر مجھ سے کسی کی تکلیف بھی نہیں دیکھی جاتی تحدث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر کسی مجمع میں آدمی (جامع کہتا ہی لاکھ) جمع کئے جائیں اور اُس ہی میں میں بھی موجود ہوں۔ تو انشاء اللہ

Marfat.com

زیادہ نرم و معتدل کوئی بھی نہ نکلے گا۔ جامع)

(۱۹) فرمایا کہ آجکل لوگوں کے اندر اتباع کا مادہ بالکل نہیں رہا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے اُسی حال میں آپ نے ایک عورت جذامی کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے منع فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ اس سے بہتر تمہارا گھر بیٹھ جانا ہی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہ پھر آئی تو لوگوں نے کہا کہ خوش ہو جنھوں نے تجھے طواف سے روکا تھا اُن کا انتقال ہو گیا اُس عورت نے کہا کہ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ وہ زندہ ہیں۔ اس لئے آگئی تھی کہ اُن سے معذرت کرونگی۔ لیکن جب وہ زندہ نہیں تو وہ ایسے شخص نہ تھے کہ اُنکے سامنے تو اُن کے حکم کو مانا جاوے اور اُن کے بعد نافرمانی کی جاوے۔ وہ تو ایسے تھے کہ جیسا اُن کا حکم زندگی میں ماننا چاہیے ایسا ہی بعد وفات بھی۔ یہ کہکر وہ عورت چلی گئی اور پھر کبھی نہ آئی۔ ایسے ہی حضرت کعب رضی اللہ عنہ ابن مالک کا قصہ ہے کہ جب اُن سے مقاطعہ کیا گیا تو اُن کو یہ فکر تھی کہ اگر میں معافی سے پہلے مر گیا تو حضورؐ اور صحابہ کوئی شریک نہوں گے اور اگر خدا نہ کرے آپ کا وصال ہو گیا۔ تو مدۃ العمر صحابہ مکالمت نہ کریں گے۔ حضرت کعبؓ ابن مالک کو یہ پختہ خیال تھا۔ کہ صحابہؓ بعد وفات بھی حضور کے حکم کا ایسا ہی اتباع کریں گے جیسا حیات میں ہے (اب یہ مذاق کہاں یہ تو لوگوں کے اندر سے مفقود ہی ہو گیا۔ چونکہ کعبؓ ابن مالک سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی اور وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر چکے تھے۔ اور جب کوئی اُن کو راضی کر لیتا ہے تو وہ سب کو راضی کر دیتے ہیں ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ		کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ	(جامع)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہم نے کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کا قصور معاف کر دیا آپ بھی معاف فرما دیجئے (سبحان اللہ ؎

اُسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر		تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا	(جامع)

(۲۰) فرمایا کہ بکثرت بعض کتوں کی نسبت یہ واقعہ سُنا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن ایسا ہوتا ہے جس میں وہ کتا نہیں کھاتا تھا۔ اس کے بہت سے واقعات ہیں۔ روزہ خوروں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

(۲۱) فرمایا حیوۃ المسلمین لکھنے میں مجھ پر بڑا تعب ہوا ہے مضامین کے انتخاب میں بھی اور انکی تسہیل میں بھی مجھے اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں ہے۔ مگر الحمد للہ اس عمل کی قدر ہے۔ اور اسی کی اُمید ہے اور یہ اس قابل ہے کہ داخل درس کیجاوے۔ عربی طلباء کو اگر عار ہو تو اس کو عربی میں کر لیں۔

(۲۲) فرمایا کہ بزرگوں کے قرب سے جبکہ اصلاح کا اہتمام نہ کیا جاوے بعض وقت اخلاق کا فساد بڑھ جاتا ہے اصلاح نہیں ہوتی۔ ایک مولوی صاحب جو ایک بزرگ کے یہاں بڑے مقرب گویا کہ اُن کے میر منشی تھے اُنھوں نے مجھے ایک شخص کی سفارش لکھی کہ یہ بڑے شخص ہیں ان کی اس قدر تجارت ہے۔ تو ان کی طرف توجہ ہو جانا چاہیے میں نے اس پر اُن کو سخت تنبیہ کی کہ مجھ پر اُنکی تجارت و وجاہت کا اثر ڈالتے ہو۔ اور لالچ دیتے ہو۔ اس تنبیہ پر بھی اُنھوں نے کوئی معذرت نہ کی میں سمجھا کہ شاید یہاں آکر کچھ کہیں سنیں۔ مگر جب یہاں آئے تب بھی اُنھوں نے اُس پہلے لکھے ہوئے کی کوئی معذرت نہ کی جب چلنے لگے تو میں نے کہا کہ آپ نے یوں یوں لکھا تھا کہا جی ہاں غلطی ہو گئی تھی معافی چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ اب بھی میرے یاد دلانے سے اور کہنے سے عذر کیا۔ کہا کہ یہ خیال تھا کہ چلتے وقت عرض کروں گا میں نے کہا کہ چلنے تو لگے تھے میں نے ہی تو روک کر کہا۔ فرمایا بس جی بعض لوگ تو اس وجہ سے ملتے ہیں کہ ہمنے اپنے بزرگوں کو اُن سے ملتے ہوئے دیکھا ہے اور عقیدت خاک نہیں۔

(۲۳) فرمایا کہ آجکل لوگوں کے عقائد میں اس قدر غلو ہو گیا ہے کہ باوجود کسی معتقد فیہ کے اپنے کسی کمال کے نفی کرنیکے بھی تواضع پر محمول کرتے ہیں۔ ایک شخص الہ آباد سے آئے تھے اُن کی بیوی مر گئی تھی اُنھیں یہ خبط ہوا کہ وہ (یعنی میں) زندہ کر دیگا۔ اس لئے وہ یہاں بیوی کو زندہ کرانے کو آئے تھے۔ چنانچہ یہ درخواست کی کہ میری بیوی زندہ کر دو۔ اسپر میں نے کہا کہ بھائی توبہ کرو توبہ یہ کام تو خدا کا ہے (اور معجزہ کے طور پر حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بھی صادر ہوا تھا) بعد میں لوگوں سے کہا کہ کوئی مصلحت ہوگی جو ایسا کہدیا نہیں تو ادنیٰ اشارہ سے کر سکتے ہیں۔ بھلا اس حماقت کا کیا علاج۔

(۲۴) فرمایا کہ پہلے لوگ چاہے وہ دیندار ہوں یا دنیا دار قانع بہت ہوتے تھے نہ

Marfat.com

ہشاش بشاش رہتے تھے اور بے فکری سے گذر کرتے تھے آجکل کے لوگوں کے قلوب ہوسوں سے پُر ہیں اور ان کا پورا ہونا اختیار میں نہیں اس لئے پریشان رہتے ہیں کوئی وقت چین سے نہیں گذرتا پہلے لوگوں کو صرف ورد ٹی کی ضرورت تھی اور آجکل کے لوگ چاہتے ہیں کہ رہنے کو ایک اعلیٰ درجہ کا محل ہو سواری کو ایک موٹر ہو حشم و خدم ہوں۔ تمام عمر اس کے جمع کرنے کی فکر میں گذر جاتی ہے۔ بس اسکے مصداق ہوتے ہیں ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم	نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

نہ معلوم ان لوگوں نے اتنی فکریں اپنے ذمے کیوں کر رکھی ہیں۔ صرف چار گز کپڑا اور دو روٹی کے سوا ان کی قسمت میں کیا ہے اور پریشانی کھاتے ہیں۔

(۲۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میں بریلی میں آیا۔ اور رمضان شریف کا اخیر عشرہ تھا۔ بھائی اکبر علی نے قرآن شریف سُننے کی خواہش ظاہر کی میں نے کہا ہو تو سکتا ہے دس روز باقی تھے پھر میں نے شروع کر دیا۔ ختم کے روز بھائی نے مٹھائی تقسیم کرنے کا اہتمام کیا مجھے یہ معلوم کر ناپسند ہوا۔ مگر زبان سے منع نہیں کیا۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا بدعت ہو رہی ہے تم منع نہیں کرتے میں نے کہا بس کیا کروں میرا مذاق ان لوگوں کو معلوم ہے جب یہ نہیں مانتے تو یہ جانیں۔ مولوی صاحب کو میرا یہ عذر سنکر بُرا معلوم ہوا کہ اُنھوں نے زبان سے کیوں منع نہیں کیا۔ میں نے اپنے دلمیں کہا کہ جبتک یہ شیرینی بانٹنے والے اپنی آنکھ سے اس کے مفاسد نہ دیکھ لیں گے اُس وقت تک منع کرنے سے بھی پکی توبہ نہ کرینگے۔ اور اس حالت میں گو میرے لحاظ سے مان لیں گے مگر دل سے نہ مانیں گے۔ چنانچہ جتنے مفاسد میں نے لکھے ہیں وہ سب اُنھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لئے اور آکر کہا کہ توبہ ہی بڑا واہیات کام ہے۔ میں تو آیندہ اس کے پاس بھی نہ جاؤں گا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ بتانا ہے کہ نصیحت کیلئے کس وقت کونسا طرز اختیار کرنا چاہیئے اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے میرے ایک دوست نے ندوہ میں مدرسی کی اجازت چاہی میں نے اجازت دیدی اس پر لوگوں نے اعتراض کیا مگر میں یہ سمجھتا تھا کہ چند روز میں یہ وہاں کے مفاسد دیکھ کر خود چھوڑ دینگے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ رہے اور بصیرت

کی ساتھ نفرت ہوئی۔

(۲۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم ریل میں ایک جگہ سفر کر رہے تھے۔ ہمارے پاس ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب بھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو ہمنے نماز پڑھی خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہ تمہارے معتقد ہیں۔ تم انکو نماز کی نصیحت کر دیں میں نے کہا کہ نماز کی حقیقت سے تو یہ واقف ہی ہیں کہ پڑھنے نہ پڑھنے پر یہ عذاب و ثواب ہوگا۔ یہاں تبلیغ فرض تو ہے نہیں مستحب ہے میں ایک مصلحت دینیہ کو اس مستحب پر ترجیح دیتا ہوں مگر اس کہنے سے اُن کا جی نہیں بھرا خیر جب ہم نماز پڑھ چکے اور اُن کے پاس آکر بیٹھے میں نے پھر اُسی طرح جس طرح کہ پہلے اُن سے انشراح کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا باتیں کرنا شروع کر دیں وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ جس وقت حضرت والا نے آکر مجھ سے باتیں کرنا شروع کی ہیں تو میں ذبح ہی تو ہو گیا میں تو یہ سمجھا تھا کہ نماز پڑھنے کے بعد مجھ سے بات بھی نہ کرینگے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا پھر وہ پکے نمازی ہو گئے پھر اُن کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی اس کو اہلِ طریق سمجھتے ہیں کہ اس وقت نصیحت کا کیا طرز اختیار کرنا چاہیئے اُن کے ذوق صحیح ہوتے ہیں علماء ظاہر اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے ؎

گرچہ تفسیر زباں روشن گرست	لیک عشق بے زباں روشن ترست

ایسے ہی ام عطیہ کا جو واقعہ ہے کہ انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رونیکی اجازت دی پھر تائب ہو گئیں اور ایسے ہی بنی ثقیف کا واقعہ ہے کہ اُنہوں نے بیعت کیوقت زکوٰۃ وجہاد کے التزام سے عذر کیا تھا اور آپ نے قبول فرمایا۔ پھر سب ہی کچھ کرتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جذبات کے روکنے سے طبیعت منقبض ہو جاتی ہے اور اجازت سے کشادہ ہو جاتی ہے اُس کو حکیم ہی سمجھتا ہے۔

(۲۷) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ علوم و معارف تو تھانہ بھون کے اچھے ہیں اور خدمت خلق مولوی .... صاحب کی اچھی ہے رجا مع کہتا ہے کہ قائل کا ذوق صحیح نہیں ہے۔ اُس نے چشم بصیرت سے نہیں دیکھا ورنہ بالا اضطرار یہ کہتا ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری اور یہ کہتا ؎

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا	نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

اور قائل یہ تمنا کرتا ہے کہ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے ۔ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس وقت حضرت سے زیادہ کس میں خدمتِ خلق ہو سکتی ہے کہ اپنی تمام عمر تصانیف و نصائح میں صرف کردی اور کر رہے ہیں ابقاھم اللہ تعالیٰ بحسناتھم و برکاتھم اور ہزارہا کتب مستقل و مواعظ کے سلسلہ میں شائع ہو چکی اور لاکھوں بندگانِ خدا صحیح راستہ پر ہو گئے اور ہزارہا تشنگانِ بادۂ محبت سیراب ہو کر واصل الی اللہ ہو گئے۔ غالباً اُن کی نظر میں صرف یہی ایک کسر رہ گئی کہ حضرت والا نے خلافت کے نیچوں پر اسپیچ نہیں دی نہ جھنڈا لیکر کھڑے ہوئے اگر خدمتِ خلق کے یہی معنی ہیں تو یہ کہا جاویگا ؎

ھنیئاً لاربابِ النعیم نعیمھم ۔ وللعاشق المسکین ما یتجرع

وہاں تو یہ مذاق ہے ؎

دل آرامے کہ داری دل در و بند ۔ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند (رباعی)

(۲۸) فرمایا کہ مواقع مشتبہ میں حق و باطل کا ایک معیار عجیب اور صحیح بتلاتا ہوں اگر کوئی عالم بھی نہ ہو تو اس معیار سے جانچ لے فرمایا جو چیزیں نئی ایجاد ہوں تو اُس میں یہ دیکھو کہ اس کے موجد کون ہیں عوام ہیں یا علماء صلحاء، تو جس چیز کے علماء صلحاء موجد ہوں جیسے مدرسہ خانقاہ۔ دارالافتاء وغیرہ وغیرہ کہ ان کا بنانا علماء کے دل میں آیا یہ دین ہے اور جس کے موجد عوام ہوں جیسے عرس فاتحہ تیجہ دسواں وغیرہ وغیرہ کہ ان کا اجراء عوام کے ذریعہ ہوا یہ غیر دین ہے۔ یہ ایسا معیار ہے کہ ہر نئے معاملہ کے حکم کو اس پر جانچ سکتے ہیں۔

(۲۹) عید میلاد النبی کے متعلق تذکرہ تھا تو فرمایا میں نے فلاں مدرسہ والوں کو کہہ دیا ہے کہ اگر آپ لوگ عید میلاد النبی میں شریک ہونگے تو میں مدرسہ کے تعلق سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ اس پر مہتمم صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں کسی کا خیال نہیں مگر شہر میں چرچا ہے اور فلاں اخبار بھی لکھ رہا ہے میں نے اُن کو لکھا ہے کہ تم کچھ مت کہو وہ جو چاہیں کریں (مجلس کمیٹی مطلب ہے کر) فرمایا کہ موٹی بات ہے کہ اگر اس وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تب بھی ہم لوگوں کو ایسی مجالس میں جانے کی ہمت ہوتی ظاہر ہے کہ ہرگز نہ ہوتی

جب یہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ اس کو تو جانتے ہیں کہ یہ ہماری بزرگوں کا طریقہ نہیں اور ہم اُنکے مسلک سے جدا ہیں رہے مصالح تو میں اُن کی بابت یوں کہا کرتا ہوں کہ جبتک ان کو خوب نہ پیا جاوے اُس وقت تک مزہ نہیں دیتے ظاہر ہے کہ اگر کوئی ترکاری میں مصالح بلا پیسے ڈالے تو خاک بھی مزہ نہ آئیگا۔

(۳۰) فرمایا کہ دعا کا ادب یہ ہے کہ بندہ خود اپنی زبان سے اظہار حاجات کرے اگرچہ خدائے تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اگر بندہ اپنی زبان سے اظہار نہ کرے تو بندہ کا عجز و نیاز کیسے ظاہر ہو۔ حالانکہ دعا میں زیادہ تر یہی مقصود ہے مولنا رومیؒ نے اپنی مثنوی میں اس کا خوب اظہار کیا ہے ؎

اے ہمیشہ حاجت ما را پناہ	بار دیگر ما غلط کردیم راہ
لیک گفتی گرچہ میدانت سرت	زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
اے کہ بخشندت ملک جہاں	من چہ گویم چوں تو میدانی نہاں
حال ما وایں خلائق سربسر	پیش لطف عام تو باشد بدر

(۳۱) فرمایا کہ اگر کسی عورت کو نسبت باطنی حاصل ہو جاتی ہے تو نہایت لطیف اور عجیب ہوتی ہے۔ ایک بزرگ بی بی کا واقعہ ہے کہ لوگ بارش کی دعا کو اُن کے پاس حاضر ہوئے تو اُنھوں نے اُٹھکر اپنے چبوترہ کو جس پر وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اپنے سر کے بال کھول کر جھاڑو دینا شروع کی جب جھاڑو دے چکی تو آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر یوں عرض کیا کہ جھاڑو تو میں نے دیدی چھڑکاؤ آپ کر دیجئے۔ بس یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونا شروع ہو گئی عجز و نیاز عجیب چیز ہے۔

(۳۲) فرمایا کہ سندیلہ کا واقعہ ہے کہ وہاں لوگوں نے استسقاء کی نماز پڑھی لیکن بارش نہ ہوئی ایک روز وہاں کی بازاری عورتیں وہاں کے رئیس چودھری کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ لوگوں کی دعائیں تو اثر ہے اور قابل قبول ہی۔ پھر جو بارش نہیں ہوئی تو اس کا سبب ہمارا منحوس فرقہ ہے جس کے گناہوں کی وجہ سے بارش نہ ہوئی ہم چاہتے ہیں کہ جنگل میں جا کر ہم بھی اپنے مولا کے سامنے عجز و زاری کریں اور توبہ کریں۔ آپ کے پاس

Marfat.com

یوں آئے ہیں کہ آپ اس کا انتظام کر دیجیے کہ کوئی مرد ہمارے مجمع کی طرف جا کر ہمیں بری نظر سے نہ دیکھے چودھری نے اُن کی حسب خواہش اس کا انتظام کر دیا کہ کوئی شخص اُن کے مجمع کی طرف نہ جائے۔ بس سب جمع ہو کر جنگل میں پہنچیں اور نماز جیسی اُلٹی سیدھی آتی تھی پڑھی اور پھر اُنہوں نے رونا شروع کیا۔ اس قدر روئیں کہ جس کی حد نہیں۔ بس یہ حال ہوا کہ آنے نہ پائی تھیں کہ بارش موسلا دھار ہونا شروع ہو گئی۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اب کیا منہ لیکے ناز کرے۔ صاحبو وہاں نیاز بہت پسند ہے

خویش را رنجور سازد زار زار	تا ترا بیروں کنند از اشتہار

(۳۳) فرمایا کہ اکثر عورتوں میں تکبر نہیں ہوتا ہے میں نے اپنے گھر میں دیکھا کہ ماما کو اپنے سرہانے بٹھا رکھا ہے اس پر میں نے ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے۔ اس سے اُنکے اخلاق خراب ہوں گے۔ مگر اُن کو کچھ بھی اس کا خیال نہ ہوا۔

(۳۴) فرمایا کہ عورتوں کی خدمت کا میرے اوپر خاص اثر ہوتا ہے۔ لونڈیوں کی طرح خدمت کرتی ہیں۔ ہر وقت کام کرتی پھرتی ہیں۔ اگر یہ اپنی شان جاننے کے بعد خدمت کرتی تو بڑی دور پہنچتی۔ اُن کی خدمت پر میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو اپنا محتاج الیہ ہونا معلوم نہیں۔ ورنہ مردوں کو حقیقت نظر آ جاتی۔ حدیث میں جو آیا ہے حبب الی ثلث النساء والطیب الخ ان کے حرکات و سکنات و ملکات قابل توجہ ہیں۔ حضورؐ سے زیادہ صحیح ادراک کس کا ہوگا سو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پسند کیا ہے جس کی وجہ شہوت نہیں اگر شہوت ہوتی تو جوانی میں ہو سکتی ہے سو اُس وقت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک کافی وقت ایک بوڑھی بی بی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گذرا البتہ ہمارا ادراک بوڑھاپے میں بھی شہوت سے نا... چنانچہ جوانی میں تو اس کا پتہ نہیں چلا مگر اب بوڑھاپے میں سمجھ میں آتا ہے... کہا کرتا ہوں کہ بوڑھے بہ نسبت جوانوں کے زیادہ اندیشہ کے قابل ہیں کیونکہ اُن کو محاسن ... کا صحیح ادراک ہوتا ہے اور ادراکات جاذب تعلق ہوتے ہیں اس لئے اُنکے تعلقات ... ہوتے ہیں بخلاف جوانوں کے کہ اُن کو ابر نری کے بعد ایسا تعلق نہیں رہتا اس لئے ... بہ نسبت جوانوں کے زیادہ خطرناک ہوتے ان سے پردہ بہت ضروری ہے۔

Marfat.com

سہارنپور میں میں نے اس مضمون کو بہت تفصیل کیساتھ بیان کیا تھا۔ ایک بڑے میاں بہت رو رہے تھے۔

(۳۵) فرمایا کہ دنیا کے لباس میں دنیا حاصل کرنا اتنا مضر نہیں جتنا کہ دین کے پردہ میں دنیا حاصل کرنا مضر ہے۔

(۳۶) فرمایا کہ ایک مولوی لاہوری کے مسلک تفسیر کے رد میں میں نے ایک مضمون لکھا تھا اُس کو ایک مدرسہ والے مولوی خود چھاپنے کیلئے مجھسے لیگئے۔ تھے وہاں جاکر اُنہوں نے اُن مفسر کے ایک خط سے متاثر ہوکر لکھا کہ اس کو چھاپا نہ جائے بلکہ اُن کو بلاکر سمجھا دیا جائے میں نے کہا کہ بھائی میرا مضمون مجھے دیدو میں خود چھپوالوں گا۔ کیونکہ اہل مدارس کی نظر مصالح پر ہوتی ہے اور میں اس کو سالن کے مزہ دار کرنے کیلئے خوب پیستا ہوں۔ اس کے بعد اُن مفسر مولوی صاحب نے لکھا کہ تم نے میرا رد لکھا ہے۔ اگر میں نے بھی رد لکھا تو کیا عزت رہ جائیگی۔ میں نے کہا کہ کسی خاص کا نام لیکر تو لکھا نہیں جس کا ایسا خیال ہو وہی اُس کا مخاطب ہے اگر تم ایسے ہو تم ہی مخاطب ہو۔ میں نے حق سمجھ کر لکھا ہے آپ شوق سے رد لکھیں ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے۔ پھر وہ خاموش ہوگئے بلکہ اس کے بعد اُنہوں نے ایک کتاب لکھی تھی میرے پاس اصلاح کیلئے بھیجی (مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا) اتباع حق کا یہ اثر ہوتا ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو شخص سب کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ سب کو ناراض کر دیتا ہے ؎

عزیزیکه از درگهش سر بتافت | بهر در که شد هیچ عزت نیافت (بوستان)

اور جو ایک کو راضی کرنے کی فکر میں ہوتا ہے وہ سب کو اس کا مطیع کردیتے ہیں ؎

تو هم گردن از حکم داور مپیچ | که گردن نپیچد ز حکم تو هیچ (بوستان)

(۳۷) فرمایا کہ میرا ایک خاص مذاق ہے وہ یہ کہ اپنی فکر ضرور پڑے دوسروں کی فکر میں نہ پڑے (جامع) کہتا ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ اُنہوں نے اپنے مرید سے فرمایا تھا کہ بیٹا دوسروں کی جوتوں کی فکر میں اپنی گٹھری نہ کھو بیٹھنا۔

(۳۸) فرمایا کہ ایک ندوی مولوی صاحب نے ایک کتاب جس کا نام صحیح یاد نہیں

دیکھنے کو بھیجی تھی جو اُنہوں نے خود لکھی تھی۔ اُس میں ایک مقام مجھکو بہت پسند آیا لکھا تھا کہ اس کی کوشش کرنا کہ نقلیات کو معقولات پر منطبق کریں اور دلائل عقلیہ سے ثابت کریں۔ یہ سخت غلطی ہے کیونکہ مذہب ایمان اور انقیاد محض کا نام ہے اُس میں رضا و تسلیم کے سوا کچھ نہیں۔ اور معقولات میں دلائل عقلیہ اور نظریہ کی ضرورت ہے مگر اس میں اُنہوں نے دلیل عقلی کے غیر ضروری ہونے کی کوئی تفصیل نہ لکھی تھی جس سے ہر مذہب والا یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا مذہب حق ہے کیونکہ اب دلیل عقلی کی تو اب حاجت ہی نہیں رہی بس ندوہ اور دیوبند میں یہی تو ایک فرق ہے۔ اب یہاں اہلِ دیوبند کی ضرورت ہے وہ یہ کہیں گے کہ اس کے ساتھ یوں اور لکھا جاتا ہے کہ واقعی فروع میں تو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اُن میں دلائل عقلیہ نظریہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اُصول میں دلائل عقلیہ کی ضرورت ہے۔ خدا کا خدا اور رسول کا رسول ہونا تو ہم دلائل عقلیہ سے ثابت کر دیں گے لیکن فروع میں تفویض محض ہوگی وہاں یہ کہنا ہوگا ؎

جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یونہی سہی	آپ کی یوں ہی خوشی ہے حضرت یونہی سہی

(جامع) اور اہلِ مذاہب باطلہ اپنے اُصول پر دلیل عقلی صحیح قائم نہیں کر سکتے۔

(۳۹) فرمایا کہ اکبر نے مدارس میں خوب موازنہ کیا ہے ؎

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند	اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند
اب علیگڈھ کی بھی تم تشبیہ لو	ایک معزز پیٹ اُسکو مان لو

علیگڈھ والوں کے سامنے جو اکبر کا کلام پڑھا جاتا ہے تو ہنستے ہیں کیونکہ اُن کو ظرف سنتے ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ حیدر آباد میں انبہٹہ کے ایک پیر ہیں اُنہوں نے ایک مدار جوتہ بنا رکھا ہے جو رئیس اُن کے پاس آتا ہے بس چار پانچ اُس کے رسید کرتے ہیں۔ وہ لوگ خوش ہوتے ہیں (کیونکہ وہ پھلنے کا نہیں ہے) ایسے ہی اکبر کا کلام ان لوگوں کیلئے اُن پیر صاحب کے کا مدار جوتہ کے مشابہ ہے کہ کا مدار کلام ہے۔

(۴۰) فرمایا کہ ایک بزرگ ہیں جن کا نام عبد العزیز دباغ ہے بڑے صاحب کرامت و خوارق طویل و شہید گذرے ہیں مگر پڑھے لکھے بھی نہ تھے۔ اُن کے ملفوظات اُن کے بعض

Marfat.com

مریدوں نے جمع کئے ہیں - نہایت عجیب و غریب ہیں ابریز نام ہے ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذرا جھک کر چلتے تھے جیسے کوئی اوپر سے نیچے کو جاتا ہو - اور یہ بھی پوچھا گیا کہ معلوم نہیں کیسی رفتار ہوگی - ہم اُس کے مشاہدے سے محروم ہی رہے - اُنہوں نے فرمایا کہ کل تم فلاں جنگل میں آجانا - اگلا دن ہوا تو سب لوگ اُس جنگل میں جمع ہوئے - آپ نے ایک خاص انداز سے چل کر دکھلایا - بس ناظرین کا یہ حال تھا کہ سب کے حواس باختہ تھے کسی کے ہوش بجا نہ تھے ایک تحیر کا عالم تھا - کسی محبوب کی بھی رفتار ایسی نہ دیکھی ہوگی -

(۴۱) فرمایا کہ ایک مرتبہ متعدد علماء کا مجمع تھا - اور کبر و تواضع کے متعلق اس پر بحث تھی کہ ایک عالم اپنے کو جاہل سے کمتر کیونکر سمجھ لے - یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے - کیونکہ جب علم وفضل پڑھا ہے تو یہ کیسے سمجھے کہ میں پڑھا ہوا نہیں - ایک حافظ اپنے کو غیر حافظ کیسے سمجھ سکتا ہے (ہمارے حضرت نے نہایت جامع اور مختصر جواب فرمایا) کہ کسی کمال کے سبب اکمل سمجھنا تو جائز ہے - مگر افضل بمعنے مقبول سمجھنا جائز نہیں - پس یہ سمجھنا کہ میں عالم ہوں کوئی حرج نہیں - مگر اس پر اپنے کو مقبول عند اللہ سمجھنا یہ بڑا خطرناک ہے - بس یہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ باوجود اُس کے جاہل ہونیکے اُس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے اور ہم گو بڑے عالم ہوں مگر ہم میں کوئی ایسی بُرائی ہو جس سے ہم اُن کو پسند نہ آئیں پھر ہم کس کام کے -

(۴۲) فرمایا کہ صبر افضل ہے یا شکر اس میں علماء میں اختلاف ہوا ہے بعض شکر کو افضل کہتے ہیں اور بعض صبر کو اور ہر ایک کے پاس دلائل ہیں - میرے خیال میں اس میں تفصیل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بعض مواقع میں تو شکر افضل ہے اور بعض میں صبر جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں بوسہ کی اجازت چاہی تو آپ نے منع فرمادیا اور دوسرے نے اجازت چاہی تو اجازت دیدی بات یہ ہے کہ مخاطب کے اختلاف سے احکام میں اختلاف ہو جاتا ہے - ہر موقع کا حکم جدا ہے (کیونکہ پہلا اجازت مانگنے والا شخص جوان تھا جس کا صبر رہنا دشوار تھا - ممکن تھا کہ نوبت بجماع پہنچائے اس لئے اُسے منع فرمادیا)

لو دو گے کرے اس قسم کا اندیشہ نہ تھا اس لئے اُس کو اجازت دیدی جامع) اس اختلاف مذاق کا تربیت میں لحاظ کرنا بڑے محقق کا کام ہے۔ ہمارے مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص سے دوام نہو سکے اُس کا یہی دوام ہے کہ کبھی کرے کبھی نہ کرے یہ بھی ایک قسم کا دوام ہی ہے۔ اس پر ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ وہ دوام تھوڑا ہی ہے جسکی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فضیلت فرمائی (ہمارے حضرت نے فرمایا) کہ مولانا نے جن خاص مذاق والے لوگوں کے لئے فرمایا ہے اُن کا یہی علاج ہے۔ وہ لوگ وہ ہیں کہ دوام کی کوشش کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں اُن کو تسلی کی ضرورت ہوتی ہے جو معین ہوتی ہے دوام مطلوب میں۔ اس کو عارفین سمجھتے ہیں مصلحین کے جو ایسے خلاف ظاہر اقوال ہیں انہوں نے خاص خاص موقعوں پر جیسا مناسب ہوا ہے فرمایا ہے وہ تحقیقات نہیں ہیں معالجات ہیں۔ آپ لوگوں کی اسپر تو نظر ہے نہیں ویسے ہی اعتراض کر دیتے ہیں۔ ایک طبیب کا واقعہ یاد آیا کہ کسی مریض کو نسخہ لکھدیا۔ وہ اُس کاغذ ہی کو جوش دیکر گھول کر پی گیا اور اگلے دن پھر آیا اور کہا کہ حکیم صاحب اُس سے فائدہ ہوا ایک اور نسخہ لکھ دیجئے حکیم صاحب نے کہا کہ نسخہ دکھلاؤ تو کہا کہ وہ تو گھوٹ چھان کر پلا دیا۔ اس پر حکیم صاحب نے کچھ نہ کہا تاکہ اُس کا اعتقاد خراب نہو یہ رعایت ہی مذاق کی) اور دوسرا نسخہ لکھدیا اور کہا کہ اگر کچھ کمی رہجائے تو اور رکھوا لینا۔ اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اُن سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ نفیسی سدیدی میں کہاں لکھا ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض مواقع پر غیر دوا کو دوا بنانا بھی معالجہ ہے اب جیسے یہاں غیر دوا کو دوا بنانا اُس کا معالجہ تھا۔ ایسے ہی غیر دوام کو دوام بنانا خاص اُس شخص کا معالجہ ہے۔

(۴۳) فرمایا کہ جب مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی یہاں آئے تھے تو ایک صاحب نے اُن سے کہا کہ درسیات چھوڑ کر کہاں وقت ضائع کرنے جاتے ہو۔ میں نے سن کر اُن سے پوچھا کہ بھائی سچ کہنا کہ یہاں آکر تمہارے علوم درسیہ میں بھی کچھ اضافہ ہوا یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت کچھ ہوا۔ میں نے کہا کہ بس اُس معترض کا یہی جواب ہے۔

(۴۴) فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عارف کو اگر دہان

Marfat.com

بھی ہوتا ہے وہ بھی عرفان ہی ہوتا ہے۔ مولوی محمد اسحاق صاحب ایک میرے دوست ہیں .... اُن کو ایک مرتبہ بہت زور کا بخار چڑھا اُس میں ایک مسئلہ بیان کیا کہ حدیث میں آتا ہے المؤمن لا ینجس (اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ جنابت کی حالت میں آپ سے ہٹنے لگے تو آپ نے فرمایا المومن لا ینجس) اور قواعد فقہیہ سے ہے المیت ینجس (چنانچہ قبل غسل میت کے پاس تلاوت قرآن شریف کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے اور بعد غسل جائز ہے کیونکہ میت ایسا نجس نہیں کہ بعد غسل بھی ناجائز ہی رہے) تو ثابت ہوا المؤمن لا یموت بس مقولہ مشہورہ روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا الا ان اولیاء اللہ لا یموتون اور گو اس میں کچھ کھلی خدشہ ہی ہے مگر ایسی حالت میں ایسا استدلال عجیب ہے۔

(۴۵) فرمایا کہ ایک صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑی مسجد میں دیکھا کہ دو محدث حدیث پڑھا رہے تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہر ایک نے اپنے مجمع کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھی راوی نے ایک محدث سے پوچھا کہ آپ نے ایک ہی جگہ نماز کیوں نہیں پڑھی۔ تو بس خفا ہو گئے اور کہنے لگے انت وہابی۔ ایک بڑے عالم جو مکہ کے رہنے والے اور حرم کے مدرس تھے اُن کا قصہ ہمارے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے جب میں نے اُن سے سوال کیا تو کہا انت وہابی حضرت نے فرمایا کہ بعض جگہ وہابیت ایسی سستی ہے کہ جو رسمیں مروج ہو گئی ہیں اگر اُن کو منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں انت وہابی۔

(۴۶) فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو ظلم کرتا ہوا دیکھے اور پھر وہ اُس کے بڑے (جو اس کا تدارک کر سکتا ہے) نہ کہے تو ظلم کا معاون شمار کیا جائیگا۔

(۴۷) فرمایا کہ جور کے معنے بے راہی کے ہیں جو راہ متوسط سے کچھ ہٹ جانے تو وہ جائز ہے۔ جور کے معنی ظلم کے نہیں مثلاً ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو کچھ اور دوسروں کو نہیں دیا تو آپ نے اُس وقت فرمایا انی لا اشہد علی جور حالانکہ یہ ظلم نہیں تھا۔ عدل کے معنی راہ متوسط پر رہنا اور ظلم کے معنی راہ متوسط سے قدم کا ہٹنا

Marfat.com

(۴۸) فرمایا کہ ایک شخص نے سوا پندرہ روپے بھیجے ہیں اور خط میں لکھا ہے کہ بلہ تو مدرسہ کو اور سوا تین آپ کو اور اگر آپ نہ لیں تو یہ بھی مدرسہ میں داخل کردیں۔ میں نے جو بلا تشقیق تھے یعنی بارہ روپے مدرسہ میں داخل کردیے اور جن میں تشقیق تھی وہ واپس کردیے۔ اور لکھا کہ مدرسہ ایسی چیز نہیں ہے کہ جو چیز ایک جگہ سے مردود ہو وہ مدرسہ میں کھپا دی جاوے۔ اب اُنکی آنکھیں کھلی ہونگی (ہمارے حضرت نے مجمع کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اکثر مالداروں میں تہذیب حقیقی نہیں ہوتی محض عرفی ہوتی ہے۔ کیا کہا جاوے دین کا کام کرنے والوں کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں۔ بھلا کلکٹر کو بھی کوئی ایسا لکھ سکتے تھے۔ بس فرق یہ ہے کہ حکام کی تو عظمت ہے اور علماء کی عظمت نہیں اس کے سوا اور کوئی فرق بیان ہی نہیں کرسکتا۔ یہ ہے لوگ حکام کے سامنے تہذیب سے پیش آتے ہیں اور یہاں بدتہذیبی سے ورنہ یہ لوگ کم سمجھ نہیں۔ باقی اس کا سبب ایک اور بھی ہے کہ ہم نے ہی مالداروں کے ساتھ رعایت کا معاملہ کرکے بگاڑا ہے۔ وہ یوں سمجھ گئے کہ جس طرح ان لوگوں کو دیں گے لے لیں گے۔ اہلِ حاجت ہیں اور اگر کسی کے مزاج میں غیرت اور احساس ہو تو اُس کا نام نازک مزاج رکھا جاتا ہے ایسے ہی ایک شخص ایک گاؤں سے دو تھیلی لایا میں نے قبول کرلی اور گھر کو بھیجنے لگا۔ جب کچھ دور لیکر آدمی نکل گیا۔ تو اُس نے کہا کہ ایک مدرسہ کیلئے لایا ہوں اور ایک آپ کیلئے۔ مجھے اس پر بڑی غیرت معلوم ہوئی اور اُس آدمی کو بلا کر دونوں تھیلی اُس کے سپرد کردیں اور کہا کہ تبرکاً سبیلہ کرآؤ۔ رہا مدرسہ میں نہ لینا چونکہ اُس نے طریقہ ذلت کا اختیار کیا تھا۔ اس لئے نہیں لی۔

(۴۹) ایک صاحب مجلس میں دونوں گھٹنے کھڑے کرکے پنجے آگے بڑھا کر بیٹھے تھے اُن پر تنبیہ فرمائی اور مجمع کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ایک مرتبہ دو لڑکے چارپائی پر لیٹے تھے۔ میں اُن کے پاؤں کی طرف فرش پر بیٹھ کر کام کرنے لگا۔ وہ مجھے دیکھ کر اُٹھنے لگے تو میں نے کہا کہ لیٹے رہو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو ادب کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ جب ادب کا وقت ہوگا۔ ہم خود بتلادیں گے اُس وقت بے ادبی کروگے تو مرمت ہوگی۔ بیچارے وہ بڑے ہوگئے تو بڑے مہذب تھے۔

Marfat.com

(۵۰) فرمایا کہ ہمارے بزرگ خلوت عرفیہ میں رہنے کو پسند نہیں کرتے تھے مولانا
گنگوہیؒ سے میں نے ایک مرتبہ اپنے بارہ میں پوچھا کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ سب سے
علیحدہ ہوکر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں تو فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے ایسا کیا نہیں اس سے
شہرت ہوتی ہے۔ مولانا گنگوہیؒ تھوڑی سی دیر کیلئے حجرہ میں تنہا بیٹھتے تھے۔ مولانا خلیل
صاحبؒ اور مولانا دیوبندیؒ نے بھی کبھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کی۔ ہاں مولانا رائپوری
نے معتد بہ وقت خلوت کا نکال رکھا تھا (ہمارے حضرت نے مجمع کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا
میں تو سب کے سامنے بیٹھتا ہوں تاکہ لوگوں کے عقیدے خراب نہوں بعضوں کا عقیدہ
ہے کہ حضرت خلوت میں عرش وکرسی کی سیر کر رہے ہوں گے ہاتھ پاؤں بھی الگ الگ ہوتے
اسپر ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کو تو بعضے اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ رات میں سوتے
ہوئے ہاتھ پاؤں الگ ہوجاتے ہیں) فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ اس جہالت کا بھی
کوئی علاج ہے اسی وجہ سے تو میں نے اپنی وصایا میں اپنی سوانح عمری لکھنے کو منع کر دیا ہے
کہ لوگ زندگی میں تو یہ بہتان لگاتے ہیں بعد میں تو کیا کچھ نہ کریں گے) اور ظاہر بیٹھنے میں مصلحتیں
بھی ہیں کہ کسی کو ملنے کی فوری ضرورت ہو تو وہ کیسے پوری ہو کیونکہ حضرت تو حجرہ میں بیٹھے
ہیں اور یہیں تو ڈاک بھی مجمع میں لکھتا ہوں کیونکہ اس میں اجزاء متفرقہ ہوتے ہیں مسلسل مضمون
نہیں ہوتا۔ ہاں وعظ کی نظر ثانی یا کسی تصنیف کیوقت یہ چاہتا ہوں کہ کوئی میرے پاس
گو میں سب کے سامنے بیٹھا رہوں کیونکہ اس میں خیالات کے مجتمع کرنے کی ضرورت ہوتی
اور وہ مجمع سے منتشر ہوتے ہیں۔

(۵۱) فرمایا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ کسی کا کھاتے ہوئے وہ شرماتا ہے جس کا کسی کو کھلانے
کا ارادہ نہو باقی آپنے اصول ومصالح الگ ہیں۔

(۵۲) ایک صاحب ایک خط لیکر آئے اور اس میں یہ درخواست تھی کہ میرے والدین
مجھ کو کھانے پینے کو نہیں دیتے آپ کوئی عمل کر دیجئے جو وہ کھانیکو دینے لگیں یہ صاحب
تیس سال کی عمر رکھتے تھے اور ہاتھ پاؤں سے صحیح وتندرست تھے) فرمایا کہ بھائی اللہ نے
ہاتھ پاؤں دیے ہیں اُن سے کام کرو اگر ماں باپ مرگئے تو کیا کروگے۔ اس سے اچھا

کام کو شروع کرو (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ حیدرآباد میں ایک لڑکے کی دو ہزار روپیہ ماہ تنخواہ ہے وہ ایک جگہ میرے ساتھ دعوت میں بھی شریک تھا۔ دیکھیے ایک لڑکا اور اپنی قوت بازو سے کماتا تھا۔ پنجابی یعنی لباسا خانہ کے تاجر لوگ جو متمول میں مشہور ہیں وہ بھی اپنے بچوں کو نوکری وغیرہ کرلاتے ہیں عار نہیں کرتے۔ بنئے ایک پتی تجارت میں شروع ہی سے اپنے نیچے کی کر دیتے ہیں۔ اُسی میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ آجکل کے لوگ واجد علی شاہ کے احدیوں کی طرح کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے۔ بس یہ چاہتے ہیں کہ روزانہ من وسلویٰ آسمان سے اُترآیا کرے۔

(۵۳) فرمایا کہ اگر کوئی ہدیہ دو عدد ایک چھوٹا ایک بڑا لاتا ہے تو مجھے گھروں میں تقسیم کرنے کیوقت عدل میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی ڈلیاں لایا۔ ایک چھوٹی ایک بڑی تو میں اُسے کیسے تقسیم کروں۔ بس اُسی سے کہتا ہوں کہ بھائی تم میری ملک نہ کرو کیونکہ میرے اوپر عدل واجب ہے اور تمہارے اوپر عدل واجب نہیں۔ تم ہی مقرر کردو کہ کونسی بڑے گھر دوں اور کونسی چھوٹے گھر ایسے ہی دھوبی کو اپنے دھونے کے کپڑے بھی خانقاہ سے دیتا ہوں کیونکہ یہ یاد رکھنا دشوار ہے۔ کہ پہلے کس کے یہاں سے گئے تھے اور اب کس کے یہاں سے جانا چاہیئے اور کپڑے درزی کو سلوانے کیلئے بھی یہیں سے دیتا ہوں اور ایسے ہی پہلے جب زنانہ میں جاتا تھا تو جتنی منٹ ایک مکان میں ٹھیرتا تھا گھڑی کے حساب سے اُتنے ہی منٹ دوسرے مکان میں ٹھیرتا تھا۔ مگر اب اُس میں توسع ہو گیا۔ کیونکہ گھر والوں نے خود اس میں رواداری کر دی۔

(۵۴) فرمایا کہ سُنا ہے مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عرفی کے اس شعر پر تنقید کی ہے ؎

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل	سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

قدم بالزمان ہی مراد ہے حدوث بالذات کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے مگر ایسے قدم کا قائل ہونا شرک ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا البتہ اس میں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اُس نے اولیت کو قدم سے تعبیر کیا ہو اور حضور کیلئے اس کا حکم صحیح ہے جیسے حدیث میں ہے اول ما خلق اللہ نوری

Marfat.com

(۵۵) ایک صاحب اپنے بچہ کو لیکر حاضر ہوئے اور ایک معلم صاحب کے زیادہ مارنے کی شکایت
کی اس پر اُن کو بلایا گیا۔ تبنیہ شرعیہ کے بعد حضرت نے اُن سے فرمایا۔ کہ جب تم کو مارنے کو
منع کردیا ہے (اس کے قبل بہت سختی کے ساتھ ممانعت کردی گئی تھی) پھر تم نے خلاف کیوں کیا
اس پر اُنہوں نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ حضرت نے اُن کو اپنے پاس سے اُٹھادیا اور
فرمایا تمہارا فیصلہ مہتمم صاحب کے آنے پر ہوگا (مہتمم صاحب باہر گئے ہوئے تھے طلباء سے
مارنیکی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اُس نے یہ کہدیا تھا کہ چھٹی کا وقت آگیا۔ اس پر اُس کو بید
مارا اور گلا دبالیا تھا جس کے گلے پر نشان پڑگئے تھے) یہ سُن کر فرمایا یہ تو جنوں ہے کہ ذرا سی
بات پر اس قدر سزا۔ اسی واسطے حدیثوں میں آیا ہے کہ آدمی کو بلا نکاح نہ رہنا چاہئے (یہ معلم
مجرد تھے) ایسے آدمی کا غصہ سب دماغ ہی میں بھرا رہتا ہے۔ ہنس کر فرمایا کیا کیا جائے اس
زمانہ میں بیوی بھی تو وقت سے ملتی ہے (یہ معلم سن رسیدہ تھے) ایک بڈھے سے کسی نے
پوچھا تھا کہ بڑے میاں بیوی کیوں نہیں کرتے کہا کہ جوان مجھے پسند نہیں کرتی اور بوڑھی کو میں
پسند نہیں کرتا اب نکاح کس سے کروں وہ معلم صاحب ابھی مجلس ہی میں تھے کہ حضرت نے
اُن کو مخاطب کرکے فرمایا۔ تم کو یہاں رہنے کی تو اجازت ہے لیکن جب تک یہاں رہو میرے
سامنے نہ پڑو اور طلباء کو فرمایا کہ تم ان کے پاس نہ پڑھو (مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا
کہ اس وقت مختتم فیصلہ نہ کرنیکا راز یہ ہے کہ حدیثوں میں غصہ کیوقت فیصلہ کرنے کی ممانعت
آئی ہے۔ اس لئے میں ایسے امور میں غصہ کے وقت کبھی فیصلہ نہیں کرتا۔ بعد رفع غیظ
جب تک تین تین چار چار مرتبہ غور نہیں کرلیتا کہ واقعی بھی یہ اس سزا کا مستحق ہی ہے جب تک سزا
نہیں دیتا (پھر اُن کو اپنے پاس سے اُٹھا کر ایک دوسرے معلم کو جو کہ نوعمر تھے بلایا جب وہ
آگئے تو اُن سے فرمایا) کہ معلوم ہوا تم بھی بچوں کو مارتے ہو۔ اس کا صحیح اور معقول جواب دو
تاویلات کو ہرگز نہ مانوں گا یہ بتلاؤ کہ جب میں نے منع کردیا ہے تو پھر کیوں مارتے ہو یہ شرارت
نفس کی ہے یا نہیں اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہاں بیشک شرارت نفس کی ہے تو فرمایا کہ اچھا
طلباء کے سامنے حوض پر کان پکڑ کر چلو کیونکہ میں نے تمکو خلوت میں عزت سے سمجھایا تھا
تم غنیمت نہیں سمجھے واقعی دنی الطبع بلا سختی کے نہیں مانتا (وہ صاحب حوض پر کان پکڑ کر

جلیس) مجلس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس سے طلباء پر مدرس کی بے رعبی ضرور ہوگی مگر میں کیا کروں میں نے ہر چند چاہا کہ یہ سیدھا کہنا مان جائیں مجبوراً یہ عمل اختیار کیا ہے (پھر اُن صاحب کو حوض پر سے بُلایا اور فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ وہ صاحب قرآن شریف لے آئے تو فرمایا کہ اس پر ہاتھ رکھکر کہو کہ خدا کی قسم اب سے کسی بچہ کو نہ مارونگا اور اگر اس پر قادر نہو تو کام چھوڑ دو ہم اپنا انتظام خود کرلیں گے۔ میں نے تمہارے واقعات گھر پر بچوں کو بلا کر مارنے کے اور ایسے مارنیکے کہ وہ بیہوش ہوہو گئے سُنے ہیں تمکو اس قدر مارنے کا کیا حق ہی بلا کسی کے اذن کے مارنیکا حق یا والدین کو ہے یا حاکم کو یہ تیسرے میاں جی بیچ میں کہاں سے آگئے۔ تمہارے ذمے پڑھانا ہی۔ علم آجانا تھوڑا ہی ہے۔ فقہاء نے اس کو خوب سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عقد اجارہ میں یہ کہے کہ اتنا حساب یا پڑھنا مجھے آجائے تو یہ دوں گا تو یہ اجارہ باطل ہے اور اگر یہ کہا کہ سکھاؤ پڑھاؤ خواہ آوے خواہ نہ آوے تو یہ جائز ہے کیوں کہ اُستاد کے اختیار میں سکھلانا پڑھانا ہے آجانا نہیں ہے کمبختوں کو راحت کی بات بتلاتا ہوں مگر وہ تمام کام اپنے ذمے سمجھتے ہیں۔ کہ پڑھانا بھی ہمارے ذمے ہے گھر سے بلوانا بھی ہمارے ذمے ہی اور جنتی بنانا بھی ہمارے ذمے ہی بھائی یہاں تو تم کو کسی کی بازپرس کا ڈر نہیں کوئی اہل شوریٰ نہیں کچھ نہیں صرف ایک ہی واسطہ ہی اگر کوئی نہ پڑھے تو تم اُس کی حالت لکھ کر مہتمم کو دیدو (مراد مولانا مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت مولانا مدظلہم العالی ہیں) وہ اگر مصلحت سمجھیں گے اُن کے ماں باپ کو اطلاع کرکے خارج کردیں گے۔ تم ماں باپ کا کام اپنے ذمے کیوں لیتے ہو۔ اُن کو اگر پڑھانا ہوگا ان کا مزاج آپ درست کردیں گے۔ دیکھو انگریزی مدارس میں مارنیکا قاعدہ بالکل نہیں ہے دنیادار تو حقیقت کو سمجھیں اور دیندار طبقہ نہ سمجھے اور اب تو جبریہ تعلیم کا قاعدہ نکل آیا ہی مکاتیب کے بعد ہو رہا ہی۔ اس سختی سے تو بچے اور اُچاٹ ہوں گے اور دینی تعلیم کو چھوڑ دینگے۔ ایسے وقت تو نہایت شفقت سے کام لینا چاہیئے (پھر اُن صاحب نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی اور پکا عہد کیا۔ حضرت والا ڈاک لکھنے میں مصروف ہوگئے

Marfat.com

(۵۶) فرمایا کہ آجکل چندوں کا فساد اس قدر ہو گیا ہی کہ لوگ ان چندوں کی مصلحت سے راہ حق کو چھوڑ کر راہِ باطل اختیار کرنے لگے۔ ایک قاری صاحب نے جو کہ ایک دینی مدرسہ میں مدرس ہیں جب ضاد صحیح پڑھنا شروع کیا ہی تو عوام تو بدظن ہو ہی گئے تھے۔ تعجب یہ ہے کہ علماء مدرسہ نے بھی اُن کو محض عوام کی خاطر سے کہ اُن کی وحشت سے چندہ کم نہ ہو جاوے روکا کہ کیا پڑھتے ہو۔ ہمارے بزرگوں نے کبھی ایسا نہیں پڑھا ہمارے حضرت نے فرمایا) یہ کیا واہیات بات ہی۔ بزرگونکو بدنام کرتے ہیں کیا ہمارے بزرگ غلط پڑھتے تھے۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ تو کبھی امامت ہی نہ کرتے تھے۔ اُن کا تو میں نے سُنا نہیں ہاں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا اوسنا ہی بہت صحیح پڑھتے تھے اور قاری بھی تھے اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت میں نے بھی سُنا ہی اور مزید تقویت کیلئے ایک ماہر قاری صاحب سے پوچھا تھا کہ تمنے حضرت کا پڑھنا سُنا ہے کہا ہاں میں نے دو مرتبہ حضرت کے ساتھ دور کیا ہے حضرت نہایت صحیح پڑھتے تھے اور حروف مخارج سے نکالتے تھے غرضکہ اُن قاری صاحب نے یہ واقعہ مجھے لکھا کہ لوگ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے میں نے لکھا کہ اگر اہلِ مدرسہ کو رازق سمجھتے ہو تو غلط پڑھو اور اگر خدا کو رازق سمجھتے ہو تو صحیح پڑھو بس چند دن میں سب ٹھیک ہو گئے (جامع کہتا ہی ؎

	ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد	چراغش را کہ ایزد بر فروزد	

آجکل مدارس کی یہ حالت ہی کہ اہلِ چندہ کو معبود بنا رکھا ہی۔ ہر قول پر اُن کے یوں کہتے ہیں ؎

جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یونہی سہی	آپ کی مرضی یونہی ہے مہرباں یوں ہی سہی	

کسی حرام و حلال کی تمیز نہیں بھلا جب خدا و رسول کی رضامندی ہی حاصل نہ ہوئی تو مدرسہ کا وجود اور عدم سب برابر ہے بلکہ بعض اعتبارات سے عدم ہی بہتر ہی حسب ارشاد مرشدی مدظلہم العالی دنیا کے لباس میں دنیا حاصل کرنا اتنا مضر نہیں ہے جتنا دین کے پردہ میں دنیا حاصل کرنا مضر ہے آجکل مدارس کی حالت سوائے معدود چند کے بس اس شعر کے مطابق ہے ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل … و اندروں قہر خدائے عزوجل

اگر یہ ہوتا ہے کہ فلاں کام سے مدرسہ کے چندہ میں کمی ہو جائے گی۔ عوام بدظن ہو جائیں گے۔ فلاں رئیس صاحب چندہ بند کر دیں گے۔ چاہے خدا و رسول کے احکام کی کتنی ہی نافرمانی ہو جائے۔ مگر عوام کے خلاف نہ ہو سے

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی … کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

مہتمین اور منتظمین کی ظاہری حالت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ بس مدرسہ سے عزت و جاہ مقصود ہے کیونکہ مدرسہ نہ رہا تو اہتمام اور حکومت جاتی رہے گی۔ جب مدرسہ کا اجرا اشاعت دین و رضائے خدا و رسول کے لئے ہوا ہے تو اس سے آگے قدم نہ بڑھانا چاہیئے حق غالب ہے کیونکہ اُس کی شان ہے الحق یعلو ولا یعلی دل میں یہ پختہ نیت کر لو کہ جب تک یہ کام حدود شرعیہ کے تحت میں رہے (جس سے رضائے خداوندی حاصل ہوتی ہے اور مقصود بھی یہی ہے) تو کریں گے اور جس دن ایسا نہ رہا اُسی دن چھوڑ دیں گے (کیونکہ اب مقصود فوت ہو گیا) قاعدہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قلمی گرامی نامہ مکاتیب رشیدیہ کے آخر میں تحریر ہے جس کو مولانا خلیل احمد صاحب اور مولٰنا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہما کے نام جبکہ وہ مخالفین کی وجہ سے کچھ پریشان تھے تحریر فرمایا تھا اُس میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ میرے عزیزو تم کیوں پریشان ہوتے ہو مدرسہ مقصود نہیں رضامندی حق جل و علا مقصود ہے اور اُس کے بہت طرق ہیں منجملہ اُن کے ایک مدرسہ بھی ہے۔ اگر مدرسہ رہے کام کئے جاؤ اور اگر نہ رہے کسی اور جگہ بیٹھ کر کام کر لینا (ایک مرتبہ حضرت مرشدی مدظلہم العالی نے ایک واقعہ فرمایا کہ جب اہل دیوبند مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا تھا۔ تو اُس پر بہت شور تھا اور فتنہ کا اندیشہ تھا میں نے حضرت مولٰنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت دفع شورش کیلئے کیا حرج ہے۔ اگر ایک دو کو مجلس شوریٰ میں لے لیا جاوے آخر تعداد تو ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے تو جواباً مولٰنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا

کہ نا اہل کا ممبر بنانا معصیت ہی - جو سبب ہی ناراضی خدا و رسول کا اس لئے ہم نا اہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے - ہمکو رضا مقصود ہی مدرسہ مقصود نہیں ۱۲ جامع)

(۵۷) فرمایا کہ آجکل لوگ اخباری خبروں پر ایسا وثوق رکھتے ہیں کہ شرعی حجتوں پر بھی ایسا بھروسہ نہیں سمجھتے حالانکہ اخبار میں اس قدر غلط بیانی سے کام لیا جاتا ہی کہ جس کی کچھ انتہا نہیں ایک مولوی صاحب کا آج خط آیا ہی کہ جس مضمون پر آپنے مجھے تنبیہ کی ہی وہ مضمون میں نے اخبار میں نہیں دیکھا ہی - حالانکہ اُس میں ایک حرف بھی میرا نہیں ہی -

(۵۸) فرمایا کہ ایک شخص لکھتے تھے کہ فلاں مولوی صاحب نے عید میلاد النبی کے متعلق لکھا ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے مگر جو مفاسد میلاد میں ہیں اُس سے یہ مبرا ہونا چاہیئے - اور تخصیص یوم کی بھی نہ ہونا چاہیئے - کبھی یکم - کبھی گیارہ کبھی بارہ پندرہ سولہ جب موقع ہوا کر دی - ہمارے حضرت نے فرمایا - بھلا عوام ان باتوں کی کب رعایت کر سکتے ہیں اور پھر آپ نے مفاسد کو بھی نہیں گنوایا کہ کن کن مفاسد سے مبرا ہونا چاہیئے - ایک ہندو نے لکھا ہے کہ قطع نظر از مذہب و ملت سب مذاہب والوں کو دوسرے مذہب کے رہنما کی تعزیت و خوشی میں شریک ہونا چاہیئے اور میں بھی عید میلاد النبی میں دوش بدوش ہوں ہمارے حضرت نے فرمایا - بس کل کو ہندوؤں کے رام لیلا و دیگر میلوں میں بھی مسلمان خوشی شریک ہوا کرینگے اور یہ وہ مصالح زہر آمیز ہیں کہ خدا کی پناہ -

(۵۹) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے - اُس نے پہلے جواب کیلئے فقط ٹکٹ رکھا تھا پتہ کا لفافہ نہیں آیا - میں نے اسپر تنبیہ لکھی تھی - پھر دوبارہ ایسے ہی آیا پھر تنبیہ کی (کیونکہ حضرت والا کے یہاں کا معمول ہے کہ جواب کیلئے خود کاتب لفافہ پر اپنے ہاتھ سے اپنا پتہ لکھکر رکھدے کیونکہ حضرت کو پتہ لکھنے کی فرصت کہاں جو لوگ وہاں رہے ہیں انکو اس کا اچھی طرح اندازہ ہے کہ حضرت کس قدر کام کو انجام دیتے ہیں دوسرے یہ کہ اسمیں پتہ غلط لکھے جانے کا بہت اندیشہ نہیں رہتا جامع) تو آج آپ لکھتے ہیں اگر تکلیف ہو تو کیا حرج ہے اللہ میاں بھی تو تکلیف دیتے ہیں میں نے دی تو کیا حرج ہے اگر آپکو معلوم

[illegible] تو نہایت کبھی [illegible] اس [illegible] تو سب کو ہوئی ہو مجمع کی طرف مخاطب ہو کر
فرمایا کہ اللہ میاں تو موت دیتے ہیں تم بھی گلا گھونٹ دیا کرو۔ بس جی لوگوں کو سلیقہ نہیں
اور آپ کی اصلاح کی بھی درخواست ہے اور اس پر یہ نور برسایا ہے۔ اب دوسرے لوگ
کیا جانیں تبلایئے ایسوں کی اصلاح کیسے ہو۔ میں نے ایک اصلاح کی تو آپ اُس اصلاح
پر میری اصلاح کرتے ہیں۔

(۶۰) فرمایا کہ آجکل مسلمانوں نے ظاہری صورت بھی ایسی بنالی ہے کہ جس سے
اُن کا مسلمان جاننا بھی دشوار ہے جب میں کانپور تھا تو ایک شخص مدرسہ میں چندہ دینے
آیا اُسے دیکھ کر مدرسہ کے لڑکے جمع ہو گئے کہ ہندو آیا ہے اتنے میں حافظ عبداللہ مہتمم
آگئے اُنہوں نے سلام کیا اور پوچھا کہ اچھے ہو تب میرا تردد رفع ہوا میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ
یا اللہ یہ ہندو مدرسہ میں چندہ دینے کیوں آیا ہے۔ ایسے ہی بریلی میں بھائی اکبر علی کے
یہاں ایک تھانہ دار اور ایک تحصیلدار ملنے کو آئے تھے۔ تھانہ دار تو مسلمان تھے مگر داڑھی منڈی
ہوئی اور تحصیلدار ہندو مگر داڑھی خوب۔ اچھی نوکر نے پان تحصیلدار صاحب کے سامنے
لاکر رکھے وہ ہنسے تو نوکر سمجھ گیا پھر اُس نے اُٹھا کر تھانہ دار صاحب کے پاس رکھدیئے بھائی
اکبر علی مرحوم نے کہا کہ داروغہ جی بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک ادنیٰ آدمی بھی آپ کو
مسلمان نہیں سمجھتا مسلمانوں کی ایک خرابی ہو تو کہی جائے ایتو ہر ہر بات میں رونا ہے دل جلتا ہے ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ اور سہ

ایک روز کا رونا ہو تو رو کر صبر آئے	ہر روز کے رونیکو کہاں سے جگر آئے

(۶۱) فرمایا کہ اگر تصویر قصداً دل خوش کرنے کو دیکھے تو حرام ہے اور اگر بلا قصد نظر
پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر صنعت کے لحاظ سے دیکھے تو فرمایا کہ
اس کی صنعت تو کیا چیز ہے صانع حقیقی کی بعض مصنوعات کو بھی دیکھنا حرام ہے جیسے امارد
کو بنظر صنعت دیکھنے لگے فقہا نے اسکو خوب سمجھا ہے لکھتے ہیں کہ اگر شراب کیطرف
رغبت کیلئے نظر کرے تو حرام ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اچھی چیز کو دیکھ کر رغبت ہوتی ہی
(فرمایا) کہ ایک مسخرے نے کہا تھا کہ مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس سہارنپور

کو میں لاجواب کرونگا - اُس نے مولوی صاحب کے پاس آکر سوال کیا کہ لا مذہب کو اگر ... سے گھورے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا بنایا ہی تو کیسا ہی - فرمایا جہاں سے تو نکلا اُسے دیکھو اس ... اللہ تعالیٰ کی صنعت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہو - کہ اتنی چھوٹی جگہ سے تو اتنا بڑا نکل آیا -

(۶۲) فرمایا کہ بعض علمار تبحر میں ہمارے بزرگوں سے بہت زیادہ تھے - مگر مجھے ان حضرات سے جو عقیدت ہے وہ صرف اس وجہ سے ہو کہ ان حضرات کے اندر عمق نظر اور للٰہیت بہت تھی -

(۶۳) فرمایا کہ اگر کوئی اپنی جائداد کو اس صورت سے وقف کرے کہ جبتک میں زندہ رہوں تو میں منتفع ہونگا اور میرے بعد فلاں فلاں وارث اور جب سلسلہ میں کوئی نہ رہے تو مساکین یا مدرسہ یا مسجد کا حق ہو تو یہ صورت جائز ہے -

(۶۴) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب جو اچھے مناظر اور اچھے عالم ہیں لیکن لباس اکثر انگریزی پہنتے ہیں اُن کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ اب میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ جو کپڑے اس قسم کے میرے پاس ہیں اُن کے علاوہ اور نہیں بناؤں گا - اور مجھے نصیحت تحریر فرمائیے - میں نے لکھا ہے کہ اگر کچھ لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو تم نے تہیہ کرلیا ہے - فرمایا آگے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے سُنا ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں - اس پر میں نے اُن کو لکھا ہے کہ ناراض تو نہیں ہوں ہاں زیادہ راضی ہونے کو جی چاہتا ہے اب بحمد اللہ تم نے زیادہ راضی ہونیکے اسباب بھی شروع کر دیئے اُن کے خط میں کچھ اشعار بھی تھے جو چار پانچ ہدیہ ناظرین ہیں -

کچھ گذارش ہی حکیم الامۃ تھانہ بھون	چاہتے ہیں اپنے حالِ زار کی باتیں کریں
دل کے جذباتِ الم کا یہ تقاضا ہی حضور	رنج کے قصے کہیں آزار کی باتیں کریں
کس قدر ہی ہمت رندان بدستان بلند	چاہتے ہیں حسرتِ دیدار کی باتیں کریں
دوستو تم کو یہ وصیت ہے چراغوں کی طرح	میری تربت پر جمالِ یار کی باتیں کریں

شور ہے جن کی مسیحائی کا سارے دہر میں
آؤ اُن سے اسعدِ بیمار کی باتیں کریں

(۶۵) فرمایا کہ ایک صاحب علم و لایتی مجھ سے کہتے تھے کہ ایک عالم ... لائے ...

[illegible] منقولات کی تو مثال ایسی ہی جیسے کبوتر کہ وہ ذراسی
محنت سے شکار ہو جاتا ہے [illegible] کافی ہے اور پھر مزہ دار سالن کا سالن اور معقولات
کی مثال ایسی ہے جیسے سور کا شکار کہ اُس کے مارنے میں مشقت تو بہت ہوا اور حاصل کچھ بھی
نہیں ایک معقولی کی حکایت ہے کہ وہ پڑھکر آئے باپ نے دو انڈے پکوا کر سامنے رکھے اور اُنکے
ایک بھائی ہمراہ بٹھا دیا کہ یہ دونوں بھائی کھالیں گے آپکو معقول کا جوش اُٹھا تو کہا کہ ابا جان
ہم دو انڈوں کو سو ثابت کردیں۔ باپ نے ثابت کرنے کی اجازت دی کہنے لگے کہ ایک یہ ایک یہ
دو ہوئے اور ان کا مجموعہ تین ہوئے اسی طرح تین یہ اور ایک تین کا مجموعہ چار ہوئے۔ بس بڑی
بک بک کے بعد سو ثابت کئے۔ باپ ہوشیار تھا اُس نے ایک انڈا تو خود اُٹھا کر کھالیا اور ایک چھوٹے
لڑکے کو کھلا دیا اور کہا ۹۸ آپ کھالیں بس یہ نتیجہ ہوا کہ اسقدر محنت بھی کی اور حاصل کچھ نہ ہوا
اور نقصان یہ ہوا کہ سامنے کے بھی اُٹھ گئے۔ نقصان پر یاد آیا کہ ایک معقولی تیلی کے یہاں تیل
لینے گئے۔ اُس کے بیل کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی تھی اُنھوں نے پوچھا یہ کیوں باندھی ہے
کہا ہم اکثر کام میں رہتے ہیں اس گھنٹی سے اسکے چلنے کا پتہ چل جاتا ہے۔ فرمایا یہ کوئی بات
نہیں اگر کھڑا کھڑا ہی سر ہلاتا رہے تیلی نے کہا مولوی صاحب یہاں سے جائیے تیل بھی اور
کہیں سے لے لیجئے۔ کہیں میرے بیل کو معقول آجائے پھر کام نہ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے
کو تیل بھی نہ ملا (بعد میں ہمارے حضرت نے انڈے والے معقولی کی نسبت فرمایا کہ اس کو
جواب دینا نہیں آیا اُسے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ وہ اٹھانویں بھی تو اُن دو ہی کے تابع تھے وہ ۹۸
بھی تمنے ہی کھالئے مجھکو کچھ نہیں بچا۔

(۶۶) ایک طالب علم حضرت والا کے پاس آکر بیٹھا تو اُس سے استفسار فرمایا کہ آج
پڑھتے کیوں نہیں اُس نے کہا کہ مجھے جریان کا مرض ہے اور حکیم صاحب نے منع کردیا ہے فرمایا
آجکل قویٰ بہت ضعیف ہوگئے ہیں دیکھئے تو اس کی عمر ہی کیا ہے پہلے لوگوں کے قویٰ
اچھے ہوتے تھے۔ ہماری بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا (یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے گھر میں
تھیں) تھیں سب کا ایک جگہ بیٹھنا اُٹھنا تھا ایک بی بی سے اپنے خاص حالات بھی بیان کردیا
کئے۔ ایک مرتبہ پیرانی صاحبہ نے اُن سے فرمایا کہ ہمارا یہ کھیل تھا کہ جب رمضان شریف کا

Marfat.com

آخر روزہ ہوتا تو ہم اُس کو اس لئے توڑ لیا کرتے تھے کہ اب ... ہو جا ... رکھیں گے۔ جب توڑ دیں گے کفارہ واجب ہو جائیگا تو رکھنے پڑیں گے ... کہ روزہ توڑ دینے گناہ ہوتا ہی اور جب کفارہ آخر ہوتا اُسے بھی توڑ دیتے پھر ... کرتے ایسے ہی کئی مرتبہ کرتے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا۔ اللہ اکبر عابدوں کو ... عبادت ہوتا ہی اور ماشاء اللہ قویٰ کیسے اچھے تھے اور اب ... روزے بھی رکھنا ... معلوم ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی امراض کا ہجوم ہو جاتا ہے اس لئے اب ... بہت مجاہدات میں تقلیل کر دی ہے۔ قلت منام قلت طعام کو تو بالکل ہی متروک کر ... ہے کیونکہ اب قویٰ اس کے متحمل نہیں۔ بس اب قلت کلام اور قلت اختلاط مع الناس ہی باقی رہ گیا ہے۔ کیونکہ ان کی کثرت میں ضرر بھی ہے ان میں مبتلا ہونے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔

(۶۷) ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ مجھے جوا اور سٹہ کی عادت ہی اس کا علاج بتا... فرمایا ہمت علاج ہے دوسرے اپنے اوپر لازم کر لو کہ جب ایسا ہو سو نفلیں پڑھا کرو اور ... کھانا نہ کھاؤ۔ باقی اصل علاج وہی ہمت ہے پھر اُس شخص نے کہا ماں باپ کی میرے دل میں محبت نہیں ہے۔ فرمایا اُن کی خوب خدمت کیا کرو۔ اس سے محبت ہو جائیگی۔

(۶۸) فرمایا کہ ڈاڑھی عجیب چیز ہے اس سے آدمی بہت شکیل وجیہ معلوم ہو... ہے۔ بلکہ ایک شخص تو کہتے تھے بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اب تو اس کی بڑی گت بنا رکھی ہے۔

(۶۹) چند حاجی آئے ہوئے تھے اُنہوں نے مکہ شریف کے قصے سنائے کہ حاجی کی چیزیں جو راستہ میں گر گئی یا گم ہو گئی وہ حاجیوں کو تلاش کر کے پہنچائی گئی ... پانی کی افراط اور دیگر انتظام نہایت اچھے پیمانہ پر تھے) ہمارے حضرت نے بڑی خوشی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ حاجیوں کو بڑا امن ہو گیا ہمیں اور کیا چاہئے ابن سعود ... کا بڑا لحاظ ہے۔ ایک مرتبہ ایک لیڈر کچھ تجویز پاس کر کے اُن کے پاس لیگئے ... انا رجل بداوی لا اعرف الا العبادۃ یہ بھی کہا کہ ہم نہیں جانتے ہم علماء کو ...

ہے معلوم ہی ہو گئے ہوں گے ایک اور شخص سے توسل کے بارہ میں گفتگو ہوئی جب گفتگو میں عاجز آگئے تو فرمایا انک رجل جاہل فارجع الی العلماء اُنہیں کا واقعہ ہے ایک صاحب کہتے تھے کہ ایک لدھیانہ کے بدعتی نے طعن کے طور پر اُن سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی ایک آنکھ میں روشنی نہیں ہو (قبوں کے انہدام کی وجہ سے بدعتی اُن کو دجال کہتے ہیں جیسا کہ اس مقولہ سے ظاہر ہے) نہایت تحمل سے فرمایا ہاں صحیح سنا ہو۔ مجھے اس سے ضرر نہیں ہو خدا نے میرے قلب میں اتنا نور دیا ہے کہ اگر دونوں آنکھیں بھی جاتی رہیں تب بھی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا۔ کس قدر حلیم اور سلیم الطبع ہیں۔ اس وقت بادشاہوں میں یہی ایک شخص ہو کہ قرآن و حدیث کے سامنے سر خم کر دیتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ تم اُس کا جنید و شبلی سے کیوں موازنہ کرتے ہو بادشاہوں سے کرو فلاں بادشاہ کو دیکھو کیسی گڑبڑ کی تمام کابل میں تباہی آگئی۔ لوگ بچہ سقہ کی تعریف کرتے ہیں اُس میں تو سلطنت کی اہلیت بالکل ہی نہیں امان اللہ میں انتظامی مادہ تو تھا تجربہ کار بھی تھا مگر افسوس شیطان نے کیا پٹی پڑھائی) اگر ابن سعود جیسے دو چار بادشاہ بھی ہو جائیں تو اسلام کو قوت ہو جائے۔ بس اُن میں کمی ہی تو ذوق کی ہو۔ خدا کرے یہ بھی پیدا ہو جائے (آمین) ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اُن سے پوچھتے ہیں کیوں رنجیدہ ہو تو کہا کہ یہ نجدی حضور کیساتھ بے ادبی کرتے ہیں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے ادبی ہماری ہی تو کرتے ہیں تمہیں تو راحت پہنچاتے ہیں (جامع کہتا ہو آہ اپنی ذات کے مقابلہ میں حضور کو اپنے غلاموں کی تکلیف کا کس قدر خیال ہے ؎

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتیباں		چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتیباں	جامع

اب تو ان لوگوں میں کچھ تکلف آگیا ہو اُن کے پہلے ایک امیر کا واقعہ ایک شخص سناتے تھے جو اُن سے ملکر آئے تھے کہ وہ اکثر ننگے پاؤں رہتے تھے (صحابہ کے حالات میں جو آیا ہے کہ تمعددوا و اخشوشنوا و احتفوا احیاناً کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی رہتے تھے) اور وہ شخص یہ بھی کہتے تھے۔ کہ دونوں وقت اُن کی طرف سے ایک منادی ہوتی تھی کہ جس نے کھانا نہ کھایا ہو وہ لیجائے

Marfat.com

جب امیر کو اطمینان ہو جاتا کہ اب کوئی نہیں ہا پھر آپ کہا کرتے تھے ایک شخص کسی قسم بدوؤں کے قبضے میں پھنس گئے وہ بھاگ کر نجد میں پہنچ گئے تو معلوم ہوا تھے امیر نے کہا کہ لا تخف نجوت من القوم الظالمین اور اُن کو بہت اچھی طرح رکھا۔ ایک انگریز سیاح لکھتا ہے کہ میں نے بہت سیاحت کی جس چیز کو میری آنکھیں ڈھونڈتی تھی یعنی بیداری وہ نجد میں دیکھی کہ تمام قوم بیدار ہے کوئی اپنے فرض منصبی سے غافل نہیں۔

(۷۰) فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب (جو تصوف کے زیادہ قائل نہ تھے) نجدیوں کو دیکھ کر کہتے تھے کہ ان میں بڑی کمی ہے میں نے کہا جس چیز کو تم ضروری نہیں سمجھتے اُسی کی کمی ہے (یعنی تصوف جس سے خشوع وخضوع پیدا ہو جیسا کہ ارشاد بالا سے ظاہر ہے جامع)

(۷۱) فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ زمانہ میں اکثر تو ضرورت وجدیوں کی ہے۔ مگر کہیں کہیں ضرورت نجدیوں کی بھی ہے۔

(۷۲) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ مجھے اول درجہ میں تو محدثین سے محبت ہے پھر فقہاء سے پھر صوفیہ سے۔ میں نے لکھا کہ مجھے اس ترتیب سے ہے اول صوفیہ سے پھر فقہاء سے پھر محدثین کیونکہ صوفیہ اور فقہاء حکمائے امت ہیں اور اُن کے امت پر بڑے احسان ہیں۔ پھر صوفیہ اہل محبت ہیں۔

(۷۳) فرمایا کہ ایک مرتبہ بریلی میں اپنے وعظ میں ایک مولوی صاحب نے جو اپنے نواح کے رہنے والے تھے۔ بریلوی خانصاحب کی بہت تعریف کی۔ بھائی اکبر علی نے یہ سُنکر اُن کی دعوت کی کھانے کے بعد اُن کو حفظ الایمان کا نسخہ پورا دکھلایا کہ اس میں کچھ اعتراض کی بات ہے۔ اُنھوں نے کہا نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ کہا پھر دیکھئے کہا نہیں ٹھیک ہے۔ پھر کچھ سطریں مقرر کیں کہ یہ دیکھئے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ پھر وہ جملہ دکھلایا جس پر شور و غل ہے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں شبہ کیا جو بار بار آپ دکھلاتے ہیں کہا کہ آپکے خانصاحب جن کی آپ نے وعظ میں تعریف کی ہے وہ اس کی وجہ سے کاتب حفظ الایمان کی تکفیر کرتے ہیں فرمایا بہت بُرا ہے مجھے اسکی خبر نہ تھی میں تو نام بھی نہ لونگا۔

Marfat.com

(۷۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ کے خرقہ کی میں نے بھی زیارت کی ہے جب وقت صاحب سجادہ اس کو پہنکر ہاتھی پر بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔ قریب قریب استغراق ہو جاتا ہے۔ یہ خرقہ کئی سال حضرت کے جسم پر رہا ہی جب کہیں سے پھٹ جاتا تو کسی گھوری پر سے کپڑا اٹھا کر اور اسے پاک کرکے پیوند لگا لیا کرتے تھے اسی وجہ سے اس پر سینکڑوں قسم کے پیوند ہیں۔ حضرت کے یہاں تنگی زیادہ تھی۔ اور جب بیوی بھوک سے زیادہ بیتاب ہوتیں تو فرماتے کہ گھبراؤ نہیں ہمارے لئے جنت میں عمدہ عمدہ کھانے تیار ہو رہے ہیں (بیوی اللہ کے فضل سے ایسی نیک بخت تھیں کہ کل کے ادھار پر راضی ہو جاتی تھیں۔ جامع)

(۷۵) فرمایا کہ حجۃ الوداع میں حضور نے اپنے سر کے موئے مبارک اتار کر تقسیم فرمائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بال سر پر ہزاروں ہوتے ہیں وہ کتنوں کے پاس پہنچے ہوں گے۔ اور اس میں ایک ایک بال کے کتنے حصے کرکے ایک ایک نے آپس میں تقسیم کئے ہوں گے اور کتنے حفاظت سے رکھے ہوں گے۔ اس لئے اگر کسی جگہ موئے مبارک کا پتہ چلے تو اس کی جلدی تکذیب نہ کرنا چاہئے۔ شاہ عبدالحق صاحب نے لکھا ہے کہ گو ہم نے زیارت نہیں کی مگر خبر تو سنی ہے اور اس موقع پر یہ شعر لکھا ہی ؎

مرا از زلف تو موئی پسند است	ہوس را رہ مدہ بوئی پسند است

(۷۶) فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ جب شدت مرض سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز کو مسجد میں تشریف نہ لا سکے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا گیا، تب آپ دہلیز پر آکر رک گئے تو پردہ اٹھایا گیا۔ اس وقت کی حالت کو صحابہ کہتے ہیں کدنا ان نفتتن یعنی قریب تھا کہ ہم بدحواس ہو جاتے اس موقع پر شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھا ہے اور اس جگہ سے بہتر اس شعر کے چسپاں ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے ؎

در نماز م خم ابروئے تو چوں یاد آمد	حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

(۷۷) فرمایا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ نے سو اونٹ

ذبح فرمائے ۶۳ تو اپنے دست مبارک سے باقی حضرت علیؓ نے ...
تو اُس وقت اونٹوں کی یہ حالت تھی کہ کھسک کھسک کے حضور کے قریب ہوتے تھے کہ
پہلے حضور اپنے دستِ مبارک سے مجھے ذبح کریں۔ اس موقع پر بعض بزرگوں نے یہ شعر
لکھا ہے۔ جس کیلئے اس جگہ سے بہتر دوسری جگہ چسپاں ہونیکا کوئی موقع بھی نہیں ہے

ہمہ آہویانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف		بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد	

(۷۸) فرمایا کہ مولوی سلیمان صاحب واعظ ایک مرتبہ وعظ کہہ رہے تھے مثنوی اچھی
پڑھتے ہیں۔ بڑے دل لگی باز تھے ایک بار کہتے تھے کہ ہیں کچھ بدعتی ہوں کچھ غیر مقلد وا
اچھی بھی علماء کی ایک مجلس میں اثنار تذکرہ میں علماء کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ اتنی دیر
سے بیٹھے ہو تمہارا کوئی آنسو بھی ٹپکا ہے۔ اگر یہاں صوفیہ کا مجمع ہوتا تو ابتک کتنی دفعہ رو تے
رہ جاتے کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے شعر یاد آگئے ؎

وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو		گذر جس دل میں حضرت عشق کا ہو	
اُٹھا چھاتی میں دردِ عشق جس کی		اُسے پھر بھوک کس کی نیند کس کی	

ایک تم ہو کہ جوں بھی نہیں رینگی ہمارے حضرت نے فرمایا کہ واقعی نرے مولویوں کا تو دل
بھی نہیں روتا۔

(۷۹) فرمایا کہ شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہم اپنے شیخ کے
پاس بیٹھے تھے اور سب کے سب رو رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ یہ سب کے سب محروم ہیں
اگر واصل ہوتے تو کیوں روتے اس پر شاہ ابوالمعالی کو جوش آیا اور ایک رسالہ ہفت گریہ
لکھا۔ اُس میں لکھا ہے کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے۔ رونا حرمان کی دلیل نہیں۔ بعض
وقت خاص وصل بھی رونے کا سبب ہو جاتا ہے اور اس موقع پر عارف شیرازی کا یہ
شعر لکھا ہے ؎

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت	اندراں برگ و نوا خوش نالہای زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست	گفت مارا جلوۂ معشوق درایں کار داشت

ایک دفعہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے درس حدیث میں حضرت حاجی امداد اللہ کا ...

کا قصہ آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ سے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سورۂ لم یکن تمہیں سناؤں تو انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں تمہارا نام لیا ہی تو اس پر آپ رونے لگے ایک طالب علم نے حضرت مولانا سے کہا کہ یہ تو خوشی کی بات تھی رونے کی کیا بات ہی مولانا نے فرمایا کہ جا احمق تو کیا جانے کیسی خوشی کیسا رنج ہوتا ہی۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح فرمائی ہے فرمایا کہ رونا کبھی خوشی سے ہوتا ہے کبھی رنج سے اور کبھی گرم بازاری عشق سے ہوتا ہے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ کے رونے کی حقیقت حضرت کے ارشاد سے بخوبی واضح ہو گئی ہیں اور آسان کر کے کہتا ہوں کہ محبت کے جوش میں بھی رونا آتا ہے۔

یہ ذوقیات ہیں ان کو غیر ذوق والا نہیں سمجھ سکتا ہی تو فحش مثال مگر بزرگوں نے اپنے مطلب ایسی حکایتوں سے نکالے ہیں۔ مولانا رومی اپنی مثنوی میں ایسی بہت حکایتیں لائے ہیں مثال یہ ہی کہ ایک حافظ جی تھے اُن سے لونڈوں نے کہا کہ حافظ جی نکاح کر لو بڑے مزے کی چیز ہے حافظ جی نے اُن کے کہنے سے نکاح کر لیا۔ لڑکوں نے مزہ کا موقع بھی بتلا دیا۔ حافظ جی روٹی لیگئے اور اُسے برہنہ کر کے اُس مقام سے روٹی لگا لگا کر کھانا شروع کی۔ صبح کو لڑکوں سے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ بس ٹنی نک میں مزہ ہی اور اُس میں اتنا ہی نہیں لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی غلط کرتے ہیں۔ اگلے دن آپ جوتہ لیکر پہنچے اور برہنہ کر کے پیٹنا شروع کیا۔ صبح کو لڑکوں نے پوچھا تو کہا کہ جاؤ نالائقو رات تو لڑائی بھی ہو گئی پھر لڑکوں نے ساری ترکیب بتائی پھر تیسری شب کو آپنے اُس طریقہ پر عمل کیا اور صبح کو لڑکوں سے کہا کہ واقعی بہت مزہ کی چیز ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا بس بے ذوق آدمی کی ایسی ہی مثال ہی۔

(۸۰) فرمایا کہ اسی بے ذوقی کے سبب بعض اہل ظاہر نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت عقلی ہو سکتی ہے طبعی نہیں ہو سکتی کیونکہ جب آنکھ سے نہیں دیکھا تو محبت طبعی کا تحقق کیسے ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جھلا کر لکھا ہے کہ ان بیچارے کو ان حضرات کا یہ مذاق ہوتا ہی؎ با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی ✦ بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی جبر زدہ

Marfat.com

ایسا ہے جیسا کہ عنین کا انکار لذت جماع سے کہ وہ اُس کی حقیقت اور لذت کو جانتا ہی نہیں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ لوگوں نے محبت میں اپنی جانیں دیدی ہیں - یہ محبت طبعی نہیں ہے - محبت عقلی میں ایسا نہیں ہوسکتا اور انسان تو انسان حیوانوں نے بھی جانیں دیدی ہیں حضرت ممنون صاحب نے ایک مرتبہ محبت کا بیان فرمایا تھا ایک چڑیا کوٹھے پر بیٹھی تھی وہ نیچے پھر صبر نہو سکا تو گود میں آکر بیٹھ گئی - پھر تھوڑی دیر میں سر ٹیک کر مر گئی -

غم نہیں جان کا جانباز بڑے ہوتے ہیں	سر جھکا دینگے کوئی تیغ اُٹھائے تو سہی

(۸۱) فرمایا کہ بس جی پیراں نمی پرند مریداں می پرانند کا مضمون ہی - یہی زیادہ شہرت ہیں - ایک شخص نے مجھ سے روایت بیان کی کہ بعض لوگوں کا میرے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں سونے میں الگ الگ ہو جاتے ہیں استغفر اللہ اسی لئے میں نے وصایا میں لکھا کہ میری سوانح نہ لکھی جائیں - لوگ احتیاط نہیں کرتے کیونکہ اگر احتیاط کرتے ہیں تو اُن کے نزدیک کرامت کا ایک عدد جو کم ہو جائیگا - پھر ہاتھ پاؤں الگ ہونیکے متعلق بیان کیا کہ دراصل وہ الگ نہیں ہوتے یونہی نظر آتے ہیں اُن کا تمثل اس صورت سے ہوتا ہی کہ اُن کا اتصال محسوس نہیں ہوتا تصرف سے ایسا ہو جاتا ہے یہ کوئی کمال نہیں ہی ممکن ہی کہ جو چیز موجود نہو اور نظر آوے - نواب وقار الملک نے مجھے علی گڈھ کے کالج کی سیر کرائی تھی وہاں ایک آئینہ بھی دکھلایا تھا جس میں اندر کی چیز نظر آتی تھی اوپر کی نظر نہیں آتی تھی وہ آلہ بیمار کے اندر کے حالات دیکھنے کیلئے لئے ایجاد کیا تھا پھر اعضا کے انفصال کی مناسبت سے (ہنسکر فرمایا) اجی وصل مشکل ہی فصل کیا مشکل ہے -

(۸۲) فرمایا کہ اصحاب صفہ کا قصہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ اُن میں ایک شخص کی وفات ہوئی اور اُس نے ایک دینار چھوڑا - تو آپنے فرمایا کہ اُس کے لئے جہنم کا ایک داغ اور دوسرے نے دو دینار چھوڑے تو فرمایا اس کے لیے دو داغ - تو کیا مال جمع کرنا منع ہے - ظاہر ہے کہ نہ اگر منع ہوتا تو میراث کیوں مشروع ہوتی لوگوں نے اس موقع پر دق ہو کر یہ کہدیا کہ اُس زمانہ میں بیدل جمع کرنا جائز نہ تھا بعضوں نے قل العفو کے بھی معنی لئے ہیں کہ مال ضرورت سے زائد نہ رکھنا چاہئے - مگر اول تو اس میں یہ خیال ہی کہ یہ جواب انفاق زائد کے لئے نہیں بلکہ غیر زائد الحاجتہ کے انفاق سے منع کیلئے ہی قل لا تنفقوا الا العفو زائد کو خرچ کرو جو زائد نہو اُسے

Marfat.com

جمع نہ کرو جب مدلول یقینی نہیں ہو حدیث کی یہ بنا کیسے سمجھیں قاضی ثناء اللہ نے اس کی تفسیر ایسی کی ہے وہ یہ ہے کہ عقوبت کا سبب نفس ادخار نہیں بلکہ سبب یہ ہے کہ وہ مدعی ترک دنیا کے تھے اور لوگ بھی اُن کو ایسا ہی سمجھتے تھے لہذا دیناروں کا جمع کرنا اُن کے ترک دعوے کیخلاف تھا اس وجہ سے عذاب ہوا اور یہ موٹی بات ہے کہ جب کوئی محبت کا دعویٰ کرکے خلاف کرے تو کس قدر غیظ ہوگا۔

(۸۳) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ اس طرح عبادت کرنیکو جی نہیں چاہتا کہ لوگ دیکھیں نماز بھی چھپ کے پڑھتا ہوں تسبیح پڑھنے میں اگر کوئی آجاتا ہے تو اُس کو کپڑے میں چھپا لیتا ہوں۔ تاکہ ریا نہو میں نے لکھا ہے کہ کبھی اسلام چھپانیکو بھی جی چاہا کیونکہ وہ اسلام تو بڑی چیز ہے۔ اس میں بھی تو ریا ہے (مجمع کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا) کہ محققین کا قول ہے کہ عام آدمی تو اظہار عبادت کو ریا سمجھتے ہیں اور خواص اخفاء عبادت کو ریا سمجھتے ہیں کیونکہ اخفاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اسکی نظر مخلوق پر ہے اور اصل طریق یہ ہے کہ اپنی طرف سے نہ اظہار کا قصد کرے نہ اخفاء کا اپنے کام سے کام رکھے دجامع کہتا ہے کہ مخلوق کی ذم و مدح کا اُمید وار نہ رہے بس یہ مذاق پیدا کرے ؎

دل آرامی کہ داری دل در دبند		دگر چشم از ہمہ عالم فروبند

ریا فقط اظہار عبادت سے تھوڑا ہی ہوتی ہے بلکہ اُس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی عبادت کو اس نیت سے ظاہر کرنا کہ لوگ میری بزرگی کے معتقد ہوجائیں باقی رہا نفس اظہار وہ کوئی ریا نہیں اور اگر کسی کے اعتقاد کا بلا اختیار خیال آوے تو وہ وسوسہ ریا ہے ریا نہیں بس اپنی طرف سے قصد اظہار نہ کرے نہ یہ کہ کونوں میں چھپتا پھرے۔ دیکھا اس طریق میں کیسے کیسے دھوکے ہیں بلا رہبر اس طریق میں چلنا بہت مشکل ہے ؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا		دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقی ہر کہ شد در راہ عشق		عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
در ارادت باش صادق اے فرید		تا بیابی گنج عرفاں را کلید
نفس نتواں کشت الا ظل پیر		دامن آں نفس کش را سخت گیر
		(جامع)

شیطان بڑے دور کی سجھاتا ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر

Marfat.com

تعلیم کیا تو اُس نے کہا کہ اس میں تو ریا ہوگی۔ فرمایا کہ جب ذکر خفی کروگے اور لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ نہ معلوم اس وقت شاہ صاحب عرش کی سیر کررہے ہیں یا کسی کی تو کیا یہ ریا نہ ہوگی۔ بس جاؤ اپنا کام کرو۔ ایک نقشبندی نے چشتی سے کہا کہ میں نے سُنا ہے آپ ذکر جہر کرتے ہیں۔ اشارہ لطیف تھا کہ لوگوں پر ظاہر ہوگیا اور ریا ہوگئی چشتی نے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ذکر خفی کرتے ہیں (مطلب یہ کہ جب خفی کی بھی لوگوں کو خبر ہوگئی تو خفی سے کیا فائدہ ہوا) اور ذکر جہر سے بچنے کا سبب کبھی نفس کا ایک کید بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب ذکر جہر کریگا تو ظاہر ہے پڑوسیوں کو خبر ہوگی۔ اور جس دن نہ اُٹھے گا تو سمجھیں گے کہ آج شاہ صاحب نہیں اُٹھے اور ذکر خفی میں جس دن چاہے کرو۔ جس دن چاہے نہ کرو۔ کبھی اس لئے خفی کو اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ ہیں دھوکے جس پر مبصرین ہی کی نظر پہنچتی ہے اس واسطے شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابد سے بھاری ہے۔ حدیث ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کیونکہ شیطان مدت میں تو ایک کید بناتا ہے اور یہ اُس کے کید پر مطلع ہوکر ذرا سی دیر میں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔

(۴۸۴) فرمایا کہ جبہ شریف جو جلال آباد میں ہے ہمارے پاس اس کی اصل ہونیکی کوئی سند نہیں ہے۔ بس اپنے حضرات کے رجحان سے مظنون ہوتا ہے کہ یہ اصل ہی ہوگا۔ کیونکہ جعلی کی طرف ایسے حضرات کو اس قدر کشش ہوتی نہیں ہے۔ اُسے تو دیکھ کر دل کھنچا جاتا ہے ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحؒ کو جلال آباد کا جبہ پہنے دیکھا تو ایک معبر نے یہ تعبیر دی کہ آپ متبع سنت ہیں۔

(۴۸۵) فرمایا کہ بعض لوگ جمعہ زوال سے پہلے پڑھ لیتے ہیں۔ خدا جانے یہ کہاں سے سمجھا ہے اور اس باب میں جو شیخین کی حدیث ہے ما کنا نقیل ولا نتغدی الا بعد الجمعہ اس سے تو صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم قیلولہ بعد جمعہ کے کرتے تھے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جمعہ وقت سے پہلے ادا کرلیتے تھے۔ اُنہوں نے قیلولہ اور کھانے کو تو اپنی جگہ اور وقت سے نہ ہٹایا اور جمعہ کو ہٹا دیا۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ جمعہ اپنے وقت پر ہوا اور قیلولہ وقت سے موخر ہو جاوے۔ ملنے پر یاد آیا کہ ایک عقلمندوں کی بستی میں ایک سوداگر ایک شخص کی

Marfat.com

دیوار کے سایہ تلے دیوار سے لگ کر بیٹھ جایا کرتا تھا اور مالک بھی دیکھا کرتا تھا ایک روز اُس نے اپنی چٹائی بالکل دیوار کی جڑ سے ملا کر بچھائی۔ دوپہر تک وہ کھسک کر تھوڑی نیچے آگئی تو آپ نے اُس سوداگر سے کہا کہ دیکھو بھائی یہ اچھا نہیں جو تم نے ایک بالشت ہماری دیوار ہٹا دی۔ آجکل کے نئے مجتہدین کی بھی ایسی ہی مثال ہے کہ قیلولہ اور غذا میں فرق نہ آوے چاہے جمعہ اپنے وقت سے ہٹ جاوے۔ ایک ایسے ہی جمعہ پڑھنے والے شخص نے مجھ سے پوچھا کہ اب کیا کروں میں نے کہا جو نمازیں پڑھی ہیں وہ دوہراؤ اور یہ سب کلام غیر مجتہد مدعی اجتہاد کے ساتھ ہے اور جو واقع میں مجتہد ہو اُس کو حق ہے کہ نص کو اپنے ذوق سے کسی خاص محل پر محمول کر لینے کا اُن کے ساتھ یہ کلام نہیں۔

(۸۶) ایک عالم نے سوال کیا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہو کہ ایک شخص نے ننانوے خون کرکے توبہ کی اور ایک عالم کے پاس گیا کہ میں نے ننانوے خون کئے ہیں میری توبہ قبول ہے یا نہیں اُس نے کہا نہیں تو اُس نے اُس کو بھی قتل کر دیا اب پورے سو ہی۔ پھر ایک شخص نے دوسری بستی کے ایک عالم کے پاس جانیکا پتہ بتلایا وہ اُس بستی کی طرف چلا اور راستہ میں مر گیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب وہ توبہ کر چکا تھا تو پوچھتا کیا پھرتا تھا۔ ارشاد توبہ تو کر چکا تھا۔ مگر مقبول ہونا معلوم نہ تھا۔ اس لئے پوچھتا پھرتا تھا۔ سوال۔ جب توبہ کر چکا تھا تو ملائکہ رحمت و عذاب میں اُس کے متعلق منازعت کیوں ہوئی۔ ارشاد غلبہ اثر معصیت یا توبہ میں اختلاف تھا اس لئے ملائکہ نے اجتہاد کیا جو فیصلہ کے وقت ایک غلط بھی ثابت ہوا۔ اور اجتہاد غلط بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی اجتہاد کرتے ہیں۔ سوال کیا ملائکہ کا اجتہاد بھی غلط ہوتا ہے۔ ارشاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ کو بعض اوقات قواعد کلیہ بتا دیے جاتے ہیں کہ ایسا ایسا کرے وہ ایسا ہے جب ہی تو اُن کو اجتہاد کی نوبت آئی۔ سوال باوجود حقوق العباد مغفرت کیسے ہوئی۔ ارشاد اللہ تعالیٰ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ خصم کو راضی کر دیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ اہل حقوق کو میدان قیامت میں محلات وغیرہ دکھلائے جاویں گے وہ دیکھ کر کہیں گے یہ کس کے لئے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا جو اپنے

حقوق ہمارے بندوں سے معاف کرے۔ سوال اس سے یہ بھی استدلال ہوسکتا ہے کہ حقوق العباد بھی معاف ہوجائیں گے۔ ارشاد اس سے استدلال کی کیا ضرورت ہے جبکہ اس کی خود حدیث میں تصریح موجود ہے۔ جیسے ابھی گذرا حقوق العباد کے مضمون پر ایک بیباک شخص کا ایک قصہ یاد آیا کہ نانوتہ میں ایک شخص کہنے لگا کہ ہمارے حقوق بھی تو لوگوں پر ہیں۔ قیامت میں اپنے حقوق والوں سے کہدیں گے کہ اُن سے لیلو اگر یہ تمسخر ہے تو جواب ہی کی ضرورت نہیں اور اگر سچ مچ یہ عقیدہ ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ موازنہ کیسے ہوگا کہ جس قدر دوسرے کے حقوق آپ پر ہیں اُتنے ہی دوسرے پر آپ کے حقوق ہیں پھر یہ نہ معلوم کہ وہاں ایسا عقد ہوسکے گا یا نہیں۔

(۸۷) ایک عالم نے کہا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک نباش نے مرتے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ اگر میں مرجاؤں تو مجھے جلادینا اور آدھی راکھ ہوا میں اُڑادینا اور آدھی پانی میں بہادینا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھپر قادر ہوگیا تو پھر خوب ہی سزا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے قدرت میں شک تھا اور پھر بھی اُس کی مغفرت ہوئی۔ اگر قول سے شک نہ سمجھا جائے تو عمل سے تو تصریحاً ظاہر ہے۔

ارشاد صفات میں ہر شخص عقیدے میں اپنے فہم کے موافق مکلف ہوتا ہی ظاہر ہے کہ جس قدر علم علماء کو ہے عوام کو نہیں اور اس وجہ سے وہ اُن کے برابر مکلف نہیں گو بعض متکلمین اُسکو نہ مانیں گے۔ مگر لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ ہر شخص کا علم و فہم جدا ہوتا ہے وہ شخص مطلق قدرت کو تو مانتا تھا۔ مگر اُس کا کوئی خاص درجہ اُس کے علم میں نہ تھا اور پھر خشیت بھی تھی جبھی تو اُس نے یہ وصیت کی۔ مگر یہ مسئلہ اُسکی سمجھ میں نہ آیا کہ ہوا اور پانی سے جدا کرکے بھی موجود کرسکتے ہیں۔ وہ بے چارہ یہی سمجھا کہ شاید اس عمل سے بچ جاؤں اسی خشیت کی وجہ سے اُس کی مغفرت ہوئی۔

(۸۸) ایک صاحب کسی کا تذکرہ کررہے تھے پھر سوال کیا کہ یہ غیبت تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ کہنے والے کو اگر یہ یقین ہوجائے کہ یہی تذکرہ اگر بعینہٖ اُسے پہنچادیا جاوے

Marfat.com

تو وہ ناراض نہ ہو گا تو یہ غیبت نہیں یا اُس تذکرہ سے اصلاح کا تعلق ہو بطور حزن کے تذکرہ کیا جاوے یہ غیبت نہیں ہے۔

(۸۹) ایک شخص دعا کیواسطے حاضر ہوا۔ فرمایا بھائی تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرونگا اُس نے کہا کہ میری ایسی زبان کہاں ہے۔ فرمایا کلمہ بھی پڑھتے ہو کہا ہاں فرمایا پھر کلمہ تو دعا سے بھی زیادہ متبرک ہے۔ زبان اس کے قابل کیسے ہوگئی (مجمع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) شیطان نے تو عین مردودیت کی حالت میں دعا کی انظرنی الی یوم یبعثون کہ مجھے مردود تو کر دیا قیامت تک کی تو عمر دیدو۔ جواب ملا انک من المنظرین۔ جاؤ تمہیں قیامت تک کی عمر دیدی وہ تو ایسی سرکار ہے کہ شیطان تک کو بھی محروم نہ رکھا۔ پھر ہمیں کیسے محروم رکھیں گے۔ جب شیطان کی عین غضب کیوقت دعا قبول ہوئی تو ہماری کیوں نہ ہوگی بس اپنی زبان کو دعا کے قابل نہ سمجھنے میں شیطان نے راہ مار رکھی ہے۔ اس کا نام انکسار رکھا ہے۔

(۹۰) ایک شخص نے کہا کہ کانپور میں ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو خدا کہتے ہیں یہ لفظ غلط ہے لفظ خدا پہلے کفار اپنے معبودان باطل کو کہتے تھے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ لفظ ایزد اور خدا اسکل ترجمہ کے ہوگیا ہے گو وضع دوسروں کیلئے ہوا ہو مگر اب تو مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہوگیا ہے جیسے رحیم وغیرہ۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے جو توقیفی نام ہیں اُن میں تصرف کرنا الحاد ہے (تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ کر دیکھی) للہ الاسماء الحسنی الخ کے معنی یہی لکھے ہیں کہ بس ایسے ناموں سے اللہ ہی کو موصوف کیا کرو اس میں تقدیم ظرف کی حصر کیلئے ہے۔ اب حصر کے قاعدہ سے یہ ترجمہ ہو گا کہ اسماء حسنیٰ جو ہیں اللہ ہی کیلئے ہیں دوسروں پر اُن کا اطلاق نہ کیا کرو اور جو اللہ کے ناموں کو دوسروں پر اطلاق کرتے ہیں ان سے تعلق مت رکھا کرو۔ باقی رہا یہ کہ اور ناموں کا اللہ پر اطلاق کیا جائے اس سے یہ نص ساکت ہے۔

اب سارے عالم کے علماء کیا جاہل ہی ہیں جنہوں نے اللہ کے معنی خدا لکھے یہ ہی تو غلو ہے تعمق اختیار نہ کرنا چاہئے اولیٰ کے لئے اتنا اہتمام بدعت ہے۔ امام ابوحنیفہ نے جو

Marfat.com

بعض مستحبات کو ناجائز کہا ہے وہ اسی لئے تو ہے کہ مستحبات کیساتھ واجب کا سا معاملہ نہ کرنا چاہیئے۔ جن کا علم محض کتابی ہوتا ہے اُن سے ایسی ہی غلطیاں ہوتی ہیں جو محقق کی صحبت میں رہا ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

(۹۱) ایک شخص نمک پڑھوانے آیا اور بات پوری نہ کہی ظاہر ہے کہ اہل حاجت کو اپنی حاجت کا کماحقہ اظہار کر دینا چاہیئے۔ جس کو سینکڑوں کام ہوں اُسے اسکی فرصت کہاں کہ ایک جزئی کا سوال کیا کرے لوگ خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں جب اُنکے پیچھے بھی اس قدر کام ہوں اور پھر خوش اخلاقی برتیں تب پتہ چلے جامع) حضرت نے اُس کو واپس فرمادیا اور فرمایا کہ جب پوری بات کہوگے جب پڑھکر دیں گے (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا استیذان حاضر ہو گیا تو آپ نے اُس کو لوٹا دیا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو طریقہ بتلا دو اُس طریقہ سے پھر آوے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم عملی بھی سنت ہے اغبیا کو بدون اسکے یاد نہیں رہتا۔

(۹۲) ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہمکو خاتمے کا پتہ نہیں تو ہم نعمت اسلام کا شکر کیسے ادا کریں۔

ارشاد جو ایک مستقل نعمت ہے اُس پر بھی شکر واجب ہے اور اس کا بقاء دوسری نعمت مثلاً اگر کوئی کھانا کھائے اور اُس سے ہیضہ ہو جائے۔ تو یہ کھانا ایک مستقل نعمت ہے اب اگر کوئی کھانا کھا کر شکر ادا نہ کرے کہ کیا معلوم مضر ہو یا نافع ہو تو یہ اُس کی نادانی ہے اگر آدمی کوشش کرے اور اُس کے اسباب اختیار کرے تو نجات کا وعدہ ہے بھی حسن خاتمہ ہے۔ اضطراراً کوئی گمراہ نہیں کیا جاتا جو ہوتا ہے اپنے اختیار سے ہوتا ہے اور خاتمہ کی خبر نہ ہونیکے یہ معنی ہیں کہ یہ معلوم نہیں کل کو ہم خود اپنے ارادہ و اختیار سے کیا کر گذریں گے یہ نہیں ہے کہ شاید اللہ تعالی اُس پر ہمکو مضطر کر دینگے پھر نجات کا وقوع ایک مستقل نعمت ہوگی۔ جنت میں جاکر جنتی یوں کہیں گے الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشا فنعم اجر العاملین۔ اس کا شکر وہاں ادا کریں گے

جیسے ایک تنکا نہیں کا شکر ہے آگے نصیب کیا جو اُس سے قوت ہوگی اُس کا شکر ہوتا ہی۔ رہا تردید کا راز سو جنت میں بھی کلفتیہ تنگ نفسی نہ ہوگا۔ البتہ تردد نہ رہیگا۔ اور عارفین کو یہاں بھی کسی قسم کا تردد نہیں رہتا۔ اُن حضرات پر ایک سکون اور اطمینان کی شان ہوتی ہی۔

(۹۳) فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ جب کسی مضمون پر تقریر فرماتے اور کوئی شبہ پیش کرتا تو فرماتے کہ یہ مدرسہ نہیں ہی یہ کام کرنے کے ہیں کر کے دیکھو۔ ہمارے حضرت نے فرمایا مدرسین کو تو قیل و قال کی عادت ہوتی ہے۔ اور عارفین کو اس سے انقباض ہوتا ہے۔ جو کام میں مشغول ہوتا ہی اُس کو حقیقت منکشف ہو جاتی ہے عوام کی طرح اُن کی حالت نہیں ہوتی۔ اُن کو اطمینان ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت کے یہاں حقائق ہیں۔ تردد نہ تھا اس لئے سوال و جواب سے تنگ ہوتے تھے جیسے اگر کوئی کسی سے کہے کہ آفتاب نکل آیا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ اُس کا ممنون ہو اُس سے مباحثہ شروع کردے تو اُس کو کس قدر ناگوار ہوگا۔ اہلِ بصیرت کو حقائق میں ایسا اطمینان ہوتا ہے جیسے باپ کی بابت کسی کو شبہ نہیں ہوتا کہ یہ میرا باپ ہی۔ حالانکہ اُس میں بھی غلطی ہو سکتی ہی۔ ایسا اطمینان ہوجانا حقائق میں بڑی نعمت ہی۔

(۹۴) فرمایا کہ سلوک شروع کرنے سے پہلے ضرورت اس کی ہی کہ چند یوم شیخ کی خدمت میں رہے تاکہ اُس کے عادات حالات سے پوری پوری آگاہی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ یہ معرفت مبادی میں سے ہی اور جبتک مبادی کسی فن کے ذہن میں نہوں مقاصد میں چل نہیں سکتا۔

(۹۵) فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے ؎

مبارک معصیتے کہ مرا بعذر آرد	زنہار از طاعتے کہ مرا بعجب آرد

قول دیگر

اگر بر ہوا پری مگسے باشی بر آب روی خسے باشی دل بدست آر کہ کسی باشی

قول دیگر

نماز بسیار گزاردن کار پیر زنان است	روزہ بسیار داشتن صرفہ نان است

Marfat.com

حج لبسیار گذار ودن سیر جہان ست — ولے بدست آوردن کا ہر امانت (؟)

(۹۶) فرمایا کہ جب ہر کسی کو تعویذ دیتا ہوں تو ایک کا غذ اوپر اور لپیٹ دیتا ہوں کیونکہ بلا وضو قرآنی آیات کا مس جائز نہیں ہے لوگ اسکی احتیاط کہاں کرتے ہیں۔

(۹۷) فرمایا کہ ایک دفعہ مجھ سے نواب ڈھاکہ نے سوال کیا کہ گورنمنٹ کی تولیت ہے یا نہیں میں نے کہا تولیت کی دو قسمیں ہیں ایک تو متولی شرعی اور ایک متولی قانونی تو گورنمنٹ متولی قانونی ہو سکتی ہے متولی شرعی نہیں ہو سکتی کیونکہ متولی شرعی کے لئے اسلام شرط ہے اور گورنمنٹ غیر مسلم ہے اس لئے گورنمنٹ سے درخواست کیجا دے کہ اپنے ماتحت ایک متولی شرعی کو قائم کر دے احکام تو گورنمنٹ صادر کرے اور نفاذ مسلم کے ذریعے سے کرلے۔

(۹۸) فرمایا کہ خدا کے سوا کسی پر نظر کیوں رکھے۔ اسی کیواسطے تو بتلایا گیا ہے وللہ خزائن السموات والارض۔ جس زمانہ میں خلافت کا بہت زور شور تھا اور مجھ سے خانقاہ غصب کرنے کی تجویز ہو رہی تھی تو اُس وقت راندیر میں ایک شخص نے مرتے وقت چار ہزار اٹھائیس روپے (للعہ) ۴۰۲۸ کی یہاں کے مدرسہ کیواسطے وصیت کی تھی اُن وارثوں نے مجھے لکھا کہ چونکہ اس وصیت میں حساب وغیرہ گورنمنٹ کے متعلق کیا گیا ہے اس لئے آپ عدالت میں سب رجسٹرار کے سامنے وصول رقم کا اقرار کرلیں میں نے لکھا کہ سب رجسٹرار کے سامنے ....

گو ہم اپنی ضرورتوں سے جاتے ہیں مگر اس معاملہ میں ہم جانا پسند نہیں کرتے۔ پھر لکھا کہ اچھا تم اپنے یہاں کے کسی مجسٹریٹ کے سامنے تصدیق کر دو میں نے اس سے بھی عذر لکھا۔ لکھا اچھا ہم کیا کریں۔ میں نے لکھا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو علماء سے استفتاء کر لو اور پھر واقعہ لکھ دو جو وہ کہیں اُس پر عمل کرو پھر اُنہوں نے لکھا کہ اچھا اپنے یہاں کے دو طالب علموں ہی کی تصدیق کرا دو میں نے اس کو منظور کر لیا انہوں نے رقم بھیجدی اتفاق سے اس وقت خواجہ صاحب اور ایک سندھ کے رہنے والے جج میرے یہاں مہمان تھے۔ میں نے اُن سے تصدیق کرادی۔ تو میں تو مدرسہ کیلئے بھی ایسی ذلت برداشت نہیں کرتا بحمد اللہ یہاں

کام بہت ہے مگر خاموشی کے ساتھ ہے پڑھائی تو ایسی نہیں ہے مگر تصانیف کا کام بہت بڑا ہے ضرورت تو روپے کی بہت ہے مگر ذلت کے ساتھ لینا گوارا نہیں ہے۔

(۹۹) ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے کچھ اذکار تعلیم فرما دیجئے جس سے میری اصلاح ہو جائے فرمایا اصلاح تو معالجات نفس سے ہوتی ہے۔ اذکار تو مثل مفرحات مقویات کے ہیں جس طرح مقویات مفرحات کے نسخے تو کتابیں دیکھ کر بھی آدمی بنا سکتا ہے۔ مگر طبیب کی ضرورت جو پڑتی ہے تو وہ معالجات کے اندر پڑتی ہے جیسے صرع سکتہ تنفس وغیرہ وغیرہ ایسے ہی اوراد و اشغال تو کتابوں میں درج ہیں۔ مگر شیخ کی جو ضرورت پڑتی ہے تو معالجات نفس کے اندر پڑتی ہے جیسے تکبر حسد کینہ۔ ریا وغیرہ وغیرہ نفس اس سے بھاگتا ہے۔ رہے وظائف تو وہ اس پر شاق نہیں گذرتے وہ تو ایک تھوڑے سے وقت مقررہ میں بیٹھ کر پورے کر لیتا ہے۔ اب اگر کسی کے اندر عجب و ریا کا مرض ہے تو کیا وہ محض وظیفوں سے چلا جائیگا وظیفے تو محض تقویت و برکت کیلئے ہیں۔ اگر کوئی سرسام و ضیق النفس کا مریض حکیم سے کہے کہ حضور مجھے تو خمیرہ گاؤزبان عنبری لکھ دیجئے تو اس سے یہی کہا جائیگا کہ بھائی تجکو امراض سے شفا ہو جائیگی تو اس وقت قوت دماغ کیلئے دیں گے ابھی اس کا وقت نہیں ہے۔

(۱۰۰) فرمایا کہ اب لوگ کیفیت وجدیہ اور حرارت و برودت کو مقصود سمجھتے ہیں حرارت و برودت تو ادویہ کے استعمال سے بھی ہو سکتی ہے اور کیفیت وجدیہ حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ بعضے لوگ کہتے ہیں سانپ بین کی آواز سے اور شیر اور دیگر حیوانات گانے سے مست ہو جاتے ہیں ایک ماہر شخص نے کسی مناظرہ کے وقت کہا تھا کہ ہمارے کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہم جنگل میں چلکر گانا گائیں گے اس وقت جو جانور ہمارے سامنے آئیں گے ہم ان کے گلے میں مالا ڈالدیں گے پھر بعد میں تم نکال لینا۔ چنانچہ جنگل میں پہنچکر گانا شروع کیا چاروں طرف سے حیوانات ہرن وغیرہ وغیرہ آنے شروع ہوئے انہوں نے ایک ایک کا کان پکڑ کر مالا ڈالدی اور پھر گانا بند کر دیا۔ چنانچہ گانے کا بند ہونا تھا کہ حیوانات بھاگنے شروع ہوگئے پھر انہوں نے ان صاحب سے کہا کہ اب تم اسی طرح گانے سے سب کو جمع کر کے مالا نکال لو۔ چنانچہ وہ عاجز ہو گیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بھلا جو کیفیت انسان اور حیوان میں

Marfat.com

مشترک ہو اس میں بھی کوئی کمال ہو۔

(۱۰۱) فرمایا کہ یہ امر محقق ہو کہ کیفیات روحانیہ مقصود ہیں اور کیفیات نفسانیہ مقصود نہیں لہٰذا اس کے معیار کی ضرورت ہی جس سے ان دونوں میں فرق معلوم ہو تو بڑی مدت تک یہ سمجھ میں آیا کہ جن کیفیات میں مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہیں جیسے بعض کیفیات جوانی میں ہوتی ہیں بڑھاپے میں نہیں ہوتی اور جن کیفیات میں مادہ شرط نہیں وہ روحانی ہیں۔ بس جو کیفیت جوانی کی بڑھاپے میں بدل جاوے تو سمجھو کہ وہ نفسانی ہے۔ ایک بزرگ کو کسی نے روتے ہوئے دیکھا اُس کا سبب پوچھا تو اُنھوں نے فرمایا کہ مجھے جوانی میں نماز میں حظ ونشاط ہوتا تھا اور اب بڑھاپے میں نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ شباب کا حظ تھا جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ نہ تھا اس کا روتا ہوں کہ اتنے زمانہ دھوکہ میں رہا اب لوگ ان کیفیات کو مقصود فی الدین سمجھتے ہیں جو کیفیات کیفیات بہیمیہ سے مشابہت رکھیں وہ بھی کچھ کیفیات ہیں۔ اعمال کی کیفیات نہایت لطیف ہوتی ہیں جیسا کہ فرینی کی شیرینی کہ اُس کا ادراک ہی کو ادراک ہوتا ہے اور گڑ کھانیوالے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ صحابہ میں کیفیات اعمال غالب تھیں (ہنس کر فرمایا) اُن کیفیات میں سُکر نہیں ہوتا ہاں شکر ہوتا ہے۔ تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جیسی استغراق وغیرہ کی حکایات متاخرین اولیاء کی دیکھی جاتی ہیں صحابہ کی نہیں دیکھی جاتی تو ثابت کیا ہو اُن کو کیفیات روحانی زیادہ حاصل تھیں۔

(۱۰۲) (ایک صاحب ہاتھ باندھے نہایت ادب سے بیٹھے تھے) فرمایا مجھے ایسی تعظیم سے وحشت ہوتی ہی خواہ مخواہ میرا دماغ بگاڑتے ہو۔ بس آجکل رسم پرستی غالب ہوگئی ہے صحابہ بھی تو حضور کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ مگر ڈھونگ نہیں بناتے تھے یہانتک کہ حضور مجلس میں تشریف لاتے تو صحابہ تعظیم کو کھڑے بھی نہوتے تھے (تو کیا صحابہ سے بھی زیادہ کوئی جان نثاری وادب کا دعویٰ کر سکتا ہی۔ جامع)

(۱۰۳) ایک صاحب نے کسی معاملہ کے متعلق لکھا کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہئے خصوص جب اُس اختلاف میں کسی اہلِ باطل کی موافقت ہو جیسے بعض تحریکات میں اختلاف کرنے سے اہلِ بدعت کی موافقت ہوتی تھی (حضرت والا نے مجلس کی طرف مخاطب ہو کر

Marfat.com

فرمایا کہ ہر اختلاف برا نہیں ہے ۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ میں بھی اختلاف ہی اور اہل بدعت کی موافقت کے متعلق فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ شیعہ کتے کو نجس العین کہنے میں اختلاف کرتے تھے ۔ اور امام صاحب نجس العین نہ مانتے تھے ۔ جب امام صاحب کا وصال ہوگیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آیا جس روز امام اعظمؒ کا وصال ہوا ہے اُسی روز امام شافعیؒ پیدا ہوئے تو لوگوں کو بڑی اُمید تھی کہ یہ بھی حضرت امام کی موافقت کریں گے ۔ مگر امام شافعیؒ کے منہ سے نکلا تو یہ نکلا کہ کتا نجس العین ہے دیکھئے یہاں امام شافعی نے اس اختلاف میں شیعہ سے موافقت کی اب اس کو کیا کہو گے ۔

(۱۰۴) فرمایا تربیت کے باب میں جو کچھ میں کسی کے بارے میں تجویز کرتا ہوں وہ نہایت ہی شفقت سے تجویز کرتا ہوں اور جس نے بھی اُسکے خلاف کیا اُس نے اُس کا نتیجہ دیکھ لیا فوراً سزا مل گئی ۔ اب یہ صاحب بیٹھے ہیں (یہ ایک صاحب تھے جن کو حضرت نے ذکر و شغل سے منع کر دیا تھا جو نہیں مانے تھے چنانچہ اُن کو جنوں ہوگیا تھا اور ایک مدت کے بعد بریلی کے پاگل خانہ سے چھوٹ کر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔ جامع) ان کو میں نے ذکر و شغل کی زیادتی سے ہر چند منع کیا ۔ نیز بعض مصالح سے حکیم محمد مصطفےٰ صاحب کے سپرد کرنا بھی چاہا ۔ مگر نہ مانے اور مجھے یوں جواب دیا کہ واہ صاحب یہ بھی کوئی بات ہی اگر کوئی اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تو فلاں کے پاس چلی جا تو وہ کیسے چلی جائیگی اس پر میرا بہت دل دکھا تھا ۔ کہ مجھ پر صاف اعتراض تھا ۔ کس دلسوزی سے تو میں تجویز کرتا ہوں اور یہ لوگ اُس کی ایسی بے قدری کرتے ہیں کہ حقیقت میں اعتراض کرنا سخت بے ادبی ہے ۔

از خدا جوئیم توفیق ادب		بے ادب محروم گشت از فضل رب	جامع
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد		بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد	

(۱۰۵) فرمایا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ صادق تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اُٹھیں گے اور یہ بھی آیا ہے کہ دغا باز فریبی تاجر کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا (جامع) اور یہ واقعہ ہے کہ تجارت میں دنیوی فروغ بھی صدق ہی سے ہوتا ہے ۔ گو شروع میں

Marfat.com

کچھ تکلیف اٹھانا پڑے - مگر بعد میں بہت برکت ہوتی ہے - چنانچہ کانپور میں ایک بانس والے تھے - اُن کے پاس جو شخص بانس لینے آتا تو وہ یہ کہدیتا کہ یہ بانس اتنے دن رہیگا یہ سُن کر سب چھوڑ کر چلے جاتے دوسری جگہ جب پہنچتے تو وہ دوکاندار بڑی تعریف کرتے لوگ انکی ہی دوکانوں سے خریدتے لوگوں نے اُن سے کہا بھی کہ بھائی یہ کام ایسے نہیں چلتا اُس نے جواب دیا کہ فروخت ہوں یا نہوں میں تو سچ ہی بولوں گا - تھوڑے دنوں کے بعد جب دوسروں کے بانس جلدی جلدی خراب ہونے لگے - اب رجوعات اُن کی طرف ہوئی کیونکہ یہ جو کہدیتے بانس ویسا ہی نکلتا - سب کی دوکانداری پھیکی پڑ گئی - بس شروع میں تھوڑی سی دقت پڑتی ہے - جب لوگوں کو اطمینان کامل ہو جاتا ہے - تو پھر یہ دقت بھی رفع ہو جاتی ہے -

(۱۰۶) فرمایا کہ حق تعالے عبدیت کو چاہتے ہیں - حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کا ہاتھ پکڑے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں اس بچہ کو آگ میں ڈالنا گوارا نہیں کرتی کیا حق تبارک وتعالی اپنے بندوں کو عذاب کریں گے - آپ یہ سُنکر رو پڑے اور فرمایا کہ حق تعالی سوائے مارد متمرد کے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالیں گے اور متمرد کے یہ معنے ہیں کہ جو تکلف اور ارادہ ہی سے تمرد کو اختیار کرے یعنی اپنے کو عبدیت سے خارج کرے گویا اپنے آپ کو تکلف اور ارادہ سے دوزخ میں بھیجنا چاہے وہی جائیگا ورنہ جسکے اندر عبودیت ہوگی اللہ تعالی اُس کے ساتھ رحمت کا ہی معاملہ فرمائیں گے - حتی کہ جو شخص حقوق العباد کی فکر رکھے اور بوجہ عجز کے ادا نہ کرسکے تو اُمید ہے کہ حق تعالی اہلِ حقوق کو بدلہ دیکر اُس سے راضی کرا دینگے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالی نے آگ کا عذاب کیوں مقرر کیا یہ تو بہت بڑھکر ہے اس سے کم بھی تو ہوسکتا تھا - فرمایا کہ اللہ تعالے کی نافرمانی بھی تو بہت بڑھکر ہے اس سے کم بھی تو ہوسکتی تھی پھر فرمایا کہ میں آپکا مرض سمجھ گیا آپ حق تعالی کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ جس چیز سے ہم کڑھتے ہیں اللہ تعالی کو بھی کڑھنا چاہیئے - بات یہ ہے کہ تم مغلوب ہوا اور اللہ تعالے انفعال و رتاثر سے پاک ہیں حق تعالی

جو بھی کرتے ہیں ارادہ سے کرتے ہیں۔ اُن کو کڑھن نہیں ہوتی (کیونکہ اُن کی ازا ابتدا ر اول تا انتہا نظر ہوتی ہے اور ان کا علم اکمل ہے اور انسان کی ابتدا ہی پر نظر ہوتی ہے انجام کی خبر نہیں ہوتی اس لیے انجام دیکھ کر اُس کو کڑھن اور تاسف ہوتا ہے۔ جامع) حکما سے امر بیٹے خوب سمجھا ہے۔ فرمایا ہی کہ رحمت سے مبادی مراد نہیں غایات افعال مراد ہیں۔ فافہم

(۱۰۷) فرمایا شفاء غیظ کے لیے بھی سزا دینا جائز ہے۔ مگر خود تجویز نہ کریں۔ علماء سے استفتاء کرے۔ جب پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لیکر بھاگا ہے تو آپ نے اُس کو مارا تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صاحب شعور نہیں اور بے حس ہو اُس سے بھی شفاء غیظ کا معاملہ جائز ہے۔

(۱۰۸) فرمایا کہ اگر ایک شخص نے بیس برس تک ایک مقام پر امامت کی اور پھر یوں کہنے لگا کہ میں کافر تھا تو اس موقع پر فقہا نے لکھا ہے کہ پچھلی نمازیں سب کی ادا ہو گئیں اور اس کلمہ سے وہ اب کافر ہو گیا اس وجہ سے اب اُس کا اعتبار بھی نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو پریشان کرنے کیلئے کہتا ہو اور بیس برس پہلے سے وہ کافر نہو مسلمان ہو اور ابھی کافر ہوا ہو۔

(۱۰۹) فرمایا کہ ایک امریکن نے میرے بھتیجے سے منصوری پر کہا کہ اہل یورپ میں تہذیب نہیں ہے اہل امریکہ ان کو مہذب نہیں سمجھتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہندوستان والے تو بڑا مہذب سمجھتے ہیں کہا ایسے ہی لوگ سمجھتے ہوں گے۔ پھر کہا کہ ہمارے یہاں امریکہ میں بڑے سے بڑا آدمی سر پر اپنا بوجھ لیکر خود چلا جاتا ہے اور کوئی عار نہیں کرتا اور یہ لوگ سب کام نوکروں سے کراتے ہیں اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ شریعت کا احسان سمجھنا چاہیے کہ امریکہ کی [illegible] اسلام نے اُس کا سبق سب سے پہلے پڑھایا [illegible] نہ کیا کرو گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرو چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کام اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے دودھ خود دوہ لیتے تھے نعلین مبارک میں تسمہ خود لگا لیتے تھے ترکاری خود تراش لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کا گھر میں رہنے کا وقت کس طرح گذرتا تھا۔ فرمایا کہ آپ گھر میں خالی نہیں رہتے تھے ہم میں مل کر کام

Marfat.com

کرتے تھے۔ اُس امریکن نے یہ بھی پوچھا تھا کہ اُس کا (یعنی حضرت مرشدی مدظلہم العالی کا) تحریکات خلافت میں کیا خیال ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ تو اس کے خلاف ہیں۔ اُس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن ہے۔ برادرزادہ نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ عیسائیوں کی گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں۔ اس لئے اُن کی حمایت کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اُس نے کہا جاہل ہیں کیونکہ ان تحریکات کا یہ اثر ہوگا کہ سب لوگ لامذہب ہو جائیں گے اور جب مذہب سے دور ہو گئے تو پھر عیسائی ہونا بہت آسان ہے اور وہ (حضرت مرشدی مدظلہم) یہ چاہتا ہے کہ سب مذہب پر قائم رہیں اور عیسائیت سے دور رہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا چنانچہ اُسی وقت سے لوگوں کی مذہبی حالت بدل گئی۔ اخلاق عادات خراب ہو گئے چاروں طرف ظلمت چھا گئی۔ ہر شخص میں حریت سما گئی بڑوں کا ادب اُٹھ گیا۔ جاہل پیشوا ہو گئے علماء اہل دولت سے ملکر دنیا دار ہو گئے (جامع کہتا ہے بالکل بجا و درست ہے۔

ایں چہ شور یست کہ در دور قمری بینم ہمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم

حضرت نے ایک اور مجلس میں فرمایا تھا کہ دین کے اندر اتنا تغیر صدیوں میں بھی نہ ہوا ہوگا جس قدر اس چند یوم کی تحریک خلافت میں ہو گیا۔

اے مصرا پر دہ یثرب بخواب خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب (جامع)

(۱۰۱) فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں مولویوں سے کہ ہندوستان میں سود حلال کرو کیونکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے خلاف ہی مگر امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ حربی سے سود کا لینا جائز ہی اور امام ابو یوسفؒ کا قول کوئی حجت بھی نہیں میں کہا کرتا ہوں جی ہاں آپ کو امام صاحب کے تمام قولوں میں یہی ایک قول پسند آیا ہی امام صاحب کا قول نماز میں روزہ میں ڈاڑھی میں حجت نہیں ہی بس سود میں ہی حجت ہے۔ جیسے ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ قرآن شریف میں تمام آیتوں میں تمکو کونسی آیت پسند ہے کہا کلوا واشربوا۔ کسی نے اسکو ایک شعر میں اس طرح کہا ہی ہم تو جب جب کرینگے شراب و کباب ہے

قرآن میں جو آیا کلوا و شربوا نہو۔ اس کا ایک شخص نے خوب جواب دیا ہے ؎

تسلیم قول آپکا ہم جب کریں جناب تب آگے واشربوا کے ولاتسرفوا نہو

پھر اُس سے پوچھا دعاؤں میں کونسی دعا پسند ہے کہا ربنا انزل علینا مائدۃً من السماء

(۱۱۱) فرمایا کہ کسی ثقہ سے سُنا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے کسی مرید کو کسی جگہ بھیجدیا کہ تم وہاں جاکر ذکر شغل کرو (اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہوتی ہے کہ ایسی جگہ تجویز کرتے ہیں جہاں کوئی زیادہ معتقد نہو) اُنہوں نے شیخ کو لکھا کہ یہاں مسلمانوں اور کفار میں نااتفاقی ہوگئی ہے دعا فرمایئے تو اُن بزرگ نے اُن کو ڈانٹ کر لکھا کہ ہمنے تم کو خبریں لکھنے کو بھیجا ہے یا کام کرنے کو ایک شخص نے عرض کیا کہ دعا تو سنت ہے پھر کیوں ڈانٹا۔ فرمایا جی ہاں جبکہ سنت فرض سے (کہ وہ اصلاح نفس ہے) مانع ہوجائے تو اُس سنت سے روکا جائیگا۔

(۱۱۲) فرمایا کہ جس شخص سے تعلیم ذکر و شغل کا تعلق ہو اُس سے ایسے مسائل فقہیہ دریافت کرے جسمیں قیل و قال ہو۔ اس طریق میں یہ قیل و قال بہت مضر ہے اغبیا کو کون سمجھائے یہ ذوقی امر ہے ہیں تو ایسی باتیں اُنہیں کی مصلحت سے کہتا ہوں (ہنس کر فرمایا) انکی مصلحت میری راحت اور میرے ذمہ یہ نہیں کہ مصلحت کی وجہ بھی بتاؤں۔ اتنا بتلا دینا کافی ہے کہ یہ خلاف مصلحت ہے میں نے احباب کو لکھدیا ہے کہ باطنی حالات کے ساتھ مسائل فقہیہ نہ لکھا کرو۔ ایک بزرگ سندھی مجھ سے اکثر مسائل فقہیہ پوچھا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے کہ مجھے ذکر و شغل سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا میں نے کہا کہ تم مجھ سے مسائل فقہیہ پوچھا کرو اور میں نے اُن سے یہ بھی کہا کہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو اس فن میں زیادہ مہارت ہے تم اُن سے پوچھا کرو۔ چنانچہ جس دن سے اُنہوں نے ایسے سوالات بند کئے اُسی دن سے فائدہ ہونا شروع ہوگیا۔ میرا تو مشاہدہ ہے مگر اب بتلائے کہ دوسروں کو کس طرح سمجھاؤں۔

(۱۱۳) فرمایا کہ امور طبعیہ فطریہ بدلتے نہیں اُن میں اضمحلال ہوجاتا ہے۔ اور اہل تحقیق بھی اپنے مریدوں کے فطری امر کو نہیں بدلتے کیونکہ اللہ تعالی کی اس میں حکمتیں ہیں۔ اصل مربی تو وہی ہیں۔ نہ معلوم کس کس مصالح کی بنا پر اُس کے یہ رکھے ہیں۔ اس لئے اُن کے بدلنے کی کوشش بھی نہ کرنا چاہیے صرف تعدیل کردی جاوے اور مصرف بدل دیا جاوے +

(۱۱۴) فرمایا ہمارے یہاں جو آجکل نل لگ رہا ہے اور اُس کے واسطے زمین کھد رہی ہے۔ اُس میں ایک پرت ابرک کا بھی نکلا ہے۔ کیا عجب کسی زمانہ میں زمین کا سطح بالائی وہی ہو کیونکہ آجکل کی یہ تحقیق ہے کہ ہر سو برس کے بعد زمین ایک فٹ بڑھ جاتی ہے یعنی اونچی ہو جاتی ہے۔

(۱۱۵) ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص مرنے والے کی کنوئیں کی تمنا تھی اب وہ دفن گیا تو کیا اُس کو اس کا پتہ چل گیا ہو گا۔ فرمایا کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موتی کو اپنے عزیز کے نیک و بد کا تو پتہ چلتا ہے۔ اس سے زیادہ ثابت نہیں اور روح تو وہاں ایسے کام میں مستغرق ہے اُسے ان خرافات کی کیا پرواہ ہے۔

(۱۱۶) فرمایا کہ مجھے غیر متشابہ آواز سے نیند نہیں آتی اور متشابہ سے آجاتی ہے۔ اگر کوئی کلمہ مکرر پڑھ رہا ہے۔ تو فوراً نیند آجائیگی۔ مگر قرآن شریف کی تلاوت کے وقت نہیں آتی۔ کیونکہ اُس میں مختلف مضامین ہوتے ہیں۔ توجہ منتشر رہتی ہے۔

(۱۱۷) فرمایا کہ ہم لوگوں کو حسن معاشرت اور انتظام سے آجکل اس قدر اجنبیت ہوگئی ہے کہ ایک انگریز جو مسلمان ہوا تھا نماز کیلئے مسجد میں آیا۔ وہاں حوض کی نالی میں ریت پڑی ہوئی تھی۔ اُس نے کہا کہ صاحبو ذرا اسے صاف تو کر دیا کرو۔ بعض لوگوں نے جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تیرے اندر عیسائیت باقی ہے۔ جب ہی تو صفائی صفائی کر رہا ہے اور یہ کہکر اُسے مسجد سے نکالدیا۔ بعض سمجھدار لوگونکو معلوم ہوا جو اہلِ تہذیب تھے اُنہوں نے اُس کی دلجوئی کی کہ یہ جاہل لوگ ہیں آپ خیال نہ کریں۔ اُس نے بڑا اچھا جواب دیا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان کے برتاؤ سے اسلام سے متوحش ہو کر عیسائی ہو جاؤنگا۔ میں ان بدتمیزیوں پر تھوڑا ہی مسلمان ہوا ہوں۔ بلکہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اُن کے اخلاق ایسے تھوڑا ہی تھے۔

(۱۱۸) فرمایا بڑے بڑے مخلصین کے پاس یہی خط آتے ہیں کہ ذکر و شغل جاری ہے دعا کیجئے (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) اصلاح اُن کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں بس ذکر و شغل ہی کو اصل سمجھتے ہیں حالانکہ اصل اصلاح ہے اور ذکر اُس کا معین۔

Marfat.com

(۱۱۹) فرمایا کہ ایک طالب علم صاحب آئے تھے اُنہوں نے ضبط اوقات کا اعلان دیکھکر فرمایا کہ یہ بدعت ہے خیر القرون میں نہیں تھا۔ اگر جواب کیلئے ٹکٹ آتا تو میں جواب لکھتا کہ جس مدرسہ میں تم نے پڑھا ہے وہاں اسباق کے گھنٹے مقرر تھے۔ یہ خیر القرون میں کہاں تھا

(۱۲۰) ایک شخص نے خط میں کوئی سخت بدتمیزی کی تھی۔ پھر اُن کا خط آیا کہ مجھ سے حماقت ہوئی ہے میں تو بیعت چاہتا ہوں۔ میں نے لکھدیا تم سے دل نہیں ملیگا۔ جو تربیت کی شرط ہے پھر وہ انیک دق کر رہے ہیں۔ اب لکھدیا ہے کہ یہاں کسی سے دوستی پیدا کرو اُن کے ذریعہ سے خطاب کرونگا۔ براہِ راست تم سے گفتگو نہ کرونگا۔ بدتمیزی کے مضمون سے اشتعال ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا کہ بدتمیزی کی برداشت بھی کرنا چاہیئے۔ میں نے اُن کو لکھا کہ کوئی کام تم بھی کرو۔ کیا سب کام میرے ہی ذمے ہیں۔ تم تو خود شیخ ہو جب ہی تو مجھکو تعلیم دے رہے ہو۔ مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا دو ہی باتیں ہیں یا تو لوگوں میں انتظام کا قحط ہو گیا۔ یا مجھ میں انتظام کا ہیضہ ہو گیا۔

(۱۲۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ میں نے یہ سنا تھا کہ بلا پیر بہشت میں جانا محال ہے۔ اور پیر ہی سب کام کرتا ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ واقعی بعض لوگوں کے ایسے ہی خیال ہوتے ہیں اور محض اس لئے مرید ہوتے ہیں۔ میں یوں چاہتا ہوں کہ طریق کی حقیقت سمجھ کر کام کریں۔ اور آخر میں اُن صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب معلوم ہوا۔ وہ پیر بدعتی ہیں میں بیعت توڑ دوں میں نے لکھا کہ ضرور توڑ دو۔ دیکھئے جلدی میں ایک بدعتی پیر کے مرید ہو گئے۔ اور نوبت علیحدگی کی آئی۔ میں اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ بیعت میں جلدی نہ کیا کرو خوب دیکھ بھال لیا کرو۔ جب تک جانبین سے اطمینان نہ ہو جایا کرے اُس وقت تک ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا کرو۔

(۱۲۲) فرمایا کہ لوگوں کی بیہودہ حرکتیں فی نفسہ اس قدر گراں نہیں ہوتیں لیکن چونکہ اُن کا منشا میری نظر میں آجاتا ہے اور وہ سخت قبیح ہوتا ہے کہیں کبر کہیں بے فکری کہیں اہلِ دین کی بے عظمتی اس لئے وہ خفیف امر مجھکو زیادہ گراں معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

جس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ تو اتنی غصہ کی بات نہ تھی لوگ صرف ناشی کو دیکھتے ہیں میں منشار کو دیکھتا ہوں۔

(۱۲۳) فرمایا کہ عوام عرب میں شرک بہت ہی۔ ہم نے خود دیکھا ہے (اسی لئے تو وہاں قدرت سے نجدیوں کا تسلط ہوا جامع) وہاں کے علمار بھی اسکی تاویل کر لیتے ہیں۔ وہاں نجدیوں کی تو یہ زیادتی ہے کہ توسل کو بھی شرک کہتے ہیں۔ علمار کی زیادتی ہے کہ شرک کو توسل کہتے ہیں۔

(۱۲۴) فرمایا کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا چاہیے۔ حتی کہ دفن کے وقت بھی انتظام شریعت اسی میں ملحوظ ہے تا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو جاوے کہ مردہ سے حاجت مانگی جاتی ہے

(۱۲۵) فرمایا کہ بعض مواقع پر معاشرت اور معاملات رندوں کے اچھے ہیں اور اہل علم کے خراب ہیں ایک ثقہ صورت میرے ایک دوست سے دس روپے مانگ لئے گئے تھے۔ جب تقاضا کیا تو کہا پھر دیدونگا۔ پھر تقاضا کیا تو کہا پھر دیدونگا۔ پھر تقاضا کیا تو کہدیا آپ کے پاس میری کوئی تحریر ہے۔ ایسے ہی ایک بی بی ہمارے گھر میں سے جھوم مانگ لے گئیں۔ پھر اس کو رہن کر دیا۔ بڑی مشکل کے بعد وصول ہوا۔ اب قریب قریب دینا ہی بند کر دیا۔ مگر پھر بھی بعض جگہ مروت غالب آجاتی ہے۔ اللہ کے فضل سے مسلمانوں میں بہت روپے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم کسی کو قرض دیویں مگر معاملہ کی گندگی کی وجہ سے نہیں دیتے ایسے ہی بیکار روپیہ رکھنا پڑتا ہے اور اہل حاجت کفار کو سود دیتے ہیں۔

(۱۲۶) فرمایا کہ گھر میں ایک مرتبہ ایک نائن سے پان منگائے وہ شمار کئے تو معمول سابق سے زیادہ تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ دوکاندار کے گھر سے اسکی عورت نے اس سے چھپا کر دیدیے تھے اور پیسے خود رکھ لئے۔ میں نے کہا کہ اس کا حق تو ہمارے ذمہ رہا۔ کیونکہ یہ تو ملک اس کے خاوند ہی کی ہے عورت کی بدنامی کے خیال سے یہ ترکیب کی کہ جس حساب سے وہ پان دیا کرتا تھا۔ اسی حساب سے اس کے پاس پورے پیسے بھیجدیے۔ اور یہ کہدیا کہ یہ پیسے تمہارے ہمارے ذمے رہ گئے تھے اس نے

Marfat.com

فوراً رکھ لئے۔ یہ بھی تو نہیں پوچھا کہ کب رہ گئے تھے۔

(۱۲۷) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جلسہ میں دہلی جا رہا تھا۔ ایک شخص ریل میں راستہ سے میرے ساتھ ہو لئے۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہا دہلی جلسہ میں جا رہا ہوں میں نے کہا مولانا نے آپ کو بلایا ہے۔ کہا نہیں پھر میں نے پوچھا ٹھیرنا کہاں ہوگا کہا ملنے والوں میں ٹھیروں گا۔ جب اسٹیشن سے اُترے تو میرے لئے جو گاڑی آئی تھی اُس میں سب سے اول آپ بیٹھے۔ پھر مقام پر پہنچکر برف بھی سب سے اول پیا۔ پھر کھانے میں بھی شریک ہو گئے۔ میں نے مجمع میں کہنا تو مناسب نہ سمجھا۔ مگر دسترخوان سے اُٹھکر اُس کو الگ بلا کر کہا۔ کہ تم نے کیا وعدہ کیا تھا۔ اور عمل کیا کیا۔ خیر اسی میں ہے کہ ابھی چلے جاؤ وہ سیدھے چلے گئے کھانے پر پھر نہیں آئے۔

(۱۲۸) جمعہ کے بعد مجلس میں تقریر فرما رہے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ اس وقت آنت اُتر آئی۔ اگر کوئی مضمون زور ڈالکر بیان ہوتا ہی آنت اُتر آتی ہے (اسکے بعد اندر حجرہ میں آنت چڑھانے کے واسطے تشریف لیگئے فراغت کے بعد تشریف لاکر فرمایا۔ جامع) اب لوگ بلاتے ہیں کیسے جاؤں۔ جمعہ کے دن چونکہ مجمع ہوتا ہے دل چاہتا ہے کہ کچھ زور سے بولوں تاکہ سب سنیں مگر کیا کروں عصر تک تین تین چار چار مرتبہ آنت اُتر جاتی ہے ایک شخص نے کہا کہ الہ آباد موٹر میں لے چلیں گے۔ میں نے کہا کہ حرکت سے تھوڑا ہی اُترتی ہے بھلی ہیں چلنے سے ہی نہیں اُترتی۔ بلکہ یہ چھینکنے سے کھانسی سے بلند آواز سے بولنے سے اُترتی ہے۔

(۱۲۹) فرمایا کہ آج کل لوگوں میں اس قدر بے تمیزی ہے کہ دیوبند کے بڑے جلسہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ میں مصلے پر نماز پڑھانے کے لئے جا رہا تھا منبر کے قریب پہنچ گیا تھا ایک صاحب جماعت کی تیسری صف میں سے نکل کر نیچے پہنچکر اپنے پاس لائے۔ اور مصافحہ کیا اور کہا جاؤ۔ غصہ تو آیا کہ ایک دھول لگاؤں۔ چاہے بدنامی ہو مگر ضبط کیا۔

(۱۳۰) فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سائل آکر سوال کرے تو مہمان کو دسترخوان سے

Marfat.com

دینا جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی کسی برتن میں کھانا بھیجے تو اُس میں کھانا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اپنے برتن میں کر کے کھائے۔ لیکن اگر مزہ یا وضع بدل جانیکا اندیشہ ہو جیسے فیرینی وغیرہ تو اُسی برتن میں کھانا جائز ہے۔ ایسے ہی اگر چند مجلسیں کھانے کی ہوں۔ تو اپنی مجلس میں اگر کھانے کی کمی پڑجائے تو اپنے سامنے سے دے سکتا ہے۔ اور اگر دوسری مجلس میں ضرورت پڑے تو دینا جائز نہیں ہے۔

(۱۳۱) فرمایا کہ آج دوپہر ایک ولایتی صاحب تشریف لائے اُس وقت میں لیٹ چکا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ سے بے تکلفی نہیں ہے۔ اس لئے یہاں بٹھینا مناسب نہیں آپ ظہر کے بعد آئیے۔ پھر ظہر کے بعد تو آئے نہیں عصر کے بعد آئے میں نے کہا کہ تم ظہر کے بعد کیوں نہیں آئے یہ وقت مجلس کا نہیں کہنے لگے کہ درویش کو ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ میں درویش نہیں ہوں۔ میں تو ایک طالب علم ہوں۔ اس پر اُنہوں نے کہا کہ نہیں ہو تو ضرور بھلا اس حماقت کا کیا علاج ہر شخص نے اخلاق کا ایک نظام الگ بنا رکھا ہے مگر صاحب بات یہ ہے کہ پچاس تو ایک کے تابع ہو سکتے ہیں اور ایک پچاس کے تابع نہیں ہو سکتا اور درویش تو نہایت لطیف المزاج ہوتے ہیں۔ مگر وہ لوگ تحمل کرتے ہیں جیسے یہ لوگ بے حس سمجھتے ہیں۔

(۱۳۲) فرمایا کہ حدیث میں مُنہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے۔ چونکہ منہ سامنے ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اُسی پر مارتے ہیں اور حدیث میں ممانعت بھی اسی لئے آئی ہے کہ اس کا وقوع زیادہ ہے اور عضو محترم ہے اور ممانعت بھی اُنہیں چیزوں کی ہے جن میں احتمال وقوع زیادہ ہے۔ شراب کی ممانعت آئی ہے کیونکہ اُس کی طرف میلان ہونے سے اُس کا وقوع زیادہ ہے۔ لیکن پیشاب کی کہیں بھی ممانعت نہیں کیونکہ اسے کون پیئے گا۔

(۱۳۳) فرمایا کہ یہ غلط مشہور ہے کہ پیغمبر کا ملبوس نہیں جلتا۔ حدیث میں ہے کہ آپ مصلے پر تشریف فرما تھے کہ ایک چوہا جلتی بتی لئے ہوئے آیا مصلے شریف

(۱۳۴) فرمایا کہ سب سے منتظم اور دور اندیش ہمارے مجمع میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے ایک مرتبہ میں نے آپکو لکھا کہ جلال آباد کے جبہ شریف کی زیارت کو جی چاہتا ہے کیا حکم ہے مولانا کا جواب آیا کہ ہرگز دریغ نہ کریں۔ اگر تنہائی میں بدون منکرات کے موقع ملے ضرور زیارت کریں۔ یہ قید انتظام ہی کی بات ہے۔

(۱۳۵) ایک صاحب کا خط آیا کہ میں فلاں چماری پر عاشق ہوگیا ہوں تسخیر کا تعویذ دیدو ورنہ آریہ ہو جاؤں گا۔ ایک اور صاحب کا خط آیا کہ مجھے اتنے ہزار روپے اپنے مریدوں سے دلوادو کیونکہ میں اسقدر ہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہوں۔ ورنہ سودی قرض لونگا اس کا گناہ آپ پر ہوگا۔ اور خدا کے سامنے یہی کہدونگا۔ اس کا جواب حضرت والا کے یہاں سے کچھ نہیں گیا اور فرمایا کہ جواب جاہلاں باشد خموشی (مجمع کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا) کہ ہمارا جو کام ہے وہ یہ ہے کہ ہم سے اللہ کا راستہ پوچھ لو۔ اب کوئی سنار کے یہاں جاکر یہ کہے کہ مجھے کھرپا بنادو یا لوہار کے یہاں سونا لیجائے اور کہے کہ مجھے کرن پھول بنادو تو یہ اسکی حماقت ہے یا نہیں کیا ہم اس کام کے ہیں کہ لوگوں سے بھیک مانگ کر لوگوں کو دیں۔ نعوذ باللہ۔

(۱۳۶) فرمایا کہ جب میں نواب ڈھاکہ کے یہاں گیا ہوں۔ تو اُن کے سالن میں گھی بہت پڑتا تھا۔ اور میں منع کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُن کے چچا سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ گھی کوئی مرغوب چیز نہیں ہے۔ کیونکہ جنت میں چار نہریں ہوں گی۔ پانی کی دودھ کی شہد کی شراب طہور کی۔ اگر گھی کوئی مرغوب چیز ہوتی تو ایک نہر اُس کی بھی ہوتی۔

(۱۳۷) فرمایا کہ ایک دفعہ کانپور میں میں نے قبول دعوت کے ساتھ داعی کو لکھا کہ قورمہ پلاؤ پراٹھا وغیرہ تکلف کے کھانے نہ ہوں وہاں جاکر دیکھا تو وہ سب چیزیں موجود تھیں۔ جن کو میں نے منع کیا تھا میں نے اُن سے پوچھا کہ میں نے ماکولات کی فہرست دی تھی یا ممنوعات کی۔

(۱۳۸) فرمایا کہ کھانا تو بمبئی سورت والے جانتے ہیں اور کھانا یہاں والے۔ ایک دفعہ

Marfat.com

میں نے ایک مقام پر مچھلی کی فرمائش کردی تو اس قدر بدبودار پکائی کہ بیٹھنا مشکل ہوگیا نیز یہ بھی فرمایا کہ اپنے یہاں کی عورتیں نہایت اخلاص سے پکاتی ہیں۔ یہ چاہتی ہیں کہ سب مردوں ہی کو کھلاویں اسی لیئے اُن کے ہاتھ کا کھانا مزیدار ہوتا ہے۔ اور باورچیوں میں یہ خلوص کہاں۔ ایک حکایت یاد آئی کہ ایک باورچی نے اپنے آقا کے سامنے کھانا پکا کے رکھا۔ اور دیکھتا رہا۔ جب آقا شوربا ختم کر چکے۔ تو دل میں سمجھا کہ بوٹی چھوڑ دیں گے۔ جب بوٹی کھانے لگے تو سمجھا کہ ہڈی چھوڑ دینگے جب ہڈی بھی چوسنے لگے تو بے ساختہ چیخ اُٹھا کہ ہائے ہڈی بھی کھالی۔ اُسے استغراق میں یہ بھی پتہ نہ چلا۔ کہ میں کہاں ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں۔

(۱۳۹) فرمایا کہ آج کل لوگ اصلاح سے بہت گھبراتے ہیں۔ بس خالی ذکر وشغل کو چاہتے ہیں۔ ایک صاحب حیدرآباد کے راستے میں ایک اسٹیشن پر مُرید ہوگئے۔ اُنہوں نے مجھے لکھا کہ مجھ میں زنا کا مرض ہے۔ میں نے علاج لکھا۔ پھر لکھا تو جواب آیا۔ کہ سختی نہ کرنا چاہیئے اب اُن کا خط آنا بھی بند ہوگیا۔

(۱۴۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ کہ وظیفے تو میں نے تجویز کر لیئے ہیں۔ اور اجازت آپ دیدیں۔ میں نے اُن کو لکھا ہے کہ کہیں یہ دیکھا ہے۔ کہ مریض نسخہ تو خود تجویز کرلے اور اجازت حکیم سے لے۔

(۱۴۱) فرمایا کہ ایک رئیس کے کارندے کہتے تھے کہ اُن کے یہاں مہمانوں کو جو روٹی آتی تھی۔ اُس کے ساتھ شمار کا پرچہ بھی آتا تھا۔ کھانے کے بعد باقی کی تعداد لکھی جاتی تھی۔ اچار جب پڑتا تھا تو بذریعہ درخواست اُس کی منظوری حاصل کی جاتی تھی۔ بھلا اس روپے سے کیا فائدہ ہے۔ سچ ہے ؎

سخیاں زاموال بر می خورند	بخیلاں غم سیم و زر میخورند

Marfat.com

(۱۴۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ ظہر کا وضو بارہ بجے
ے شروع کرتا ہے اور سارے مسجد کے لوٹوں سے کرتا ہے اور غسل صبح سے ظہر تک کرتا
ہے اور جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا ہے کہ کوئی بال خشک تو نہیں رہ گیا) ہمارے حضرت نے
ایا کہ یہ دماغ کی خشکی ہے قوت متخیلہ میں فساد ہو جاتا ہے۔ تدبیر اس کی یہی ہے کہ اس کے
ستضار پر عمل نہ کرے۔
(۱۴۳) فرمایا کہ مولوی احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری نے ایک مرتبہ کسی کتاب کی
جسٹری کرائی تھی جب مولانا کانپور تشریف لیگئے تو ایک شخص نے اُن سے سوال کیا۔
مولانا کتاب کی رجسٹری کرانا جائز ہے۔ اس سوال پر مولانا شرمندہ ہو گئے اور عبدالرحمٰن
ن صاحب بولے کہ ہاں جائز ہے جیسے ایک شخص کا نہایت عمدہ باغ ہے۔ اور
لفین کے ہاتھوں اُس کے اُجڑنے کا اندیشہ ہے تو اُس کی حفاظت کیلیے کتا پال لے
دایہ بھی ایک دینی باغ ہے اگر اس کو بھی دنیاداروں سے بچایا جاوے تو کیا حرج ہے
ن ہے کہ کوئی خراب چھاپ کر کم داموں کو فروخت کرنے لگے لیکن اس جواب پر
لانا کچھ خوش نہوئے ویسے ہی ہنس دیے جواب کچھ نہ دیا۔
(۱۴۴) فرمایا کہ ایک بار عبدالرحمٰن خاں صاحب کو کتاب کی رجسٹری کے جواز کی
لمہوئی اس کی ضرورتیں اور مصلحتیں دکھلاتے ہیں جواب دیتا۔ اُنہوں نے متعدد
بہ فتوے بھیجے۔ مولانا گنگوہیؒ کے پاس بھی آگرہ بھی سب جگہ سے ناجواز کا فتویٰ
ا۔ ہاں صرف آگرہ سے ایک صاحبؒ نے جواز لکھا تو وہ مجھکو دکھلایا۔ میں نے کہا خاں
احب جواز تو ہر بات کا ہو سکتا ہے مگر تم ہی کہو کہ یہ فتویٰ تمہارے جی کو لگتا ہے۔
ں ہنسنے لگے میں نے کہا کہ جب تمہارے جی کو بھی نہیں لگتا تو میرے جی کو کیا
ئے گا پھر مولانا گنگوہیؒ کے فتوے دکھلائے میں نے کہا کہ ان کو چھپا ہی رکھا تھا ہاں
بع اول میں کچھ صورت ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صرف محنت زیادہ پڑتی ہے۔ اور
ں رجسٹری میں دفع مضرت نہیں بلکہ جلب منفعت ہے۔
(۱۴۵) فرمایا کہ پڑوسی کے حدیثوں میں بڑے حقوق آئے ہیں۔ اگر پڑوسی تمہاری

Marfat.com

دیوار میں میخ گاڑنے لگے تو منع نہ کرو کیونکہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں گو بو
ملکیت تمہیں منع کرنیکا حق ہی مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے۔ میں نے ایک مکان بنا
ہے میرے ہمسایہ کی کچھ دیوار ٹوٹی پڑی تھی اور مجھے مکان میں روشندان نکالنے تھے
دگو میں اُن سے یہ کہہ سکتا تھا کہ تم اپنی دیوار اونچی کرلو تاکہ بے پردگی نہو مگر میں نے
اُن سے کچھ نہ کہا اور اپنے روشندان خوب اونچے رکھوادیے جس سے اُن کی بے پردگی
نہو۔ اگرچہ اونچے رکھے جانے سے روشنی اور ہوا بہت کم ہوگئی۔ آجکل لوگ ہمسایہ
کی کچھ رعایت نہیں کرتے اس زمانہ میں تو جو زبردست ہوگا وہی اپنا حق لے سکتا ہے
ورنہ نہیں (مثل مشہور ہے جس کی لاٹھی اُس کی بھینس) فقہا متاخرین نے لکھا ہے
کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان جائز نہیں ہی۔ لیکن متقدمین
کہتے ہیں کہ جائز ہے اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے۔ متاخرین نے جواب دیا
ہے کہ اپنی زمین کا وہ تصرف کرسکتا ہی جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچے۔ پھر متقدمین
نے اس کا جواب دیا ہے کہ جب اُسے بالکل ہی دیوار اُٹھا دینے کا اختیار ہی تو روشندان
رکھنے کا اختیار کیسے نہوگا پھر متاخرین نے اس کا جواب دیا ہی کہ دیوار اُٹھانیکا تو
اُس کو اختیار ہے کہ اُس سے اتنا ضرر نہیں کیونکہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود
کرلے گا اور روشندان میں روشندان سے تو چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو
پتہ بھی نہ چلے اور اگر سامنے بالکل دیوار نہو تو دیکھنے والے کی بھی جرأت نہوگی اور گھر
والے بھی احتیاط سے رہیں گے فافہم

(۱۴۶) فرمایا کہ دیوبند سے ایک صاحب کا خط آیا ہی کہ میرا فلاں معاملہ صاف
کرادو ورنہ تم سرپرست ہو تم سے ہی بازپرس ہوگی میں نے اُن کو لکھا ہی کہ میں سرپرست
بمعنی حاکم نہیں بلکہ بمعنی مشیر ہوں اگر کوئی بات مجھ سے پوچھی جائیگی جواب دیدونگا ورنہ
نہیں اور میں ایک مرتبہ سرپرست کی تفسیر مولانا گنگوہی رح کے سامنے بھی کرچکا ہوں کہ
سرپرست بمعنی مشیر کے ہے نہ حاکم کے۔ سہارنپور کی سرپرستی میں ایک جھگڑا ہوگیا تھا
جس میں حکم نے مجھے اور مولانا ذوالفقار علی اور مولانا رائپوری کو سرپرست بنایا تھا مولانا

گنگوہیؒ چونکہ سمجھتے تھے کہ نہ مانے گا اس لئے خط لکھا کہ تم اسے قبول کر لینا۔ مگر یہ صاف کہدیا کہ اگر سرپرستی کے یہ معنی ہیں کہ جو مجھ سے پوچھا جائے جواب دیدوں تب تو خیر اور اگر حاکم کے معنی ہیں یعنی خود دیکھ کر کھود کرید کروں تو ایسی سرپرستی مجھے قبول نہیں۔

(۱۴۷) فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تواضع سے ذلت ہوتی ہے۔ یہ غلط ہے بلکہ عزت ہوتی ہے۔ جب میں دیوبند پڑھتا تھا تو ایک مرتبہ طلباء کے ساتھ باہر تفریح کو گیا۔ آم کا زمانہ تھا طلباء چونکہ آزاد ہوتے ہی ہیں ایک باغ میں درخت پر چڑھ کر آم توڑنے لگے۔ باغ والا آگیا تو وہ لڑنے لگا طلباء بھی لڑنے لگے میں اکیلا چپ کھڑا رہا کیونکہ باغ والا حق پر تھا اور یہ سا‌تھی (ناحق پر) تھے) میری خاموشی کا اس باغ والے پر اتنا اثر ہوا کہ شرمندہ ہو کر معذرت کرنے لگا اور وہ سب آم توڑے ہوئے دیدیے اور کہا کہ آپ لوگوں کو ایسا نہ چاہئے اور تو باغ آپ کا ہے مگر دریافت تو کر لینا چاہئے۔ پھر جبتک آموں کی فصل رہی وہ مجھے آم بھیجتا رہا میں نے منع بھی کیا لیکن نہ مانا برابر آخر فصل تک ایسے ہی بھیجتا رہا۔

(۱۴۸) فرمایا کہ خواص اشیاء کا علم اسقدر وسیع ہے کہ سوائے خدا کے احاطہ کے ساتھ کوئی نہیں جانتا میں نے متعدد نئی روشنی والوں سے کہا کہ تم جو دعویٰ کرتے ہو ادراک حقائق اشیاء کا تم خاک بھی نہیں سمجھتے دیکھو گدگدی ایک فعل ہے اگر اس کو اپنے ہاتھ سے کیا جائے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی اور جو دوسرے کے ہاتھ سے کیا جائے تو معلوم ہوتی ہے اسکی کیا وجہ ہے جب مؤثر یعنی حرکت خاص دونوں جگہ موجود ہے تو یہ کیا بات ہے کہ ایک جگہ تو اثر ہوتا ہے اور ایک جگہ نہیں ہوتا آجتک کسی سے بھی اس کا جواب بن نہ آیا ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں بھی بعضے ایسے خواص رکھے ہیں کہ مشہور ہے کہ بعضوں کا ذبح کیا ہوا تو کم تڑپتا ہے اور بعضوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا زیادہ تڑپتا ہے (یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک ہے اور اثر دو طرح جامع ۱۲) ہاتھ کے خواص کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے کھانے میں بھی ایک خاصیت رکھی ہے جو کانٹے سے کھانے میں حاصل نہیں ہوتی اولاً تو ہاتھ سے کھانے میں لذت معلوم ہوتی ہے دوسرے ہاتھ سے ہاضمہ کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اطباء نے چار ہضم لکھے ہیں ایک پانچواں ہضم یہ بھی لکھنا چاہئے

Marfat.com

کہ ہاتھ سے ہی ہضم شروع ہو جاتا ہے اور عجب نہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی حکمت
لا تقطع اللحم بالسکین۔

(۱۴۹) فرمایا کہ ایک طبیب نے ناخن ترشوانے کی ایک مدت لکھی ہے کہ اس کے
ناخنوں میں سمیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (شریعت نے بھی ایک مدت مقرر کرلی ہے عجب نہیں
یہی حکمت ہو)

(۱۵۰) ایک صاحب بلا اجازت پنکھا کھینچنے لگے ایک صاحب مجلس سے جو اُٹھے
اُنھوں نے پنکھا نہ روکا اور اُن کی ٹوپی اُن کے سر سے اُتر گر گئی) اس پر فرمایا کہ جب تم
پنکھا کھینچنا ہی نہیں آتا تو دوسرے کے ہاتھ سے بلا میری اجازت کیوں لیا گیا وہ صاحب
ہو گئے اور جواب نہ ملنے کی حضرت کو اور اذیت ہوئی (مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ
تو بدعت کی حقیقت اس سے پوری معلوم ہو گئی ہے کہ وہ عبادت نہیں ہے کیونکہ جس کی ع
کی جاتی ہے وہ اُس سے راضی ہی نہیں (لتجاوزہ عن الحدالشرعیۃ ۱۲) اور ایسے
بعض خدمت بھی صورت خدمت ہوتی ہے اصل خدمت نہیں ہوتی کیونکہ خدمت سے
ہے راحت و رضا مندی مخدوم جو یہاں مقصود ہے (جیسا کہ یہ واقعہ ہوا) بس معلوم ہوا
خدمت بھی حدود ہی کے اندر ہو سکتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس کی خدمت یا عبادت
جاوے جب وہ اُس سے راضی ہی نہیں تو اُس خدمت اور عبادت سے کیا فائدہ (اور
تو رہی درکنار اس پر تو گرفت اور مواخذہ ہوتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل
ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار جامع ۱۲)

(۱۵۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ آجکل یہ اوراد ہیں اگر اور بتلاؤ گے تو اور
لوں گا۔ میں نے لکھا ہے کہ مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ میں تبلاؤں (مجمع کی طرف مخاطب
فرمایا) بھلا اگر کوئی حاکم کے یہاں سلام کو جاوے اور حاکم پوچھے کہ محض سلام ہی کو آ
ہو یا اور کچھ کام بھی ہے تو کہے خیر اگر آپ نوکری دیدیں گے تو نوکری بھی کر لوں گا
بھی کوئی طریقہ ہے سوال کا۔ ہمارے یہاں ایک صاحب نے ایک معلم سے کہا تھا کہ دیکھو جی
میرے لڑکے کو پڑھانے سے میری کھیتی میں حرج نہ ہو جب تو آپ شوق سے پڑھائیے

جو حرج ہو تو مجھے منظور نہیں ہے (جامع کہتا ہے کہ آجکل کے طالبین کی بے قدری کیحالت اس سے خوب ظاہر ہے پھر اُس پر شیخ کی بدمزاجی کی شکایت اگر کسی کے یہاں ذرا نمک بھی مانگنے جاتے ہیں تو کس صورت سے اپنی احتیاج ظاہر کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ دین جس کی یہ شان ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

وہ کس طرح بے قدری اور بے اُصولی سے حاصل ہو سکتا ہے جب کوڑیوں کی چیز بھی بلا طریقہ نہیں ملتی۔ تو دین ایسی بے بہا چیز جس پر نجات ابدی کا مدار ہے کیسے حاصل ہو سکتا ہے) جامع

(۱۵۲) فرمایا آجکل جو تحریری امتحان رائج ہے میں تو اس کا مخالف ہوں۔ اس میں طلباء پر بڑی مشقت وگرانی پڑتی ہے۔ امتحان سے مقصود تو استعداد کا دیکھنا ہے سو طالب علمی کے زمانہ میں اس قدر استعداد کا دیکھنا کافی ہے کہ اس کتاب کو یہ اچھی طرح سمجھ بھی گیا یا نہیں۔ سو یہ بات کتاب دیکھ کر امتحان دینے سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ باقی رہا حفظ ہونا یہ پڑھنے پڑھانے سے خود ہو جاتا ہے بلکہ طالب علمی کے زمانہ کا حفظ یاد بھی نہیں رہتا اور دماغ مفت میں خراب ہو جاتا ہے میرے یہاں کانپور میں ہمیشہ تقریری امتحان ہوتا تھا۔ اور شروح وحواشی دیکھ کر بھی جواب دینے کی اجازت تھی جس سے سب طلباء دعا دیتے تھے۔ بس اس قدر دیکھ لے کہ اس مقام کو یہ طالب علم مطالعہ سے یا حواشی وشرح کی اعانت سے حل بھی کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ بکھیڑا ہے۔ اور اس رائے کو میں نے دوسرے مدارس میں بھی پیش کیا مگر مانا تو ہے لیکن عملاً نہیں ہے۔

(۱۵۳) فرمایا کہ ایک زمانہ میں بعض لوگ مجھے کہتے تھے کہ تم دیوبند کے سرپرست ہو یوں نہیں کرتے یوں نہیں کرتے ایک مرتبہ یہاں معتمد صاحب مدرسہ آئے تھے میں نے اُن کو اپنی سرپرستی کے فرائض دکھلا دیئے وہ کہتے تھے کہ ان فرائض کے دیکھنے سے تو کسی کا منہ ہی نہیں جو اعتراض کر سکے اُس کا حاصل یہ ہے کہ میں سرپرست یعنی مشیر ہوں حاکم کے نہیں یعنی مجھ سے جو امور میں پوچھا جائیگا اس کا جواب دیدونگا۔ اور جن میں نہیں پوچھینگے

Marfat.com

اس کا مطالبہ نہ کروں گا کہ کیوں نہیں پوچھا۔ اور رائے دینے کے بعد بھی عدم پابندی پر مواخذہ نہ کرونگا۔ ہاں عمل کا انتظار ضرور ہوگا اور رائے تو مجھ سے دیگر مدارس بھی لیتے ہیں۔ مگر اس میں دیوبند کا امتیاز یہ ہے کہ دیگر مدارس میں تو جب وہ پوچھتے ہیں تب رائے دیتا ہوں اور دیوبند بلا پوچھے بھی اگر کوئی بات سمجھ میں آویگی تو دریغ نہ کروں گا۔ خواہ اُس پر عمل ہو یا نہو۔

(۱۵۴) فرمایا کہ ایک عالم کا کارڈ آیا تھا میں نے اُس پر لکھا کہ اس میں مضامین متنوعہ متعددہ کا جواب کیسے ہو سکتا ہے۔ آج لفافہ آیا ہے اُس میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ ہاں نہیں ہو سکتا لوگ کہتے ہیں کہ تحمل نہیں کرتے اس کو میں ہی جانتا ہوں کہ کس قدر تحمل کرتا ہوں۔ آج کئی برس کے بعد ان کو یہ لکھا ہے مدت سے انکی یہی عادت تھی۔ کارڈ تو صرف دریافت کیفیت یا طلب دعا کیلئے ہو سکتا ہے بس اور مضمون کی اُس میں گنجایش نہیں لوگ اپنی اصلاح میں بھی بخل کرتے ہیں۔ یہ خرچ بھی تو طاعت ہی رائیگان تو نہیں جاتا جو مصلح لوگوں کو اس قدر تکلیف پہنچاتے ہیں۔

(۱۵۵) فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ مجھے تربیت السالک میں اپنے بھائیوں کی حالت دیکھ کر بہت غبطہ اور اپنی حالت پر بہت رنج و افسردگی ہوتی ہے میں نے لکھا ہے کہ کیا یہ لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض میں داخل نہیں کیا احوال و کیفیات کوئی اختیاری ہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ ممنوعات شرع تو چھوڑ دیے ہیں مگر کبھی کبھی نظر بد میں مبتلا ہو جاتا ہوں میں نے لکھا ہے کہ کیا وہ اختیاری نہیں۔ افسوس یہ حالت اور پھر احوال و کیفیات کی ہوس لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ فرمایا اس بیہودہ مضمون سے اس قدر تکدر ہوا کہ بعینہ خط کا جواب لکھنے کو جی نہیں چاہتا (پھر مجمع کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ نظر بد فعل اختیاری ہے۔ اس لئے اُس سے بچنا بھی اختیاری ہے۔ گو اُس میں تکلیف ہو لوگوں سے تکلیف نہیں اُٹھائی جاتی مگر دوزخ کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں نے ایک مبتلائے نظر بد سے پوچھا کہ اگر تمہارے دیکھنے کو اُسکا خاوند بھی دیکھ رہا ہو کیا تب بھی دیکھ سکتے ہو کہا نہیں میں نے کہا کہ خدا کی عظمت تمہارے قلب میں اُس کے خاوند کے برابر بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہر وقت ہماری حالت دیکھتے ہیں بات یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ محض اعتقاد تو ہے کہ ہر وقت ہماری اچھی بری حالت دیکھ رہے

Marfat.com

ہیں۔ مگر اس کا حال نہیں اگر حال ہو جائے تو ایسی جرأت نہو اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ممنوعات شرع کو چھوڑ دیا ہے ....

.... پھر اس حرام کو کیوں نہ چھوڑا کیا یہ ممنوع نہیں یہ تو ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تھا اسے حمل رہ گیا۔ لوگوں نے ملامت کی کہ کمبخت عزل ہی کر لیا ہوتا کہا خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر علماء نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس لئے نہ کیا دخوب! تو کیا اس زنا کو جائز لکھا ہے اسی طرح ممنوعات ہیں افعال مکروہہ بھی ہوں گے تو اس مکروہ سے تو بچے اور اس حرام سے نہ بچے یہ وہ تقویٰ ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں ؎

رند [illegible] حلال شمارند جام بادہ حرام — نہ ہے شریعت و ملت نہ ہم طریقت و کیش

اس لفافہ کے پڑھنے کے بعد حضرت کا چہرہ بہت متغیر ہو گیا تھا اور آثار غیظ نمایاں تھے جیسا کہ دفعتہً کوئی صدمہ پڑ جائے اور بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے اس سے حضرت کے تعبّض فی اللہ کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ کہ خادموں کی کوتاہیوں پر کس قدر صدمہ ہوتا ہے (جامع)

(۱۵۶) ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ بعض معاملات میں مجھے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میں دنیا کے معاملوں میں کچھ نہیں جانتا تم اتنی مدت سے آرہے ہو پھر ایسا سوال کیوں کیا۔ (اس نے سکوت اختیار کیا اور باوجود بار بار پوچھنے کے نہ بولے جس سے تعب ہوا۔ اس لئے مجلس سے اٹھا دیا۔ مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ مجھے تین چیزوں سے زیادہ تعب ہوتا ہے ایک تو تعویذ سے ایک تعبیر سے ایک مشورہ۔ کیونکہ ایک تو مشورہ میں اگر خلاف ہو جائے تو یہ کہتے ہیں کہ فلاں نے مشورہ دیا تھا۔ دوسرے مجھکو مناسبت نہیں اور بعض بزرگوں کو اس سے بھی مناسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تجارت میں کلی رائے دیا کرتے تھے کہ فلاں مناسب ہے فلاں نامناسب ہے اور مسائل فقہیہ بھی کثرت سے فرماتے رہتے تھے مگر میں کیا کروں مجھے مشورہ سے تو مناسبت ہی نہیں ہے اور مسائل کے متعلق یہ ہے کہ دوسری جگہ یہاں سے اچھی تحقیق ممکن ہے مگر پھر بھی یہاں بعض علماء آتے ہیں اور علمی

Marfat.com

بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ بھلا یہ تو ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ یہاں وہ بات پوچھنا چاہیئے جو دوسری جگہ نہ بتائی جاتی ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مسائل فقہیہ کی ضرورت نہیں ضرورت تو ہے مگر یہ ضرورت دوسری جگہ بھی تو پوری ہو سکتی ہے۔ باقی مجھے تو اس سے مناسبت ہے کہ کوئی محبوب کا تذکرہ کیئے جائے اور بس ؎

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم — الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

اور

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

غیر ضروری چیزوں سے اپنی طبیعت گھبراتی ہے خواہ فی نفسہ غیر ضروری ہوں خواہ اس اعتبار سے غیر ضروری ہوں کہ دوسری جگہ حاصل ہو سکتی ہیں اور وہ ذہن میں بھی نہیں رہیں آپ تعجب کریں گے کہ مجھے حکایات ہیں راویوں کے نام یاد نہیں رہتے کیونکہ ان کا یاد نہ رہنا مقصود میں مخل نہیں۔ بس اپنا جی یوں چاہتا ہے کہ اس تھوڑی سی عمر میں محبوب کا تذکرہ اور یاد اس درجہ رہے ؎

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی — ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

(جامع کہتا ہے اس سے حضرت والا کے استغراق اور فنا فی اللہ کا موازنہ اچھی طرح ہو سکتا ہے الٰہی اس ذرۂ ناچیز جامع کو بھی اس حالت سے کچھ حصہ حضرت مرشدی مدظلہم العالی کی برکت سے نصیب فرما آمین بحرمۃ سید المرسلین ؎

برلب دریاؤ دور از شہر در ویرانۂ — کردہ ام تعمیر بہر ماندن خود خانۂ

ایں دو دولت از خدا داریم ہر دم آرزو — خانۂ خالی ز غیر و صحبت جانانۂ

بقول خواجہ صاحب ؎

بس اب تو ہمنشیں ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی — اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشین ہوتی

(۱۵۷) فرمایا کہ طاعون کے زمانہ میں بعض احباب مجھ سے پوچھتے تھے کہ تمہارے یہاں طاعون ہے یا نہیں میں لکھدیتا تھا ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

Marfat.com

(۱۵۸) فرمایا کہ مجھے ریل میں ایک بنیا ملا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے یہاں گیہوں کا کیا نرخ ہے میں نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ وہ تعجب سے کہنے لگا کہ گیہوں کا نرخ معلوم نہیں۔ سچ یہ ہے کہ جس کے دل میں جو بسا ہوتا ہے اُسے ہر موقع پر وہی یاد آتا ہے۔

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ہرچہ پیدا میشود از دور پندارم توئی

(۱۵۹) فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لکڑی والے نے آواز لگائی الخیار العشرۃ بدانق۔ بس آپ چیخ مار کر بیہوش ہو گئے کہ جہاں دس خیار کی یہ قیمت ہے وہاں ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔ اسپر تفریع کرتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں کو ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔ وہ اسی دھن میں رہتے ہیں اس لئے اُس طرف ذہن چلا جاتا ہے۔ مثلاً اُنہوں نے کسی کو پڑھتے ہوئے سُنا اذھب الی فرعون انہ طغیٰ۔ پس فوراً اُن کا ذہن اس طرف چلا گیا کہ یا ایھا الروح اذھب الی النفس انہ طغیٰ اور وہ اس کو تفسیر نہیں کہتے۔ بلکہ یہ سمجھ کر کہتے ہیں۔ کہ ہمارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ یعنی روح اور ایک فرعون کے مشابہ یعنی نفس مگر اس کو کوئی قیاس نہ سمجھے صرف صورتِ قیاس ہے۔ کیونکہ قیاس مظہر ہوتا ہے اور مثبت نص ہی ہوتی ہے۔ جیسے کل مسکر حرام یعنی ہر مسکر حرام ہے اور افیون بھی مسکر ہے وہ بھی حرام ہے پس ثبوت حرمت افیون کی بھی نص ہی ہوگی اور یہاں نص کا یہ مدلول نہیں کہ روح کو اصلاح نفس کیلئے خطاب ہوا ہو۔ بعض ظاہر بینوں نے اس کو قیاس میں داخل کیا ہے اور معنی اعتباری کو نص کا مدلول کہا ہے۔ مگر یہ قیاس نہیں فقط تذکر اور انتقال ذہنی ہے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا یاد آجاتا ہے۔ اس لئے اسکو نص کا مدلول نہ کہیں گے۔ فافہم۔

(۱۶۰) فرمایا کہ نرے مولویوں کا تو دل بھی نہیں لگتا۔ اُن کی مجلس میں مردہ ہو کر آئے (یعنی باعتبار قلب کے) یا یوں کہئے کہ زندہ میاں ... (یعنی باعتبار نفس) مردہ ہو کر نہیں آتا جب یہاں کوئی اہل مدارس میں سے آتا ہے اور وعظ کی فرمائش کرتا ہے۔ تو میں اُسی چیز کا ذکر کرتا ہوں جس کی اُس میں کوتاہی ہے۔ جیسے چندہ وغیرہ کا۔ مگر عمل کوئی نہیں کرتا۔ اس لئے اب جی نہیں چاہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ

Marfat.com

لوگ تھیٹر کا تماشا سمجھتے ہیں اپنی حالت کے بدلنے کی مطلق فکر نہیں۔

(۱۶۱) فرمایا کہ لوگ یہاں آکر مجھ سے فقہ کے مسائل دریافت کرتے ہیں میں اُن سے کہتا ہوں کہ بھائی فقہ تو دوسری جگہ بھی پوچھ لوگے۔ یہاں مجھ سے فقہ الفقہ پوچھو جس کا دوسری جگہ اہتمام نہیں۔

(۱۶۲) فرمایا کہ آجکل اہل سائنس میں چاند میں جانیکی کوشش ہو رہی ہے ایک جہاز تیار کیا ہے جو آٹھ دن میں پہنچیگا۔ مگر ان لوگوں نے انجام کچھ نہ سوچا کیونکہ نہ معلوم چاند میں قوت جذب بھی ہے یا نہیں زمین میں تو قوت جذب ہی اجسا دثقلیہ کو سنبھال لیتی ہے) اگر چاند میں یہ قوت نہوئی تو سب وہیں سے گر ینگے اور مرینگے اور یہ لوگ تو ان سب کو سیارہ مانتے ہیں جو ہر وقت متحرک رہتے ہیں۔ پھر معلوم نہیں وہ حرکت میں کس موقع پر ہوگا۔ جس وقت اُس سے پھر ملاقات کرینگے۔ ایک دفعہ تو تاریخ اور وقت تک مقرر ہو گیا تھا کہ زمین اور چاند میں تصادم ہوگا۔ ہمارا اس سے ایک مطلب تو حاصل ہو گیا کہ تم قیامت کو نفخ صور سے تو مانتے نہیں یوں ہی مان لو کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ یہ زمین کسی سیارہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیگی بس اُسی کا نام قیامت ہے۔

(۱۶۳) فرمایا کہ ایک زمانہ یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا) ایسا گذرا ہے (یہ غدر سے پہلے کا وقت ہے) کہ کوئی نہ تھا ویرانہ ہی ویرانہ تھا۔ صرف ایک درویش جن کا نام غالبؒ حسن شاہ تھا۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تشریف آوری کے بعد وہ درویش شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے اور یہاں آبادی ہوئی۔ سہ دری حضرت میانجیو رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بنی تھی پھر غدر کے بعد پھر ویرانی ہو گئی چنانچہ جب میں آیا ہوں تو ایک ملا جی حجرہ میں رہتے تھے پھر وہ بھی چلے گئے۔ اُس وقت یہاں مولوی احمد علی صاحب مرحوم (کاتب بہشتی زیور) اکیلے رہتے تھے۔ میں اپنے مکان پر رہتا تھا۔ ظہر کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ کے حکم کی بنا پر سہ دری میں ایک چٹائی بچھا کر بیٹھ جاتا تھا۔ اُس وقت یہ مسجد اور سہ دری تھی اور کچھ نہ تھا۔ مولوی شبیر علی صاحب کے دفتر کے پاس در تھا۔ پھر اُس دروازہ کو بند کر کے موجودہ جگہ لگایا اور زمین ملائی گئی۔ پھر بڑھتی ہی چلی گئی

Marfat.com

(۱۶۴) فرمایا کہ اوّل اول یہاں مدرسہ (یعنی مدرسہ امداد العلوم) میں بھی چندہ تھا جس سے لوگوں کی وہی دباؤ والی صورتیں جو آجکل مدارس میں ہوتی ہیں ظاہر ہونا شروع ہوئی۔ میں نے یہ صورت دیکھکر یکدم چندہ بند کر دیا۔ یہاں والوں کو بھی منع کر دیا اور باہر والوں کو بھی خطوط لکھدیے کہ یہاں کوئی متعارف مدرسہ نہیں ہے یہاں چندہ نہ بھیجا کرو۔ مگر یہاں تو چندہ بند ہو گیا اور باہر والوں نے لکھا کہ ہم تو خلوص سے بھیجتے ہیں۔ ہمیں آپ کیوں روکتے ہیں یا تو ہم حساب کتاب کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بس چندہ بند ہونا تھا سب کے حوصلے پست ہو گئے۔ جب سے اب تک یہی طرز ہے اب نہ کسی کا نخرہ نہ کسی کی حکومت ہے۔

(۱۶۵) خطبات الاحکام کے تالیف کے زمانہ میں فرمایا کہ اس وقت جو میں خطبے لکھ رہا ہوں۔ میرا ارادہ علاوہ عیدین و استسقاء کے پچاس خطبے لکھنے کا ہے۔ تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا پڑھا جائے اور جب سال ختم ہو کر نیا سال شروع ہو۔ پھر اول سے پڑھنا شروع کرے اور ان کو میں بہت خفیف لکھونگا تاکہ گرانی نہ ہو اور تقریباً یہ سب امام غزالیؒ کے خطبوں سے جو احیاء العلوم کی ہر کتاب کے اوّل میں ہیں) لئے ہیں اور بالکل قرآن و حدیث ہی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جس طرح بہشتی زیور عام ہوا ہے کہ ہر بدعتی ہر غیر مقلد کے گھر میں موجود ہے اور اس کو میری آنکھوں نے دیکھ لیا ایسے ہی یہ خطبے بھی عام ہو جائیں اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ سکا ہر جا جا بجا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ میرے ایک عزیز سیر کرتے ہوئے سرحد پہنچگئے وہاں جاسوسی کے شبہ میں پکڑے گئے اُنکے پاس بہشتی زیور بھی تھا۔ اُنہوں نے اُن پکڑنے والوں سے کہا کہ میں تو اُن کا (یعنی حضرت مرشدی مدظلہم العالی) عزیز ہوں اور یہ کتابیں بھی اُن کی ہیں اُن بیچاروں نے بڑی عزت سے رخصت کیا۔ ایک دفعہ میں جونپور گیا تو مولوی عبدالاول صاحب کے گھر کی عورتوں نے وعظ کی فرمائش کی اور اُن کو شوق صرف یہ سنکر ہوا کہ بہشتی زیور کے مصنف آئے ہوئے ہیں اُن کا وعظ سنیں گے بہشتی زیور کو مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے اُن بیچاروں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا البتہ وہ مجھ سے مشورہ کرتے تھے۔ اور جو لکھتے مجھے دکھاتے تھے۔ اور میں نے اس کو بہشتی زیور میں لکھ بھی دیا ہے۔ اور پھر بھی میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسکی روز بروز کی مقبولیت مولوی احمد علی مرحوم کے خلوص پر دال ہے

Marfat.com

کعبہ را ہر دم تجلی مے فزود   ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

(۱۶۶) فرمایا کہ بعض طبائع جو ضعیف ہیں وہ بعض فیوض بلا واسطہ نہیں لے سکتے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہمارے درمیان رسول کو واسطہ بنایا کہ ہم اللہ تعالیٰ تک بلا واسطہ رسول نہیں پہنچ سکتے ایسے ہی ہم اور رسول ہیں وسائط ہیں کہ بلا اُن وسائط کے اُن فیوض کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا توافق بالوحی ہونا جس سے تلقی فیض بلا واسطہ رسول متوہم ہوتی ہے تو یہ بڑا اشکال ہے کہ جو بات رسول کے ذہن میں بھی نہ تھی اُس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا اس کا جواب اہل ظاہر نے جو دیا ہے اُس کا حاصل صرف یہ ہے کہ غیر نبی کو بھی نبی پر فضل جزوی ہو سکتا ہے اور حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم اور جواب نہیں دے سکتے یہ جواب ایسا ہی جیسا ڈوبتا گھاس کو پکڑے۔ اگرچہ بعض وقت گھاس سے کہ جس کی جڑ کنارے پر ہو آدمی بچ سکتا ہے۔ لیکن اصلی تدبیر تو اور ہی ہے جو اندیشہ سے خالی ہو ایسے ہی اس کا اصل جواب اور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کو بھی وہ علم حضور ہی کے واسطے سے حاصل ہوا اور وہ شق ہی حضور کے ذہن میں تھی مگر بعض دفعہ اقتضاء وقت کے لحاظ سے حضور کی نظر ایک طرف زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف نہ ہوتی تھی اُس طرف بعض وقت خادموں کے ذریعہ سے حاضر کر دی جاتی تھی اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک اُستاد جو صاحب تصنیف بھی ہو وہ اپنے کسی شاگرد کے روبرو کسی مقام کو حل کر رہا ہو اور شاگرد اُس موقع پر متنبہ کر دے کہ حضرت آپ نے تو فلاں جگہ اس کو دوسری تقریر سے حل کیا ہے اور فوراً اُس کی نظر اُس طرف چلی جائے تو اس کو یوں نہ کہا جائیگا کہ شاگرد اُستاد سے بڑھ گیا۔ بلکہ یوں کہا جائیگا کہ یہ اُستاد ہی کا ظل ہے جو اس کو یاد آگیا اُس نے متنبہ کیا ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر مشکوٰۃ نبوت ہی کے انوار و برکات تھے کہ وہ شق حاضر ہو گئی جس کو توافق بالوحی ہو گیا تو حقیقت میں وہ بھی حضور ہی کی رائے تھی جیسے ایک آتشی آئینہ ہے اگر بلا سورج کے مقابل کئے کپڑے کی طرف کرو تو نہیں جلا سکتا اور اگر سورج کے مقابل کر کے کپڑے کی طرف کرو تو کپڑا فوراً جلنے لگتا ہے (کیونکہ آفتاب کی حرارت ایک جگہ اُس میں مجتمع ہو گئی ہے جامع) اور خود آفتاب سے بوجہ بعد نہیں جل سکتا کیونکہ آتشی شیشہ میں

مستعد جذب حرارت کی ہے۔ اس لئے اس میں اثر کرتی ہے اور وہ دوسروں پر اثر کرتا ہے ایسے ہی ہم بلا واسطہ رسول حق تبارک و تعالیٰ تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ہم بلا واسطہ فیوض کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر جب زمانہ رسول سے بعد ہوا۔ ہماری قوت روحانی اور کمزور ہو گئی۔ اس واسطے اب رسول تک بھی بلا وسائط نہیں پہنچ سکتے اور نہ فیوض و برکات حاصل کر سکتے ہیں اس لئے اب وسائط در وسائط کی ضرورت پڑی۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے فافہم۔ پس حقیقت یہ ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست — تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

(۱۶۷) فرمایا کہ قرآن شریف کا لہجہ بھی ممتاز ہے۔ اس میں ایک خاص موزونیت اور کیفیت سکریہ ہے ورنہ اور عربی عبارت پڑھنے میں یہ بات کیوں حاصل نہیں ہوتی بعض دلکش لہجہ کی نسبت بعض لوگ کہنے لگتے ہیں کہ غنا ہے۔ مگر غنا ایک لفظ عام ہے اور مطلقاً مذموم نہیں البتہ غنائے اصطلاحی مذموم ہے۔ سو وہ جبتک کہ انطباق علی الوزن الخاص کا قصداً کیا جاوے متحقق نہیں ہوتا اور دلکش لہجہ سے پڑھنے کیلئے اس انطباق کا قصد لازم نہیں۔ اب من لم یتغنّ کے معنی بالکل صحیح ہیں۔ ایک مرتبہ سہارنپور میں جلسہ تھا اس میں بہت قرا جمع تھے اس جلسہ میں عربی اور مصری لہجہ میں ہی قرآن شریف پڑھا گیا تھا۔ اس کے بعد میرا وعظ ہوا اس میں میں نے کہا تھا کہ پانی پت والے جو عموماً مصری لہجہ پڑھنے والوں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ گاتے ہیں سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن شریف کے شعر ہونے کی نفی خود قرآن شریف میں موجود ہے وماھو بقول شاعر الخ مگر باوجود اس کے بعض آیات اوزان اشعار پر منطبق ہو گئی ہیں جیسا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک قصیدہ میں آیت فاصبحوا لا یریٰ الا مساکنہم کو اشعار میں لیا تھا اور اس آیت کا پورا ایک مصرعہ ہو گیا تھا حالانکہ یہ کوئی شعر نہیں ہے مگر انطباق ہو گیا۔ تو جس طرح مطلق انطباق علی الوزن الخاص سے یہ شعر نہیں ہوتا جب تک کہ خاص اوزان پر قصداً وزن نہ کیا جائے اسی طرح یہاں بھی اگر کوئی تطبیق کا قصد کرے تو غنا ہوگا اور اگر قصد نہ کرے مگر خود انطباق ہو جائے تو وہ غنا نہیں ہوگا۔ بات یہ ہے کہ نہ اسے کھینچ تان کر انطباق علی وزن الخاص کرے اور نہ قصداً کھبکا

Marfat.com

پڑھے۔ ادائے مخارج وصفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جاتے پڑھتا جائے کوئی خاص قصد اپنی طرف سے نہ کرے بعد وعظ میں نے اس بیان کی بابت پانی پت کے قرا حاضرین سے پوچھا تو سب نے کہا کہ بڑا ضروری اور صحیح بیان تھا اور یہ بھی کہا کہ ہمارے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی۔

(۱۶۸) فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے پانی پت میں امام بنایا۔ میں نے ہر چند عذر کیا کہ یہاں اہل کمال موجود ہیں مگر نہیں مانے میں بے تکلف پڑھتا چلا گیا نہ قصداً بگاڑا نہ بنایا صرف مخارج کو ادا کیا مجھے اعتراض کا شبہ تھا۔ مگر بعد میں تعریف کی کہ ہمارا گمان غلط تھا بہت اچھا اور سادہ لہجہ ہے۔ ایک دفعہ کانپور میں مولانا مولوی فخر الحسن صاحب کی موجودگی میں ایک امام نے نماز پڑھائی۔ ایک مہمان پانی پت کے لہجہ کے موجود تھے اُنھوں نے کہا کہ یہ تو گاتے ہیں مولانا فخر الحسن صاحب نے جواب میں خوب فرمایا کہ کیا تم گانا جانتے ہو کہا نہیں فرمایا پھر تمکو کیا معلوم کہ گانا کیسا ہوتا ہے۔

(۱۶۹) فرمایا کہ ایک مرتبہ قاری محی الدین سے جو پانی پت کے آنریری مجسٹریٹ اور رئیس ہیں اور سبعہ میں سارا قرآن تراویح میں پڑھ لیتے ہیں) میں نے کچھ قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر کی اُنھوں نے بڑی خوشی سے پڑھا مجھے بہت پسند آیا اور بڑا جی خوش ہوا کیونکہ بے تکلف پڑھا اسی واسطے قاری عبد اللہ کا پڑھنا بھی مجکو بیحد پسند تھا کہ بے تکلف پڑھتے تھے وہ میرے اُستاد بھی ہیں ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ قرآن شریف میں کسی لہجہ کا قصد نہ کرنا چاہیئے مخارج وصفات کی رعایت کرنا چاہیئے اس سے جو لہجہ پیدا ہوگا وہ حسین ہوگا۔

(۱۷۰) فرمایا کہ اوقات میں ہی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اسکو ہندی والوں نے سمجھا ہے اُن کے یہاں ہر وقت کی راگنی جُدا ہے۔ جس کا جو وقت ہوتا ہے اُس وقت وہ ہی موثر ہوتی ہے۔ صبح کی راگنی بھیرویں ہی۔ ایک دفعہ جاجموضلع کانپور میں میرے پیچھے قاضی ولی اللہ صاحب نے (جو علم موسیقی سے واقف اور مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے) صبح کی نماز پڑھی بعد نماز فرمایا کہ آج تو آپ نے بھیرویں میں نماز پڑھائی ہے میں نے کہا کہ بھیرویں کیا چیز ہے کہا ایک صبح کی راگنی ہے میں نے کہا کہ میں اُسے کیا جانوں کہا جانتے

موقوف نہیں جس کی طبیعت موزوں ہوتی ہو اُس سے وقت کے مناسب خود ہی ادا ہو جاتی ہے۔اسی سلسلہ میں قاری عبداللہ صاحب کا یہ مقولہ بھی نقل فرمایا کہ دماغ میں بہت سے لہجے مرتسم ہو کر مجتمع ہو جاتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ جب قرآن شریف پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے خلوت میں بیٹھ کر دماغ کو خالی کر لے۔ بعضے قرار کو دیکھا ہے کہ کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے ہیں تاکہ باہر کی کسی صوت سے مزاحمت نہو۔نیز کان پر ہاتھ رکھکر پڑھنے سے آواز مجتمع ہو جاتی ہے۔اسی حکمت کیلئے اذان کان میں اُنگلی رکھ کر پڑھی جاتی ہے اس اجتماع سے آواز میں قوت پیدا ہو کر بلند بھی ہو جاتی ہے اور اذان کا بلند ہونا سنت مقصودہ بھی ہے کہ اس کو دخل ہے مقصود میں یعنی اعلان میں۔

(۱۷۱) ایک شخص نے لکھا کہ میرا مدت سے کفش برداری کا عزم تھا۔بعد مشورہ بھی خوان ارادہ کر لیا ہے کہ جناب کا طوق غلامی گلے میں ڈالوں میں نے علماء کی زبانی سُنا ہے کہ بیعت ہونا سنت ہے۔اس پر تحریر فرمایا کہ ہر سنت کے کچھ شرائط بھی ہیں کہ جن کے بغیر وہ ناتمام رہتی ہیں جیسے اشراق چاشت پڑھنا سنت ہے مگر وضو اس کیلئے بھی شرط ہے۔اسی طرح اس سنت کی بھی کچھ شرطیں ہیں ایک بڑی شرط یہ ہے کہ طالب اور شیخ میں ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان کامل ہو سو اسکی کیا صورت ہو گی۔

(۱۷۲) فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بعض منافع و مصالح معاشیہ بھی ہیں مگر ہم کو اس نیت سے عمل نہ کرنا چاہیئے بلکہ سنت سمجھ کر کرنا چاہیئے۔میرے گھر آج کدو پکا تھا۔میں نے پوچھا کیا شام کو بھی کدو ہی پکے گا؟ کہا ہر روز نہیں پکاتے جب موسم آتا تو سنت سمجھکر ثواب کیلئے کبھی کبھی ڈال لیتی ہوں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا۔سبحان اللہ ہم کو یہ نیت کبھی بھی نصیب نہوئی۔

(۱۷۳) ایک شخص نے پوچھا کہ اگر تعویذ سے فائدہ ہو جائے تو دوسرے کو دیدے فرمایا ہاں باسی تھوڑا ہی ہو جائیگا۔

(۱۷۴) ایک عالم صاحب کا خط آیا تھا جو تمام تکلفات اور تہجربت سے بھرا ہوا۔اور بہت لمبا چوڑا تھا اور اُس میں زیادتی تحریر کی عذر خواہی بھی تھی۔اُس پر تحریر فرمایا کہ

Marfat.com

مجھے اپنے وقت کا تو زیادہ افسوس نہیں ہاں مگر آپ پر ضرور افسوس ہے کہ پرانی وضع کو چھوڑ کر جدت اختیار کی۔ کیا یہ اس کا مصداق نہیں؟ اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر۔ اہل علم میں یہ تبدل پھر غیر اہل علم کا کیا کہنا بس فتنہ عام ہو گیا ہے

این چہ شور یست کہ در دور قمری بینم   ہمہ آفاق پر از فتنہ و شری بینم

(۱۷۵) فرمایا کہ الہ آباد میں گنگا جمنا ملی ہوئی چلتی ہیں۔ مگر رنگ مختلف ہے بیچ میں ایک لکیر سی ہے سمندر کے پانی بھی مختلف رنگ کے ہوتے ہیں سچ ہے۔ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ دیوبند میں ایک کنواں ہے کہ جس کے ایک طرف کے پانی سے دال گلتی ہے اور ایک طرف کے سے نہیں گلتی معلوم ہوتا ہے کہ اس پردہ میں کوئی اور ہی کارساز ہے

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں   مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

(۱۷۶) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دوسروں پر ممتاز بنایا ہے تو صرف دولت عقل ہی کی وجہ سے بنایا ہے اس سے کام لینا چاہئے۔ مگر وحی کے تابع بنا کر۔

(۱۷۷) فرمایا کہ عقل اگر وحی کے تابع نہ ہو تو ایسی بودی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم دنیا کی ایسی بدیہیات اور حسیات میں ٹھوکریں کھاتے ہیں مگر پھر بھی فلاسفہ اس کو وحی سے ٹکراتے ہیں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن (جامع)

(۱۷۸) فرمایا کہ ایک فلسفی نے خط میں لکھا ہے کہ پہلے میں دہری تھا صرف مثنوی کی برکت سے مسلمان ہوا اور میں مثنوی کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں۔ دیکھئے ہم تو معتقد ہیں۔ مگر یہ شخص تو معتقد بھی نہ تھا مثنوی میں بڑی برکت ہے اور کیوں نہ ہو۔ وہ فیض کہاں کا ہے

نیاوردم از خانہ چیزے نخست   تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

اُن ہی فلسفی کے تذکرہ کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ آج اُن کا اخبار میں ایک مضمون دیکھا ہے بڑی خوشی ہوئی۔ لیڈروں کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ قرآن شریف میں سب سے زیادہ اللہ اور اُس کے غضب سے ڈرایا ہے اور جنت اور حور و قصور کی طرف رغبت دلائی ہے کیا آپ بھی اسی طرح ڈرتے ہیں اور ایسی ہی چاٹ دوسروں کو لگاتے ہیں۔ کبھی افعال حسنہ و قبیحہ کو

میات نام رضیات باری تعالیٰ میں داخل کرکے بھی رغبت یا نفرت لائی ہے یا دنیا کے
ب میں تو یہی ایک سبق پڑھا ہے کہ قوم مفلس ونادار ہو گئی۔ سود کو حلال کردو۔ ترقی دنیا
، اسباب سوچو اور دین کے باب میں اگر ترغیب وترہیب کا مضمون ہوتا ہے تو وہی
صالح ونلاسفی پر مبنی کیا جاتا ہے۔ کیا اس کے سوا بھی کبھی آپ کی زبان سے نکلا ہے
ا ایسا نہیں ہے تو آپ قوم کی رہبری نہیں کرسکتے۔

(۱۷۹) فرمایا کہ آجکل علماء کی یہ حالت ہے کہ ایک عالم نے اثبات مساوات کیلئے
ن اللہ اشتری من المومنین الخ سے یہ ثابت کیا ہے کہ لوگوں کو خدا کے ہاتھ بکنا
ہیئے آپ لوگ پیروں کے استادوں کے ہاتھ بک جاتے ہیں اور اُن کے تابع ہو جاتے
ا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے مولویصاحب کے ہاتھ بکنا نہ چاہیے تو آپ کے ہاتھ بکنا کیسے ثابت
ا۔ کہ آپ کی تفسیر کو بلا دلیل مان لیا جاوے۔ مساوات کے صحیح معنے یہ ہیں کہ حقوق مشترکہ
ں ایک کو دوسرے پر ترجیح کسی کو نہو یہ کہ میاں بیوی استاد شاگرد پیر مرید ہر امر میں سب برابر
و جائیں ہر ایک کے الگ الگ بھی تو حقوق ہیں (جیسے حدیث میں ہے۔ بڑوں کی توقیر
رو چھوٹوں پر رحم کرو جامع) آجکل جس مساوات کی ترغیب دی جارہی ہے وہ سراسر بیہودگی ہے۔

(۱۸۰) فرمایا کہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ مکہ میں جس قدر بھی حاجی ہوتے ہیں سب
رم شریف میں آجاتے ہیں۔ حرم کی خاصیت ماں کے رحم کی سی ہے کہ بچہ جتنا بھی بڑا ہوتا
جاتا ہے اُسی قدر رحم میں وسعت ہوتی جاتی ہے۔ پس حرم اور رحم دونوں میں ایسی ہی کیفیت
اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

(۱۸۱) فرمایا کہ ثریا بیگم جب لندن پہنچی ہے تو ملکہ جارج پنجم سے بھی بال کٹوانے کو کہا
اس نے جواب دیا کہ ہمارے شاہی خاندان میں عورتوں کو بال کٹوانا اور مردوں
منڈانا عیب ہے۔

(۱۸۲) فرمایا کہ بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے
پوچھا کہ آپ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رب سے پہچانا یا رب کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہچانا
فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رب سے پہچانا۔ یعنی رب کی پہچان فطری ہے اجمالی سہی باقی

Marfat.com

تفصیل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔

(۱۸۳) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے۔ اُس [illegible] فلاں عہدہ پر میں نے
بڑی دیانت سے کام کیا اور میرے ساتھ [illegible] ں۔ پھر بھی وہ کامیاب
اور میں ناکامیاب ہوا یہ میرے اعمال بد کے سب [illegible] نے اُن کو لکھا ہے کہ یہ خیال
ہی غلط ہے کہ یہ اعمال ہی کے نتائج ہیں کبھی مصا [illegible] ہے (مجمع کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا) کہ عموماً لوگ یہی سمجھتے ہیں اور یہ ناس غیر محقق واعظوں نے مارا ہے کہ ہر کام
میں اعمال کو سبب بنا دیتے ہیں (جیسے ایک طبیب تھے وہ اپنے ہمراہ کہیں کہیں صاحبزاد
کو بھی لیجاتے تھے۔ ایک جگہ نبض دیکھ کر مریض سے بولے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے۔ جب
وہاں سے اُٹھ آئے تو راستہ میں صاحبزادے نے پوچھا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ نارنگی
کھائی ہے اُنھوں نے کہا کہ بد پرہیزی تو نبض سے معلوم ہو گئی باقی نارنگی کے چھلکے پلنگ
کے نیچے پڑے تھے اس سے میں نے کہدیا کہ نارنگی کھائی ہے۔ والد کے انتقال کے بعد
صاحبزادے کا دور دورہ ہوا تو آپ ایک جگہ نبض دیکھ کر بولے کہ تم نے نمدہ کھایا ہے
(آپ نے چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا ہوا دیکھ لیا تھا اور والد صاحب کا کلیہ تبلایا ہوا یاد ہی تھا
جامع) مریض نے ہر چند کہا کہ حکیم صاحب نمدہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے کہا تم کچھ کہو نبض سے
تو یہی معلوم ہوتا ہے پھر لوگوں نے اُن کی دُم میں نمدہ باندھ کر اُن کو رخصت کیا) بات یہ ہے
کہ بلاؤں کا نزول اعمال بد سے بھی ہوتا ہے لیکن کبھی [illegible] بھی مقصود ہوتا ہے اور کبھی
درجات بڑھانے کے لئے بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ انبیا [illegible] اعمال بد تھے جن پر
مصائب کا نزول ہوا۔ ایک قاعدہ بتلاتا ہوں کہ [illegible] کام کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس
مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی ہو تو وہ اعمال کے سبب ہے اور جس مصیبت کے بعد
قلب کو پریشانی نہ ہو بلکہ رضا و تسلیم ہو تو وہ رحمت [illegible] اگر اس میں بھی کچھ پریشانی ہو و
حقیقت ناشناسی سے ہے۔ پھر بھی پہلی جیسی [illegible] ۔ ناحقیقت شناسی سے
پریشانی ہونے کی ایسی مثال ہے۔ جیسے بچہ [illegible] کو سمجھ جائے تو ناراض
نہیں ہوتا۔ گو ایک درجہ کا الم پھر بھی ہوتا ہے [illegible] تو ہائے واویلا کرتا ہے

ر اس میں بھی ایک فرق ہے کہ جو قوی ہوتے ہیں اور طاقت ضبط ہوتی ہے تو اُن کو
پریشن کے وقت ٹوپی نہیں سنگھائی جاتی اور جو کمزور ہوتے ہیں اُن کو ٹوپی سنگھا کر
پریشن کیا جاتا ہے ایسے ہی کاملین اور متوسلین کا حال ہے کہ اولیائے کاملین کو تو تکلیف
ی ہوتی ہے گو دل اندر سے راضی ہوتا ہے جیسے بلا ٹوپی سنگھائے اپریشن والا ضرور
ینچتا ہے۔ گو دل سے راضی ہے چنانچہ اپریشن کے بعد پچاس روپے ڈاکٹر کو انعام کے
بھی دیتا ہے۔ اور اولیاء متوسلین کو تکلیف ہی نہیں ہوتی کیونکہ اُن پر حال طاری کر دیا جاتا
ہے۔ اگر اُن پر حال طاری نہ کیا جائے تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کرلیں۔ جیسے کمزور کو اگر بلا
ٹوپی سنگھائے اپریشن کر دیا جائے تو چونکہ وہ تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا اور اس
وجہ سے ممکن ہے کہ ہلاک ہو جائے تو جیسے قوی آدمی کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھانے
کی ضرورت نہیں ایسے ہی اولیائے کاملین پر بھی حال طاری کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ
ایسے ہی ہر چیز کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں۔ طبیعت کا بھی جس کا اثر حسًّا معلوم ہوتا
ہے اور عقل کا بھی چنانچہ وہ د... تے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　دل فدائے یار دل رنجان من

دیکھئے جس وقت ... ... وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ
روتے بھی تھے اور یہ بھی ... ... نا بک یا ابراہیم لمحزونون۔ اور ایک
بزرگ کے صاحبزادے کا ... ... ہنس دیے۔ اس واقعہ کو اگر بدون تبلائے ہوئے
کہ پہلا واقعہ کس کا ہے اور ... ... کے روبرو رکھا جائے تو وہ اس ہنسنے والے
ہی کو اکمل کہیگا۔ حالانکہ اُس ... ... حقوق کو ضائع کیا اور آپ نے اولاد اور
خالق کے حقوق دونوں کو ... ... ادا فرمایا (کیونکہ اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اس کی
جُدائی سے لاجرم رونا آتا ... ... حقوق کی ادائیگی ہوئی اور خالق کے حقوق کی
ادائیگی اس معنی کر کہ دل سے ... ... فعل پر راضی تھے کہ جو کچھ میرے محبوب کی طرف
سے پیش آیا میں اُس پر راضی ہوں۔ جامع)

(۱۸۴) فرمایا کہ ایک شخص کا ... آیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ میں لامذہب ہو گیا تھا۔ مگر آپکے

خط سے پھر مسلمان ہوگیا عقل اُن کی اس قدر ہی کہ میں نے اُن کے خط کا جواب اتفا
عشا کے بعد لکھا تھا اور اُس میں یہ بھی لکھدیا تھا کہ مجھے فرصت نہوئی۔ اس وجہ سے
کے اپنی جواب لکھا ہے اس لئے مضمون کی بے ربطی پر خیال نہ کیا جائے تو اس پر اُ
نے لکھا ہے کہ آپ نے عشا کیوقت جو لکھا اس سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسوق
آپ نے میری طرف قصداً توجہ کی ہے۔ کیونکہ اس عشا کے وقت ہی میری ایک مذ
سے توحید میں گفتگو ہورہی تھی میں نے اُس کی سب دلیلیں توڑدیں اور آخر میں
یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ (یعنی حضرت مرشدی مولائی مولانا تھانوی مدظلہم العالی) کہدے تو بلا
مان لوں گا۔ (ہنسکر فرمایا) توحید کے تو قائل نہوئے یعنی خط پہنچنے سے پہلے اور میری
کے قائل ہوگئے۔ حالانکہ میں نے اُس کا عذر بھی لکھدیا تھا کہ اگر مضمون بے ربط ہو تو خیا
نہ کریں اُنہوں نے یہ سمجھا بالکل می پرانند کا قصہ ہی۔

(۱۸۵) فرمایا کہ آجکل کی سفارش سفارش نہیں ہوتی بلکہ جبر کیا جاتا ہے جو سرا
ہے زیادہ زور ڈالنے سے مخاطب کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ تو یہ کونسی خوبی ہے۔
ایک مسلمان کو تو راحت پہنچائی۔ اور دوسرے کو تکلیف۔ نیز جو سفارش شریعت کے
ہو اُس میں برکت ہی نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کسی کو سفارش لکھوانا چاہا میں نے کہ
میں اُنسے پوچھ لوں کہ تمکو تکلیف تو نہ ہوگی۔ دو لفافے لاؤ چنانچہ وہ لفافے لائے میں
اُن کو لکھا کہ فلاں شخص یہ چاہتے ہیں اگر تم کہو تو اُن کو سفارش لکھکر دیدوں۔ وہاں سے
کچھ جواب ہی نہ آیا لیکن اُن کا کام ہوگیا اور اُنہوں نے (جن کو سفارشی خط لکھا تھا
اُن کو (جو سفارشی خط لکھانے آئے تھے) بواسطہ خط میں یہ لکھا کہ تم نے اُن (یعنی حضر
مولانا مدظلہم) کو کیوں تکلیف دی (ایک صاحب نے مجلس میں سے عرض کیا کہ حضرت
یہ دو لفافہ سفارش کے دوسروں کے صفحہ کے صفحہ مضمون سے اچھے ہوتے ہیں) فرما
یہ تو حسن ظن ہے۔ دیکھیے حضرت بریرہؓ لونڈی تھیں اُن کا حضرت مغیث سے نکاح ہوا
پھر یہ آزاد کردی گئیں (آزادی کے بعد شریعت کا یہ حکم ہے کہ لونڈی چاہے اپنا نکاح
چاہے نہ رکھے اُس کو اختیار ہے) تو حضرت بریرہؓ نے نکاح فسخ کردیا تھا۔ حضرت مغیث

چونکہ اُن سے عشق تھا۔ وہ بازاروں میں روتے پھرتے تھے۔ حضور نے اُن کی یہ حالت دیکھ کر حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ تم مغیثؓ سے نکاح کرلو اُنھوں نے حضورؐ سے سوال کیا کہ حضور یہ حکم ہے یا مشورہ آپ نے فرمایا مشورہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ میں نہیں مانتی بھائیے حضرت نے فرمایا کہ اب تو کوئی مُرید اپنے پیر سے ایسی بات کہدے فوراً ہی کہیں گے مجلس سے نکالدو۔ مردود ہو گیا۔

(۱۸۶) فرمایا کہ فلسفیوں کے کلام میں مغالطے کے دلائل ہوتے ہیں اور عرفا کے کلام میں ایسے دلائل نہیں ہوتے بات یہ ہے کہ شفیق کا کلام ہمیشہ ایسے دلائل سے خالی ہوتا ہے یہی شان قرآن وحدیث کی ہے۔ دیکھئے باپ اپنے بچہ کو سمجھاتے وقت دلائل کب بتاتا ہے وہ تو صرف یہ کہتا ہے کہ دیکھو بیٹا اس کام کو نہ کرنا یہ بہت بُرا کام ہے پھر کرتا ہے تو پھر کہتا ہے۔ دیکھو تم نے پھر وہی کام کیا پھر سہ بارہ پھر اُسے مارتا ہے اسی وجہ سے بزرگوں کے کلام میں سادگی ہوتی ہے انھیں عام مسلمانوں سے شفقت ہوتی ہے قرآن وحدیث میں اگر فلسفی دلائل ہوتے تو شبہ ہوتا کہ یہ مصنوعات ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔

(۱۸۷) فرمایا کہ جب اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ تو میرے ہوش بجا نہیں رہتے ایک قسم کا وجد ہوتا ہے اور علماء قشر کے ذکر سے ایسا نہیں ہوتا۔

(۱۸۸) فرمایا کہ قلوب کی حالت جُدا جُدا ہوتی ہے۔ بعضوں کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اور باطن نہایت گندہ۔ اس لئے نفس ظاہر پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ کے روبرو ایک مقدمہ میں شہادت پیش ہوا آپ ایک گواہ سے واقف تھے اور ایک سے واقف نہیں تھے۔ حاضرین میں سے پوچھا کہ اس کو کوئی جانتا ہے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں بہت اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اُن کو محض نماز ہی پڑھتے دیکھا ہے یا کبھی سفر میں بھی ان کے ساتھ رہے ہو اور کوئی معاملہ بھی اُن سے پڑا ہے اُس نے کہا معاملہ نہیں پڑا نہ سفر میں رہا ظاہری حالت اچھی دیکھی ہے آپ نے فرمایا انت لا تعرفہ حضرت نے فرمایا دیکھئے اس زمانہ میں ہی اس قدر تغیر ہو گیا تھا کہ صورت نمازیوں کی ہو کر بھی باطن خراب ہو

Marfat.com

ہوسکتا تھا اور اس زمانہ کو تو کیا پوچھتے ہو۔ خدا کی پناہ۔ میرٹھ میں ایک صاحب عہدہ دار تھے وظائف اشراق چاشت سب ادا کرتے تھے اور وظائف ہی کے درمیان میں رشوت کی گفتگو بھی ہوا کرتی تھی اور چونکہ پیرنے وظیفہ میں بولنے کو منع کردیا تھا اسلئے صرف اشارہ سے بتایا کرتے تھے۔ کبھی دو انگلی اٹھادی کہ دو سو لونگا کبھی تین اٹھادی کہ تین سو لونگا اور پھر مصلے کا کونہ اٹھادیتے تھے۔ ظالم چاشت پڑھ کر کئی سو روپے لیکر اٹھتا تھا ایک دفعہ رڑکی میں یہ لطیفہ ہوا۔ کہ ایک صاحب نے مجھ سے دعوت کی مجلس میں دریافت کیا کہ یہ حکایت کس شخص کی ہے میں نے کہا کہ آپ کو اس کے پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے اس نے کہا کہ میں اعتراض کیلئے نہیں پوچھتا ہوں بلکہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ میرے والد بھی ایسا ہی کرتے تھے اگر یہ ان کی ہی نسبت کہا گیا ہے تو میں درخواست کرونگا کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے میں نے کہا مجھے مسلمانوں کیلئے مغفرت کی دعا سے کیا عذر ہے میرا ان کی اس تہذیب سے بڑا دل خوش ہوا اور اندر سے اس قدر شرمندہ ہوا کہ وہاں بیٹھنا مشکل ہوگیا۔ کھانا کھاتے ہی فوراً چلا آیا۔ اسی طرح ایک وعظ میں میں نے ایک انگریزی خواں بیرسٹر کی حکایت بیان کی تھی کہ ایک صاحبزادے ولایت پڑھکے آئے تھے تو جب اپنے باپ سے ملے تو کہا کہ وَل بڈھا تم اچھا ہے اور اتفاق سے وہ دونوں باپ بیٹے اس وعظ میں موجود تھے اور اس واقعہ کے جاننے والے لوگ وعظ ہی میں ان دونوں کی طرف دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے اور وہ بھی لوگوں کو دیکھ کر ہنس رہے تھے مگر عجیب بات یہ تھی کہ دونوں صاحب بڑی محبت سے مجھ سے ملے جب میں موٹر سے اترا مجھ کو لینے بھی آئے اور سوار کرنے بھی آئے ذرا برا نہیں مانا سب سے زیادہ اکرام انہوں نے ہی کیا بڑے شریف تھے۔ مگر مجھ سے لوگوں نے بعد میں کہا اور اگر مجھے مجلس میں معلوم ہو جاتا تو موٹر تک آنا بھی دشوار ہو جاتا۔ مجھے بڑی شرم آئی۔ خاندانی شرفا میں پھر بھی شرافت ہوتی ہے ؎

شریف اگر متضعف شود خیال مبند　　کہ پایگاہ رفیعش ضعیف خواہد شد

(۱۸۹) فرمایا کہ یہاں ختم میں جب کوئی رقم آتی ہے تو اُن کا پورا پتہ لکھ لیا جاتا ہے

Marfat.com

تاکہ اگر درمیان میں اُن کے انتقال کی خبر آجائے تو بقیہ رقم اُن کے وارثوں کے نام منی آرڈر کردیا جائے۔ اس پر ایک پیرجی صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ واپسی کی کیا ضرورت ہے اس وقت سے مغفرت کی دعا شروع کردیا کریں میں نے کہا یہ حق وارثوں کا ہے اس کی ملک سے نکل چکا یہ تو ایسی مثال ہوگی کہ حلوائی کی دوکان ناناجی کی فاتحہ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پیر کے لئے صاحب علم ہونا بھی ضروری ہے (دیگر حضرت والا نے ایک ارشاد میں اس کی بھی تصریح کردی ہے کہ دین کی دعا پر اجرت جائز نہیں۔ یہاں دوسرا قاعدہ بھی جاری ہوگا۔ جامع)

(۱۹۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ میں لوگوں کو بیعت کیا کرتا ہوں۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلافت نامہ دکھلاؤ۔ لہذا خلافت نامہ آپ مجھے دیدیجئے تاکہ میں اُنکو دکھلادوں میں نے لکھا ہے کہ دماغ کا علاج کراؤ۔ بُرا بھلا تو بہت کہیں گے مگر خیر مصلح ہمیشہ بدنام ہی ہوتا ہے۔

(۱۹۱) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اور اُس میں بیعت کی درخواست ہے۔ اور آپ چنگی پر محرر ہیں چنگی پر جو رسیدیں ہوتی ہیں اُس کی ردی پر ایک طرف کاٹ کردہ خط لکھا ہے میں نے لکھا ہے کہ جس کے قلب میں دین کی یہ وقعت ہو وہ قابل خطاب نہیں ہے۔ بھلا کلکٹر کو تو ایسے کاغذ پر درخواست دیدیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دین کو کس قدر ذلیل سمجھتے ہیں۔ پھر احباب کہتے ہیں کہ سختی کرتے ہیں بھلا ایسے نالائقوں کے ساتھ اور کیا معاملہ کیا جائے۔ میں اپنے احباب ہی سے مشورہ لیتا ہوں جواب دیویں۔ (سارا مجمع تعجب کرکے ساکت ہوگیا۔ جامع)

(۱۹۲) فرمایا کہ میرے ایک دوست خواجہ صاحب ایک کلکٹر کی پیشی میں ... سخت تھا۔ جب اُسکو کوئی جواب ملتا تو یہ کہتا کہ تم کو بیچ میں نہ بولنا چاہئے۔ جب بھی جواب دیا جاتا بیچ ہی کہدیتا تھا۔ ایک دن ان کو بھی یہی واقعہ پیش آیا اُنھوں نے غصہ سے کہا کہ ہم نہیں جانتے بیچ کس کو سمجھا جاوے۔ پھر تو ان کو مائی ڈیر مائی ڈیر کہنے لگا اور یوں بھی کہا کہ جو کام ہمارے کرنے کا ہو ہم سے کہو ہم کوشش کریں گے۔ اُن صاحب نے کہا

Marfat.com

کہیں عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے تنگ ہو گیا ہوں مجھے محکمہ تعلیم میں کرا دیجئے پھر اُسنے بڑے زور شور کی سفارش لکھی اور ان کو محکمہ تعلیم میں کرا دیا۔

(۱۹۳) فرمایا کہ جس کا دماغ کمزور ہوتا ہے میں اُسے قرآن حفظ کرنے سے منع کر دیتا ہوں ایسا شخص تو کچھ عربی پڑھنے کے بعد حفظ شروع کرے تو قواعد معلوم ہونیکی وجہ سے حفظ آسان ہو جاتا ہے اور میں طلبا سے ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ کتابیں پڑھنے کے زمانہ میں سمجھنے کی کوشش کرو حفظ کی کوشش نہ کرو اس سے دماغ خراب ہو کر اور کتابیں بھی رہجاتی ہیں۔ اور آجکل قویٰ اسکے متحمل نہیں ہیں غضب تو یہ ہے کہ بعض اہلِ مدارس طلبا سے ایسی ایسی سخت محنتیں کراتے ہیں کہ جس سے وہ بیکار ہو جاتے ہیں اور یہ بڑا ظلم ہے

خستگاں را چو طلب باشد و قوت نبود　　　گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

بعضے کافیہ حفظ کراتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی حفظ کرانے کی چیز ہے۔ اگر حفظ کا ہی شوق ہے تو قرآن شریف حفظ کرو (ابن حاجب کے کلام سے قلب پر اور حجاب ہی پڑجائیں گے ہاں کلام اللہ حفظ کر و جس سے سب حجاب مرتفع ہو جائیں۔ جامع)

(۱۹۴) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ میں والدہ کو ہر چند رسوم وغیرہ کے متعلق نصیحت کرتا ہوں مگر نہیں مانتیں دوسرا مضمون یہ تھا کہ ہم سب ایک جگہ رہتے ہیں۔ خانگی جزئیات پر بڑا جھگڑا فساد رہتا ہے۔ میں نے دونوں کے جواب میں صرف ایک شعر لکھدیا پہلے سوال پر تو یہ لکھدیا کہ ع کار خود کن کار بیگانہ مکن۔

دوسرے پر لکھا کہ ع　　　برزمین دیگران خانہ مکن

خط پہنچنے کے بعد وہ فوراً سب سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے بچوں کو کرایہ کے مکان میں لے گئے پھر اُن کی بڑی خوشگوار زندگی ہو گئی یک ساتھ رہنے میں بڑے جھگڑے ہوتے ہیں بس دور سے ہی سلوک و خدمت کرتا رہے۔

(۱۹۵) فرمایا کہ مثنوی ایک برکت کی کتاب ہے کہ اُس کا خواندن صرف خواندن ہی نہیں رہتا بلکہ عمل کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس شعر کا یہی محل ہے ؎

ہر کہ خواند مثنوی را صبح و شام　　　آتش دوزخ بود بر وی حرام

Marfat.com

کیونکہ اس کو پڑھ کر توفیق عمل پیدا ہوگی اور عمل کے بعد انشاء اللہ آتش دوزخ حرام ہوجائیگی۔ (جامع)

(۱۹۶) فرمایا کہ ایک صاحب حال کا قول ہے کہ اگر کوئی تم سے پوچھے ھل تحب اللہ تو تم نہ اقرار کیجیو نہ انکار کیجیو بلکہ سکوت اختیار کر لینا۔ کیونکہ اگر نفی کرتے ہیں تو ایمان کی نفی ہے اور اگر اقرار کرتے ہو تو یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اس وجہ سے سکوت ہی بہتر ہے۔

(۱۹۷) فرمایا کہ مجھے والد صاحب مرحوم نے شادی کر کے فوراً علیحدہ کر دیا تھا۔ اور ہمارے یہاں اکثر یہی قاعدہ رہا ہے کہ جب بڑے ہو گئے علیحدہ کر دیا۔ اور پاس سے سب خرچ اور مکان رہنے کو دیا۔ ہمیں غیرت آئی اور نوکری کی فکر ہوئی اللہ کا شکر ہے کہ کانپور سے مولانا رفیع الدین اور مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہما کے پاس خط آیا کہ ایک مدرس کی ضرورت ہے ان دونوں حضرات نے مجھے ہی منتخب کر کے بھیجد یا شروع شروع میں پچیس روپے کی تنخواہ ہوئی میں سوچا کرتا تھا کہ پچیس روپے کیا کرینگے۔ ہم تو سمجھا کرتے تھے کہ بس دس روپے کی تنخواہ کافی ہے چند روز تو میں تنہا رہا پھر گھر میں سے وہیں بلا لیا۔ پھر تجربے سے معلوم ہوا کہ وہ پچیس روپے کچھ ایسے زائد نہ تھے سب خرچ ہو جاتے تھے ایک مرتبہ والد صاحب مرحوم میرے پاس تشریف لیگئے میں نے حالانکہ اُن کے واسطے کھانا ذرا اچھا پکوایا۔ مگر کھانے کے بعد فرمانے لگے کیا ایسا ہی کھانا کھاتے ہو میں چپ ہو گیا فرمانے لگے کہ اگر ایسا ہی کھاؤ گے تو کیا کام کروگے ہمنے تمکو پیسہ حاصل کرنے کو تھوڑا ہی بھیجا ہے بلکہ تمہاری کتابیں صاف ہونے کو بھیجا ہے پھر ماما کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو آج سے اتنا گھی اتنا گوشت اتنا مصالحہ ڈالا کرو اس سے کم درجہ کا سالن نہ ہو اور اس کا خرچ ہم روانہ کریں گے۔ والد صاحب کی شفقت کا ایک واقعہ اور یاد آیا کہ کانپور کے دوران مدرسی میں مجھے طب کا شوق ہوا والد صاحب کو لکھا انہوں نے مجھے لکھا کیا حرج ہے یہ عمر تمہاری کمال حاصل کرنے کی ہی ضرور حاصل کرو اور جبتک فارغ ہو ایک گاؤں ہے گدائی کھیڑہ اُس کی ساری آمدنی تمکو ملیگی (یہ گاؤں چھوٹے بھائی منظر کے حصہ میں آگیا ہے) میں نے اہل مدرسہ سے بلا اطلاع کئے ہوئے دہلی پہنچکر طب شروع کر دی مگر کانپور والے وہاں سے مجھے پکڑ لائے پھر تیس روپے کر دیئے تھوڑے سے کی

دنوں بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے جامع) پھر کانپور ہی رہے۔ تنخواہ چالیس روپے کی ہو گئی پھر پچاس روپے ہو گئے۔ بس اسکے بعد جب نوکری سے جی گھبرایا تو مدرسہ کا سارا انتظام ٹھیک کر کے اہلِ مدرسہ کو بلا اطلاع کئے مکان چلا آیا۔ اور بعد چند سے نوکری چھوڑنے کی اطلاع کر دی پھر کانپور والوں نے حضرت حاجی صاحب کو لکھا کہ ہم سو روپے کی تنخواہ دیں گے اور کام کچھ نہ لیں گے صرف شہر میں رہیں۔ حضرت حاجی صاحب نے مجکو لکھا کہ ایسا خط آیا ہے۔ تعلق تو کرومت اگرچہ نکہ مدت تک وہاں رہے ہو ان لوگوں کو .... تم سے محبت ہو گئی ہے تم وہاں کبھی کبھی ہو آیا کرو (مگر شیخ ادب کی رگ سے میں نے اس میں دل سے یہ شرط بھی لگائی کہ بلا بلائے نہ جاؤنگا) مگر وہ بیچارے خود ہی بلایا کرتے اور میں بھی بہت محبت سے جایا کرتا بھائی اکبر علی مرحوم جب ملازم ہوئے ہیں تو شروع میں تنخواہ بیس روپے کی ہوئی پھر جانے کہیں تک پہنچ جائیں مگر شروع میں تو عربی والوں سے کم ہی رہے اور ایک فرق یہ ہوا کہ اُن کو تو پچاس دفعہ یہ افسوس ہوا کہ ہائے مجھے والد صاحب نے عربی نہ پڑھائی اور مجھے الحمد للہ کبھی یہ افسوس نہوا کہ ہائے مجھے والد صاحب نے انگریزی نہ پڑھائی۔

(۱۹۸) فرمایا کہ گھر میں سے ہمیشہ مجھ سے یہ کہا کرتیں کہ ایک مکان رہنے کے لئے جدا بنالو لیکن میں اُن کو ٹال دیتا کہ چند روزہ زندگی کیلئے کیا مکان بنانا ہو۔ جب میں حج کو گیا اور بعد میں گھر میں سے بھی پہنچ گئیں تو اُنھوں نے حضرت حاجی صاحب سے شکایت کی کہ میں گھر بنانے کو کہتی ہوں اور یہ گھر نہیں بناتے حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میاں تمہارے گھر میں گھر بنانے کو کہتی ہیں کیا حرج ہے یہ تو اچھی بات ہے اپنے خاص گھر میں آرام ملتا ہی میں نے جی میں کہا کہ ترکیب تو مکان بنوانے کی اچھی نکالی ہی میں نے عرض کر دیا بہت اچھا اب بنجاںگا جب بعد واپسی مکان بن گیا تو قصداً میں نے حضرت کو لکھا حضرت نے فرمایا گھر مبارک ہو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ گھر بنانے کے بعد معلوم ہوا کہ بغیر اس کے راحت نہیں ہوتی باقی اگر کسی کو تنگی ہو اور نہ بنا سکے تو اور بات ہے۔

(۱۹۹) فرمایا کہ فلاں دوست کے یہاں سب ایک ہی جگہ رہتے تھے بڑا فضیحتا

Marfat.com

رہتا تھا مجھے چونکہ اُن سے خاص تعلق ہے میں نے مشورۃً اُن سے کہا کہ تم الگ ہو جاؤ سنا ملیا فضیحتا ہے۔ مگر میرا نام نہ لینا۔ بس اُنہوں نے سب سے علیحدگی اختیار کر لی۔ گھر میں بڑا شور و غل ہوا جس سے یہ گھبرا اُٹھے اور میرا نام لے دیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ اچھے پیر ہیں جو خاندانی امور میں دخل دیتے ہیں۔ مگر اُن کی والدہ نے جب یہ سُنا کہ اُن کی رائے ہے تو چپ ہو گئی اور کہا کہ جب اُن کی رائے ہے تو ہم کو کچھ عذر نہیں ہے۔ پھر اُنہوں نے سب کی الگ الگ تنخواہ کر دی۔ اب سب نہایت راحت سے ہیں اور خوش ہیں کبھی تکرار نہیں ہوتا پہلے وہ ساری تنخواہ والدہ کو دیدیا کرتے تھے بیوی کے حقوق ضائع ہو رہے تھے دین ہی کی وجہ سے تو میں نے یہ رائے دی کہ یہ واجب فوت ہو رہا ہے۔ یہ خاندانی قصہ کدھر سے ہوا یہ تو سراسر دین ہے اور اسی وجہ سے میں نے رائے دی۔

(۲۰۰) فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے عقد ثانی کے متعلق مشورہ پوچھا تو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کتنے مکان ہیں۔ اُس نے کہا ایک ہے میں نے کہا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا کتنے مکان ہونے چاہئیں میں نے کہا تین ہونے چاہئیں اُنہوں نے پوچھا تین کس لئے۔ میں نے کہا تین اس لئے ہونے چاہئیں کہ دو مکان تو دونوں بیویوں کے رہنے کیلئے ہوں اور تیسرا مکان اس لئے کہ جب اُن دونوں سے اختلاف ہو جائے تو آپ اُس تیسرے مکان میں دونوں سے الگ رہیں کیونکہ جب تم اُن سے روٹھو گے تو کہاں رہو گے۔ وہ یہ سُن کر رک گئے۔ پھر جس عورت سے وہ نکاح کرنا چاہتے تھے اُس کا دوسری جگہ نکاح بھی ہو گیا۔ مگر پھر اُنہوں نے کانپور جا کر دوسرا نکاح کیا (ہنس کر فرمایا کہ یہ یوں سمجھے کہ اُسی عورت کی (جس کا نکاح دوسرے سے ہو گیا) ممانعت تھی ہمارے حضرت ... فرمایا کہ تعدد ازواج میں تو جہاں مرد تیز مزاج ہو تو سب ٹھیک رہتے ہیں ... ہو اُسے تو لٹو بنا لیتی ہیں۔ یہاں ایک شخص کے چار بیویاں ہیں ... خوب اتفاق ہے وہ کسی کو منہ بھی نہیں لگاتا۔ بات یہ ہے سب مظلوم ہیں اور مظلوموں میں اتفاق ہو ہی جاتا ہے

آعند نیب مل کے کریں آہ و زاریاں	تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

(۲۰۱) فرمایا کہ بعض صوفیہ نے اپنا ضعف دیکھ کر خلوت و اخفاء عبادت کو اختیار کیا ہے

Marfat.com

ورنہ ببانگ دہل عبادت کی جاوے سب سے بڑی عبادت ایمان ہی۔ اگر اخفا کی کوئی چیز تھی۔ تو
تھا۔ مگر دیکھئے اس کا اخفا حرام ہی۔ بلکہ صوفیہ میں جو طبقہ خلوت کو جلوت پر ترجیح دیتا ہے
وہ بھی کہتا ہی کہ ہم اپنے کو ضعیف سمجھ کر کرتے ہیں ورنہ فی نفسہ بہتر جلوت ہی ہے۔ مولانا
رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ اے شخص تو جو خلوت کو جلوت پر مطلقاً ترجیح دیتا
ہے اگر تو جلوت میں کسی کی صحبت میں نہ بیٹھتا تو یہ خلوت کے منافع ہی تجھے کہاں سے معلوم
ہوتے تو ناشکری کرتا ہے کہ جس کی بدولت تجھے علمی کمال حاصل ہوا اسی کی نفی کرتا ہے۔
اخفاء عبادت کے متعلق یاد آیا کہ ایک ذاکر نے مولانا گنگوہی سے ذکر جہر کے متعلق کہا کہ ریا
ہوگی۔ فرمایا اور کیا خفی میں ریا نہ ہوگی۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ گردن جھکائے بیٹھے ہیں تو
خیال کرینگے کہ خدا جانے عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی بعض لوگ مجھے خط میں لکھتے ہیں کہ
ہم میں ریا کا مرض ہی میں لکھتا ہوں کہ ریا کی تعریف کرو اور تم اظہار کا قصد کرتے ہو یا نہیں
اگر وہ لکھتے ہیں کہ ہم قصد نہیں کرتے تو میں لکھتا ہوں کچھ پرواہ نہ کرو یہ وسوسہ ریا ہے
ریا نہیں ہی۔ کیونکہ اس میں قصد شرط ہی۔ اگر قصد ہوتا تو ریا ہوتی۔ کیونکہ ریا کی تعریف یہ ہے
کہ (قصد کرنا اظہار عبادت کا اغراض دنیویہ کیلئے۔

(۲۰۲) فرمایا کہ ذکر اللہ کی یہ خاصیت ہی کہ اس کے بعد وسوسے باقی نہیں رہتے۔ صرف
مشابہ وسوسہ کے رہتا ہے اور اس کی ایک حدیث موئد ہی اذا ذکر اللہ خنس واذا غفل
وسوس میں نے اسکی ایک مثال تجویز کی ہی کہ اگر آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو ظاہر دیکھنے
والوں کو گو وہ اندر ہی معلوم ہوگی مگر حقیقۃً باہر ہی ہی اور وسوسہ گو بہت ہلکا مرض ہی مگر لوگوں
نے اسکو بڑا بھاری بنا لیا ہی۔ جیسے کسی کا دوڑنے میں سانس پھول جائے اور حکیم سے
آکر کہے کہ حکیم جی مجھے تو دمہ کی بیماری ہوگئی۔ تو حکیم ہنستا ہی کہ احمق یہ تو تیرے دوڑنے
عارضی حرکت پیدا ہوگئی ہے چند منٹ میں دفع ہو جائے گی یہ دمہ نہیں ہی۔ ایسے ہی مبتدی
وسوسے سے ڈرتا ہے مگر محقق کہتا ہی کہ تم پرواہ نہ کرو التفات نہ کرو اور بے التفاتی
سے بھی دفع کا قصد نہ کرو کہ یہ بھی التفات ہے بس یوں ہی بے فکر رہو اگر تمام عمر بھی اسی
گذر جائے کچھ پرواہ نہ کرو خواہ اسی حالت میں موت آجائے۔ بریلی میں ایک صاحب

Marfat.com

اسی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اُن سے بھائی کے تعلقات تھے اُنہوں نے بھائی سے مجھے آنے کے لئے لکھوایا مجھے چونکہ ضعفاء پر بہت رحم آتا ہی اور مریض بھی ضعفاء میں داخل ہی اس لئے میں بریلی گیا۔ میرے پہنچتے ہی اُنہوں نے خلوت کرائی اور مجھ سے کہنا شروع کیا کہ یہ یہ وساوس کفریہ آتے ہیں میں ہنسا اور تھوڑی دیر تقریر کی جس سے وہ شگفتہ ہو گئے۔ بس بے التفاتی کا یہ اثر ہوا کہ سب دفع ہو گئے۔ فرط انبساط میں اُنہوں نے یہ کہا کہ جبتک آپ رہیں گے کھانا میں بھیجا کرونگا۔ میں نے بھائی سے آکر سفارش کی کہ اگر اس وقت منع کیا تو اُن کی طبیعت متغیر ہو جائیگی قبول کرنا ہی مناسب ہی۔ بھائی نے منظور کر لیا۔ مگر اُنسے کہدیا گیا کہ کھانے میں تکلف نہو لیکن وہ کھانا اسقدر بھیجتے تھے کہ گھر کے سب آدمی کھا لیتے تھے منع کیا تو کہا کہ میرا دل مردہ ہو جائیگا مجھے اس سے اچھا مصرف کونسا ملیگا۔ پھر میں تو چلا آیا اور میرے آنیکے ایک ہفتہ بعد اُنکا انتقال ہو گیا۔ بڑی بشاشت کی حالت میں انتقال ہوا بہت خوش تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وسوسے نہوتے تو اچھا تھا میں کہتا ہوں عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم مثلاً یہ سمجھ لے کہ اچھا ہوا یہ مرض ابھی ہو گیا مرتے وقت ہوتا تو بڑی پریشانی ہوتی اب اگر مرنیکے وقت بھی وساوس آئے تو یہی خیال ہو گا کہ اچھا یہ تو سُسرا وہی ہے جو زندگی میں دق کرتا تھا اور محض ناچیز نکلا وساوس سے پریشان ہونیوالے اس سے مغموم ہوتے ہیں کہ یہ کلام نفس کر رہا ہی میں نے اس کا جواب دیا ہی کہ نفس متکلم نہیں ہے بلکہ سامع ہے اور متکلم شیطان ہے اور تحدیث کی اسناد نفس کی طرف مجازی ہے۔ جب یہ ہی تو مواخذہ متکلم پر ہے نہ کہ سامع پر اسکی ایسی مثال ہی جیسے ہم کسی بادشاہ کی ملاقات کو جارہے ہوں اور راستہ میں کوئی حاسد جو حاضری دربار سے ہم پر حسد کرتا اور روکنا چاہتا ہے بادشاہ کو گالی دینے لگے تاکہ ہم اس میں لگ کر جانے سے رُک جائیں تو ہمکو چاہیے کہ اُسکی رعایت نہ کریں سیدھے بادشاہ کے پاس پہنچ جائیں اور اگر ہم اُس سے اُلجھے تو بادشاہ کی ملاقات گئی جاتی ایسے ہی شیطان یہ چاہتا ہی کہ یہ شخص مجھ میں مشغول ہو ذکر اللہ میں مشغول نہ ہو۔ اس لئے جب کبھی وساوس آویں تو یہ سمجھے کہ شیطان کہ رہا ہی اور میرا مقصد فوت کرنا چاہتا ہی من شر الوسواس الخناس میں صاف دلالت ہی کہ وسوسہ شیطان کا فعل ہی سلیمان دارانی نے

Marfat.com

لکھا ہے کہ جب وسوسہ آئے تو خوش ہو کیونکہ شیطان مومن کا دشمن ہے۔ جب وہ ا
خوش ہوتا دیکھتا ہے تو اُس کام ہی کو نہیں کرتا جس سے مومن خوش ہو رہا ہے کہ اس
کی بھی تو شیطان کو خبر ہے۔ جواب یہ ہے کہ شیطان کو ضمائر وغیرہ کی خبر نہیں وہ عالم الغیب
تھوڑا ہی ہے۔ فرشتوں کو بھی جب آدمی پختہ ارادہ کرتا ہے تب خبر ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہیں
جیسا حدیث کتابت سے معلوم ہوتا ہے اور بعض امور کی خبر پختہ ارادہ کے بعد بھی نہیں ہوتی۔ جی
ذکر خفی کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ کاتبین اعمال کو بھی اس کا پتہ نہیں۔ شعر

میانِ عاشق و معشوق رمزیست	کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

بزرگوں نے لکھا ہے کہ شیطان کو بھی دھوکا ہوتا ہے۔ اُسے اپنے کئے کا انجام معل
نہیں ہوتا۔ پس وسوسہ ڈالا تو نقصان کیلئے وہاں اُلٹا مجاہدہ کا نفع ہو کر ثواب عطا ہو گیا
چنانچہ ایک دفعہ اُس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تہجد کی نماز قضا کرادی صبح کو آ
آپ روئے دوسرے دن تہجد کے وقت حضرت معاویہ رضی عنہ کو خود شیطان جگانے آیا۔
حضرت معاویہؓ نے وجہ پوچھی تو بڑی حیص بیص کے بعد بتایا کہ کل میں نے جو آپ کی تہ
کی نماز قضا کرادی تھی جس پر آپ بہت روئے تھے تو آپ کو اُس رونے سے تہجد پڑھنے سے
زیادہ ثواب مل گیا۔ اور مراتب بڑھ گئے اس لئے میں نے یہ سوچا کہ جتنے ہیں اُتنے
رہیں بڑھیں تو نہیں۔ غرض انجام کی اُسے بھی خبر نہیں کہ کیا ہوگا (ورنہ نماز کیوں قضا
کراتا جامع) بزرگوں کے ایسے ہی علوم کی وجہ سے حدیث ہے کہ فقیہ واحد اشد ع
الشیطان من الف عابد یعنی محقق اس کے مکائد پر مطلع کر دیتا ہے جس سے پریشان ہو
ہے کہ میری ساری ترکیب کری کرائی بیکار ہو گئی اگر وہ یہ سمجھ جاتا کہ یہاں میری یہ تدبیر نہ
چلیگی تو وقت کو ضائع نہ کرتا دوسرے کام میں لگ جاتا وہ بڑا یوں ہی ہے۔ وقت کو خراب نہیں
کرتا۔ غرض وہ وسوسہ سے مومن کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اسی طرح ایک دوسرا قصہ ہے
مشابہ وسوسہ کے بعضے لوگ کہتے ہیں کہ شیطان مرنے کے وقت پیشاب پلاتا ہے میں کہ
ہوں کہ اگر مومن جانتا ہے تو پئے گا کیوں اور اگر نہیں جانتا تو عذر کیا ہے بلکہ مرنے
وقت ایمان بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے وسوسہ سے زائل نہیں ہوتا اس لئے ایسے

رسے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اگر انسان کے ہوش و
اس درست ہیں تو مومن کفر کو کیوں پسند کرے گا اور اگر درست نہیں تو مرفوع القلم ہی
اف ہے نہ معلوم لوگ اس کمبخت شیطان سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں۔ یہ تو کوئی ڈرنے
چیز نہیں ہے۔ ایک شاعر نے اس حدیث کا شعر بنایا ہے۔

فان فقیہا واحدا متورعا	اشد علی الشیطان من الف عابد

(۲۰۳) فرمایا کہ عاشق جب اپنے محبوب کی طرف سے کوئی عنایت دیکھتا ہے تو پھر اس کے
یجان کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی۔ دیکھیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن
ب سے فرمایا تھا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے سورہ لم یکن تمکو سنانے کا حکم دیا ہے حالانکہ حکم
اف تھا مگر فرط جوش ہیں مکرر دریافت کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ سمانی تو آپ نے
مایا اللہ سماک بس بیتاب ہو کر رونا شروع کر دیا ان مکات کو وہی کچھ سمجھتا ہے جس کے
ںا کو لگی ہو ے

نوک غمزہ کی ہو جس دل پر چبھی	اُس سے پوچھئے چاشنی اس درد کی

حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں

وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو	گذر جس دل پہ حضرت عشق کا ہو	(جامع)

(۲۰۴) فرمایا کہ ایک نکتہ بیان کرتا ہوں گو ہی دلالت میں محتمل مگر قواعد کے بالکل مطابق
ہے۔ چونکہ کسی بزرگ کے کلام میں دیکھنے میں نہیں آیا اس لیے جرأت نہیں ہوتی۔ اگر
صوفیہ کو سوجھتی تو بڑے اچھلتے کودتے اور ہم تو طالب علم ہیں ہم میں وہ ذوق نہیں اور وہ
نکتہ یہ ہے کہ ایک آیت ہے فاصحٰب المیمنۃ ما اصحٰب المیمنۃ واصحٰب المشئمۃ
ما اصحٰب المشئمۃ والسابقون السابقون اولٰئک المقربون بہاں یہ سمجھ میں آتا
کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں سابقون سابقون دو جگہ فرمایا ہے اس میں یہ اشارہ ہے
کہ مقربین اصحاب میمنۃ سے بھی بڑھ گئے۔ ایک سابقون سے ایک جماعت سے سبقت
کی طرف اشارہ ہے دوسرے سابقون سے دوسری جماعت سے۔ یہ میرا ذوق ہی کوئی
دلالت قطعی نہیں ہے اس اشارہ پر اس میں تائید ہو جائے گی بعض عشاق کے ایسے مقالات

Marfat.com

کی جو موسوم ہیں استغناء عن الحجبات کی اور یہ تائید اس تاویل سے ہوگی کہ مراد جنت کا وہ درجہ ہے جو اصحاب یمین کے ساتھ خاص ہے اور یہ اُن سے سابق ہونیکے طالب ہیں۔

(۲۰۵) فرمایا کہ طریق کا مقصود رضائے حق ہے جو احکام شرعیہ کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے اب کوئی تو استغراق کو مقصود سمجھتا ہے کوئی کیفیات و احوال کو حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں ان چیزوں میں تو طالب کی یہ شان ہونا چاہیئے۔

یا بم اورا یا نیابم جستجوئی میکنم	حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

اور یہ عزم رکھے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید	یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن برآید
ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی	درد مندانِ محبت کا طریقہ ہے یہی (جامع)

(۲۰۶) فرمایا دو شخصوں نے جو خادم قوم تھے اُنہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ یہ تعلقات اور سلوک ہمارے یہاں جمع نہیں ہوتے ہمارے یہاں تو اوّل اوّل سب تعلقات کو قطع کیا جاتا ہے ایک شخص جو صاحب علم بھی تھے اُنہوں نے جواب دیا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں ہم سب تعلقات چھوڑ دیں۔ پھر جب کسی قابل ہو جائیں پھر خدمت قوم میں مشغول ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ جیسے اس طریق میں تعلقات مضر ہیں ایسے ہی عزم تعلقات بھی مضر ہے اور یہ عزم ہے۔ میرے یہاں تو اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہیئے پھر مجھے اختیار ہے خواہ خدمت خلق سپرد کروں خواہ خدمت مسجد خواہ خدمت نفس آپ کو تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے پھر میں نے اُن کو ایک خادم قوم شیخ ہی کے سپرد کر دیا کہ آپ کا اور ان کا جوڑ ٹھیک ہے آپ بھی خادم قوم ہیں اور یہ بھی خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہوں اس لئے کہ آج تک کوئی خدمت قوم کی مجھ سے نہیں ہوئی۔ اسلئے مجھے معذور ہی رکھیئے۔

(۲۰۷) فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رد و قدح کے سوال و جواب میں تعلیم میں بڑی

؎ اور اس کا حصول دو ذریعے سے ہوتا ہے احکام ظاہرہ تو کتب فقہیہ سے اور احکام باطنہ دوسرے سلوک سے جو اہل اللہ کے ذریعہ سے طے ہوتا ہے ۱۲۔

Marfat.com

ہی دیر ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی تو تعلیم ہی ہے۔ یہ کیا ضرورت ہے کہ الا اللہ کی ضرب ہی لگیں ہیں تو اصلاح پہلے ہی خطا سے شروع کر دیتا ہوں کوئی نہ سمجھے تو اسکا کیا علاج۔

۲۰۸) فرمایا کہ سفر شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو۔ یا ریل میں کثرت سے بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑ دینے کی بھی گنجایش ہے۔ مگر اطمینان کی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا چاہئے سخت مجبوری میں ایسا کرے۔

۲۰۹) فرمایا کہ اگر اولاد غیر تندرست ہو جیسے اندھا۔ اپاہج ہو تو اُس کا نفقہ ماں باپ کے ذمے ہے اگر ماں باپ نہوں تو عزیز و اقارب کے ذمے ہو۔ چاہے کتنی ہی عمر ہو جائے

۲۱) فرمایا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ تشقیق کے ساتھ جواب نہ دینا چاہئے۔ سائل سے اس واقعہ کی تعیین کرانا چاہئے پھر اُس شق کا جواب دے۔ پھر اسکی خرابی کا ایک قصہ سناتا تھا۔ کہ ہمارے قریب ایک قصبہ میں غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہو گیا اور یہ بیخبری میں کسی کو پتہ نہیں تھا اسی لئے تو فقہا نے لکھا ہے کہ دودھ پلانیوالی مشہور کر دے کہ میں نے فلاں جگہ دودھ پلایا ہے) غرضکہ بعد نکاح کے پتہ چلا علماء سے استفتار کیا سب نے حرام بتلایا۔ مجھ سے کہا گیا کہ اجی اس میں تو بدنامی ہوگی۔ میں نے کہا اور اس میں بدنامی نہ ہوگی کہ بہن بھائی ایک جگہ جمع ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ دودھ تو رہا بھی نہیں تھا ویسے ہی نگل تھا۔ میں نے کہا کہ دودھ ہی نگل گیا تھا حرمت نہیں نکلی وہ تو اُس کے پیٹ میں بیٹھ گئی۔ بس وہ غیر مقلد کے یہاں دہلی پہنچا۔ کسی نے کہہ دیا کہ اگر پانچ گھونٹ سے کم پیئے ہوں تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ بس سائل نے سُنکر فوراً ایک سوال قائم کر لیا کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید جس نے ایک عورت کا دودھ پانچ گھونٹ سے کم پیا ہے اور ہندہ جس نے کل مدت اُسی عورت کا دودھ پیا ہے تو یہ ہندہ اُس زید کے نکاح میں حلال ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔ بس کیا تھا۔ اُنھوں نے لکھدیا کہ حلال ہے۔ اُن کے یہاں تو یہ مسئلہ ہے ہی حنفی عالم صاحب نے بھی فتویٰ دیکھ کر کہہ دیا کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو ایک مذہب ہے پوچھنا تو یہ ہے کہ آیا سوال کا واقعہ جواب سے مطابق ہو گیا۔ یا وہاں بیٹھ کر کسی نے گھونٹ نا پے گئے تھے۔

Marfat.com

(۲۱۱) فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ یہ جو آیت ہے
ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح
علیہ ان یطوف بہما تو فلا جناح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سعی نہ کرے تو
کوئی گناہ نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بئسما قلت یا ابن اختی اگر یہ مراد
ہوتی تو ان لا یطوف بہما فرماتے اس لئے اب عدم وجوب پر استدلال صحیح نہیں رہا۔ یہ
سوال کہ اس طرح کیوں تعبیر فرمایا تو نکتہ یہ ہے کہ مشرکین اس کے کرنے میں حرج سمجھتے تھے یہ ان کا ر
ہے۔ اس جواب کو ایک تابعی نے سنا۔ تو فرمایا ذالک العلم یعنی یہ ہے علم جو ذرا سی بات سے
گتھی کھل گئی۔ رہا یہ کہ آیت اگر عدم وجوب پر دال نہیں تو وجوب پر بھی دال نہیں تو اس کا ج
حدیث ان اللہ کتب علیکم السعی سے ثابت ہے۔

(۲۱۲) فرمایا کہ لیلۃ القدر کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس کا ثواب ایک ہزار رات کی
برابر ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو کالف شہر فرماتے۔ مگر خیر من الف
شہر فرمایا ہے اور خیر کا ترجمہ ہے زیادہ بہتر۔ اب کتنا زیادہ اس کا علم اللہ کو ہے۔
جب ابہام ہے۔ تو متعین کیوں کریں۔ جب تعین نہیں تو یہ بھی احتمال ہے کہ لاکھ حصے
زیادہ ہو مثلاً تو اگر اللہ تعالیٰ سے اتنی ہی امید رکھے تو انا عند ظن عبدی کی بناء پر
امید ہے کہ اس کو اتنا ہی مل رہے گا۔ البتہ اس پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ محاورات میں
اتنی زیادتی مراد نہیں ہوا کرتی بلکہ متقارب زیادتی مراد ہوتی ہے مثلاً کوئی کہے کہ سو آدمی
سے زیادہ تھے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ہزار ہوں بلکہ یہی سمجھا جائیگا کہ سو سے دس بیس
زیادہ۔ تو اب وہ احتمال نہیں رہا کہ لاکھ حصے زیادہ ہو مثلاً۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے
کہ یہ محاورہ وہاں ہے جہاں زائد کے لئے کوئی عدد بھی موضوع ہو اور پھر اس عدد کو اختیار
نہ کیا جاوے جیسے ہمارے محاورہ میں لاکھ کروڑ وغیرہ وضع کئے گئے ہیں بخلاف لغت
عرب کے کہ وہ لوگ چونکہ حساب کم جانتے تھے اس لئے ہزار سے زیادہ کیلئے
کوئی مستقل لغت مستعمل نہیں ہے بلکہ اگر زیادہ کرنا ہوتا ہے تو الف پر مائۃ بڑھائیں گے
مثلاً جس کے معنی ایک لاکھ کے ہونگے اور ہمارے محاورہ میں یہاں سنکھ تک موضوع ہے

پس لیے جواب بھی زیادہ ہوگا اُسے سنکھ درسنکھ کہیں گے یعنی سنکھ سے بھی زیادہ تو ہمارے یہاں غیر محدود زیادتی کو بڑے عدد سے بڑا کہکر تعبیر کردیتے ہیں پس عرب میں چونکہ الف سے زیادہ کوئی لغت نہ تھا اس لیئے غیر محدود زیادہ کو اُس سے زائد کہکر تعبیر کریں گے۔ پس خیر من الف شھر کے معنی یوں ہونگے کہ اے سامعین جس کو تم سب سے بڑا عدد سمجھتے ہو یہ اُس سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ہم حق تعالیٰ سے کیوں اُمید نہ رکھیں کہ اس قدر زیادہ ہے کہ اُس کی کوئی حد نہیں۔ شعر

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را	کہ بیک گل مے خری گلزار را
نیم جاں بستاند وصد جاں دہد	آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

اور دیکھئے جیسے کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ سے تحدید مراد ہے۔ اگر یہاں بھی تحدید مراد ہوتی۔ تو عدد مرکب اختیار فرماتے۔ اب یہ معلوم ہوا کہ یہاں تحدید نہیں ہے اور کان مقدارہٗ خمسین الف سنۃ میں تحدید ہے۔

(۲۱۳) فرمایا کہ نازک مزاج نہیں ہوں۔ بلکہ نازک دماغ ہوں۔ کیونکہ بے تمیزی سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور فوراً سر میں درد ہوجاتا ہے۔ میں اس اذیت سے بچنے کے لئے یہ بھی چاہ رہا ہوں کہ اپنے وقت کو خالی کروں مگر اب تک کامیاب نہیں ہوا مگر انشاء اللہ کوشش کررہا ہوں شاید اب میسر آجائے۔ پھر ان لوگوں کی ایذا سے تکلیف بھی نہوگی تکلیف تو اسی سے ہوتی ہے کہ کام میں مشغول رہتا ہوں اور کام چھوڑ کر اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور وہ پھر تکلیف و ایذا دیتے ہیں۔

(۲۱۴) فرمایا کہ ایک شیخ کے معتقد کہتے تھے کہ اُن کے یہاں تحائف بڑی کثرت سے آتے ہیں اُن کیلئے ایک گودام بنوا رکھا ہے سب کو اُسی میں جمع رکھتے ہیں اور کبھی کبھی دھوپ بھی دکھلاتے ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ اچھا خاصہ مصیبت کا عذاب ہے۔ بھائی ہم تو یہ کرتے ہیں کہ اگر اپنے کام کی نہوئی احباب کو دیدی یا فروخت کردی۔ علی گڈھ سے ایک دوست نے بہت سا گاجر کا حلوا بنا کر بھیجا جو گھر میں کام نہ آسکا پندرہ روپے کا فروخت کردیا۔ اور یہ معلوم نہیں اُن کے کتنے روپے لگے ہونگے

اگر روپے بیجا بیتے تو کتنی دفعہ تو حلوا کھاتے اور کتنے کام نکلتے۔ ایسے ہی جب مکان بنا ہے اور خرچ کی ضرورت ہوئی۔ میں نے ضروری چیزیں فروخت کردیں مجھے اس سے کبھی عار نہیں آتی۔ میں تو طالب علم آدمی ہوں۔ بے تکلف لے لی۔ بے تکلف بیچدی۔

(۲۱۵) فرمایا کہ ایک حکیم صاحب نے جو کہ میرے دوست ہیں مجکو لکھا کہ میں نے ولایت سے چالیس روپے گز کا کپڑا منگایا ہے اُسے بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ میں ایک طالب علم ہوں۔ میرے یہاں سب قسم کے امیر و غریب آتے ہیں۔ ایسے شاندار کپڑے سے غرباء پر رعب پڑتا ہے میں خواہ مخواہ غریب لوگوں پر رعب ڈالنا نہیں چاہتا البتہ آپ طبیب ہیں۔ طبیب کو شان کی ضرورت ہے اس لئے آپ کو مناسب ہے آپ استعمال کریں میں قبول کرکے پھر آپکی نذر کرتا ہوں۔

(۲۱۶) فرمایا کہ محدثین کی جرح و تنقید پر بعض کم فہموں نے یہ کہدیا ہے کہ سب سے زیادہ مواخذہ غیبت کا قیامت میں محدثین سے ہوگا کہ یہ سب کی غیبت کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا مواخذہ کیوں ہوتا۔ اُنھوں نے جو کچھ کیا ہے سب دین ہی کیواسطے کیا ہے۔

(۲۱۷) ایک مولوی صاحب اپنے لوگوں سے اس لئے اختلاف کرتے ہیں کہ ہم جابجا نوکری تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور یہ مدرسہ والے باہر کے آدمیوں کو تو رکھتے ہیں اور ہم کو نہیں رکھتے۔ چنانچہ دیوبند میں اکثر کا یہی خیال ہے۔ کہ یہ مدرسے والے اس قدر جاہ و حشمت پر قبضہ کئے ہوئے ہیں ہمکو دخل کیوں نہیں دیتے۔ میری تو اب یہی رائے ہے کہ مدرس بستی کے نہ رکھے جائیں۔ بلکہ باہر ہی کے رکھے جائیں۔ میں نے ایک مرتبہ طلباء کے متعلق یہ سمجھا کہ جیسے باہر کے طلبہ کا وظیفہ ہوتا ہے ایسے ہی بستی کے طلبہ کا بھی وظیفہ ہونا چاہیئے۔ یہ بھی تو مستحق ہیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ مگر قواعد کی رو سے بعض طلبہ کے وظائف بند کرنیکی ضرورت پیش آئی تو دس آدمی اُن کے حامی کھڑے ہوگئے تب میں یہ سمجھا کہ بزرگوں کی باتوں میں دخل دینا ٹھیک نہیں۔ سب سے پہلے بزرگوں نے

Marfat.com

جو باتیں مقرر کی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔

(۲۱۸) فرمایا کہ میری تاکید ہے کہ عورتیں میرے پاس بلا اپنے کسی محرم یا شوہر کے دستخط کرائے خط نہ بھیجا کریں۔ اگر کوئی عورت بلا دستخط کرائے خط بھیجتی ہے تو میں واپس کر دیتا ہوں جواب نہیں دیتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ عورتوں کو بلا اپنے محرم کے دکھلائے ہوئے خط و کتابت کی جرأت نہ ہو اس میں بہت مفسدوں کا انسداد ہے۔

(۲۱۹) فرمایا کہ جب کوئی یہاں آنے کو پوچھتا ہے تو میں آنے کی غایت پوچھتا ہوں کیونکہ جب وہ مجھ سے پوچھتا ہے تو میں اس کا مقصد بھی تو سن لوں کہ کیا ہے اور وہ مقصد یہاں حاصل ہو بھی جائیگا یا نہیں۔ اور اگر کوئی بلا پوچھے آوے تو وہ ذمہ دار ہے دیکھئے اس میں کتنی رعایت ہے کہ کسی کی محنت اور روپیہ رائیگان نہ جائے دونوں طرف سے سہولت رہے۔ اب اس کو لوگ تشدد سمجھتے ہیں۔ دیکھئے جہاں ڈاکٹر مختلف امراض کے معالج ہوں اگر ان سے پوچھ کر جائیگا کہ مجھے فلاں مرض ہے آپ کے پاس علاج کو آؤں تو اگر وہ اس کا علاج جانتا ہوگا تو اجازت دیدیگا اور اگر نہ جانتا ہوگا تو منع کر دیگا۔ اب اگر کوئی بلا پوچھے چلا جائے تو اس کی غلطی ہے۔ خود زیر بار اور پریشان ہوگا۔ بعض لوگ اس عنوان سے اغراض ظاہر کرتے ہیں کہ مستفیض ہونا سعادت دارین حاصل کرنا — پھر میں اس کے معنی بھی پوچھتا ہوں۔ اور یہ بھی پوچھتا ہوں کہ اگر کچھ فائدہ نہ ہو تب بھی آنا مقصود ہے۔ بعض لوگ اس احتمال کی تجویز سے جواب دینے کو بے ادبی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس کے معنی یہ تھوڑا ہی ہیں کہ تم بھی اعتقاد نہ رکھو بلکہ تب اپنا معاملہ صاف کرنا چاہتا ہوں کہ میں ان غایات کا ذمہ دار نہیں پھر خواہ انکی امید سے بھی زیادہ حاصل ہو جائے مگر میں ذمہ دار کیوں بنوں اسمیں یہ فائدہ ہے کہ اگر کسی کو [illegible] ہو تو شکایت تو نہ رہیگی غایات میں سب سے بڑی بات یہ ہے اور یہی لکھنا چاہئے کہ ملنے کو جی چاہتا ہے اگر اللہ میاں کو دینا ہوگا تو بلا تصریح عنوان استفادہ کے بھی دیدینگے مستفیض وغیرہ کا لفظ لکھنے پر اجازت دینے کے تو یہ معنی ہیں کہ ہاں میں اس کا ذمہ دار ہوں فیض ہوگا تم آجاؤ۔ اب لوگ سمجھتے تو ہیں نہیں اعتراض کرتے ہیں بعض لوگ جواب کیلئے محض ٹکٹ بلا لفافہ رکھ دیتے ہیں

کیا یہاں لفافے بنے رکھے ہیں۔ بعض سادہ لفافہ بھیجدیتے ہیں یعنی اُس پر اپنا پتہ نہیں لکھتے۔ بھلا مجھے پتہ لکھنے کی فرصت کہاں۔ اور خود اُن کے پتہ لکھنے میں ایک مصلحت بھی وہ یہ کہ دوسرے کے لکھنے سے پتہ کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے اور جب وہ خود پتہ لکھیں گے تو نہ پہنچنے کے وہ ذمہ دار ہیں میرے اوپر شکایت نہیں (فافہم واعمل جامع)

(۲۲۰) فرمایا کہ میں تصانیف میں یہ چاہتا ہوں کہ اُن کا نفع تام ہو۔ اس لئے جبتک مضمون چھپتا نہیں کچھ نہ کچھ بڑھاتا ہی رہتا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ جس قدر مجھ میں قوت ہے کوتاہی نہ ہو گو جن کے لئے تصنیف ہوتی ہے۔ اُن کو معلوم بھی نہ ہو۔ جیسے بچہ کو گو یہ معلوم نہ ہو کہ کھانا میرے ماں باپ کا تیار کیا ہوا ہے اور کن صعوبتوں سے حاصل ہوا ہے۔ مگر ماں باپ تو اپنی قوت تک کمی نہیں کرتے۔ اور الحمدللہ یہ علامت ہے مجھے مسلمانوں سے محبت ہونے کی۔

(۲۲۱) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب یہاں آئے اُن سے میں نے کہا کہ آپ کو پہچانا نہیں۔ کہنے لگے بس جی خدا بھی قیامت میں یوں ہی کہدیگا میں نے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا توبہ کرو مولوی صاحب توبہ کیا خدا ہم جیسا ہے۔ پھر بعد میں مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم نے کہا کہ اب اُن سے (یعنی مجھ سے) نہیں ملونگا۔ اُنہوں نے کہا کہ نہ ملنے ہی کی وجہ سے تو پہچانا نہ تھا۔ اور نہ ملوگے اور زیادہ نہ پہچانیں گے۔

(۲۲۲) فرمایا کہ ہمارے یہاں قاضی محمد اعلےٰ بڑے عالم صاحب تصنیف تھے۔ اُنکی ایک کتاب ہے بیس جلدوں میں ہمارے یہاں بھی ہے۔ انگریزوں نے چھاپی ہے میں نے اُن کی قبر باقی رکھی ہے۔ جو اس مسجد میں ہے باقی قبریں برابر کردی ہیں۔ یہاں (یعنی سہ دری میں جہاں حضرت والا تشریف رکھتے ہیں) تمام میں قبریں ہی قبریں تھی۔ اور یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب قبر بہت پرانی ہو جائے تو اُسکا مٹا دینا جائز ہے۔ مگر ہم بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اُنکی معلوم قبروں کو باقی رکھتے ہیں۔

(۲۲۳) فرمایا کہ ہمارے ایک بھائی نکاح کے معاملہ میں شرافت نسب کے قائل نہ تھے کہتے تھے کہ کیا واہیات ہے کھانے پینے کو ہونا چاہئے۔ اور علم ہونا چاہئے سب باقی

ر کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک جنٹ کے یہاں جو پہنچے تو دیکھا کہ اس نے
میز پر ایک کاغذ پھیلا رکھا ہے اور کچھ نشان بنا رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے
اس نے کہا کہ مجھے اپنی کتیا سے نسل لینے کیلئے ایک نجیب کتے کی ضرورت ہے۔
ساڑ پر میرے ایک دوست ہیں انہوں نے ایک کتے کا نسب نامہ بھیجا ہے اُسے
دیکھ رہا ہوں کہ یہ شریف النسل بھی ہے یا نہیں ان کو حیرت ہوئی اور پوچھا کیا اسکی
اصل ہے وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ایک تقریر کی جس میں شریف النسل ہونے کے
مصالح بیان کئے کہ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ پھر وہ صاحب اُس تقریر سے قائل ہو گئے
اس نے کہا کہ مسلمانوں کے کہنے سے قائل نہ ہوئے ایک انگریز کے کہنے سے قائل ہوئے
بعض لوگوں سے یہ بھی سُنا ہے کہ انگریزوں کے پاس ایسے چھوٹے کتے بھی ہوتے
ہیں جن کو جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ میں نے اس کا فائدہ پوچھا تو کہا کہ سانپ اگر آتا ہے
یہ بیدار کر دیتا ہے۔

(۲۲۵) ایک شخص کا خط آیا جس میں سراسر بدتہذیبی بھری ہوئی تھی۔ حضرت نے فرمایا
کہ اگر کسی کو لکھنا آجائے اور تمیز نہ ہو تو یہ بھی خدا کا قہر ہے۔ ایسا شخص دوسروں کو اپنی
تحریر سے تکلیف ہی دیگا۔

(۲۲۶) فرمایا طریق باطن میں اعتراض اس قدر بُرا ہے کہ بعض وقت کبائر سے برکات
منقطع نہیں ہوتے مگر اعتراض سے فوراً منقطع ہو جاتے ہیں۔

از خدا جوئیم توفیق ادب		بے ادب محروم گشت از فضل رب	
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد		بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد	

اس طریق میں یا تو کامل اتباع اختیار کرے ورنہ علیحدگی اختیار کرے۔ (جامع)

(۲۲۷) فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی کو یمن کا قاضی بنا کر
بھیجا ہے تو یہ گر بتایا تھا کہ اے علی جب تک دونوں فریق کے بیان نہ سُن لو اُس وقت تک
کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا۔

(۲۲۸) فرمایا کہ ارتداد کی زیادہ وجہ افلاس ہے۔ اسلام میں کسی کو شبہ نہیں ہوتا

Marfat.com

میں نے حیوٰۃ المسلمین کی ایک روح میں اس مضمون کو بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اپاہج ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ کھائے اور کمائے اور بچوں کیلئے بھی چھوڑ جائے مگر حدود شرع سے آگے نہ بڑھے اور نہ مال کو معبود بنا دے اور خدا سے کسی حال میں غافل نہ ہو باقی کھیتی کرنا باغ لگانا۔ تجارت کرنا اسکی فضیلت خود احادیث سے ثابت ہے۔

(۲۲۹) فرمایا پُرانے بزرگوں سے سُنا ہے کہ جب تک نہریں نہیں اُس وقت تک خوب بارش ہوتی تھی۔ کیونکہ اُس وقت لوگوں کی نظر محض خدا پر ہوتی تھی اب جتنی ادھر سے بے توجہی ہوتی جاتی ہے اُدھر سے بھی اعراض ہوتا جاتا ہے سچ ہے انلزمکموها وانتم لها کارھون) اور اب تو جا بجا گاؤں میں پانی کے واسطے مشینیں لگ رہی ہیں کہ بلا بارش بھی کھیتی ہوا کرے پھر بارش اور بھی کم ہو جائیگی۔ اب اُن بیچاروں کیلئے خرابی ہے۔ جہاں مشینوں کا انتظام نہیں۔

(۲۳۰) فرمایا کہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے مادہ منویہ کو خاص ترکیب سے متعفن کر کے آدمی بنایا تھا۔ اُس میں روح بھی پڑ گئی تھی اور خوب پرورش پا کر بڑا بھی ہو گیا تھا۔ مگر بولتا نہیں تھا آگے چل کر یہ بھی ہو جائیگا۔ پھر عورتوں کی بھی ضرورت نہ رہیگی۔ (خود بنا لیا کریں گے۔ جامع)

(۲۳۱) فرمایا کہ مجدد کیلئے صاحب حکومت ہونا ضروری نہیں ہے۔ کبھی صاحب حکومت ہوتا ہے کبھی صاحب حکومت نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف عالم ہوتا ہے جو حق و باطل کو ممیز کر دیتا ہے اور ہر صدی پر ایک ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ کبھی ایک کبھی دو کبھی کئی کئی بھی ہوتے ہیں سید احمد صاحب مجدد تھے اور وہ صاحب حکومت بھی ہو جاتے۔ مگر شہید ہو گئے اور مجدد الف ثانی تصوف کے مجدد تھے۔ ایسے ہی اس زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحب رح بھی تصوف کے مجدد تھے تصوف میں بہت خلط بحث ہو گیا ہے۔ مگر حضرت نے بہت تجدیدات فرمائی ہیں) اور حضرت کی تجدیدات علوم معاملہ کے متعلق بہت ہیں۔ مجدد کیلئے نیا سلسلہ جاری کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ ایسا سلسلہ شروع کرے کہ اس سے پہلے وہ سلسلہ مٹ چکا ہو (جیسا کہ اس وقت ہمارے حضرت نے فن تصوف کا جو سلسلہ مٹ چکا تھا احیاء فرمایا۔ جامع)

Marfat.com

(۲۳۲) فرمایا کہ میں کبھی ایک فریق کے بیان پر فیصلہ نہیں دیا کرتا اس میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے اور روایات تو اکثر غلط ہوتی ہیں اور نہ کسی کو مقرب بناتا ہوں۔ کیونکہ اُس سے لوگ خائف رہتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام کا ایک قصہ ہی کہ آپ کے پاس دو شخص پہنچے اور جا کر یوں عرض کیا کہ اس کے پاس ننا نوین بکریاں ہیں۔ اور میرے پاس ایک بکری ہے لیکن اُس نے اسکو بھی لینا چاہا تو آپنے فرمایا کہ اُس نے تجھ پر ظلم کیا۔ پھر داؤد علیہ السلام کو تنبّہ ہوا کہ میں نے غلطی کی جو ایک کے بیان پر فیصلہ دیدیا پھر آپنے استغفار فرمایا اور بظاہر اس میں ایک اشکال ہی کہ آپ نے ایک کے بیان پر فیصلہ کیسے دیا مگر واقع میں اُس بیان پر قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا۔ بلکہ معنیً وہ قضیہ شرطیہ تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر ایسا کیا ہے تو ظلم ہے رہا استغفار تو بات یہ ہے انہوں نے اسکو قضیہ شرطیہ کی صورت میں استعمال نہیں کیا بلکہ قضیہ حملیہ استعمال کیا اگرچہ قضیہ شرطیہ ہی مراد تھا۔ مگر لفظوں میں بھی اُس کا استعمال ہونا چاہیے تھا ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا داؤدانا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم بالحق نہ تھا۔ فرمایا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے یاد رکھنا چاہیے کہ امر و نہی زمانہ مستقبل کیلئے آتا ہے پس یہاں پر ماضی میں حکم بغیر الحق کا اشکال نہیں رہا بعضوں کو ولا تکن للخائنین خصیماً سے یہی شبہ ہو گیا ہے کہ کیا آپ نے خائن کی طرفداری کی تھی جس کی ممانعت ہوئی۔ سو یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ کہ آپ خائنین کے طرفدار نہ بنئے جیسا کہ ابتک نہیں بنے یعنی جیسے ماضی میں بھی نہیں بنے جیسے باپ کہتا ہے کہ ایسا کبھی نہ کرنا۔ جیسا ابتک نہیں کیا۔ پس صیغہ امر میں دلالت مستقبل پر ہوتی ہے امر کی دلالت زمانہ ماضی پر سمجھنا ہی غلطی ہے۔ اور داؤد علیہ السلام کے اس قصہ کو یہود نے اس طرح سے رنگا ہے کہ آپ کے ننانوین ۹۹ بیویاں تھیں اور ایک لشکری کے صرف ایک بیوی تھی آپ کی اُس پر نظر پڑ گئی تو آپ فریفتہ ہو گئے پھر وہ لشکری کسی مہم پر گیا اور وہاں جا کر مارا گیا اُس کے قتل کے بعد اُسے آپ نکاح میں لے آئے فرشتوں کو نصیحت کیلئے بھیجا تھا۔ توبہ توبہ یہ انبیاء کے ساتھ ایسا خیال۔

Marfat.com

بالکل غلط اور بُرا عقیدہ ہی اور تعجب ہی کہ اس کو بعض مفسرین نے بھی لیا ہی در اصل اُن کا فرشتہ ہونا ہی ثابت نہیں بلکہ ظاہراً واقع میں وہ انسان ہی تھے اور اُن کا بکریوں کے متعلق مقدمہ تہا۔ فافہم۔

(۳۳۲) فرمایا کہ صوفیہ نے ومما رزقنھم ینفقون میں فیض باطنی پہنچانا بھی مراد لیا ہی سو اگر یہ محض بطور علم اعتبار کے ہوتب تو کچھ شبہ کی گنجایش نہ تہی۔ لیکن میرا جی چاہتا تھا کہ اگر اس کو تفسیر مان لیا جائے تو اچھا ہے کیونکہ کسی لغت یا قواعد تفسیریہ کے خلاف نہیں ہے اور اس خیال کی تائید اس سے ہو گئی ہی کہ اہل ظاہر نے بہی اس قول کو لیا ہی چنانچہ بیضاوی نے کہا ہے ومن انوار المعرفۃ یفیضون اگر یہ بات قواعد سے صحیح نہوتی تو اہل ظاہر اسکو نہ لیتے لیکن مزید تائید کیلئے جی یہ بھی چاہتا تھا کہ اگر کسی جگہ قرآن شریف میں رزق کا استعمال اس معنی میں یعنی رزق حسی کی طرح رزق معنوی میں بہی ثابت ہو جائے۔ تو خوب ہو چنانچہ بحمداللہ ایک مقام کئی روز ہوئے نظر میں آیا بہت خوشی ہوئی لیکن بھول گیا جس کا اس خوشی سے بہی زیادہ رنج ہوا اور جی چاہتا تھا کہ یاد آجائے تو کہیں لکھا دوں مگر الحمدللہ آج یاد آگیا وہ یہ ہی کہ سورۂ واقعہ میں ہے وتجعلون رزقکم انکم تکذبون اس میں تکذیب کو جو کہ ایک امر معنوی ہے رزق فرمایا یعنی تم اپنا حصہ تکذیب کو کرتے ہو اس میں انکم تکذبون مفعول ثانی ہے اور انّ بالفتح معنی میں مصدر کے کر دیتا ہے تو انکم تکذبون کے معنی ہوئے تکذیبکم ای تجعلون رزقکم تکذیبکم پس تکذیب کو جو کہ رزق متعارف نہیں رزق فرمایا۔ اور ایک غالی درویش جو صاحب مجاہدہ و صاحب کشف بہی تھے اور سانس کے ساتھ ستارے نظر آنیکے مدعی بھی تھے اُنھوں نے اسکی عجیب تفسیر کی یعنی وتجعلون رزقکم انکم تکذبون کے یہ معنی کئے کہ تم مواقع النجوم کو اپنا رزق بھی بناتے ہو اور پہر اُسکی تکذیب بہی کرتے ہو اور بمواقع النجوم کا ترجمہ یہ کیا کہ نجوم کو جو سانس کے ساتھ جوف میں داخل ہوتے ہیں اُن کی قسم کھاتا ہوں۔ ایسے ہی جاہل صوفیوں نے ابوالدرداء کی جو حدیث نسائی میں ہے لا ابالی اشرب الخمر او اعبد ھذہ السارےۃ یعنی میں پرواہ نہیں کرتا کہ ستون کی عبادت کروں یا شراب

پی لوں اور مراد اس سے تغلیظ ہی شرب خمر کی کہ عبادت سار یہ کی برابر ہے) اسکے یہ معنی گھڑے ہیں کہ تصوف میں ایک مقام ایسا ہی کہ وہاں پہنچکر شراب اور بت پرستی یعنی حرام چیزیں سب جائز ہو جاتی ہیں اور آدمی مرفوع القلم ہو جاتا ہی۔ اللہ بچائے اس جہالت سے۔

(۲۳۴) ایک صاحب نے لکھا کہ میرا میز پر سے روپیہ گم ہو گیا تھا اور محض شبہ میں ایک بچہ کو مارا بعد میں دوسرے کے پاس وہ چوری نکلی مجھے سخت ندامت ہی کیا کروں تحریر فرمایا کہ اگر بالغ ہے تو اُس سے معافی مانگو اور اگر نابالغ ہے تو اُس کے سامنے اعتراف غلطی کا کرو اور ایک مدت تک اُس کی دلجوئی کرو اور اُس سے پوچھ پوچھکر اُس کی فرمائشیں پوری کرو۔

(۲۳۵) ایک شخص نے لکھا کہ میری تہجد کی نماز قضا ہو جاتی ہے تحریر فرمایا حدیث سے لا تفریط فی النوم اور سعدیؒ کا قول ہی ع ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ۔ تو کیا اس سے زیادہ استغفار ہونا اس زیادہ کو مستلزم نہیں ہی (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ ہر شخص کا علاج علیحدہ ہوتا ہی۔ بعضوں کو شب بیداری سے امراض پیدا ہونیکا اندیشہ ہوتا ہی۔ اُن پر نوم مسلط کر دی جاتی ہے اور اگر اُن کو غم ہو تو اُن کی اس طرح سی دلجوئی کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے مزاج اور عادت جدا جدا بنائے ہیں ؎

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان است　　بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالان ست

(۲۳۶) ایک شخص نے لکھا کہ قرآن شریف کی تلاوت میں اسقدر دل نہیں لگتا جس قدر تفسیر میں لگتا ہے اور خاص کر نکات تفسیر میں اور زیادہ لگتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ اگر طاعات میں نفس کو بھی لذت ہو تو یہ خوشی کی بات ہی یا رنج کی رہا کمی بیشی یہ امر طبعی ہے ہر طبیعت کا خاصہ جدا ہے اسپر ملامت نہیں۔

(۲۳۷) فرمایا کہ پہلے لوگوں میں شیخ کے ساتھ اعتقاد بہت ہوتا تھا اور اسی لیے فیوض باطنی جلدی حاصل ہوتے تھے میرے ایک ماموں صاحب مولوی غوث علی صاحب

پانی پتی کے مرید تھے لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم کس کے مرید ہو گئے حالانکہ لوگ اُن کو یوں کہتے ہیں کہ اُن کے پاس خلوت میں غیر عورتیں آتی ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) ماموں صاحب نے فرمایا کہ بجائے شبہ کے میری تو عقیدت بڑھ گئی کیونکہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ مولانا شاید عنین ہیں (کیونکہ مولوی صاحب نے مدۃ العمر نکاح نہیں کیا تھا) اور بزرگ چونکہ وارث انبیاء ہوتے ہیں اور انبیاء تمام نقائص سے پاک ہیں لہٰذا یہ اُن کے لئے بڑا دھبہ تھا۔ میں تو بڑا خوش ہوا اُنمیں یہ نقص نہیں رہا۔ گناہ تو میاں جہاں دل سے اللّٰھم اغفرلی کہا سب معاف ہو جائیں گے (کیا ٹھکانا اعتقاد کا)

(۲۳۸) فرمایا کہ ایک حدیث مسلم میں ہے اُس سے ترک رفع یدین پر استدلال مشہور ہے مگر مجھے ہمیشہ سے مخدوش معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُسی حدیث کی جو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ نے تقریر فرمائی وہ نہایت عجیب ہے البتہ اُس میں ایک مقدمہ ملانا پڑتا ہے۔ مگر وہ خود بدیہی ہے۔

حدیث یہ ہے کہ مالی اراکم رافعین ایدیکم کاذناب خیل شمس۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہاتھ اُٹھاتے دیکھا تو منع فرمایا اس سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کو منع فرمایا اور اس میں خدشہ یہ ہے کہ یہ یقینی ہے کہ سلام کے وقت جو رفع ایدی کرتے تھے اُس سے آپ نے منع فرمایا تھا اور یہ حدیث بھی دو طرح آئی ہے ایک میں سلام کی تصریح ہے اور ایک اس سے ساکت ہے اور دوسروں نے کہا ہے ایک ہی ہے اور عینی وغیرہ نے بھی زور دیا ہے کہ ایک ہی ہے۔ مگر یہ بات میرے جی کو نہیں لگتی سیدھی بات یہ ہے کہ حضور نے جو سلام کے وقت رفع ایدی کو منع فرمایا ہے خود اُس کی وجہ اسکنوا فی الصلوٰۃ فرمائی ہے اور جب شارع کسی حکم کی علت خود بیان کرے تو وہ معلل ہوتا ہے اور اُسی پر مدار ہوتا ہے حکم کا ورنہ اُس کا الغاء لازم آتا ہے یعنی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علت فرماتے ہیں تو حکم کا اُس علت پر مدار ہوگا۔ پس جب یہاں ممانعت کی وجہ حضور نے اسکنوا فی الصلوٰۃ فرمائی ہے تو اب کہا جائیگا کہ جب سلام کے وقت رفع ایدی خلاف سکون ہونیکے

Marfat.com

ب ممنوع ہے۔ تو عین نماز میں تو سکون زیادہ مطلوب ہوگا اس میں خلاف سکون
ں کی ممانعت تو اور زیادہ ہوگی۔ فافہم

(۲۳۹) فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب نے مجھ سے بھی پڑھا ہے۔ جب یہ
وہ سے، دورہ پڑھ کے وطن گئے تو مجھے لکھا کہ آپ کے پاس تکمیل درسیات کے
آرہا ہوں میں نے اُن کو لکھا کہ تم جو یہاں آرہے ہو تو میرا یہ طرز ہے۔ (اُس زمانہ
حضرت مرشدی مدظلہم مولود میں قیام صرف اس وجہ سے فرماتے تھے کہ اس سے لوگوں کی وحشت کم ہو
ا ہوجائیگا۔ پھر سمجھانے سے جو قیود زائدہ تراش لئے ہیں وہ حذف ہوجائیں گے
نفس ذکر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم باقی رہجائیگا۔ مگر جب اس شرکت سے کچھ
ہ نہوا تو آپ۔ نے ترک فرما دیا اور اس کے بارہ میں جو خط و کتابت حضرت مولانا
وہیؒ سے ہوئی وہ تذکرۃ الرشید میں چھپ بھی گئی ہے۔ جامع ۱۲) اُنھوں نے لکھا
ن فحیا محیاک فمحیا فمحیاک وہ پھر میرے پاس آگئے۔ مگر میرے ان افعال میں شریک
ئے اور میری مخالفت بھی نہ کی یہ سلامتی اُن کے اندر حضرت مولانا گنگوہی
اللہ علیہ کا اثر تھا۔

(۲۴۰) فرمایا کہ میں ایک دفعہ الہ آباد میں وعظ کہہ رہا تھا دوران وعظ میں میں نے
شخص کو دیکھا۔ جس کا نام عبدالکریم تھا۔ بہت گورا چٹا مگر ڈاڑھی منڈی ہوئی
بھا آدمی لنگی باندھے ہوئے دُلائی اوڑھے ہوئے۔ جس میں گوٹا ٹکا تھا جیسے
ئی دولہا ہوتا ہے مگر چہرہ سے خاص اثر معلوم ہوتا تھا۔ جب میں وعظ کہہ چکا تو
بر سے ابھی نیچے بھی نہ اُترا تھا کہ وہ میرے پاس آیا اور کہا منہ کھول دے (تبسم
ساتھ فرمایا میں سمجھا منہ میں تھوکے گا کیا) میں نے منہ کھولدیا بس اُس نے منہ
ں ایک لڈو رکھدیا میں نے کھالیا پھر میں نے پوچھا کہ آپ فرمائیے تو سہی آپ
کون اُس نے کہا مجھ کو بندہ امداد اللہ کہتے ہیں اور آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے
جی صاحبؒ کا جو نام لیا تو میں بھی پگھل گیا منڈی داڑھی سے نفرت تو ہوئی پھر
مجھا کہ اللہ والوں کا نام لینے والا ہے اپنے پاس بٹھا کر گفتگو کی اُنھوں نے اپنا

Marfat.com

قصہ بیان کیا۔ کہ میں محمدی شاہ کا خادم تھا (یہ ایک ولایتی بزرگ الہ آباد میں رہتے تھے) شاہ صاحب نے مجھے اپنا بیٹا بنا لیا تھا تاکہ مجھ سے سلسلہ چلے جب حج کو گئے تو مجھے بھی ہمراہ لیگئے۔ مکہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ہوئے میں بھی ہمراہ تھا۔ بس میں تو حضرت حاجی صاحبؒ کو دیکھ کر ذبح ہی ہوگیا۔ میں نے محمدی شاہ صاحب سے عرض کیا کہ تم سفارش کردو میرا حضرت حاجی صاحب سے مُرید ہونے کو جی چاہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا بہت اچھا اور حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت یہ میرا بیٹا ہے میں نے چاہا تھا کہ میں مُرید کروں تاکہ اس سے سلسلہ چلے مگر اس کا دل آپ سے مُرید ہونے کو چاہتا ہے۔ اس کا حصہ آپ کے یہاں ہے میرے یہاں نہیں ہے آپ مُرید کرلیں میں سفارش کرتا ہوں ہمارے حضرت نے فرمایا۔ مگر یہ نہیں بتلایا کہ ڈاڑھی کیوں منڈائی تھی۔ اور یہی عبدالکریم مذکور بالا ایک مرتبہ گنگوہ بھی گئے تھے مولانا کے یہاں بھی حاضر ہوئے۔ مگر خلاف شرع صورت ہونے کے سبب مولانا نہیں ملے اتفاق سے میں بھی گنگوہ گیا تو اُس نے جب میرا آنا سنا کہلا کر بھیجا کہ ملنے کو جی چاہتا ہے مجھ سے مل جاؤ۔ میں نے کہا کہ یہ مولانا کی قلمرو ہے میں تمہارے پاس نہیں آسکتا باقی تم مل جاؤ چنانچہ شام کو بعد مغرب ایک بڑے مجمع کے ساتھ آئے اور ہاتھ میں ایک پھولوں کا گجرا تھا آتے ہی میرے گلے میں ڈالا میں نے گردن سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا کہنے لگے باغ میں گیا تھا وہاں بہت پھول ملے تھے جی میں آیا کہ اپنے پیاروں کو دوں سو ایک تو شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ کے مزار پر چڑھا آیا اور ایک تمکو دیا ہے میں نے اُن سے کہا کہ تم حضرت شیخ کو جنتی سمجھتے ہو کہا کیوں نہیں میں نے کہا آپ جانتے ہیں جنت کے روائح کیسے ہیں اور ان پھولوں کی اُن کے ساتھ کیا نسبت۔ اسکی مثال یوں سمجھو جیسے ایک شخص ایک سو پچیس روپے تولہ کا عطر لگاتا ہو اور آپ اُس کی ناک میں چار آنے تولہ کا عطر چکٹا ہوا ٹھونسنے لگیں تو اُسے کس قدر ناگوار ہوگا تو کیا ان پھولوں سے حضرت شیخ رحمہ کو اذیت نہ ہوگی فوراً توبہ کرلی۔ پھر عشا کی نماز کو مسجد میں گئے وہاں

علیحدہ بیٹھ کر اُن سے یوں کہا کہ شاہ صاحب تم حضرت حاجی صاحب کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو کیا حاجی صاحب کی ایسی ہی صورت تھی۔ پھر داڑھی منڈانے سے بھی تائب ہوگئے ۔

(۱۴۳) ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے مرزا کی کتابیں دیکھی ہیں اور اُن سے مجھے عقیدہ ہوگیا ہے۔ میں خیالات کی تصحیح چاہتا ہوں۔ اور سفارش کیلئے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا خط بھی لائے تھے۔ اس پر فرمایا کہ مجھے یہ طریقہ پسند نہیں ہے کہ کسی کی سفارش لائی جائے اس سے تو ضعیفِ طلب کا پتہ چلتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں نیازمند بن کے نہیں آیا بلکہ آمر بن کے آیا ہوں اس خط سے تو مجھ پر خاص اثر رہیگا۔ کہ یہ مولانا کے بھیجے ہوئے ہیں ان کی رعایت کرنا چاہئے اور رعایت آزادی کے خلاف ہے دوسری بات یہ ہے کہ اصلاح کیلئے میرے یہاں مناظرہ کا طریقہ نہیں ہے۔ اگر آپ اصلاح چاہتے ہیں تو آپ کو جس قدر شبہے ہوں لکھ کر دیدیجئے اور میں مختلف جلسوں میں اُس پر تقریر کرتا رہوں گا اور آپ سُنتے رہیئے۔ لیکن بوقت تقریر اس پر شبہ پیش کرنے کی اجازت نہوگی۔ بلکہ اُس تقریر میں اگر شبہ ہو تو مجھ سے اپنے شبہات کا وہ پرچہ لیکر اُسی میں اُس شبہ کا بھی اضافہ کردیا جاوے۔ مگر اصلاح کے اس طریقہ کے لئے مدت طویل چاہئے ممکن ہے کہ کبھی ہفتوں تک بھی کسی کسی مسئلہ پر گفتگو کی نوبت نہ آوے اس لئے یہی مناسب ہے کہ چونکہ مولوی صاحب موصوف کا طریقہ مناظرہ کا ہے آپ اُنکے پاس رہیں وہاں جلدی گفتگو ختم ہوجاویگی۔ لیکن فرضاً اگر وہاں شفا نہو پھر میں حاضر ہوں اور اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے صرف اُدھر ہی کی کتابیں دیکھی ہیں اپنے مذہب کی نہیں دیکھی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی غلطی ہے کہ ایک طرف کی تو دیکھی اور ایک طرف کی نہ دیکھی جب آپ اپنے مذہب سے واقف ہی نہ تھے تو پھر دوسروں کی کتابیں دیکھنے کی کیا ضرورت تھی اُس نے کہا کہ ایک قادیانی سے میں نے بہت بحث کی سب میں مغلوب ہو کر اُس کا پیرو ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تم اس فن سے واقف نہ تھے تو کیوں اُلجھے۔ اس طرح تو دنیا میں سینکڑوں فرقے ہیں بس ہر ایک سے اُلجھکر

اور گفتگو میں بند ہو کر وہی مذہب اختیار کر لیا کرے۔
گھڑی دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ ابھی گاڑی کا وقت ہے تشریف لیجا سکتے
وہ کہنے لگے کہ کیا رہنے کی بھی اجازت نہیں فرمایا نہیں رہیئے۔ مگر اول تو اس وقت
بے اصول آئے۔ دوسرے میری اس تقریر کے بعد اب رہنے کی کوئی ضرورت ہی نہ رہی
تھا عرض کر چکا بلکہ اگر آنا ہو تو مجھ سے اول مستقل خط و کتابت کیجئے۔ ان سفارشوں سے
بڑا ضیق ہوتا ہے۔ میرے یہاں تو اگر کوئی آئے تو طالب بن کر آوے۔ اور مجھ کو ذمہ
شفا کا نہ سمجھے۔ گمراہی اور ہدایت خدا کے اختیار میں ہے۔ خود انبیاء کو بھی یہی حکم ہے کہ تم
کئے جاؤ کوئی ہدایت اختیار کرے یا نہ کرے (اس کے بعد حضرت ڈاک لکھنے میں مصروف
ہو گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص قادیانی جماعت کا مبلغ تھا اسی بہانہ سے یہاں رہنا
چاہتا تھا۔ اور ناواقف اہل قصبہ کو بہکانا بھی شروع کر دیا تھا۔ حضرت کو اطلاع ہو گئی
تو فوراً خانقاہ سے نکال دیا گیا۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت نے جو فرمایا
کہ گاڑی کا وقت ہے تشریف لیجا سکتے ہیں بالکل بجا و درست تھا۔ جس کے سپرد حق
تعالیٰ کوئی خدمت کرتے ہیں تو اس کو نور بصیرت بھی ویسا ہی عطا فرماتے ہیں (اتقوا
فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ اور ؎

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نباشید از گمان بد خجل)

ورنہ بعض کا یہ خیال تھا کہ ایک مسلمان متردد کو اس قسم کا جواب دینا مناسب
نہ تھا مگر اب حقیقت کھلنے کے بعد تو سب کی نظر میں مناسب ہو گیا ہے۔ نعم قال العارف
الرومی قدس سرہ ؎

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ہر چہ فرماید بود عین صواب
آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست نائب است و دست او دست خداست
نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بیں باشی اگر اہل دلی
در نیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے پاس

شخص بجد عقیدت ظاہر کرتا ہوا حاضر ہوا۔ مگر حضرت نے اس کو خانقاہ میں ٹھہرنے کی اجازت
اور لوگوں نے ترس کھا کر اپنے یہاں ٹھیرا لیا اور دل میں یہ سمجھے کہ حضرت ایسے معتقد پر ایسی
فرماتے ہیں۔ بعد میں اُس کا خفیہ پولیس ہونا معلوم ہوا۔ تو اُن صاحب نے بھی نکال دیا جنہوں
اپنے یہاں ٹھیرایا تھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی ہم تو پہلے ہی سے سمجھ گئے
۔ جامع)

(۴۴۲) فرمایا کہ فلاں فلسفی صاحب نے لکھا ہے کہ امداد المشتاق دیکھی جس پایہ کی سمجھتا تھا
ہی نکلی اور مکتوبات یعقوبی سے میرے بہت سے شبہے رفع ہو گئے۔ حضرت نے
یا کہ واقعی شہادت ایسے لوگوں کی معتبر ہے کہ جنہوں نے فلسفہ کا رنگ بھی دیکھا ہو
ل تو پہلے ہی سے بزرگوں کی جوتیوں میں رہے ہیں ہمیں قدر ہی کیا ہے ؎

ہر کرا او ارزاں خرد ارزاں دہد	گوہرے طفلے بقرص نان دہد

(۴۴۳) فرمایا کہ حیدرآباد میں بڑی تہذیب ہے۔ جب میں وہاں گیا ہوں تو اکثر وعظ
اُن کے عقاید کا رد کرتا تھا۔ مگر کوئی کچھ نہیں بولا۔ ایک دفعہ لوگوں نے وعظ بعد بادشاہ
عا کرنے کیلئے کہا میں نے کہا کہ یہ تو خوشامد ہے۔ ہاں اگر دوسرا کوئی کسی دعا یا تقریر
ں بھی اس میں شریک ہو جاؤں گا۔ اُنہوں نے ایک لڑکے کو پیش کیا جو ۱۲ برس
عمر کا ہو گا کہ وعظ کے بعد یہ کچھ تقریر کر دیگا پھر آپ بھی دعا میں شریک ہو جائیں
آپ اس سے وہ تقریر سن لیجیے اور اُس کی اصلاح کر دیجئے۔ چنانچہ اُنہوں نے
کے سے تقریر سنانے کیلئے کہا اُس نے وہی تقریر کر دی۔ میں نے کہا کہ مجھے یہ تقریر
بلفظہ منظور ہے۔ مگر میں نے اتنی ترمیم کی کہ وعظ کے قبل اس سے فراغت کرلی جائے
آزادی سے وعظ کہہ سکوں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر وعظ شروع ہوا مگر خود وعظ
خدا تعالیٰ نے ایسا مضمون دل میں ڈالا کہ اُس کا دعا سے ہی ارتباط ہو گیا اور پھر
نے بھی مجمع کے ساتھ دعا کر دی وہ مضمون یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اندر
امیں نہیں ایک شان نبوت ایک شان ملکیت پھر آپ کے بعد دونوں شانوں کے مظاہر
ہوئے مگر اس طرح کہ خلفاء میں تو یہ شانیں مجتمع رہیں مگر بعد میں تفرق ہو گیا یعنی ایک شان کے

Marfat.com

مظہر تو علماء عرفاء ہوئے اور ایک کے مظہر ملوک اسلام ہوئے اور چونکہ یہ دونوں جماعت
ہیں شان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس لئے ہمارے اوپر اُن کے حقوق ہیں ج
بادشاہ کا حق یہ ہے کہ اُس کا احترام کریں اُس کیلئے دعا کریں۔ جہاں ہم بیٹھے ہیں
بادشاہ مسلمان ہیں لہذا اُن کے لئے میں بھی دعا کرتا ہوں آپ لوگ بھی دعا کریں
دعا کی گئی اور وعظ ختم ہوا۔ میری واپسی کے بعد ایک صاحب نے بیان کیا کہ واپ
بعد حضور نظام کو بہت افسوس ہوا کہ میں نے ملاقات نہ کی۔ ہمارے حضرت نے فر
ملاقات کے لئے پیام آتا تو میں ضرور منظور کر لیتا۔ میں اینٹھ مروڑ نہ کرتا۔ بلکہ اطاعت ک
خود حاضر ہوتا۔

(۲۴۴)۔ فرمایا کہ جس زمانہ میں میں نے تفسیر بیان القرآن لکھی ہے تو ایک جنٹ
نے نہایت اشتیاق کے ساتھ ملاقات کی اور پوچھا کہ اس کی تصنیف میں تمکو کس قدر روپ
میں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ اُس نے کہا تصنیف سے پھر کیا فائدہ ہوا۔ میں نے کہا کہ دو
یہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع ہوگا اور آخرت میں یہ کہ مالک حقیقی خوش ہوں گے۔
خاموش ہو گیا۔

(۲۴۵) فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں۔ بڑی چشم پوشی کرتا
اور جب کسی پر خفا ہوتا ہوں محض اصلاح کیلئے ہوتا ہوں۔ بعض اسوقت بھی نہیں ہ
یہ حضرت حاجی صاحب رح کی برکت ہے۔

(۲۴۶) فرمایا کہ شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا برکات باطنی سے محروم
ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے کیا وہ بھی قطع ہو جاتی ہے
ہاں شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے وہ بھی قطع ہو جاتی ہے گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے گو معص
نہیں ہے۔ مگر خاص اثر اُس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے اس طریق میں سب کوتاہیوں
ہو جاتا ہے مگر اعتراض و گستاخی کا نہیں ہوتا ۔

	ہر کہ گستاخی کند اندر طریق		گردد اندر وادئ حسرت غریق	
	ہر کہ بیباکی کند در راہ دوست		رہزن مردان شد و نامرد است رجاج	

اس طریق میں شیخ کے ساتھ نہایت عقیدت کی ضرورت ہے (احقر جامع نے ایک حکایت
تذکرۃ الرشید میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائی ہوئی دیکھی ہے کہ ایک ڈاکو
بستی کے لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا لوگوں کو اس سے
عقیدت ہوئی اس کے پاس آنے لگے بعضے مرید ہو کر بھی ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے خدا
کی قدرت کہ بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہو گئے ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب
ہو کر دیکھنے لگے کہ اپنے پیر کے مقام کو دیکھنا چاہیے۔ مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر
کچھ ہو تو نظر آوے ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا۔ پیر میں چونکہ ذکر اللہ سے صدق کی شان پیدا ہو چکی
تھی سب قصہ صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو کچھ نہیں۔ پھر انہوں نے سب نے ملکر اللہ تعالیٰ سے دعا
کی اللہ تعالیٰ نے پیر کو بھی صاحب مقام کر دیا۔ دیکھیے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی باقی تو
میدان صاف تھا اس کے نفع کا اس حکایت سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جامع)

(۷۴۴) فرمایا سنا ہے کہ فلاں ریاست میں بھی پردہ توڑ دیا گیا۔ عورتوں نے سر کے بال بھی
کٹوا دیے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ ایک شہزادہ اور اس کی بیوی جس سے نکاح ہونے والا
تھا مگر ابھی ہوا نہیں تھا ایک ساتھ موٹر میں ہوا کھاتے پھرتے تھے۔ ایک رئیسہ سے جو انگی
پردہ شکنی کے متعلق کہا گیا تو جواب دیا کہ جو پردہ میں رہنے کے قابل ہیں (یعنی شہزادیاں) جب
وہ ہی نہیں رہیں تو ہم کیا رہتی

(۷۴۸) فرمایا کہ اب تو لوگوں میں پہلے لوگوں کیسی نہ جسمانی قوت رہی نہ روحانی۔ ایک شخص
بڑی عمر کے میرے ساتھ راستہ میں جا رہے تھے۔ ایک گلی میں سامنے سے کچھ مواشی آگئے اور
ایک بیل بالکل سامنے آگیا۔ راستہ قدرے تنگ ہو گیا بڑے میاں نے ٹانگ اٹھا کر بس
اسکے ایک ایسی لات ماری کہ وہ بیل دیوار سے جا لگا اور راستہ صاف ہو گیا۔ وجہ اس تفاوت
کی یہ ہے کہ پہلے لوگوں میں تکلف نہیں تھا۔ باسی تازی سب کچھ کھاتے تھے اور بچپن ہی سے
سے پہلے شادی ہوتی تھی اور اب تو چودہ پندرہ برس کے لڑکے اور گیارہ بارہ برس کی لڑکی کی
شادی کر دیتے ہیں۔ پھر تیس چالیس برس تک مشکل سے پہنچتے ہیں۔ پہاڑے کے ٹٹو ہو جاتے
پھر ایک نوجوان اگر ستر برس کو پہنچ جائیں تو شاید اٹھا ہی نہ جائیگا۔

(۲۴۹) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے بڑے گھر میں کہا کہ جب میں حقوق میں کوتاہی نہیں
تو پھر تم کس لیئے رنجیدہ رہتی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ تم محبت سے تھوڑا ہی کرتے
جو کچھ کرتے ہو خدا کی طرف سے کرتے ہو۔ خدا کے خوف سے کرتے ہو میں نے ان کو جواب
دیا کہ اگر محبت سے حقوق کی ادائیگی کرتا تو کسی وقت کمی بھی ممکن تھی کیونکہ محبت کم بھی
جاتی ہے اور جب خدا کے خوف سے کرتا ہوں تب تو تمام عمر بھی حقوق میں کوتاہی نہ کر
کیونکہ یہ جس کے دل میں گھس جاتا ہے تو پھر نہیں نکلتا۔ تمہیں تو اس سے خوش ہونا چا
بس چپ ہو گئیں انہوں نے تو مجھے چپ کرنیکے لیئے کہا تھا۔ مگر میں نے انکو چپ کر دیا

(۲۵۰) فرمایا کہ خیالات میں اصلاح متردد کی ہوتی ہے۔ اور جو کسی خاص خیال پر جزم
ہو اس کی نہیں ہوتی۔ اس لیئے ہم کسی کے پیچھے کیوں پڑیں۔ جب حق واضح ہو گیا کتا
چھپ گئی اب کچھ ہی ہو۔

(۲۵۱) ایک صاحب نو وارد آئے اور ہمراہ عورتوں کو بھی لائے اور آکر حضرت والا کے
دولت سرا میں اُتار دیا۔ اس پر ان صاحب سے حضرت والا نے فرمایا۔ کہ بھائی جب
سے تعارف نہیں تو ہم کیسے اپنے مکان میں اُتاریں۔ تمکو پہلے اجازت لینا چاہیئے تھی
اور آنے کی غرض لکھنا چاہیئے تھا کہ اس غرض سے آنا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ میری
پر آسیب ہے اُسے ہمراہ لایا ہوں تعویذ وغیرہ مل جائے والدہ بھی ہمراہ ہیں۔ حضرت نے فرما
کہ تعویذ تو لفافہ کے ذریعہ سے بھی پہنچ سکتا تھا۔ اس کیلئے سفر کی کیا ضرورت تھی خواہ مخواہ
عورتوں کو بھی تکلیف دی۔ پھر حضرت نے اُن کو اپنے مکان کے علاوہ ایک جگہ بتا دی کہ
سواری یہاں رکھو اور اب تعویذ بھی نہیں دونگا کیونکہ تم بے اصول آئے ایک لفافہ میں وہاں
پہنچکر حالات لکھدینا میں اُس میں تعویذ روانہ کر دونگا (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) دیکھئے لو
ایذا راحت کا بھی خیال نہیں کرتے اگر خط کے ذریعہ سے مشورہ کر لیتے تو ان کو کس قدر نفع تھا
تکلیف سے بھی بچتے اور یہ خرچ بھی بچتا۔ اور یہ عورتیں تو سفر کی ایسی شوقین ہوتی ہیں کہ ویسے
چل دیتی ہیں۔ ایک مرتبہ قصبہ تیسرول سے ایک چھکڑا گنوار عورتوں کا آیا اور بے وقت آ
گھر میں اکیلی کیا کریں۔ میں نے کہا کہ تم آٹا دال اُن کے حوالے کر دو یہ خود پکا کر کھائیں گی گھر

Marfat.com

غدار کیا کہ ایسا نہ چاہیے میں نے کہا نہیں تم ایسا ہی کرو۔ پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی میں نے کہا جبتک تمہارے ساتھ تمہارے شوہر نہ آئیں گے یا انکا دستخطی اجازت نامہ نہ آئیگا جبتک مرید نہ کرونگا۔ وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہی تھیں۔ کہا کہ گنگوہ والا مولوی تھا۔ ترنت مرید کرلیتا۔ یہ مولوی اچھا نہیں ہے میں نے کہا یہ دونوں باتیں بالکل سچی ہیں۔ مگر میں نہ کرونگا۔ اور طرہ یہ کہ ایک شخص نے چلنے کے قبل وہیں اُنسے کہدیا تھا کہ وہ اس طرح جانیسے مرید نہیں کریگا۔

(۲۵۲) فرمایا کہ ایک عورت نے مجھکو خط میں لکھا کہ مجھ کو تم سے بہت تعلق ہے۔ میں نے لکھا کہ یہ لفظ بازاری ہے خبردار جو آیندہ ایسا لکھا۔ بلکہ یوں لکھا ہوتا کہ مجھکو عقیدت ہے۔ اسی طرح انکے لڑکے نے جو بے بیعت یہاں آنے کو لکھا میں نے ممانعت لکھدی اُسکے خاوند کو یہ معلوم ہوا تو بڑے خوش ہوئے کہ یہ ہوتی ہے اصلاح۔ حضرتؒ فرمایا کہ یہ خطرناک فرقہ ہے بیران سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔

(۲۵۳) فرمایا کہ دانا کے ہاتھ سے اگر دو پیسے ملیں تو خوشی ہوتی ہے اور نادان کے ہاتھ سے اگر روپے ملیں تو وہ خوشی نہیں ہوتی۔ کیونکہ نادان کا اعتقاد تو خدا جانے کب ختم ہو جاتا اور دانا کا اعتقاد باقی رہتا ہے۔ نادانوں سے روپیہ تو بہت ملتا ہے۔ مگر میں اپنے مقرر کئے ہوئے قواعد سے یہ چاہتا ہوں کہ نادان جماعت سے نکل ہی جائیں صرف عاقل اور مخلص رہ جائیں

(۲۵۴) فرمایا کہ ایک شخص میرے بازپرس کی نسبت کہتے تھے کہ منکر نکیر کا جواب تو آسان ہے اور اس (یعنی مرشد کی مدظلہم العالی) کا جواب مشکل ہے۔ ہمارے حضرتؒ نے فرمایا اُس نے بالکل صحیح کہا وجہ اسکی یہ ہے کہ وہاں تو سچ کہدینگے اسلئے آسان ہے اور یہاں جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور میں سچ کہلانا چاہتا ہوں اسلئے جرح میں پھنس جاتے ہیں جیسے عدالت میں جاکر اصل معاملہ کو چھپاتے ہیں کہ مقدمہ قائم نہوجائے مگر اللہ کے فضل سے یہاں تو حقیقت ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔ ۱۲ جامع

(۲۵۵) فرمایا کہ بعضے لوگوں کے خط شکایت میں آتے ہیں کہ تمہارے یہاں روک ٹوک بہت ہے میں کہتا ہوں کہ جو طبیب بدپرہیزی کو منع نہ کرے تو وہ خائن ہے اور اس قابل نہیں کہ اُس سے علاج کرایا جائے۔

(۲۵۶) فرمایا کہ بعض وقت قرآن شریف کا پڑھنا بھی ممنوع ہو سکتا ہے۔ جیسے کوئی شخص قرآن شریف یاد کرتا ہے۔ جو کہ مستحب ہے مگر بیوی بچوں کیلئے گذر کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اُسکو قرآن کے یاد کرنے میں وقت صرف کرنا حرام ہے کیونکہ واجب میں خلل پڑتا ہے۔ فافہم

(۲۵۷) فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے متکبروں اور فرعونوں کی گردنیں اُسکے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

(۲۵۸) فرمایا کہ یہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا ایک مکان تھا وہ غدر میں نیلام ہو گیا پھر نیلام کرنیوالے سے بلا اُنہوں نے لیلیا۔ یہاں بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھے اپنی ... کا زر ثمن دیدیا ہے کیونکہ اُس نے حضرت حاجی صاحبؒ کو لکھا تھا کہ تم نے میری نوکری ... آوے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ فرمایا کہ تم اس مکان کی قیمت لینا ... ایک شخص نے بیان کیا میں نے یہ سنکر کہا کہ شکر کا مقام ہے کہ ... اوروں کے پیر تو بھیک منگے ہیں مریدوں کو لوٹتے ہیں۔ تب وہ شخص سمجھے کہ یہ روایت غلط ہے۔

(۲۵۹) فرمایا کہ طالب کو کسی مقام پر پہنچکر بس نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ

اے برادر بے نہایت درگہیست ۔ ہرچہ بروئے میرسی بروئے مایست
کس ندانست کہ آن یار کجا ست ۔ ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

اور یہ حال ہونا چاہیئے :

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید ۔ یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

اور یوں سمجھے

یابم اور ایا نیابم جستجوئے مے کنم ۔ حاصل آید یا نیاید آرزوئے مے کنم

اور کسی کیفیت اور ثمرہ کا منتظر نہ رہے

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق ۔ ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست

پھر اگر کچھ مقصود کی طرف کامیابی ہو تو شکر بجا لائے

شکر للہ کہ نہ مردیم و رسیدیم بدوست ۔ آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما

(۲۶۰) فرمایا کہ الہام کی مخالفت سے بھی دنیا میں مواخذہ ہوجاتا ہے مثلاً کسی بیماری میں مبتلا ہوجائے یا اور کوئی آفت آجائے۔ مگر آخرت میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں اسلئے اُس کی مخالفت معصیت نہیں جس سے آخرت میں مواخذہ ہو اور وحی کی مخالفت سے آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

(۲۶۱) فرمایا اپنے آپ کو عاجز فاسق اور کافر فرنگ سے بھی بدتر سمجھے فاسق سے تو اس معنی کر کہ نہ معلوم اللہ تعالیٰ کو کونسی خصلت اسکی پسند آجائے جو ہم سے پوشیدہ ہے اور کافر سے بحیثیت مآل کہ نہ معلوم ہمارا مآل کیا ہو۔

(۲۶۲) ایک شخص نے تکبر کی حقیقت اور اُسکے علاج کا سوال بذریعہ عریضہ کیا۔ تحریر فرمایا کہ تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کمال میں اپنے کو دوسروں سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اُسکو حقیر و ذلیل سمجھے۔ علاج یہ ہے کہ اگر یہ سمجھنا غیر اختیاری ہے تب تو اُسپر ملامت نہیں بشرطیکہ اسکے مقتضی پر عمل نہیں یعنی زبان سے اپنی تفضیل اور دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہو لیکن اُسکے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت و عقوبت ہے اور اگر اس علاج کے ساتھ زبان سے بھی اُس کی مدح و ثنا کرے اور برتاؤ میں اُس کی تعظیم تو یہ اعون فی العلاج ہے۔

(۲۶۳) فرمایا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو علوم غیر متناہیہ کے قائل ہیں ایک وہ جو علوم متناہیہ کے قائل ہیں۔ جو لوگ علوم غیر متناہیہ کے قائل ہیں وہ نصوص قطعیہ کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے کافر ہیں۔ پس علم غیر متناہی خواص باری تعالےٰ سے ہے۔ کہ بشر کو احاطہ اُس کا محال ہے۔ اب رہے وہ جو علوم متناہیہ کے قائل ہیں اُن کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اس کا قائل ہو کہ آپ کو ایسا ملکہ عطا ہو گیا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے ہر معلوم کا ادراک کر سکتے ہیں اور اس طرح سے آپ تمام علوم متناہیہ پر قادر ہیں۔ پھر اس ملکہ کے بعد اللہ تعالےٰ کی مشیت کو بھی اس میں کچھ دخل نہیں جیسے بادشاہ کی طرف سے کلکٹر کو خاص اختیارات دیئے جاتے ہیں جس میں عزل و نصب کے درمیان ہر جزئی کیلئے اُن کو بادشاہ کی مشیت کی ضرورت نہیں

Marfat.com

اور مشرکین عرب کا الٰہ باطلہ کے ساتھ یہی عقیدہ تھا۔ اس کا قائل بھی کافر ہے اور ایک وہ جو خود علوم جزئیہ کے عطار کے قائل ہیں۔ اور ہر علم میں مشیت کا محتاج مانتے ہیں۔ مگر ان علوم متناہیہ کی جو حد بتلاتے ہیں اُس میں نصوص کی مخالفت مع تاویل فاسد کرتے ہیں۔ سو اس کا قائل بدعتی ہے اہلِ بدعت میں جو اہلِ علم ہیں اُن کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل آفرینش سے دخول جنت و دوزخ تک کا سب علم حاصل ہے۔ ایک بھی منفی نہیں۔ حالانکہ صدہا نصوص اس عقیدہ کے مناقض ہیں۔

ضمیمہ ملحوظات یعنی ملفوظات جمع کردہ مولوی عبد الباری صاحب ندوی

عرض کیا کہ حضرت دنیاوی ارادے بھی اکثر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اور دینی تو مشکل ہی سے کوئی پورا ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی اُلٹی سیدھی نماز کے علاوہ جماعت و تہجد تک کا التزام نہیں قائم رہتا۔ برسوں سے یہی حال ہے۔ اب ہمت بالکل ٹوٹتی جاتی ہے اور یاس کا ہجوم رہنے لگا ہے۔ دو اڑھائی سال سے یہاں حاضری اور کم از کم دو مہینے قیام کا ارادہ کر رہا اور توڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اب اس کے اظہار سے بھی شرم آتی تھی۔ اس سال مرتبہ عزم کیا کہ گھر نہ جاؤں گا اور حیدر آباد سے سیدھا حاضر خدمت ہوں گا۔ ایک عریضہ میں اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ لیکن گھر سے ہمشیرہ کی علالت کی اطلاع پہنچی۔ پہلے وہاں جانا پڑا۔ دو مہینے کے ارادہ کو چالیس یوم سے بدلا۔ یہاں حاضر ہوتے اتنی تاخیر ہوئی کہ چالیس یوم کی جگہ مہینہ پر رکھا اور اب اس مہینے بھر کے پورے ہونے میں بھی رخنے پڑ رہے ہیں۔

یہ صرف ایک مثال ہے اکثر و بیشتر یہی پیش آتا رہتا ہے۔ خارجی اسباب و موانع بھی اس کا باعث ہوتے ہیں مگر زیادہ تر خود اپنی [illegible] کی خرابی جس کا سلسلہ کم و بیش سال بھر جاری رہتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکیم و رحیم ہیں۔ بندوں کی مصلحت کو اُن سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ زیادہ عمل کی توفیق سے [illegible] اگر [illegible] اندیشہ ہو سکتا تھا [illegible] عجب کا [illegible] اس ارشاد کے بعد اپنی حالت و طبیعت کا اندازہ کرتا ہوں تو عجب کا [illegible] [illegible] اور اپنے عجز و عبدیت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ [illegible] اعمال کی بڑی غایت [illegible] تو استحضار ہے۔ الحمد للہ وہ اس طرح بھی حاصل ہے۔

عرض خصوصیت کے ساتھ دینی امور میں ارادوں [illegible] کا خیال آتا ہے۔

ارشاد یہ خیال صحیح نہیں بعد ارادہ [illegible] [illegible] جیسا کہ اس قسم کے لوگوں میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے [illegible] کا احساس [illegible]۔

عرض ارادوں کی اس بے بسی سے بعض وقت جی چاہتا ہے کہ سرے سے ارادہ کیا ہی نہ کروں لیکن اس پر بھی قدرت نہیں۔

ارشاد۔ ارادہ نیت کا اجر تو بہر حال حاصل ہوتا ہے اس کو مفت کیوں ضائع کیا جائے۔ البتہ عمل کی کوتاہیوں پر استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ لیکن استغفار کے بعد پھر کام میں لگ جانا چاہئے۔ ہر وقت کوتاہیوں کا مراقبہ مضر ہے۔ مایوسی و لپست ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ عام طور سے کہنے کی بات نہیں۔ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ توبہ و استغفار کے بعد معاصی کا ذہول قبول توبہ کی علامت ہے (یہ عوام کے سمجھنے کی بات نہیں) خاص کر اس زمانہ میں رجاء کا غلبہ بھی مفید ہے میں تو لوگوں کو احیاء العلوم میں کتاب الخوف کا جو حصہ ہے اُس کے مطالعہ سے منع کرتا ہوں۔

ضمناً فرمایا کہ اس زمانہ کے قویٰ و حالات زیادہ محنت و مشقت کے بھی متحمل نہیں۔ لوگ تربیت میں اس کی بہت کم رعایت کرتے ہیں۔ میں تو بعضوں کو ذکر جہر کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ ایک ڈپٹی صاحب تھے جن کے ذکر جہر کو اُن کے شیخ نے یہاں تک بڑھا دیا تھا کہ رات رات بھر کرتے رہتے تھے۔ محلہ والے سو نہیں سکتے تھے پناہ مانگنے لگتے تھے اس پر بھی شیخ کا حکم تھا۔ کہ کسی کی پرواہ نہ کرو۔ بیچارے نے مجھکو لکھا۔ میں نے چند دن کے لئے نہ صرف ذکر جہر بلکہ ذکر ہی ترک کرا دیا۔ جس سے اُن کو بیحد انشراح و نفع ہوا۔

بالآخر اُنہوں نے مستقلاً میری طرف رجوع کی خواہش کی میں نے کہا اسمیں حرج نہیں۔ اگر کسی کو اپنے شیخ سے نفع یا مناسبت نہ محسوس ہو تو دوسرے سے رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اپنے شیخ سے بدعقیدہ نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر اسکی ناراضی کا اندیشہ ہو تو دوسرے کیساتھ تعلق کی اطلاع بھی نہ دینی چاہئے۔

عرض۔ نماز وغیرہ کی جو کچھ توفیق میسر ہوتی ہے اس میں بھی نہ جی لگتا ہے نہ خشوع ہوتا ہی بار بار اسکی نیت و کوشش کرتا ہوں اور نماکام رہتا ہوں۔

ارشاد۔ جی لگنا نہیں۔ لگانا مطلوب ہے۔ اسپر بھی نہ لگنا مجاہدہ و مشقت کے اجر کو زائد کرتا ہے خشوع کو مثال سے یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص کو نہایت پختہ عمدہ کلام مجید یاد ہے اور دوسرے کو خام اس دوسرے کو نسبتہً سوچ سوچکر اور ذرا توجہ سے پڑھنا پڑتا ہے۔ بس خشوع مطلوب اس درجہ کی توجہ ہے۔ باقی وساوس اور خطرات کا سرے سے نہ آنا یہ صرف استغراق میں ہوتا ہے جو حال ہے نہ کہ کمال۔

ضمیمہ تمام شد

الحمد للہ کہ ملفوظات حصہ دوم جدید ملفوظات ختم ہوا اب حصہ سوم آتا ہے

مخطوظات یعنی حصہ سوم جدید ملفوظات

(۱) حکایت۔ فرمایا کہ ماموں رشید سے ایک شخص سفر حج کے خرچ کا سوال کیا ہوا تو ماموں رشید نے کہا کہ اگر تم کو وسعت ہے تو سوال جائز نہیں اور اگر وسعت نہیں تو فرض نہیں پھر بھی سوال جائز نہیں ۔اس نے کہا کہ میں آپ سے فتوی لینے نہیں آیا ہوں فتوی لینا ہوگا تو شہر میں اور بہت علما ہیں آپ کو بادشاہ سمجھ کر مانگنے آیا ہوں۔ مسائل نہ بگھاریئے دینا ہو دیدیجئے ورنہ جواب دیدیجئے۔ اس پر ماموں رشید خاموش ہو گیا اور سفر حج کا خرچ دیدیا۔

(۲) حکایت۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ شب کے وقت ماموں رشید کے پاس حضرت قاضی یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے ماموں رشید نے کسی ضرورت سے پکارا یا غلام تو غلام لیٹا ہوا تھا ملا کر اٹھا اور بولا ہر وقت یا غلام یا غلام بس غلاموں کو مار ڈالو ذبح کر دو۔ اس پر قاضی یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یا امیر المؤمنین یہ غلام بڑے گستاخ ہیں ان غلاموں کے اخلاق درست کیجئے۔ تو ماموں رشید نے جواب دیا کہ اگر میں ان کے اخلاق درست کرتا ہوں تو میں بد اخلاق ہو جاتا ہوں۔ سو ایسی مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان نالائقوں کی وجہ سے میں اپنے اخلاق خراب کروں۔

(۳) حکایت۔ فرمایا کہ بی بی کی صحنک جہانگیر کی بیبیوں نے ایجاد کی ہے اور اس میں رانی نورجہاں کو اس سے زک پہنچے نورجہاں چونکہ خاندانی حیثیت سے ان کے برابر کی نہ تھی اس لئے وہ نورجہاں کو ذلیل سمجھتی تھیں اور یہ خوشامدانہ طریقہ پر ان سے ملی جلی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ جب یہ صحنک میں شریک ہونے لگی تو انہوں نے یہ کہا کہ یہ بی بی کی صحنک ہے اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک ہی خاوند کیا ہے اور تم دو خصمی ہو اس وجہ سے تم شریک نہیں ہو سکتی۔ یہ بیچاری شرمندہ ہو کر اٹھ گئی

(۴) حکایت۔ بحر العلوم جب مدراس گئے تو لوگوں نے ان کو عالم سمجھ کر امام بنانا چاہا انہوں نے عذر کیا کہ بھائی میں معذور ہوں امام بنانے کے قابل نہیں۔ لیکن لوگوں نے نہ مانا۔ امام بنا دیا چونکہ ان پر توحید کا غلبہ تھا خصوص مثنوی میں بہت ہی شغف تھا وان کی شرح میں بھی یہ بات ترجیح کی ہے کہ شریعت کا زیادہ لحاظ دیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض جگہ فن سے بعد ہو گیا ہے۔ مگر شریعت سے کسی جگہ خروج نہیں ہوا الحمد للہ میری شرح میں نہ فن سے خروج ہوا نہ شریعت سے۔ بس تکبیر تحریمہ کے کہتے ہی ان پر حالت طاری ہو گئی۔ بجائے الحمد و سورت انہوں نے آ و ازیوں پڑھنا شروع کیا

وز جدائی ہا شکایت می کند	بشنو از نے چوں حکایت می کند

لوگوں نے یہ سنتے ہی نماز توڑ دی اُنہوں نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میں معذور ہوں۔

(۵) **حکایت** - فرمایا کہ ایک دفعہ ملاعبت کیوقت جہانگیر نے نورجہاں کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر یوں کہا کہ تمہارے سینہ پر بال کیوں نہیں ہیں - نورجہاں نے فی البدیہ یہ شعر پڑھا یہ حاضر جواب تھی ؎

موئے بر سینہ ام نمے روید	درد لم بس کہ گرمئی عشق است

پھر جہانگیر نے سر پہ ہاتھ رکھ کر یوں کہا بر سر تو چوں روئیدہ پھر اُس نے فی البدیہ یہ دوسرا شعر پڑھا

در پائے من خلیدہ واز سر برآمدہ	ایں موئے نیست بر سر من بلکہ خار عشق

نورجہاں مذہباً شیعہ تھی اور جہانگیر کو بلطائف الحیل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اُس کے لیے اُس نے ایک جلسہ کیا اور اپنے یہاں ایران سے ایک مجتہد کو بلایا۔ مباحثہ کی تاریخ مقرر ہوئی مباحثہ کیلئے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تجویز کیئے گئے۔ یہ فکر میں تھے ملادو پیازہ اُن کے شاگرد ہیں۔ اُنہوں نے جب ان کو متفکر دیکھا تو کہا کہ آپ کیوں فکر میں بیٹھے ہیں اس کام کیلئے میں حاضر ہوں۔ شیخ نے فرمایا وہاں علمی مجلس ہوگی ایسے موقع پر تمہاری ظرافت کیا کام دیگی - ملادو پیازہ نے کہا کہ نہیں حضرت آپ میرا نام لکھا دیجئے اس کو میں انجام دونگا۔ جب مجلس آراستہ ہوئی تو آپ اس صورت سے تشریف لے گئے کہ ایک تھان تو سر سے باندھا اور ایک تھان کا شملہ ٹوکرے میں ایک آدمی کے سر پر رکھا ہوا مجتہد نے پوچھا کہ یہ عمامہ کیسا تو جواب دیا کہ حضرت شملہ بقدر علم آپ دیکھیں گے کہ میرا علم کتنا بڑا ہے جب یہ مجلس کے اندر جانے لگے تو اُنہوں نے اپنی جوتی اُٹھائی مجتہد نے کہا کہ شاہی مجلس میں جوتو نکی ایسی حفاظت یہ حرکت خلاف تہذیب ہے اُنہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیعہ چور ہوتے تھے یہ شیعوں کی مجلس ہے ممکن ہے کہ کوئی شیعی چرا لے مجتہد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیعہ کہاں تھے کہا آہا میں بھولا حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مجتہد نے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں کہاں تھے اُنہوں نے کہا آہا پھر بھولا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مجتہد نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی کہاں تھے اُنہوں نے کہا نسیان کتنا بڑھ گیا ہے میں بھولا حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مجتہد نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کہاں تھے تاریخ ہی دیکھی ہے اُنہوں نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے نہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تو پھر یہ اب کہاں سے آ گئے پھر اُنہوں نے مجتہد کے کان میں جا کر کہا کہ آپ

بیگم صاحبہ سے میرا سلام عرض کر دیں اس پر مجتہد بہت بگڑا تو انہوں نے کہا کہ اپنی بیگم کو سلام کہنے سے بُرا مانا شرم نہیں آتی کہ ازواج مطہرات پر برملا تبرا کرتے ہو مجتہد نے کہا کہ یہ فضولیات چھوڑو اب علمی گفتگو ہونا چاہیے انہوں نے سوال کیا در حق سلیم چشتی چہ گوئی مجتہد نے کہا کہ سلیم چشتی چہ گیدی خراست بادشاہ چونکہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ سے بیعت تھا ملا دو پیازہ نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا کہ جو کچھ مجتہد صاحب کہتے ہیں وہ آپ نے سُنا بادشاہ کو اس جملہ پر نہایت غیظ ہوا اور حکم دیا کہ دربار سے باہر نکلوا دیا جائے۔ اس پر نورجہاں نے خلوت میں جہانگیر سے شکایت کی کہ میرے وطن اور مذہب کے مجتہد کی سر دربار اس طرح بے عزتی کی جہانگیر نے کیا عمدہ جواب دیا ہی کہ جاناں بتوجاں دادم نہ کہ ایماں۔ یہ ایک مشہور حکایت ہی جس سے مقصود ایک ظرافت کا نقل کرنا ہے اسپر کسی تحقیق کا مدار نہیں۔

(٦) **حکایت**۔ فرمایا تربیت بہت ہی مشکل ہی بڑے مبصر کا کام ہی۔ ایک واقعہ سُنا تا ہوں ایک چور ایک شیخ سے مُرید ہو گیا تھا۔ خانقاہ میں روزانہ جوتیوں کو ادل بدل کر دیا کرتا تھا۔ صبح کو اُٹھکر لوگوں کو بڑی پریشانی ہوتی تھی لوگوں نے اسکی ٹوہ لگائی تو دیکھا کہ رات کے وقت یہی چور صاحب اُٹھے اور جوتیوں کو الٹ پوٹ کرنے لگے لوگوں نے صبح کو پیر صاحب کی خدمت میں پیش کر کے شکایت کی کہ یہ روز جوتیوں کو ادل بدل کر دیتے ہیں جس سے ہمکو صبح کیوقت تلاش کرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہی۔ پیر نے بُلا کر پوچھا کہا کہ حضرت میں نے چوری سے توبہ کی ہی ہیرا پھیری سے توبہ نہیں کی۔ بات یہ ہی کہ جب رات کو سب سو جاتے ہیں تو میرے نفس میں عادت کیموافق چوری کا تقاضا ہوتا ہی میں اُس کے دفع کیلئے یہ حیلہ کرتا ہوں اور نفس کو اس سے بہلا لیتا ہوں کہ یہ بھی ایک صورت چوری کی ہی۔ اگر آپ مجھ سے یہ چھڑا دینگے تو پھر میں چوری کرنے لگوں گا۔ پیر صاحب نے کہا کہ بھائی تمکو اجازت ہی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عورت نے توبہ کے وقت یہ عرض کیا تھا کہ حضرت مجھے ایک اُدھار رونا ہے وہاں جا کر رونا ضروری ہی آپ نے اول انکار فرمایا پھر کئی بار کے بعد اجازت دیدی تھی مگر وہ عورت اُس موقع پر بھی نہیں روئی (رواہ الترمذی عن اسماء بنت یزید)۔ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اجازت دی۔ بھائی کیسے اجازت نہ دیتے آپ سمجھتے جانتے تھے کہ ممانعت کا کیا انجام ہوگا اور توسع کا کیا انجام ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اجازت دی اور کہا کہ حضرت اُس سے بھی توبہ ہی۔ تجربہ یہ ہی کہ اگر کسی معاملہ میں تنگی کرو تو اُس کا شوق بڑھتا ہی اور اجازت دیدی جائے تو شوق کم ہو جائیگا تو ممکن ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر نظر فرما کر

ملہ تکشف کے حصہ پنجم یعنی حقیقۃ الطریقہ میں حدیث صد و شصت و ششم اور حدیث دو صد و سی و ہشتم کا مضمون قابل ملاحظہ ہی۔

Marfat.com

اجازت دی ہو کہ یہ خود چھوڑ دیں گی

(۷) **حکایت** ۔ فرمایا کہ کانپور میں ایک بونے آدمی تھے نماز کی صف اول میں آکر کھڑ
ہو گئے ایک شخص جو پیچھے سے آئے پیچھے سے لڑکا سمجھا اور اُن کے کاندھے پکڑ کر یہ کہکر پچھلی
میں کھڑا کر دیا کہ یہ لونڈے صف اول کو خراب کرتے ہیں۔ اُنہوں نے غصہ میں نیت توڑا اور اپنی
پر ہاتھ رکھا کہا کہ باوا کی ڈاڑھی بھی نہیں دیکھتا۔

(۸) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ایک بڈھے سے کسی نے پوچھا کہ شادی کیوں نہیں کرتے تو اُنہ
نے جواب دیا کہ جوان تو مجھے پسند نہیں کرتی اور بوڑھی کو میں پسند نہیں کرتا پھر کس کیساتھ شادی کرو

(۹) **حکایت** ۔ فرمایا کہ حضرت علی کی ذہانت اور علم کے متعلق ایک واقعہ دیکھا کہ
شخص سفر کر رہے تھے ایک جگہ کھانیکو بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹی تھی اور ایک کے پاس تین تھی
ایک راہگیر بھی اُدھر کو آنکلا چونکہ عرب کے لوگ کریم ہوتے ہی ہیں اُنہوں نے اُسکو بھی اپنے ساتھ کھا
بٹھالیا جب وہ کھا کر اُٹھنے لگا تو باقتضائے کرم آٹھ درم پیش کر کے چلا گیا اور اُن میں سے تین روٹی
شخص نے کہا کہ چار چار درم تقسیم کر لو دوسرا بولا کہ نہیں میری پانچ روٹی تھی مجھے پانچ دو اور تمہاری تین
روٹی تھی تم تین لو دوسرے کو کچھ ضد چڑھ گئی آخر دونوں یہ جھگڑا حضرت علی کے اجلاس میں لیگئے آ
ہی تین والے سے فرمایا کہ اس میں تیرا کیا نقصان ہے پانچ اور تین کی نسبت پر یہ راضی ہے اسی طرح کر لو
نے کہا کہ ہم تو انصاف چاہتے ہیں تو فرمایا کہ انصاف ہی چاہتے ہو تو ایک تم لیلو اور سات اسکو د
اُس نے اسمیں تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کہ آٹھ روٹی تھیں اور تین کھانے والے تو یوں سمجھو ہر شخص نے
ہر روٹی میں سے ایک ایک ثلث کھایا۔ آٹھ روٹیوں کے چوبیس حصے ہوئے اور تینوں کے حصے
آٹھ آٹھ آئے جس میں سے تین والے نے اپنے نو حصوں میں سے آٹھ کھالئے اور ایک بچا اور پانچ والے کے
پندرہ حصے ہوئے جس میں سے اُس نے اپنے آٹھ کھالئے تو سات بچے پس درہم اسی کی نسبت
تقسیم ہوں گے۔ ایک اور واقعہ ہے کہ تین شخصوں کے اونٹ مشترک تھے (نہ معلوم کس وجہ
اس خاص نسبت سے اشتراک ہوا کہ) ایک تو آدھے کا اور دوسرا ثلث کا اور تیسرا نویں حصے کا شر
تھا اور سترہ اونٹ تھے وہ آپس میں تقسیم نہ ہوتے تھے۔ فیصلے کیلئے حضرت علی رضی اللہ کے پاس آ
آپ نے غلام سے فرمایا کہ ہمارے اصطبل میں سے ایک اونٹ لے آؤ اور اُنسے پوچھا کہ اگر ہم (اٹھارہ) ہی سے
نسبت سے حصے دیدیں تو راضی ہو اُنہوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ کیونکہ ہر ایک کو زیادہ ملتا تھا مثلاً
میں سے آدھا ساڑھے آٹھ ملتے اور اب نو ملیں گے وعلیٰ ہذا آپ نے آدھے والے سے کہا تو لیجا

Marfat.com

اور ثلث والے سے کہا کہ چھ لیجاؤ اور نویں والے سے کہا کہ دو لیجاؤ اور غلام سے کہا کہ ہمارا اونٹ اصطبل میں باندھ دو۔ یہ حساب کسور کا ہے۔ مگر یہ وہ حضرات تھے نہ کہیں سلیٹ قلم لیکر بیٹھے اور نہ مدرسوں میں پڑھا۔

(۱۰) **حکایت**۔ فرمایا کہ حضرت علیؓ کی مجلس میں ایک مرتبہ تذکرہ تھا کہ سب حروف میں زیادہ کثیر الدور حرف الف ہے اس پر سب کا اتفاق ہوا اور اُس پر بالاتفاق ہی یہ تفریع بھی کیگئی کہ کوئی طویل کلام الف سے خالی نہیں ہوسکتا۔ جب سب کا اجماع ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسمیں اختلاف فرمایا اور فی البدیہ ایک طویل خطبہ لکھوایا اُس میں الف کا نام نہیں اور نہایت فصیح و بلیغ ہے کتاب مطالب السول میں یہ خطبہ موجود ہے۔

(۱۱) **حکایت**۔ فرمایا کہ فیضی نے بے نقط تفسیر عربی میں لکھنے کا التزام کیا تھا مگر تھوڑی دور چلکر پھر طبیعت نہ چلی حضرت مجدد رحمۃ اللہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے دعا فرمادی اُس دن سے پھر طبیعت نہیں رُکی اُس میں مکہ کو ام رحم اور مدینہ کو مصر الرسول لکھا ہے معانی کو الفاظ کا تابع بنایا ہے اُس میں فصاحت و بلاغت نہیں ہے۔

(۱۲) فرمایا کہ مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مدرس مظاہر علوم سہارنپور بڑے ظریف تھے۔ ایک مسخرے نے کہا کہ میں ان کو لاجواب کروں گا۔ آکر سوال کیا کہ اگر لونڈے کو اس نیت سے گھورے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا عجیب بنایا ہے تو کیسا ہے۔ فرمایا کہ جہاں سے تو نکلا ہے اُسے دیکھ اُس میں خدا کی زیادہ عجیب صنعت ظاہر ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی جگہ سے تو اتنا بڑا نکل آیا۔

(۱۳) **حکایت**۔ فرمایا کہ ان ہی مولانا کا ایک واقعہ ہے۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عمامہ کے شملہ کو بین الکتفین چھوڑتے تھے۔ ایک طالب علم نے شملہ کو آگے سینہ پر ڈالکر کہا کہ بین الکتفین اس طرح بھی تو ہوسکتا ہے۔ مولانا نے فوراً اُس کی پگڑی گھما کر شملہ بالکل ناک کے سامنے لٹکا کر فرمایا کہ بین الکتفین یوں بھی تو ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حدیث و قرآن میں ایسے احتمالات غیر ظاہرہ کا اعتبار نہیں۔

(۱۴) **حکایت**۔ فرمایا کہ ان ہی مولانا سے ایک طالب علم نے درس میں پوچھا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ غروب و طلوع شمس کیوقت نماز ممنوع ہے کیونکہ طلوع و غروب شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے سو غروب کے وقت تو یہ امر معقول ہے کہ سجدہ سینگوں کے سامنے ہوگا لیکن طلوع کے وقت تو پیچھے ہوگا اُس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ اُس وقت یہ ڈر ہے کہ کہیں پیچھے سے سینگ نہ

Marfat.com

اڑادے۔

(۱۵) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ہمارے تھانہ بھون میں ایک شاعر تھے اُن کا شعر ہے ؎

بلبلیں شور مچاتی ہیں تف نہ بہیم کن	پیدا ہوا تھا ہما قسمت ہوں لا یا بوم کی

اُن کا ایک مصرعہ چھوٹا ایک بڑا ہوتا تھا کسی نے کہا۔ تو جواب دیا کہ یہ تو اساتذہ کے کلام میں ہے اور یوسف زلیخا کا اوّل کا شعر اس طرح پڑھا کہ ایک مصرعہ کو تو خوب کھینچ کھینچکر پڑھا اور دوسرے مصرعہ کو جلدی پڑھدیا کہ دیکھو پہلا مصرعہ کتنا بڑا۔ دوسرا کتنا چھوٹا۔ اور ایک اور مہمل شاعر تھے اُنہوں نے ایک دیوان لکھا تھا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ضاد کی ردیف نہ تھی لوگوں نے اعتراض کیا تو اُنہوں نے کیا تماشا کیا کہ دیوان میں سے ایک غزل منتخب کر کے اُسکے سب شعروں کے آگے لفظ متراض لکھدیا کہ اب ایک غزل ضاد کی بھی ہوگئی۔ یہی صاحب مجھ سے مشورہ لینے آئے کہ میرا ارادہ دیوان چھپوانیکا ہے میں نے کہا ضرور چھپواؤ مگر اپنی سکونت دہلی کی لکھدینا وہاں کی زبان مستند ہے تھانہ بھون کی مستند نہیں بس خوش ہوگئے اور میرا مطلب یہ تھا کہ دہلی میں تو بڑے بڑے عقلاء اور اہلِ کمال مشہور ہیں وہاں ایک احمق بھی ہوا تو دہلی بدنام نہیں ہو سکتی اور تھانہ بھون بدنام ہو جاویگا۔

(۱۶) **حکایت** ۔ فرمایا کہ کانپور کے ایک مدرسہ میں ایک مدرس صاحب بڑے معقولی تھے اگر سیدھے بہت تھے۔ اُن کا لڑکا بیمار ہوا تو ایک طالب علم نے جس کی دوسرے طالب علم سے چشمک تھی اُس کے متعلق مولوی صاحب سے بیان کیا کہ میرے خواب میں ایک بزرگ آئے اور کہا کہ مولوی صاحب بیماری کے خیال میں ہیں گے یہ بیمار نہیں فلاں طالب علم (وہی دوسرا طالب علم) جن ہے اُس کے تصرف و اثر سے یہ بیمار ہے۔ مولوی صاحب نے اُسے بُلا کر فرمایا کہ بھائی ہمنے کونسا قصور کیا ہے جو ہمارے بچہ کو تکلیف دیتے ہو۔ اُس نے کہا کہ حضرت میں نے کیا تکلیف دی۔ فرمایا تم جن ہو اور تمہارے اثر سے یہ بیمار ہے۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ حضرت میں جن ہوں فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا میرے وطن سے میرے باپ کا نام و نشان حلیہ صورت تحقیق کر لیجئے۔ فرمایا ممکن ہے وہاں کوئی غلام حسین ہو اور تم اُسکی شکل میں آئے ہو۔ وہ بیچارہ حیران رہ گیا۔ اور اس کا یہ اثر ہوا کہ پھر مولوی صاحب اُس سے ڈرنے لگے۔

(۱۷) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ایک مزار کے سجادہ نشین ایک مرتبہ ہاتھی پر ٹھسکہ پہنچے اور راستہ ہی میں ہارمونیم بجتا ہوا تھا (وہاں شاہ بھیک صاحب کا مزار ہے) وہاں کے سجادہ صاحب اُن سے استقبال کو آئے دکیونکہ یہ بڑے دربار کے سجادہ نشین تھے۔ مگر یہ حالت دیکھی تو کہا کہ ہم بھی گانا سُنتے ہیں مگر وہ سُننے میں جو بزرگ سُنتے تھے۔ پھر اُن کو خانقاہ کے اندر بھی ٹھہرنیکی اجازت نہ دی کہیں باہر ٹھیرایا

Marfat.com

ہمارے قریب کے ایک سجادہ نشین ہیں جو اپنے بزرگوں کے طریق پر ہیں چہرہ پر ریاضت کا نور ہے مسکین متواضع ہیں ایک دفعہ میں اُس مقام پر گیا ہوا تھا۔ یہ بھی میرے پاس ملنے آئے مجکو دو چار جگہ حسب وعدہ جانا تھا مگر اُن کی خاطر سے تھوڑی دیر کیلئے رُک گیا۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اُن سے اجازت چاہی کہ مجھے چند مستورات نے اپنے اپنے گھر بلایا ہے میں اب جاؤنگا کہا کیا حرج ہے میں بھی ہمراہ چلتا ہوں تسبیح ہاتھ میں تھی کپڑے بھی رنگے ہوئے تھے میں نے راستہ میں ہر چند چاہا کہ برابر چلیں۔ مگر بالکل پیچھے پیچھے چلتے تھے اور اُن کے معتقدین بھی اُن کے ہمراہ تھے بزرگوں کی وضع کو بہت نباہتے ہیں۔ ایک دفعہ گنگوہ میں میرے ایک وعظ پر جس میں معارف مزامیر کی مذمت تھی ایک اچھے شاہ صاحب سے بگڑ گئے۔ اُس جلسہ میں دو مشہور چشتی مشائخ بھی تھے اُنہوں نے اُن کو ڈانٹا۔ کہ گو ہم مبتلا ہیں مگر بُرا سمجھتے ہیں اور علماء جو کچھ کہتے ہیں حق ہے اور بھائی شریعت تو وہ چیز ہے کہ منصور نے اُس کے سامنے گردن جھکا دی پھر ہمارے حضرت نے فرمایا۔ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اعتقاد کی ایک عادت کی یہاں اکثر لوگ دوسری قسم کی بدعت میں مبتلا ہیں

(۱۸) **حکایت**:۔ فرمایا کہ حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ کی حکایت سُنی ہے کہ آپ کی تمنا تھی کہ میرا انتقال سماع سُننے کی حالت میں ہو چنانچہ آپکا اس شعر پر وصال ہوا ہے

کشتگانِ خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میری سمجھ میں اسکی وجہ یہ آئی ہے کہ سماع کیوقت جوش محبت کا ہوتا ہے وہ چاہتے تھے کہ ایسے وقت دم نکلے جبوقت محبت کا خوب جوش ہو اور عشاق کیلئے سماع کا مہیج محبت ہونا ظاہر ہے اور محبت کی حالت میں وفات کی فضیلت کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ ذوقی تحقیق تو یہ ہے لیکن جب انتظام شریعت میں خلل آنے لگتا ہے تو یوں کہا کرتا ہوں کہ یہ کوئی کمال کی دلیل نہیں جیسا کہ اجمیر میں ایک بزرگ کی بحالت سماع وفات ہو جانے پر جہلاء نے غل مچایا تھا اور اس کو دلیل مقبولیت سماع کی ٹھہرایا تھا میں نے جواب دیا تھا کہ بعض اوقات قلب کی کمزوری سے بھی ایسا ہو جاتا ہے اس لئے یہ کوئی مقبولیت [illegible] نہیں۔ جیسا کہ سہارنپور میں ایک بڈھا تھا اُسے بازاری عورتوں کے یہاں جانے کی [illegible] بازاری سے جماع میں مشغول ہوا تو اُس کی لذت کی برداشت نہ کرسکا اور [illegible] نعوذ باللہ تو کیا موت کا یہ سبب بھی مقبول ہو گیا۔

(۱۹) **حکایت**۔ فرمایا کہ لکھنؤ میں مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی مرحوم سے جو میرے خاص احباب میں تھے۔ ایک شخص نے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ کی موت کی نسبت پوچھا

کہ اُنکی موت جو سماع میں ہوئی ہے کیسی ہے اُنہوں نے کہا کہ بھائی ہم بزرگوں کے معاملات کو کیا جانیں ہاں اتنا ضرور کہتے ہیں کہ اگر ایسی حالت پر موت ہوتی جو ظاہراً بھی سنت کے موافق ہوتی تو اچھا تھا۔ اُس شخص نے کہا کہ مولویوں کی یہاں بجز اعتراض کے کچھ نہیں لیکن آج تک کسی مولوی نے بھی مر کے تو نہ دکھایا کہا بھائی اول تو موت اختیاری نہیں دوسرے اللہ کے بندے مر کر بھی دکھلا دیتے ہیں خیر وہ مجلس تو ختم ہو گئی۔ اُس کو دو تین دن ہی گذرے ہونگے کہ ایک وزیہ مولوی صاحب ندوہ سے کہ وہاں ملازم تھے عصر کے وقت گھر آئے (اُن کا لڑکا حفظ کرتا تھا بیچارو نکی تمنا مولوی کرنے کی تھی) گھر میں آکر لڑکے کو بلایا اور ایک کمرہ میں بیٹھ کر لڑکے سے کہا کہ قرآن شریف سناؤ (اُسی دوران میں مولوی صاحب کی بیوی بھی آگئی تو بیوی سے فرمایا کہ کیسی گندی پھر رہی ہو غسل کر کے کپڑے بدل کر آؤ وہ چلی گئیں) لڑکے نے قرآن شریف سنانا شروع کیا۔ سجدہ کی آیت آگئی۔ مولوی صاحب نے فرش پر سجدہ کیا اور اُسی حالت میں جاں بحق تسلیم ہو گئے کسی قسم کی بیماری نہ تھی ہاں اختلاج القلب کا مرض ضرور تھا۔ مگر اُس وقت وہ بھی نہ تھا بالکل اچھی حالت تھی۔ جب اُسی حالت پر بہت دیر ہو گئی تو لڑکے نے ماں کو آواز دی اُنہوں نے آکر ہلایا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ تمام رات رکھا فصد بھی لیگئی۔ فصد نے خون بھی دیا۔ مگر مر ہی گئے تھے جن لوگوں کو وہ واقعہ یاد تھا اُنہوں نے اُس وقت کہا کہ انہوں نے تو تین چار روز ہوئے کہا ہی تھا کہ اللہ والے مر کر بھی دکھلا دیتے ہیں وہی کر کے دکھلا دیا واقعی سچ کہتے تھے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مگر ان بیچارو نکی اس قدر شہرت نہ ہوئی جس قدر مولانا محمد حسین الہ آبادی کی ہوئی۔

(۲۰) **حکایت**، فرمایا کہ رڑکی میں ایک خانصاحب تھے ایک دن آپس میں میاں بیوی میں کسی بات پر کچھ تکرار ہو گئی جب خانصاحب باہر گئے بیوی بچو نکو ایک مکان میں بند کر کے اور باہر کی کنڈی لگا کر خود کنوئیں میں گر گئی جب وہ باہر سے آئے تو گھر خالی۔ مگر کچھ بچوں کی آہٹ معلوم ہوئی تو بچو نکو کنڈی کھول کر نکالا اور پوچھا تمہاری ماں کہاں ہے کہا ہمکو تو کچھ خبر نہیں۔ لیکن جب ہمکو بند کر دیا ہے تو کچھ گرنیکی آواز کنوئیں میں آئی تھی۔ بچوں کے اس کہنے پر وہ کنوئیں میں دیکھنے لگے تو بیوی صاحبہ پانی کے اوپر تشریف فرما ہیں (نہ معلوم کیسے مرنے سے بچ گئی) اُن کو نکالا۔ پولیس کو اطلاع ہوئی اُس نے چالان کر دیا۔ مجسٹریٹ کے یہاں مقدمہ گیا۔ اقدام قتل کی دفعہ لگی عدالت میں پہچاننے کیلئے منہ کھولنے کو کہا گیا تو اُس نے انکار کیا میرے چھوٹے بھائی پیشی میں تھے اُن کو رحم آیا اور اُنہوں نے کہدیا کہ ہاں یہی ہے میں جانتا ہوں۔ اُس عدالت نے اظہار لینا شروع کیا اُس نے کہا کہ میرے بھائی کے مرنیکی خبر آئی تھی اس وجہ سے میرے حواس جاتے رہے تھے اُس مدہوشی میں گر گئی۔ عدالت نے جرح کی کہ پھر تمکو بچے بند کرنے کا ہوش

نس رہا۔ لاجواب ہو گئے اور جرم قائم ہو گیا مگر مجسٹریٹ نے خیر جب فیصلہ لکھنا چاہا تو روئداد لکھکر بڑی
تک سکوت کے عالم میں رہا پھر لکھنا شروع کیا تو عجیب فیصلہ لکھا کہ آج میرے اجلاس میں
عجیب قسم کا مقدمہ درپیش ہے اور مجرم قاعدہ سے مستحق سزا بھی ہے مگر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ
سزا دوں کیونکہ سزا تین قسم کی ہو سکتی ہے۔ قید یا جرمانہ یا ضرب بید۔ لیکن ہر سزا میں موانع موجود ہیں۔
سزائے قید تو یوں نہیں ہو سکتی کہ اس کا بچوں کا ساتھ ہے اگر بچے بھی قید میں ہمراہ گئے تو وہ بے گناہ
ان کی قید کی کیا وجہ اور اگر ماں سے علیحدہ کیا گیا تو اُن کو روحانی تکلیف ہو گی جو قید سے بھی زیادہ ہے
یا جرمانہ کی سزا یوں ہی ہو سکتی۔ کہ ہندوستان میں عموماً عورتوں کے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ جرمانہ اُس کے
وند کو دینا پڑے گا۔ جو کہ بے قصور ہے اُس سے جرمانہ لینے کے کوئی معنی نہیں ثالثاً ضرب بید کی سزا
نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اس لئے حیران ہوں کہ کیا سزا دوں لیکن غور کرنے سے
سمجھ میں آتا ہے۔ غور کے قابل یہ بات ہے کہ سزا کی غایت کیا ہوتی ہے ظاہر ہے وہ غایت یہی ہے کہ
بندہ اُس فعل سے باز رہے تو یہ غایت اگر بدون سزا ہی حاصل ہو جائے تو پھر سزا کی حاجت نہیں
یہ یقینی بات ہے کہ اس نے جس وقت اپنے کو کوئیں میں دیکھا ہو گا یہ غایت تو اُس کو وہیں حاصل
ہو گئی تھی اس لئے مقدمہ خارج ہو کر داخل دفتر ہو۔

(۲۱) فرمایا کہ جلال آباد میں جو جبہ شریف مشہور ہے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا جاتا
ہے) اور ایک قرآن شریف ہے (جو حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا بتلایا جاتا ہے) جھنجانہ میں ایک شیعی
رئیس کے یہاں اُسکی زیارت ہوئی۔ مگر وہ رئیس جس قدر قرآن شریف کی طرف التفات کرتے تھے جبہ کی
طرف نہ کرتے تھے۔ ایک شوخ مزاج نوجوان شیعی نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا بیوقوف تو کیا جانے کہ
حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ میرے جی کو تو نہیں لگتا کہنے لگے تم بد اعتقاد ہو یہ
ضرور آپ ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جب خوب جزم کیساتھ اقرار کرا لیا تو کہنے لگے کہ بس تو آج بڑے
اختلاف کا فیصلہ ہو گیا یہ تو حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ہی اب اس قرآن شریف کو دیکھ لیجئے
شیعوں کے قرآن سے ملتا ہے یا نہیں اگر ملتا ہے تو سنیوں کا مذہب حق ہے اور شیعوں کا دعویٰ
کہ قرآن میں تحریف ہو گئی ہے غلط ہے اور اگر اُس سے نہیں ملتا تو شیعوں کا مذہب حق ہے یہ سنکر اُنکا
رنگ فق ہو گیا اور کھسیانا ہو کر کہنے لگا تم بڑے شریر ہو اور جب ہو گیا۔

(۲۲) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک شخص نے کسی کی بکری چرائی تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ
یہاں بکری دیدو ورنہ بکری قیامت میں خود گواہی دیگی کہ مجھے چرایا تھا کہ جب شہادت دینے آویگی

تو اُسی وقت اسکے کان پکڑ کر اُس کے حوالے کردونگا ایسے ہی ایک اور سے کسی فعل پر کہا کہ ا
قیامت میں پکڑے جاؤ گے کہا اتنے آدمیوں میں ملونگا ہی نہیں ایک عالم نے سوال کیا کہ یہ کل
کیسے ہیں ارشاد فرمایا یہ استہزا ہے شریعت کیساتھ جو کفر ہے گو تکذیب کا خیال نہو۔ مگر استخ
تو ضرور ہے

(۲۳) حکایت۔ فرمایا مولانا تفضل حق صاحب کے شاگردوں میں ایک مولوی
الدین صاحب تھے جو ایسے ذہین اور تیز طبع تھے کہ قطبی پڑھنے کے زمانہ میں جس استاد کے پاس
اُسے بند کردیتے تھے۔ دہلی لکھنو بڑے بڑے اساتذہ کے پاس پہنچے۔ جب وہ تقریر کرتے تو کہ
یہ تو میں نے بھی مطالعہ میں نکال لیا تھا پھر جو وہ سوال کرتے اُستاد کو جواب دینا مشکل ہو جاتا ت
لکھنو میں ایک بڑے عالم تھے اُنہوں نے اُن سے کہا کہ صاحبزادے میں تمہاری خیرخواہی کی ایک
کہتا ہوں وہ یہ کہ تمہاری ذہانت میں تو شک نہیں لیکن اگر تمہاری ایسی ہی حالت اساتذہ کو بند کر
رہی تو تمہاری کتابیں ختم نہوں گی بس لونڈے کے لونڈے ہی رہوگے اور قطبی تک ہی تحصیل ر
اس سے آگے نہ بڑھ سکوگے ہم تمہیں خیرخواہی سے رائے دیتے ہیں کہ تم ہمارے سامنے ایک مرتبہ
کتابوں کو بلا تحقیق دیکھ لو نکال لو کہ ہم تمکو سند دیدیں مقتدا بدون اسکے نہ بن سکوگے۔ ر
اعتراض رہ وہ تو تم بعد میں بھی نکال سکتے ہو انکو پھر نکالتے رہنا اُنہوں نے خوش ہو کر یہ عادت چ
اور زبردست عالم ہوئے۔

(۲۴) حکایت۔ فرمایا کہ مولوی رحمت اللہ صاحب سے مکہ میں ایک عرب کہنے لگے کہ ہن
قرآن شریف بہت غلط پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ عرب والے جس قدر اُردو غلط بولتے ہیں
ہندوستانی اُس قدر قرآن شریف غلط نہیں پڑھتے اُنہوں نے کہا نہیں مولوی صاحب نے فر
اچھا کہو تو اُنہوں نے کہا تو پھر کہا کہو ٹھا کہا تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا دیکھ لو ابھی امتحان

(۲۵) حکایت فرمایا کہ احمد بن حنبل رضی اللہ ایک مرتبہ کسی نہر پر وضو کرنے بیٹھے اور
سے قبل اوپر کی طرف ایک اور شخص وضو کر رہا تھا وہ ادباً امام صاحب کے پائین میں جاکر بیٹھ گیا کسی شخص
مرنیکے بعد اُسے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر مغفرت فرمائی کہ ایک د
نہر پر وضو کر رہا تھا اور میرے پائین میں حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ وضو فرمانے لگے
میں وضو کے پانی اُن کی طرف جاتا تھا میں دبا وہاں سے ہٹکر اُن کے پائین بیٹھکر وضو کرنے لگا
حق تعالیٰ کے سامنے میری پیشی ہوئی تو حکم ہو گیا کہ جا ہمنے تجکو محض اس بات پر بخشدیا کہ تو نے

مقبول بندہ کا احترام کیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب ایسے بہانوں سے مغفرت ہو جاتی ہے تو اب
کو کیا حقیر سمجھے میرے خیال میں عذاب اُس شخص کو ہوگا جو کسی طرح پسیجے ہی نہیں اور خود چاہے کہ بچے
ب ہو اس کا تو کوئی علاج ہی نہیں ورنہ حق تبارک و تعالیٰ کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈھتی ہے ؎

رحمتِ حق بہانہ مے جوید ✤ رحمتِ حق بہا نمی جوید

صاحبو! ذرا ذرا ذرا سی بات پر
رت ہو جائیگی (اسپر احقر جامع کا ایک شعر ہے ؎

میں کیسے مان لوں کہ معذب کروگے تم ✤ تمکو تو اپنے بندو نسبے حد پیار ہے (جامع)

(۲۶) حکایت۔ فرمایا کہ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ گوالیار کی فوج میں ایک
س داڑھی منڈاتا تھا۔ لوگ ہر چند اُسے ملامت کرتے لیکن باز نہ آتا تھا۔ اسکے بعد اتفاقاً راجہ نے قانو
ذکر دیا کہ فوجی آدمی سب ڈاڑھی منڈایا کریں اس پر لوگوں نے اُس سے کہا کہ بھائی خوش ہو جا
تجھے ملامت کیا کرتے تھے اب سب کو تجھ جیسے ہی ہونیکا حکم ہو گیا اُس نے کہا کہ کیا بات
لوگوں نے کہا کہ یہ قانون ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ پہلے تو میں شرارتِ نفس سے ایسا کرتا تھا
کا فر راجہ کا حکم ہے اُس کے کہنے سے شرع کو نہ چھوڑوں گا اور داڑھی نہ منڈواؤں گا
ودکر یا اور کسی اور ذریعہ سے گذر کر لوں گا چنانچہ اُس نے فوراً نوکری چھوڑ دی اور جو لوگ اسپر
ت کیا کرتے تھے اُنھوں نے سب نے ڈاڑھی منڈائی (حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شماتت کسی کے
ں پر تکبر کرے تو جبتک وہ شخص اُس میں مبتلا نہو نگا وہ اُس وقت تک نہ مریگا) اب اُس کے قلب کی
الت کسے معلوم تھی حق تعالیٰ زیادہ قلب ہی کو دیکھتے ہیں۔

گنہ آمرز رندانِ قدح خوار ✤ بطاعت گیر پیرانِ ریاکار

(۲۷) حکایت۔ فرمایا کہ کانپور میں ایک صاحب جو عاد ہرہ کے رہنے والے اور
یرسٹر کے محرر اور بہت اچھے آدمی تھے مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ہمارے یہاں [illegible]
نیا میں کوئی عیب نہو گا جو اُس میں نہو لوگ اُسے جب ملامت کرتے تو کہتا میاں تمہیں [illegible]
ار ہمارے اللہ میاں (خدا) جانیں۔ اسی حال میں اُسے مدت گذر گئی (ایک بار [illegible]
ایک دن بیٹھے بیٹھے اُسپر وارد ہوا اور کہنے لگا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ اور یہ کہکر [illegible]
ہ حالت تھی کہ بار بار ہچکی بندھ جاتی تھی دو تین دن برابر ایسے ہی روتا رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا [illegible]
تھا اور کچھ نہیں بس جیسے کلیجہ پھٹتا۔ کہتے ہیں دو تین دن گذر گئے اور روتے روتے ہی مر گیا۔ ہمارے [illegible]
فرمایا کہ بھلا اس شخص کے شہید اکبر ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے (جامع کہتا ہے [illegible]

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر — غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
سب سے ربطِ آشنائی ہے اُسے — دل میں ہر ایک کے رسائی ہو اُسے
زوجۂ فرعون ہو وے طاہرہ — اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زادۂ آذر خلیل اللہ ہو — اور کنعان نوح کا گمراہ ہو
کچھ نہیں دم مارنیکا یہ مقام — پہنچے اس نکتہ کو کب فہم عوام

(۲۸) حکایت - فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ اودھ میں ایک خانصاحب تھے جو بڑے بانکے اور داڑھی چڑھائے رکھتے تھے اور پوری پوری چھلے اور مہندی سے بھرے رہتے جب کوئی اُن سے کہتا کہ خانصاحب بڑھاپے میں توبہ کرلو۔ تو کہتے توبہ کرکے کیا ہوگا۔ لوگوں نے کہا جنت ملیگی۔ کہتے جنت کیلئے اتنی مشقت میاں جب وقت ہوگا تو تلوار کا ایک ہاتھ ادھر اور ایک ادھر بس کائی سی پھٹ جائیگی اور جنت میں جا کھڑے ہونگے۔ جب مولوی امیر علی صاحب کا واقعہ ہوا عین میدان میں اُن خانصاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا مجھ گنہگار کو بھی قبول کرسکتا ہے۔ فرمایا کیوں نہیں بس خانصاحب اُسی میدان میں شریک جنگ ہوئے اور کئی کافروں کو مار کر خود شہید ہوگئے (اس پر خواجہ عزیز الحسن صاحب نے فرمایا کہ حکیم مصطفےٰ صاحب مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ ایک تحصیلدار صاحب جو داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے شکار میں کسی کی گولی سے مر گئے۔ مرنیکے وقت کہنے لگے بڑے شرم کی بات ہے کہ خدا کے سامنے یہ صورت لیکر کیسے جاؤں فوراً انہوں نے قینچی منگائی اور مونچھیں ترشوائی اور کہا کہ داڑھی کا بڑھانا تو میرے اختیار میں نہیں ہے مگر مونچھیں تراشنا تو اختیار میں ہے ۱۲ جامع)

(۲۹) حکایت - فرمایا کہ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی میں تیرے کسی مقبول بندہ کو دیکھنا چاہتا ہوں حکم ہوا کہ فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں تمکو ایک شخص ملیگا اُسے جا کر پورا اسلام کرنا موجب ارشاد باری تعالیٰ کے بزرگ وہاں پہنچے اور جا کر پورا اسلام کیا یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ سلام سنتے ہی اُس شخص کا دم نکل گیا ان بزرگ کو حیرت ہوئی اور جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ اس شخص کو یہ معلوم تھا کہ میرے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں جانتا۔ جب اُسے دوسرے کا معلوم ہوگیا معلوم ہوا تو برداشت نہ کرسکا

با سایہ ترا نمے پسندم — عشق است و ہزار بدگمانی

(۳۰) حکایت - فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رات کو تہجد کے بعد

مشغول تھے کہ یکایک وحشت ہوئی ہر چند دل کو بہلایا مگر کسی صورت دل نہ لگا اور یہ سمجھے کہ شاید ہجوم خلق سے یہ بات پیدا ہو گئی ہے پہاڑ کی طرف چل دیے کہ شاید یہاں انبساط ہو جائے جس وقت پہاڑ پر پہنچے تو وہاں ایک غار میں ایک عابد کو مشغول عبادت پایا وہ ان کو دیکھ کر خوش ہوا اور نام لیکر سلام کیا نام لینے پر ان کو حیرت ہوئی پھر اس نے ایک مسئلہ تصوف کا دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ اس نے جواب سنکر اپنے نفس سے کہا اب بھی سن لیا تو کہتا تھا کہ جنید ہی سے سنوں گا۔ جنید کہے گا تو مانوں گا۔ جو میں اللہ تعالیٰ جنید نے بھی وہی کہا ہمارے حضرت نے سن کر فرمایا کہ یہ مستفتی صاحب بھی بہت اچھے تھے کہ مفتی کو اپنے گھر بلایا خود نہ گئے۔ یہاں تو جنید کو یاد کیا اور وہاں جنید کے کھلبلی پڑی۔

(۳۱) **حکایت** فرمایا کہ سمنون محب میں عشق کا غلبہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے منہ سے یہ شعر نکلا

فلیس لی فی سواک حظ | فکیف ما شئت فاختبرنی

مغلوب الحال پر بھی کبھی مواخذہ ہو جاتا ہے کیونکہ اتنا غلبہ نہیں ہوتا جو روک نہ سکیں اگر اپنے آپ کو روکنا چاہیں تو روک سکتے ہیں۔ چنانچہ ان پر یہ مواخذہ ہوا کہ پیشاب بند ہو گیا جس سے سخت اذیت ناقابل تحمل ہو گئی۔ دعا کا قصد کیا لیکن ڈرے کہ ناخوش نہوں کہ دعوے کے خلاف دعا کیسی (اہل اللہ کے معاملے ہی جداگانہ ہوتے ہیں) حق تعالیٰ بھی چاہتے تھے کہ دعا کریں (جامع کہتا ہے ظاہر میں گو خفا ہیں مگر دل میں پیار ہے) لیکن چونکہ ان سے روٹھے ہوئے تھے اس لئے ان کو الہام نہیں فرمایا ایک فرشتہ کو بھیجا۔ (اے خدا قربان احسانت شوم = این چہ احسان است قربانت شوم جیسے پیہم سرکشی ہوتی رہی تجھ سے پیہم پردہ پوشی ہوتی رہی جامع) کہ ان کی صحت میں شفا کی دعا کرے تاکہ ان کے مرید سنکر ان سے کہیں فرشتہ نے ان کی ہی زبان میں آکر دعا کی مرید نے سنکر حضرت سمنون ہی سے کہا کہ رات حضرت دعا کر رہے تھے فرمایا نہیں پھر سمجھے کہ ان کی ہی رحمت ہے کہ اب دعا کر چنانچہ مکتبوں میں جا جا کر بچوں سے کہا کہ ادعوا لعمکم الکذاب [illegible] اعتقاد کیا یہ اللہ کا فضل ہو گیا اور [illegible] کھل گیا [illegible] حضرات کے بارے میں دخل نہ دیا کرو

درنیابد حال پختہ ہیچ خام | پس سخن کوتاہ باید والسلام

(۳۲) **حکایت**: فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی درویش کی آمد کی خبر سنی انہوں نے ارادہ کیا کہ جاکر ان سے ملیں مگر فوراً ان پر وارد ہوا کہ نہ جاؤ انہوں نے کچھ التفات نہ کیا بعد وارد

Marfat.com

ہوا۔ اسی طرح چند مرتبہ ہوا اور اس ارادہ کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہ آئی آخر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ اتفاق سے گر پڑے اور ٹانگ ٹوٹ گئی معلوم ہوا کہ الہام کی مخالفت سے یہ واقعہ پیش آیا کیونکہ الہام کی مخالفت پر بھی مواخذہ ہوتا ہے مگر صرف دنیا میں ہوتا ہے مثلاً کسی بلا یا مرض میں مبتلا ہو جاتے (جیسا کہ یہاں ہوا) اور آخرت میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں جس کی مخالفت پر عقوبت ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ درویش بدعتی تھا۔ اُن کے ملنے کی وجہ سے عوام بگڑ جاتے لیکن ان کو معلوم نہ تھا۔ مگر اجمالاً الہام سے مطلع کیا گیا۔ اور اگر معلوم ہوتا تو پھر آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا (کیونکہ جس مقتداء کے کسی فعل سے عوام کے بگڑنے کا اندیشہ ہو۔ تو اُس کو اُس فعل کا ترک واجب ہے۔ گو وہ مستحب ہی ہو ۱۲ جامع)

(۴۳) **حکایت**۔ فرمایا کہ لکھنؤ میں ایک شخص بہت چھوٹے قد کے تھے۔ اُن کو نواب کی طرف سے خلعت میں ایک پالکی ملی تھی۔ پالکی کے در اور دیوار بڑے بڑے تھے۔ اُن کے بیٹھنے پر ایک ظریف شخص نے برجستہ یوں کہا۔ چوں ہمزہ او لنگ دریا لکی نشست۔

یعنی جیسا کہ ایک چھوٹا سا ہمزہ اولنگ کے درمیان ہے ایسے ہی یہ پالکی میں بیٹھ گیا۔

(۴۴) **حکایت**۔ فرمایا کہ یہاں ایک بوڑھے آدمی تھے بازار میں اُن کو چماریوں نے دیکھا تو ایک چماری دوسری سے کہتی ہے کہ اری دیکھ جاتک (بچہ) کے داڑھی نکل آئی۔

(۴۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے (حضرت علی رضی اللہ ذرا چھوٹے قد کے تھے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما دراز قد تھے۔ حضرت علی شاعر بھی تھے اور بڑے خوش مزاج تھے اور عموماً شاعر خوش مزاج ہوتے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی بیننا کالنون فی لنا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ جواب دیا۔ لولا کنت بینکما لکنتما لا آپ بڑے ذی علم اور ذہین اور ذہین طبع تھے ؂

(۴۶) فرمایا کہ ایک شیعی ایک مسجد میں پہنچے تو وہاں دیوار قبلہ پر لکھا ہوا دیکھا۔

ابو بکر و عمر عثمان و حیدر		چہار رکن مسجد و محراب و منبر

تو آپ نے چھری سے حضرت علی کے نام کو چھیل دیا اور کہا کہ ہم تو تمہارے پیچھے مرتے پھرتے تھے مگر تم کو سب نے دیکھا انہیں میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔

(۴۷) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک بزرگ سے کسی نے حضرت علی رضی اللہ کی نسبت سوال کیا

فرمایا کون علی اُس نے کہا کیا علی کئی ہیں فرمایا ہاں دو ہیں ایک تو ہمارے علی ہیں جو خلیفہ اور داماد ہیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور شوہر حضرت خاتون جنت رضؓ کے اور والد بزرگوار ہیں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے اور ایک شیعوں کے ہیں جن کا ظاہر کچھ باطن کچھ بڑے بزدل تمام عمر تقیہ میں گذار دی۔

(۳۸) حکایت - فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہی کہ اگر حضرت علی میں مزاح نہوتا تو میں اپنی حیات میں ہی ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ مزاح سے وقار جاتا رہتا ہی۔ حضرت علی خوش مزاج بہت تھے اکثر ہنستے بولتے رہتے تھے۔ اور یوں سب ہی حضرات صحابہ خوش مزاج تھے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو شعر بھی دیکھے ہیں

ابو بکر حبانی اللہ مالا	واعتق من ذخائرہ بلالا	(صحابی)
وقلد وسی النبی بکل فضل	واسرع فی اجابتہ بلالا	(یعنی بغیرلا)

(۳۹) حکایت - فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت لے لی تھی آپ نے ایک نلکی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھکر لوگوں سے کہا کہ میرے بعد جو خلیفہ ہوں گے اُن کا نام میں نے اس نلکی میں لکھکر رکھدیا ہے۔ تم سب لوگ اُسی نام پر بیعت کرلو آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ ذرا تیز مزاج ہیں شاید لوگ منظور نہ کریں اس لئے آپ نے اس ترکیب سے بیعت لی) سب لوگوں نے بیعت کرلی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی سبحان اللہ ذہانت اسقدر تھی کہ آپ نے بیعت کیوقت یہ بھی فرمایا کہ میں نے بھی بیعت کی چاہے عمر ہی کیوں نہوں۔ بیعت کے بعد ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابو بکر خدا کو کیا جواب دوگے جو ہمارے اوپر ایسے سخت آدمی کو خلیفہ بنایا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے خدا سے ڈراتا ہی۔ اللہ تعالیٰ سے ہر مومن ڈرتا ہی لیکن اس شخص کا جو مقصود تھا۔ اس فعل کا منکر ہونا اسکا انتقاد ہے یہ بات فرمائی اور اس کا یہ جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے تو یہ جواب دونگا کہ اے اللہ میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں کہ [illegible] زمین پر نہیں ہی ہمارے حضرت نے فرمایا کہ واقعی حکومت اور خلافت کا پورا پورا حق آپ نے ادا کیا ایسا کوئی کر نہیں سکتا شیعہ ناحق لڑتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ خلفاء ثلثہ کا شکر ادا کرو کہ انہوں نے حضرت علی کو آرام پہنچایا ورنہ ابتدا ہی سے مشقت میں پڑتے کیونکہ اُن کی خلافت آجکل کے اودھ کے بادشاہوں کی سی تھوڑا ہی تھی کہ اپنے عیش میں مشغول ہیں رعایا مرے کہتا ہی کہ وہاں تو یہ ہونا تھا کہ کوڑا لیکر تمام

رات گشت کرتے۔ تھے مخلوق آرام سے سوتی جنگلوں میں جہاں جگہ مل جاتی پتھروں پر سو جا
مشکوں سے پانی بھر بھر کر گھروں پر پہنچاتے خدا کے خوف کی یہ حالت تھی کہ زمین پہ کوڑا مار کر فر
اے کاش عمر تو پیدا ہی نہ ہوتا۔ تیری ماں تجھے نہ جنتی اے کاش میں گھاس ہوتا۔ جو چوپائے چر جا
ایک دفعہ قحط سالی میں تیل کھاتے کھاتے آپ کے پیٹ میں قراقر پیدا ہو گیا تو آپ نے انگلی سے پیٹ کو دبا
یوں فرمایا کہ ہمارے پاس تیرے لئے سوائے اس کے کچھ نہیں ہے جب تک مخلوق آرام میں نہ ہو
اللہ اکبر ہے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا	کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کیلئے	جامع

(۴۰) **حکایت** فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگل میں گشت فرما رہے تھے
کہ یکایک ایک خیمہ میں کچھ روشنی نظر آئی آپ اس کے قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ درد کی وجہ سے
کوئی رو رہا ہے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک مسافر ہے کسی جگہ کو جا رہا تھا راستہ میں اس کی بیوی
کے درد زہ شروع ہو گیا اس لئے یہیں خیمہ کھڑا کر لیا ہے اور اس کی بیوی درد کی وجہ سے بے چین
ہے اور کوئی عورت ساتھ نہیں ہے جو اس کام کو انجام دے اس وجہ سے اور زیادہ پریشانی ہ
آپ انہیں پیروں گھر لوٹ آئے اور بیوی صاحبہ سے کہا کہ تم یہاں آرام سے سوتی ہو اور تمہاری
ایک بہن جنگل میں درد کی وجہ سے بے چین ہے جلد چلکر اس کام کو انجام دو بیوی بھی ایسی مطیع اور
خدا ترس تھیں کہ فوراً ساتھ ہو لیں (غور کا مقام ہے کہ امیر المومنین کی بیوی ایک مسافرہ کے بچہ جنا
نے کے لئے پا پیادہ جنگل میں تشریف لے جاتی ہیں یہ ہے وہ خلافت جس پر شیعہ سر پیٹتے ہیں کہ
آرام نہ جامع) جب خیمہ پر پہونچے تو آپ نے اس شخص سے کہا کہ اب تم باہر آجاؤ میرے ساتھ یہ بی
بی اس کام کے لئے آگئی ہیں اب کوئی فکر کی بات نہیں (اور آپ نے راستہ میں بیوی کو یہ سمجھا دیا
کہ دیکھو میرا امیر ہونا ظاہر نہ کرنا وہ بیچارہ شرمندہ ہوگا) چنانچہ آپ نے اندر پہونچکر تدابیر وضع حمل اختیار
کیں لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے فرط خوشی میں (کیونکہ طبعاً لڑکے کی خوشی زیادہ ہوتی ہے گو لڑکیوں سے
بھی نفرت نہ ہو) فرمایا البشریٰ لابن یا امیر المومنین اور اس کا خیال نہ رہا کہ آپ نے منع فرمایا تھا وہ شخص
امیر المومنین کا نام سنکر گھبرا گیا آپ نے اسکو بہت تسلی تشفی کی اور پھر مکان واپس تشریف لے آئے
(۴۱) **حکایت** فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت فرما رہے تھے اور غلام بھی آپ کے ساتھ
تھا کہ دفعتہً ایک خیمہ میں سے بچوں کے رونے کی آواز آئی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کو فاقہ ہے اور ماں
نے چولھے پر خالی ہانڈی چڑھا دی ہے اور وہ انہیں سمجھا رہی ہے کہ گھبراؤ نہیں اب کھانا تیار ہوا جاتا ہے

Marfat.com

صبر کرو۔ آپنے یہ حالت دیکھ کر اُن سے فرمایا کہ تم نے امیر المومنین کو اطلاع کیوں نہیں کی انہوں نے
کیا اطلاع کرنا ہمارے ذمے ہے آخر امیر المومنین کیوں بن بیٹھے ہیں قیامت کے دن دیکھیں گے
خاموش ہو کر مکان تشریف لے آئے اور کچھ غلہ کچھ ستو لیکر اپنے سر پر رکھ کر چلے غلام نے عرض
کہیں لیچلوں تو آپنے فرمایا لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ قیامت میں عمر کی طرف سے تو جواب دہ
کوئی نہ ہوگا۔ عمر ہی سے جواب طلب ہوگا۔ سارا سامان اُس کے خیمہ پر پہنچا کر اُس کے حوالہ کیا۔
غلام نے عرض کیا واپس چلئے فرمایا ابھی نہیں چلونگا جس طرح میں نے ان بچوں کو روتا ہوا دیکھا ہے
ہنستا ہوا نہ دیکھ لونگا اُس وقت تک نہ جاؤنگا اور آپ اس خیمہ کے ادھر اُدھر ٹہلنے لگے تھوڑی دیر
بعد جب کھانا تیار ہو گیا اور بچے کھانے کو بیٹھے تو خوشی میں ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کرتے تھے
یہ حالت آپ دیکھ چکے تو اُن سے فرمایا کہ بھائی یہ بڑی بے انصافی ہے کہ امیر المومنین تنہا ایک شخص
وہ سب کی نگرانی کیسے کر سکتا ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اُس کی مدد کریں اپنی اپنی حاجات کی اُسے
اطلاع کریں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ تیرہ برس آپ کی خلافت رہی کام اس قدر کیا کہ جس کی کوئی
نہیں۔ تقویٰ اور خشیت حق وہ ایک الگ مستقل کام تھا۔ غرض کہ ہر کام کا یہ ایسا حق ادا کیا ایسا کہ
کوئی کر نہیں سکتا۔ راقم یہ کہتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ سینہ
فاروق اعظم بمنزلہ خانہ تصویر کن کہ در ہائے مختلف دارد و ہر درے صاحب کمالی نشستہ ودر یکے در
اسکندر و ذو القرنین باں ہمہ سلیقہ ملک گیری و جہان ستانی و جمع جیوش و بہم زدن اعدا و در دیگر نوشیروانے
باہمہ رفق ولین و رعیت پروری و داد گستری اگرچہ ذکر نوشیروان در مبحث فضائل فاروق اعظم سوء ادب
است ودر دیگر امام ابو حنیفہ یا امام مالک باں ہمہ قیام بعلم فتویٰ و احکام و در دیگر مرشدے
مانند عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا خواجہ علاؤ الدین و در دیگر محدثے بروزن ابو ہریرہ و ابن عمر و در دیگر
مانند جلال الدین رومیؒ یا شیخ فرید الدین عطار ومردمان گرداگرد ایں خانہ ایستادہ و ہر محتاجے حاجت خود را
از صاحب فن درخواست می نماید و کامیاب می گرداد ۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

(۴۲) حکایت۔ فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر
کو وفات سے دو برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ پیشانی کا پسینہ صاف کر رہے ہیں پوچھا یا امیر المومنین
آپ کا کیا معاملہ ہوا فرمایا اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں قریب تھا کہ عمر کا تخت الٹ
جائے۔ مگر میں نے اللہ کو بڑا رحیم و کریم پایا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھو ایسے بندے کو ...

Marfat.com

جس کی لوگ ہوسیں کرتے ہیں کیا حضرت عمرؓ جیسا انصاف کسی میں ہو سکتا ہے اور پھر بھی اُن کا پو
(۴۳) **حکایت** - فرمایا کہ ایک گنوار رئیس لفٹننٹ گورنر سے ملنے گیا اور تعریف
سلسلے میں کہنے لگا کہ ابتک جتنے آئے سب ٹرہی آئے جیسے انسپکٹر کلکٹر سکرٹریس نر تو ایک تو
(تو) آیا ہے -
(۴۴) **حکایت** - فرمایا کہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کر
کرایہ کے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے راستہ میں کوئی چیز گر گئی - گھوڑا ذرا آگے بڑھ گیا جب معل
ہوا تو گھوڑے کو وہیں روک کر خود اُتر کر وہ چیز اُٹھا کر لائے اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے - کسی نے عرض
کہ گھوڑے ہی کو لوٹا کر اُس کو اُٹھا لیتے فرمایا کہ یہ مسافت عقد میں نہ ٹھیری تھی اس لئے ایسا کرنا جائز نہ
تھا - ہمارے حضرت نے فرمایا کہ سلف میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اگر ہم ہوتے تو اُس کے جائز کرنے کے
ہزار بہانے نکال لیتے -
(۴۵) **حکایت** - فرمایا کہ ایک شخص سے کسی نے پوچھا روزہ رکھو گے کہا ہمت نہیں
پھر افطار کے وقت کہا کہ افطاری کھاؤ گے - کہا کہ اگر فرض ادا نہ ہو سکے تو کیا سنت بھی ادا نہ کریں -
ایسے کیا بالکل کافر ہی ہو جائیں -

زسنت نہ بینی در ایشاں اثر   بجز خواب پیشیں و نانِ سحر

(۴۶) **حکایت** - فرمایا کہ شاہجہاں پور میں ایک شخص اتنے دراز قامت تھے کہ قوالی میں
بیٹھے تھے - شیخ مجلس سمجھے کہ کھڑا ہے اس لئے کہا کہ میاں بیٹھتے کیوں نہیں کھڑے کیوں ہو اُس نے جو
دیا بیٹھا تو ہوں کہنے والے بڑے شرمندہ ہوئے -
(۴۷) فرمایا کانپور میں ایک پنجابی درویش مسافر تھے جو صاحب سماع بھی تھے گر میرا بڑا ادب
کرتے تھے اگر کبھی سماع کے وقت میں پہنچ گیا - تو اُنھوں نے گانے کا سامان فوراً اُٹھوا دیا - وہ جب کبھی
مجھے ملتے تو فرماتے کہ خواجہ رات کا سونا چھوڑ دے جو کچھ کسی کو ملا ہے رات کے جاگنے ہی سے ملا
میں نے ہنس کر کہا کہ سونا تو نہیں چھوڑا جاتا - راگ ہو تو چھوڑ دوں -
(۴۸) فرمایا کہ سعادت علی خاں بڑا فارسی دان اور حاضر جواب تھا اُس کی حکایت ہے کہ اُس نے
ایک سنی کو قاضی بنا دیا تھا - اس پر شیعوں نے شکایت کی کہ آپ نے ایک عمری کے عدالت سپرد کر
سعادت علیخاں نے کہا کہ چوں عدل بعمر تعلق دارد لاجرم بعمریاں سپردہ شد -
(۴۹) **حکایت** - فرمایا کہ سعادت علی خاں نے ایک کہار کو نوکر رکھا اُس کی وجہ سے

بھی بہت کہار ملازم ہو گئے۔ کسی امر پر اُس کو برخاست کر دیا تو اور سب کو بھی نکال دیا۔ اُنہوں نے شکایت کی عرضی دی کہ ہمارا کیا قصور تو اُس نے جواب دیا ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد	نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

مہرا کہار کو کہتے ہیں)

(۵۰) حکایت ۔ فرمایا کہ سعادت علی خاں کسی کایستہ کو ملازم نہ رکھتا تھا کہ رشوت خوار ہوتے ہیں۔ اُن کو ایک کایستہ نے لکھا کہ

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد	خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

سعادت علی خاں نے جواب میں لکھا کہ ۔ لیکن وقت خوردن ہمہ برابر مے شوند ۔

(۵۱) فرمایا کہ ایک مرتبہ انشاء اللہ خاں ننگے سر کھانا کھا رہے تھے پیچھے سے سعادت علی خاں نے ایک چپت رسید کیا اور چپکے ہو گئے ۔ انشاء اللہ خاں سمجھ گیا مگر نیچے گردن کئے نہایت متانت سے بولا کہ اللہ میاں والد صاحب کی قبر کو ٹھنڈی کرے اور یہ کہکر چپ ہو گئے۔ سعادت علی خاں نے پوچھا کیا ہے کہا مجھے اس وقت اُن کی ایک بات یاد آ گئی پوچھا کیا کہا کچھ نہیں سعادت علی خاں نے کہا کچھ تو کہو۔ انشاء اللہ خاں نے کہا کہ اس وقت والد صاحب کا ایک ارشاد یاد آ گیا فرمایا کرتے تھے کہ ننگے سر کبھی کھانا نہ کھاؤ ورنہ شیطان چپت مارتا ہے ۔ سعادت علی خاں دم بخود رہ گیا ۔

(۵۲) حکایت ۔ فرمایا کہ سعادت علی خاں کاتب کی حرفی غلطی پر اُس حرف عدد کی نوع جرمانہ کرتا تھا اور خود بھی دیتا تھا ایک مرتبہ ایک نئے منشی نے کسی مقام پر لفظ نوع کا عین چھوڑ دیا ۔ تو اُس نے اُس پر یہ لکھا کہ منشی تو لفظ نوع را لطرز نو نوشت عین خطا کرد ہفتاد روپے جرمانہ ۔

(۵۳) فرمایا کہ ایک رزیڈنٹ جو فارسی کا بہت مدعی تھا اُس نے نواب صاحب سے کہا کہ لفظ ہجر جو مشہور ہے ہجر بالکسر ہے ۔ انشاء اللہ خاں نے کہا کہ درست ہے چنانچہ ایک شعر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔

شب قدر است طے شد نامہ ہجر	سلام فیہ حتی مطلع الفجر

(ف کا زیر پڑھا) اُسی رزیڈنٹ نے ایک مرتبہ کہا کہ گلستاں میں جو ہے ۔ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد یہ خفتہ نہیں بلکہ خفیہ ہے انشاء اللہ نے کہا کہ درست ہے چنانچہ اوپر کے شعر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

تا مرد سخن نگفتہ باشد ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست	عیب و ہنرش نہفتہ باشد شاید کہ پلنگ خفیہ باشد

رزیڈنٹ چپ ہی تو ہو گیا ۔

Marfat.com

(۵۴) حکایت۔ فرمایا کہ ایک امیر شخص نے ایک باورچی خشک تنخواہ پر رکھا۔ باورچی سمجھا کہ
ہی کرینگا۔ آقا صاحب کھانے کے بعد ہنڈیا منگا کر پونچھ لیتے اور فرماتے لاؤ مکہ میں ہی جھاڑو دیدوں۔ ایک
باورچی جل گیا اور منہ پر ہانڈی مار کر کہا کہ لو حجر اسود کو بھی بوسہ دے لو (کیونکہ ہانڈی کالی ہوتی ہے)

(۵۵) حکایت۔ ایک صاحب نے ایک قصباتی سے جہاں کے احمق مشہور ہیں کہا کہ
قصبہ میرٹھ نامے گدھیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ کہنے لگے کہ کون کہتا ہے وہاں تو سب گدھے ہی گدھے
انھوں نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں میں غلطی پر ہوں۔

(۵۶) حکایت۔ فرمایا کہ شیخ شمس الدین ترکؒ کو حضرت صابرؒ نے پانی پت کی
سپرد کی۔ اُس زمانہ میں حضرت شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اُنہوں نے اپنا ایک پیالہ
پانی سے بالکل لبریز بھرا شاہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا آپ نے اُس پر ایک پھول
رکھ کر واپس فرما دیا۔ شاہ قلندر رحمۃ اللہ کا یہ مقصود تھا کہ جیسے کہ یہ کٹورا پانی سے لبریز ہے اور
میں اور پانی کی گنجائش نہیں اسی صورت سے میری ولایت سے یہ پانی پت لبریز ہے اس میں آپ کے
قیام کی حاجت نہیں شیخ شمس الدینؒ نے پانی کے پیالہ پر پھول رکھ کر یہ کہدیا کہ کچھ حرج نہیں میں مثل
پھول کے رہونگا۔ جیسا کہ اس پیالہ میں پھول سما گیا سبحان اللہ بزرگوں کے کیا لطیف سوال جواب
ہوتے ہیں۔

(۵۷) حکایت۔ فرمایا کہ ایک عقلمند طالب علم نے مولانا محمد یعقوبؒ سے پوچھا کہ حضرت
راجحس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا بھائی کوئی ہندو ہوگا۔ جب کتاب دیکھی تو اُس میں لکھا تھا حنظل راجحس
آپ نے راکو بحس میں ملا کر راجحس کر دیا۔

(۵۸) حکایت۔ فرمایا کہ انبہٹہ کے ایک طالب علم نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے
چوہوں کی شکایت کی اور آپ نے سنکھیا کی گولی رکھنے کو فرما دیا اور یہ ہدایت کی کہ پانی وغیرہ کا
کر دینا وجہ یہ تھی کہ اُسے چوہے گولی کھا کر نہ پینے پاویں۔ اُنہوں نے گولی رکھ کر جا بجا پانی رکھدیا
پھر آکر عرض کیا کہ حضرت چوہے تو نہیں مرے فرمایا کہیں پانی تو نہیں رکھا تھا کہا پانی تو جگہ جگہ رکھ
دیا تھا۔ آپ نے ہی تو فرمایا تھا کہ پانی کا انتظام کر دینا۔ وہ اللہ کا بندہ انتظام سے یہ معنی سمجھا۔

(۵۹) حکایت۔ فرمایا کہ ایک غالی فی الالفاظ طالب علم دیوبند میں پڑھتے تھے سنار کو
زیور بننے کیلئے دیا تھا وہ بار بار ٹالتا تھا آپ نے ایک مرتبہ اُس سے ذرا سختی سے کہا کہ تم خواہ مخواہ دق کرتے
ہو زیور کیوں نہیں دیتے سنار نے کہا اچھا آج دیدوں گا تو آپ نے فرمایا کہ وقت کی تعیین کرو آج کا اط

Marfat.com

وشام تک آتا ہی اب وہ بیچارہ سنار ان کے منہ کو دیکھنے لگا کہ تعین اور اطلاق کسے کہتے ہیں۔

(٦٠) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ایک رئیس صاحب کو لغت بولنے کا بہت شوق تھا ایک دفعہ ان کے پاس گاؤں سے آدمی آئے تو اُن سے آپ نے پوچھا کہ امسال تمہارے کشت زار گندم پر تقاطر امطار ہوا یا نہیں۔ گاؤں کے لوگ چونکہ بڑے چلتے ہوئے ہوتے ہیں لہذا فوراً ایک شخص نے ان میں سے کہا کہ چلو میاں اس وقت قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ جب آدمیوں کی بولی بولیں گے تب آویں گے۔

(٦١) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ایک طوائف کہ جس کا نام نہنی تھا مختلف شعرا کے پاس گئی کہ میرا سجع کہدو اور انہیں کچھ روپے بھی دیتی تھی۔ مگر سب نے انکار کر دیا کہ ہم سے اس میں جوڑ نہ بیٹھیگا۔ آخر میں استاد ذوق کے پاس گئی کہ استاد میرا سجع کہد یجئے اور یہ روپے لے لیجئے ورنہ تمام میں بدنام کرونگی۔ ذوق نے نام پوچھا تو نہنی ۔ ذوق نے کہا کہ کیا نیا ہی کلام ہونا ضروری ہے یا پرانے شعرا کے کلام میں سے بھی کافی ہے۔ اُس نے کہا کہ نئے پرانے کی کوئی قید نہیں۔ ذوق نے کہا کہ " نازت بکشم کہ نازنینی ۔ بہت خوش ہوئی اور ذوق کو کچھ روپے دینے لگی اُنہوں نے واپس کر دیا۔

(٦٢) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ایک مقام پر دو بہنوں کی دو جگہ شادی ہوئی ۔ اور ان دونوں میں چھوٹی بہن خوبصورت تھی اور ہم زلفوں میں ایک دوسرے کے یہاں آپس میں پردہ نہ تھا (نہ معلوم لوگوں نے کیا خبط سوچا ہے کہ جس میں اپنا ضرر ہو اُس سے بھی نہیں بچتے) بے تکلف آتے جاتے تھے جن کے گھر میں بڑی بہن تھی وہ چند بار منہ پر لائے کہ جیسی اسکی (یعنی چھوٹی بہن کی) صورت ہے ایسی میری بیوی کی نہیں ہے اور کئی دفعہ اسکو مجمع میں بھی کہا کہ چھوٹی کا نکاح مجھ سے نہ کر دیا۔ بڑی کو میرے سر مڑھ دیا اور اُس بیچاری کو بہت تنگ رکھتا تھا بالآخروہ مر گئی۔

(٦٣) **حکایت** ۔ فرمایا کہ پہلے دنیا دار بھی بزرگ سیرت ہوتے تھے ایک وزیر کسی بزرگ سے ملنے گئے (بزرگ نے یہ سمجھ کر کہ یہ مہمان ہے اُس کے مذاق کی بات کرنا چاہیے معارف وحقائق یہ کیا سمجھے گا) اس لیئے اُنہوں نے اُس وزیر سے پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے آپ کے بادشاہ کیسے ہیں آجکل کیا انتظامات ہیں وزیر یہ سنکر کہنے لگا کہ یہ باتیں تو وہاں سے چھوڑ کر آیا ہوں اور یہی یہاں سُننے کو ملی (پہلے دنیا دار بھی سمجھتے تھے کہ کس مجلس میں کیا باتیں کرنا چاہئیں) اُن بزرگ نے فرمایا کہ بھائی یہ باتیں تو میں نے تیری خاطر سے کیں ورنہ میرا اصل مذاق تو وہی ہے۔

(٦٤) **حکایت** ۔ فرمایا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ غلبۂ حال میں پڑھ رہے

Marfat.com

تھے کہ ؎

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی	ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

جیسے مومن کہتا ہے ع جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی ۔ ایک منکر شخص بھی وہاں تھ
اُس نے اعتراض کیا کہ اگر خر پیدا شود۔ تو آپ نے اُسکی طرف اشارہ کرکے فرمایا ۔ پندارم توئی۔ غلب
حال بعض وقت حد سکر تک ہوتا ہے جبھی تو اُسے تفریح کا جواب دیا ۔ بیچارے مزے سے رہ
تھے۔ اُس گدھے نے خواہ مخواہ کھنڈت ڈالی ۔

(۶۵) **حکایت**۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی عجیب عجیب طرح سے حفاظت کرتا ہے
ایک جگہ سے کچھ مزدور ایک دیوار کو گرا رہے تھے اور جلدی گرانیکی وجہ سے یہ سوچا کہ اسکی جڑ خالی ک
دیوار خود بخود گر جائیگی ۔ چنانچہ اُسکی جڑ خالی کر دی ۔ جب دیوار گرنے کو ہوئی تو سب یہ کہتے ہوئے بھاگ
(ارے بھاگو دیوار گری) ایک آدمی جو ہاتھ میں بلبل لئے ہوئے تھا یہ کلمہ سُنکر بدحواسی میں اُدھر ہی کو بھ
جدھر دیوار گر رہی تھی ۔ بس وہ اُسی دیوار کے تلے دب گیا ۔ جس وقت مٹی اُٹھا کر نکالا ہے تو آدمی ک
تو سرمہ ہو گیا تھا ۔ مگر اُس کے ہاتھ میں جو بلبل تھی وہ صحیح و سالم تھی کیونکہ اُس کے آس پاس دو اینٹیں
اس صورت سے آکر کھڑی ہو گئی کہ جس سے بیچ میں خلا بن گیا ۔ اُس میں بلبل بیٹھی رہی) دیکھیے جس ک
اللہ تعالیٰ بچانا چاہتے ہیں اُس کی کیسی کیسی ترکیبیں ہو جاتی ہیں ؎

کار ساز ما بساز کار ما	فکر ما در کار ما آزار ما ۱۲ جامع)

(۶۶) **حکایت** ۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک قصہ بیان فرماتے
کہ ایک مقام پر دو میاں بیوی نہایت خوشحال رہتے تھے اُن کے کوئی اولاد نہ تھی آرام سے رہتے تھے ۔ ایک ر
ایک کوٹھڑی کے اندر سو رہے تھے ۔ اُسی کوٹھڑی میں چوروں نے نقب لگائی (کیونکہ اُس کوٹھڑ
میں روپے نکلنے کا گمان تھا ۔ پھر احتیاط کیلئے اُنکی چارپائی وہاں سے پکڑ کر باہر صحن میں رکھدی ۔ ک
جاگ کر غل نہ مچاویں ۔ جونہی چارپائی باہر رکھ کے آئے ہیں کہ یکایک چھت گر گئی ۔ سولہ کے سولہ
دبکر مر گئے ۔ جب میاں بیوی صبح کو اُٹھے تو دیکھا کہ ہماری چارپائی باہر ہے اور چھت گری پڑی
خدا کا بڑا شکر ادا کیا ۔ مٹھائی تقسیم کی اور سمجھے کہ ضرور ہماری چارپائی فرشتوں نے اُٹھا کر با
رکھدی ہے ۔ جب مزدوروں کو بُلا کر وہاں سے مٹی اُٹھائی گئی تو سولہ نعشیں نکلیں اُس وقت سمجھ میں آ
کہ چارپائی اُٹھانے والے یہ سولہ شیطان یعنی چور تھے ۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھیے تو ان م
بیوی کی تو حیات اور اُن چوروں کی موت مقدر تھی اُن کے دل میں کیا مال کی محبت ڈالی کہ غلا

Marfat.com

کہ نقب لگاؤ مال ملیگا۔ اور کیسی چارپائی باہر رکھوائی۔

(۶۷) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک بھنگی ڈوبا جاتا تھا۔ لوگوں نے اُسکے نکالنے پر کوئی توجہ نہ کی تو اُس نے پکار کر کہا کہ ارے دوڑو نبی زادہ ڈوبا جاتا ہے۔ اُس کے اس کہنے پر لوگ دوڑ پڑے اور اُسے صحیح وسالم نکال لیا۔ بعد میں اُسے خوب پیٹا اُس نے کہا مارنے کی کیا بات ہے کیا آدم علیہ السلام نبی نہ تھے اور کیا میں اُن کی اولاد نہیں ہوں۔

(۶۸) **حکایت**۔ فرمایا کہ سر سید احمد بڑے حوصلے کا آدمی تھا۔ مگر اُس نے خوامخواہ دین میں ٹانگ اڑا کر اپنے آپ کو بدنام کیا۔ ورنہ اس کو تو لوگ دنیا کا تو ضرور ہی پیشوا بنا لیتے بڑا محب قوم تھا دین میں رخنہ اندازی کرنے کی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے تھے اسی سے نقصان ہوا اسکے حوصلہ کا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص لفٹنٹ گورنر کے پاس گیا اور یہ کہا کہ سر سید احمد کا داماد ہوں آپ مجھے کوئی جگہ دیدیجئے۔ لفٹنٹ گورنر نے کہا کہ آپ ذرا ٹھیریں اور کبھی کبھی مجھ سے ملتے رہیں اس کے بعد لفٹنٹ گورنر نے سر سید احمد کو خفیہ تار دیا کہ ایک شخص جس کا یہ نام ہے ہمارے پاس آیا ہے اور یہ کہتا ہے۔ آپ اس میں کیا کہتے ہیں سر سید احمد نے جواب دیا کہ واقعی وہ جیسے کہتا ہے صحیح ہے میرا ہی داماد ہے آپ جس قدر اُس کے ساتھ احسان کریں گے وہ میرے ہی ساتھ ہوگا اس جواب کے آنے کے بعد لفٹنٹ گورنر نے اُس کو نوکری دیدی ایک دن باتوں باتوں میں لفٹنٹ گورنر اس شخص سے کہنے لگا کہ ہم نے تمہارے خسر سر سید احمد سے یہ پوچھا تھا اُنہوں نے یہ جواب دیا یہ سُنکر بہت پریشان ہوا اور چھٹی کا موقع دیکھتا رہا کہ جب چھٹی ملے تو اُن سے جا کر معذرت کروں جب اُن کو اتفاق سے چھٹی ملی تو سر سید احمد کے پاس گئے اور قدموں میں گر گئے سر سید احمد نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اُس نے کہا کہ میں وہی نالائق ہوں جس نے لفٹنٹ گورنر سے آپکی نسبت ایسے ایسے کہا میں کیا کروں میرے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا۔ سر سید احمد نے کہا کہ نہیں نہیں آپ گھبرائیے نہیں۔ داماد ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کوئی میری بیٹی ہوتی۔ اور وہ آپ سے منسوب ہوتی۔ اب یہ ہو سکتا ہے کہ جو آپ کی منکوحہ ہے اُسے میں بیٹی بنا لوں چنانچہ اُن کی منکوحہ کو بلایا اور جہیز وغیرہ دیکر نہایت خوشی واحترام سے رخصت کیا۔

(۶۹) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک رئیس پنجاب کے آرہے تھے راستہ میں علی گڈھ کا اسٹیشن آیا وہاں سر سید احمد بھی سوار ہوئے گاڑی ہی میں ان رئیس صاحب کا اُن سے تعارف ہوا مختلف باتیں ہوتی رہیں اسی میں اُنہوں نے پوچھا یہ کون اسٹیشن ہے سر سید احمد نے کہا کہ علیگڈھ

Marfat.com

ہے۔ رئیس صاحب نے کہا کہ یہ وہی علیگڈھ ہے جس میں ایک سرسید احمد خبیث رہتا ہے۔ اُس نے بڑی تخریب کی ہے اور اس کے سوا بہت کچھ کہتا رہا۔ سرسید احمد نے کہا کہ ہاں یہ وہی علیگڈھ ہے جس میں وہ خبیث رہتا ہے اور وہ تو اس سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ پھر ان رئیس صاحب نے کھانا نکالا کہ آئیے کھانا کھا لیجئے اُنہوں نے عذر کیا جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو سرسید احمد نے کہا کہ مجھے ایسا عذر ہے کہ اگر آپ کو خبر ہو جائے تو آپ میرا اس گاڑی میں بیٹھنا بھی گوارا نہ کریں اُنہوں نے کہا خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا۔ کہا کہ میں وہی سرسید احمد ہوں جس کی آپ تعریف کر رہے تھے۔ بس کیا تھا یہ رئیس صاحب قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے کس کمبخت نے آپ کو بدنام کیا ہے آپ تو بڑے وسیع الاخلاق ہیں۔ بس پھر تو وہ مرید ہو گیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ وہ انگریزوں کا خیر خواہ تھا یہ غلط ہے۔ بلکہ بڑا دانشمند تھا یہ سمجھتا تھا کہ انگریز برسر حکومت ہیں اُن سے بگاڑ کر کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اُن سے مل کر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

(۷۰) **حکایت** فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک انگریز جو جج تھا۔ فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا تھا۔ سرسید احمد بھی اسٹیشن علی گڈھ پر سوار ہوئے جو انگریز کو ناگوار ہوا۔ یہ کسی ضرورت سے گاڑی سے اترے تو اُس نے اپنے خانساماں سے اُن کا اسباب گاڑی سے باہر پھنکوا دیا جب یہ آئے تو وقت کے منتظر رہے وہ اتفاق سے ہوٹل میں گیا۔ انہوں نے اپنے نوکر سے اپنا اسباب رکھوا لیا اور اُس کا اسباب پھنکوا دیا وہ آکر بڑا خفا ہوا کہ یہ اسباب کس نے نکلوایا ہے۔ سرسید احمد نے جواب دیا کہ جس کا تم نے نکلوایا تھا۔ جج نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہم کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہم کون ہیں۔ اُس نے کہا ہم جج ہیں سرسید احمد نے کہا کہ ہم جج کے باپ ہیں انگریز نے کہا کہ گالی دیتے ہو اُنہوں نے کہا کہ سید محمود ہائی کورٹ کا جج نہیں ہے ہم اُس کے باپ ہیں۔ پھر وہ انگریز معذرت کرنے لگا کہ اخاہ سید صاحب ہیں۔ سرسید نے کہا کہ تم لوگ بڑے بے حیا ہو تہذیب کا دعویٰ کرتے ہو اور تہذیب خاک بھی نہیں۔

(۷۱) **حکایت** - فرمایا کہ ایک دفعہ سرسید احمد کا لڑکا حامد جو سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا سفر کر رہا تھا اور اُن کے کوئی دوست سب جج بھی اسی گاڑی میں دوسرے درجہ میں بیٹھے ہوئے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ سب جج صاحب فرسٹ کلاس میں بیٹھے تھے اور اُس میں ایک فوجی انگریز تھا بعضے انگریز چونکہ ہندوستانیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اُسے بُرا معلوم ہوا اور کمر لگا کر بیٹھ گیا

Marfat.com

بید سے ان سب جج صاحب کو اشارہ کیا کہ رہوں (یعنی پاؤں دباؤ۔ جب عذر کیا تو بید لیکر کھڑا ہو گیا یہ بیچارے کمزور جسم کے تھے مجبوراً پاؤں دبانے لگے۔ ایک اسٹیشن آگیا تو گلاس اُن کے ہاتھ دیدیا کہ لیمنڈ اور برف لاؤ غرضکہ بیچارے کو خدمت گار بنالیا۔ برف گاڑی ڈھونڈتے پریشان پھرتے تھے حامد کی بھی اُن پر نظر پڑ گئی اُس نے آواز دی اُنہوں نے پریشانی میں نہیں سُنی۔ پھر مکرر کئی آواز پر خود آئے اور سب قصہ سُنا۔ چونکہ حامد بڑا قوی ہیکل جوان تھا اُس نے کہا کہ تم اپنا ٹکٹ مجھے لاؤ اور یہاں بیٹھو۔ یہ اُس درجہ میں پہنچے انگریز نے دیکھا کہ اب کے یہ کیا بلا آئی۔ جب گاڑی چلی یہ بھی اُسی کمر لگاکر بیٹھے اور اُس انگریز کو بید سے اشارہ کیا کہ (رہون) یعنی ہمارے پاؤں دباؤ اُس نے انکار یہ بید لیکر کھڑے ہو گئے وہ ان سے چونکہ کمزور تھا۔ اس لئے پاؤں دبانا پڑے۔ جب اسٹیشن آیا۔ تو اُس کے ہاتھ میں دیا کہ لیمنڈ اور برف لاؤ۔ پھر تو وہ جان بچاکر کسی تیسرے درجے میں جاکر چھپ گیا ایسے ہی اس خاندان کے بہت سے واقعات عجیب غریب ہیں۔ یہ انگریزوں کو اچھا سمجھتے تھے مصلحت کی بناء پر اُن سے ملتے تھے کہ اُن کی موافقت میں بہت مفاسد سے حفاظت ہی اور اب تو۔ اگر سوراج ہوا تو ہندوؤں کا ہوگا۔ اور مسلمانوں کی ساتھ جو برتاؤ ہوں گے سب دیکھیں گے۔ صدق الشیخ رأینا مارأینا

(۴۲) حکایت فرمایا کہ عورتوں کے اندر فطرۃً حیا ہوتی ہے۔ ایک مقام پر ایک آزاد خیال رئیس نے اپنی بیوی سے پردہ توڑنے کو کہا تو اُس نے انکار کر دیا۔ ایک دن بندوق لیکر آئے کہ یا تو پردہ توڑ دو ورنہ آج ہی ختم کرتا ہوں اُس نے کہا مرنا منظور ہے پردہ توڑنا منظور نہیں چنانچہ فیر کر دیا اور بیچاری نے جان دیدی (اللہ مغفرت کرے جامع) مگر پردہ نہیں توڑا۔

(۴۳) حکایت۔ فرمایا کہ ایک شہر میں طاعون تھا لوگوں نے شہر کے باہر اپنے رہنے کیلئے خیموں کے ٹینٹ کھڑے کر رکھے تھے اتفاق سے کسی خیمہ میں آگ لگ گئی اُس میں عورتیں تھیں۔ مردوں نے اُن عورتوں سے ہر چند کہا کہ آپ باہر تشریف لے آویں ہم منہ پر کپڑا ڈال لیں کہ کسی کی بے پردگی نہ ہوگی۔ لیکن وہ عورتیں باہر نہ آئیں اُس خیمہ سے نکلکر دوسرے خیمہ میں آئیں پھر اُس کے بعد پاخانہ میں گھس گئیں پھر پاخانہ میں بھی آگ پہنچ گئی۔ وہاں سے نہ نکلیں اور وہیں جلکر خاک ہو گئیں۔ چنانچہ غدر میں بھی سُنا ہی کہ بہت سی عورتوں نے کنوئیں میں ڈوب کر جان دیدی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ان کو عذاب تو ہوا ہوگا۔ فرمایا عذاب و ثواب خدا سے پوچھنا وہی تقسیم کرینگے۔ میں تو اس وقت یہ دکھلا رہا ہوں کہ عورتوں کے اندر فطرۃً کس قدر حیا ہوتی ہے اب یہ لوگ جو کوشش کر رہے ہیں کہ پردہ اُٹھ جائے یہ انشاءاللہ ہمیشہ حیدر روز کی مہمان ہے

Marfat.com

یکدم اُڑ جائیگی۔ جب یہ واقعات کثرت سے ہوں گے کہ آج اُس کی بہو کو وہ لیکے بھاگا آج اُس کی
نے اُڑادی۔ بس لوگوں کے ہوش خود درست ہوجائیں گے۔ مگر کچھ واقعات دیکھ کر یہ تحریک
ایک صاحب کا قول ہے کہ افسوس ہندو تو پردہ کرتے جاتے ہیں اور مسلمان پردہ اُٹھا رہے ہیں

(۷۴) **حکایت**۔ فرمایا کہ بھائی اکبر علی مرحوم فرماتے تھے کہ بریلی میں ایک رئیس
انتقال ہوا تو اُن کے صاحبزادے کے پاس لوگ تعزیت کو آرہے تھے ایک ہندو رئیس بھی آ
کہا کہ بہت صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو اُن کا سچا جانشین بنائے۔ اور کیوں نہ ہوں گے۔ عاقبت
گرگ زادہ گرگ شود۔

(۷۵) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک قصبہ میں ایک نواب صاحب تھے اُن کی بیوی
انتقال پر کلکٹر تعزیت کو آئے اور کہا کہ ول سردار صاحب ہمکو بڑا رنج ہوا کہ آپ کا بیوی مرگیا۔ نو
صاحب رو کر کہنے لگے۔ کہ کلکٹر صاحب وہ ہمارا بیوی نہیں تھا اماں تھا۔ ہمکو گرم گرم روٹی کھلاتا
پنکھا جھلتا تھا۔ اُن کا ہی قصہ ہے کہ جب وائسرائے کی آمد تھی اور کلکٹر وغیرہ منتظم تھے استقبال
جلسہ میں سب رؤسا کو باقاعدہ حسب مراتب پلیٹ فارم پر کھڑا کردیا تھا کہ میں خود ہر ایک کا تعارف
کا۔ یہ بھی موجود تھے۔ جب ٹرین آکر رکی تو سب سے اول کود کر وائسرائے کو گاڑی سے اُترتے ہو
گود میں اُٹھالیا۔ سب قواعد رکھے رہ گئے اور اس زور سے یہ شعر پڑھا کہ اسٹیشن گونج گیا

الٰہی درجہاں باشی باقبال ۔۔۔ جواں بخت و جواں دولت جواں سال

مگر وائسرائے اخلاق سے اُن سے کہنے لگے کہ ول سردار صاحب تم اچھا ہے۔

(۷۶) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک قصبہ کے ایک سرکاری اسکول میں ایک شریف مسلم
ماسٹر تھے۔ اتفاق سے وہاں ڈائرکٹر صاحب آگئے۔ مگر اسکول کی چھٹی ہوچکی تھی۔ ان کو خبر گئی
پہونچے تو وہ گھوڑا لیئے کھڑے ہیں اُنہوں نے اُس کی باگ نہیں تھامی جب سائیس آیا تو اُس نے
تھامی اور یہ اندر پہنچے۔ اسکول کا معائنہ کیا اور اچھا لکھا اور چلتے وقت نام لیکر کہا کہ ماسٹر صاحب
ہم خیر خواہی سے ایک بات بتلاتے ہیں۔ تمہارے اس واقعہ کی ہم نے تو قدر کی اور معلوم
ہے تم شریف ہو اور شریف آدمی کبھی ایسی ذلت گوارا نہیں کرتا کہ کسی کا گھوڑا تھامے لیکن آئندہ
ایسے لوگ نہ آئیں گے جو اس کی قدر کریں۔ اس لیئے یا تو تم نوکری چھوڑ دو یا آئندہ اور افسر
ساتھ ایسا نہ کرنا۔

(۷۷) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک شریف سید کسی انگریز کے سر رشتہ دار تھے انگ

بات پر اُن کو بُرا بھلا کہا اُنہوں نے قلمدان اُٹھا کر اُس پر پھینک مارا اور کام پر سے چلے آئے۔ ...رے دن حاکم خود مکان پر پہنچا اور معذرت چاہی اور اپنے ساتھ ٹمٹم میں بٹھا کر لایا اتفاق ...اُن کی بدلی ہوگئی اور اُن کی جگہ دوسرا سررشتہ دار آیا۔ تو چونکہ اس حاکم کی بُرا بھلا کہنے کی عادت ...اُس نے اُسے بھی یوں ہی کہنا چاہا وہ بھی سید صاحب ہوگیا۔ وہ گھبرا کر کہتا ہے کہ کیا تم اُن سید ...حب کا بھائی ہے اُنہوں نے کہا ہاں ہم سید صاحب کا بھائی ہیں اور واقعی ایسا ہی تھا۔ کہا آئندہ ہم کچھ نہ کہیں گے اُس پر سید صاحب کا ایسا اثر ہوا۔

(۷۸) **حکایت**۔ فرمایا ہمارے یہاں دو محلے ہیں ایک محلت اور ایک خیل ان دونوں ...اچھے بُرے کی بحث ہوا کرتی ہے۔ بعضے شوخ مزاج خیل والوں کو بیل کہتے ہیں وہ اُن کو محلت کی ...ال کہتے ہیں اتفاق سے ایک بار یہی بحث ہو رہی تھی اور میرے سب سے چھوٹے ماموں وہاں ...رہے سب نے ان کو حکم بنایا تو ماموں صاحب نے کہا کہ بھائی ایک فریق کا قول دوسرے پر حجت ...مگر شیخ سعدیؒ تو کسی کے جانبدار نہ تھے اُن کا فیصلہ خوب ہے سو وہ فیصلہ کر چکے ہیں چنانچہ ...والوں کیلئے فرمایا ہے۔

که باشند مشتے گدایان خیل		بمهمان دار السلام از طفیل	

محلت والوں کے لئے گلستاں میں یوں فرمایا ہے ؎

آئینہ داری در محلت کوراں

(۷۹) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک صاحب کا نام تھا شیخا اور اُن کے بیٹے کا نام تھا کرامت۔ ایک ظریف نے مزاح میں میاں کرامت سے کہا تھا کہ تمہارا نام مثنوی میں بھی ہے

ع برکرامت ہائے خود شیخا ملاف۔

(۸۰) **حکایت**۔ فرمایا کہ یہاں ایک شخص گرمیوں میں جنگل سے آرہا تھا راستہ میں مدرسہ ہے وہاں ماموں صاحب درس دے رہے تھے کھڑکی میں سے اندر نظر پڑ گئی اُن کے پاس کھڑا ہوا اور کہا کہ تم بہت شعر کہتے ہو ہمارے مصرعہ پر تو گرہ لگاؤ فرمایا کہو اُس نے کہا سنو دوستو ہے عجب ماجرا۔ ماموں صاحب نے فی البدیہہ فرمایا ع کہ آیا تھا مینڈھا ...نگا ماجرا۔ بس وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

(۸۱) **حکایت**۔ فرمایا کہ ماموں صاحب بہت ذہین تھے ایک غزل ہفت زبان میں لکھی تھی اُس میں ترکی بھاشا عربی فارسی سب کچھ تھی۔ عربی کا ایک شعر یہ تھا ؎

Marfat.com

	الوجہ کشمش باذغہ		والخد کبدر مقبول

اور مجھ سے اصلاح کی درخواست کی میں نے یہ اصلاح دی تھی

	الوجہ کشمس باذغہ		والخد کبد رمقبول

(۸۲) **حکایت**۔ فرمایا کنجپورہ میں نانا صاحب وکیل ریاست تھے۔ وہاں کھانے کو دال ماش کی دال ملتی تھی اور اُس میں تیل پڑتا تھا۔ اس سے اور بدمزہ ہو جاتی تھی نانا صاحب نے وہاں کے رئیس کو لکھا ؎

	دال ماش تو ئی مثال سریش مردماں می خورند و مے گو زند		روغن تلخ ہم درست کم و بیش شکر حق می کنند از پس و پیش

اُن رئیس صاحب نے حکم دیا کہ پیر جی صاحب کو روزانہ کھانا ہمارے خاصہ سے جایا کرے

(۸۳) **حکایت**۔ فرمایا کہ مولوی غوث علی صاحب کے ملفوظات میں ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ اتفاق سے گھر میں بیٹھے ہوئے اُن کی ریح صادر ہو گئی۔ بس گھر سے نکل گئے۔ دو تین برس کے بعد آئے کہ اب تو سب بھول بھال گئے ہوں گے۔ مگر احتیاطاً ذرا دروازہ پر آکر ٹھہرے کہ پہلے سُن لوں میرا کوئی تذکرہ تو نہیں ہے۔ اتفاق سے وہاں اُن کے ایک لڑکے سے کوئی خطا ہو گئی تھی جس پر اُس کی ماں کہہ رہی تھی کہ ہے نا اُن پد وڑے کا بس یہ سُنکر بھاگے کہ ابھی وہ تو یاد ہے۔

(۸۴) **حکایت**۔ فرمایا کہ مولوی اسحاق صاحب کانپور میں ملازم تھے اور سارا کام ملازمت کا بھی انجام دیتے تھے پھر بھی صرف تین مہینہ میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور دوران حفظ میں چھٹی بھی آخر میں شاید صرف دو ہفتہ کی لی تھی۔

(۸۵) **حکایت**۔ فرمایا کہ میرے ایک دوست نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مجھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے سینہ سے لگایا اور ایک نور اُن کے سینہ سے نکلکر میرے سینہ میں آ گیا۔ انہوں نے بھی غالباً تین مہینہ سے کم میں قرآن شریف حفظ ہو گیا تھا

(۸۶) **حکایت**۔ فرمایا کہ میرے پھوپھا کے بھائی تھے مولوی ظہیر الدین بڑے عابد تھے انکے دو بیویاں تھیں۔ دونوں کو الگ الگ رکھتے تھے اور ایک شہر میں ہی نہیں بلکہ مختلف جگہوں میں رکھتے تھے ایک بنت میں رہتی تھی اور ایک کیرانہ میں خود سفر کر کے دونوں کے پاس عدل کی غرض سے رہتے تھے پھر ان کے مرنیکے بعد دونوں جمع ہو گئیں اور باہم بہت

Marfat.com

تھا۔ کیونکہ زندگی میں تو کبھی بھی نااتفاقی کی نوبت نہ آئی تھی۔ اور یہ صاحب سماع ہی تھے۔ ان میں
ایک بات عجیب یہ تھی انہوں نے خلوت در جلوت کا ایک اچھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اور اس طریقہ کو
دیکھ کر ابھی جی چاہتا ہے کیونکہ خلوت محضہ سے شہرت ہو جاتی ہے۔ جو سخت خطرناک ہے۔ لیکن پھر بھی
جو خلوت اختیار کی جاتی ہے تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر غالب ہو جاتا ہے تو مخلوق سے
وحشت ہو ہی جاتی ہے۔ اسی لئے اہل اللہ خلوت اختیار کرتے ہیں۔ انہوں نے اس خطرہ سے بچنے کے
لئے یہ تدبیر نکالی تھی کہ سب کے سامنے ہی رہیں اور کام بھی ہوتا رہے۔ وہ تدبیر یہ تھی کہ یہ سب کے سامنے
نفلیں پڑھتے رہتے تھے اگر کوئی آگیا تو سلام پھیر کے اس سے مختصر گفتگو کر کے پھر اللہ اکبر کہکر نماز
شروع کر دی آنیوالا یا تو تنگ ہو کر چلا گیا۔ ورنہ سلام پھیرنے پر پھر دو چار باتیں کر لی پھر نیت باندھلی
اس طرح سے وہ آپ ہی چلا جاتا تھا۔ اس مقام پر ناقص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ریا ہے تو بات یہ ہے کہ
دیکھنے سے ریا نہیں ہوتی دکھلانے سے ہوتی ہے۔ اگر دکھلانے کی نیت نہو تو ریا نہیں ہے۔

(۸۷) **حکایت**۔ فرمایا ایک انگریز نے کسی خانساماں کو غصہ میں کہا تم ہمارے یہاں سے
نکل جاؤ۔ اُس نے کہا کہاں جاؤں کہا جہنم میں چلے جاؤ۔ کئی دن کے بعد وہ خانساماں پھر آپہنچا۔
انگریز نے کہا تم پھر آگئے۔ اُس نے کہا حضور میں جہنم پر گیا تھا وہاں صاحب لوگوں کا پہرہ تھا۔
وہ کہتے ہیں یہ کالا آدمی کیلئے نہیں ہے۔ تم کسی صاحب کا پاس دکھلاؤ تب جاؤ گے میں مجبور ہو گیا۔
حضور پاس دیدیں اُس نے ہنسکر قصور معاف کر دیا۔

(۸۸) **حکایت**۔ فرمایا کہ بوعلی سینا ایک بزرگ کے پاس ملنے گئے اور اظہار علم
کی بڑی علمی تقریریں ہانکی اور یہ سمجھے کہ یہ بزرگ میرے بڑے معتقد ہو گئے ہوں گے۔ بعد میں اُس نے
لوگوں سے پوچھا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے تھے لوگوں نے کہا کہ یوں کہتے تھے کہ بوعلی اخلاق
ندارد۔ اُن کو یہ سنکر بڑا غصہ آیا۔ اور اخلاق میں ایک ضخیم کتاب لکھ کر اُن کے پاس بھیجی اُن بزرگ
نے کتاب دیکھ کر فرمایا کہ من گفتہ بودم کہ اخلاق نداند بلکہ گفتہ بودم کہ اخلاق ندارد۔ ایک فقرہ میں
ساری کتاب کا رد کر دیا۔ بوعلی بڑے شرمندہ ہوئے کہ مجھ میں تو ایک لفظ کے سمجھنے کی بھی لیاقت
نہ نکلی۔

(۸۹) **حکایت**۔ فرمایا کہ دہلی والے مرچ بہت کھاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب
فقیر جب ترکستان پہنچے تو ایک رئیس کے باغ میں قیام کیا۔ وہاں ایک مرچ کا درخت لگا
ہوا تھا۔ بہت خوش ہوئے اُس کو توڑ کر کھانا شروع کیا مالک آیا تو غلام نے تعجب سے کہا یا شیخ

هذا یاکل النار یعنی اُنھوں نے آگ کھالی۔

(۹۰) حکایت۔ فرمایا کہ طمع بُری بلا ہے۔ میرے ایک دوست مارہرہ کے رہنے والے کہتے تھے کہ ایک سرائے میں ہم چند آدمی کھانا کھا رہے تھے کہ سامنے سے ایک آیا ایک شخص نے بہت ادب سے سلام کیا لوگوں نے ملامت کی تو اُس نے کہا کہ جن بھی کہتے کسی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ سو ممکن ہے کہ یہ جن ہو اور جنوں میں بھی جنوں کا بادشاہ ہو۔ اور ممکن ہے کہ مجھ سے راضی ہو کر مجھے کچھ دیدے۔ دیکھئے اس نے طمع کیلئے کتنے بعید احتمالات اور امکانات نکالے۔

(۹۱) حکایت۔ ایک اخبار میں لکھا ہے نہ معلوم صحیح ہے یا غلط ہے کہ ایک چار برس کا بچہ ہے۔ اُسے شہوت کا اس قدر ہیجان ہے۔ اور اس پر ڈاکٹروں کا بھی اتفاق ہوگیا ہے کہ اگر شادی نہ کی گئی تو امراض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۹۲) حکایت۔ فرمایا کہ مولوی غوث علی صاحب پانی پتی بڑے حاضر جواب تھے ایک مرتبہ کسی مسخرہ نے مولوی صاحب کو شرمندہ کرنے کے لئے ایک رنڈی کو ایک مرغا دیکر بھیجا کہ مولانا سے ذبح کیلئے کہنا وہ تیری بات سے جھیپ جائیں گے وہ مولانا کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگی کہ حضرت یہ مرغا حلال کر دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ بی کسی اور سے فرمائش کرو اور میں نے تو آجتک نہ حلال کیا نہ حرام کیا (کیونکہ مولوی صاحب نے نکاح بھی نہ کیا تھا۔

(۹۳) فرمایا کہ ایک شخص ایک شیخ کے پاس مُرید ہونے گیا۔ اُس نے ہر چند ٹالا مگر یہ نہ ٹلا پھر شیخ نے امتحان کیلئے اُس سے خلوت میں فرمایا کہ بھائی میں ایک بلا میں مبتلا ہوں اور اُس کو کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ اگر ان مریدوں پر ظاہر کر دوں تو بدظن ہو جائیں گے اور تم چونکہ ابھی مرید نہیں ہوئے صرف دوست ہی ہو۔ تم سے کہتا ہوں وہ بلا یہ ہے کہ میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا ہوں اور مدت سے اس فکر میں تھا آج بہت سا روپیہ خرچ کر کے اُسے راضی کیا ہے اُس سے یہ قرار پایا ہے کہ جس وقت کوئی آدمی ایسی آواز دے تو تم فوراً چلی آنا۔ لہذا تم اُس آواز کے ذریعہ سے اُس عورت کو بلا لاؤ۔ اُس نے فوراً وعدہ کرلیا کہ بہت اچھا ایسا ہی ہوگا وقت پر اُس آواز کے ذریعہ اُس کو بُلا لائے۔ شیخ نے رات بھر حجرہ میں رکھا۔ صبح جس وقت اُٹھے سمجھے کہ بھاگ گیا ہوگا مگر اُسے دیکھا کہ پانی گرم کر رہا ہے۔ پوچھا کیا کر رہے ہو بولا کہ غسل کیلئے پانی گرم کر رہا ہوں۔ پوچھا تم بھاگے نہیں۔ اُس نے کہا میں تو مرید ہونے آیا ہوں۔ فرمایا اب بھی جبکہ مجھے ایسی حالت میں آنکھ سے

Marfat.com

دیکھ لیا۔ اُسنے کہا حضرت میں نے اس فعل کی ہرچند تاویل کی مگر سمجھ میں نہ آئی مجبور ہو کر یہ سمجھا کہ آخر آدمی بشر ہیں۔ کوئی فرشتہ یا نبی تو ہیں نہیں۔ غایت یہ کہ شیخ نے گناہ کیا ہے اور گناہ سے زیادہ سے زیادہ مقبولیت عنداللہ جاتی رہتی ہے۔ مگر میں تو شیخ سمجھ کر آیا ہوں یعنی یہ کہ آپ کو طریق اچھا آتا ہے۔ سو گناہ سے فن تو زائل نہیں ہو جاتا۔ طبیب اگر خود بدپرہیزی کرے تب بھی دوسروں کا تو علاج کر سکتا ہے رہا گناہ سو میں نے یہ سمجھا کہ شیخ نے اگر توبہ کر لی تو وہ ایسی توبہ ہوگی کہ کوئی توبہ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ شیخ نے یہ سُنکر اُسے سینہ سے لگالیا اور فوراً مرید کر لیا اور فرمایا کہ وہ میری بیوی تھی اور میں اُس سے کہہ آیا تھا صرف تیری آزمائش کو ایسا کیا تھا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ پہلے لوگ عقیدہ کے ایسے پکے ہوتے تھے آنکھ سے دیکھ کر بھی بدگمان نہ ہوتے تھے۔ مگر مقتدا کو ایسا امتحان جائز نہیں۔ یہ بزرگ مقتدا نہونگے۔

(۹۴) **حکایت**۔ فرمایا مولوی سالار بخش صاحب انبہٹوی جو دماغی حالت سے معذور تھے وعظ میں فرمایا کرتے کہ جتنی بدعت وغیرہ آجکل ہو رہی ہے یہ سب خرابی مرچوں کی ہے ایک شخص نے کہا کیا اصل بات ہے میں نے کہا کہ تم سمجھے نہیں مرچوں سے کھانا لذیذ ہو جاتا ہے اور لذیذ کھانا کھانے سے قوت بہیمیہ بڑھتی ہے اور قوت بہیمیہ بڑھنے سے معاصی وغیرہ کا تقاضا ہوتا ہے اس طرح سے مرچ سبب ہوگئی منکرات کی۔

(۹۵) **حکایت**۔ دیوبند میں ایک بھولے بزرگ گاڑی میں سوار تھے کہ گاڑی اُلٹ گئی اور اُسطرف ایک اور شخص سوار تھا یہ بزرگ اُسکے اوپر بیٹھ گئے وہ غل مچاتا ہے کہ اُترو۔ یہ کہتے ہیں کہ جوتہ لاؤ ننگے پاؤں کیسے اُتروں اُس شخص نے گاڑیبان سے کہا ارے بھائی اُنکو جوتہ دیدے گاڑیبان نے جب جوتہ دیا تب اُترے مگر اُنکی برکت سے اسکی جان بچ گئی

(۹۶) **حکایت**۔ فرمایا کہ حافظ محمد یار عرف نواب تسکار خاں رئیس تھانہ بھون عالمگیر کے امراء میں سے تھے قصبہ میں اُنکی بہت عمارتیں ہیں مگر کسی عمارت پر کتبہ لگا ہوا نہیں ہے ایک شخص نے اُن کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپکی عمارت پر کتبے نہیں ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ اخلاص کیخلاف تھا تسکار خاں اُنکا لقب یوں ہوا ہے کہ ایک دفعہ قاز بہی اُڑی جا رہی تھی کہ عالمگیر نے ایک قاز کی تعیین سے فرمایا کہ اس قاز کو تسکا کرو اُنہوں نے تیر مارا تو اُسی قاز کے لگا۔ عالمگیر نے اُنکو تسکار خاں کا لقب دیدیا۔

(۹۷) **حکایت**۔ فرمایا کہ چوہے اور اونٹ کی دوستی تھی ایک مرتبہ دونوں سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں دریا آیا تو اونٹ اُترا ہوا چلا گیا اور چوہے سے کہا آجا بھائی آجا اُس نے کہا کہ کتنا پانی ہے اونٹ نے کہا کہ زیادہ نہیں ہے صرف گھٹنوں تک ہے چوہے نے کہا کہ حضور آپ ہی کے تو گھٹنوں تک ہے میری تو نسلیں کی نسلیں ڈوب جائینگی تب بھی پتہ نہ چلیگا۔

(۹۸) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک شخص ایک احمقوں کی بستی کا رہنے والا تھا اُس کی اتفاق سے گھوڑی گم ہوگئی تو آپنے چھتوں پر بھی تلاش کرنا شروع کیا۔

(۹۹) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک شخص ایک اور احمقوں کی بستی کے رہنے والے مسجد کے اندر فجر کی سنتیں پڑھ رہے تھے جماعت کھڑی ہوگئی جب سنتیں پڑھ چکے تو فرضوں کی بھی وہیں نیت باندھ لی۔

(۱۰۰) **حکایت**۔ فرمایا کہ ایک شخص نے جو اُسی بستی کے رہنے والے تھے خاص پرنالے کے نیچے کھڑکی کھولی پانی ڈلوا کر دیکھا تو اُس سے کھڑکی میں پانی آیا پھر اُس پرنالے کو موڑا اور امتحان کیا تو پھر پانی آیا کہنے لگے کہ یہ پانی زیادہ ہے بارش کا پانی تو تھوڑا آئیگا وہ سب نکل جائیگا۔

Marfat.com

(۱۰۱) **حکایت** - فرمایا کہ ایک شخص جو اسی بستی کے رہنے والے اور ذی علم تھے ایک جگہ بلائے گئے ساتھ بال بھی ہمراہ تھے اُنکی ایک بہت چھوٹی لڑکی کو ایک غریب ملازم لڑکا رکھتا تھا وہ اسکو لیکر کہیں چلا گیا اور دیر تک نہ لوٹا اتفاق سے اُس لڑکے کا باپ آگیا تو اُس سے فرماتے ہیں کہ جناب تمہارا لڑکا بڑا بدمعاش ہے میری لڑکی کو لیکر ناواقف حاضرین کو تعجب ہوا۔ اتفاق سے وہ آگیا تو معلوم ہوا کہ دونوں بچے ہیں۔

(۱۰۲) **حکایت** - فرمایا کہ ایک شخص اسی بستی کے رہنے والے جو صاحب علم تھے اُن کو تھانہ بھون کے مدرسہ میں ایک مدرس اپنا نائب بنا کر کسی ضرورت سے مظفر نگر چلے گئے اور اُنکے چلنے کیوقت ایک طالب علم مدرسہ کا بیمار تھا اسکے سر میں درد تھا مظفر نگر جانیکے بعد اُن نائب کے پاس ایک خط لکھا کہ اُس طالب علم کا درد کیسا ہے آپنے اُسکو بلا کر پوچھا اُس نے ہاتھ کی اُنگلیاں ملا کر کئی بار کھولدیں اور بند کر دیں کہ میرا سر اس طرح کرتا ہے۔ آپنے خط کے جواب میں اس کیفیت کو اس طرح تعبیر کیا کہ اُسکے دردسر کی یہ حالت ہے کہ رؤس اصابع خمسہ کو ملایئے پھر اُنکو حالت انبساط کی طرف لیجائیے پھر انقباض کی طرف لایئے اور اسی طرح کئی دفعہ کیجئے یہ کیفیت ہے اور یہ مضمون لکھکر اسکے کافی ہونیکی تسلی نہوئی ماموں صاحب کو دکھلایا کہ یہ ٹھیک بھی ہوگیا یا نہیں۔ ماموں صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کیا واہیات لکھا ہے سیدھی بات لکھدیتے کہ اس کا سر بلپ بلپ کرے ہے۔

(۱۰۳) **حکایت** - فرمایا کہ ایک مسافر اسی بستی میں گذرا ایک شخص رستہ میں استنجا سکھلاتے ہوئے ملے اُسنے مسافر نے پوچھا کہ یہ کون بستی ہے اُنہوں نے نام بتلا دیا۔ مسافر نے کہا کہ یہ وہی بستی ہے جہاں کے لوگ بیوقوف مشہور ہیں اُنہوں نے کمر بند چھوڑا اور استنجے سے دونوں ہاتھ اوپر کو اُٹھا کر اونچا کر کے کہا کہ میاں وہ زمانہ ہی گیا۔ اور پاجامہ نیچے گر گیا اُس مسافر نے کہا کہ نہیں جناب ابھی نمونہ اُس کا موجود ہے ملاحظہ فرما لیجئے۔

(۱۰۴) **حکایت** - فرمایا الہ آباد میں ایک ولایتی درویش محمدی شاہ نام تھے۔ جو شاہ نیاز احمد صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے۔ نکاح نہیں کیا تھا مجرد تھے۔ بوڑھے تھے مگر سب قوی بہت اچھے۔ جب ذکر کرتے تو سارے الہ آباد میں آواز گونجتی۔ ایک دفعہ والد صاحب الہ آباد گئے تھے میں کانپور میں تھا والد صاحب علیل ہو گئے میں علالت کی خبر پاکر اُن کی خدمت میں الہ آباد گیا تھا۔ والد صاحب مجھے اُنکے پاس بھی لیگئے تھے۔ والد صاحب نے اُن سے فرمایا کہ اس (یعنی مرشدی مولانا مدظلہم) نے ایک مثنوی لکھی ہے اُس زمانہ میں میں نے مثنوی زیر و بم جو اول تصنیف ہے وہ لکھی تھی اُنہوں نے فرمایا سُناؤ میں نے کچھ سنائی تو اُنہوں نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ قال سے حال کر دے پھر اُنہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ مولوی ایک آیت کا ترجمہ کرو اور یہ آیت پڑھی لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک فی الامر وادع الیٰ ربک الخ میں سمجھ گیا کہ یہ صلح کل مذہب کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے لا ینازعنک فرمایا ہے لا تنازعھم نہیں فرمایا یعنی اس کا اہل باطل کو تو حق نہیں ہے کہ تم سے جھگڑنے کا مگر اہل حق کو یہ حق ہے یہ سُنکر وہ خاموش ہو گئے۔

تمام شد ملفوظات

Marfat.com

مذہبی

فقہی — اخلاقی

ماہوار رسالہ

المفتی

زیر سرپرستی حضرات اکابر دار العلوم دیوبند

و

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دامت برکاتہم

زیر ادارت

احقر محمد شفیع مدرس دار العلوم دیوبند عفا اللہ عنہ

از دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور شائع گردید

مقاصد

(۱) عام مسلمانوں کو ہر قسم کے ضروری مسائل سے واقف کرنا۔
(۲) دارالعلوم دیوبند کے مستند و معتبر فتاویٰ کی اشاعت جس کے سال بھر میں دوسو صفحات شائع ہوکر ایک مستقل جلد فتاویٰ کی تیار ہوجائے۔
(۳) علمی و تاریخی اور اصلاحی مضامین مفیدہ کی اشاعت۔
(۴) مسلمانوں کو ان کے سلف صالح کے حالات و مقالات سے مطلع کرنا۔ تاکہ وہ دیکھیں کہ وہ کیا تھے اور ہم کیا ہوگئے۔

رسالہ

المفتی دیوبند

ماہانہ

بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۸ھ

قواعد

(۱) یہ رسالہ کم از کم ۲۴ صفحات پر ماہوار شائع ہوتا ہے (۲) جو صاحب وسط سال میں خریدار ہوں انکو شروع سال سے خریدار سمجھا جاتا ہے اور ابتدائی پرچے بھیجدیئے جاتے ہیں (۳) تمام خط و کتابت و ارسالہ روپیہ بنام ناظم دارالاشاعت ہونا چاہیئے (۴) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ اور نمبر خریداری لکھنا ضروری ہے اسکے بغیر جواب نہ دینے کی شکایت معاف (۵) اگر کسی صاحب کا رسالہ نہ پہنچے تو آئندہ مہینہ کی آخری تاریخوں تک خط لکھکر منگاسکتے ہیں۔ اسکے بعد ذمہ داری نہیں۔ اگر رسالہ موجود ہوا تو قیمت ۲ر فی پرچہ روانہ ہوسکے گا۔

فہرست مضامین

جلد ۵ نمبر ۱

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
نکتۃ العنوان	از سیدی حضرت حکیم الامۃ تھانوی دامت برکاتہم	۲	عزیز الفتاویٰ	از مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۹ / ۱۶
خلود الکفار فی النار	//	۳ / ۴	امداد المفتین	از مدیر	۱۷ / ۲۴
تقلید شخصی کا ثبوت	از مدیر	۵ / ۸			

مشرقی اور اسلام

خاکساری تحریک اور مشرقی کے عقائد و خیالات پر

منصفانہ اور خیر خواہانہ تبصرہ

مرتبہ حضرت مولانا ... صاحب تھانوی دامت برکاتہم

مع تقریظ و تصدیق و اصلاح از حضرت ... مدظلہم العالی

جو کانگریس اور لیگ کی حریفانہ کشمکش اور وقتی اور ملکی ہنگامی اثرات سے قطعاً بالاتر ہے۔ عام مسلمانوں اور خود مشرقی اور جماعت خاکساران کی محض دینی خیر خواہی و نصیحت کیلئے کافی غور و اطمینان اور احتیاط و انصاف کیساتھ لکھا گیا ہے۔ اول خود مشرقی سے بالمشافہ گفتگو اور خیر خواہانہ مفاہمت کی درخواست کی گئی اسکو قبول نہ کیا گیا تو ضروری سوالات انکے پاس بھیجے گئے انکا بھی جواب نہ ملا۔ تب انکی تصانیف میں جو عقائد و خیالات صاف بلا تاویل پائے گئے انکو پوری احتیاط کیساتھ لیکر انکے متعلق شرعی احکام قرآن و حدیث سے لکھے گئے ہیں پھر خاکسار تحریک اور مشرقی سے اسکے تعلق پر نظر کر کے معتدل شرعی فیصلہ لکھا گیا ہے۔ جو نیک نیت مسلمان تحریک خاکساری میں خدمت خلق اور جہاد کی مبارک نیت سے شریک ہیں خدا کیلئے اس پر ایک نظر ڈالکر از سرِ نو رائے قائم کریں۔ دین و آخرت کا معاملہ ہے جلد بازی سے کام نہ لیں۔ خدمت خلق اور جہاد کیلئے قوت پیدا کرنا اسلام کے اہم مقاصد میں سے ہے لیکن جیسے قبلہ سے منھ پھیر کر نماز مقبول نہیں۔ جہاد اور خدمت خلق بھی خاص اسلامی عقائد و مقاصد کے بغیر معتبر نہیں۔ اپنی جان و مال کی بازی کھیلنے سے پہلے عقائد و مقاصد کا صحیح کر لینا ضروری ہے۔ وما علینا الا البلاغ

مفصل رسالہ (جسکی ضخامت تقریباً سو صفحہ ہے) قیمت آٹھ آنہ (۸ر) اور اسکے خلاصہ کی دو پیسے (۲؍) علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ:۔ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

Marfat.com

نکتۃ العنوان

فی ا — یتے

سورۃ الامتحان

ازافادات مبارکہ سیدی حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

بقلم احقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ

له وھی الممتحنۃ نقل اسعاف الاتقان عن بعض اھل العلم از مفتی ۱۳۴۵ھ

"سورہ ممتحنہ کی مندرجہ ذیل دو آیتیں باہم متقابل ہیں مگر عنوان سے تقابل سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ آیت اول میں اجازت بر واقساط (یعنی محسنانہ سلوک) کی ہے اور آیت ثانیہ میں بجائے اُس کی ممانعت کے حرمت موالات کی مذکور ہے۔ عموماً اہل علم کو یہ بات کھٹکتی ہے کہ یہ تقابل کیسا ہے۔ حضرت ممدوح نے اسکی ایک نہایت مفید تقریر فرمائی جسکو احقر نے بغرض افادہ عام تحریر کرلیا ہے۔ مہتمم"

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولّوھم ومن یتولّھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون۔

(۲)

کفار کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ تین قسم کے ہو سکتے ہیں۔ محبانہ، محسنانہ، منصفانہ۔ قسم اول مطلقاً کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں خواہ ذمی ہو یا حربی۔ اہل کتاب ہو یا مشرک۔ اس کی ممانعت سورہ ممتحنہ کی ابتدائی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اور بھی دوسری آیات میں بکثرت موجود ہے۔ . . . . اور قسم سوم کا برتاؤ ہر قسم کے کفار کے ساتھ جائز بلکہ مامور بہ اور اُس کے خلاف منہی عنہ ہے۔ یہ امر و نہی دونوں اس آیت میں ہیں۔ قال تعالیٰ لا یجرمنکم شنئان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ الآیۃ۔ اور قسم دوم کا تعلق بعض کفار کیساتھ جائز ہے بعض کیساتھ نہیں۔ سورہ ممتحنہ کی مذکور الصدر دونوں آیتوں یعنی لا ینھٰکم الخ وانما ینھٰکم الخ میں اسی کی تفصیل مذکور ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ محسنانہ برتاؤ کفار اہل ذمہ یا معاہد و مصالح کیساتھ جائز ہے حربی کفار کیساتھ جائز نہیں۔ لیکن اس مضمون کو ان دونوں آیتوں میں ایک خاص انداز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہ موقع اجازت میں تو اُسی محسنانہ برتاؤ کی بر واقساط کے عنوان سے اجازت دی اور موضع ممانعت میں اُس سے تولّی و موالات کے عنوان سے منع کیا۔ حالانکہ نظم آیات سے باقتضاء مقابلہ ظاہر ہے کہ دونوں جگہ مراد ایک ہی چیز ہے جو کفار اہل ذمہ و مصالح کیساتھ جائز اور حربی کیساتھ ناجائز ہے یعنی احسان اور محسنانہ برتاؤ۔ پھر موضع اجازت اور موضع ممانعت میں اُسکو دو جدا جدا عنوانوں سے تعبیر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ محسنانہ برتاؤ صورۃً دو چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک عدل و انصاف دوسرے محبت و مودت اور مقتضیٰ امر اول کا یہ ہے کہ ہر قسم کفار کیساتھ جائز ہو (کمامر) اور مقتضیٰ امر دوم کا یہ ہے کہ کسی کافر کیساتھ جائز نہ ہو (کمامر)۔ اس لئے جس فرقہ کفار کیساتھ محسنانہ برتاؤ کی اجازت دی گئی وہاں اُسکا عنوان ایسا رکھا گیا جو مطلقاً مقتضیٰ جواز ہے۔ اور جس فرقہ کے کیساتھ ممانعت کی گئی۔ وہاں عنوان وہ اختیار کیا گیا جو مطلقاً مقتضیٰ حرمت و ممانعت ہے۔ تاکہ اول انقباض نہ رہے۔ اور ثانی سے نفرت پیدا ہو جائے۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

Marfat.com

خلود الکفار فی النار

جزاء علی الاصرار

از افادات مبارکہ سیدی حضرت حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم

بقلم مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

(منقول از النور)

(۳)

سوال - حافظ ابن قیم نے رسالہ شفاء العلیل وحادی الارواح میں جمہور کے خلاف فناء نار کا دعویٰ کیا ہے جس سے کفار کے لئے خلود عذاب کی نفی ہوتی ہے جو صراحۃً نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ اور مسئلہ چونکہ ضروریاتِ دین سے ہے اس لئے ان نصوص میں تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ حافظ ممدوح نے اس دعویٰ میں گو بعض روایاتِ حدیث سے بھی تمسک کیا ہے۔ لیکن روایاتِ مذکورہ عموماً ضعاف اور مجروح ہیں جو نصوص قطعیہ اور ان کی واضح دلالت کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتیں یا ماؤل ہوں گی اس لئے اُن کے جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جو چیز خلود نار کے بارہ میں کچھ تذبذب پیدا کر سکتی ہے وہ ان کا ایک عقلی استدلال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عقوبت در سزا کی غایت انزجار ہوتی ہے تاکہ سزا بھگت کر خاطی ڈر جائے اور آئندہ کے لئے تائب ہو کر اس معصیۃ سے رک جانے کا ہمیشہ کے لئے عزم کرے (گناہ سے باز رہنا)۔ ظاہر ہے کہ جب اہل جہنم کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو ایسے شدید عذاب سے بڑھکر تخویف اور مجرم کے لئے انزجار کا موجب اور کیا ہو سکتا ہے اور پھر اس تعذیب سے بڑھکر توبہ کی باعث بھی اور کونسی سزا ہو سکتی ہے چنانچہ مجرمین فوراً توبہ پر آجائیں گے۔ اور آئندہ کے لئے پختگی کیساتھ کفر سے باز رہنے کا وعدہ کریں گے جیساکہ نصوص کریمہ میں واضح ہے۔

قولہ تعالیٰ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظلمون۔ قولہ تعالیٰ۔ وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا منها نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل۔ قولہ تعالیٰ۔ ولو ترى اذ المجرمون ناكسوا رؤسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون۔

پس چونکہ عقوبت کی غایت پوری ہو گئی اور مجرمین نے توبہ بھی کر لی اور آئندہ احتراز کا وعدہ جازمہ بھی کر لیا

Marfat.com

ثواب عقلاً کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ پھر بھی اس تعذیب اور عذاب کو باقی رکھا جائے اسلئے فنار نار ہوجانا اور خلود نہ رہنا معقول ہوا۔ حافظ ابن قیم نے اس اشکال سے مرعوب ہوکر جمہور کا مسلک چھوڑا۔ اور یہ فنار نار کا مسلک اختیار کیا ہے اس کا کیا جواب ہے۔؟

الجواب۔ بحالت عذاب یا بحالتِ خوف عذاب مجرمین کے وعدے دو طرح پر ہوتے ہیں۔ ایک حقیقی وعدہ جو دل سے ہوتا ہے۔ اور جس میں واقعی عزم احتراز عن المعصیۃ کا ہوتا ہے۔ اور ایک دفع الوقتی یعنی دل میں حقیقی عزم احتراز نہ ہو صرف مصیبت سے رہائی پانے کے لئے جھوٹا وعدہ کیا جائے اس مصلحت سے کہ اس وقت تو جان بچالینی چاہئے آئندہ دیکھا جائے گا۔ کفار معذبین کے یہ وعدے اسی دوسری قسم کے ہوں گے۔ جو محض کذب اور دفع الوقتی ہوں گے۔ چنانچہ خود قرآن کریم ہی میں ان کی اس دفع الوقتی اور کذب بیانی کی تصریح صاف الفاظ میں موجود ہے۔ ارشاد ہے۔ ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یٰلیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المومنین۔ بل بدا لھم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنه وانھم لکاذبون۔

اگر سوال کیا جاوے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس وقت عزم احتراز عن المعصیۃ نہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ انھم لکاذبون۔ اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ اپنے فعل اختیاری مستقبل کے وعدہ کے صادق یا کاذب ہونے کا مدار بھی عزم و عدم عزم ہے۔ اور اگر سوال کیا جاوے کہ معاینہ عذاب کے بعد وقوع کفر فی الدنیا کیسے ممکن ہے۔ جواب یہ ہے کہ کفر اعتقاد خلافِ حق ہی میں منحصر نہیں جحود بھی کفر ہے (جان بوجھ کر انکار کرنا) بلکہ اعتقاد خلاف حق سے بھی اشد کفر جحود ہے اور اس کا کفر ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا۔ اور اس پر تعجب نہ کیا جاوے کہ ایسے شدید وقت میں جھوٹ کیسا۔ فساد طینت ایسی ہی چیز ہے۔ چنانچہ اسی یوم شدید میں ان کا ایک اور جھوٹ بھی قرآن میں مذکور ہے ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین انظر کیف کذبوا علی انفسھم۔ مگر فساد طینت سے وہ معذور نہ ہوں گے کیونکہ اس فساد سے قدرت و اختیار سلب نہیں ہوتا اور مدار تکلیف بھی قدرت و اختیار ہے نہ کہ طینت کہ اسکا اثر صرف میلان ہے نہ کہ فعل کا صدور لازم یا اسکا ارادہ لازمہ۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ حقیقی توبہ اور واقعی عزم احتراز عن المعصیۃ نہ ہوا بلکہ دفع الوقتی ہوئی۔ اور اور یہ بحالت معائنہ عذاب بھی حق تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی معصیت کا ارتکاب ہوا تو اس عقلی استدلال کی بنا ہی منہدم ہوگئی جس پر فنار نار کا دعویٰ مبنی تھا اور جمہور کے مسلک پر الحمدللہ کوئی اشکال نہ رہا۔ وھذا من المواھب الجلیلۃ + ما کان عندنا الی الوصول الیھا حیلۃ + والحمد للہ علی ھذہ النعمۃ وعلی سائر نعمہ .... الجزیلۃ۔ کتبہ المصنف ۔ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ

۴

Marfat.com

تقلیدِ شخصی

کا ثبوت

صحابۂ کرام رضؓ کے تعامل سے

از افادات سیدی حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت فضائلہم

مولانا موصوف کی مجالس عموماً افاداتِ علمیہ سے معمور رہتی ہیں ایک اتفاقی مجلس میں آپنے دو عظیم الشان فائدوں کی طرف اشارہ فرمایا جن میں سے ایک اس صحبت میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اس میں آپنے تقلید شخصی کے ثبوت میں صحیح بخاری کی روایت سے صحابہ کرام کے تعامل کا ایک واقعہ بیان فرمایا جس کو احقرنے باضافہ مختصر تمہید ضبط کرلیا و ہو ہذا۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

۵

کسی مسلمان کو اسمیں خلاف نہیں ہو سکتا کہ اصل حکم تمام امور میں حق تعالیٰ کا ہی اور صرف اُسی کا اتباع ہر شخص پر واجب ہے۔ انبیاء و رسل کے احکام جو واجب التسلیم ہیں وہ بھی صرف اسی بناء پر کہ وہ حق تعالیٰ کے احکام کے مبلغ اور خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ وہ اگر اپنے اجتہاد سے بھی کچھ حکم دیتے ہیں تو اس بناء پر کہ اُسکو کسی قرینہ و دلیل سے حق تعالےٰ کا حکم سمجھتے ہیں اور اسی لئے خود حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُنکے احکام کی اطاعت مخلوق پر فرض و واجب قرار دی ہے ورنہ ان الحکم الا للہ (اللہ کے سوا کسی کا حکم قابل تسلیم نہیں) قرآن کا کھلا ہوا اعلان ہے۔

اس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوگئی کہ جس طرح انبیاء و رسل کے احکام کی اطاعت کو حق تعالیٰ کیساتھ شرک فی الحکومۃ والربوبیۃ نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح ائمۂ اُمت جو انبیاء علیہم السلام کے نائبین اور اُن کے احکام کی حقیقت کو پوری طرح سمجھنے والے ہیں۔ اُن کے بتلائے ہوئے احکام کا اتباع بھی کسی طرح شرک فی الرسالۃ نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ ائمۂ دین درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے احکام کی تبلیغ کرنے والے ہیں وہ جو کچھ اجتہاد سے بھی کہتے ہیں تو اُسکی بھی اصل کتاب و سنت کی ساتھ مستند ہوتی ہے۔ تو جس طرح انبیاء علیہم السلام کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح ائمۂ دین کی اطاعت بھی بلاشبہ اللہ و رسول کی اطاعت ہے۔ اسی اطاعت کا نام اصطلاح فقہ میں تقلید ہے۔

آیت کریمہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو) میں قرآن کریم نے اسی اصولی مسئلہ کی تعلیم دی ہے کہ جو لوگ خود قرآن و حدیث کے غوامض کو نہیں سمجھ سکتے وہ اہل علم سے احکام الٰہیہ دریافت کریں اور اُنکی تقلید کریں۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ تقلید کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے پوچھ پوچھ کر احکامِ خدا پر عمل کریں۔ اور یہ ایک ایسا مسلّم الثبوت ضابطہ ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے منصف اہل حدیث بھی مطلق تقلید کے جواز بلکہ وجوب میں اختلاف نہیں کرتے۔ اور اسی لئے اُسکے عقلی اور نقلی دلائل جو عامۂ کتب میں مذکور و معروف ہیں اُنکے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اختلاف اور بحث صرف اس میں ہے کہ امام معیّن کی تقلید پر پابندی کی جاوے کہ ایک امام کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے ائمہ کے اقوال پر عمل نہ کیا جاوے جسکو اصطلاح میں تقلید شخصی کہا جاتا ہے لیکن اگر اسکی حقیقت کو سمجھ لیا جاوے تو یہ بھی کوئی مشکل بحث نہیں رہتی۔

تقلید شخصی کی حقیقت اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی بیشمار نصوص اتباع ہویٰ (خواہش پرستی) کی حرمت و ممانعت کے لئے آئی ہیں اور اسی لئے ائمۂ اربعہ اور تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ اتباعِ ہویٰ احکام دینیہ میں قطعاً حرام ہے جو شخص اپنی غرض اور خواہشات کو سامنے رکھکر اُس کی پیروی کرتا ہے اور پھر قرآن وحدیث میں اُس کے دلائل ڈھونڈھتا ہے وہ اپنے ارادے اور خیال کے اعتبار سے متبع ہویٰ ہے۔ متبع قرآن نہیں اگرچہ قرآن میں اُس کی کوئی سند اتفاقاً مل بھی جاوے معاملہ علیم وخبیر کے ساتھ جو دلوں کی گہرائیوں پر مطلع اور نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں اس پر ایک مبسوط مقالہ میں تمام اُمت کا اتفاق نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کیلئے ائمۂ مجتہدین کے مذاہب ڈھونڈھتا ہے۔ اور اپنی ہویٰ پر عمل کرکے اُس کو کسی امام کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کا متبع نہیں۔ بلکہ متبع ہویٰ ہے اور ایسا کرنا دین کو ایک کھلونہ بنانا ہے۔ (٦)

ابن تیمیہؒ کے بعض الفاظ یہ ہیں:-

فی وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصححه بحسب الغرض والهوی ومثل هذا لا یجوز باتفاق الامة۔ (ثم قال بعد ثلاثة اسطر) ونظیر هذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعة الجوار اذا کان طالبا لها وعدم ثبوتها اذا کان مشتریا فان هذا لا یجوز بالاجماع وکذا من بنی صحة ولایة الفاسق فی حال نکاحه وبنی علی فساد ولایته حال طلاقه لم یجز ذلك باجماع المسلمین ولو قال المستفتی المعین انا لم اکن اعرف ذلك	یہ لوگ ایک وقت اُس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے اور دوسرے وقت میں اُس امام کی جو اُسکو صحیح قرار دیتا ہے اور یہ محض اپنی غرض و ہویٰ کی وجہ سے ہے۔ اور ایسا کرنا باتفاق اُمت ناجائز ہے (پھر اس کے تین سطر بعد لکھا ہے) اور اسکی نظیر یہ ہے کہ کوئی آدمی جس وقت کسی حق شفعہ کا خود طالب ہو تو (مذہب امام ابوحنیفہ کے موافق) شفعہ جوار کے ثبوت کا اعتقاد ظاہر کرے اور اگر خود مشتری ہو اور دوسرا شخص طالب شفعہ ہو تو مذہب امام شافعیؒ کے مطابق اُسکے عدم ثبوت کا معتقد بنجائے۔ ایسے ہی وہ شخص جو بحالت قیام نکاح ولایت فاسق کی صحت کا قائل اور اُسکی بنا پر منافع نکاح کا مستفید

وانا الیوم التزم ذلک لم یکن من ذلک لان ذلک یفتح باب التلاعب بالدین ویفتح الذریعۃ الی ان یکون التحریم والتحلیل بحسب الاھواء (فتاوی ابن تیمیہ جلد ثانی صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۱)

مگر جب طلاق ثلثہ دیدے تو حرمت مغلظہ سے بچنے کے لئے ولایت فاسق کو کالعدم اور اُس کے ماتحت منعقد شدہ نکاح کو فاسد قرار دے کہ یہ باجماع مسلمین جائز نہیں۔ اور اگر کوئی مستفتی یہ کہے کہ پہلے مجھ کو اس مذہب کی خبر نہ تھی اور اب میں اسکا معتقد اور پابند ہوں تب بھی اسکا قول قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ دین کو ایک کھلونہ بنانیکا دروازہ کھولنا ہے اور اسکا سبب بنتا ہے کہ حرام وحلال

علماء اُمت کی تصریحات اس بارہ میں بیشمار ہیں ہم نے اُن میں سے صرف حافظ ابن تیمیہؒ کے کلام پر اسلئے اکتفار کیا کہ حضرات اہلِ حدیث بھی ان کی امامت وجلالت کے قائل اور بہت سے معاملات میں انکے متبع ہیں۔

الغرض اتباع ہوی باجماع اُمت حرام ہے۔ اور ادھر یہ بات تجربہ سے محسوس ومشاہد ہے کہ اگر عوام کو آزاد چھوڑ دیا جاوے کہ جس مسئلہ میں چاہیں ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں اور جسمیں چاہیں شافعیؒ کے مذہب پر پھر جب چاہیں مالکیہ کا قول لے لیں۔ اور جب چاہیں حنابلہ یا دوسرے ائمہ مجتہدین کا تو اسکا انجام لازمی طور پر وہی ہوگا جسکو حافظ ابن تیمیہ نے باجماعِ مسلمین حرام وناجائز قرار دیا ہے۔ اس شرعی مصلحت کی بنار پر عافیت اور سلامت اسمیں دیکھی گئی کہ امام واحد کا اتباع تمام مسائل میں لازم قرار دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود اتباعِ ہوا سے بچنا ہے۔ اور چونکہ اُسکی تدبیر اس ہوی پرستی کے زمانہ میں اسکے سوا کچھ نہیں کہ عمل کرنیوالوں کو آزاد نہ چھوڑا جاوے بلکہ امام واحد کی تقلید پر مجبور کیا جاوے اسلئے تقلید شخصی بوجہ ذریعہ مقصود ہونیکے واجب قرار دی گئی۔ اس حقیقت کے واضح ہوجانیکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ائمہ اربعہ کی تقلید یا کسی دوسرے امام معین کی تقلید کے ثبوت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن وحدیث میں انکا نام بتلایا گیا ہو یا اُنکی تعیین کو ضروری کہا گیا ہو۔ کیونکہ قرآن وسنت مقاصد شرعیہ کی تصریح کرتے ہیں اُنکے ذرائع کی تصریح کرنا ضروری نہیں جیسے حج کا فرض ہونا قرآن وحدیث میں منصوص ہے۔ مگر ریل اور جہاز یا موٹر اور اونٹ جنکے ذریعہ حج کے مقصود تک رسائی ہوتی ہے اُن میں سوار ہونیکی ضرورت کی تصریح یا جہاز کے نام کی تعیین کتاب وسنت میں ڈھونڈنا ناواقفیت اور بے علمی کی دلیل ہے اسلئے اگر کتاب وسنت میں کہیں بھی تقلید شخصی کا ثبوت تصریحاً نہ ہو تا صرف اتباعِ ہوی کی ممانعت تقلید شخصی کے ثبوت کے لئے کافی تھی۔

لیکن حضرات صحابہ کے تعامل سے ثابت ہوتا ہے کہ قرن اول میں بھی اسکے نظائر موجود ہیں۔ عام حضرات صحابہ علمار صحابہ کی تقلید کرتے تھے۔ پھر ان میں بعض تو مطلقاً بلا تعیین کے کبھی کسی عالم کی اور کبھی کسی دوسرے بزرگ کی تقلید کرکے عمل کرتے تھے۔ کیونکہ وہ حضرات اتباعِ ہوی کے خطرہ سے محفوظ ومامون تھے۔ اور بعض اُس وقت بھی تقلید شخصی پر عامل تھے جسکی ایک نظیر اس جگہ لکھی جاتی ہے اور یہی اس تحریر کا اصل مقصد ہے۔

اہل مدینہ کا تعامل۔ زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :-

ان اهل المدينة سألوا ابن عباس رضؓ عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نأخذ بقولك وندع قول زيد (بخاری باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت) ۔ کتاب الحج۔

اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اُس عورت کے بارے میں طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو کہ وہ طواف وداع کیلئے پاک انتظار کرے یا طواف اُس سے ساقط ہو جائیگا اور اُسکو چلا جانا جائز ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ جا سکتی ہے۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپکے قو

اور فتح الباری میں بحوالہ ثقفی اسی واقعہ میں اہلِ مدینہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :۔

افتيتنا اولم تفتنا زيد بن ثابت يقول لا تنفر — آپ فتویٰ دیں یا نہ دیں حضرت زید بن ثابت تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عورت دبغیر طو

نیز فتح الباری میں بحوالہ مسند ابی داؤد طیالسی بروایت قتادہؓ اسی واقعہ کے یہ الفاظ منقول ہیں :۔

فقالت الانصار لا نتابعك يا ابن عباس وانت تخالف زيداً فقال سلوا صاحبتكم ام سليم (فتح الباری صفحہ ۴۶۲) — انصار نے کہا کہ ہم زید بن ثابت کے خلاف قول میں آپکا اتباع نہ کریں گے۔ نے فرمایا کہ آپ لوگ ام سلیمؓ سے دریافت کریں کہ مسئلہ یہی صحیح ہے یا نہیں

اس واقعہ میں انصار مدینہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو کے الفاظ مذکورہ سے دو چیزیں بوضاحت ثابت ہوگئی۔ اوّل تو یہ کہ یہ انصار مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے اُنکے قول کے مقابل کسی کے فتوے پر عمل نہ کرتے تھے۔ دوم یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی ان لوگوں پر یہ اعتراض نہیں فرمایا جو ہمارے زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث مقلدین پر کرتے ہیں کہ تقلید شخصی تو شرک فی النبوۃ ہے حرام ہے۔ ناجائز ہے۔ بلکہ اُن کو مسئلہ کی تحقیق اور حضرت زید بن ثابت رضؓ کی طرف دوبارہ مراجعت کے لئے ارشاد فرمایا۔ ۸

چنانچہ فتح الباری ہی میں ہے کہ یہ حضرات مدینہ طیبہ پہنچے تو اُنھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے ارشاد کے موافق حضرت ام سلیمؓ سے واقعہ کی تحقیق کی اور حضرت زید بن ثابتؓ کی طرف مراجعت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے مکرر حدیث کی تحقیق فرماکر حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے قول کو قبول فرمالیا اور اپنے سابق فتوے سے رجوع کرلیا (کما صرح بہ فی الفتح صفحہ ۴۶۲ ج ۲)۔

الغرض اس واقعہ سے اتنی بات پر انصار مدینہ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اتفاق معلوم ہوا کہ جو لوگ شان اجتہاد اور کافی علم نہیں رکھتے۔ وہ کسی امام معین کی تقلید کو اپنے پر لازم کرلیں تو بلاشبہ جائز ہے۔

تنبیہ :۔ اس واقعہ سے قرن اوّل اور حضرات صحابہ کے تعامل سے تقلید شخصی کا ثبوت و جواز ثابت ہوا۔ پھر قرون متاخرہ میں اُسکو واجب و لازم قرار دینے کا سبب یہ ہوا کہ بغیر اسکے اتباع ہویٰ سے محفوظ رہنا عادۃً محال ہوگیا۔ اسکے وجوب کی بھی ایک نظیر قرن اوّل ہی میں موجود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ رسالہ میں لکھی جاوے گی۔ واللہ الموفق۔

حررہ العبد محمد شفیع عفا اللہ عنہ
فی کورۃ لبکری من مضافات دیوبند لست من شوال

المفتی کے متعلق اکابر علماء کی رائیں

سیکڑوں میں سے چند کلمات

از حکیم الامۃ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم (مفتخراً)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بعد حمد و صلوٰۃ احقر عرض کرتا ہے کہ بعضے رسائل تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں کچھ پوست ہوتا ہے کچھ مغز، مگر بفضلہ تعالیٰ رسالہ المفتی جہاں تک میری نظر سے گذرا ہے مغز ہی مغز ہے۔ فتاویٰ تو احکام شرعیہ ہوتے ہی ہیں جو سراسر مغز ہیں باقی مضامین میں بھی مدیر سلمہ کو اس کا خاص اہتمام ہے کہ بالکل ضروری اور مفید ہی ہوں۔ اسی لئے میں ان زائد مضامین کو بھی بالالتزام دیکھتا ہوں۔ دوسروں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ بشرط وسعت اس کو خرید کر اس سے دینی فائدہ حاصل کریں۔ واللہ الموفق۔ الاحقر اشرف علی تھانوی از ذیقعدہ

از بقیۃ السلف حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دار العلوم دیوبند دامت برکاتہم (مفتخراً)

ہمارے محترم اور دار العلوم دیوبند کے مشہور مفتی دین حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے اپنی عنایت [سے] رسالہ المفتی کی سرپرستی میں احقر کا نام لکھ دیا ہے۔ الحمد للہ کہ رسالہ اپنی دینی حیثیت کو قائم رکھتے ہوئے نہایت قابل قدر اسلامی خدمت کر رہا ہے اور کتاب و سنت و فقہ و حدیث کے موافق مسلک صحیح کی اشاعت کر رہا ہے۔ جو حضرات زاد آخرت کے لئے مال خرچ کرنے کے واسطے مصرف صحیح تلاش کرتے ہیں۔ اور صدقۂ جاریہ کے طالب رہتے ہیں اس کی امداد میں سعی فرما کر بیش از بیش ذخیرۂ آخرت حاصل فرماویں۔ واللہ الموفق والمعین۔

بندہ سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفا اللہ عنہ

از شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم صدر مہتمم دار العلوم دیوبند (منتخبہ)

المفتی کا اصل موضوع دار العلوم دیوبند کے ان فتاویٰ کی ایک خاص ترتیب سے اشاعت ہے جو مخدومنا حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی قدس اللہ روحہ یا ان کے بعد جناب مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدرس و سابق مفتی دار العلوم دیوبند کے قلم سے وقتاً فوقتاً نکلتے رہے ہیں۔ اگر مضامین المفتی کا دائرہ انہی دونوں قسم کے فتاویٰ کی اشاعت میں محدود رہتا تب بھی اس کی افادی حیثیت کافی شاندار ہوتی۔ لیکن المفتی کے ہر پرچہ میں کچھ متفرق علمی و تذکیری فوائد اور بھی ہیں جن کو لآلی منثورہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

ان بکھرے ہوئے موتیوں میں سے ہر ایک موتی کی قیمت المفتی کے سالانہ چندہ سے کہیں زائد ہے۔ میرے پاس جب کبھی المفتی آیا یاد نہیں پڑتا کہ ان بدائع فوائد کو بدون پڑھے اور تمام کئے چھوڑا ہو۔ افسوس زمانہ کی نامساعدت سے ان جواہر پاروں کی قدر نہیں رہی۔ تاہم ایک حلقہ اب بھی موجود ہے جو ایسے مضامین کی ضرورت کا احساس رکھتا ہے۔

شبیر احمد عثمانی از ڈابھیل ضلع سورت ۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ یوم الجمعہ

از عمدۃ العلماء حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب دامت برکاتہم ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (مفتخراً)

حامداً و مصلیاً ۔ اما بعد بندہ عبد اللطیف عرض کرتا ہے کہ رسالہ المفتی جو مولانا محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند اور مفتی سابق کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اہل مطالعہ کتب کے لئے عموماً اور ائمہ مساجد و طلبہ اہل علم کے لئے خصوصاً نہایت مفید ہے۔ مسلمانوں کو اس رسالہ کی قدر دانی کرنی چاہئے اور ایسے رسالہ کی اشاعت میں جد و جہد کر کے اجر دارین حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ایسا مفید رسالہ بند ہو گیا تو اس کا تدارک ناممکن ہو جائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد وعلی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

جناب خواجہ فیروز الدین صاحب ممبر دار العلوم دیوبند

کی

ایک طویل تحریر کے چند جملے یہ ہیں۔ خاص قابل تعریف بات یہ ہے کہ زمانہ حال کی فضول مضمون نگاری سے پاک منزہ ہے۔ نوجوان مسلمانوں کو اس قسم کے رسالوں کی ضرورت ہے مگر افسوس کہ علماء کی توجہ اس طرف نہیں۔

حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب نگینوی

اسٹیشن ماسٹر صاحب مرتضیٰ پور۔ اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ حضرت الحاج شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں جن کی خلافت تذکرۃ الرشید میں ہے۔ فقیر ان کا خادم ہے انھوں نے مجھے المفتی منگانے کی تاکید کی ہے۔ ایڈریس مرسل ہیں۔

Marfat.com

اَلْفَرَجُ بَعْدَ الشِّدَّۃ

یعنی

مصیبت کے بعد راحت

ناظرین المفتی کو یاد ہوگا کہ المفتی ۱۳۵۵ھ میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے موجودہ فقر و افلاس اور حوادث و مصائب کی صحیح تدابیر وعلاج واضح کرنے کے لئے دو رسالوں کا ترجمہ پیش کیا جائے گا جن میں سے ایک رسالہ علامہ سیوطی کا دافع الافلاس کے نام سے المفتی میں شائع ہو چکا ہے۔ آج دوسرا رسالہ تیسری صدی کے امام حدیث ابن ابی الدنیا کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق ۔ مدیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1 الحمد لله الذي جعل من بعد كل ضيق سعة وبعد كل عسر يسرا + وادرك عباده
رحمة والالكان عاقبة امرهم خسرا + والصلوة والسلام على خيرة خلقه وامنة عباده
رشدهم الى النعمتين صبرا وشكرا + وعلى اله واصحابه الذين هدوا الى الطيب
من القول في الحالتين عرفا ونكرا +

امّا بعد ۔ دنیا ایسے تغیرات وحوادث کی آماجگاہ ہے کہ اس کے کسی حال کو کسی وقت قرار نہیں کبھی صبح ہے، کبھی شام، کبھی چاندنی، کبھی اندھیری، کبھی دن چھوٹے، کبھی رات، کبھی خشکی اور کبھی برسات۔ ؎

کسی کی ایک طرح پر بسر ہوئی نہ انیس
عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

ایک ہی شخص پر اس کی عمر میں جتنے بڑے بڑے انقلابی دور گذرتے ہیں اُن کا بھی احاطہ دشوار ہے ہر شخص پر کوئی نہ کوئی ایسا وقت آتا ہے کہ اس کی فرحت وانبساط اور مسرت وخوشی کی حد نہیں ہوتی۔ اُسے اس وقت بھول کر بھی یہ تصور نہیں آتا کہ یہ حالت مصیبت ورنج کے ساتھ بدل سکتی ہے۔ اسی طرح کیسا ہی صاحب حشمت وجلال اور مالک دولت واموال ہو اس پر بھی ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ دنیا کی ساری راحتیں بھول جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اب اس مصیبت کا کوئی علاج نہیں۔ حالانکہ حقیقت وہ ہے جو عرب کے ایک حکیم نے بیان کی ہے ؎

فرح و حزن مرة
لا الحزن دام ولا السرور

خوشی اور رنج تھوڑی دیر کا ہے
نہ غم باقی رہتا ہے نہ خوشی

فارسی میں حضرت حافظ رحمہ کا یہ شعر بھی گویا اسی کا ترجمہ ہے ؎

بنوش بادہ کہ ایام غم نہ خواہد ماند	چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

اور کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

شبے کہ تاج مرصع صباح برسر داشت	نماز شام ورا خشت زیر سر دیدم

اصمعی جو تاریخ عرب کے مشہور و معروف امام ہیں۔ ایک روز امیر المومنین ہارون رشید کے دربار میں پہنچے۔ اور کہا کہ امیر المومنین ایک شعر سناتا ہوں جو انسان کی نصیحت و عبرت کے لئے کافی ہے۔ اسکو لکھ لیجئے اور کچھ پاس نہ ہو تو اپنے کمربند پر لکھ لیجئے۔ وہ یہ ہے ؎

عِشْ مُوسِرًا اِنْ شِئْتَ اَوْ مُعْسِرًا	لَا بُدَّ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْہَمِّ
خواہ مالدار ہو کر رہو یا تنگدست	لیکن دنیا میں غم و رنج کا پہنچنا ضروری ہے

دنیا اور اہل دنیا کے عروج و نزول ترقی و تنزل کی داستانیں فقط وہی نہیں جو تاریخ کے غیر محصور دفتروں میں محفوظ نظر آتی ہیں۔ بلکہ اگر غور کیجئے تو انسان کے گرد و پیش کی کل کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ ایک درس عبرت اور ہر انسانی حالت کی بے ثباتی کی خاموش داستان ہے۔ ؎

ہر نخبدے غیب کی آواز، بد	ہر نغمہ میں ہیں ہزاروں راز

انسان جس گھر میں آباد ہے اور اسکو بلا شرکت غیرے اپنا مملوکہ و مقبوضہ خیال کرتا ہے۔ ذرا تو غور تو کرے کہ اب سے تقریباً پچاس ساٹھ برس پہلے یہ کس کی ملک تھا اور وہ آج کہاں ہے۔ اس کے دعویٰ مالکیت کا کیا انجام ہوا۔ متنبی نے خوب کہا ہے۔ ؎

تَمَلَّکُہَا الْاٰتِیْ تَمَلُّکَ سَالِبٍ	وَفَارَقَہَا الْمَاضِیْ فِرَاقَ سَلِیْبٍ

آنے والا شخص دنیا کا اسی طرح مالک ہوتا ہے جیسے کوئی غاصب دوسرے کی ملک پر قابض ہو جائے اور جانیوالا دنیا کو اس طرح چھوڑتا ہے جیسے کوئی لٹا ہوا

الغرض آفات و حوادث ترقی و تنزل کے انقلابی دور فقط غرباء، مساکین یا بے کس و بے بس لوگوں کی ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ دنیا میں آنے والے ہر انسان کو اس سے دوچار ہونا ناگزیر ہے جو محض تقدیر خداوندی کے تابع ہے

ذرہ ذرہ دہر کا پابستہ تقدیر ہے	زندگی کے خواب کی جامی یہی تعبیر ہے

حوادث کے وقوع سے پہلے اور وقوع کے بعد انسان کو کیا کرنا چاہئے	یہ وہ مسئلہ ہے کہ بڑے بڑے عقلاء اس میں حیران ہیں، ناخن عقل و تدبیر اس گتھی کے سلجھانے میں کند نظر آتے ہیں۔

لیکن اسلامی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس مسئلہ میں بھی انسان کو ایک ایسے بلند اور محفوظ مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ تشویش و پریشانی اس کے پاس نہیں آسکتی۔ اور باعتبار آثار کے بے

Marfat.com

تے ہیں کہ حوادث کی وہاں تک رسائی نہیں کیونکہ آفات وحوادث بجائے پریشان کرنے کے اُس کے
ن وجمعیت خاطر میں اضافہ کا سبب بنجاتے ہیں۔ اور یہ حال ہوجاتا ہے کہ ؎

نہ شوخی چل سکی بادِ صبا کی ۔۔۔ بگڑنے میں بھی زلف اُس کی بنا کی

آجکل ہر جگہ کے مسلمان عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً ایسے حوادث وآفات کے دور سے گذر رہے
ں کہ خدا کی پناہ جس کو دیکھو پریشان مصیبت زدہ۔ پھر ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق اُس کے علاج
بیر میں مشغول ہے۔ مگر نتیجہ اس کے سوا نہیں۔ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

اس لئے خیال آیا کہ آفات ومصائب اور تمام پریشانیوں کا جو نہایت صحیح ومؤثر اور مفید ومجرب علاج
م اُمت حکیم الحکماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لئے تجویز فرماگئے ہیں اُسکی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی
ے کہ درحقیقت اُن کے تمام امراض وآفات کا وہی علاج ہوسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں علماء اُمت کی بہت سی مستقل تصانیف "الفرج بعد الشدۃ" کے نام سے موجود
یں جن میں سے اس وقت امام حدیث شیخ ابوبکر عبداللہ ابن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ کا رسالہ کتاب الفرج
بہ شدہ پیش نظر ہے۔ یہ رسالہ ضروری مضامین کو جامع بھی ہے اور مصنف کی جلالت شان کی وجہ سے قابل
(۴) عتماد بھی۔ اسلئے اسکا ترجمہ مع مختصر شرح کے لکھا جاتا ہے۔ نام اس ترجمہ کا صابر الکرام فی مصائب الایام
رکھا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کیلئے نافع ومفید بنائے۔ وھو المستعان فی کل مکان وزمان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث (۱) امام ابوبکر ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ اپنی سند کیساتھ بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نقل فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مصیبت کے وقت) حق تعالیٰ کی رحمت سے زوال مصیبت کا
انتظار ایک عبادت ہے۔ اور جو شخص تھوڑے رزق پر راضی ہوجائیگا حق تعالیٰ اُسکے تھوڑے عمل پر راضی ہوجائیگا

حدیث (۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
سے اُسکے فضل کی دعا مانگو کہ حق تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے۔ اور افضل عبادت (بعد فرائض کے) یہ ہے کہ
آدمی (مصیبت کے وقت) زوال مصیبت وفراخی عیش کا منتظر رہے۔

حدیث (۳) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر سے
وسیع نعمت کوئی نہیں جو کسی انسان کو دی گئی ہو۔

(ف) کیونکہ صبر ہی ایسی چیز ہے کہ اُسکے ذریعہ مصیبت بھی راحت بنجاتی ہے۔

سلہ امام موصوف نے اس رسالہ میں تمام روایات حدیث کو اپنی مستقل سند کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن عوام کے لئے سند کی ضرورت
نہیں اس لئے احقر نے بحذف اسانید ترجمہ کیا ہے ۱۲ محمد شفیع عفا عنہ۔

عطا ہو جائے وہ آخرت میں تو درجات اُخروی سے مالامال ہوگا ہی دنیا میں بھی کبھی پریشان نہ ہو

حدیث (۴) حضرت ابوالدرداء رضہ سے آیت کریمہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ. کا مطلب دریافت آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی شیون مختلفہ یہ ہیں کہ (جب چاہیں) گناہ معاف فرما دیں مصیبت کو دو ایک قوم کو سر بلند اور دوسری کو پست کر دیں۔

حدیث (۵) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سواری پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا۔ اچانک آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"جب مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو یہ چیز لکھی جا چکی اور دفترطے کر دیا گیا ہے۔ قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر ساری مخلوق ملکر یہ چاہے کہ تمہیں کوئی ایسا نفع پہنچائے جو حق تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں نہیں لکھا تو ہرگز اُنکو قدرت نہوگی۔ اور اگر ساری مخلوق ملکر یہ ارادہ کرے کہ تم کو ایسا نقصان پہنچائے جو تمہارے لئے مقدر نہیں تو ہرگز نہ پہنچا

حدیث (۶) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضہ سے فرمایا:۔

"اے لڑکے تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں چند کلمات بتلاؤں جو تمہیں (ہر حال میں) نفع دیں۔ ابن عباس رضہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم حق تعالیٰ (کے احکام) کی حفاظت کرو حق تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائینگے تم حق تعالیٰ کو یاد رکھو تو اُس کو (ہر مصیبت کے وقت) اپنے سامنے پاؤ گے۔ (یعنی اُس کی مدد تمہارے شامل حال ہوگی) جب کوئی سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے کرو۔ جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو جو کچھ انسان پر راحت یا مصیبت آنے والی ہے وہ لکھی جا چکی ہے (اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا) اگر ساری مخلوق تمہیں وہ نفع پہنچانا چاہے جو تمہارے لئے مقدر نہیں تو وہ ہرگز نہیں پہنچا سکتی۔ اور اگر ساری مخلوق تمہیں ایسا نقصان پہنچانا چاہیں جو تمہارے لئے مقدر نہیں تو وہ ہرگز اُس پر قادر نہ ہوں گے۔ پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ صدق و اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہو تو کر لو۔ اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو سمجھ لو کہ مکروہات اور خلاف طبع چیزوں پر صبر کرنے میں بڑی خیر ہے۔ اور سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کی مدد صبر کے ساتھ ہے اور یہ کہ راحت مصیبت کے ساتھ اور فراخی تنگی کے ساتھ۔ (یہ جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا)۔

کثرت استغفار فقر و مصائب کا اچھا علاج ہے۔

حدیث (۷) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص استغفار کی کثرت کرے گا حق تعالیٰ اُس کو ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے کشادگی اور بے گمان رزق عطا فرمائیں گے۔

حدیث (۸) حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے تھے

Marfat.com

ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ	جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کے لئے ہر تنگی سے خلاصی کی صورت نکال دیتے ہیں اور بے گمان رزق عطا فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو خدا تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہے

اور پھر فرماتے تھے کہ اے ابوذر اگر تمام آدمی اس آیت پر عمل کر لیتے توسب کو یہی کافی ہوتی۔

حدیث (۹) حضرت ابو عبیدہ رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ فلاں قبیلہ نے مجھ پر لُوٹ ڈال دی۔ اور میرے سب اونٹ اور ایک لڑکے کو لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد کے تمام اہلِ بیت میں تو اس وقت ایک مُد (تقریباً آدھ سیر) کھانا بھی نہیں ہے تم اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ یہ شخص گھر واپس آیا تو بی بی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دیا۔ اس نے واقعہ بیان کیا تو بی بی نے کہا کہ آپ نے بہت اچھی تعلیم فرمائی۔ (اُنہوں نے تعلیم نبوی کے موافق دعا کی) تھوڑے ہی عرصہ میں حق تعالیٰ کے فضل سے اس کے اونٹ اور لڑکا واپس مل گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع کی۔ آپ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ ہر مشکل کے وقت انسان کو حق تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُس سے ہر حاجت کا سوال کرنا چاہیے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَمَن یَتَّقِ اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔

لاحول ولا قوۃ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے

حدیث (۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کا علاج ہے جن میں سب سے کم غم و فکر ہے۔

(ف) یعنی اسکا پڑھنا غم و فکر کو دُور کرتا ہے اور اسکے علاوہ اور اٹھانوے بڑی بڑی بیماریوں کو دُور کرتا ہے۔

حدیث (۱۱) حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ مصیبت کی گھڑیاں معصیت کی گھڑیوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔

حدیث (۱۲) ابو محذورہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جس حال پر میں نے صبح کی ہے وہ اچھا ہے یا بُرا کیونکہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ جس حالت کو میں پسند کرتا ہوں میرے لئے وہ بہتر ہے یا جس کو مکروہ و مبغوض سمجھتا ہوں وہ میرے لئے بہتر ہے۔

(ف) آیتِ قرآنیہ کی طرف اشارہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بسا اوقات انسان [illegible] اور اُس کی تمنا کرتا ہے مگر درحقیقت وہ چیز اُس کے لئے انجام کار [illegible] ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات انسان کسی چیز کو اپنے لئے مصیبت سمجھتا ہے مگر اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحؒ فرماتے ہیں کہ ہماری مدد دو ناپسندیدہ چیزوں میں اگر ہماری بھلائی نہ ہو

۵

تو پسندیدہ میں بھی بھلائی نہیں ہو سکتی۔

(ف) عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے ؎

بس رہین وسوسہ باشی دلا	گر طرب را باز دانی از بلا
گر مرادت را مذاق شکر است	نامرادی نے مراد دلبر است

حدیث (۱۳) منصور بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ آپ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر دریافت کرو مَا اَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ اِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَهَا۔ میں نے دریافت کیا تو فرمایا سبحان اللہ کیا اس میں بھی کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ آسمان و زمین جو مصیبت کسی انسان کو پہنچتی ہے وہ سب اُس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی دائمی دفتروں میں لکھی ہوئی ہے۔

حدیث (۱۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کو دنیوی فکرات میں داخل کرو۔ اور پھر صبر کے ذریعہ نکال لو۔ اور چاہیئے کہ جو عیوب تم اپنے نفس میں خود دیکھتے ہو وہ تمہیں لوگوں کی بدگوئی و عیب جوئی سے روکدیں۔

(ف) یعنی انسان کا کمال یہ ہے کہ باوجود دنیوی افکار میں مبتلا ہونے کے پھر تقوی پر بذریعہ صبر قائم رہے اور جب کوئی عیب اپنے اندر بھی دیکھتا ہے تو کم از کم اُس عیب میں دوسروں کی بدگوئی و عیب جوئی میں مبتلا نہ ہو۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر کوئی عیب خود کرتا ہے تو دوسروں کو از روئے خیرخواہی اُس کا عیب ہونا بھی نہ بتلاوے۔ (۶)

لاحول ولا قوۃ کے بعض فضائل

واقعہ (۱۵) ابوالخیر اسحاق عزدی فرماتے ہیں کہ جب عہد فاروقی میں مسلمانوں نے فارس پر جہاد کیا) تو شہر کرخ کے قریب فارسی سپاہ کا جنرل از دمہر اسی ہاتھیوں کی فوج لیکر مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا۔ ان خونخوار ہاتھیوں کے منظم پرے کو دیکھکر قریب تھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے اور لشکر کی تمام صفیں منتشر ہو جاویں۔ مسلمانوں کے امیر لشکر محمد بن قاسم پریشان ہوئے۔ مختلف تدبیریں کیں کوئی کارگر نہ ہوئی۔ بالآخر چند بار آواز سے پڑھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حق تعالیٰ نے اس کلمہ کو مسلمانوں کے لئے ایک قلعہ بنادیا کہ ہاتھی جو اسلامی فوج پر چڑھے چلے آرہے تھے یکایک رک گئے اور حق تعالیٰ نے اُن پر سخت گرمی اور پیاس کو مسلط کر دیا۔ جس کی وجہ سے پریشان ہو کر وہ پانی کی طرف دوڑنے لگے۔ فیل بانوں نے ہر طرح روکنا چاہا مگر وہ اُن کے قابو سے باہر تھے۔

اس وقت اسلامی لشکر نے آگے بڑھکر حملہ کیا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ تھا۔

Marfat.com

واقعہ (۱۶) بہت سے مشائخ حضرت حبیب ابن مسلم رضہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب کسی دشمن کے مقابلہ پر جاتے تھے تو کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کرنا چاہا اور یہ کلمہ شریف پڑھا تو روم قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر مسلمانوں نے اس کا ورد کیا تو قلعہ کی دیواریں شق ہو گئیں اور مسلمانوں کی فوج اندر داخل ہو گئی۔

حدیث (۱۷) حضرت خالد بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضہ سے ارشاد فرمایا کہ زیادہ فکر میں نہ پڑو۔ جو کچھ مقدر ہے ہو کر رہے گا۔ اور جو تمہارا رزق ہے تمہیں ضرور پہنچے گا۔

حدیث (۱۸) حضرت سفیان بن عیینہ رح فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمد بن علی رح حضرت محمد بن منکدر کے پاس گذرے اُن کو مغموم دیکھا اور پوچھا کہ مغموم کیوں ہو۔ ابو حازم رح نے جواب دیا کہ بار قرض کی وجہ سے مغموم ہیں۔ محمد بن علی رح نے فرمایا کہ یہ ادائے قرض کے لئے دعا بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ ابو حازم نے عرض کیا کہ کرتے ہیں۔ حضرت محمد بن علی رضہ نے فرمایا کہ بندہ کے لئے ہر اُس حاجت میں برکت ہوتی ہے جس میں وہ اپنے رب سے دعا مانگتا ہے خواہ کوئی حاجت ہو۔

(7) **ارشاد (۱۹)** حضرت سفیان بن عیینہ رح فرماتے ہیں کہ بندہ جس چیز کو ناپسند کرتا ہے وہ اُس کیلئے اُس حالت سے بہتر ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ کیونکہ ناپسندیدہ اور مبغوض حالات اُس کو دعا پر آمادہ کر دیتے ہیں اور حسب مرضی کام ہو جانا اُس کو غفلت میں ڈال دیتا ہے۔

ارشاد (۲۰) حضرت داؤد علیہ السلام یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے سبحان مستخرج الدعاء بالبلاء۔ سبحان مستخرج الشکر بالرخاء۔ یعنی حق تعالیٰ بڑا ہی پاک ہے جو انسان کو بلاء میں مبتلا کر کے اُس کی زبان سے دعا نکلواتا ہے اور راحت دیکر اُس کی زبان سے شکر نکلواتا ہے۔

ارشاد (۲۱) حضرت کردوس بن عمرو جو کتبِ سابقہ کے عالم تھے فرماتے ہیں کہ بعض کتب سابقہ میں حق تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ بعض اوقات کسی اپنے مقبول بندہ کو تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں تاکہ وہ تضرع وزاری کریں حق تعالیٰ ان کی تضرع وزاری کو سنتے ہیں۔

ارشاد (۲۲) حضرت بشر بن بشار مجاشعی جو زہاد وعباد میں مشہور ومعروف ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عابد سے کہا کہ مجھے وصیت کرو۔ اُس نے کہا کہ تقدیر الٰہی تم کو جس جگہ ڈالے صبر و سکون کے ساتھ اپنے نفس کو وہاں ڈالدو۔ اسی کے ذریعہ تمہارا قلب فارغ ہو گا اور جب تم ملتجی ہو اور تقدیر پر ناراضی کا اظہار ہرگز نہ کرو۔ ورنہ حق تعالیٰ کا غضب اسی طرح تم پر نازل ہوگا کہ تم ...

خبر بھی نہ ہوگی۔

حدیث (۲۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت پیش آئے اور وہ اُس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ (یعنی حق تعالیٰ سے قطع نظر کے لوگوں ہی کو حاجت روا قرار دے) تو اُس کی حاجت پوری نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ اپنی حاجت حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرے تو حق تعالیٰ یا تو اُس کی مراد جلد پوری فرمادیں گے اور یا اگر اس کی عمر پوری ہو چکی ہے تو وفات (دیکر اُس کو راحت) عطا فرمائیں گے۔

حدیث (۲۴) حضرت عمران بن حصین رضہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے قطع نظر کرکے حق تعالیٰ پر اعتماد و توکل کرے حق تعالیٰ اُس کی ہر حاجت کے کفیل بنجاتے ہیں اور بے گمان رزق دیتے ہیں اور جو شخص (حق تعالیٰ کی رحمت سے قطع نظر کرکے) محض لوگوں پر بھروسہ کرے اور اُن) سے اپنی حاجت طلب کرے، تو خدا تعالیٰ اُس کو اُسی کے حوالہ کر دیتے ہیں۔

حدیث (۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے بھلائی کی دعا کرتے رہو اور حق تعالیٰ کی رحمت کے نفحات سے منتفع ہونے کی کوشش میں لگے رہو۔ کیونکہ اُس کی رحمت کے بہت سے نفحات ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُن سے فائز المرام فرما دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہاری عیب پوشی فرمائے اور خوف و خطرہ سے نجات دے۔

ارشاد (۲۶) حضرت مالک بن دینار رح اپنے مرض وفات میں بوقت وفات یہ فرماتے تھے کہ مصائب کے ساتھ حق تعالیٰ کی نعمتیں کس قدر قریب ہیں کہ مصیبت کے بعد راحت اور راحت کے بعد مصیبت آتی رہتی ہے اور قریب ہی زمانہ میں راحت و مصیبت کی دونوں حالتیں زائل ہو جاتی ہیں۔

حدیث (۲۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ تنگی و مصیبت اگر کسی بل کے اندر بھی گھس جائیں تو ضروری ہے کہ یُسر و فراخی بھی اس کے ساتھ اُسی بل کے اندر پہنچ جائے گی۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔

حدیث (۲۸) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ نے حضرت ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ جب انسان پر کوئی شدت و تکلیف آجاتی ہے تو خدا تعالیٰ اُس کے بعد اس کو فراخیٔ عیش نصیب فرماتا ہے۔ اور بیشک ایک تنگی دو فراختوں پر غالب نہیں آسکتی۔ اور یہ کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون } خود بھی صبر کرو اور دوسروں کو صبر پر آمادہ کرو اور سرحد کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو شاید تمہیں فلاح حاصل ہو جاوے۔

(باقی آئندہ)

Marfat.com

حدیث (۲۹) حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے۔ اور جہاں تک میرا علم ہے حضرت انس رضؓ نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ارشاد فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السّلام جب مچھلی کے پیٹ میں محبوس تھے اور ارادہ کیا کہ حق تعالیٰ سے دعا کریں تو یہ کلمات کہے:-

اَللّٰھُمَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ - یہ دعا سیدھی عرش پر پہنچی۔ ملائکہ نے عرض کیا یا اللہ یہ ایک ضعیف آواز ہے اور پہچانی ہوئی ہے (یعنی ہم پہلے بھی یہ آواز سُنا کرتے تھے) اور (تعجب یہ ہے کہ) یہ آواز بلاد غربیہ (دُور دراز ملک سے آرہی ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم ان کو پہچانتے نہیں۔ ملائکہ نے عرض کیا اے ہمارے مالک یہ کون ہیں۔ فرمایا کہ یہ ہمارا بندہ یونس ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ آپ کے بندہ یونس نبی تو وہ ہیں کہ ہمیشہ اُن کے اعمال مقبولہ اور مقبول دعائیں بارگاہ قدس میں آتی رہتی ہیں۔ پھر فرشتوں نے عرض کیا یارب وہ راحت و تندرستی کے وقت آپ کی طاعت وذکر میں رہتے تھے۔ اب سختی ومصیبت کے وقت آپ اُن پر رحم فرمائیے۔ اور مصیبت سے نجات دیجئے حق تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیدیا اُس نے آپ کو ایک کُھلے میدان میں ڈالدیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اسی میدان میں ایک کدو کا درخت ان کے لئے اُگا دیا۔ (کیونکہ ضعف کے لئے یہ بہترین غذا ہے)۔ اور ایک پہاڑی بکری کو اسکے لئے طیار کردیا کہ صبح شام آپکے پاس آکر کھڑی ہوجاتی آپ اُس کا دودھ پی لیتے۔ (اسی سے حق تعالیٰ نے اُن کو قوت عطا فرما دی)۔

حدیث (۳۰) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپنے ارشاد فرمایا کیا تمہیں ایسی چیز بتلادوں جس کے پڑھنے سے ہر مصیبت وتکلیف جو کسی انسان پر پڑگئی ہو دُور ہوجاوے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلائیے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا یعنی آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

ارشاد (۳۱) حضرت یونس بن میسرہ بن حلبس رحؒ فرماتے ہیں کہ یونس علیہ السلام [illegible] کے پیٹ میں) دریا کے تاریک قعر کے اندر تھے تو قارون (جس کو زمین کی وجہ سے [illegible] تعالیٰ نے [illegible] دھنسا دیا تھا) آپ سے ملا۔ اور کہا اے یونس اگر آپ توبہ کریں تو حق تعالیٰ کو [illegible] حضرت یونس علیہ السّلام نے فرمایا کہ (تم [illegible]) [illegible]

نہ کرلی۔ اُس نے کہا کہ میری توبہ میرے چچازاد بھائی کے سپرد کر دی گئی ہے وہ میری توبہ قبول نہیں کرتا۔

ارشاد (۳۲) حضرت سعید بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السّلام کو جب مچھلی نے نگل لیا تو سمجھے کہ میری موت آگئی۔ لیکن پھر پیروں کو حرکت دی تو معلوم ہوا کہ اعضاء میں حیات باقی ہے۔ یہ دیکھکر فوراً اپنی عادت کے موافق نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور اپنی دعاء میں یہ بھی عرض کیا کہ یا اللہ میں نے آپ کی عبادت کے لئے ایسی جگہ مسجد بنائی جہاں کسی نے نہیں بنائی تھی۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں آیۂ قرآن لَوۡلَآ اَنَّہٗ مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ میں مسبحین سے مصلین ہی مراد ہے جس سے اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے

ارشاد (۳۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یونس علیہ السّلام کو مچھلی نے نگل لیا اور قعرِ دریا میں لے گئی تو آپ نے سمندر کی تہ میں کنکریوں کو تسبیح پڑھتے ہوئے سُنا۔ اس وقت آپ تین اندھیریوں کے اندر گھرے ہوئے تھے۔ ایک مچھلی کے پیٹ کی اندھیری۔ دوسرے رات کی تیسرے قعرِ دریا کی۔ اس وقت آپ نے یہ دعا کی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ۔ اس کی برکت سے حق تعالیٰ نے اُن کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا۔ مگر مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے یہ حال ہوگیا تھا کہ پرندہ کا بچہ جس کے تمام بال و پر نوچ لئے گئے ہوں۔

روایت (۳۴) حضرت یحییٰ بن سالم روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ملک الموت نے حق تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ یعقوب علیہ السّلام سے ملیں۔ اجازت مل گئی تو وہ اُن کے پاس گئے۔ یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تمہیں اُس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ یہ بتلاؤ کہ تم نے یوسف (علیہ السّلام) کی روح قبض کی ہے یا نہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر کہا کہ میں آپ کو ایسے کلمات بتلاتا ہوں کہ اُن کی برکت سے آپ جو کچھ حق تعالیٰ سے مانگیں گے آپ کو عطا ہوگا حضرت یعقوب علیہ السّلام نے فرمایا کہ ضرور بتلائیے فرمایا یہ کلمات پڑھکر دعا کیجئے،۔ (۴)

یَا ذَا الۡمَعۡرُوۡفِ الَّذِیۡ لَا یَنۡقَطِعُ اَبَدًا وَّلَا یُحۡصِیۡهِ غَیۡرُهٗ۔

راوی کا بیان ہے کہ اُنہوں نے یہ کلمات پڑھکر دعا کی) تو صبح طلوع نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کا قمیص لیکر بشیر پہنچ گئے۔

روایت (۳۵) اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قیدخانہ میں حضرت یوسف علیہ السّلام کے پاس تشریف لے گئے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حکیم آپ یہاں کیسے

ل‍ه اے وہ پاک ذات جس کا احسان کسی وقت منقطع نہیں ہوتا۔ اور اُس کے سوا کوئی اُس کے احسانات کو شمار بھی نہیں کرسکتا ۱۲ منہ

Marfat.com

تشریف لائے۔ فرمایا کہ آپ ہی میرے آنے کا سبب ہیں۔ آپ یہ کلمات پڑھکر دعاء کریں۔ حق تعالیٰ آپ کو تکلیف سے رہائی عطا فرمائیں گے وہ کلمات یہ ہیں:-

اَللّٰهُمَّ يَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبٍ وَيَا قَرِيبًا غَيْرَ بَعِيدٍ وَيَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوبٍ اجْعَلْ لِي مِنْ أَمْرِي فَرَجًا وَمَخْرَجًا وَارْزُقْنِي مِنْ حَيْثُ لَا أَحْتَسِبُ۔

روایت (۳۶) ابراہیم بن خلاد ازدی فرماتے ہیں کہ ایک روز جبریل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس تشریف لائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے رنج و مصیبت کی اُن سے شکایت کی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں آپ کو ایسی دعاء بتلاتا ہوں جس کے پڑھنے سے حق تعالیٰ آپ کی مصیبت کو دُور فرمادے۔ فرمایا کہ یہ کلمات پڑھا کرو:-

يَا مَنْ لَا يَعْلَمُ كَيْفَ هُوَ إِلَّا هُوَ وَيَا مَنْ لَا يَبْلُغُ قُدْرَتَهُ غَيْرُهُ فَرِّجْ عَنِّي۔

(ترجمہ) اے وہ ذات جس کی حقیقت کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اے وہ ذات کہ اُسکی قدرت کو بجز اُس کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ میری مصیبت کو دُور فرما۔ یہ دعا کرنا تھا کہ قید سے رہائی کی خوشخبری لیکر قاصد پہنچ گیا۔

5 **روایت (۳۷)** معتمر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک شخص ملا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو آپ کی قدیم عادت کے موافق (خوش خرم) نہیں پاتا۔ فرمایا۔ (اسکا سبب) طول عمر اور کثرتِ احزان ہے۔ پھر ایک ملنے والے نے آپ کو یہ کلمات بتلائے (جن کی برکت سے تمام مصائب اور غم دُور ہوجاتے ہیں)۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي مِنْ كُلِّ مَا أَهَمَّنِي وَكَرَبَنِي مِنْ أَمْرِ دُنْيَايَ وَآخِرَتِي فَرَجًا وَمَخْرَجًا وَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَثَبِّتْ رَجَاءَكَ فِي قَلْبِي وَاقْطَعْهُ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰى لَا يَكُونَ لِي رَجَاءٌ إِلَّا إِيَّاكَ۔

(ترجمہ) یا اللہ میرے لئے ہر فکر و مصیبت سے خواہ وہ دنیا کے متعلق ہو یا آخرت کے خلاصی و کشادگی عطا فرما۔ اور میرے گناہ بخشدے اور اپنی رجاء (امید) کو میرے دل میں ثابت فرمادے اور اپنے غیر سے میری توقع و امید قطع فرمادے یہانتک کہ میری تمنا آپکے سوا کوئی نہ رہے۔

لہ یا اللہ اے ہمیشہ ہر جگہ حاضر رہنے والے کہیں غائب نہ ہونے والے اور اے ہر جگہ قریب رہنے والے کہیں دور نہ ہونے والے۔ اور اے ہمیشہ غالب رہنے والے کبھی مغلوب نہ ہونے والے۔ مجھے [illegible] عطا فرما۔ اور مجھے ایسی جگہ سے رزق دے جہاں گمان نہ ہو ۱۲ منہ

Marfat.com

روایت (۳۸) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اگر بلاء ومصیبت سے دنیا میں کوئی محفوظ رہتا تو یعقوب علیہ کا خاندان اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ مگر اُن پر اسّی برس تک مصائب وآفات کا سلسلہ لگا رہا۔

روایت (۳۹) حضرت غالب ابن قطان فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السّلام کو قید خانہ میں مدّت طویل ہوگئی اور آپ کی تکلیف بڑھنے لگی۔ کپڑے میلے ہوگئے۔ اور بال غبار آلود ہوگئے۔ اور جیل خانہ والوں نے آپ کی ساتھ معاملہ خراب کیا تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی :۔

اَللّٰھُمَّ اَشْکُوْ اِلَیْکَ مَالَقِیْتُ مِنْ وُدِّیْ وَعَدُوِّیْ اَمَّا وُدِّیْ فَبَاعُوْنِیْ وَاَخَذُوْا ثَمَنِیْ وَاَمَّا عَدُوِّیْ فَسَجَنَنِیْ۔ اَللّٰھُمَّ فَاجْعَلْ لِیْ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔

حق تعالیٰ نے فوراً آپ کو رہائی عطا فرمائی۔

روایت (۴۰) حضرت جبرئیل علیہ السّلام حضرت یعقوب علیہ السّلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے یعقوبؑ حق تعالیٰ کی جناب میں تضرّع وزاری کیجئے۔ فرمایا کہ کس طرح۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہ کلمات تلقین فرمائے :۔ یَا کَثِیْرَ الْخَیْرِ وَیَا دَائِمَ الْمَعْرُوْفِ۔

وحی ہوئی کہ اے یعقوب آپ نے مجھے ایسے کلمات کے ساتھ پکارا ہے کہ اگر آپ کے دونوں بیٹے انتقال بھی کر گئے ہوتے تو میں اُنھیں دوبارہ زندہ کر دیتا۔

حدیث (۴۱) (بسند صحیح) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب سے نجات دلانے والے کلمات یہ ہیں :۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

حدیث (۴۲) قاسم بن عبدالرحمٰن حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی رنج وغم یا فکر وتکلیف پیش آتی تھی تو آپ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے :۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

حدیث (۴۳) عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مصیبت زدہ کی دعا یہ ہونی چاہئے :۔

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ شَانَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فِیْ عَفْوِکَ وَعَافِیَتِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

(ترجمہ) یا اللہ میں (تیری ہی) رحمت کی توقع رکھتا ہوں آپ مجھے ایک لحظہ بھر میرے نفس کے سپرد نہ فرمائیے اور میرے سب کام درست فرما دیجئے۔ دنیا وآخرت کے اپنے عفو وعافیت کے ساتھ۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

روایت (۵۱) ابراہیم تیمیؒ جب حجاج کی قید میں تھے بعض لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں نہیں کرتے کہ آپ کو اس قید سے رہائی ہو جائے۔ فرمایا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ ایسی چیز کے زوال کی دعا کروں جسمیں مجھے اجر عظیم مل رہا ہے۔

ف۔ یہ ایک خاص حال تھا جسمیں مصیبت کے اجر عظیم کے استحضار نے مصیبت کو لذیذ بنا دیا تھا ؎

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ گرد گلہ توتیائی چشم گرگ

اور اسی حالت میں کسی نے کہا ہے ؎ غم چہ استادہ تو بر ورما + اندر آیا ما برادر ما +

ورنہ اصل یہ ہے کہ مصیبت سے عافیت کی دعا کرنا مسنون ہے۔

روایت (۵۲) ایک شخص کو کسی ظالم نے ایک گڑھے میں قید کر کے اوپر سے پتھر رکھدیا تھا۔ اسی حالت میں اُس کو منجانب اللہ یہ دعا تلقین کی گئی اُس نے پڑھی تو خود بخود گڑھے سے باہر نکل آیا۔ دعا یہ ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

روایت (۵۳) خلیفۃ المسلمین سلیمان بن عبدالملک کے پاس روم کے ایک نصرانی عالم کو لایا گیا سلیمان نے اس کے قید کر دینے کا حکم کیا۔ جیلخانہ کا داروغہ ایک روز حسب معمول رات کو اندر سے قفل لگا کر باہر آ گیا۔ صبح کو پہنچا تو دیکھا کہ یہ نصرانی عالم غائب ہے۔ پھر کئی ماہ کے بعد سرحد کے عامل نے خلیفہ کو خط لکھا کہ فلاں نصرانی عالم (۳) جو آپ کی قید میں تھا یہاں ہمارے مکان کے قریب پڑا ہوا پایا گیا ہے۔ سلیمان بن عبدالملک نے داروغۂ جیل کو بلا کر واقعہ دریافت کیا۔ اُس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین میری جاں بخشی ہو تو میں صحیح صحیح واقعہ عرض کر دوں امیر المؤمنین نے اقرار کیا تو اُس نے واقعہ عرض کر دیا۔ امیر المؤمنین نے دریافت کیا کہ وہ کیا عمل کرتا تھا اور کیا پڑھا کرتا تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ یہ دعا پڑھا کرتا تھا۔

يَامَنْ يَكْتَفِيْ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا وَلَا يَكْتَفِيْ مِنْهُ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِهٖ يَا اَحَدَ مَنْ لَّا اَحَدَ لَهٗ اِنْقَطَعَ الرَّجَاءُ اِلَّا مِنْكَ اَغِثْنِيْ اَغِثْنِيْ۔	اے وہ ذات جو تمام مخلوق کے بدلہ میں کافی ہے اور اُس کے عوض میں کوئی مخلوق کافی نہیں اے بیکسوں کے مددگار تیرے سوا سب سے امید منقطع ہوگئی تو ہی مجھے پناہ دے تو ہی مجھے پناہ دے۔

سلیمان بن عبدالملک نے کہا کہ انہیں کلمات کی وجہ سے اُس کو نجات ملی ہے۔

روایت (۵۴) حجاج بن یوسف نے ایک شخص کے گرفتار کرنے کے لئے سپاہی بھیجے اور [illegible] کہ وہ ہاتھ آ گیا تو اُسے قتل کروں گا۔ وہ گرفتار ہو کر آیا۔ سامنے لایا گیا تو اس نے کچھ کلمات پڑھے [illegible] حجاج نے اسے آزاد کر دیا۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے کیا پڑھا تھا اس نے کہا کہ یہ دعا پڑھی تھی یَا عَزِیْزُ یَا حَمِیْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ اِصْرِفْ عَنِّیْ شَرَّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ۔

Marfat.com

روایت (۵۵) عمرو بن ابو السرایا کہتے ہیں کہ میں تن تنہا بلاد روم پر حملہ کرتا تھا۔ ایک روز میں سو رہا تھا۔ اچانک ایک رومی میرے سرھانے پہنچا اور ٹھوکر مار کر مجھے حرکت دی۔ میں بیدار ہو گیا۔ اُس نے کہا اے عربی (آؤ مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ) اور یہ تمہیں اختیار ہے کہ نیزہ بازی کر و یا تلوار سے لڑو یا کشتی کرو۔ میں نے کہا کہ نیزہ بازی اور تلوار بازی تو کچھ دیر تک ٹھیر نہیں سکتی جس سے زور آزمائی ہو سکے۔ ہاں آؤ کشتی لڑیں۔ وہ سُنتے ہی مجھ پر ٹوٹ پڑا اور دفعتہً مجھے پچھاڑ دیا اور میرے سینے پر بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ اب بتاؤ کہ تمہیں کس طرح قتل کروں۔ مجھے اُس وقت خدا تعالیٰ یاد آیا۔ میں نے کہا کہ اشهد ان کل معبود دون عرشك الى قرار الارضين باطل غير وجهك الكريم قد ترى ما انا فيه ففرج عني (ترجمہ) یا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے عرش سے لیکر زمین کی گہرائیوں تک جتنے معبود تیرے سوا ہیں سب باطل ہیں۔ آپ میری مصیبت کو دیکھ رہے ہیں مجھے اس سے نجات دیجئے۔

اسی حالت میں مجھ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ پھر ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رومی میرے پہلو میں مقتول پڑا ہے اسحاق بن بنت داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کا تجربہ کیا اور لوگوں کو بتلایا بہت نافع ثابت ہوئی۔ اور یہ دعا گویا مکمل اخلاص ہے۔

حدیث (۵۶) حضرت اسماعیل بن ابی فدیکؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو جبریل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دعا پڑھئے:۔

توكلت على الحي الذي لا يموت والحمد لله الذي لم يتخذ ولداً ولم يكن له شريك في الملك ولم يكن له ولي من الذل وكبره تكبيرا۔	میں نے اُس ذات پر بھروسہ کر لیا جس کو موت نہیں اور حمد ہے اللہ کی جس نے کسی کو اولاد نہیں بنایا اور نہ کوئی اُس کے ملک کا شریک ہے اور نہ بوجہ عجز کے اُسکو کسی مددگار کی ضرورت ہے اور اُسکی بہت بڑائی بیان کرو

حدیث (۵۷) حضرت محمد بن علیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک دعا بتلائی تھی جس کو وہ پریشانی اور تکلیف کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ اور پھر حضرت علی رضؓ نے یہ دعا اپنی اولاد کو سکھائی وہ دعا یہ ہے:۔

يا كائن قبل كل شئ ويكون قبل كل شئ و كائن بعد كل شئ افعل لى كذا وكذا۔	اے ہر شے سے پہلے ہونیوالے اور ہر شے کے پیدا کرنیوالے اور ہر شے کے باقی رہنیوالے میرا فلاں فلاں مراد پوری کر دے (اس جگہ اپنی مراد کا ذکر کرے)

حدیث (۵۸) ایک شخص حضرت حسن بن علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ اپنے والد ماجد حضرت علیؓ سے (کسی حاجت میں) میری سفارش کر دو۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ اس وقت ایک ایسے مکان میں ہیں جس میں وہ اُسی وقت بیٹھتے ہیں جب کوئی پریشانی اور رنج وغم ہو۔

Marfat.com

اُس نے عرض کیا کہ اچھا مجھے اُس مکان کے قریب پہنچا دو تاکہ میں اُن کا کلام سُن سکوں۔ قریب پہنچا میں نے آپ کو یہ کلمات کہتے ہوئے سُنا کھیعص یا نور یا قدوس یا حی یا اللہ یا رحمٰن۔ یہ کلمات تین مرتبہ کہے۔ پھر کہا:۔

اغفرلی الذنوب اللتی تحل النقم	میرے وہ گناہ معاف کر دیجئے جو مصیبت ڈالتے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تغیر النعم	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو نعمتوں کو مصیبت سے بدل دیتے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تورث الندم	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو ندامت پیدا کرتے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تحبس القسم	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو قسمتوں کو روک دیتے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تھتك العصم	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو عصمت کو توڑ دیتے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تنزل البلاء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو بلا نازل کرتے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تعجل الفناء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو جلدی فنا کرنیوالے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تدیل الاعداء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو دشمنوں کو غلبہ دینے والے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تقطع الرجاء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو امیدیں قطع کرنیوالے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی ترد الدعاء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو دعا کو رد کرنیوالے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تمسك غیث السماء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو بارش کو روکنے والے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تظلم الھواء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو ہوا کو تاریک کرنیوالے ہیں۔
واغفرلی الذنوب اللتی تکشف الغطاء	اور وہ گناہ بخش دیجئے جو رسوا کرنے والے ہیں

روایت (۵۹) خلیفہ ولید بن عبدالملک نے عثمان بن حبان مزنی کو خط لکھا کہ حسن بن حسن کو تلاش کرو۔ اور سو کوڑے لگاؤ اور ایک دن اُن کو لوگوں کے سامنے کھڑا کرو۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ کسی دن وہ میرے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ عثمان بن حبان نے اُن کو بُلوایا۔ سامنے لائے گئے تو دشمنوں کا ہجوم تھا۔ علی بن حسینؓ کھڑے ہوئے اور اُن سے کہا کہ آپ یہ خلاص کے کلمات پڑھیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو بَری فرمائیں گے وہ کلمات یہ ہیں لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین۔ حضرت حسن نے یہ کلمات پڑھے۔ اس وقت عثمان کی نظر ان پر پڑی تو کہا کہ یہ چہرہ تو بَری آدمی کا معلوم ہوتا ہے۔ اس پر کسی نے بہتان باندھا ہے ان کو چھوڑ دیا جائے۔ میں سلطان کو خط میں ان کا عذر لکھوں گا کیونکہ حاضر اُن حالات کو دیکھتا ہے جن کو غائب نہیں دیکھتا۔

روایت (۶۰) حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حطیم بیت اللہ میں تھا کہ حضرت علی بن حسین

Marfat.com

داخل ہوئے۔ میں نے دل میں کہا کہ (بڑی نعمت ملی) ایک مردِ صالح خاندان نبوت سے ہیں میں آج انکی دعا کو سنوں گا۔ آپ نے نماز پڑھنا شروع کیا اور سجدہ میں گئے۔ میں نے کان لگایا تو آپ یہ کلمات کہہ رہے تھے۔

عُبَيْدُكَ بِفِنَاءِكَ مِسْكِيْنُكَ بِفِنَاءِكَ فَقِيْرُكَ بِفِنَاءِكَ سَائِلُكَ بِفِنَاءِكَ۔	آپ کا بندہ حقیر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہے آپکا مسکین آپکی بارگاہ میں حاضر ہے آپکا محتاج آپکی بارگاہ میں حاضر ہے آپکا سائل آپکی درگاہ میں حاضر ہے

حدیث (۶۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کی طرف تشریف لیگئے تو یہ دعا کی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں یہی دعا کی اور ہر مصیبت زدہ کی یہ دعا ہے :۔

كنت وتكون وانت حي لا تموت تنام العيون وتنكدر النجوم وانت حي قيوم ولا تأخذك سنة ولا نوم يا حي يا قيوم۔	آپ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور آپ ہی وہ زندہ ہیں جسکو موت نہیں سب آنکھیں سوجاتی ہیں اور ستارے بے نور ہوجاتے ہیں اور آپ زندہ قائم رہنے والے ہیں آپ پر اونگھ غالب آتی ہے نہ نیند اے زندہ رہنے والے اور عالم کو قائم رکھنے والے

روایت (۶۲) ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک صاحب ہمارے مہمان ہوئے جب رخصت ہونے لگے تو مجھے کچھ ہدیہ دینا چاہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ تو فرمایا کہ اچھا ہم تمہیں ایک دعا بتلاتے ہیں جو ہمارے جد امجد حضرت انس کی دعا ہے۔ اور میں نے جب کبھی یہ دعا کی حق تعالیٰ نے ہر مصیبت و پریشانی سے نجات عطا فرمائی۔ وہ دعا یہ ہے :۔ ٦

اللهم ان ذنوبي لم تبق الا رجاء عفوك وقد قدمت الة الحرمان بين يدي۔ فانا اسألك بما لا استحق۔ وادعوك بما لا استوجبه واتضرع اليك بما لا استاهله۔ فلو يخفى عليك حالي وان خفي على الناس كنه معرفة امري اللهم ان كان رزقي من السماء فاهبطه وان كان في الارض فاظهره وان كان بعيدا فقربه وان كان قريبا فيسره وان كان قليلا فكثره وبارك لي فيه۔	یا اللہ میرے گناہوں نے بجز تیری معافی کے اور کوئی امید باقی نہیں چھوڑی اور میں نے محرومی کا سامان اپنے آگے بھیجا ہے۔ میں آپ سے ایسی چیز مانگتا ہوں جس کا مستحق نہیں اور ایسی دعا کرتا ہوں جسکا میں سزاوار نہیں اور ایسی چیز آپکی طرف تضرع وزاری کرتا ہوں جسکا میں اہل نہیں آپ پر میرا کوئی حال مخفی نہیں اگرچہ لوگوں پر میرے معاملات کی حقیقت ظاہر نہ ہو۔ یا اللہ اگر میرا رزق آسمان میں ہے تو اس کو اتار دیجئے اور زمین میں ہے تو اس کو ظاہر کر دیجئے اور اگر دور ہے تو اسکو قریب کر دیجئے اور اگر قریب ہے تو اس کو آسان کر دیجئے اور اگر کم ہے تو اس کو زیادہ کر دیجئے اور اس میں برکت دیجئے۔

روایت (۶۳)۔ امام شعبیؒ ایک روز زیاد کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص گرفتار کیا ہوا اسکے سامنے لایا گیا۔ ظاہر حال سے معلوم ہوتا تھا کہ اسکو قتل کیا جائے گا۔ مگر اس شخص نے آہستہ کچھ کلمات پڑھے جو ہمیں

Marfat.com

معلوم نہ ہوئے۔ اچانک اس کو رہا کر دیا گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیا کلمات پڑھے تھے اُسی کہا یہ عاقبی

اللّٰھمّ ربّ ابراھیم واسماعیل واسحاق و
یعقوب ورب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل
ومنزل التوراۃ والانجیل والزبور والقرآن العظیم
ادرأعنی شر زیاد۔

روایت (۶۳)۔ ابوجعفر اسماعیل بن امیہ جب گرفتار ہوئے تو ان کو قید کرنے کا حکم کر دیا گیا۔ راستہ میں ایک دیوار پر گذر ہوا جس پر یہ کلمات لکھے تھے:۔

یا ولی نعمتی ویا صاحبی فی وحدتی وعدتی
فی کربتی۔

ابوجعفر نے یہ کلمات یاد کر لئے اور برابر ان کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے رہائی عطا فرمائی۔ اور پھر اُس دیوار پر گذرے تو دیکھا کہ وہاں کچھ نہ تھا (معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے انکو سکھانے ہی کے لئے یہ غیبی تحریر ظاہر کی تھی)

روایت (۶۴) فضل بن ربیع اپنے والد ربیع سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے ۱۴۷ھ میں حج کیا پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ تو مجھے حکم دیا کہ جعفر بن محمد کے پاس چند سپاہی بھیجوں جو اُنھیں گرفتار کر کے لائے۔ خدا تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اگر میں اُسکو قتل نہ کر دوں۔ ربیع (وزیر منصور) کہتے ہیں کہ میں نے اُسکو اس غرض سے ٹلایا کہ شاید بھول جائیں۔ لیکن خلیفہ نے دوبارہ یاد دلایا۔ اور پھر تیسری مرتبہ مجھ پر خفا ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ جعفر بن محمد دروازہ پر حاضر ہیں۔ فرمایا کہ اندر بلاؤ میں نے اندر بلایا جعفر بن محمد سامنے آئے تو کہا۔ السلام علیکم یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امیر المؤمنین نے جواب میں کہا (7)

لاسلم اللہ علیك یا عدو اللہ تلحد فی سلطانی
وتبغینی الغوائل فی ملکی قتلنی اللہ ان لم اقتلك

ای خدا کے دشمن تجھ پر حق تعالیٰ سلامتی نہ رکھے تو میری سلطنت میں رہ کر الحاد (بے دینی) کرتا ہے اور میرے ملک میں فتنے پیدا کرتا ہے خدا تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں

جعفر نے عرض کیا ای امیر المؤمنین حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا تو انھوں نے شکر ادا کیا اور ایوب علیہ السلام مصیبت میں مبتلا ہوئے اُنھوں نے صبر کیا۔ اور یوسف علیہ السلام پر غلبہ کیا گیا اُنھوں نے معاف کر دیا۔ اور آپ ای امیر المؤمنین ان حالات سے علیحدہ نہیں۔

امیر المؤمنین یہ سنکر دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے۔ پھر سر اُٹھایا اور کہا کہ میرے پاس آؤ۔ اور اب تم میرے نزدیک بری اور قابل اعتماد بے ضرر ہو۔ ای ہمارے عزیز خدا تعالیٰ تمہیں سب ذوی الارحام کی جزائے خیر دے۔ پھر جعفر کا ہاتھ پکڑ کر اپنی برابر بٹھالیا۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ عطر کی شیشی لاؤ۔ شیشی حاضر کی گئی تو اپنے ہاتھ سے اُن کے عطر لگایا یہانتک کہ اُن کی داڑھی کو تر کر دیا۔

Marfat.com

پھر کہا جاؤ خدا حافظ۔ اور ربیع کو حکم دیا کہ انکو خلعت وانعام دیکر ان کے گھر پہنچا دو۔ یہ واپس ہوئے تو میں ان کے پیچھے گیا۔ اور کہا کہ میں نے اس واقعہ سے پہلے امیرالمؤمنین کا ایسا غصہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا اور تمہارے آنیکے بعد وہ عجیب معاملہ دیکھا جو تمہارے سامنے آیا۔ اور میں تمہارے لبوں کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ اب بتلاؤ کہ تم نے کیا پڑھا جعفر بن محمد نے کہا کہ تم تو ہمارے رشتہ دار اور مہربان ہو۔ میں نے یہ دعا پڑھی تھی:۔

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنی بعینك التی لاتنام وبرُکنك الذی لایرامُ واغفرلی بقدرتك علیّ فلا اَھْلِكَ وانت رجائیُ۔ ربِّ کم مِنْ نعمة انعمت بها علیّ قلّ لكَ عندَھا شکری وکم مِنْ بَلِیّةٍ ابتلیتنی بها قلّ عندھَا صبری فیامن قلّ عند نعمته شکری فلم یحرمنی ویامن قلّ عند بلائه صبری فلم یخذُلنِی ویامن رأٰنی علی الخطایا فلم یفضحنی۔ یاذا المعروف الذی لاینقضی ابدًا ویاذا النعم التی لاتحصی ابدًا اسأٔلك ان تصلی علی محمد وعلی آل محمد ابدًا۔ وبك ادرأُ فی نحرہٖ واعوذبك من شرہٖ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی علی دینی بالدنیا وعلی آخرتی بالتقوی واحفظنی فیما غبت عنه ولاتکلنی الی نفسی فیما حضرته یامن لاتضرہ الذنوب ولاتنقصه المغفرة اغفرلی مالایضرك واعطنی مالا ینقصك انك انت الوھاب اسألك فرجًا قریبا وصبرًا جمیلاً ورزقًا واسعا والعافیة من جمیع البلاء وشکر العافیة۔

یا اللہ میری حفاظت فرما اپنی آنکھ سے جو کبھی نہیں سوتی۔ اور اپنی حمایت سے جس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور میری مغفرت فرما بطفیل اُس قدرت کے جو آپ کو مجھ پر ہے۔ اور جب کہ آپ سے میری اُمید والبستہ ہے تو میں ہلاک نہ ہوں گا۔ ای میرے مالک۔ آپکی کتنی ہی نعمتیں مجھپر ہوئی جن کا میں نے کچھ شکر ادا نہ کیا۔ اور کتنی ہی بلائیں (بغرض امتحان) آئیں جن پر میں نے صبر نہ کیا۔ پس ای وہ ذات قدوس جسکی نعمتوں پر میں نے شکر بہت کم کیا۔ مگر اُس نے مجھے اس پر بھی نعمتوں سے محروم نہیں کیا۔ اور جسکی بلاؤں پر میں نے صبر بہت کم کیا مگر اس پر بھی اُسنے میری مدد نہیں چھوڑی اور ای وہ ذات قدوس جس نے مجھے خطاؤں پر دیکھا پھر بھی رسوا نہ کیا اور ای احسان کرنیوالے جس کے احسانات کبھی ختم نہیں ہوتے اور ای نعمتوں والے جس کی نعمتوں کی شمار نہیں ہوسکتی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ (ہمارے رسول) محمد اور آپ کی اولاد پر درود رحمت نازل فرمائیے۔

اور میں اس ظالم کا مقابلہ آپ ہی کی مدد سے کرسکتا ہوں اور آپ ہی کے ساتھ اس کے شر سے پناہ لیتا ہوں۔ یا اللہ میری دنیا کو میرے دین کی مددگار بنادے اور آخرت کے لئے تقویٰ کے ساتھ میری مدد فرما۔ اور جن چیزوں سے میں غائب ہوں میرے لئے اُن کی حفاظت فرما۔ اور جن چیزوں کے پاس میں حاضر ہوں اُن کی حفاظت بھی میرے بھروسہ پر نہ چھوڑ (بلکہ آپ ہی اُن کی بھی حفاظت فرمائیں) ای وہ ذات جس کو گناہ کچھ تکلیف نہیں پہنچاتے اور معافی سے اُس کے خزانہ میں کچھ نقصان نہیں آتا آپ ایسی چیزوں کو جن سے آپ کو ضرر نہیں پہنچتا (یعنی گناہ) معاف فرمادیجئے۔ اور جس چیز سے آپ کے خزانہ میں کمی نہیں آتی وہ مجھے دیدیجئے (یعنی معافی) بیشک آپ ہی بہت دینے والے ہیں۔ میں آپ سے فوری خلاصی اور صبر جمیل اور رزق واسع اور تمام بلاؤں سے عافیت طلب کرتا ہوں۔ اور پھر عافیت کا شکر ادا کرنا بھی آپ ہی سے مانگتا ہوں (کہ اُس کی توفیق دیں)۔ فقط

(باقی آئندہ)

Marfat.com

روایت (۶۵) وضاح بن خیثمہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم فرمایا کہ قیدخانہ میں جس قدر قیدی ہیں سب کو آزاد کردو۔ میں نے اور تو سب کو آزاد کر دیا مگر یزید بن ابی مسلم کو قید سے نہ چھوڑا۔ پھر جب وہ قید سے آزاد ہوا تو اُس نے قسم کھائی کہ مجھے قتل کرے گا۔ اس کے بعد میں افریقہ (اپنی کسی ضرورت سے) پہنچ گیا۔ مجھے دفعۃً خبر ملی کہ یزید بن ابی مسلم یہاں آیا ہے۔ میں اُس کے خوف سے بھاگ نکلا مگر اُس نے میری تلاش میں آدمی دوڑائے۔ میں گرفتار کر لیا گیا۔ جب اُس کے سامنے پہنچا تو اُس نے کہا کہ کیا وضاح ہے میں نے کہا ہاں وضاح ہی ہے۔ یزید بن مسلم نے کہا کہ بخدا میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگی ہیں کہ میرے قبضہ میں دیدے۔ میں نے کہا کہ بخدا میں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگی ہیں کہ مجھے تیرے شر سے پناہ دے۔ یزید بن مسلم نے کہا کہ بخدا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے پناہ نہیں دی۔ اور میں تجھے ضرور قتل کروں گا اور بخدا میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اور واللہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا اگر ملک الموت بھی میرے ساتھ مسابقت کرنے لگیں تو میں تیری روح قبض کرنے سے پہلے تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ پھر کہا کہ میری تلوار اور وہ فرش لاؤ جس پر مجرم کو قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ فرش بچھا دیا گیا اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ اور جلاد میرے سر پر تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اُسی وقت نماز کی جماعت قائم ہو گئی۔ یزید (مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر) نماز کے لئے چلا گیا۔ جب وہ سجدہ میں پہنچا تو لشکر کی تلواروں نے خود اُس کا خاتمہ کر دیا۔ اور ایک شخص نے فوراً آ کر میری قید کھول دی اور کہا کہ جاؤ۔

(۳)

اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں یہ بھی مذکور ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے بہت الحاح کی ساتھ دعا کی کہ میری آنکھ جھپکنے سے پہلے خود اس کو ہلاک کر دے۔ حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور چند قاصد اُس کے پاس آئے ہوئے تھے اُنھوں نے فوراً ہی اُس کا خاتمہ کر دیا۔

روایت (۶۶) ایک شخص حضرت ابوالدرداء (صحابی) رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تم راحت کے وقت حق تعالیٰ کو یاد رکھو وہ تمہیں مصیبت کے وقت یاد رکھے گا۔ اور جب تم مُردوں کو یاد کرو تو اپنے آپ کو بھی اُنھیں میں داخل سمجھو۔ اور جب تمہارا نفس کسی چیز کی حرص کرے تو اس کو یاد کرو کہ اُس کا انجام کیا ہو گا۔ (یعنی بالآخر وہ بھی فنا ہو جائے گی)۔

روایت (۶۷) عیاض بن ہیثم کہتے ہیں کہ میرے والد ہیثم کو عبداللہ بن زیاد نے کسی کام کے لئے یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک خارجی شخص یزید کے سامنے ہے۔ خارجی نے اپنی گفتگو میں کہا کہ میں بڑا بدنصیب ہوں۔ یزید نے کہا کہ بےشک واللہ میں تجھے ضرور قتل کرونگا اس کے بعد اُس نے آہستہ کچھ لب ہلائے یزید نے چپراسی سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ چپراسی نے کہا کہ یہ شعر پڑھتا ہے

...به الله انه	له كل يوم فى خليقته امر		

...اللہ تعالیٰ کشادگی ظاہر فرمادیں۔ کیونکہ ہر روز اُس کا اپنی مخلوق میں نیا امر

...جلادوں کو کہا کہ اس کو باہر لیجاؤ۔ اور فوراً قتل کردو۔ ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ ہیثم پہنچ

...نے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ اُنھوں نے واقعہ بتلادیا۔ تو ہیثم نے کہا کہ ذرا ٹھیر جاؤ۔ ہیثم یزید کے سامنے

پہنچے اور کہا۔ اے امیر المؤمنین یہ مجرم تو آپ اپنے مہمان کو دیدیجئے۔ یزید نے کہا بہتر آپ کو اختیار ہے جو

کیجئے۔ ہیثم نے خارجی کا ہاتھ پکڑا اور آزاد کردیا۔ خارجی یہ کہتا ہوا چلدیا کہ اُس نے اللہ تعالیٰ پر قسم کھائی تھی خدا

تعالیٰ اُس کو جھوٹا کردیا اور وہ اللہ تعالیٰ پر (معاذ اللہ) غالب ہونا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہوگیا۔

روایت (۶۸) ابو عمرو بن العلا۔ کہتے ہیں کہ میں حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر بھاگ نکلا تھا

میں ایک روز یمن میں ایک مکان کی چھت پر تھا۔ ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ؎

ربما تكره النفوس من الامر	له فرجة كحل العقال

بسا اوقات لوگ کسی امر کو سخت مصیبت سمجھتے ہیں۔ مگر اُس سے خلاصی ایسی آسان ہوجاتی ہے جیسے کوئی رسّی کھولدے

اس کے بعد میں گھر سے نکلا تو لوگوں کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ حجاج مرگیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس وقت

اس کی خوشی زیادہ ہوئی کہ میں قید اور رُوپوشی کی تکلیف سے آزاد ہوگیا یا حجاج کے مرنے کی

روایت (۶۹) عبد اللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں کہ بخت نصر (بادشاہ) نے اوّل دو شیروں کو آپس

میں لڑایا اور پھر اُنھیں ایک گڑھے میں ڈلوادیا۔ اس کے بعد پیغمبرِ خدا حضرت دانیال علیہ السلام کو بُلوا کر اُنکے

اوپر ڈالدیا۔ مگر حق تعالیٰ کی قدرت کہ شیروں نے حضرت دانیال علیہ السلام کی طرف رُخ بھی نہ کیا اسکے

بعد حضرت دانیال علیہ السلام کو کھانے پینے کی ضرورت ہوئی تو حق تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو ملک

شام میں یہ وحی فرمائی کہ دانیال (علیہ السلام) کیلئے کھانے پینے کا سامان طیار کریں۔ اُنھوں نے عرض کیا

اے ہمارے مالک میں تو ارضِ شام میں ہوں۔ اور دانیال ارضِ بابل میں ہیں جو مُلک عراق کا ایک شہر ہے

(یہ کھانا) اُن کو کیسے پہنچاؤں؟ حق تعالیٰ نے وحی فرمائی جس چیز کا ہم نے حکم دیا ہے۔ آپ وہ طیار کرلیں۔ ہم آپکے

پاس ایسی چیز بھیجیں گے جو آپ کو اور اُس کھانے کو اُٹھا کر دانیال کے پاس لیجائے گی۔ ارمیا علیہ السلام نے

کھانا وغیرہ طیار کیا تو حق تعالیٰ نے (حسب وعدہ) وہ چیز بھیجدی جس نے اُن کو اُس گڑھے پر جا کھڑا کیا۔

جس میں دانیال علیہ السلام تھے۔ دانیال علیہ السلام نے کہا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں ارمیاء ہوں

دانیال علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔

دانیال علیہ السلام نے (فرطِ مسرت سے) پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا ذکر فرمایا۔ ارمیا علیہ السلام نے

Marfat.com

فرمایا کہ ہاں۔ دانیال علیہ السلام نے فرمایا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جو اپنے یاد کرنے والوں کو بھولتا نہیں۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جو اپنے امیدواروں کو محروم نہیں کرتا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جو اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو دوسروں کے سپرد نہیں فرماتا۔ حمد ہے اللہ کی جو احسان کے بدلہ میں احسان فرماتا ہے۔ حمد ہے اللہ کی جو صبر کا بدلہ نجات سے دیتا ہے۔ حمد ہے اللہ کی جو ہماری بے چینی کے بعد ہماری مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ حمد ہو اللہ کی جو اُس وقت بھی ہمارا بھروسہ ہوتا ہے جبکہ ہمیں اپنے اعمال سے بدگمانی ہونے لگے۔ حمد ہو اللہ کی جو اُس وقت بھی ہماری امید ہے جبکہ ہماری ساری تدبیریں ختم ہو جائیں۔

روایت (۱۰۰) حضرت عنبسہ بن سعید فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (جلیل القدر تابعی) کی خدمت میں اُن کو (کسی سفر کے لئے) رخصت کرنے کے واسطے حاضر ہوا جب رخصت کر کے واپس چلا تو مجھے آواز دی اے عنبسہ ادھر آؤ میں واپس آیا اور حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ موت کو بہت یاد کیا کرو۔ کیونکہ ذکرِ موت کا یہ فائدہ ہے کہ اگر تم کشادگی اور عیش و راحت میں ہو تو موت کی یاد اُس کو تم پر تنگ کر دے گی (یعنی عیش و راحت میں حق تعالیٰ سے غافل ہو جانے کا خطرہ تمہارے پاس نہ آسکے گا)۔ اور تم کسی تنگی اور مصیبت میں ہو وہ تم پر اُسکو فراخ اور آسان کر دے گی (کیونکہ جب یہ تصور آئیگا کہ یہ تکلیف چند روز کے بعد ختم ہو کر راحت اور درجات آخرت کا سبب بنے گی تو تکلیف دنیا کی راحت معلوم ہونے لگے گی)۔

روایت (۱۰۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہیں دنیا کی کوئی تکلیف پیش آئے تو موت کو یاد کرو تو وہ تم پر اس تکلیف کو آسان کر دیگا۔

روایت (۱۰۲) حضرت عیینہ رحمہ فرماتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک فرمایا کرتے تھے کہ آخرت میں سب سے کم فکر والا وہ شخص ہو گا جو دنیا میں سب سے زیادہ فکر والا ہو۔

ف - مراد یہ ہے کہ جو شخص دنیا کی حرص اور فرحت و نعم کے لئے اپنے اختیار سے اپنے ذمہ افکار لگالے وہ آخرت میں خطرہ میں رہے گا۔ لیکن اگر کسی شخص پر غیر اختیاری طور سے افکار و غموم لاحق ہو جاویں تو آخرت میں اُس کیلئے کوئی خرابی نہیں بلکہ احادیث صحیحہ میں اُس کے لئے درجات آخرت اور بے فکری و بے غمی کا وعدہ ہے۔

روایت (۱۰۳) عاصم بن فضل فرماتے ہیں کہ میں نے زہیر بابی سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے کہا کہ اے ابوالفضل جب کہ تم گئے ہو میں آخرت کی طرف سفر اور دنیا کے سرد و گرم اور رنج و راحت سے منتقل ہو رہا ہوں۔ ابوالحسن کہتے ہیں زہیر بابی بہت سے امراض میں مبتلا تھے فتق کا مرض بھی تھا اور دمہ کا بھی اور بینائی بھی جاتی رہی تھی مگر یہ سب پریشانیاں کہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دنیا کی تکلیف تو ہے (ہمیں اس کی زیادہ پرواہ نہیں) جو اُس کا جی چاہے کرے (جبکہ آخرت سلامت ہو تو دنیا کا کچھ غم نہیں)۔

Marfat.com

روایت (۷۴)۔ سعید بن ثوبان رحہ کہتے ہیں کہ جب زہیر بابی رحہ کی بینائی جاتی رہی تو میں ایک دن ان کی عیادت کے لئے گیا۔ اور اُن سے اپنی دردمندی کا اظہار کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ تم غمگین نہ ہو۔ مجھے تو آنکھوں کا واپس آجانا دو پیسے کی برابر بھی نہیں۔ دکیونکہ دنیا کی مصیبت آخرت کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جس شخص کی آنکھیں لیتا ہوں اُس کے بدلہ میں اُس کو جنت دیتا ہوں

روایت (۷۵) محمد بن حسین رحہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مجنون کو دیکھا کہ لڑکوں نے اُس کو پریشان کیا تو وہ ایک مسجد میں گھس گیا۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ جب سب متفرق ہوگئے تو کھڑا ہوا اور بار بار پڑھنے لگا۔ ؎

اذا تضایق امر فانتظر فرجا		فاصعب الامر ادناہ الی الفرج	

جب کوئی معاملہ تنگ ہوجاوے تو تم فراخی کے امیدوار ہوجاؤ کیونکہ کام جتنا زیادہ دشوار ہوتا ہے اتنا ہی کابراری کے قریب تر ہوتا ہے

روایت (۷۶) حسین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وزیر سلطنت اُن پر ناراض ہوئے اور اُن کو شہر بدر کردیا۔ حسین کو اس کا سخت رنج و ملال ہوا۔ اسی عرصہ میں ایک رات ایک رفیق سفر نے یہ اشعار سنائے

احسن الظن برب عودک		حسنا بالامس سوی اودک	

اپنے اُس مالک سے نیک گمان رکھو جس نے تمھیں انعامات کا عادی بنا رکھا ہے۔ اور کل تک تمہاری کجی کو درست کیا ہے

ان ربا کان یکفیک الذی		کان بالامس سیکفیک غدک	

جو مالک کل تک تیرے تمام مقاصد کی کفالت کرتا تھا وہ آئندہ کل بھی کرے گا

حسین بن عبدالرحمٰن نے جب یہ اشعار سنے تو اُن کا غم گویا مٹ گیا اور اس شخص کو دس ہزار درہم انعام دیئے۔

روایت (۷۷) محمد بن ابی رجار مولی بنی ہاشم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ایک معاملہ میں سخت غم و رنج پہنچا۔ اتفاقاً میں نے اپنے بیٹے کا گدا اُٹھایا۔ تو اُس کے نیچے سے ایک رقعہ نکلا جس میں یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

یا صاحب الھم ان الھم منقطع   لاتیأسن کان قد فرج اللہ

ای غمگین بیشک غم ختم ہونے والا ہے۔ تم مایوس نہ ہو گویا کہ حق تعالیٰ نے مصیبت دور فرمادی

یہ شعر دیکھتے ہی میرا غم جاتا رہا اور جس تکلیف میں گرفتار تھا چند روز کے بعد وہ بھی جاتی رہی۔

روایت (۷۸)۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے سخت فکر لاحق ہوگیا جس کی وجہ سے میں بہت تنگدل رہتا تھا۔ ایک رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے۔ ؎

کن للمکرہ بالعزاء مقطعا		فلعل یوم لا تری ما یکرہ	

(۶)

مصائب کو صبر سے دفع کرنے والا بن جا۔ کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں آسکتا جس میں کوئی ناگوار چیز نہ دیکھو۔

ولربما ابتسم الوقور من الاذیٰ — وضمیرہ من حرہ یتأوہ

اور بسا اوقات باوقار آدمی تکلیف و مصیبت پر تبسم کرتا ہے حالانکہ اُس کا دل مصیبت کی حرارت سے کراہ رہا ہے۔

میں نے یہ اشعار یاد کرلئے۔ میں بیدار ہوا تو یہی اشعار میری زبان تھے۔ اس کے بعد کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ حق تعالیٰ نے میری) مصیبت زائل فرمادی۔

روایت (۷۹) ۔عمرو بن ہبیرہ یزید بن عبدالملک کی طرف سے عراق کے والی (گورنر) تھے جب یزید کی وفات ہوئی اور اُس کی جگہ ہشام والی ملک ہوا تو عمرو بن ہبیرہ نے کہا کہ اب ہشام (مجھے والی عراق نہیں رکھے گا) بلکہ میری جگہ دو شخصوں میں سے کسی کو والی بنائے گا۔ ایک سعید حرشی۔ دوسرے خالد بن عبداللہ قسری۔ اگر خالد کو امیر بنادیا تو وہ ایک مستقل بلا ہے۔ اتفاقاً واقعہ اسی طرح ہوا کہ ہشام نے خالد کو امیر عراق بناکر بھیجا۔ عمرو بن ہبیرہ ایک نماز کے لئے وضو کرکے اپنا عمامہ درست کر رہے تھے کہ کسی نے خبر دی کہ خالد بن عبداللہ یہاں امیر ہوکر آگیا ہے۔ خالد نے آتے ہی عمرو بن ہبیرہ کو گرفتار کیا اور اُن کا موٹا لباس پہنا کر قید کردیا۔ خالد نے قید و بند کے اندر یہ وظیفہ بنالیا کہ آیتِ کریمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ پڑھتے تھے۔ حاضرین نے اُن کا یہ وظیفہ سُنتے ہی کہا کہ اب عمرو بن ہبیرہ کی رہائی کا وقت آگیا ہے۔ (۷) چنانچہ عمرو بن ہبیرہ کے اقربا روا سط میں پہنچے اور جیل خانہ کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا۔ پھر اس مکان کے اندر سے جیلخانہ تک ایک سُرنگ کھودی۔ اور دوسری سُرنگ اس مکان سے شہر پناہ کے باہر تک کھودی۔ جب دونوں سُرنگ طیار ہوگئی تو رات کو جیل خانہ کی سُرنگ آر پار کرکے خالد کے پاس پہنچے اور اُن کو وہاں سے نکال کر اوّل اپنے مکان میں لائے۔ پھر وہاں سے دوسری سُرنگ کے راستہ سے شہر کے باہر پہنچادیا۔ اُس جگہ پہلے سے تیز رو گھوڑوں کا انتظام کر رکھا۔ اُن پر سوار ہوکر فوراً چلدیئے۔

خالد کو اس واقعہ کی اطلاع صبح کو ہوئی تو فوراً سعید حرشی کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ سعید نے خالد کو اس وقت پایا جبکہ فرات سے پار ہوچکے تھے۔ مجبور ہوکر چھوڑ دیا اور خالد اس وظیفہ کی برکت سے صحیح سلامت گھر پہنچ گئے۔

حازم مولیٰ عمرو بن ہبیرہ کہتے ہیں کہ میں بھی اس واقعہ میں عمرو بن ہبیرہ کی ساتھ تھا جب ہم خالد دمشق پہنچے تو عشاء کا وقت تھا۔ اوّل مسلمہ بن عبدالملک سے ملاقات ہوئی اُنھوں نے ہمیں پناہ دی صبح کی نماز مسلمہ نے ہشام بن عبدالملک کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد ہشام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہشام نے اُن کو دیکھتے ہی کہا کہ مسلمہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن ہبیرہ آج رات میں تمہارے پاس پہنچ گئے ہیں۔ مسلمہ نے عرض کیا

Marfat.com

امیر المومنین صحیح ہے وہ میرے پاس آ گئے ہیں اور میں نے اُن کو پناہ دیدی ہے۔ آپ ان کی جان میرے لئے ہبہ کر دیں۔ ہشام نے کہا کہ میں نے ہبہ کیا اب تمہیں اختیار ہے۔

روایت (۸۰) توبہ عنبری کہتے ہیں کہ مجھے یوسف بن عمر نے ایک کام پر مجبور کیا جب میں وہاں سے واپس آیا تو مجھے قید کر دیا۔ میں ایک طویل مدت تک قید خانہ میں رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہو گیا اور میرے سر میں ایک بال بھی سیاہ باقی نہ رہا۔ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سفید پوش آیا اور کہا کہ اے توبہ تمہاری قید بہت طویل ہو گئی۔ میں نے کہا کہ بیشک۔ اس شخص نے کہا کہ تم یہ دعا کرو:۔

اسأل الله العفو والعافية والمعافاة في الدنيا والآخرة } میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور تکالیف سے عافیت طلب کرتا ہوں

پھر خواب ہی میں اس دعا کو میں نے تین مرتبہ پڑھا۔ اسکے بعد بیدار ہوا تو میں نے غلام سے کہا کہ دوات قلم اور کاغذ اور چراغ لاؤ۔ اور پھر میں نے یہ دعا لکھ لی۔ اسکے بعد میں نے کچھ نماز پڑھی اور یہی دعا صبح کی نماز تک کرتا رہا۔ جب صبح کی نماز پڑھی تو قید خانہ کا ایک چپراسی آیا اور جیل خانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولا گیا تو کہا کہ توبہ عنبری کہاں ہیں، لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ پھر چند چپراسیوں نے مجھے اسی حالت میں کہ بندھے اور جکڑے ہوئے یوسف کے سامنے لاکر رکھدیا۔ یوسف نے کہا کہ اے توبہ ہم نے تمہاری قید بہت طویل کر دی۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں یا امیر المومنین۔ پھر کہا کہ ان کی قید کھول دو۔ اور انکو آزاد کر دو۔ توبہ عنبری کہتے ہیں کہ پھر میں نے یہ دعا ایک دوسرے قیدی کو بتا دی وہ بھی اس کی برکت سے فوراً رہا ہو گیا۔ (۴)

روایت (۸۱) عبد اللہ بن ہشام زباری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ایک قبر کھودی تو اُس میں پتھر ملا جس میں یہ دو شعر لکھے ہوئے دیکھے:۔

اصبر لدهر نال منك	فهكذا مضت الدهور
زمانہ جو تجھے تکلیف دیتا ہے اُس پر صبر کر۔	کیونکہ زمانہ اسی طرح گذرجاتا ہے
فرح وحزن مرة	لا الحزن دام ولا السرور
کبھی غم پیش آتا ہے اور کبھی خوشی	نہ غم ہی ہمیشہ رہتا ہے اور نہ خوشی

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔ الحمد لله الذي بعزته وجلاله تتم الصالحات

العبد الضعيف

محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دار العلوم دیوبند ۱۲ رجمادی الثانیہ ۱۳۵۸ھ

Marfat.com

حضرت امام مالک قدس سرہٗ

کے

زرّیں ملفوظات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام دار الہجرت حضرت مالک بن انس قدس سرہٗ اُمت کے وہ امام ہیں کہ دنیا کے کسی عالم و جاہل کی گردن اُن کے احسان سے آزاد نہیں، اُن کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ مسلمان کے لئے بڑی ناشکری اور ناقدرشناسی ہے کہ اُن کے حالات سے ناواقف رہے۔ اس مختصر مضمون میں مقصود صرف آپ کے وہ ملفوظات طیبہ جمع کرنا ہے جو عام مسلمانوں کی حیات دنیا و آخرت کے لئے مشعل راہ اور علماء کے لئے عالم متبحر، صوفیا کے لئے مرشد کامل، زعماء اُمت کے لئے فوز و فلاح کا دستور اساسی ہیں۔

شیخ السنہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے (تزئین الممالک بمناقب الامام مالک) میں نقل کیا ہے کہ میں نے امام ابن وہب کی ایک مستقل ضخیم کتاب مجالسات امام مالک کے متعلق دیکھی جس میں
(۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات طیبہ جمع کئے گئے ہیں۔ انتہیٰ (صفحہ ۳۰)۔

لیکن افسوس کہ یہ عظیم الشان ذخیرہ علوم و آداب نذر حوادث ہو کر رہ گیا۔ اور علامہ سیوطیؒ نے بھی بوجہ اختصار اپنے رسالہ میں اس کتاب کا کوئی حصہ نقل نہیں فرمایا۔ اب جو کچھ اس تحریر میں لکھا جاتا ہے وہ علامہ سیوطی کے رسالے کے منتشر اوراق اور دوسری کتب کے مختلف مقامات کا التقاط ہے۔ ابتدائی حصہ اس رسالہ مذکور سے ماخوذ ہے۔ بعد میں جس کتاب سے لیا ہے اُس کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

ارشاد: حضرت امام مالکؒ از روئے تقویٰ و احتیاط خود اپنے نفس پر بہت سے معاملات میں تنگی کرتے تھے۔ مگر عام مسلمانوں پر اس کو لازم نہ قرار دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ عالم اس وقت تک عالم نہیں ہوتا جب تک کہ خود ایسے احتیاطی اعمال اختیار نہ کرے جن کا فتویٰ لوگوں کے لئے نہیں دیتا۔ اور اگر وہ ان اعمال کا پابند نہ ہوتا تب بھی اس پر کوئی گناہ نہ تھا (صفحہ [illegible])

ارشاد: اہل اہواء (وہ لوگ جو عقائد اسلامیہ میں شبہات و اوہام نکالتے اور جمہور اُمت کا خلاف کرتے ہیں) ان میں سے اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں آتا اور کسی مسئلہ میں معاندانہ بحث کرنا چاہتا تو آپ فرما دیتے تھے کہ سن لو میں تو اپنے دین و عقائد پر مطمئن اور قطعی دلائل کے ساتھ یقین رکھتا ہوں

بحث کی حاجت نہیں۔ اور تمہیں اپنے دین میں شکوک ہیں تو جاؤ ایسے ہی آدمی سے بات کرو جسے تمہاری طرح دین میں شبہات ہوں۔ (ص ۱۷۱)۔

ارشاد:۔ ایک قریشی جوان سے فرمایا کہ علم حاصل کرنے سے پہلے (انسانی اور اسلامی) آداب حاصل کرو۔

ارشاد:۔ فرمایا کہ کوئی شخص اس علم دین میں اپنے مقصد پر اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اُس کو فقر و فاقہ پیش آئے۔ اور وہ پھر بھی علم کو دنیا پر ترجیح دے۔

ایک خاص معمول:۔ حضرت امام قدس سرہٗ کا معمول تھا کہ ہر مہینہ کی پہلی رات کو تمام رات جاگتے اور ذکر و نماز میں مشغول رہتے تھے۔ تاکہ مہینہ کی ابتدا عمل صالح سے ہو۔

ادب:۔ حضرت ممدوح کو اگر کسی شخص کے سوال سے یہ محسوس ہوتا کہ اس کی غرض فی الواقع مسئلہ کا حل نہیں بلکہ اور کچھ ہے (مثلاً اپنا علم جتلانا وغیرہ) تو آپ اُس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اُس کو ڈانٹ دیتے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ۔

ارشاد:۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ کمینہ کون آدمی ہے فرمایا جو طالب علم نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اُس کو علم سے محروم کر دیتا ہے۔ (ص ۱۵)

ارشاد:۔ فرمایا کہ میں نے اُس وقت تک فتویٰ دینا شروع نہیں کیا جب تک کہ مستند مشائخ و علماء نے میرے لئے اس کی شہادت نہیں دی۔ کہ میں اس کا اہل ہوں۔ (ص ۸)۔

وصیّت:۔ حضرت خالد بن خداش فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالکؒ کی خدمت سے رخصت ہوا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ دو چیزوں کا التزام کر لو۔ ایک تقویٰ۔ دوسرے علم حدیث کا حاصل کرنا اُس کے اہل سے۔

ف:۔ حضرت امام نے علم حدیث حاصل کرنے کی ساتھ یہ قید لگا کر ایک مستقل علم کا دروازہ کھول دیا کہ علم حدیث کو صرف اُس کے اہل سے حاصل کیا جائے۔ کیونکہ نا اہل سے حاصل کرنے میں بسا اوقات بجائے فائدہ کے مضرت پہنچ جاتی ہے۔

ارشاد:۔ امام موصوف فرماتے تھے کہ میرا تجربہ ہے کہ جو شخص سچ بولنے کا عادی ہو جائے اور کبھی جھوٹ نہ بولے اُس پر آخر عمر تک بڑھاپے کے وہ آثار نہیں آتے جن سے اُس کے قُویٰ جسمانی یا دماغی بیکار ہو جائیں۔

خصوصیت:۔ افاضہ علوم حدیث کے بارہ میں ایک خاص فضیلت حضرت امام کو ایسی حاصل ہے جو اُمت میں کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی کہ آپ کے تلامذہ ہر طبقہ میں چوٹی کے ممتاز لوگ ہوئے ہیں۔ مثلاً ائمہ مجتہدین میں سے امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام اوزاعی، سفیان ثوری رحمہم اللہ اور

Marfat.com

طبقہ سلاطین وخلفا میں سے امیر المؤمنین منصور۔ اور مہدی۔ اور ہادی۔ ہارون رشید اور اُن کے دونوں صاحبزادے۔ امین اور مامون وغیرہ۔ اور امام کے ہمعصروں میں سے ایک بڑی جماعت اور سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ امام موصوف کے بہت سے اساتذہ بھی امام کی حلقۂ شاگردی میں داخل ہوئے۔ مثلاً زہری۔ یزید بن عبداللہ بن الہاد، ربیعہ، یحییٰ بن سعید (ص ۳۹)۔

آخریں لمحۂ حیات:۔ بکر بن سلیم کہتے ہیں کہ جس شام کو امام موصوف دنیا سے رخصت ہونے والے تھے ہم آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ کیا حال ہے۔ فرمایا میں نہیں جانتا کہ تم سے کیا بیان کروں۔ مگر صرف اتنا کہتا ہوں کہ کل تم اللہ تعالیٰ کے ایسے عفو وکرم کا معائنہ کروگے جو کبھی تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

ہارون رشید کا مشورہ اور امام کا مدبرانہ جواب

حضرت امام فرماتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید نے مجھ سے تین کاموں کے متعلق مشورہ لیا۔ اول یہ کہ امام کی تصنیف مؤطا کو بیت اللہ کے اندر معلق کردیں اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو اُس کے موافق فتویٰ دینے اور عمل کرنے پر قانوناً مجبور کردیں۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ منبر کو توڑ کر سونے چاندی اور جواہرات سے بنادیں۔

تیسرے یہ کہ نافع ابن ابی نعیم کو (جو کہ قرات کے مشہور ومعروف امام ہیں) مسجد نبوی کا امام مقرر فرمادیں۔

۵

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تینوں معاملات میں ہارون رشید کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ پہلی چیز یعنی تمام مسلمانوں کے لئے مؤطا کو قانون بناکر مجبور کرنا تو اس لئے مناسب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... [illegible] کا فروعی مسائل میں اختلاف ہوا ہے۔ اور وہ اطراف عالم میں پہنچے اور ان میں سے جو بزرگ جس خطہ میں پہنچے وہاں کے مسلمانوں نے اختلافیات میں انھیں کا اتباع کیا۔ اور اُن میں ہر شخص اپنی رائے واجتہاد میں صحیح راستے پر تھا۔

امام کے بعض الفاظ اس بارہ میں یہ ہیں:۔ اختلاف العلماء رحمۃ من اللہ علی ھذہ الامۃ کل یتبع ما صح عندہ وکل یرید اللہ۔

(ترجمہ) علماء کا اختلاف اس اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ ہر شخص اُس چیز کا اتباع کرتا ہے جو اُس کے نزدیک صحیح اور حق ہے۔ اور ان میں سے ہر شخص کی غرض فقط حق تعالیٰ ہی کی رضا ہے اور بس۔ (اس لئے اُن کے متبعین کو اُن کے خلاف پر مجبور کرنا اسلام میں ایک قسم کی تنگی پیدا کرنا ہے)۔

فقہاء اور ائمہ کے باہمی اختلاف کے بارہ میں عظیم الشان فائدہ آج حقیقت ناشناس روشن خیالی کے مدعی صحابہ کرام اور

ائمہ مجتہدین کے فروعی اختلافات کو تفرقہ سمجھکر بری نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کے باہمی فروعی اختلاف پر سخت نکتہ چینی کے درپے ہیں۔ لیکن امام دارالہجرت مالک بن انسؒ جو اس امت کے حقیقی طبیب اور رموزِ شریعت سے پورے واقف۔ اور صحیح معنی میں امام تھے اُن کی تجویز دیکھیں تو حقیقت کھل جائے کہ مؤطا ء میں حضرت امام نے اپنی عمر بھر کی تحقیقات اور اُن مسائل کا خلاصہ لکھا ہے جن کو مختلف فیہ مسائل میں زیادہ حق سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے خلاف کو خطا جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وہ خود کوشش کرتے کہ دنیائے اسلام سے تمام دوسرے مسائل جو اُن کی رائے میں خطا ہیں۔ مٹا دیئے جائیں۔ اور کُل عالم اسلام میں یہی مسائل واحکام رائج ہوں جو آپ نے غایت تحقیق واحتیاط سے جمع کئے ہیں۔

مگر حضرت امام خود تو اس کے لئے کیا کوشش کرتے۔ سلطانِ وقت خود اس کی درخواست کرتا ہے اُس وقت بھی اس پر راضی نہیں ہوتے اور اس فروعی اختلاف کے باقی رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں

ہاں حضرت امام کے اس ارشاد سے جس طرح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فقہاء کا باہمی فروعی اختلاف ایک رحمت اور مقتضائے حکمت ہے۔ اسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ روشن طریق پر ایک اور نہایت اہم اور ضروری چیز یہ حاصل ہوتی ہے کہ جو مختلف فیہ مسائل محل اجتہاد ہیں اُن میں اختلاف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ اور اجتہادی اختلاف کی کیا حد ہے۔ کیونکہ اسی واقعہ نے یہ واضح کر دیا کہ اجتہادی اختلاف کے موقع پر اپنی رائے پر ایسا جمود ویقین نہ ہونا چاہئے کہ خلاف کرنے والوں کو باطل پر سمجھے اور اُن کے خلاف جنگ وجدل اور فرقہ بندی کی بُنیاد ڈالدے بلکہ ایسے مواقع میں ضروری ہے کہ نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ دوسروں کی رائے کو بھی وقعت کی نظر سے دیکھے

سلف صالح کے باہمی اختلافات اور قرون متاخرہ کے نزاعات میں یہی فرق ہے کہ سلف صالحین ایسے مسائل میں خود اپنی تحقیق پر عمل کرتے تھے اور جو اُن سے مسئلہ پوچھتا وہی بتلاتے تھے۔ لیکن جو لوگ انکے خلاف کسی دوسرے امام یا عالم کی تحقیق کا اتباع کرتے تھے اُن پر کوئی نکیر واعتراض نہ کرتے تھے۔

امام حدیث حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب جامع العلم میں لکھتے ہیں:۔

مابرح المفتون یفتون فیحل ھذا ویحرم ھذا فلا یری المحرم ان المحل ھلک لتحلیلہ ولا یری المحل ان المحرم ھلک	ہمیشہ سے اہل فتویٰ میں اختلاف رہا ہے ایک ہی معاملہ کو کوئی حلال کہتا ہے کوئی حرام کہنے والا حلال کہنے والے کو اور حلال کہنے والا

مگر آج انھیں اساطین اُمت اور سلاطین شریعت کے متبعین نے ان مسائل فرعیہ کو ایک جنگ وجدل کا میدان بنا لیا۔ اور یہیں سے فرقہ بندی شروع ہوگئی جو اُمت کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

الغرض امام کے اس مشورہ سے دو فائدے عظیم الشان حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ فروعی اختلاف مقتضائے رحمت وحکمت اور یسر وسہولت ہیں اُن کو مٹا کر سب عالم اسلام کو کسی ایک امام کی رائے پر

Marfat.com

جمع کر دینا شرعی مصلحت نہیں۔ دوسرے یہ کہ ایسے اختلافی مسائل میں اختلاف اُسی حد پر رہنا چاہئے جس پر قرونِ اولیٰ میں تھا۔ اُس سے آگے بڑھانا شریعت کے مقصد کو فوت کرنا ہے۔

دوسرے امر کے بارہ میں امام مالکؒ نے یہ مشورہ دیا کہ یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ جس منبر پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے ہیں آپ کے جسم مبارک کے ساتھ اُس کا اتصال ہوا ہے اُس کو ضائع کر کے جواہرات کا منبر بنایا جاوے۔ (کیونکہ وہ انوار و برکات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتصال کی وجہ سے اس منبر میں ہیں اُن کے مقابلہ میں دنیا بھر کے جواہرات ایک کوڑی کی قیمت نہیں رکھتے)

تیسرے معاملہ میں آپ نے فرمایا کہ حضرت نافع کو مسجد نبوی کا امام بنانا بھی مصلحت نہیں۔ کیونکہ وہ قرأت کے مسلّم امام ہیں۔ اگر اتفاقاً کبھی کوئی کلمہ غلط اُن کی زبان سے نکلے گا تو سُننے والے اُسی کو صحیح سمجھیں گے۔ اور وہ دنیا میں ایک مستقل قرأت کی حیثیت اختیار کرے گا۔ امیر المومنین ہارون رشید نے تینوں مشوروں کو قبول کیا اور یہ ارادہ چھوڑ دیا۔

ارشاد: قعنبی جو امام مالکؒ کے مشہور تلمیذ اور مؤطا کے صاحب نسخہ ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت امام فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک لوگوں کی نصرت و امداد کرنے سے علم کی نصرت و امداد زیادہ محبوب اور بہتر ہے۔ (تزیین الممالک للسیوطی صـ۲۶)۔

تنبیہ: یہاں تک کل ملفوظات علامہ سیوطیؒ کے رسالہ مذکورہ سے ماخوذ ہیں اسکے بعد مناقب الامام مالک مصنفہ علامہ عیسیٰ بن مسعود زواوی سے لئے جاتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

عزتِ علم اور خودداری امیر المومنین ہارون الرشید جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو امام مالکؒ کو بلایا۔ امام موصوف تشریف نہ لائے۔ پھر دوبارہ آدمی بھیجا تو تشریف لائے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابو عامر کے بیٹے کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور آپ نہ آئیں حضرت امام نے سند کے ساتھ حدیث پڑھی جس میں قرآن مجید کے ایک لفظ غیر اولی الضرر کے مستقل نزول کا ذکر تھا۔ پھر فرمایا کہ امیر المومنین حق تعالیٰ نے اس علم کی یہ عزت کی ہے کہ اس کے ایک حرف کے لئے جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو پانچ ہزار سال کی مسافت سے بھیجا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس مرتبہ پر علم ہی کی وجہ سے پہنچایا ہے۔ تو آپ کو چاہئے کہ علم کی عزت میں کمی نہ کریں اللہ تعالیٰ تمہاری عزت کم کردیں۔

ہارون الرشید نے امام کے کلمات نصیحت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ اچھا کسی وقت یہاں تشریف لایا کریں۔ تاکہ ہم آپ سے علم حاصل کریں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے۔ یہ بات ہے کہ

Marfat.com

کہ علم ایسی چیز ہے کہ لوگ اُس کی تحصیل کے لئے اُس کے پاس آتے ہیں علم خود کسی کے پاس نہیں جایا کرتا۔

پھر ہارون الرشید نے درخواست کی کہ اچھا ہم خود حاضر خدمت ہوا کریں گے۔ مگر آپ یہ انتظام کردیں کہ جس وقت ہم حاضر ہوں تو عوام الناس اُس وقت آپ کی خدمت میں نہ آیا کریں۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم کی یہ خاصیت ہے کہ اگر عام لوگوں کو اُس سے روک دیا جائے تو خواص کو بھی اُس سے نفع نہیں پہنچتا۔

ہارون الرشید کو بادشاہی جاہ و حشم کی ساتھ حق تعالیٰ نے طلب علم کا ایک جذبۂ صادقہ عطا فرمادیا تھا کہ اگرچہ اُن کی کوئی شرط امام نے تسلیم نہ کی مگر وہ سب سے دست بردار ہوکر خود امام کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور عام طلباء کی صف میں بیٹھکر آپ سے مؤطا پڑھا۔ (مناقب الامام مالک للزوادی صفحہ ۲۸)۔

آلِ نبی کون لوگ ہیں؟ داؤد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن صالح مدینہ طیبہ کے امیر تھے تو ایک روز ہیں اُن کے پاس تھا اور بنی طالب بنی عباس کی ایک جماعت مجلس میں موجود تھی۔ ہم کو سب کو خطاب کرکے پوچھا کہ آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے نزدیک کون لوگ ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ہی حضرات ہیں عبدالملک نے کہا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ آپ لوگ اس بارہ میں اطمینان بخش جواب نہ دیکر امام مالک کو میرے پاس بلاؤ میں اُن سے دریافت کروں گا۔ ⑨

جب حضرت امام مجلس میں پہنچے تو عبدالملک نے اُن کو اپنے برابر بٹھلایا اور نہایت ادب سے سوال کیا کہ آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ حضرت امامؒ نے فرمایا کہ تمام اُمتِ محمدیہ۔ اور پھر بطور استشہاد یہ آیت پڑھی ادخلوا آل فرعون اشدّ العذاب۔ غرض یہ تھی کہ اس آیت میں آلِ فرعون سے فقط فرعون کی ذریت و اولاد مراد نہیں بلکہ اُس کے تمام متبعین مراد ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ صرف اولاد کیلئے مخصوص نہیں۔ امیر یہ سنکر امام کے قدموں پر گر پڑا۔ (ص ۳۰)۔

فتویٰ میں احتیاط اور انتہائی غور و فکر عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز عمری بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ بسا اوقات میرے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا ہے تو میری بھوک اور نیند اُڑ جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا کلام لوگوں میں پتھر کی لکیر ہے۔ اور سب بلا پس و پیش آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ پھر آپ کو اتنی فکر کیوں ہے۔ فرمایا کہ جو شخص ایسا ہو اُس کو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ انتہائی غور و فکر سے کام لے۔

آنکہ شاہ آں کس کہ او گوید
حیف باشد کہ جز نکو گوید

(باقی آئندہ)

ائمۂ حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت

حضرت امام سے کسی نے دریافت کیا کہ ایوب سختیانی کس درجہ کے بزرگ ہیں۔ حدیث میں قابلِ اعتماد ہیں یا نہیں۔ فرمایا کہ جتنے آدمیوں سے میں حدیث کی روایت کرتا ہوں ایوب اُن سب سے افضل ہیں۔ اور اُس کے باوجود میں نے اُن سے روایت حدیث حاصل کرنے میں جلدی نہیں کی وہ دو مرتبہ حج کے لئے تشریف لائے مگر میں نے اُن کی حدیث نہیں سُنی۔ یہاں تک کہ میں نے اُن کا یہ حال دیکھا کہ جب اُن کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو وہ اتنا روتے تھے کہ مجھے رحم آنے لگتا۔ جب میں نے یہ دیکھ لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کا اس قدر گہرا رنگ اُن پر چڑھا ہوا ہے اُس وقت اُن سے حدیث حاصل کی۔

اور مصعب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت امام مالکؒ کی بھی یہی حالت تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آپ کے سامنے آتا تو آپ کا رنگ بدل جاتا اور چہرہ زرد پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ اہلِ مجلس پر اس کا سخت اثر ہوتا تھا۔ سچ ہے عشق اور اُس کی عظمت و جلالت کا یہی رنگ ہوتا ہے

ولقد اجاد المتنبی حیث قال ؎

واذکر ایام الحمی ثم انثنی		علی کبدی من خشیۃ ان تصدعا	

میں جب ایام حمے (وصال حبیب کے زمانہ) کو یاد کرتا ہوں تو اپنے جگر کو تھام لیتا ہوں کہ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے

اُردو کا یہ شعر بھی اسی کا ترجمہ ہے ؎

ہمارے آگے کسی نے جو اُن کا نام لیا		دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا	

بالآخر حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے امام سے عرض کیا کہ یہ بات ہے۔ فرمایا کہ اگر آپ وہ چیز دیکھتے جو میں نے دیکھی ہے تو میری اس حالت پر تعجب نہ کرتے۔ کیونکہ میں نے سید العلماء محمد بن المنکدرؒ کو دیکھا ہے کہ جب کبھی کوئی حدیث اُن سے دریافت کی جاتی تو اُن پر گریہ طاری ہو جاتا تھا یہاں تک کہ ہمیں رحم آنے لگتا تھا۔

اور میں جعفر بن محمدؒ کو دیکھا ہے کہ اُن کی عادت بہت زیادہ مزاح اور ہنسی کی تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اُن کے سامنے لیا جاتا تھا تو زرد پڑ جاتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی بدون طہارت و وضو کے بیان نہ کرتے تھے [illegible] خدمت میں مدت تک حاضر ہوتا رہا۔ کبھی اُن کو تین حالتوں کے سوا نہیں دیکھا یا نماز پڑھتے یا قرآن پڑھتے ہوئے۔ یا خاموش بیٹھے ہوئے۔ اور کبھی بے فائدہ کلام کرتے ہوئے نہیں پائے گئے یہ بزرگ اُن حضرات علماء میں سے تھے جن پر حق تعالیٰ کی خشیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔

١٢

Marfat.com

چند نصائح عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ باطل کے قریب جا
بھی ہلاکت ہے۔ اور باطل کے معاملہ میں گفتگو کو ناحق سے روک دینا ہے۔ اور انسان اپنے دین یا عزت
و آبرو کو فاسد کر کے دنیا (کتنی ہی حاصل کرلے) اس میں کوئی خیر نہیں۔ اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں
کے لئے حلال کر دی ہے اس میں کسی کو ملامت نہ کرو۔ (اگر تم اسکو طبعاً پسند نہ کرتے ہو)۔

شرک و بدعت کا انجام بد اور دوسرے معاصی کا انکے مقابلہ میں خفیف ہونا حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص شرک اور عقیدہ کی بدعات اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو برا کہنے سے محفوظ رہا۔ اگرچہ دوسرے گناہوں میں کچھ ابتلا بھی ہو گیا ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت
سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وہ گناہ معاف فرمادیگا اور) وہ جنت الفردوس میں نبیین و صدیقین
و شہداء کے ساتھ ہوگا۔

علم دین حاصل کرنے میں احتیاط ارشاد فرمایا کہ یہ علم۔ دین ہے۔ تو خوب غور کرو کہ تم اپنا دین کس سے
حاصل کر رہے ہو (یعنی جب تک کسی کے علم صحیح اور تقویٰ کا اطمینان نہ ہو اسکی تعلیم پر اعتماد مت کرو)۔ اور
مسجد نبوی کے ستونوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ستر علماء ان کے پاس درس حدیث میں مشغول پائے
مگر میں نے ان میں سے کسی سے علم حاصل نہ کیا۔ (کیونکہ ان کے علم صحیح اور تفقہ پر مجھے اعتماد نہ تھا) اگرچہ دیانت
میں ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر ایک بیت المال انکے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً وہ اعلیٰ درجہ کا امین ثابت ہوتے

اور فرمایا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل نہ کرنا چاہئے ان کے ماسوا جس سے چاہیں حاصل کریں۔ اور
وہ چار یہ ہیں۔ ایک مبتدع جو اپنی بدعت کی تبلیغ اور لوگوں کو اسکی طرف دعوت دیتا ہو۔ دوسرے بے وقوف
کم فہم جس کی کم فہمی مشہور ہو۔ تیسرے وہ شخص جو باہمی معاملات میں جھوٹ بولتا ہے۔ اگرچہ حدیث رسول
صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ نہ بولتا ہو۔ چوتھے وہ شخص فن حدیث سے باضابطہ و با اصول واقف نہ ہو۔
(اگرچہ کچھ حدیثیں اس نے یاد کرلی ہوں)۔

قلت کلام فرمایا کہ جو شخص کلام کو اپنے عمل میں داخل نہیں سمجھتا وہ بہت کلام کرتا ہے۔ اور سلف میں یہ
مشہور تھا کہ جو شخص اپنے کلام کو اپنے عمل کا جزو سمجھتا ہے وہ زیادہ کلام ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور سلف کی
یہ عادت نہ تھی کہ کلام کا ایک سلسلہ فضول لگائے رکھیں۔ اور اب بعض لوگ وہ ہیں جو ایک مہینہ کا کلام
ایک گھڑی میں کر ڈالتے ہیں۔

فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے بھلائی پر قادر نہیں دوسروں کو اس سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا
فضول ہے۔ اور فرمایا کہ نماز ایسی پڑھو کہ گویا اپنی عمر کی آخری نماز پڑھ رہے ہو۔ اس کے بعد تمہیں نماز

۱۴

Marfat.com

رضا نصیب نہ ہوگا۔
اور لوگوں کے اموال سے اپنے قلب کو مایوس کر لو کہ حقیقی غنی یہی ہے۔ اور لوگوں سے حاجات طلب کرنے سے بچو کہ حقیقی فقر یہی ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہ کچھ کلام کی ضرورت پڑے گی دا سلئے مطلقاً کلام سے تو منع نہیں کرتا مگر اُس کلام سے بچو جس کے بعد تمہیں معذرت کرنا پڑے۔
اور فرمایا کہ اُون کا موٹا لباس پہننے میں کوئی خیر نہیں۔ ہاں سفر میں بضرورت پہنے تو مضائقہ نہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ کیونکہ ایسا لباس اختیار کرنا اپنے آپ کو ممتاز و مشہور کرنا ہے اور بہت ہی بُری بات ہے کہ انسان کا دین اُس کے کپڑوں سے پہچانا جاوے۔
ارشاد۔ فرمایا کہ جو شخص تمہاری بات نہ مانے اسکے سامنے علم کی بات کہنا علم کی اہانت کرنا ہے۔

لباس حضرت امام مالکؒ کی عادت تھی کہ لباس عمدہ رکھتے تھے۔ عدن وخراسان ومصر کے اعلیٰ کپڑے آپ کے ملبوس میں ہوتے تھے۔ اور عطر وخوشبو کا استعمال بکثرت فرماتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نعمت دے۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اُس کے بدن پر اس نعمت کے آثار ظاہر ہوں۔ اور خصوصاً اہل علم کے لئے تو یہی مناسب ہے کہ اپنی ہیئت ولباس کو اچھا بنائیں کہ اس میں علم کی عظمت ہے۔

(۱۵)

مزاح فرمایا کہ اہل علم کو مزاح (ہنسی ٹھٹھے) سے یکسو رہنا چاہیے خصوصاً مجلس علم میں۔ اور فرمایا کہ عالم کو چاہیے کہ اپنی ضروریات کو بازار سے خود نہ خریدے اگرچہ دوسروں کی معرفت خریدنے میں کچھ مالی نقصان بھی اُٹھانا پڑے۔ کیونکہ عوام اس کی قدر کو نہیں جانتے۔
ف۔ فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ حضرات سلف کا یہی مذاق تھا اور اُس زمانہ میں پسندیدہ یہی تھا لیکن آجکل مناسب یہ ہے کہ علماء خود بازاروں میں جاویں تاکہ لوگ اُن کے معاملات سے سبق حاصل کریں اور وہ لوگوں کے معاملات پر مطلع ہوں کہ فتوی مناسب حال دیکھیں۔
احقر کہتا ہے کہ دونوں بزرگوں کی رائیں درحقیقت متضاد نہیں بلکہ حالات کے تابع مشورے ہیں۔ عالم کو چاہیے کہ موجودہ حالات اور وقتی ضرورت پر نظر کرکے اس معاملہ میں جو انکے دیانت مناسب سمجھے اُس پر عمل کرے ان بزرگوں کے ارشادات کو کبھی نفس یا ابتذال نفس کا ذریعہ نہ بنائے۔

اہل بدعت کی تردید میں ابن فروخ نے امام مالکؒ کی خدمت میں خط لکھا کہ ہمارے ...
حکمت آموز نصیحت کثرت سے میں ... بعض ... امام ... جواب
میں لکھا کہ اگر آپ نے انکار بر علماء و قسم کے ادریا شورہ کے بغیر خود ہی اپنے آپ کو اس مقام پر لا کر کھڑا کیا ہے تو ...

کہ اہل بدعت کی تردید میں کتابیں لکھیں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آپ خود کسی مغالطہ میں پڑ کر ہلاک
کیونکہ اہل بدعت کی تردید صرف اس شخص کو کرنا چاہئے جو کتاب و سنت کے غوامض اور اہل بدعت
شبہات و وسائس سے پورا واقف ہو۔ تاکہ وہ لوگ اس پر غالب نہ آسکیں ورنہ جو شخص اس درجہ کا
اُس سے بسا اوقات ایسے کلمات نکل جاتے ہیں کہ اہل بدعت اُن پر گرفت کر کے اور زیادہ عروج پا
ہیں۔ (کتاب الاعتصام للشاطبی ص۲۵ ج۱)۔

فائدہ: حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نصیحت آب زر سے لکھنے اور ہمیشہ تقلید کرنے کے قابل ہے
کہ ایک تجربہ کار حکیم کا ارشاد ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جو علماء حق اپنے اہل عصر علماء کے مشورہ یا امر
کی رو سے اس کے اہل ہیں وہ بھی اس کام میں ہمت سے کام نہ لیں۔ کیونکہ جس طرح یہ ایک خطرہ کا مقام
ہے اسی طرح اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے۔

حضرت اسد بن موسیٰ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

ان للہ عند کل بدعۃ کید بہا الاسلام ولیا للہ یذب عنہا وینطق بعلامتہا (اعتصام ص۲ ج۱)

جب کبھی کسی بدعت و ضلالت کے ذریعہ اسلام کے اصول صحیح سے کید و مکر کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی اُسکی مدافعت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے جو اُس کی قلعی کھول دیتا ہے۔

اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:۔

لن یزال للہ نصحاء فی الارض من عبادہ یعرضون اعمال لعباد علی کتاب اللہ فاذا وافقوہ حمدوا اللہ واذا خالفوہ عرفوا بکتاب اللہ ضلالۃ من ضل وھدی من اھتدی فاولئک خلفاء اللہ (اعتصام ص۲۱ ج۱)

ہمیشہ بعض اللہ کے بندے ایسے رہیں گے اللہ کے (دین) کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ بندوں کے اعمال کو کتاب اللہ کے سامنے رکھکر دیکھتے ہیں اگر موافق ہیں تو شکر کرتے ہیں اور مخالف ہیں تو کتاب اللہ کے ذریعہ گمراہ کی گمراہی اور ہدایت پانیوالے کی ہدایت واضح کر دیتے ہیں

ابن ماجشونؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالکؒ سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

من احدث فی ھذہ الامۃ شیئا لم یکن علیہ سلفہا فقد زعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ لان اللہ تعالیٰ یقول الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ فما لم یکن یومئذ دینا لایکون الیوم دینا۔ (کتاب الاعتصام للشاطبی ص۴۹ ج۲)

کسی بدعت کا ایجاد کرنا معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خائن قرار دینا ہے

جو شخص اس اُمت میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جس پر اُن کے سلف صالح نہیں تھے تو گویا وہ یوں کہتا ہے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے کہ بعض مفید اور ضروری باتیں بیان نہیں کی جنکو یہ بدعتی ظاہر کر رہے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو کہ میں نے آج تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ بس جو کام اُس روز (زمانہ سلف میں) دین نہ تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔ فقط

۱۶

Marfat.com

مرثیہ

هٰذه ابيات رثيت بها طود الحلم وجود العلم حلو الشمائل رضى الخصائل الشيخ البارع الزاهد العارف مولانا **السيد احمد** قدس سره المهاجر المدنى المؤسس للمدرسة الشرعية ودار الصنائع وامثالها بمدينة الرسول صلى الله عليه وسلم وقد توفى رحمه الله لاثنتى عشر خلون من شوال المكرم سنة ثمانى وخمسين بعد ثلاثمائة والف من الهجرة

سنہ ۱۳۵۸ھ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

ای الخطوب من الايام ابكيه ۔۔۔ والدهر ذو احن لا يأتلى فيه

میں زمانہ کے کس کس حادثہ کو روؤں۔ کہ زمانہ صاحب حوادث ہے اور اُس میں کبھی کمی نہیں کرتا

كتمت دائى حتى عيل مصطبرى ۔۔۔ وليس منكتما ما الله مبديه

میں اپنی بیماری کو چھپاتا رہا یہانتک کہ میرا صبر عاجز ہوگیا۔ اور جس راز کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہو اُسے کون چھپا سکتا ہے۔

جزت بسرى اقلام الجفون على ۔۔۔ صفحة الوجه والاحزان (والاشواق) تمليه

(بالآخر) پلکوں کے قلموں نے میرا راز چہرہ کے صفحات پر لکھدیا۔ اور دلی صدمات نے اُس کے مضمون کی املا کرادی

ياحسرة لعشيات الحمى سلفت ۔۔۔ فى روض طيبة قد طابت ضواحيه

حسرت ہے اُن شام کے اوقات پر جو دار محبوب یعنی مدینہ طیبہ کے باغ میں گذر گئے جس کے تمام اطراف پاک وصاف ہیں۔

ياحسرة لعشيات الحمى سلفت ۔۔۔ فى ظل صفوة خلق الله راعيه

حسرت ہے اُن شام کے اوقات پر جو دار محبوب میں یعنی تمام مخلوق کے برگزیدہ اور نگہبان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیر سایہ گذر گئے

ياحسرة لعشيات الحمى سلفت ۔۔۔ فى دار احمد يستى سلا فيه

حسرت ہے اُن شام کے اوقات پر جو دار محبوب یعنی مولانا سید احمد صاحب کے مکان پر گذر گئے

جم الفضائل قد طابت شمائله ۔۔۔ عم الفواضل مخزى من يضاهيه

آپ کثیر الفضائل تھے اور پاکیزہ خصائل تھے۔ آپ کی عطائیں عام تھی۔ آپ کے فضائل آپ کے ہم مقابلہ کرنے والے کو رسوا کردینے والا ہیں

جود العلوم وطود الحلم محتشد ۔۔۔ ماضى العزائم جاد فى مراميه

آپ علوم کی بارش اور حلم واستقامت کے پہاڑ اور نہایت مستعد۔ اپنے ارادوں میں مستقل اور مقاصد میں انتہا پر پہنچنے والے تھے

دار ملاذ غريب لا ملاذ له ۔۔۔ مغناه غنية من اكدى [illegible]

آپ کا دولت خانہ ایسے مسافروں کا ٹھکانہ تھا جن کے لئے کوئی ٹھکانہ نہ ہو۔ اور اپنی مساعی میں ناکام ہوجانے والوں [illegible] مکان ایک بے فکری کا سامان تھا

حصن الارامل للايتام ملتجاء ۔۔۔ يؤوى الغريب ويدنيه فيكفيه

آپ بیوہ عورتوں کی کامل حفاظت کرنے والے یتیموں کی جائے پناہ تھے۔ مسافر کو پناہ دیتے اور اپنے قریب رکھتے اور کفایت کرتے تھے

۳

واحرَّ قلباه من برقية وصلت
من المدينة تسميه وتبكيه

افسوس سوزش قلب پر جو مدینہ طیبہ سے آنے والے برقی تار سے پیدا ہوئی جو ممدوح کا نام لیتا تھا اور

نعت سليمر دواعى القلب متئدا
رحب الجنان خزى من يجاريه

اس برقی پیغام نے ایک سلیم القلب صاحب وقار۔ فراخ حوصلہ بے نظیر بزرگ کی خبر وفات سنا

من للارامل والايتام بعدهم
من للغريب يسلى اويداريه

اب اُن کے بعد بیواؤں اور یتیموں کا کون ہے۔ اور مسافر کی تسلی و مدارات کرنے والا کون ہے۔

من للمكارم والاخلاق قد يتمت
والعلم والحلم قد هدت مبانيه

آج مکارم اور اخلاق کا کون حامی ہے کہ وہ سب یتیم ہوگئے۔ اور علم و حلم کی بنیادیں منہدم ہوگئیں

لله خدمته في الله هجرته
الله ربي يجزيه فيجزيه

اللہ ہی کے لئے ہے اُن کی خدمت خلق اور اُن کی ہجرت مدینہ۔ میرا مالک اللہ ہی اُن کو جزا دے گا اور وہی کفایت کرے

من يحضه لذكر الله رؤيته
ومن لموته قلت بواكيه

وہ اُن بزرگوں میں سے تھے جن کی صورت دیکھکر خدا تعالیٰ یاد آوے۔ اور اُن لوگوں میں سے جن کی وفات پر رونے والی عورتیں کم ہیں

قضى الحيوة الى ان مات ملتزما
دار الرسول مقيما في حواشيه

آپ نے اپنی عمر شریف دار رسول کو لازم پکڑتے ہوئے آپ کے خدام میں گذاری یہاں تک کہ اس پر وفات ہو گئی۔

كفاك جار رسول الله مأثرة
جوار افضل خلق الله داعيه

ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی آپ کے لئے یہی فضیلت کافی ہے کہ آپ کو افضل الخلق کا جوار حاصل ہے۔

حفظ الجوار لقد كانت سجيته
ماكان ربي في الجيران مخزيه
(واللہ ماکان فی الجیران)

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ پڑوسی کی حفاظت فرماتے تھے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت آپ کے پڑوسیوں کے بارہ میں رد نہ فرمائیگا

كنت المضيف لاضياف الرسول اذا
حطت رواحلهم يوما بناديه

آپ مہمانان رسول کے میزبان ہوتے تھے۔ جب کہ اُن کی سواریاں آپ کی مجلس میں حاضر ہوتی تھی۔

قد حدثتك بنات الدهر واعظة
مافيه مزدجر من بعد تنبيه

حوادث زمانہ نے تیرے سامنے وہ واعظانہ واقعات رکھدیئے جن میں وہ عبرت و تنبیہ ہے کہ انسان کو معاصی سے روکنے کے لئے کافی ہیں

كم قد عبرت على مافيه معتبر
لهوا وانت من الغفلات في تيه

تم کتنی مرتبہ ایسی چیزوں پر غافلانہ گذرے ہو جن میں بڑی عبرت ہے اور تم اسی طرح غفلتوں کے وادی میں گرفتار ہو۔

لايزدهيني من دهري زخارفه
وان حسبي ان ابكي لماضيه
(وکان)

مجھے میرے زمانہ کے دلفریب نظارے نہیں بھاتے۔ بلکہ مجھے تو یہی کافی ہے کہ گذشتہ زمانہ کو رویا کر وں۔

عذرا لنظم شفيع نائكئب
لاغروفيه ان اختلت قوافيه

حیران و مضطرب شفیع کی نظم کے لئے عذر ہے۔ اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ اس کے اشعار میں اختلال ہوگیا

الاحقر الافقر محمد شفیع الدیوبندی
الخادم دارالعلوم الدیوبندیہ عفا اللہ عنہ ۲۳ شوال ۵۸ھ

۴

طالبِ علمی

علماء سلف کے حالات و مقالات

طلب علم کسی وقت ختم نہ ہونی چاہیے

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو علم حاصل ہو اُسکو چاہئے کہ کسی وقت طلب علم کو نہ چھوڑے۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات تقویٰ کے معاون میں سے ہے کہ تم حاصل شدہ علم کیساتھ اور زائد علم حاصل کرو۔ اور یہ بھی حاصل شدہ علم کا نقصان ہی ہے کہ اس میں زیادتی کم ہو۔ اور جس چیز کا علم حاصل نہیں اُسکی تحصیل میں رغبت نہ ہونا اسکی علامت ہے کہ اُسنے حاصل شدہ علم سے نفع نہیں اٹھایا (جامع بیان العلم)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من جاء اجله وهو يطلب علماً يحيي به الاسلام	جس شخص کی موت اس حالت میں آگئی کہ وہ اسلام کو زندہ کرنے کیلئے علم حاصل کر رہا تھا
لم يفضله النبيون الا بدرجة (جامع العلم)	تو انبیاء علیہم السلام کو بھی اُس سے صرف ایک درجہ فضیلت حاصل ہوگی۔

اور حضرت ابوہریرہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اذا جاء الموت لطالب العلم وهو على تلك الحال مات شهيداً (جامع) جب طالب کو بحالت طالب علمی موت آجاوے تو وہ شہید ہو کر مرتا ہے

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے لوگوں نے کہا کہ آپ کبتک علم طلب کرتے رہیں گے۔ فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ موت تک۔ پھر ایک مرتبہ اُن سے کسی نے یہی سوال کیا تو فرمایا کہ وہ کلمہ جو میرے لئے نافع اور باعث نجات ہے شاید ابتک میں نے اُسکو نہ لکھا ہو (اسلئے میں ہمیشہ طلب میں لگا رہتا ہوں)۔

طالب علمی میں فقر و فاقہ پر صبر

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ علم (دین) اُس وقت تک کسی کو حاصل نہیں ہوتا جبتک اسکو فقر و فاقہ کا مزا نہ چکھایا جائے۔ پھر امام حدیث ربیعہؒ کے فقر و افلاس کا ذکر کیا کہ طلب علم کی وجہ سے اُنکو یہ نوبت آئی کہ گھر کی چھت فروخت کردی اور یہانتک کہ وہ خراب کھجوریں اور مویز منقی جو مدینہ کی کوڑیوں پر پھینکدیے جاتے تھے اُسکو کھاکر گذارکرتے تھے۔

امام ابویوسفؒ کی طالب علمی

ابراہیم بن جراحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابویوسف سے خود سنا ہے فرمایا کہ ہم نے بھی طلب علم کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے علم طلب کیا کہ ہم انکو شمار نہیں کر سکتے۔ مگر علم سے نفع صرف [illegible] شخص نے [illegible] کیا [illegible] کو دودھ [illegible] دل تھا مرادِ اسکی یہ تھی کہ طالب علمی کے وقت ابویوسف کے گھر والے اُنکے لئے روٹی دودھ میں ڈالکر رکھدیتے تھے [illegible] کے وقت کھاکر حلقہ درس میں پہنچ جاتے تھے اور پھر واپس آکر بھی وہی کھاتے تھے [illegible] دوسرے لوگ کھانے پکانے کا انتظار کرنے میں وقت ضائع کرتے تھے۔ اور دوسرے

لوگ حلوا وغیرہ طیار کرنے میں مشغول ہو کر سبق کے ایک حصہ سے محروم رہجاتے تھے۔

امام شافعیؒ کی طالب علمی

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس علم دین کو کوئی شخص مال و دولت اور عزت وجاہ کیساتھ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس میں صرف وہ شخص کامیاب ہوتا ہے جو تنگی عیش اور اساتذہ کے سامنے اپنے نفس کو حقیر کرنے اور علم و علماء کی عزت کرنے کو اختیار کرے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گیا تھا میری پرورش نہایت عسرت کیساتھ میری والدہ کرتی تھیں۔ جب میں پڑھنے کے قابل ہوا تو والدہ نے مجھے مکتب میں بٹھلا دیا مگر اُنکو اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ میرے استاد کی کوئی خدمت مالی کر سکتی۔ اسلئے میں نے انکو اس پر راضی کیا کہ جس وقت آپ کہیں جائیں یا کسی ضرورت کی وجہ سے تعلیم نہ دیسکیں تو میں خلیفہ مکتب کے طور پر آپکا کام کیا کروں۔ اسطرح میں نے قرآن مجید ختم کیا۔

اسکے بعد میں نے علماء کے حلقہ درس میں حاضر ہونا شروع کیا۔ جو حدیث یا کوئی مسئلہ میں اساتذہ سے سُنتا اُسکو لکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر میری والدہ کے پاس اتنے پیسے نہ تھے کہ اُنسے میں کاغذ خرید سکوں۔ اسلئے میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ کوئی صاف ہڈی نظر پڑتی تو اُٹھا لیتا تھا اور اُس پر لکھ لیتا جب وہ سب پوری ہو جاتی تو اُسکو ایک تھلیہ میں ڈالکر محفوظ کر لیتا تھا۔ اسی حال پر ایک زمانہ گذر گیا۔ اسکے بعد اتفاقاً والی یمن تشریف لائے تو بعض قریشی بزرگوں نے اُنسے میری سفارش کی کہ وہ مجھ کو اپنی ساتھ رکھیں اُس نے بخوشی منظور کیا۔ مگر میری والدہ کے پاس اتنی وسعت نہ تھی کہ وہ مجھے ایک جوڑا کپڑے ایسے بنا دیں جو امراء کی مجلس و صحبت میں رہنے کیلئے مناسب ہو۔ مجبور ہو کر والدہ نے اپنی چادر فروخت کی جسکی قیمت سولہ دینار وصول ہوئی۔ اُس سے میرے لئے کپڑے طیار کئے گئے۔

میں والی یمن کیساتھ یمن پہنچا اُنھوں نے مجھے ایک کام دیا میں نے شکر کیساتھ قبول کیا پھر اور کام بڑھا دیا اور بڑھاتے رہے۔ اسی اثناء میں یمن کے کچھ لوگ مکہ معظمہ بغرض عمرہ حاضر ہوئے اُنھوں نے اہل مکہ سے میرے عمدہ عمل کی تعریف کی جس سے میری شہرت ہو گئی۔ پھر یمن سے اپنے وطن واپس آیا اور ابن ابی یحییٰ سے ملنے کیلئے گیا۔ میں نے سلام کیا تو انھوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ تم لوگ ہماری صحبت میں رہتے ہو پھر ایسا ایسا کرتے ہو۔ یعنی امراء و حکام کی ساتھ رہنے کو گوارا کرتے ہو۔

اسکے بعد میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اُنھوں نے دوسرے انداز سے مجھے تنبیہ فرمائی۔ اخلاق و مروت کیساتھ پیش آئے بعد فرمایا کہ آپکا واقعہ ہمیں معلوم ہوا مگر ہمیں یہ کچھ پسند نہ آیا۔ درحقیقت آپ نے اُس فرض کو ادا نہ کیا جو علم کی وجہ سے آپ پر عائد ہو چکا ہے (یعنی علم کی نشر و اشاعت) خیر اب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا آئندہ اس خدمت کی طرف عود نہ کرنا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر سفیان ثوریؒ کی نصیحت کا بہ نسبت ابن ابی یحییٰؒ کے معاملہ کے گہرا اثر ہوا اور میں نے حکومت کی ملازمت چھوڑ دی۔

اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد بن حسن شیبانی (امام اعظمؒ کے شاگرد) سے اس قدر علم حاصل کیا ہے کہ اگر اُسکو لکھا جائے تو ایک اونٹ کا بوجھ ہو جاوے۔

Marfat.com

المفتی دیو بند ماہ ذی الحجہ ۵۹ھ

ثمرات الاوراق

اس سلسلہ میں آج جو چند مضمون پیش کئے جاتے ہیں میرے استاذ محترم اور بہنوئی حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب مرحوم سابق مدرس دارالعلوم دیوبند کی یادگار ہے آپ ہی کے قلم سے لکھے ہوئے کاغذات میں نکل آیا جس کے اوراق پریشان دیکھکر مولانا مرحوم کا تصور آنکھوں میں کھنچ گیا۔ گو

دل میں ایک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

مناسب معلوم ہوا کہ ان مضامین عالیہ کو ثمرات کا جزو بنا دیا جاوے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

(۵)

امیر المؤمنین منصور عباسی کے دربار میں

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے اُن لایق فرزندوں میں سے ہیں جن کے وجود پر اگر اسلام کو ناز ہو تو بجا ہے۔ آپ کے گرانقدر کارنامے صفحہ تاریخ پر آجتک ایک نمایاں روشنی رکھتے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی عبدالرحمن ہے اور کنیت ابو عمرو۔ یہ علم و ہدایت کا آفتاب ۸۸ھ میں بعلبک کے افق پر طلوع ہوا۔ ابھی تک یہ نونہال آغوش مادر سے بھی مستغنی نہیں ہوا تھا کہ حوادث زمانہ نے اُس پر یتیمی کا داغ دیا۔

والد کے سایۂ عطوفت کا بچپن میں سر سے اُٹھ جانا بچوں کی تعلیمی زندگی کے لئے جس قدر مہلک ہے وہ ظاہر ہے۔ مگر خداوند عالم کے الطاف خفیہ نعمائے غیر متناہیہ کسی کے ... حشم و خدم یا قبیلہ اور اعزاء و اقربا کی شوکت دیکھکر نازل نہیں ہوتیں۔ بلکہ اُسکی شان تو یہ ہے:۔

انا عند المنکسرۃ قلوبھم } میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں

بہرحال آپ کی تعلیم و تربیت بھی اگرچہ والدہ کی آغوش میں ہوئی لیکن خداوند عالم کے فضل

Marfat.com

سے ابھی تک ایام شباب کو بھی نہیں پہنچے کہ تمام علوم وفنون میں وہ مہارت حاصل کرلی جو محتاج بیان نہیں یہانتک کہ قوت اجتہاد اور علم وعمل ذکاوت طبع' تقویٰ وطہارت میں اپنے زمانہ کے ممتاز لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔

اسماعیل بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبدالرحمٰن (اوزاعی) علماء امت کے بہترین افراد میں سے ہیں۔

آپ پر علم کا وہ گہرا رنگ چڑھا تھا کہ اُس کے آثار جوارح پر ظاہر ہوتے تھے خشوع و خضوع آپ کے چہرہ سے مترشح ہوتا تھا۔آپ کی ذات مبارک

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء } اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اُس سے ڈرتے ہیں

کا مظہر اتم تھی۔

ابو مسہر کہتے ہیں کہ امام موصوف رات بھر نماز اور تلاوت قرآن اور آہ وزاری میں گذارتے تھے۔عمر بھر کسی نے آپکو قہقہہ کے ساتھ ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔ بلکہ بلا ضرورت کلام بھی نہ کرتے تھے۔یوں تو آپ جملہ کمالات علمی اور عملی میں اور ممتاز شان رکھتے ہی تھے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا خاص امتیازی وصف تھا۔ ہر شخص کو بلا تخصیص امیر وغریب اور بلا خوف لومۃ لائم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے آپ کی شان یہ تھی ؎

شاہ وگدا بہمت درداں یکے ست ✦ پوشیدہ است پست وبلند زمین در آب

بہت مرتبہ آپ امرحق کے ظاہر کرنے کی بناء پر دشمنوں کے نرغے میں پھنس گئے مگر وہ ایک کوہ وقار تھے کہ مصائب کی سخت آندھیاں آپ کو اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ٹلا سکتی تھیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ خود امام ہمام بیان فرماتے ہیں کہ حاکم وقت نے مجھ سے بلا کر پوچھا کہ "فلاں مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے"

حق کہنے میں جان کا خوف تھا، دل میں توحش پیدا ہوا۔ لیکن معاً یہ خیال آیا کہ دنیا کی تکلیف خدا کے عذاب کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی بلا سے جان جائے مگر حق کہنے سے نہ رکنا چاہئے چنانچہ صاف صاف جو حق تھا بیان کر دیا۔ جس کو سُنکر حاکم چراغ پا ہوگیا۔ مگر الحمد للہ مجھ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اِس وقت ہمیں امام اوزاعی کی سوانح لکھنا نہیں بلکہ اُن کی عالی ہمتی اور اولو العزمی کے کارناموں کا صرف ایک ورق ناظرین کے سامنے کھولا جاتا ہے۔اور اُن کا ایک واقعہ ہدیہ ناظرین

لعہ ۱ پچھلے کارناموں کا ورق ادا ورنہ صرف کارناموں کی حفاظت ۱۲

Marfat.com

کیا جاتا ہے جو اُن کو خلیفۃ المسلمین ابوجعفر منصور کے ساتھ پیش آیا ہے۔ جس میں آپ دیکھیں گے کہ ایک خدا سے ڈرنے والا بندہ ایک باجبروت بادشاہ کے سامنے کیسا جری ہو کر بے دھڑک تقریر کر رہا ہے

ایک روز امام ہمام (اوزاعیؒ) خلیفہ وقت ابوجعفر منصور کے دربار میں تشریف لے گئے۔ مگر نہ اسلئے کہ مداہنت کر کے اُسکے مال وجاہ سے ناجائز نفع اُٹھائیں۔ بلکہ اسلئے کہ اُس کو خداوند عالم کے صحیح صحیح احکام بالمشافہہ پہنچاویں۔ چنانچہ آپ نے ایک دل آویز تقریر شروع کی جسکے دوران میں فرمایا کہ اے **امیر المؤمنین**! ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ فاروق اعظم (باوجود اُس عدل و انصاف کے جو آفتاب کی طرح روشن ہے اور جس کی روشنی کا اعتراف شپرہ چشم مخالفین اور کفار کو بھی کرنا پڑتا ہے) فرمایا کرتے تھے کہ اگر فرات کے کنارہ پر ایک بکری کا بچہ ضائع ہو کر مرتا ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قیامت کے روز مجھ سے اس کی بازپرس نہ ہو۔

اے **ابوجعفر**! اب اپنی حالت پر تم خود غور کرو کہ تمھاری سلطنت میں اولاد آدم انصاف سے محروم ہیں اور ظلم سے مرتے ہیں۔ آخر تمہارا کیا انجام ہوگا۔

اے **امیر المؤمنین**! ہم سے یزید بن جابر نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عمرو انصاری نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے انصار میں سے ایک صحابی کو صدقہ زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے پر مقرر کیا یہ صاحب آپکے پاس سے رخصت ہوگئے آپکو خیال تھا کہ اپنے کام پر چلے گئے ہونگے لیکن کچھ دنوں بعد دیکھتے ہیں کہ وہ ابتک مدینہ میں مقیم ہیں۔ کار مفوضہ پر نہیں گئے آپ نے اسکا سبب پوچھا اور فرمایا کہ آپ نے خدمت مفوضہ میں دیر کیوں کی کیا آپ کو خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کا ثواب مجاہدین فی سبیل اللہ کی برابر ہے۔ انصاری نے کہا ہرگز نہیں۔ آپنے متعجب ہو کر وجہ دریافت کی۔ انصاری بزرگ نے جواب دیا کہ مجھ کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی کہ تمام حکام جنکے قبضہ میں آج لوگوں کے کاموں کی باگ ہے وہ قیامت کے روز ایسی حالت میں اُٹھائے جائیں گے کہ اُن کے ہاتھ اُنکی گردنوں سے بندھے ہوئے ہوں گے۔

اِس مصیبت سے سوائے عدل و انصاف کے اور کوئی چیز نہ چھُڑا سکے گی۔ اس کے بعد اُن کو آگ کے پُل پر کھڑا کیا جائے گا جس کی لپیٹ اور اُڑنے والی چنگاریوں سے ایک ایک عضو پگھل جائے گا۔ پھر خدا کے حکم سے سب اعضا درست ہوجائیں گے۔ اور سلسلہ حساب وکتاب شروع ہوگا۔

عدل و انصاف اچھی طرح کرنے کی صورت میں عذاب الٰہی سے نجات ملے گی ورنہ وہ

۷

Marfat.com

پھٹ جائے گا اور ستر برس جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں رہنا ہو گا۔

حضرت عمرؓ یہ سنکر سہم گئے اور دریافت کیا کہ تم نے یہ حدیث کس سے سُنی ہے۔

انصاری نے کہا ابو ذر اور سلمان فارسی سے (رضی اللہ عنہما)

فاروق اعظم اِس حدیث کے مضمون سے بہت متأثر تھے فوراً ایک آدمی بھیجکر دونوں کو بلایا۔ جب یہ حضرات تشریف لائے تو حدیث مذکور کے متعلق استفسار کیا۔

پس دونو صاحبوں نے کہا کہ بیشک ہم نے یہ حدیث جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے

فاروق اعظم کانپ اٹھے اور بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنے آپ کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ ہائے عمر ان تکالیف و مصائب کے موجود ہوتے ہوئے کون ناعاقبت اندیش بارِ حکومت کو اپنے سر پہ لے گا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہو۔

فاروق اعظم زار زار رونے لگے اور یہانتک روئے کہ اُن کے رونے پر مجھے رونا آیا۔

اے امیر المؤمنین! خلیفہ ثانی رضؓ کے حالات دیکھو اور پھر اپنی حالت کا اندازہ کرو کہ تم نے اُن کی جانشینی کا کہانتک حق ادا کیا (۸)

اے امیر المؤمنین! فاروق اعظم نے آئین جہانداری کے جو مستحکم اصول بیان فرمائے ہیں وہ ہر اس شخص کو اپنے صفحۂ قلب پر لکھنے چاہئیں جس کو خداوند عالم نے اپنی مخلوق کا محافظ (بادشاہ) بنایا ہو۔

اے امیر المؤمنین! فاروق اعظم رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ نظام حکومت کے رشتہ کو وہی قائم رکھ سکتا ہے جو عقل کامل اور تفقہ فی الدین رکھتا ہو۔ اور اس سے کوئی عیب ظاہر نہ ہو۔ اور رنامر حق کے اظہار میں لومۃ لائم کی پروا کرتا ہو۔

اے امیر المؤمنین! آپ فرمایا کرتے تھے کہ حکام چار قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ قوی ہمت جو خود بھی جور و ستم سے بچا رہا اور اپنے عملہ کے لوگوں کو بھی اُس نے تشدد و جبر آمیز حرکات سے محفوظ رکھا ایسے حاکم عادل کا ثواب جہاد فی سبیل اللہ کی برابر ہے اُس پر خداوند عالم نے رحمت کا دروازہ کھولدیا ہے۔ (باقی آئندہ)

لہ کیونکہ اکثر جب حکومت کی باگ ہاتھ میں آتی ہے انسان مغرور ہو کر مظالم کی پروا نہیں کرتا۔ نیز سلطنت اور خلافت کی کٹھن ذمہ داریوں کو بھی ہر شخص پورا نہیں کر سکتا ورنہ اگر سلطان عادل ہو تو پھر اُسکے لئے حدیث میں بڑے بڑے فضائل مذکور ہیں چنانچہ عنقریب آئیگا۔ فاروق اعظم اگرچہ امام العارفین ہیں مگر حضرت ابوذر نے محض ترہیب کیلئے یہ فرمایا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

Marfat.com

آلاتِ جدیدہ اور مسلمان

عنوانِ بالا پر احقر نے ایک مضمون المفتی سالِ رواں کے ابتدائی پرچوں میں لکھا تھا جو الحمد للہ مفید و مقبول ہوا۔ حال میں ہفتہ وار اخبار "مسلم" دہلی میں ایک مضمون زیر عنوان "دنیائے ایجادات میں اسلاف کے علمی و عملی کارنامے" شائع ہوا ہے جو نہایت مفید ہے اسی لئے اُس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ احقر کے سابق مضمون کے ساتھ بطور ضمیمہ سمجھا جاوے" مدیر

عیسائی مؤرخین خواہ کتنی ہی غلط بیانیوں سے لیں مگر تاریخ اور منصف مزاج عیسائی مؤرخین کی شہادتوں کو ہرگز جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مصر کا مشہور جرجی زیدان جو ہمیشہ مسلمانوں کے بڑے سے بڑے کارنامہ کو اس انداز سے بیان کیا کرتا ہے جس سے اس کا وزن کمزور پڑ جائے اور اس کی واقعیت اور اہمیت میں کمی واقع ہو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ جرجی زیدان لکھتا ہے:-

"اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان ہی فن کیمیا (جدید سائنس) کے موجد ہیں (ملاحظہ ہو تمدن عرب)"۔

جرجی زیدان کے علاوہ اور بے شمار مؤرخین اور مصنفین نے مسلمانوں کو جدید علوم و فنون کا موجد تسلیم کیا ہے۔
خود جرجی زیدان نے مسلمانوں کے علوم و فنون کے تذکرہ میں ان ایجادات کا شمار کرایا ہے جن پر جدید سائنس
(٥) کادارومدار ہے۔ ٹیلیگرام، ٹیلیفون، وائرلیس، توپ، بارود، ہوائی جہاز، تیزاب، صابون وغیرہ جن کو لوگ
جہالت اور کم علمی کے باعث یوروپ کی ایجاد بتلاتے ہیں۔ یہ چیزیں مسلموں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور ان چیزوں کی
ایجاد کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔

مسلمان جب ممالک عالم فتح کرتے کرتے آگے بڑھتے گئے تو اُن کو یونانیوں کا وہ ذخیرہ بھی ہاتھ لگا تھا جو کیمیا سے متعلق تھا۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ سونا اور چاندی پارہ گندھک وغیرہ مخصوص طریقہ پر آمیزش سے بنا ہے شروع شروع میں مسلمانوں نے جب اس عجیب و غریب نظریہ کو معلوم کیا تو اس کی تحقیق اور عملی درجہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچانے کی سعی شروع کردی۔ مختلف قسم کے تجربات اور شواہد عمل میں لائے مگر یونانیوں کا یہ نظریہ نظریہ کی حیثیت سے آگے عملی درجہ میں صحیح ثابت نہ ہوسکا۔

اس سلسلہ میں مسلمانوں نے جو تجربات کئے وہ آنکی اُن قدیم تصنیفات میں ملتے ہیں جو بدقسمتی سے یوروپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

علم کیمیا کی تاریخ تو بہت طویل ہے مگر بہ نظر اختصار اتنا عرض ہے کہ امام جعفر معاویہ بن یزید بن معا[illegible] اور حکیم رازی اس فن کے خاص امام شمار کئے جاتے ہیں۔ علم کیمیا میں جابر بن حیان کو یوروپ والوں نے استاد تسلیم کیا ہے۔ اور بیشتر علم کیمیا کے بنیادی اصول انہی حضرت کے تجربات اور شواہد ہیں۔ جابر بن حیان نے اس فن پر بہت سے رسالے لکھے جو اَب بھی کہیں کہیں جستجو کرنے پر مل جاتے ہیں۔

(اس پرچہ کا صفحہ ۳ ضرور ملاحظہ فرمائیے)

فرانس کا مشہور مورخ ڈاکٹر لیبان اپنی کتاب تمدن عرب میں جابر بن حیان کا زمانہ آٹھویں صدی عیسوی بتا[تا ہے]
مسلمانوں نے جب اس علم کی طرف توجہ کی تو اسکو درجۂ عروج پر پہنچا کر ایک ترقی یافتہ فن بنا دیا۔ ڈاکٹر موصوف لکھتے [ہیں]

علم کیمیا میں عربوں نے یونانیوں سے جو کچھ پایا تھا وہ بہت ہی کم تھا وہ بڑے بڑے مرکبات جن سے یونانی بالکل ناواقف تھے عربوں نے ہی ایجاد کئے" (تمدن عرب صفحہ ۴۳۵)

جابر بن حیان کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "جابر کی تصنیفات میں بہت سے ایسے مرکبات کا ذکر ہے جو اس سے قبل معلوم نہ تھے۔

اس کی تصنیفات میں سب سے پہلے کیمیائی عملیات مثلاً کشید، تصعید، قلم بندی پانی میں حل کرنے اور گلانے کا بیان ہے۔"

ان حوالجات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے علم کیمیا میں شب و روز کی جد و جہد سے نئے نئے معلومات حاصل کئے اور اس ف[ن]
کو کہیں سے کہیں تک پہنچا دیا۔ اگرچہ شروع شروع میں مسلمانوں نے اس فن کی طرف توجہ اس نیت سے کی تھی کہ وہ سونا چاندی بنا[نے]
میں کامیاب ہو جائیں، گو ان کو اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی مگر ہر چیز کی تحلیل و ترکیب کے نئے اصول و قواعد ضرور معلوم ہو گ[ئے]
ڈاکٹر لیبان نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کی اس جد و جہد کو سراہا ہے جو انھوں نے اس فن کو ترقی دینے کے سلسلہ میں کی تھی۔ ڈا[کٹر]
لیبان اگرچہ یورپین مورخ ہیں مگر انہیں تعصب اور ہٹ دھرمی نہیں اسی لئے انصاف کی جو بات ہوتی ہے اسکو لکھنے سے وہ گریز نہیں کر[تے]
ڈاکٹر صاحب نے کیمیاوی تحقیقات کے ذیل میں ان یورپین مورخین کی غلط بیانی کی پُر زور تردید کی ہے جو انھوں نے مسلمانوں کے
عظیم الشان کارناموں کو خفیف ترین ثابت کرنے کیلئے غلط کوشش کی ہے مثلاً عام طور سے یورپین کیمسٹری کی تاریخ اور ایجادات کے سل[سلہ]
میں بارود کا موجد "راجر بیکن" کو بتلایا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اس تحقیق کی تغلیط کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ راجر بیکن بارود کا موجد نہیں بلکہ م[...] (۶)
راجر بیکن کو عربوں کا بارود کا پرانا نسخہ ہاتھ لگ گیا تھا اور اسی نسخہ کی راجر بیکن نے تجدید کی تھی۔ ڈاکٹر موصوف بارود کے تذکرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"ریناد اور فاوے کی تحقیقات اور اس سے پہلے کاسیری اور آندرے اور بارود وغیرہ کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ بارود عربوں ہی کی ایجاد ہے اور انھوں نے توپ اور بندوق کا ب[...]

آگے چل کر ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی بتلایا ہے کہ یورپ والوں کو بارود کو کیا اور کہاں سے ہاتھ لگی اور پہلی مرتبہ کب
انھوں نے بارود استعمال کی۔ آگے لکھتے ہیں کہ:۔

توپ سب سے پہلے ۱۳۴۶ء میں کریسی کی لڑائی میں یورپ والوں نے استعمال کی لیکن عربوں کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے کہ توپ اس سے بہت پہلے استعمال تھی۔"

آگے ابن خلدون کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔ کہ ابو یوسف سلطان مراکش نے ۱۲۷۳ء ۶۷۲ھ میں سجلماسہ کا محاصرہ کیا۔ اس نے آلات محاصرہ
کو شہر کے سامنے لگا۔ ان میں عرادے اور نفط کے ہندام تھے جن سے لوہے کے ریزے برسائے جاتے تھے۔ یہ ریزے ہندام کے صندوق میں بھرے
جاتے تھے اور ان کے پیچھے بارود ہوتی تھی جس میں آگ لگا دی جاتی تھی۔ اس محاصرہ کے وقت انگریز کونٹ ڈربی اور سالسبری وہاں موجود تھے انھوں
نے بارود کے اس نئے استعمال کو دیکھا اور اس ایجاد کو اپنے ملک میں لے گئے۔ اور چار سال بعد کریسی کی لڑائی میں توپ کا استعمال کیا۔"

اس سلسلہ میں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ عربوں کی قدیم تصنیفات میں بارود کے نسخہ کے اجزاء کا جو وز[ن]
درج ہے وہ کم و بیش اسی طرح یورپ میں آجکل بھی زیر استعمال ہے۔ اوزان اور اجزاء کے تطابق سے اس نظر[یہ]
کی نہ صرف تائید بلکہ تحقیق ہو جاتی ہے کہ بارود کے موجد درحقیقت مسلمان عرب ہی تھے۔ (انتہیٰ)

(اس پرچہ کا صفحہ ۳۰ ضرور ملاحظہ فرمائیے)

علماء طلباء کے لئے زرّین نصائح

از قطب وقت شیخ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ

[illegible] علماء و مشائخ کی تصانیف جن کے مطالعہ کی [illegible]

بعض علماء و مشائخ کی بعض تصانیف عام لوگوں [illegible] اور اُن سے [illegible] ہیں اور بعض میں الحاقی ہو [illegible] نے [illegible] اور کفر [illegible] خل کر کے اُن کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس لئے ان حضرات کی [illegible] کا مطالعہ [illegible] عام اہل علم کو بھی مناسب نہیں، جب تک [illegible] ہوں [illegible] آفات میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ امام شعرانی نے لطائف المنن والاخلاق میں چند بزرگوں کی تصانیف کا اس سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔

فرمایا ہے کہ محمد بن حزم ظاہری کی تصانیف جو [illegible] اُن کے مطالعہ سے بھی بچنا چاہئے۔

اسی طرح فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن العربی کی تصانیف عام لوگوں کی سمجھ سے بہت زیادہ بلند ہیں اور اُن کی بعض تصانیف میں خصوصاً فتوحات و فصوص وغیرہ میں ملحدین اہل باطل نے بہت سے کفریہ مضامین داخل کر دیئے ہیں۔ فرمایا کہ شیخ ابوطاہر نے اپنے شیخ بدرالدین [illegible] سے نقل کیا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی کی کتابوں میں جس قدر مضامین جمہور علماء کے خلاف پائے جاتے ہیں وہ سب ملحدین کے اضافے ہیں۔ اور شیخ [illegible]الدین صاحب قاموس بھی یہی فرماتے تھے۔ اور فرمایا کہ شیخ شمس الدین [illegible] میرے پاس فتوحات کا ایک نسخہ قلمی لائے جس کا مقابلہ اس نسخہ سے کیا ہوا تھا جو خود حضرت شیخ کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے اُس میں تلاش کیا تو اُن غلط مضامین کا اُس میں کہیں نام نشان نہ تھا۔

اسی طرح امام عمر بن محمد اشبیلی اشعری نے اپنی کتاب [illegible] العوام[1] میں فرمایا ہے کہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم کے بعض مواضع ایسے ہیں کہ جو شخص تمام علوم میں ماہر اور ذوق سلیم نہ رکھتا ہو اس کے لئے [illegible] مطالعہ سخت مضر ہے۔ اسی طرح امام غزالی کا رسالہ کتاب النفخ والتسویہ میں بہت سے غلط مضامین [illegible] کر دیئے گئے ہیں۔

[1] یعنی اغلاط العوام [illegible]

سیدی حضرت حکیم الامۃ [illegible]

اسی طرح فرمایا کہ شیخ ابوطالب مکی کی کتاب قوت القلوب کے بعض مواضع بھی ایسے ہی ہیں۔ نیز مند
سعید بطوطی کی کتابیں اعتزال سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی طرح ابن برجان کی تصانیف اور علامہ زمخشری کی تف
کشاف کے بہت سے مواضع بھی اعتزال سے بھرے ہوئے ہیں۔

اور فرمایا کہ کتاب اخوان الصفا جو باون رسالوں پر مشتمل مجریطی کی تصنیف ہے اُس کے مطالعہ سے بھ
اجتناب کرنا چاہئے۔ کیونکہ مشہور یہ ہے کہ یہ شخص خلاف اسلام عقائد رکھنے والا ملحدین میں سے تھا۔

نیز ابراہیم نظام اور ابن راوندی اور زمعر و بن مثنی کی کتابوں کا مطالعہ بھی سخت مضر ہے۔

نیز شیخ عبدالکریم جیلی کا قصیدہ عین مضمومہ کا مطالعہ بھی مضر ہے۔ (لطائف المنن ص ۳۲۹)۔

طالب علمی میں عمل کی کوشش فرمایا کہ سیدی علی خواص کا ارشاد ہے کہ طلبہ کے لئے یہ مناس
نہیں کہ اپنے نفس کو عمل سے فارغ رکھیں اور یہ سمجھیں کہ پہلے علم حاصل کرلیں، فارغ ہوکر عمل کی طرف مت
ہوں گے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے جس کے ذریعہ شیطان اُن کو زوائد علوم میں جن کی حاجت دین میں
واقع ہوتی ہے مشغول رکھتا ہے اور عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

نیز فرمایا کہ میں چاہتا ہوں علماء و طلباء کوئی حرفہ اور صنعت بھی ضرور سیکھیں جس سے اُن کا
حاصل ہو۔ تاکہ وہ دنیا کے بدلے دین کو فروخت نہ کریں۔ اور لوگوں کے صدقات و خیرات پر اُن کی نظر
نہ جائیں۔ کیونکہ (بلا ضرورتِ شدیدہ ناجائز طور پر) صدقات کے کھانے سے اُن کی عقل کا نور مٹ جاتا ہے۔ بخلاف
حلال کے کہ اُس سے نورِ عقل بڑھتا ہے۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایسے حکماء کی ایک ... مجلس میں پہنچ گیا جو اپنے کھانے پینے کی چیزو
احتیاط نہ کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے تمام علمی سوالات و مذاکرات ایسے واہی اور بیکار امور
متعلق تھے جو علماء کی شان سے بہت گرے ہوئے تھے۔ میں نے سمجھا کہ یہ سب اُسی مشتبہ کھانے کا
ہے۔ (لطائف المنن والاخلاق للشعرانی ص ۳۷۴)۔

واللہ التوفیق والیہ المرجع والمآب

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
۲۰ ذی الحجہ ۵۸ھ

(۸)

(۱۶) اور ایک غلام مکاتب[1] حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری مکاتبت میں مدد فرمائیے۔ (یعنی کچھ روپیہ دیجئے جس کے ذریعہ میں آزادی حاصل کر سکوں) حضرت مرتضیٰ رضؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ کلمات کیوں نہ سکھلا دوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلائے تھے (جن کا خاصہ یہ ہے) کہ اگر تمہارے ذمہ احد پہاڑ کی برابر بھی قرض ہو تو وہ بھی حق تعالیٰ ادا فرما دیں۔ اور وہ دعا یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (ترجمہ) یا اللہ اپنے رزق حلال کے ذریعہ مجھے حرام سے محفوظ رکھ اور اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا سب سے بے نیاز کر دے (اخرجہ البیہقی)۔

(۱۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ فرشتوں کی غذا تو تسبیح و تہلیل ہے (وہ کھانے پینے کے محتاج نہیں) مگر ہمارے کھانے کا کیا انتظام ہو کیونکہ ہم کھانے کے محتاج ہیں اور موجود نہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے کہ تیس روز سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر میں آگ نہیں جلی۔ البتہ ہمارے پاس کچھ بکریاں آگئی ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم اُن میں سے پانچ بکریاں تمہیں دیدیں۔ اور اگر چاہو تو پانچ کلمات تمہیں سکھا دیں جو جبرئیل علیہ السلام نے ہمیں سکھلائے ہیں۔ اور وہ کلمات ہیں:۔

(یا اول الاولین یا آخر الآخرین ویا ذا القوۃ المتین ویا ارحم المساکین ویا ارحم الراحمین (اخرجہ ابن سنی)

(۱۸) اور حضرت صدیقہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر تشریف لیجاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اِلٰهَ اٰدَمَ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ (ترجمہ) یا اللہ سات آسمانوں کے مالک اور عرش عظیم کے مالک آدم علیہ السلام کے خدا اور ہر چیز کے مالک توراۃ اور انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر اُس سے درخت اگھانے والے میں آپ کی پناہ لیتا ہوں ہر اُس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ یا اللہ تو ہی سب سے پہلے ہے (تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو ہی سب سے آخر ہے۔ تیرے بعد کوئی چیز نہیں تو ہی سب سے بلند ہے، تیرے اوپر کوئی چیز نہیں

[1] مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں جس کو اُس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ اگر تم اس قدر روپیہ ہمیں کما کر لا دو تو تم آزاد ہو ۱۲

تو ہی سب سے اندر ہے۔ تیرے بغیر کوئی چیز نہیں تو ہمارا قرض ادا کر دے۔ اور ہمیں فقر وفاقہ سے نجات دے (اخرجہ ابو یعلی)

(۱۹) اور حضرت قبیلہ بنت مخرمہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جب وہ عشار کے بعد اپنے بستر پر جاتیں تو یہ دعا پڑھا کرتی تھی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَشَرِّ مَا يَنْزِلُ فِي الْأَرْضِ وَشَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَشَرِّ فِتَنِ النَّهَارِ وَطَوَارِقِ اللَّيْلِ الْأَطَارِقَا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمْتُ بِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اسْتَسْلَمَ لِقُدْرَتِهِ كُلُّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَلَّ لِعِزَّتِهِ كُلُّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي تَوَاضَعَ لِعَظَمَتِهِ كُلُّ شَيْءٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَشَعَ لِمُلْكِهِ كُلُّ شَيْءٍ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَجَدِّكَ الْأَعْلَى وَاسْمِكَ الْأَكْبَرِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْنَا نَظْرَةً لَا تَدَعُ لَنَا ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا فَقْرًا إِلَّا جَبَرْتَهُ وَلَا عَدُوًّا إِلَّا أَهْلَكْتَهُ وَلَا عَارِيًا إِلَّا كَسَوْتَهُ وَلَا دَيْنًا إِلَّا قَضَيْتَهُ وَلَا أَمْرًا نَافِيةٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ خَيْرًا لَا أَعْطَيْتَنَاهُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ۔ اس دعا کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ تینتیس مرتبہ اللہ اکبر اور چونتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھتی تھیں۔

اور فرماتی تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں خادم طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتلاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا ضرور بتلائیے۔ آپ نے یہی تسبیحات عشار کے بعد پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن)۔

اور ترجمہ دعائے مذکور کا یہ ہے۔ میں پناہ لیتی ہوں اللہ کی اور اُس کے مکمل کلمات کی جن سے نہ کوئی نیک آدمی باہر ہو سکتا ہے نہ بد، ہر اُس چیز کی برائی سے جو آسمان سے نازل ہو۔ اور جو آسمان میں چڑھے اور جو زمین پر اُترے اور جو زمین سے نکلے۔ اور دن کے فتنوں سے۔ اور رات میں آنے والے واقعات سے۔ مگر وہ واقعہ جو ہمارے لئے خیر اور بھلائی کے ساتھ آوے۔ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائی اور اللہ تعالیٰ کی ساتھ پناہ پکڑی۔ اور حمد ہے اُس ذات کے لئے جس کی قدرت کے سامنے ہر چیز فرمانبردار ہے۔ اور حمد ہے اُس ذات کے لئے جس کی عزت کے سامنے ہر چیز ذلیل ہے۔ اور حمد ہے اُس ذات کے لئے جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز پست ہے۔ اور حمد ہے اُس ذات کے لئے جس کی سلطنت کے سامنے

ہر چیز مغلوب و عاجز ہے، یا اللہ میں آپ سے سوال کرتی ہوں بواسطہ آپ کے عرشِ عظیم عزت پناہ کے اور آپ کی کتاب منتہائے رحمت کے اور آپ کی کبریاء وعظمت کے اور آپ کے اسم اعظم کے اور آپ کے کلمات تامہ کے جن سے نہ کوئی نیک آدمی باہر ہو سکتا ہے نہ بد۔ یہ کہ آپ ہماری طرف ایسی نظرِ رحمت فرمائیں جو ہمارا کوئی گناہ بلا بخشے ہوئے نہ چھوڑے۔ اور کوئی حاجت بغیر پورے کئے ہوئے نہ چھوڑے اور کوئی دشمن بغیر ہلاک کئے ہوئے اور کوئی لباس بغیر لباس پہنائے ہوئے اور کوئی قرض بغیر ادا کئے ہوئے نہ چھوڑے۔ اور کوئی ایسا معاملہ جس میں ہماری دین اور دنیا کی بھلائی ہو بغیر عطا کئے ہوئے نہ چھوڑے۔ یا ارحم الرحمین میں آپ پر ایمان لائی اور آپ پر اعتماد کیا۔ انتہی۔

(۲۰) اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بروایت ہشام بن محمد نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جگر گوشۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو معاش کی تنگی پیش آئی۔ اور امیر المومنین حضرت معاویہ رضؓ کی طرف سے جو وظیفہ ایک لاکھ درہم اُن کو سالانہ ملتے تھے وہ ایک سال میں نہ آئے تو بہت ہی زیادہ تنگی لاحق ہوئی۔ اور مجبور ہو کر قلم و دوات طلب کیا کہ حضرت معاویہ رضؓ کو خط لکھکر یاد دہانی کریں۔ مگر پھر (بوجہ غلبۂ غیرت وحیاء) کے چھوڑ دیا اُسی روز اپنے جدِ امجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے۔ حضرت حسن نے اپنا حال اور مفصل واقعہ بیان کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

جو شخص مخلوق سے اپنی اُمید وابستہ کرے اور خالق سے نہ کرے اُس کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔

فصل دوم اعمال و افعال

اس فصل میں وہ اعمال و افعال ذکر کئے جائیں گے جن کا خاصہ افلاس و فقر کا دفع کرنا ہے۔

(۱) صلہ رحمی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اُس کے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی ہو اُس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے (یعنی اپنے اعزاء و اقرباء کے حقوق ادا کرے۔ اور قدرت کے موافق اُن کی جانی و مالی امداد کرے) (اخرجہ البخاری)۔

(۲) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کا رزق زیادہ کرے تو اُس کو چاہئے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کا التزام کرے۔

(۳) نماز امام حدیث عبدالرزاق نے اپنے مسند میں ایک قریشی بزرگ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی شخص تنگیٔ معاش کی شکایت پیش کرتا تو آپ اُس کے گھر والوں کو نماز پڑھنے کی تاکید

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے۔ اور (بطور دلیل) یہ آیت پڑھی وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (ترجمہ) اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کرو اور اُس پر جمے رہو ہم تم سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم ہی تم کو (بھی) رزق دیں گے۔ اور انجام خیر اہل تقویٰ کے لئے ہے؛

اور سعید بن منصور نے اپنی کتاب سنن میں اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن سلام کے صاحبزادے حمزہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر جب کبھی کوئی تنگی اور سختی پیش آتی تو آپ اُن کو (کثرت) نماز کی تاکید فرماتے تھے۔ اور یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ وامر اهلك بالصلوٰة۔ الآیۃ۔

اور امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ثابت رضؓ سے روایت فرمایا ہے کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو فقر وفاقہ پہنچتا تھا تو آپ اُن کو آواز دیتے تھے کہ صلّوا صلّوا (نماز پڑھو نماز پڑھو)۔

اور تمام انبیاء علیہم السّلام کی یہی عادت تھی کہ جب کوئی تکلیف پیش آتی تھی تو نماز کی طرف پناہ پکڑتے تھے؛

٦ **تقوےٰ** | اور طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:۔

اے لوگو تم تقویٰ کو تجارت بنا لو تو تمہیں بغیر تجارت وبضاعت کے رزق ملے گا پھر یہ آیت پڑھی ومن يتق الله يجعل له مخرجًا ويرزقه من حيث لا يحتسب (ترجمہ) جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ہر تنگی ومصیبت سے نکل جانے کا راستہ پیدا فرما دیتے ہیں اور اُس کو بے گمان رزق عطا فرماتے ہیں؛

اور حضرت ابوذر رضؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ومن يتق الله يجعل له مخرجًا۔ الآیۃ۔ اور پھر فرمایا۔ اے ابوذر اگر تمام آدمی اس پر عمل کر لیتے تو یہ آیت سب کو کافی ہو جاتی؛

اور امام احمد ونسائی وابن ماجہ نے حضرت ثوبان رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض مرتبہ) بندہ کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اُس کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے

اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عمران بن حصین رضؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

جو شخص سب طرف سے توجہ قطع کر کے اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرے اللہ تعالیٰ اُس کے تمام کاموں کے ...ہ دار ہو جاتے ہیں۔ اور اُس کو بے گمان رزق عطا فرماتے ہیں۔ اور جو شخص اپنی توجہ دنیا ہی کی طرف پھیر دے ...ن تعالیٰ اُس کو دنیا ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ انتہیٰ۔

تنبیہ

افلاس و فقر کے دفع کرنے کے لئے جس قدر تدابیر دعائیں اور اعمال وغیرہ رسالہ میں مذکور ہوئے ...ں۔ اگر کوئی خدا کا بندہ سب ہی کو اختیار کرے تو یہ بھی کوئی مشکل چیز نہیں۔ اور بہ نسبت اُن مصائب و تکالیف ...ے جو آدمی کسی معمولی سی ملازمت یا تجارت و زراعت وغیرہ میں اُٹھاتا ہے یہ کوئی زائد تکلیف نہیں۔

لیکن جس شخص کو زیادہ فرصت نہ ہو وہ پہلی فصل کی دعاؤں میں سے کسی ایک کو بھی پڑھ لیا کرے تو ...افی ہے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ منقول نہیں کہ آپ نے ایک دن میں بیک وقت یہ دعائیں پڑھی ...وں۔ بلکہ مختلف اوقات میں مختلف دعائیں پڑھنا احادیث سے ثابت ہے۔

البتہ جو اعمال و افعال فصل دوم میں کشائش کے اسباب بتلائے گئے ہیں وہ فی نفسہ بھی مامور بہ ہیں اُن
7 سب پر عمل کرنے کی کوشش میں لگا رہنا چاہئے۔ اگر کبھی اُن کے خلاف ہو تو استغفار و توبہ کرنا چاہئے۔

تنبیہ دوم جو وظائف و اوراد کشائش رزق کے اسباب ہیں انسان کو چاہئے کہ اُن کو بھی محض بہ نیت ثواب ورضائے حق پڑھے۔ کشائش رزق جو اُن کا لازمی اثر ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند

مسلمانوں سے دینی مذہبی مرکز دیوبند کے علمی تاریخی مذہبی ماہنامہ

"خالد"

جو اکابر علمائے ہند بالخصوص حضرت مولانا الحاج محمد اعزاز علی صاحب ادیب دار العلوم دیوبند کی زیر قیادت نہایت آب و تاب کے ساتھ ہر مہینہ شائع ہوتا ہے جس میں بزرگانِ دین و علمائے امت کے علمی، مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، تمدنی، تاریخی مقالات نظم و نثر ہدیہ ناظرین ہوتے ہیں۔ اپنے بلند پایہ مقالات کے لحاظ سے ہندوستان بھر میں تنہا ہی ایک رسالہ ہے جو الحاد و دہریت کے پُرفتن زمانہ میں مسلمانوں کی متاعِ ایمانی کی حفاظت کرتا ہے۔ اکابر علمائے اُمت کے نادر و غیر مطبوعہ علوم و معارف صرف اسی رسالہ کے اوراق کی زینت ہوتے ہیں رسالہ "خالد" کا مطالعہ مسلمانوں کے ہر طبقے کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ اور دینی دنیوی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ذریعہ منی آرڈر پیشگی

معاونین خاص سے [illegible] عام خریداروں سے [illegible] طلبائے مدارس سے [illegible] نمونہ کا پرچہ مفت

جملہ مراسلات کا پتہ:۔ (مولوی) سید احمد مدیر رسالہ "خالد" دیوبند۔ یو۔پی

Marfat.com

ضمیمہ از نفحات الانس

متعلقہ دعار (۱۴) مندرجہ رسالہ ہذا صلا یعنی اللّٰھم فارج الھم الخ

یکے از دوستانم جناب پاک حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم را بخواب دید در مجمعی و عرض مطالب
نمود از ہجوم دیون و غلبہ دشمنان و خوف از پریشانی زمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیکے از حاضران کہ شناسا
ایشاں بود اشارہ فرمودند کہ دعائے بشما تعلیم خواہد کرد و برائے دعار دیگر ارشاد فرمودند کہ ما بدولت
بجانب مغرب اشارہ فرمودند کہ ازیں طرف بشما ارسال خواہیم نمود ایشاں قبل صباح برخاستہ انتظار آں
آشنا نمودند چوں با او درخوردند سوال آں دعار نمودند او بعد تامل بدعائے مسطورہ بالا نشان داد و
آں چناں ذکر نمود کہ ایام واقعہ مولوی امیر علی رحمہ اللہ یکے از بزرگاں بخواب دید ندکہ درجائے لاش
بے سر افتادہ است و خون او جوش میزند و در ہماں قرب در مکانے جناب رسالتمآب تشریف میدار
و رو بقبلہ ایستادہ اند و چند اصحاب پس پشت ایستادہ ہمہ دست دعار ہستند و آں حضرت آبدیدہ شد
ایں دعار مذکورۂ بالا می خوانند آں بزرگ را از ہیبت آں وقت الفاظ شروع ایں دعار بیاد نماند و بعد
۸ بیداری از بزرگان سند آں دعار از حصن حصین یافتند بالجملہ بعد آں تلاش دعائے ثانی بکمال تعطش
نمودند مگر سعی ایشاں فائدہ نہ داد۔ آخر بعد چند سال ایں دعار بدست آمد کہ مذکور می شود اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْ
فِیْ کِتَابِکَ الْحَقِّ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّ یُمْدِدْ
کُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ و لفظ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ صد بار تکرار کند۔ بعد نماز صبح بعد نماز مغرب
یکبار و قصہ اش این است کہ بزرگے از ملک عرب وارد ایں دیار شدہ بود اتفاقاً در اثنائے سفر با ایشاں
ملاقی شدند و پریشانی شاں دیدہ ایں دعا تعلیم نمودند احتمال قوی بلکہ یقین کامل شدہ کہ ایں دعار ہماں
دعائے موعود ہست پس می باید کہ ہر کس ایں ہر دو ادعیہ را جمع کردہ بخوانند و آں دوست بہ برکت مواظب
دعائے اولین از اکثر بلایا علی الخصوص دین نجات یافتہ بودند۔ از نفحات الانس ء

کیمیائے درویشاں از بیاض یعقوبی

یا وھاب یکہزار و چار صد و چاردہ بار و بعد آں ایں دعار یَا وَھَّابُ ھَبْ لِیْ مِنْ نِّعْمَۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِنَّکَ
اَنْتَ الْوَھَّابُ یک صد بار ایں وظیفہ برائے کشائش رزق ملقب بکیمیائے درویشان است ء

یہ کتاب اور ہر قسم کی مذہبی کتابیں ملنے کا پتہ۔ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

تخمیس بر غزل حضرت حافظ

از جناب مولانا ابوالحی صاحب لکھنوی امام جامع مسجد دیراول کاٹھیاواڑ

خوشا بتوسنِ بختم زمام ما افتد — زہے بگوشِ اجابت پیامِ ما افتد
فلک بخاکِ درم چوں غلامِ ما افتد — ہمائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد
اگر ترا گذرے بر مقامِ ما افتد

صفا بقلب دہم از تکدراتِ گناہ — چو آب شیشہ کنم آبِ بحر سینہ سیاہ
زموجِ غم بکنارِ سرور یابم راہ — حباب وار براندازم از نشاطِ کلاہ
اگر ز روئے تو عکسے بجامِ ما افتد

سکندرم منم از منتِ خضر رستم — چرا بچشمۂ حیوان بیفگنم دستم
حیاتِ تازہ بآبِ لبت شنیدستم — چوں جاں فدائے لبت شد خیال می بستم
کہ قطرۂ ز زلالت بکامِ ما افتد

چہ ذکرِ لیل و نہار و چہ ذکرِ شام و پگاہ — چہ ذکرِ اذن و اجازت چہ ذکرِ عزت و جاہ
چہ ذکرِ نامۂ و قاصد چہ نالۂ و آہ — ببارگاہِ تو چوں باد را نباشد راہ
کے اتفاقِ مجالِ سلامِ ما افتد

نہ ناز قیدِ غمِ ہجر واکند نہ نیاز — ز پیچ و تاب دروں کرا کنم ہمراز
بہ بندِ کاکلِ تو مرغِ دل چو خواستہ ساز — خیالِ زلفِ تو گفتا کہ جاں وسیلہ مساز
کزیں شکار فراواں بدامِ ما افتد

ببامِ قصرِ رفیعت کہ عقل رہبر نیست — فرشتہ چیست رسوخ کسے [illegible]
کنوں بشکوہ مجالِ منِ گدا اگر نیست — ملک را چو رہ [illegible] ایں در نیست
کے التفاتِ جوابِ سلامِ ما افتد

بگو بگو زکجا آمدت مہ و سالے — بگو بگو کہ آوردہ پر و بالے

(۴)

رقبض وبسط بسالک چو بگذرد حالے | بنا امیدی ازیں درمرد بذن فالے

بود کہ قرعۂ دولت بنامِ ما افتد

چہ ظلمتے ست کہ ہردم بجاں رجوع کند | چہ عاشقے ست کہ پے بہ پے خشوع کند
بابِ امید گہے سجدہ گہ رکوع کند | شبے کہ ماہِ مراد از اُفق طلوع کند

بود کہ پرتوِ نوری ببامِ ما افتد

زگفتگوئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ | زمشکِ خوئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ
زباغِ روئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ | زخاکِ کوئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ

نسیمِ گلشنِ جاں در مشامِ ما افتد

خُم وصراحی وساغر بہم زند حافظ | بحرفِ لالۂ ونسریں قلم زند حافظ
چرا بجنتِ رضواں قدم زند حافظ | زخاکِ کوئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ

نسیمِ گلشنِ جاں درمشامِ ما افتد

سہ حرف بر رخِ دنیا رقم کند حافظ | طوافِ کعبہ بمرغِ حرم دہد حافظ
بہ حرف گیری سیفی چہ غم برد حافظ | زخاکِ کوئے تو ہرگہ کہ دم زند حافظ (۴)

نسیمِ گلشنِ جاں درمشامِ ما افتد

خلیفہ مامون رشید اور ایک کمسن قاضی کی خط وکتابت

خلیفہ مامون الرشید نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو جب بصرہ کا قاضی بناکر بھیجا تو ان کی عمر بہت کم تھی۔ بعض لوگوں نے اس پر خلیفہ مامون رشید کی خدمت میں طعن آمیز خط لکھا۔

مامون نے قاضی یحییٰ ابن اکثم کو خط لکھکر دریافت کیا کہ آپ کی عمر کیا ہے۔

قاضی یحییٰ ابن اکثم نے جواب میں لکھا کہ :۔

"میں اس وقت اس عمر میں ہوں جس میں حضرت عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ اُس وقت تھے جب اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والی بنایا تھا" (مبسوط صہ ۶۷ جلد ۱)۔

اختلافِ صحابہ رحمت ہے

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ صحابہ کرام میں مسائل فرعیہ کا اختلاف نہوتا کیونکہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑجاتے۔ یہ حضرات مقتدیٰ اور پیشوا ہیں جو شخص انمیں سے کسی کے مذہب پر عامل ہو اُس کیلئے گنجائش ہوجاتی ہے

Marfat.com

قتال کفار میں مسلمانوں کی شدید احتیاط

تعلیماتِ اسلام اور تعامل صحابہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اسلامی لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور اُن کو وصیت فرمائی کہ:۔

کفار سے اُس وقت تک مقاتلہ نہ کرو جب تک پہلے اُن کو دعوتِ اسلام نہ پہنچا دو اگر اسلام کی حقانیت اُن کے سمجھ میں آجاوے اور قبول کرلیں فبہا اور اگر اسلام سے انکار کریں تب بھی تم جنگ کی ابتدا خود نہ کرو۔ پھر اگر وہ جنگ شروع بھی کردیں تو تم اُس وقت بھی مقاتلہ شروع نہ کرو جب تک وہ تم میں سے کسی مسلمان کو شہید نہ کردیں۔ اور اگر کسی کو شہید بھی کردیں اُس وقت بھی قتال شروع نہ کرو بلکہ پہلے اُن کو اپنے شہید کی لاش دکھلاؤ اور اُن سے کہو (هل الى خير من هذا سبيل) یعنی کیا کوئی صورت ایسی بھی ہے جو تم کرسکتے ہو) جو قتل وقتال سے بہتر ہو۔

فلان يهدى الله تعالى على يديك خيرا [illegible] مما طلعت عليه الشمس وغربت (مبسوط شمس الائمہ سرخسی ص۳۱ جلد ۱۰)

کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر اُن کو ہدایت نصیب فرما دے تو یہ تمہارے لئے تمام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے یہ حدیث مبسوط میں نقل کرنے کے بعد دوسری روایات ایسی بھی نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت وانذار میں اتنا مبالغہ ضروری نہیں۔ دفعۃً مقاتلہ بھی جائز ہے لیکن محمل اُن کا یہی ہے کہ اگر امام وامیر کو اُن کی ہدایت کی طرف سے مایوسی پہلے سے ہو چکی ہے تو بغیر دعوت بھی قتال کرسکتا ہے۔ ورنہ وہی ترتیب ہے جو حدیث معاذؓ میں ذکر کی گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو قسم دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو فقہا صحابہ میں [illegible] قیام فرمایا تو علما، وطلبا، کا وہ عظیم الشان ہجوم ہوا کہ خاص کوفہ میں [illegible] علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ بغرض استقبال تشریف لائے تو آپ کے [illegible] اصحاب بھی ساتھ تھے جن کے مجمع عظیم نے تمام افق کو بھر دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا:۔

Marfat.com

تمّل ملاءت ھذہ القریۃ علماً وفقہا (مبسوط شمس الائمہ ج ۱۶ ص ۱۶۲) آپ نے تو اس شہر کو علم وفقہ سے بھر دیا ہے۔

حضرت بشر حافی قدس سرّہ
کے
بعض حالات و مقالات

(از تاریخ ابن عساکر ص ۲۲۸ ج ۳)

آپ دوسری صدی ہجری کے اُن بزرگوں میں سے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے علم ظاہر و باطن شریعت و طریقت کا امام بنایا تھا۔ حدیث حضرت امام مالک اور حماد بن زید اور فضیل بن عیاض اور عبداللہ بن ... جیسے ائمہ حدیث سے حاصل کی۔ اور محدثین کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے حدیث حاصل کی۔ مگر غلبۂ تواضع اور ورع و تقویٰ کی وجہ سے مستقل طور پر تعلیم حدیث کی خدمت اختیار نہیں فرمائی۔ بلکہ زہد و عبادت اور خلوت و گمنامی کا رنگ اختیار کیا۔

ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ہے جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے اور وہ پامال ہو رہا ہے۔ آپ نے اُس کو اُٹھا کر صاف کیا اور ایک درہم پاس موجود تھا اُس کی خوشبو خریدی اور اُس کو لگا کر ایک دیوار کے اندر حفاظت سے رکھ دیا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اے بشر تم نے ہمارے نام کو خوشبو سے معطر کیا، ہم تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں معطر کریں گے۔ (۶)

آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص قرآن مجید حفظ کرے اور جامع سفیان کو ضبط کرے تو اب اُس کو چاہئے کہ عبادت میں لگ جائے (کیونکہ علم بقدر ضرورت حاصل ہو گیا اور مقصود علم سے عمل ہے اب اُس میں لگ...) جامع سفیان خود بشر حافیؒ کی جمع کی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں سفیان ثوریؒ کے فتاویٰ اور مسائل فقہیہ جمع کئے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ جب حق تعالیٰ کو کسی بندہ کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو اُس پر ایسے آدمی مسلط کر دیتے ہیں جو اُس کو ایذا پہنچائیں۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ اُس شخص میں کوئی خیر نہیں جس کو لوگوں سے ایذا نہ پہنچے۔ اور بندہ حلاوتِ ایمان کا ذائقہ اُس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک کہ چاروں طرف سے اُس پر بلائیں نازل نہ ہوں۔

فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اُس کو دنیا میں عزت اور آخرت میں شرف حاصل ہو تو اُس کو چاہئے کہ تین خصلتیں اپنے اندر پیدا کرے۔ ایک یہ کہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ کسی کو بُرائی سے

Marfat.com

ے۔ تیسرے یہ کہ کسی کے کھانے کی دعوت قبول نہ کرے۔

ف :۔ جو شخص اخلاص کے ساتھ دعوت کرتا ہے اُس کی دعوت قبول کرنا سنّت ہے جو عین عزّت و
ن ہے۔ مگر اس زمانہ میں عموماً دعوتوں میں اخلاص غائب ہے، اسلئے حضرت بشرؒ کا یہ ارشاد ایسی ہی دعوت
متعلق ہے۔

۲۲۷ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنازہ پر خلق اللہ کا وہ ہجوم تھا کہ صبح کی نماز کے بعد جنازہ گھر سے نکلا
غرب کے وقت قبرستان پہنچ سکا۔ حالانکہ گرمی کے طویل دن تھے۔

احمد بن فتح فرماتے ہیں کہ بعد وفات میں نے اُن کو خواب میں دیکھا کہ ایک باغ میں ہیں۔ دسترخوان
ا ہوا ہے اور بشر حافی اُس پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساتھ کیا
ملہ فرمایا۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم فرمایا اور بخشدیا۔ اور تمام جنّت میرے لئے مباح کر دی اور حکم دیا کہ
م جنّت میں جہاں چاہو رہو۔ اور کھاؤ پیو۔ کیونکہ تم دنیا میں اپنے نفس کو خواہشات کے اتباع سے روکتے تھے۔
میں نے پوچھا کہ آپ کے بھائی امام احمد بن حنبلؒ کہاں ہیں فرمایا کہ وہ جنّت کے دروازہ پر ہیں۔ اہلِ سنّت
اعۃ جو کلام اللہ کے غیر مخلوق ہونے کو مانتے ہیں اُن کے لئے شفاعت کرتے اور جنّت میں داخل کرتے ہیں

(تاریخ ابن عساکر صـ ۲۴۱ جلد ۳)

۷

امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کے دربار میں

جھوٹی خوشامد کی سزا

ولید بن عبد الملک کے عہدِ حکومت میں ایک شخص نے اُن کی خوشامد کے لئے ایک موضوع حدیث گھڑی
موضوع سند کے ساتھ اُن کے سامنے پیش کی جس کا مضمون یہ تھا کہ "اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو خلیفہ اور
امیر المؤمنین بناتے ہیں تو اُس کی حسنات لکھی جاتی ہیں اور سیئات نہیں لکھی جاتی۔

ولید بن عبد الملک نہ کوئی ولی ہیں نہ متقی نہ صلحاء و اتقیاء کے طبقہ میں اُن کا شمار ہے۔ مگر عہد نبوت کے
قرب کی برکت کا اثر سب میں تھا۔ یہ حدیث سُنی تو فوراً کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حدیث نہیں ہو سکتی کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے :۔

یا داود انا جعلناك خليفة فی الارض فاحكم
بين الناس بالحق ولا تتبع الهوٰى فيضلك عن
سبيل الله۔ انّ الّذين يضلّون عن سبيل الله

اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے
سو آپ لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہشات کا اتباع
نہ کریں کہ وہ باعث ہو آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرنے کا

Marfat.com

لہم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب (ص) | بیشک جو لوگ اللہ کے راستے سے گمراہ ہوتے ہیں ان کو سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ

اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کو خلیفہ بنانے کے ساتھ یہ ارشاد ہے کہ اگر (بالفرض)

خلافِ حق فیصلہ کریں گے تو عذاب شدید کے مستوجب ہوں گے۔ پھر کسی دوسرے انسان کا کیا پوچھنا (معارف القرآن

بتوضیح ص ۹۷ ج ۱۳)۔

الغرض ولید بن عبدالملک نے سمجھ لیا کہ یہ روایت اس نے محض میری خوشامد کے لئے گھڑی ہے۔ تو

بجائے خوش ہونے کے اس کا خلاف کیا اور یہ شخص جو دین کو دنیا کے بدلے بیچنا چاہتا تھا دنیا میں بھی

خائب وخاسر رہ گیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

تنبیہ:۔ اس واقعہ سے اُس ارشاد کی تصدیق ہوئی جو حضرت صدیقہ عائشہؓ نے حضرت معاویہ کے ایک

خط کے جواب میں لکھا تھا کہ جو شخص کسی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے خالق کو ناراض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص

کو ایذاء و تکلیف کے لئے اسی مخلوق کو اُس پر مسلط فرما دیتے ہیں۔ (اخرجہ الترمذی)۔

حضرت سفیان ثوریؒ عسقلان میں

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ عسقلان تشریف لے گئے۔ تین روز تک ٹھیرے۔ کوئی شخص (۸)

کوئی مسئلہ یا دین کی بات پوچھنے کے لئے نہ آیا۔ تو اپنے رفیق سے فرمایا کہ بھائی میرے لئے سواری کرایہ پر لاد

کہ میں اس شہر سے نکل جاؤں۔ کیونکہ یہ ایسا شہر ہے کہ اس میں علم مر جائے گا۔ (کتاب جامع العلم لابن عبدالبرؒ)

صلاح وفساد کے ذمہ دار۔ علماء و اُمراء

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کی

دو جماعتیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں گی تو سب آدمی درست ہو جائیں گے۔ اور جب وہ فاسد

ہوں گی تو سب آدمی فاسد ہو جائیں گے۔ ایک جماعت اُمراء و ملوک، دوسری علماء۔

اور حضرت قتادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ علماء کی مثال ایسی ہے جیسے نمک کہ جب کوئی چیز خراب ہو-

لگے تو نمک اُس کی اصلاح کر دیتا ہے۔ لیکن اگر نمک خود ہی خراب ہو جاوے (مثلاً زیادہ ہو جاوے)

تو اس کی اصلاح کسی چیز سے نہیں ہوتی۔

(جامع العلم لابن عبدالبرؒ)

(باقی آئندہ)

حصہ دوم

أماثل الأقوال والأحوال لأفاضل الرجال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجزء الثانی من اماثل الاقوال والاحوال لافاضل الرجال الملتقط
من الطبقات الکبریٰ لعبد الوہاب الشعرانی رحمہ اللہ

مقالات علی رض	(فی الاہتمام بقبول العمل) قال کونوا لقبول العمل اشد اہتماما منکم بالعمل فانہ لن یقل عمل مع التقویٰ وکیف یقل عمل یتقبل ۱

حصہ دوم

از اماثل الاقوال والاحوال لافاضل الرجال

ماخوذ

از طبقات کبریٰ مصنفہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(بعض ملفوظات حضرت علی رض)

قبول عمل کا اہتمام کرنے کے بارہ میں	ارشاد فرمایا کہ عمل سے زیادہ اس کا اہتمام کرو کہ وہ عمل مقبول ہو (یعنی سنت کے مطابق ہو) کہ اس کو قبولیت کے لائق بناؤ کیونکہ تقویٰ و اخلاص کے ساتھ کوئی ادنیٰ عمل بھی قلیل نہیں رہتا اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو سکو قلیل کیسے

Marfat.com

مقالات عبداللہ بن مسعود رضؓ

فی التشییع فی الطریق قال حین خرج مرۃ معہ ناس یشیعونہ فقال لہم الکم حاجۃ فقالوا لا فقال ارجعوا فانہ ذلۃ للتابع فتنۃ للمتبوع ؛

فی ترجیح الزھد علی الاجتہاد فی العمل قال لاصحابہ انتم اطول صلوۃ واکثر اجتہاداً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھم کانوا ازھد منکم فی الدنیا وارغب منکم فی الاخرۃ ؛

مقالات ابی الدرداء رضی اللہ عنہ

فی بغض العمل لا العامل قال لا تبغض من اخیک المسلم اذا عصی اللہ تعالیٰ الا عملہ فاذا ترکہ فہو اخوک وکان یقول فی ھذا المعنی ایضاً اذا تغیر اخوک واعوج فلا تترکہ لاجل ذلک فان الاخ یعوج مرۃ ویستقیم اخری - وکان ھذا مذھب عمر بن الخطابؓ والنخعیؒ وجماعۃ لا یھجرون عمل الذنب ویقولون لا تجدوا بزلۃ العالم فانہ یزل الزلۃ ثم یترکہا ؛

(۲)

ملفوظات حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ

راستہ میں کسی بزرگ کے ساتھ چلنے کے متعلق ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لیجارہے تھے چند آدمی ساتھ ہوئیے تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو کوئی کام ہے ۔عرض کیا گیا کہ نہیں ۔ ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو آپ سب لوٹ جائیے ۔کیونکہ (اس طرح ساتھ چلنا پیچھے چلنے والے کی ذلت اور جس کے ساتھ چلتے ہیں اُس کے فتنہ کا (یعنی تکبر میں مبتلا ہوجانے کا) سبب ہے ۔

اجتہاد فی العمل سے زہد راجح ہے آپنے اپنے اصحاب کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم لوگ کثرتِ نوافل اور مجاہدات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کرتے ہو ۔اور اُن کا حال یہ تھا کہ وہ دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف رغبت میں تم سے زیادہ تھے (خلاصہ یہ ہوکہ حضرات صحابہ کے اعمال کا افضل ہونا تو مسلم ہو ۔ مگر انکا اصل عمل کثرت نوافل ومجاہدات نہ تھا ۔بلکہ ترکِ دنیا اور فکرِ آخرت تھا ۔معلوم ہوا کہ اجتہاد فی العمل

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ارشادات

عمل بد سے بغض ہونا چاہیے نہ کہ اُسکے عامل سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اُس گناہ کو تو مبغوض سمجھو مگر اس مسلمان سے بغض نہ رکھو ۔ جب وہ یہ گناہ چھوڑ دے وہ تمہارا بھائی ہے ۔ اور اسی مضمون کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان کی کسی وقت حالت بدل جائے اور کج روی اختیار کرے تو اس کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑ د

Marfat.com

مقالات عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

مصاحبۃ الدنیا بالبدن لا بالقلب | قال یا ابن آدم صاحب الدنیا ببدنك وفارقها بقلبك وھمتك ۔

مقالات حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ

فی خیریۃ تناول الدنیا بقدر الحاجۃ | لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للآخرۃ ولکن خیرکم الذین یتناولون من کل منھما ۔

مقالات ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

فی فضل المرض | قال المرض لا یدخلہ ریاء ولا سمعۃ بل ھو اجر محض ۔

مقالات عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

فی فقد العقل | قال یأتی علی الناس زمان یعرج فیہ بعقول الناس حتی لا تجد فیہ احداً ذا عقل

کیونکہ بھلائی اگر ایک وقت کم روی کرتا ہے تو دوسرے وقت سیدھا بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہی مذہب تھا حضرت عمر بن خطابؓ اور نخعی اور ایک جماعت علماء سلف کا کہ گناہ سرزد ہونے کی وجہ سے مسلمان بھائی سے قطع تعلق نہ کرتے تھے۔ اور یہ حضرت فرماتے تھے کہ عالم کی لغزش کو کہتے نہ پھرو۔ کیونکہ عالم کی شان یہ ہے کہ اس سے کسی وقت لغزش ہو جاتی ہے تو دوسرے وقت اُس سے باز آ جاتا ہے۔

(۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ارشادات

دنیا کے ساتھ بدن سے ملو نہ کہ دل سے | حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو صرف بدن سے دنیا کی ساتھ رہ اور دل سے اُس سے علیحدہ رہ (یعنی دل حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے اور دنیا تیرا دلی مقصود نہ بن جائے۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کے ارشادات

بقدر حاجت دنیا حاصل کرنے کا خیر ہونا | آپ نے فرمایا کہ تم میں سے وہ لوگ زیادہ بہتر نہیں ہیں جو آخرت کیلئے دنیا کو بالکل چھوڑ دیں بلکہ زیادہ بہتر وہ ہیں جو دونوں کو اپنا بحصہ کے ہاتھ حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات

بیماری کی فضیلت | آپ نے فرمایا مرض ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں ریا و شہرت کا دخل نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ثواب محض ہے

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے ارشادات

عقل کا کم ہو جانا | فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ حق تعالیٰ ان کی عقلیں [illegible] یہاں تک کہ [illegible]

Marfat.com

مقالات الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فی جمع العلم | کان یقول لبنیه وبنی اخیه تعلموا العلم فان لم تستطیعوا حفظه فاکتبوه وضعوه فی بیوتکم؛

مقالات الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فی عدم الملال من اهل الحاجة | قال ان حوائج الناس الیکم من نعم اللہ علیکم فلا تملوا النعم فتعود نقما؛

مقالات الحسن البصری رضی اللہ عنہ

معرفة الفرق بین الوساوس الشیطانیة والهواجس النفسانیة | قال ما من وسواس نبذ فهو من ابلیس وما کان فیه الح… فهو من النفس۔ فیستعان علیه دای فی مقابلته لدفعه بالصوم والصلوٰة والریاضة؛

فی التفکر قبل الکلام | قال کانوا یقولون لسان الحکیم من وراء قلبه ان اراد ان یقول یرجع الی قلبه فان کان له قال والا امسک وان الجاهل قلبه فی طرف لسانه لا یرجع الی قلبه ما اتی علی لسانه تکلم به؛

(۴)

حضرت حسن رضؓ کے ارشادات

علم کی تحصیل اور حفاظت کے متعلق | حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادوں اور بھتیجوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو اگر تم میں اس کی قدرت نہ ہو تو کم از کم اُس کو لکھ لو اور اپنے گھروں میں رکھو تاکہ دوسروں کو نفع پہنچے اور اپنے لئے بھی سبب تذکیر ہو۔

حضرت حسین رضؓ کے ارشادات

اہل حاجت سے دل تنگ نہ ہونے کے بارہ میں | فرمایا کہ لوگوں کی حاجتیں تمہارے سے متعلق ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ تم ان نعمتوں سے دل تنگ نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نعمتیں مصیبتوں سے بدل جائیں۔

حضرت حسن بصریؒ کے ارشادات

وساوس شیطانیہ اور خطرات نفسانیہ میں فرق | ارشاد فرمایا کہ جو وسوسہ (کسی معصیت کا) دفعۃً دل میں واقع ہو اور بلا بار اُسی معصیت کا تقاضا نہ ہو) تو وہ ابلیس کی طرف سے ہے۔ اور اگر ایک ہی معصیت کا تقاضا قلب میں بار بار پیدا ہو تو وہ نفس کی طرف سے ہے سو اس کا علاج یہ ہے کہ صوم وصلوٰۃ اور مجاہدہ سے اُس کا مقابلہ کیا جائے۔ **ف**: وجہ یہ ہے کہ شیطان لعین کی غرض تو صرف یہ ہے کہ بندہ کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے۔ اگر ایک معصیت کے خیال کو دفع کر دیا تو دوسری کسی معصیت کا وسوسہ ڈالنے میں بھی اُس کا مقصد حاصل ہے اُسی ایک معصیت کے درپے ہونے کی اُسکو ضرورت نہیں، بخلاف نفس کے کہ وہ اپنی ایک خواہش پوری کرنے کے درپے ہے۔ جب تک وہ پوری نہ ہوگی یا مجاہدات سے اُس کا مقابلہ نہ کیا جائے گا اُس کا تقاضا برابر جاری رہے گا۔

کلام سے پہلے اُس کے نتائج کو سوچ لینا | ارشاد فرمایا کہ سلف صالح فرمایا کرتے تھے کہ عقلمند کی زبان اُس کے قلب کے پیچھے

Marfat.com

مقالات سعید بن المسیب رح

مصلحۃ جمع ما لابد منہ من الدنیا | قال لاخیر فیمن لایجمع الدنیا یصون بہا دینہ وجسمہ یصل بہا رحمہ ؛

الحذر عن النساء | کان یقول وقد اتت علیہ اربع وثمانون سنۃ ما شئی اخوف عندی من النساء

مقالات محمد بن الحنفیہ رح

المعاشرۃ بالجمیل مع غیر الجمیل | قال لیس بحکیم من لا یعاشر بالمعروف من لم یجد من معاشرتہ بداً حتی یجعل اللہ مخرجاً ؛

مقالات علی زین العابدین ابن الحسین رض

الاخلاص الاکمل | قال عبادۃ الاحرار لاتکون الاشکراً للہ تعالیٰ لاخوفاً والارغبۃ ؛

مقالات مطرف بن عبد اللہ الشخیر رح

کون الندم خیراً من العجب | قال لان ابیت نائماً واصبح نادماً احب الی من ان ابیت قائماً واصبح معجباً

جب وہ کچھ بولنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے اگر اس میں کچھ نفع دیکھتا ہے تو بولتا ہے ورنہ رک جاتا ہے۔ اور جاہل کا قلب اس کی زبان کی نوک پر ہے وہ اپنے قلب کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ بلکہ جو زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے۔

(۵)

حضرت سعید ابن مسیب کے ارشادات

بقدر ضرورت دنیا کا جمع کرنا مصلحت ہے | ارشاد فرمایا کہ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو اس قدر دنیا کو جمع نہ کرے جس کے ذریعہ وہ اپنا دین بچا سکے اور اپنے جسم کی حفاظت کر سکے اور صلہ رحمی کر سکے۔

عورتوں کے معاملہ میں احتیاط اگرچہ کوئی شخص بوڑھا ہی ہو | ارشاد فرمایا کہ میرے لئے کوئی چیز عورتوں سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کی عمر اس وقت چوراسی سال کی تھی۔

حضرت محمد بن حنفیہ کے ارشادات

بدسلوکی کے باوجود حسن سلوک | فرمایا کہ وہ آدمی عقلمند نہیں جو اس شخص کی ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے جس کی معاشرت و صحبت پر مجبور ہے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ اس کیلئے اس کی معاشرت سے نجات کا کوئی راستہ نکالدے۔

حضرت علی زین العابدین ابن حسین رض کے ارشادات

اعلیٰ درجہ کا اخلاص | احرار یعنی جو لوگ حق تعالیٰ کے بندہ ہیں اور غیر اللہ [illegible] نہ کہ دوزخ کے خوف یا جنت کی رغبت کیلئے۔ ف۔ یہ نہیں کہ انکو دوزخ کا خوف یا جنت کی رغبت نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ انکی عبادت اس خوف [illegible]

حضرت مطرف ابن عبد اللہ بن شخیر کے ارشادات

ندامت کا خود پسندی سے بہتر ہونا | فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسند ہے کہ میں رات کو سوتے ہوئے گذار دوں اور دن کو نادم [illegible]

Marfat.com

فی دقیق التواضع کان یقول اللّٰھم ارض عنا فانلم ترض فاعف فان المولی قد یعفو عن عبد وغیر راض عنہ ؛

رعایۃ الحقوق لاینافی الاخلاص سئل رضی اللہ عنہ عن الرجل یتبع الجنازۃ حیاءً من اھلہا فقط ھل لہ فی ذلک اجر۔ فقال ذھب ابن سیرین الی ان لہ اجرین صلاتہ علی اخیہ واجر مشیہ للحی ؛

مقالات محمّد بن سیرین رح

عدم التمکین من المصاحبۃ فی الطریق کان لایدع احداً یمشی لصحبتہ اذا خرج لا مکان ویقول ان لم یکن لک حاجۃ فارجع۔ ؛

عدم ضرر الرؤیا عند صلاح الحال فی الیقظۃ وکان اذا سئل عن الرؤیا یقول للسا اتق اللہ فی الیقظۃ فلا یضرک ما رأیت فی النوم ؛

(روتے ہوئے) بہ نسبت اس کے کہ رات نماز میں گذاروں اور دن کو اُس پر) نازمیں

ایک دقیق تواضع فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ آپ ہم سے راضی ہوجائے اور اگر راضی نہیں ہوتے تو ہماری خطائیں معاف فرمائیے کیونکہ بسا اوقات آقا اپنے غلام کی خطا معاف کردیتا ہے حالانکہ وہ اُس سے ناراض ہے۔

حقوق کی رعایت اخلاص کے منافی نہیں آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص کسی کے جنازہ میں اس لئے شریک ہوتا ہے کہ اولیائے میت سے شرمندگی نہ ہو (یعنی زندوں کے لحاظ سے) کیا اُس کو کچھ ثواب بھی ملتا ہے۔ فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام ابن سیرین رح کی یہ رائے ہے کہ اُس کو دو اجر ملیں گے۔ ایک تو اپنے بھائی مسلمان کے جنازہ کی نماز کا۔ اور دوسرا اولیائے میت کی خاطر سے جنازہ کی ساتھ چلنے کا۔

امام محمد بن سیرینؒ کے ارشادات

راستہ میں کسی کو اپنے ساتھ نہ چلنے دینا امام موصوف کسی کو راستہ میں اپنی ساتھ نہ چلنے دیتے تھے۔ (بلکہ) فرماتے تھے کہ اگر تمہیں مجھ سے کوئی کام نہیں ہے تو لوٹ جاؤ۔

بیداری کی حالت درست ہو تو خواب مضر نہیں جب آپ سے کسی (تشویشناک) خواب کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ بیداری میں خداتعالیٰ سے ڈرو تو جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے تمہیں اُس سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

ف ۔ بعضے لوگ بُرے خواب سے مردود ہونے کے شبہ میں پڑجاتے ہیں۔ اس میں ان کے خیال کی اصلاح ہے۔

Marfat.com

فی بعض دقیق الادب | قال لہ رجل اجعلنی فی حل فانی قد اغتبتک فقال انی اکرہ ان احل ما حرم اللہ عزوجل من اعراض المسلمین ولکن یغفر اللہ لک ؞

مقالات یونس بن عبید رحمہ اللہ

فی وضع الاعمال علی درجاتہا | کان یقول لیس فی ہذہ الامۃ ریاء خالص والکبر خالص فقیل لہ لماذا قال لاکبر مع السجود ولا ریاء مع التوحید ؞

مقالات محمد بن واسع رحمہ اللہ

فی فضیلۃ السکوت اذا اوہم الکلام محذورًا | کان یلبس الصوف فدخل یومًا علی قتیبۃ بن سعید فقال لہ قتیبۃ ما دعاک الی لبس الصوف فسکت فقال لہ الا تکلمنی لا تجیبنی فقال اکرہ ان اقول زاہد فازکی نفسی او فقیر فاشکو ربی عزوجل ؞

مقالات محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ

فی التوکل فی عدم العود الی المعصیۃ | سألہ رجل فقال ارأیت ان اعطیت اللہ تعالی عہدًا او میثاقًا ان لا اعصیہ ابدًا فقال لہ محمد فمن حینئذ اعظم منک جرمًا انت تألی علی اللہ ان لا ینفذ فیک امرہ ؞

ایک دقیق ادب | ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے آپ مجھے معاف کر دیجئے۔ مراد معافی سے یہ کہ اُس کو حلال کر دیجئے اعتبار محاورہ کے یہ لفظ استعمال کیا۔ فرمایا کہ میں کسی کی آبروریزی جسکو اللہ تعالیٰ نے حلال نہ کیا ہو اُس کے حلال کرنے کو کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ البتہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو معاف فرماوے۔ **ف** مطلب یہ کہ لفظ موہم کا استعمال نہ کرو)۔

حضرت یونس بن عبید کا ارشاد

ہر عمل کو اپنے درجہ پر رکھنے کے متعلق | فرمایا کہ اس اُمت میں خالص ریا کسی سے نہ ادا ہوتی ہے اور نہ خالص کبر ہو سکتا کسی نے پوچھا کیسے۔ فرمایا کہ سجدہ کے ساتھ کبر (خالص) جمع نہیں ہو سکتا اور توحید کے ساتھ ریا (محض) جمع نہیں ہوتی۔ **ف** مطلب یہ کہ سجدہ اعلیٰ درجہ کی تواضع ہے۔ اور توحید اعلیٰ درجہ کا اخلاص تو انکے عامل کو کامل متکبر اور کامل ریاکار نہیں کہہ سکتے

حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ کا ارشاد | (جب کلام میں کسی ناپسندیدہ بات کا وہم ہو تو سکوت بہتر ہونا) ... ایک روز حضرت قتیبہ بن سعید کی خدمت میں تشریف لے گئے انھوں نے ... پہنا ہے۔ محمد بن واسع خاموش رہے حضرت قتیبہ نے فرمایا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں آپ جواب کیوں نہیں دیتے ... چاہیے) اگر یہ کہوں کہ میں زاہد ہوں تو خودستائی اور اپنی ایک باطنی کا اظہار ہے اور اگر یہ کہوں کہ فقیر و مسکین ہوں تو اپنے رب کی شکایت ہوتی ہے۔ (اسلئے خاموش ہوں)۔ **ف** کیونکہ اگر یہ کہوں کہ اونی پہننا فقر ہے اور اگر کہوں کہ وحدت ...

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا ارشاد | (دوبارہ معصیت کی طرف نہ لوٹنے میں حق تعالیٰ پر توکل چاہیے) ایک شخص نے

Marfat.com

فی التقلیل من الاصحاب | کان رضؒ یقول ایاك وکثرة الاصحاب فانك لا تقوم بواجب حقهم واللّٰہ لا عجز عن القیام بواجب حق صاحب واحد۔

مقالات عبیدة بن عمیرؒ

فی حد التقلیل من الدنیا | کان رضؒ یقول علامة التقلیل من الدنیا ان یصل الی حد لم یأخذ الا...

بعض حالات عطاء بن ابی رباح

فی بعض آداب الاستماع | کان رضؒ اذا احدثه احد بحدیث وهو یعلمه یصغی الیه کانه ما سمعه قط لئلا یخجل الرجل۔

مقالات عبد اللّٰہ بن وهب بن منبہؒ

فی بعض آثار الکرم واللوم | کان رضؒ یقول اذا قرأ الشریف تواضع واذا قرأ الوضیع تکبر۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرلوں کہ اب کبھی گناہ نہ کروں گا (تو یہ کیسا ہے)۔

فرمایا کہ اس صورت میں تو تجھ سے زیادہ کوئی مجرم نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ پر یہ قسم کھاتا ہے (کیونکہ عہد و میثاق قسم ہی ہے) کہ وہ تیرے بارہ میں اپنا حکم ازلی جاری نہ فرمائیں۔ **ف**۔ حاصل یہ ہے کہ ایسا عہد کرنا ایک قسم کے دعوے کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ استغناء نہ کریں گے۔ کیونکہ اس کا احتمال ہوتے ہوئے عہد کو مونوفی کیسے وقوع ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ کی مشیت کا کسی کو علم نہیں تو اس حالت میں اپنے نفس پر ایسا اعتماد کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ ادب یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ میری حفاظت فرمائیں اور معصیت کی طرف عود...

اصحاب و احباب کم رکھنے کے بارہ میں | آپ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب کی کثرت سے بچو کیونکہ جب زیادہ ہوں گے تو تم ان کے حقوق واجبہ ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔ اور بخدا میں تو ایک شخص کا حق واجب بھی ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ **ف**۔ اصحاب کا لفظ عام ہے۔ شاگرد و مرید کو بھی کہا جاتا ہے اور دوست احباب کو بھی۔ اور حکم بھی دونوں کا یکساں ہے۔ اور اس میں افادہ سے ممانعت نہیں بلکہ خصوصیت کا تعلق رکھنے سے ممانعت ہے۔

حضرت عبیدہ بن عمیرؒ کا ارشاد

تقلیل دنیا کی حد مسنون | آپ فرماتے تھے کہ دنیا سے علاقہ کم رکھنے والے کی حد یہ ہے کہ اس درجہ کو پہنچ جائے کہ گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت عطاء بن رباحؒ کے بعض حالات

کسی کی بات سننے کا ادب | آپ کی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی ایسی روایت و حکایت سناتا جو آپ کو پہلے سے معلوم تھی تو اس طرح توجہ سے سنتے تھے کہ گویا ان کو بالکل معلوم نہیں۔ تاکہ کہنے والا شرمندہ نہ ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ بن وہب بن منبہ کے ارشادات

دشرافت و رذالت کے بعض آثار

آپ فرماتے تھے کہ شریف آدمی جب علم پڑھتا ہے تو متواضع (منکسر مزاج) ہو جاتا ہے۔ اور رذیل آدمی علم پڑھ لیتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ں بعض اثار الفقر | وکان یقول ما افتقر احد الا رق دینہ وضعف عملہ و ذہبت روتہ واستخف بہ الناس۔

فی بعض حالات ابراھیم التیمیؒ

ں امکان المکث بلا غذاء مدۃ | قال الاعمشؒ قلت لابراھیم التیمی بلغنی انک تمکث ھراً لا تأکل شیئاً فقال نعم وشھرین وما اکلت منذ اربعین لیلۃ الاحبۃ عنب ناولنیھا علی فاکلتھا ثم لفظتھا فی الحال۔

مقالات ابراھیم النخعیؒ

باس فی اظہار المرض | کان یقول المریض اذا سئل کیف تجدک فیقول بخیر ثم یشکو مابہ

قر کے بعض آثار | فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص فقیر و مفلس ہوجاتا ہے تو عادت اکثریہ یہ ہے کہ اس کا دین بھی ضعیف ہوجاتا ہے۔ اور عمل سست ہوجاتا ہے اور وقار جاتا رہتا ہے اور لوگ اس کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ **ف** یعنی فقر و افلاس پر بعض اوقات ضعف تحمل کے سبب یہ ناگوار حالات مرتب ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں تو یہ ارشاد ہے کہ فقر بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ افلاس سے پناہ مانگی ہے۔ اور جن روایات حدیث میں فقر کے فضائل مذکور ہیں وہ اس صورت میں ہیں جب کہ فقر پر صبر و تحمل کر سکے اور اس کیلئے اس قسم کے ناگوار حالات پیش نہ آویں۔ ١ اور بعض روایات حدیث میں جو مسکین ہو کر رہنے کی دعاء فرمائی گئی ہے مراد اس سے مسکینوں کی طرح زندگی گذارنا ہے لوگوں کا دست نگر و محتاج بننا مراد نہیں۔ (احقر مترجم)

حضرت ابراہیم تیمیؒ کے بعض حالات

بغیر غذا کے زمانہ دراز تک قائم رہنا | امام اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم تیمیؒ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ایک ایک مہینہ تک کچھ نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ ہاں بلکہ دو دو مہینے تک بھی چنانچہ اس وقت بھی چالیس روز سے کچھ نہیں کھایا صرف ایک دانہ انگور کا مجھے میرے اہل نے دیا تھا جس کو منہ میں رکھ لیا تھا پھر فوراً پھینک دیا۔ **ف** کثرت ذکر و فکر میں یہ طبعی خاصیت ہے اور اگر احیاناً طبعی حد سے بڑھ جائے تو وہ کرامت میں داخل ہے اور اس کے اظہار پر شبہ نہ کیا جائے کہ مصلحت دینیہ سے ظاہر کر دینا یا بلا مصلحت بھی اپنے مخصوصین سے ظاہر کر دینا کچھ حرج نہیں کیونکہ اس میں کوئی فتنہ نہیں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے ارشادات

مرض کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں | فرمایا کہ جب کسی مریض سے پوچھا جائے کہ کیسا [illegible] ہے اور پھر جو کچھ تکلیف ہو وہ بیان کرے۔ **ف** وجہ یہ ہے کہ انسان کیسی ہی تکلیف اور مرض میں [illegible] حق تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں اور راحتیں اس کو حاصل ہوتی ہیں تو [illegible] ناشکری ہے کہ تکلیف و مرض [illegible]

Marfat.com

فی الحذر عن آفات العلم | کان یقول لوددت انی لم اکن تکلمت بعلم وان زماننا صرت فیہ
فقیہا لزمان سوء۔

فی بعض الورع | کان اذا استاجر دابۃ لیرکبہا الی موضع فوقع سوطہ یمینا او شمالا لا ینزل عنہا ویأخذ
ویقول انما استاجرتہا لاذہب بہا ھکذا لا ھکذا۔

مقالات عون بن عون عبد اللہ بن عتبہ | (رعایۃ مصلحۃ الجلساء) کان یلبس احیانا الخز
واحیانا الصوف فقیل لہ فی ذلک فقال البس الخز لئلا یستحیی ذوا لہیئۃ ان یجلس الی والبس الصوف
لئلا یہابنی المساکین ان یجلسوا الی۔

مقالات سعید بن جبیرؒ | (الکف عن النہی عن المنکر لبعض العوارض) کان یقول انی لاری الرجل
علی المعصیۃ فاستحیی ان انہاہ لحقارۃ نفسی۔

نعمت وراحت کو ذکر نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی عبدیت کے خلاف ہے کہ مرض اور تکلیف کا اظہار بالکل نہ کرے اس میں ایک قسم
دعویٰ بے قوت کا۔ حضرات سلف کو حق تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی تھی کہ ہر وقت ہر حالت کے حدود اور حقوق کی رعایت فرماتے
تھے۔ اسی لئے مرض و تکلیف میں بھی موجودہ نعمتوں اور راحتوں کا شکر اول ادا کرنے کی اور پھر مرض و تکلیف کا ذکر کرنے کی تعلیم دی۔

آفات علم سے بچنے کے بیان میں | فرماتے تھے کہ علم کی آفات پر نظر ہوتی ہے تو یہ تمنا ہوتی ہے کہ کاش میں نے کبھی (۲)
علمی مباحث میں گفتگو نہ کی ہوتی۔ اور وہ زمانہ جس میں مجھ جیسا آدمی فقیہ قرار دیا گیا بُرا زمانہ ہے۔

ایک خاص شانِ تقویٰ | آپ جب کوئی سواری کا جانور کرایہ پر لیتے تھے تو اگر اتفاقاً آپ کا کوڑا کہیں گر گیا اور اُس کو
اُٹھانے کے لئے چند قدم پیچھے لوٹنا پڑا تو جانور پر سوار ہو کر نہ لوٹتے تھے بلکہ سواری سے اُتر کر اُس کو وہیں ٹھیرا کر پیادہ جاتے
تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ جانور کے مالک سے آگے جانے کا کرایہ ٹھیرایا ہے پیچھے لوٹنے کا کرایہ نہیں ٹھیرا۔ اس لئے سوار ہو کر
پیچھے لوٹنا حق کے خلاف ہے۔

حضرت عون بن عون بن عبد اللہ ابن عتبہؒ کے ارشادات

اہل مجلس کی مصلحت کی رعایت | آپ کی عادت تھی کہ کبھی اعلیٰ قسم کا لباس پہنتے تھے اور کبھی معمولی اُون کا لباس۔ آپ سے
اسکی مصلحت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں کبھی کبھی اعلیٰ قسم کا لباس اس لئے پہنتا ہوں کہ شان و شوکت والے آدمی میرے پاس آنے
اور علمی استفادہ کرنے سے محجوب و شرمندہ نہ ہوں۔ اور کبھی معمولی لباس پہنتا ہوں تاکہ مساکین مرعوب نہوں اور میرے پاس بیٹھنے کو انکو ہمت ہو

سعید بن جبیرؒ کے ارشادات

بعض عوارض کے سبب نہی عن المنکر سے رُک جانا | فرماتے تھے کہ (بعض اوقات) میں کسی شخص کو کسی معصیت
کی حالت میں دیکھتا ہوں مگر اُس کو منع کرتا ہوا شرماتا ہوں کہ میں اپنے نفس کو حقیر سمجھتا ہوں (کہ میں اس لائق کہاں ہوں کہ

(فی اصل الذکر) کان یقول من اطاع اللہ تعالیٰ فھو ذاکر ومن عصاہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وتلاوۃ القراٰن۔

(فی الحذر عن آفات العلم وقد مر مثلہ قریبًا) کان یقول لیتنی لم اتعلم وودت ان اخرج من الدنیا کفافًا لا علیّ ولا لی۔

مقالات ماھان بن قیس (ترجیح الباطن علی الظاھر) سئل عن اعمال القوم فقال کانت اعمالھم قلیلۃ وقلوبھم سلیمۃ۔

بعض حالات طلحہ بن مصرف (علاج الاستعظام) کان اذا رفعوہ علی احد من اقرانہ یذھب ویقرأ علیہ ویجلس بین یدیہ لیدفع بذلک ما توھمہ الناس انہ اعلم منہ۔

بعض احوال اویس الخولانی (تادیب النفس بالایلام) کان اذا اخذتہ فترۃ مشق ساقہ

بعض احوال عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعیؒ (الرحمۃ بالحیوانات) کان یکرہ صید البر ایام فراخہ رحمۃ بامہ

خود ہزاروں عیوب میں مبتلا ہو کر اپنے سے اچھے آدمی پر حکم چلاؤں) **ف**۔ کسی ایسی حالت کا غلبہ عذر ہو سکتا ہے لیکن امر اصلی یہی ہے کہ استحضار تواضع کی ساتھ نصیحت ترک نہ کرے۔

اصل حقیقت ذکر کی کیا ہے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی کرے وہ ذاکر نہیں اگرچہ تسبیحات اور تلاوت قرآن کی کثرت کرتا ہو **ف**۔ یہ مراد نہیں کہ اس حالت میں یہ بیکار ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعظم مطلوب اطاعت ہے اسکے ہوتے ہوئے اور اد کی تقلیل مضر نہیں اور اسکے نہ ہوتے ہوئے اوراد کی تکثیر زیادہ نافع نہیں۔

آفات علم سے بچنے کے متعلق (جب علماء کی ذمہ داریوں کا خیال آتا اور خشیت کا غلبہ ہوتا تھا تو) فرماتے تھے کہ کاش میں علم نہ سیکھتا۔ اور کاش میں دنیا سے برابر سرابر نکل جاؤں کہ مجھے اس علمی خدمت کا نہ کوئی ثواب ملے اور نہ عذاب ہو۔ **ف**۔ اس سے وہ علم مستثنیٰ ہے جو ان پر عمل کے لئے ضروری ہے تبلیغی علم مراد ہے۔

حضرت ماہان بن قیسؒ کے ارشادات

ظاہر پر باطن کی ترجیح آپ سے حضرات صوفیہ کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اور کس قدر تھے۔ فرمایا کہ ان کے اعمال قلیل تھے (مگر) قلوب (رذائل سے) پاک تھے۔ (اس لئے وہ قلیل بھی ہمارے کثیر سے افضل و اعلیٰ تھے)۔

حضرت طلحہ بن مصرفؒ کے بعض حالات

لوگوں کے عظیم سمجھنے کا علاج آپکی عادت تھی کہ جب لوگ آپ کو آپکے ہمعصروں میں کسی سے بڑا اور افضل کہتے تو آپ ان کی مجلس میں حاضر ہو کر اس سے کوئی کتاب پڑھ لیتے تھے اور شاگرد بنکر اسکی مجلس میں بیٹھتے تھے تاکہ لوگوں کا خیال زائل ہو جائے کہ آپ اس سے زیادہ علم ہیں

حضرت اویس خولانیؒ کے بعض حالات

اپنے نفس کو تکلیف پہنچا کر سزا دینا اگر کبھی آپکو اعمال میں سستی ہو جاتی تھی تو اپنی پنڈلیوں پر کوڑے مارتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعیؒ کے بعض حالات (حیوانات پر رحم و شفقت) آپ صحرائی شکار

بعض احوال حسان بن عطیۃ (فی اعتیاد الخلوۃ فی بعض الاوقات) کان اذا صلی العصر
فی ناحیۃ المسجد فیذکر اللہ تعالیٰ حتی تغیب الشمس۔

مقالات عبدالواحد بن زید (قطع التمنی علی اللہ تعالیٰ فی احوالہ الغیر الاختیاریہ)
کان یقول احسن احوال السعید مع اللہ موافقتہ فان القاہ فی الدنیا لطاعتہ کان احب الیہ وا
اخذہ کان احب الیہ۔

مقالات سفیان الثوریؒ (حکمۃ الغنی الظاہر للطالب) کان یقول احب لطالب العلم
ان یکون علی کفایۃ فان الآفات والسن الناس۔ تسرع الیہ اذا احتاج وذل۔
(اظہار المرض للحاجۃ لا ینافی الصبر)۔ کان یقول شکوی المریض الی احد من اخوانہ لیس من
شکوی اللہ عزوجل۔

کو اس زمانہ میں پسند نہ کرتے تھے جس میں جانور بچے نکالتے ہیں۔ (کیونکہ اگر ماں شکار کرلی گئی تو بچے برباد ہوں گے او
بچے شکار کرلئے گئے تو ماں پر مصیبت ہوگی)۔

حضرت حسان بن عطیہؒ کے بعض حالات

کسی خاص وقت میں خلوت کی عادت ڈالنا آپ کی عادت تھی کہ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے ایک گوشہ
علیحدہ بیٹھکر غروب تک ذکراللہ میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت عبدالواحد بن زید رح کے ارشادات

غیر اختیاری حالات میں تمنا کا قطع کرنا فرماتے تھے کہ بندہ کا سب سے بہتر حال یہ ہے کہ قضاء الٰہی کی موافقت کرے
اگر حق تعالیٰ اس کو اپنی طاعت کے لئے دنیا میں باقی رکھیں تو اس پر راضی ہو اور اگر وفات دیدیں تو خوشی سے اس پر را
ہو کسی نے خوب کہا ہے ؎ نہ کوئی ہجر برا اور نہ وصال اچھا ہے ٭ یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے۔
عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎ فراق و وصال چہ باشد رضائے دوست طلب ٭ کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے۔
مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎ چونکہ برمیخت ببندد بستہ باش ٭ چوں کشاید چابک و برجستہ باش۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے ارشادات

طالب علم کیلئے ظاہری غنا کی حکمت آپ فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ طالب علم کے پاس بقدر کفایت مال مو
ہو کیونکہ اگر وہ دوسروں کا محتاج اور ذلیل ہوتا ہے تو طرح طرح آفتیں اور لوگوں کے طعن و تشنیع بہت تیزی سے اسکی طرف چلتے ہیں۔

ضرورت کیلئے مرض کا اظہار صبر کے منافی نہیں آپ فرماتے تھے کہ مریض اگر (ضرورت سے) اپنے کسی عزیز سے اپنی تکلیف بیان کرے
تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں (جو مذموم ہو)۔

Marfat.com

(حکمۃ الارتفاق فی المعیشۃ) کان یقول اذا بلغک عن قریۃ ان بہا رخصا فارحل الیہا فانہ اسلم لقلبک ودینک (ایضاً) کان یقول لان اخلف عشرۃ الاف دینار احاسب علیہا احب الی من ان احتاج الی الناس فان المال فی ما مضی یکرہ اما الیوم فہو ترس للمؤمن یصونہ عن سوال الملوک والاغنیاء

(رد عطاء المنان) - وکان یرد ما یعطاہ (ممن یظن بہ الافتخار) و(دلیلہ ما) یقول لو انی اعلم منہم انہم لا یفتخرون علیّ بعطائہم لاخذتہ منہم -

(فی بعض امارات المداہنۃ) - کان یقول کثرۃ الاخلاء من رقۃ الدین -

(الاشتغال بنفسہ فی بعض الاحوال) - کان یقول ھذا زمان علیک بخویصۃ نفسک ودع امر العامۃ

(تقدیم حق العیال علی بعض الاعمال) - سئل عن رجل یکتسب لعیالہ ولو صلی فی الجماعۃ لفاتہ ما ینفق علیہم ماذا یصنع قال یکتسب بہم قوتہم ویصلی وحدہ -

معاش کی سہولت وفراخی حاصل کرنا آپ کا ارشاد ہے کہ جب تم کو یہ خبر ملے کہ فلاں بستی میں اشیاء کی ارزانی اور معاش کی سہولت ہے (اگر ضرورت سمجھو) تو وہاں پہنچ جاؤ۔ کیونکہ وہاں کی سکونت تمہارے قلب اور دین کے لئے زیادہ اسلم وبہتر ہے۔ نیز آپنے فرمایا کہ لوگوں کی طرف محتاج ہونے سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں دس ہزار دینار کا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں اور قیامت میں مجھ سے اُن کا حساب وکتاب بھی ہو کیونکہ پہلے زمانہ میں تو مال ناپسندیدہ چیز سمجھی جاتی تھی۔ مگر آجکل تو وہ مسلمان کے لئے ڈھال ہے جو اُس کو سلاطین وامراء کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچاتا ہے۔

احسان جتانے والے کا ہدیہ واپس کرنا آپ کو کوئی ہدیہ دیا جاتا تو آپ واپس فرما دیتے تھے (یعنی اُس شخص کا ہدیہ جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ یہ ہدیہ دیکر فخر کرے گا اور احسان جتائے گا) اور (اس قید کی دلیل حضرت سفیان کا یہ ارشاد ہے کہ) فرماتے تھے اگر میں یہ جانتا کہ یہ لوگ اپنے ہدایا پر فخر اور احسان نہ جتائیں گے تو میں ان کے عطیات قبول کر لیتا۔

مداہنت کی ایک علامت فرماتے تھے کہ دوستوں کی کثرت دین کے ضعف (یعنی امر بالمعروف میں مداہنت) کی علامت ہے۔ **ف**۔ کیونکہ جو شخص دین کے معاملہ میں روک ٹوک کرتا رہتا ہے لوگ اُس سے ناراض ہو جاتے ہیں اُس کے دوست

بعض اوقات میں لوگوں سے قطع نظر کرکے صرف اپنی فکر میں لگنا بہتر ہوتا ہے ارشاد فرمایا کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں صرف اپنے دین کی حفاظت کی فکر چاہئے دوسروں (کی اصلاح کی فکر میں پڑنا فضول ہے اُن) کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے (احقر مترجم کہتا ہے کہ مراد اس سے وہ وقت ہے جبکہ تجربہ سے یہ ثابت ہو جاوے کہ وعظ ونصیحت بالکل مفید نہیں)

بعض اعمال پر حق عیال مقدم ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنے عیال کیلئے کسب کرتا ہے اور اگر وہ جماعت نماز کا اہتمام کرے تو معاش کی ضرورت فوت ہو جاتی ہے اُسکو کیا کرنا چاہئے فرمایا کہ بقدر ضرورت معاش حاصل کرے اگر جماعت فوت ہو جائے تو تنہا نماز ادا کرے

اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے خیالات بلا ضرورت نقل کرنا مضر ہے آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی بدعت وگمراہی کی بات

Marfat.com

(ضرر حکایۃ البدعۃ الا لضرورۃ)۔ کان یقول اذا سمعتم ببدعۃ فلا تحکوھا لاصحابکم ولا تلقوھا فی قلوبہم۔

مقالات الامام الشافعیؒ

(التوقی عن فتنۃ نسبۃ العلم الی نفسہ)۔ کان رض یقول وددت ان الخلق تعلموا ھذا العلم علی ان لا ینسب الیّ منہ حرف۔

(ضرورۃ الورد للعالم) کان یقول رض لا بد للعالم من ورد من اعمالہ یکون بینہ وبین اللہ تعالیٰ

(الاعتدال بین الانبساط الی الناس والانزواء عنہم)۔ کان یقول الانبساط الی الناس مجلبۃ القرناء السوء والانقباض منہم مکسبۃ للعداوۃ فکن بین المنقبض والمنبسط۔

(ذم الغبادۃ والقساوۃ) کان یقول من استغضب فلم یغضب فھو حمار ومن استرضی فلم یرض فھو شیطان۔

سُنو تو اپنے اصحاب سے اُس کو نقل نہ کرو اور اُس کو اُن کے دلوں میں نہ ڈالو (کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے قلوب میں اُس سے کوئی شبہ پیدا ہو جائے)۔

امام شافعی رح کے ارشادات

(۶) **اپنی طرف علم کی نسبت کرنے کی آفت سے اجتناب** ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مخلوق مجھ سے علم دین حاصل کرے مگر ایک حرف کی نسبت میری طرف نہ کرے (کیونکہ نسبت کی وجہ سے انسان طرح طرح کی ظاہری وباطنی آفتوں کا مرکز بنجاتا ہے)۔

عالم کے لئے اوراد کی ضرورت فرمایا کہ عالم کے لئے کوئی ایسا ورد (وظیفہ) بھی ہونا چاہئے جو خالص اُس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہو۔ (مخلوق کا اُس سے تعلق نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ افادہ علم اگرچہ عبادت ہے مگر بواسطہ مخلوق تو عالم کو چاہئے کہ کوئی نفلی عبادت بلا واسطہ بھی اختیار کرے۔ کیونکہ ہر قسم کی عبادت کے خواص وانوار جُدا ہیں اُس کو کسی قسم سے محروم نہ ہونا چاہئے)

لوگوں کی ساتھ خلط ملط اور اُن سے انقطاع دونوں میں اعتدال ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی ساتھ بے تکلفی (اور ہنسی دل لگی) اس کا سبب ہے کہ بُرے دوست جمع ہو جاویں۔ اور ان سے بالکلیہ انقباض وانقطاع اُن کی عداوت کا سبب ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ بہت بے تکلفی اور بالکل انقطاع کے درمیان کی حالت اختیار کرے۔

بے حسی اور سخت دلی کی مذمت فرمایا کہ جس شخص کو غصہ دلایا جائے (یعنی اس کی ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو عادۃً ناراضی کا سبب ہوتا ہے)۔ پھر وہ غصہ نہ ہو تو وہ گدھا ہے (کیونکہ یہ علامت بے غیرتی اور بے حسی کی ہے) اور جس شخص کو راضی کیا جائے (یعنی عذر معذرت کر کے راضی کرنے کی کوشش کی جائے) اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔

مقالات الامام مالکؒ (حقیقۃ العلم) کان یقول لیس العلم بکثرۃ الروایۃ انما ھو نور یضعہ اللہ تعالیٰ فی القلب۔

(صون العلم عن الذل)۔ کان یقول لا ینبغی للعالم ان یتکلم عند من لا یطیعہ فانہ ذل واھانۃ للعلم۔ قلت ویخص منہ تبلیغ الضروریات۔

مقالات الامام ابی حنیفۃ (التدقیق فی ادب الاکابر)۔ سئل رضی اللہ عنہ ایھما افضل علقمۃ او الاسود فقال واللہ ما نحن باھل ان نذکرھم فکیف نفاضل بینھم۔

حالات احمد بن حنبلؒ ومقالاتہ (ترک المتابعۃ فی الطریق طبعاً او تواضعاً) کان اذا مشی فی الطریق لا یمکن احداً یمشی معہٗ۔

(الرخصۃ فی طلب ما لابد منہ)۔ کان یقول لیس من حب الدنیا طلبک ما لا بد منہ۔

بعض ما نقل عن مسعر بن کدامؒ المتوفی ۱۵۵ھ (التأذی بالاذی) قیل لہٗ اتحب من یخبرک الرجل بعیوبک فقال ان کان ناصحاً فنعم وان کان یرید ان ینقصنی فلا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے ارشادات

علم کی حقیقت ارشاد فرمایا کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ (حقیقی) علم ایک نور ہے جو حق تعالیٰ انسان کے قلب میں۔

علم کو ذلت سے بچانا فرماتے تھے کہ عالم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے سامنے علم و نصیحت کی بات کہے جو اس کی بات نہ مانیں کیونکہ یہ اس کی ذلت اور علم کی اہانت ہے۔ (حضرت مصنف مدظلہم فرماتے ہیں کہ ضروریات کی تبلیغ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ بہرحال ضروری ہے کوئی سنے یا نہ سنے اور مانے یا نہ مانے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تبلیغ کفار کے معاملہ میں معروف و مشہور ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ارشادات

بزرگوں کے ادب میں دقت نظری امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ میں سے کون افضل ہیں۔ فرمایا کہ بخدا ہم تو ان لوگوں کا نام لینے کے بھی قابل نہیں پھر ان میں تفاضل تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے بعض حالات و مقالات

راستہ میں کسی کیساتھ چلنے کا بار خاطر ہونا۔ طبعاً یا از روئے تواضع آپ کی عادت تھی کہ جب کہیں جاتے تو کسی کو اپنی ساتھ نہیں چلنے دیتے تھے۔ (خواہ اس وجہ سے کہ بوجہ لطافت طبع کے بلاضرورت کسی کا ساتھ چلنا بار خاطر تھا یا تواضع کی وجہ سے ناپسند تھا)

بقدر ضرورت طلب دنیا کی اجازت فرماتے تھے کہ بقدر ضرورت دنیا کو طلب کرنا حب دنیا میں داخل نہیں۔

حضرت مسعر بن کدامؒ کے بعض حالات و مقالات (ایذا کی چیزوں سے متاثر ہونا بزرگی و ولایت کے خلاف نہیں)

Marfat.com

(الرخصة فی الشکوی للضرورة)۔ کان یقول شکوی العارف للطبیب لیست شکوی فی ربه لانه انما یذکر للطبیب قدرة الله فیه۔

(فی شدة عقوبة التحدیث والافتاء للدنیا)۔ کان یدعو علی من اذاه ان یجعله الله محدثا او مفتیا

بعض ما نقل عن عبد الله بن المبارک المتوفی سنة احدی وثمانین ومائة

(ترجیح خدمة الناس علی المجاهدة)۔ ذکر لعبد الله ما کان علیه یوسف بن اسباط من العبادة فقال لقد ذکرتم قوما یستشفی بذکرهم ولکن ان فعل الناس جمیعهم ذلک فمن لسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن لعیادة المرضی وشهود الجنائز وعد انواعا من القرب۔

بعض ما نقل عن یوسف بن اسباط المتوفی سنة نیف وتسعین ومائة

(الاجمال فی التوقی عن البلیة)۔ کان یقول ما حسب احد ان یفر من الشر الا وقع فی اشد منه فاصبروا حتی یحوله الله تعالی عنکم بفضله۔ قلت المراد بالشر ما یشق دفعه۔

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ اسکو پسند کرتے ہیں کہ لوگ آپ کو آپکے عیوب پر متنبہ کر دیا کریں۔ فرمایا کہ ہاں اگر خیر خواہی سے مطلع کرے تو مجھے پسند ہے۔ اور اگر میری تحقیر و تنقیص کی غرض سے کرے تو پسند نہیں۔

مرض کا اظہار ضرورت کیلئے جائز ہے فرماتے تھے کہ عارف اگر طبیب سے اپنا مرض بیان کرے تو یہ اپنے مالک کا شکوہ نہیں بلکہ اس کا اظہار ہے کہ حق تعالی مجھ پر ہر طرح قادر و متصرف ہے (اور میں اُس کے سامنے عاجز و مجبور)۔

دنیا کے لئے درس حدیث اور فتوے کا عذاب شدید جب کوئی آپ کو ایذا پہنچاتا تھا تو اُس کو یہ بد دعا دیتے تھے کہ اللہ تعالی تجھ کو محدث یا مفتی بنائے (مراد وہ ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کر دیا گیا ہے یعنی ایسا محدث و مفتی جو محض دنیا کے لئے یہ کام کرے۔ ورنہ محدث و مفتی کے فضائل روایات میں بکثرت موجود ہیں)۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی بعض حالات و مقالات

لوگوں کی خدمت مجاہدہ سے زیادہ بہتر ہے آپکے سامنے حضرت یوسف بن اسباطؒ کی کثرت عبادت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسے لوگوں کا نام لیا کہ اُنکے نام کی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر سارے مسلمان اُنھیں کا طرز عمل اختیار کر لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (دوسری) سنتوں اور مریضوں کی عیادت اور جنازہ کی نماز اور اسی قسم کی دوسری طاعات کو کون ادا کرے گا (مطلب یہ ہے کہ ان سنتوں پر عمل کرنا مجاہدہ فی العبادة سے زیادہ افضل ہے۔ مراد تفرغ للمجاہدہ ہے ورنہ معتدل مجاہدہ ضروری اور طاعت ہے)

حضرت یوسف بن اسباطؒ کے بعض ارشادات (مصائب سے بچنے کی کوشش میں میانہ روی چاہئے غلو نہ چاہئے) آپ فرماتے تھے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو شخص کسی نازل شدہ مصیبت سے بھاگتا ہے وہ اُس سے زیادہ سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اسلئے تم کو چاہئے کہ صبر اختیار کرو یہاں تک کہ حق تعالی اپنے فضل سے یہ مصیبت تم سے دور فرمائے۔ (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مصیبت سے مراد وہ مصیبت ہے جس کا دفعیہ دشوار ہو اپنے قبضہ میں نہ ہو۔ ورنہ مصیبت سے بچنے کی کوشش بقدر وسعت مسنون ہے۔

Marfat.com

ن سفیان بن عُیینۃ المتوفی سنۃ خمس وخمسین ومائۃ (الاجمال فی طلب الدنیا)
ان یقول لیس من حب الدنیا طلبک مالابد منہ وقد سبق مثلہ قریباً فی مقالات احمد
ن حنبلؒ۔

منقول عن حذیفۃ المرعشیؒ المتوفی سنۃ سبع وسبعین ومائتین (شدۃ الاحتیاط) کان یقول لولا
خشی ان اتصنع لاخی فلان لاجتمعت معہ ولکن بلغوہ عنی السلام۔
سلامۃ فی العزلۃ) کان یقول لا اعلم شیئاً من اعمال البر افضل من لزوم المرء بیتہ ولو کانت لی
یلۃ الی عدم الخروج الی ھذہ الفرائض تخلصنی لفعلت۔

ن عبدالرحمن بن مہدی المتوفی سنۃ ثمان وتسعین ومائۃ (اداب المجلس) کان اخوانہ
ذا جلسوا عندہ کانما علی رؤسہم الطیر۔
لسیاسۃ علی ترک الادب بالمنع عن المجالسۃ)۔ ضحک واحد منہم (ای من اخوانہ) فی حلقتہ
ومافقال یطلب احدکم العلم وھو یضحک لا یجلس ھذا معی شہرین فمنعہ شہرین۔

حضرت سفیانؒ بن عُیینہؒ کے ارشادات

(۱) طلب دنیا بغیر انہماک کے جائز ہے | فرماتے تھے کہ بقدر ضرورت دنیا کو طلب کرنا حب دنیا میں داخل نہیں۔
یسا ہی قول قریب احمد بن حنبل کا گذر چکا۔

حضرت حذیفہ مرعشیؒ کے ارشادات

شدت احتیاط | آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ میں فلاں صاحب کے پاس جاؤں گا تو کچھ نہ کچھ ان کیلئے تصنع کرنا پڑیگا تو میں ضرور انکی مجلس میں حاضر ہوتا۔ لیکن چونکہ تصنع وریا کا خطرہ ہے اسلئے حاضر نہیں ہوتا آپ لوگ میرا سلام انکو پہنچا دیں۔

سلامت خلوت میں ہے | فرماتے تھے کہ کوئی نیک کام میں اس سے افضل نہیں سمجھتا کہ آدمی اپنے گھر میں رہے (کسی سے اختلاط نہ کرے) اور اگر میرے سامنے کوئی ایسی تدبیر ہوتی جو مجھے ادائے فرائض کیلئے باہر نکلنے سے سبکدوش کر دیتی تو میں ضرور اسکو کر لیتا

حضرت عبدالرحمنؒ بن مہدیؒ کے ارشادات

آداب مجلس | اُن کے شاگرد و مرید جب اُن کے سامنے بیٹھتے تھے تو اس قدر سکون و تواضع سے بیٹھتے تھے گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی جیسے کسی کے سر پر کوئی چڑیا بیٹھ جائے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ اڑنے نہ پائے وہ سکون سے بیٹھے گا اسی طرح یہ لوگ سکون سے بیٹھتے تھے۔

ترک ادب پر مجلس سے اٹھا دینے کی سزا | ایک شخص مریدین میں سے آپ کی مجلس میں ہنس پڑا تو فرمایا کہ بعض لوگ طلب علم کے مدعی ہیں اور مجلس میں ہنستے ہیں یہ شخص دو مہینے تک میری مجلس میں نہ آوے اسکو دو مہینہ تک آنے سے منع کر دیا۔

Marfat.com

عن محمد بن اسلم الطوسی المتوفی سنۃ ست وعشرین ومائتین (تفسیر السواد الاعظم) کا
یقول علیکم باتباع السواد الاعظم قالوا له من السواد الاعظم قال هو الرجل عالم او الرجلان
المتمسکان بسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم وطریقه ولیس المراد به مطلق المسلمین فمن
کان مع هذین الرجلین او الرجل وتبعه فهو الجماعة ومن خالفه فقد خالف الجماعة۔

عن ابراهیم بن ادهم رحمة الله علیه (ادب الهدیة) کان یتمثل کثیرا بهذا
للقمة بجریش الملح اکلها ٭ الذ من ثمرة تحشی بزنبور قلت ومعنی حشوها بزنبور
ان یکون فی باطنها علة کان یعطاها لاجل دینه وصلاحه ولولا ذلك ما اعطاها له فمن
ادب هذه ان ترد علی صاحبها ولا یقبل الا من یعلم انه یحبه علی ای حال کان فهذه
هی التی لیس فیها زنبور۔

حضرت محمد بن اسلم طوسیؒ کے ارشادات

متوفی ۲۴۲ھ

سواد اعظم کی تفسیر آپ فرماتے تھے کہ سواد اعظم (بڑی جماعت) کا اتباع کرنا چاہئے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ سواد اعظم کونسی جماعت ہے۔ فرمایا کہ وہ ایک مرد عالم یا دو (تین) ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے پیرو ہیں۔ مطلقاً مسلمانوں کی ہر جماعت مراد نہیں۔ تو جو شخص ان جیسے ایک دو آدمیوں کے تابع ہوں وہ ہی آدمی (بڑی) جماعت (اور سواد اعظم) ہیں اور جو شخص ان کا مخالف ہو وہ (سواد اعظم) جماعت کا مخالف ہے۔ (۲)

حضرت ابراہیمؒ بن ادہمؒ کے ارشادات

متوفی ۱۶۲ھ

ہدیہ قبول کرنے کے آداب حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

(ترجمہ) ایک لقمہ جو میں بے صاف کئے ہوئے نمک کے ساتھ کھاؤں بلاشبہ اُس (عمدہ) پھل سے میرے نزدیک زیادہ لذیذ ہے جس کے اندر تتیے بھرے ہوئے ہوں۔

(حضرت مصنف فرماتے ہیں) کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسا ہدیہ جس کے اندر کوئی روگ اور مخفی نقصان ہو جیسے وہ ہدیہ جو کسی کو اُس کے دین اور صلاح و تقویٰ کی وجہ سے اس طرح دیا جاوے کہ اگر یہ اوصاف اُس میں نہ ہوتے تو یہ ہدیہ نہ دیتا تو اس ہدیہ کا ادب یہ ہے کہ دینے والے کو واپس کر دیا جاوے۔ اور صرف اُس شخص کا ہدیہ قبول کیا جاوے جس کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ ہر حال میں محبت کرتا ہے۔ یہی ایسا پھل ہے جس کے اندر زنبور نہیں

Marfat.com

عن ذی النون المصری المتوفی سنۃ خمس اربعین مائتین (الاباء عن سلام النساء) قال لہٗ رجل ان امراتی تقرأ علیك السلام فقال لا نقرؤنا من النساء السلام۔ ف۔ ھذا وان کان مباحًا فی بعض الاحوال لکن الاحتیاط الکامل ھو ھذا۔

(حدود التواضع) کان یقول تواضع لجمیع خلق اللہ وایاك ان تتواضع لمن یشاء لك ان تواضع لہٗ فان سوالہٗ ایاك یدل علی تکبرہ فی الباطن وتواضعك لہٗ یکون عونًا علی الکبر۔

عن معروف الکرخی المتوفی سنۃ مائتین (بعض خاصیۃ العمل بالعلم) کان یقول اذا عمل عالم بالعلم استوت لہٗ قلوب المؤمنین وکرھہ من فی قلبہ مرض۔

عن ابی نصر بشر الحافی المتوفی سنۃ سبع وعشرین ومائتین (حیوۃ بعض الاموات وموت بعض الاحیاء) کان یقول حسبك اقوام موتی تحیی القلوب بذکرھم وان اقواما احیاء تقسو القلوب برؤیتھم۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات متوفی ۲۴۵ھ

عورتوں کے سلام پہنچانے پر انکار آپ سے ایک شخص نے کہا کہ میری بی بی آپ کو سلام کہتی ہے۔ فرمایا کہ عورتوں کے سلام ہمیں نہ پہنچایا کرو۔ ف گو بعض مواقع پر جائز بھی ہو مگر پوری احتیاط یہی ہے۔

تواضع کے حدود آپ فرماتے تھے کہ تمام خلق اللہ کے سامنے تواضع (عاجزی) سے پیش آؤ مگر جو شخص خود تم سے تواضع کرانا چاہے اُسکے سامنے ہرگز تواضع نہ کرو۔ کیونکہ اُس کا ایسا چاہنا اُسکے تکبر کی علامت ہے۔ (اب اگر تم اُسکے سامنے تواضع عاجزی کروگے تو) تمہاری تواضع اس کے تکبر کی اعانت ہوگی۔ (۳)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ کے بعض ارشادات متوفی ۲۰۰ھ

علم پر عمل کرنے کی خاصیت آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو عامہ مومنین کے قلوب اس کیلئے ہموار ہوجاتے ہیں (یعنی محبت کرنے لگتے ہیں) اور جس شخص کے دل میں کوئی مرض اور کھوٹ ہوتا ہے وہ اسے ناپسند کرنے لگتا ہے۔ ف گویا عالم باعمل قلوب کو پرکھنے کیلئے ایک کسوٹی ہے اُس کی محبت سلامت ایمان ومقبولیت کی علامت ہے اور اس کا بغض مطرود و نامقبول ہونے کی علامت اللھم ارزقنا حبك وحب من ینفعنا حبہ عندك۔

حضرت ابونصر بشر حافی متوفی ۲۲۷ھ کی بعض ملفوظات

بعض مردوں کا فی الحقیقت زندہ ہونا اور بعض زندوں کا مُردہ ہونا حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے لئے وہ لوگ کافی ہیں جو بظاہر مرچکے ہیں مگر قلوب اُن کے ذکر سے زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کے ہوتے ہوئے ایسے زندوں کی ضرورت نہیں جن کا ذکر ابھی آتا ہے کافی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ اور بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ اُن کو دیکھنے سے بھی زندہ قلوب میں قساوت پیدا ہوجاتی ہے (جو قلب کیلئے بمنزلہ موت ہے۔

Marfat.com

(ترجیح المعنی علی اللفظ) کان یقول اذا راسلت احدا بکتات فلا تزخرفہ بحسن ال...
فانی کتبت مرۃ کتابا فعرض کلام لی ان کتبتہ حسن الکتاب وکان کذبا وان ترکتہ سمج الکتا...
وکان صدقا فعزمت علی ذکر الکلام السمج الصدق فنادی ھاتف من جانب البیت یثبت اللہ
الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔

(الانزواء عن التعلقات الغیر الضروریۃ) کان یقول من اراد ان یکون عزیزاً فی الدنیا سلیمانی...
فلا یحدث ولا یشہد ولا یوم ولا یأکل لاحد طعاما۔ قلت محملہ کلہ ما اشیر الیہ فی العنوان

(فی بعض اثار الصحبۃ) کان یقول صحبۃ الاشرار تورث سوء الظن بالاخیار وصحبۃ الا...
تورث حسن الظن بالاشرار۔ وان اللہ عزوجل لایسأل عبداً فظلم حسنت ظنک بعبادی

معنی کو الفاظ پر ترجیح | آپ فرماتے تھے کہ جب تم کسی کو خط لکھو تو حسن عبارت کے تکلف کے ساتھ اُس کو مزین نہ بناؤ ...
کہ ایک مرتبہ میں نے ایک خط لکھا۔ پھر ایک ایسا کلام میرے ذہن میں آیا کہ اگر اُس کو لکھتا ہوں تو عبارت بہت چس...
اور عمدہ ہوجاتی ہے۔ مگر اس کلام میں کذب تھا۔ اور اگر اس کو چھوڑ دیتا ہوں تو عبارت معمولی ہوجاتی ہے مگر اس صور...
میں کلام صادق رہتا ہے۔ میں نے تأمل کرنے کے بعد (دوسری) صورت کو اختیار کیا جس سے عبارت معمولی مگر صادق رہے۔ ...
مکان کے گوشہ سے ایک ہاتف (غیبی آواز دینے والے) نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں قول ...
(صحیح) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ (۴)

غیر ضروری تعلقات سے پرہیز کرنا | فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عزیز اور آخرت میں مامون رہے۔ اُ...
چاہئیے کہ محدّث اور شاہد۔ اور امام نہ بنے اور کسی کا کھانا نہ کھائے۔ حضرت مصنف مدظلہم فرماتے ہیں کہ محمل اس تما...
کلام کا وہ ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کردیا گیا ہے۔

ف۔ یعنی جب کہ روایت حدیث کرنے والے دوسرے لوگ موجود ہوں اور کوئی خاص حاجت اس کو داعی نہ ہو تو منہ...
تحدیث اختیار نہ کرے۔ اسی طرح جب احیاء حق کے لئے دوسرے لوگ گواہی دینے والے موجود ہوں تو خود گواہی سے...
ایسے ہی جب امامت کے قابل دوسرے آدمی موجود ہوں تو امام نہ بنے۔ اور جب تک کوئی شرعی ضرورت خواہ اپنی حاج...
یا کھانا کھلانے والے کی ضروری دلداری وغیرہ داعی نہ ہو اُس وقت تک کسی کا کھانا نہ کھائے۔

حضرت ممدوح کی اس تقریر سے یہ شبہ بھی رفع ہوگیا کہ محدث اور امام اور شاہد بننا اور اسی طرح دوسرے کا کھانا کھانا آنحضرت...
علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور ائمہ دین سے ثابت ہے پھر اس سے کیسے منع کیا جاتا ہے کیونکہ ان حضرات نے بضرورت اسکو اختیار فرمایا ہے۔

صحبت کے بعض آثار کا بیان | آپ فرماتے تھے کہ بُرے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کی ساتھ بدگمانی پیدا کرتا...
ہے۔ اور نیک لوگوں کی صحبت بدوں کے ساتھ بھی حسن ظن پیدا کر دیتی ہے۔ اور کوئی بندہ نہیں کہ حق تعا...

Marfat.com

فضیلۃ الخمول) کان یقول غنیمۃ بفقیر فی ھذا الزمان غفلۃ الناس عنہ واخفاء مکانہ
عنھم فان لقاء غالب الناس خسران۔

عن الحرث بن اسید المحاسبی المتوفی سنۃ ثلاث واربعین ومائتین (فی عدم التنافی بین التوکل
والخطرات الطبعیۃ) سئل عن المتوکل ھل یلحقہ طمع من طریق الطباع فقال خطرات لاتضرہ شیئا

عن شقیق بن ابراھیم البلخی صحب ابراھیم بن ادھم

(فی ذم رد الھدیۃ بلا عذر شرعی) قال لقیت ابراھیم بن ادھم فقال لی اجتمعت بالخضر
علیہ السلام فقدم لی قدحا اخضر فیہ رائحۃ السکباج فقال لی کل یا ابراھیم فرددتہ علیہ
فقال انی سمعت الملئکۃ تقول من اعطی فلم یاخذ سأل فلا یعطی۔

عن یحیی بن معاذ المتوفی سنۃ ثمان وخمسین ومائتین (فی الصحبۃ المضرۃ) کان یقول
لاصحابہ اجتنبوا صحبۃ ثلاثۃ اصناف من الناس العلماء والغافلون والقراء المداھنون والمتصوفون
الکاھلون الذین یتعبدون قبل تعلمھم فروض دینھم۔

کسی بندہ سے ہرگز یہ سوال نہ فرماویں گے کہ تونے میرے بندوں کی ساتھ نیک گمان کیوں رکھا (مطلب یہ کہ صحبت
(۵) انبیاء سے جو اشرار کی ساتھ نیک گمانی پیدا ہو جاوے گو خلاف واقع ہو مگر اس پر مواخذہ نہ ہوگا اسلئے اس میں خطرہ نہیں۔)

گمنامی کی فضیلت | فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں فقیر کیلئے بڑی غنیمت ہے کہ لوگ اس سے ناواقف ہوں اور ان پر
اس کا مرتبہ (بزرگی و مقبولیت) مخفی رہے کیونکہ اکثر لوگوں کی ملاقات (موجب) خسارہ ہے۔ **ف** وجہ یہ ہے
کہ اکثر لوگوں پر دین کا رنگ غالب نہیں اسلئے لوگ اکثر تو کسی غیبت وگناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں ورنہ کم از کم لایعنی
اور بے کار باتوں میں تو ضرور ہی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

حضرت حارث ابن اسید محاسبی کے ارشادات

طبعی خطرات توکل کے خلاف نہیں | آپ سے پوچھا گیا کہ کیا متوکل [illegible] طبعی طور پر طمع پیش آسکتی ہے فرمایا یہ کچھ
(غیر اختیاری) خطرات ہیں جو اس کے لئے [illegible] نہیں

حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ کے ارشادات

بلا عذر شرعی کے ہدیہ واپس کرنیکی مذمت | فرمایا میں حضرت ابراہیم بن ادھم سے ملا تو فرمایا کہ میں [illegible]
علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوا تو آپ نے میرے سامنے ایک سبز پیالہ رکھا [illegible]
[illegible] فرمایا [illegible]
فرشتوں کو کہتے سنا ہے کہ جو شخص لوٹا دیتا [illegible] تو مانگنے پر بھی نہ دیا جاتا

حضرت یحیی بن معاذ کے ارشادات

مضر صحبت کے بیان میں | آپ [illegible]

[illegible]

(فی قلة الاصدقاء المخلصین) کان یقول الولی لا یرائی ولا ینافق وما اقل صدیقاً من هذا اخ

(فی ذم تضییع العیال للمتعبد) کان یقول التعبد مع تضییع العیال جهل۔

عن ابی تراب النخشبی المتوفی سنة خمس واربعین ومائتین (فی القاء الحکمة فی کل زمان حسب اقتضاءه)۔ قال ان الله ینطق العلماء فی کل زمان بما یشاکل اعمال ذلک الزمان۔

(فی انتظار فراغ المشغول بالله لعرض حاجته علیه بلاضرورة)۔ قال من شغل مشغولاً بالله عن الله ادرکه الملقت من ساعته ورأیت فی قول بعض ادرکه الملقت فی الوقت

(فی ضرر السفر بدون الضرورة) قال لا اعلم شیئاً اضر بالمریدین من اسفارهم علی متابعة نفوسهم بغیر اذن استاذهم۔

(فی المبالغة فی التواضع)۔ کان یقول من ظن ان نفسه خیر من نفس فرعون فقد اظهر الکبر۔

اور مداہنت کرنے والے (حق پوشی کرنے والے) مبلغین اور کاہل وسست درویش جو فرائض دین کا علم حاصل کرنے سے پہلے مجاہدات اور نفلی عبادات میں لگ گئے (انھوں نے ضروری علم دین کے حاصل کرنے سے کاہلی کی۔

مخلص دوستوں کا کم ہونا فرماتے تھے کہ ولی نہ ظاہر داری کرتا ہے اور نہ نفاق اور جس شخص کی یہ عادت ہوگی اُس کے دوست بہت کم ہوں گے۔ (۶)

عابد زاہد کیلئے عیال سے غفلت کی مذمت آپ فرماتے تھے کہ عیال (یعنی جن لوگوں کا نفقہ و تربیت اس شخص کے ذمہ ہے اُن) کو (غفلت سے) ضائع کرکے (نفلی) عبادات میں مشغول ہونا جہل ہے۔

حضرت ابوتراب نخشبی رح کے ارشادات

لہ متوفی ۲۴۵ھ

ہر زمانہ میں اُسکے مناسب حکمتوں کا علماء کے قلب میں واقع ہونا فرمایا کہ ہر زمانہ کے علماء کی زبانوں پر حق تعالیٰ وہ علم و حکمت جاری فرماتا ہے جو اُس زمانہ کے اعمال کا مقتضی ہو۔

جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہو اُس سے بات کرنے کے لئے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے۔ بھر کہ فرمایا کہ جو شخص ایسے آدمی کا دھیان بٹائے جو ذکر اللہ میں مشغول ہو۔ خدا تعالیٰ کا غضب اُس کو فوراً پکڑ لیتا ہے۔

بلا ضرورت سفر کا نقصان فرمایا کہ سالکین و مریدین کے لئے میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ مضر نہیں کہ وہ بغیر اپنے شیخ کی اجازت کے اپنی مرضی کے موافق سفر میں پھریں۔

تواضع میں مبالغہ کا بیان فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو فرعون سے (بھی) بہتر جانے اُس نے اپنا تکبر ظاہر کردیا۔

ف: ایمان فی الحال کے اعتبار سے مراد نہیں بلکہ بقاء ایمان فی المآل کے اعتبار سے اور حالِ ذوق کا درجہ عوام کے سمجھنے کا نہیں

Marfat.com

ن سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید المتوفی سنۃ سبع وتسعین ومائتین (فی دقیق
ب المهدی) جاءہ رجل بخمسمائۃ دینار فوضعها بین یدیہ وقال فرقها علی جماعتك قال
ك مال غیر هذا قال نعم قال اتطلب زیادۃ علی ما عندك قال نعم قال لہ الجنید خذها
انك الیها احوج منا ولم یقبلها۔
ن ولعل الاقرب الی ویدان القوم وعبارۃ الجنید رویت مخائل الطمع والحرص فی المهدی
یث خاف ان یندم بعد المهدیۃ فاظهر العذر بطریق لطیف یعجز عن جوابہ ولا ینکسر قلبہ
ن رویم بن احمد المتوفی سنۃ ثلث وثلاثمائۃ (فی محل التوسع والتضییق)۔ من کلامہ
ن حکمۃ الحکیم ان یوسع علی اخوانہ فی الاحکام ویضیق علی نفسہ فیها فان التوسع
لیهم اتباع للعلم والتضییق علی نفسہ من حکم الورع۔

سید الطائفہ حضرت جنید کے ارشادات (متوفی ۲۹۷ھ)

ہدیہ پیش کرنے والے کا لطیف ادب ایک شخص آپ کے پاس پانسو دینار لایا اور آپ کے سامنے رکھدیئے
اور عرض کیا ان کو اپنی جماعت (صوفیہ) میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اسکے سوا بھی کچھ مال ہے
(۷) اس نے عرض کیا کہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ مال اور زیادہ ہوجائے۔ عرض کیا کہ ہاں چاہتا ہوں۔ ارشاد
فرمایا کہ یہ دینار تمھیں رکھو کہ تم ہم سے زیادہ اُن کے محتاج ہو۔

ف۔ کیونکہ ہم تو نہ ان کے خواہشمند ہیں نہ ان پر زیادتی کے اور تم زیادتی کے طالب ہو۔ اس شخص نے اپنے پاس اور مال موجود ہونے کا غالباً یہ سمجھکر اقرار کیا ہوگا کہ کہیں یہ سمجھکر اس کا ہدیہ رد نہ کر دیا جاوے کہ اسکے پاس صرف یہی مال تھا جو لے آیا اس کو بعد میں پریشانی ہوگی۔ مگر یہاں یہی چیز رد کرنے کا سبب ہوگئی۔ عجب نہیں کہ اس شخص کے نفس میں یہ خیال ہو کہ ان حضرات کو ہدیہ دینے سے مال میں برکت اور زیادتی ہوجائے گی۔ اور یہ خیال اخلاص کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت شیخ نے یہ سوال کرکے اُس کا ہدیہ واپس فرما دیا۔ یہ تو مترجم کی توجیہ ہے اور حضرت مؤلف نے یہ کہا ہے کہ غالباً صوفیہ کے مذاق کے اور جنیدؒ کی عبارت کے مناسب یہ ہے کہ حضرت جنید کو ہدیہ دینے والے میں طمع و حرص کے آثار محسوس ہوئے جس سے یہ احتمال ہوا کہ یہ ہدیہ کے بعد پچھتاوے گا۔ آپ نے ایک ایسے لطیف طریق سے عذر فرما دیا جس کا اُس سے جواب بھی نہ بن پڑے اور اُسکی دل شکنی بھی نہ ہو واللہ اعلم۔

حضرت رویم ابن احمد کے ارشادات (متوفی ۳۰۳ھ)

وسعت اور تنگی برتنے کے مواقع کا بیان آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ حکیم کی حکمت کو مقتضی یہ ہے کہ احکام میں اپنے بھائی مسلمانوں پر تو وسعت کرے (یعنی جہانتک شرعی گنجائش ہو ان کو آسان عمل بتلائے) اور اپنے

Marfat.com

(فی ضرر الاختلاط ولو بین الصلحاء) کان یقول لاتزال الصوفیۃ بخیر ماتنافروا فاذا اصطلحوا هلـ...

عن شاہ بن شجاع الکرمانی صحبت اباتراب النخشبی[۵۱] (فی بطلان الکمال برؤیتہ) کان یقو...

لاھل الفضل فضل مالم یروہ فاذا رأوہ فلافضل لھم ولاھل الولایۃ ولایۃ مالم یرو...

فاذا رأوھا فلاولایۃ لھم

(فی فضل حب الاولیاء والتحبب الیھم) کان یقول ماتعبد متعبد باکثر من التحبب

الی اولیاء اللہ تعالیٰ فاذا احب اولیاء اللہ فقد احب اللہ واذا احبہ الاولیاء فقد احبہ اللہ

عن محمد بن عمر الحکیم الوراق لقی احمد بن خضرویہ[۵۲] (فی ضرر السفر للمبتدی) کا...

یمنع اصحابہ من السفر والسیاحات ویقول مفتاح کل برکۃ التصبر فی موضع ارادتک الی

ان تصح لک الارادۃ فاذا صحت لک الارادۃ فقد ظھر علیک اوائل البرکۃ۔

نفس پر تنگی برتے (یعنی خود احتیاط اور تقویٰ پر عمل کرے) کیونکہ عام مسلمانوں پر وسعت کرنا علم کا اتباع ہے اور اپنے نفس پر (بقدر تحمل) تنگی (یعنی احتیاط اور عزیمت پر عمل) کرنا تقویٰ کا مقتضی ہے۔

(۸) **زیادہ میل جول کا مضر ہونا اگرچہ صلحاء ہی کے درمیان ہو** فرمایا کہ صوفیہ کرام اُس وقت تک خیر پر ہیں جب تک ایک دوسرے سے یکسوئی رکھیں اور جب آپس میں میل جول کرنے لگیں تو ہلاک ہو جائیں گے۔

ف۔ مراد وہ اختلاط اور میل جول ہے جس میں اوقات ضائع ہوں یا بے ضرورت ہو۔

حضرت شاہ بن شجاع کرمانی کے ارشادات

اپنے کمال کو کمال سمجھنا اُس کو برباد کرنا ہے فرماتے تھے کہ اہل فضل وکمال کی فضیلت اُسی وقت تک ہے کہ وہ خو(د) اُس کی طرف نظر والتفات نہ کریں اور جب اُس پر خود اپنی نظر ہونے لگے تو کوئی فضیلت نہ رہی۔ اسی طرح اولیاء کی ولا(یت) اُسی وقت تک ہے کہ وہ خود اُس پر (فخر کے ساتھ) نظر نہ کریں اور جب اُس پر اپنی نظر ہونے لگی تو کچھ ولایت نہ رہی۔

ف۔ مطلب یہ ہے کہ خود بینی سے فضل وکمال اور ولایت نہیں رہتی۔ اور جن اولیاء سے اپنی ولایت کا اعلان وتذکرہ خود منقول ہے وہ خود بینی کے طور پر نہ تھا بلکہ یا کسی وارد کے ماتحت اور یا کسی دینی مصلحت کی بنا پر۔

اولیاء اللہ سے محبت کرنے اور اُن کے محبوب ہونے کی فضیلت کا بیان فرمایا کہ کوئی عابد اس سے اچھی عبادت نہیں کر سکتا کہ ایسے اعمال اختیار کرے جن سے وہ اولیاء اللہ کی نظر میں محبوب ہو جاوے۔ کیونکہ جب اولیاء اللہ سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کی اور اگر اولیاء اللہ نے اُس سے محبت کی تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہی اُس سے محبت کی۔

حضرت محمد بن عمر حکیم وراق رحمہ اللہ کے ارشادات

مبتدی کیلئے سفر کا مضر ہونا آپ اپنے مریدین کو سفر اور سیر وسیاحت سے منع فرماتے اور کہتے تھے کہ ہر برکت کی کنجی یہ ہے کہ اپنے موقع ارادت میں استقلال کی ساتھ جمے رہو جب تک وہ ارادت اپنے حال پر پختہ نہ ہو جاوے (یعنی خیالات ومعمولات ایک حال پر برقرار ہو جاویں مبتدی کو جو انتشار رہتا ہے وہ زائل ہو جاوے) جب ارادت (قرار پا جاوے اُس وقت برکت کے ابتدائی) آثار کا ظہور شروع ہوتا ہے (سو اگر اس ابتداء ہی میں انضباط فوت ہو گیا جو سفر کے لوازم عادیہ سے ہے تو پھر ابتداء ہی بگڑ جاویگی آگے۔

---

۵۱ حضرت ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ہیں ۱۲ منہ ۵۲ حضرت احمد بن خضر کے دیکھنے والوں میں سے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

فی عدم نفع الطاعۃ مع الکبر) کان یقول الخضوع الفاسقین افضل من صولۃ المطیعین

عن احمد بن عیسی الخزار المتوفی سنۃ تسع وسبعین ومائتین (فی حد انقطاع

البکاء) سئل ہل یصل العارف الی حال یجفو علیہ البکا قال نعم انما البکاء فی

وقت سیرہم الی اللہ عزوجل فاذا نزلوا الی حقائق القرب وذاقوا طعم الوصول مزبرہ تعالیٰ

زال عنہم البکاء ولذلک ورد فان لم تبکوا فتباکوا۔ ای تنزلوا فی المقام لیقتدی

بکم السائرون +

عن محمد بن اسمٰعیل المغربی المتوفی سنۃ تسع وسبعین ومائتین

فی ترجیح التجرد عن الدنیا علی التعبد) من کلامہ الفقیر المجرد عن الدنیا ان لم یعمل شیئا

تکبر کے ساتھ عبادت کا نافع (کامل) نہ ہونا فرمایا کہ بدعمل اور گناہگاروں کی تواضع اور پستی عبادت گذاروں کی

بلندی اور تکبر سے بہتر ہے۔

حضرت احمد بن عیسی خزارؒ کے ارشادات

حالت گریہ ختم ہوجانے کا وقت آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عارف کبھی ایسے حال پر بھی پہنچ جاتا ہے کہ اس

(1) کو رونا نہ آوے فرمایا ہاں بکا (کا غلبہ اکثر) اس وقت تک رہتا ہے جب تک سالک سیر الی اللہ (یعنی قطع منازل

سلوک) میں مشغول ہے۔ پھر جب وہ حقائق قرب پر پہنچتا ہے (یعنی اپنے مناسب درجہ میں مستقر ہوجاتا ہے) اور

اللہ تعالیٰ کے (خاص) انعامات کا ذائقہ چکھتا ہے تو غلبۂ بکا اس سے منقطع ہوجاتا ہے اور اسی لئے حدیث میں وارد ہوا

ہے کہ اگر تم کو حقیقۃً رونا نہ آوے تو بتکلف گریہ کی صورت بناؤ۔ یعنی اپنے مقام سے نزول اختیار کرو تاکہ سالکین

تمہارا اقتدا کریں۔ **ف**: قرب ووصول کے بعد گریہ کا انقطاع اکثری ہے لازمی نہیں کیونکہ [illegible] بسا اوقات

بھی گریہ شوق کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ بعض گریہ میں حضرت شاہ ابوالمعالی نے فرمایا ہے۔ اور [illegible]

اسی کے متعلق شعر فرماتے ہیں ؎

بلبل برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت	واندراں برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ وفریاد چیست	گفت ما را جلوۂ معشوق بر ایں کار داشت

اور جن حضرات کی حالت گریہ بوقت وصول وکمال منقطع ہوجاتی ہے وہ بھی [illegible] کے اعتبار سے ہے۔ بعض [illegible]

طاری ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرب ووصول کس کو ہوگا [illegible] آپ سے [illegible] متعدد [illegible] گریہ [illegible]

بروایات صحیحہ منقول ہے۔ مگر کامل [illegible] ہوتا [illegible] (مترجم)

حضرت محمد بن اسمٰعیل مغربیؒ کے ارشادات

ترک تعلقات کا کثرت عبادت سے افضل ہونا آپ کے [illegible] ارشادات ہے کہ جو درویش تعلقات [illegible]

Marfat.com

من اعمال الفضائل افضل من ھؤلاء المتعبدین ومعھم الدنیا بل ذرۃ من عمل الفقیر المجرد افضل من الجبال من اعمال اھل الدنیا ؛

عن احمد بن مسروق المتوفی سنۃ تسع وتسعین ومائتین

(فی حد اتباع العقل) کانؒ یقول من لم یحترز بعقلہ من عقلہ لعقلہ ھلک بعقلہ ؛

(فی ضرر الافراط فی الاشتغال بعلم الظاھر) کان یقول رأیت القیامۃ قد قامت ورأیت موائد نصبت فاردت ان اجلس علیہا فقالوا لی ھذہ للصوفیۃ فقلت انا منھم فقال لی ملک قد کنت منھم ولکن شغلک عن اللحوق بھم کثرۃ الحدیث وحبک التمیز علی الاقران فقلت تبت الی اللہ واستیقظت فاقبلت علی طریق القوم وقلت للحدیث رجال غیری ؛

فارغ ہو وہ اگر اعمال فضائل ونوافل میں سے کچھ بھی نہ کرے تب بھی اُن عباد سے افضل ہے جن کی ساتھ دنیا ہے۔ بلکہ تارک دنیا درویش کے عمل کا ایک ذرہ اہل دنیا کے پہاڑ برابر اعمال سے افضل ہے ؛

حضرت احمد بن مسروق رح کے ارشادات

متوفی ۲۹۹ھ

عقل کا اتباع کس حد تک ہونا چاہیئے جو شخص اپنی عقل کی حفاظت کے لئے اپنی عقل کے ذریعہ سے اپنی عقل (کی آفات سے) پرہیز نہ کرے وہ اپنی عقل ہی کی بدولت ہلاک ہوگیا ؛ **ف** مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اتباع عقل میں اس غلو کرے کہ عقل حقیقی اور کامل کے مقتضی یعنی اتباع وحی ونبوت سے نکل جاوے جیساکہ فلاسفہ کو پیش آیا۔ وہ ہلاک ہوگا۔ اُستاذی وسیدی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند نے اسی مضمون کے متعلق سلف میں سے کسی بزرگ کا نہایت لطیف جملہ نقل فرمایا تھا۔ کہ عقلك دون دینك وثوبك دون قدرك۔ یعنی انسان کو چاہیئے کہ اپنی عقل کو دین سے کم (یعنی اُس کا تابع) رکھے اور اپنا لباس اپنے درجہ (حیثیت) سے کم رکھے۔ (احقر مترجم)

علم ظاہر کے اشتغال میں افراط ومبالغہ کی مضرت آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ (خواب میں) دیکھا کہ قیامت قایم ہے اور دسترخوان بچھے ہوئے ہیں۔ اُن پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ دسترخوان تو صوفیائے کرام کے واسطے ہیں۔ میں نے ذکر کیا کہ میں بھی تو اُنھیں میں سے ہوں۔ تو ایک فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ بیشک تم اُن میں سے تھے مگر تمھیں کثرت حدیث نے اور معاصرین پر تفوق وتفاضل کی خواہش نے اُنکے درجہ تک پہنچنے سے روکدیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر میں بیدار ہوگیا اور قوم (صوفیاء) کے طریق میں مشغول ہوگیا۔ اور (اپنے دل میں) کہا کہ حدیث کیلئے میرے سوا دوسرے علماء بہت ہیں۔

ف ۔ معلوم ہوا کہ جب علم ظاہر کی تعلیم وتبلیغ علماء کر رہے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ اپنے باطن کی اصلاح وتنویر اور عبادت وذکر میں مشغول ہو۔ علم ظاہر میں ضرورت سے زیادہ اشتغال نہ کرے۔ کیونکہ خود اُس سے مقصود عمل صحیح ہے جو کہ حاصل ہے طریق کا۔

Marfat.com

[ع]ن اسمعیل بن سہل و کان من اقران جنید رح (فی عدم النظر الی ماینسب الیہ)۔
کان یقول الفقیہ ھوالذی لایدخل تحت المنسوبات الیہ ؛

عن ابی العباس بن عطاء المتوفی سنۃ تسع او احدی عشرۃ وثلاثمائۃ

(فی احتقار اعمال نفسہ) سئل رح عن المروۃ فقال ھی ان لاتستکثر للہ عملاً ؛

(فی لزوم معاتبۃ نفسہ) کان یقول المعتنیہ اقامۃ المعاتبۃ علی الدوام ؛

عن ابراھیم الخواص المتوفی سنۃ احدی وتسعین و ثلاثمائۃ

(ترجیح حقیقۃ العلم علی صورتہ) کان یقول انما العلم لمن اتبع العلم واستعملہ واقتدی السنن وان کان قلیل العلم ؛

عن ابی حمزۃ البغدادی المتوفی سنۃ تسع وثمانین ومائۃ

(فی الشکر علی الخیر) کان یقول اذا فتح اللہ علیک طریقا من طرق الخیر فالزمہ وایاک ان نظرالیہ او تفتخر بہ واشتغل بشکر من وفقک لذلک فان نظرک الیہ یسقطک من مقامک

حضرت اسمٰعیل بن سہل رح کے ارشادات

(۳)

جو فضائل کسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہوں اُن پر نظر نہ کرنا چاہیئے — فرمایا کہ فقیہ وہ شخص ہے جو اُن فضائل وکمالات کے نیچے نہ آئے جن کی نسبت اُس کی طرف کی جاتی ہے (یعنی اُن پر فخر ومباہات کے طور پر نظر نہ کرے)

حضرت ابوالعباس ابن عطاء رح کے ارشادات

اپنے اعمال کو حقیر سمجھنا — آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ مردانگی کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کسی عمل کو حق تعالے کے لئے زیادہ نہ سمجھے ؛

اپنے نفس پر ہمیشہ مواخذہ کرنا — آپ فرماتے تھے کہ محبت (کامل) یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس پر مواخذہ او رمحاسبہ جاری رکھے ؛

حضرت ابراہیم خواص رح کے ارشادات

صورت علم پر حقیقت علم کی ترجیح — فرماتے تھے کہ علم تو اُسی شخص کا ہے جو علم کا اتباع کرے اور اُس پر عمل کرے اور سنت کا اقتدا کرے۔ اگرچہ (عرفی اور رسمی طور پر) وہ کم علم ہو ؛

حضرت ابوحمزہ بغدادی رح کے ارشادات

نیکی پر شکر ادا کرنا — فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر کسی نیکی کا راستہ کھولیں تو اُس کو لازم پکڑ لو۔ اور اس سے بچو۔ کہ اُس پر نظر کرنے لگو یا اُس پر فخر کرو۔ اور اُس ذات کے شکر میں مشغول ہوجاؤ جس نے تمھیں اس کی توفیق دی۔ کیونکہ تمہارا اُس پر (بطور فخر ومباہات) نظر کرنا تمھیں اپنے مقام سے گرادے گا۔

واشتغالك بالشكر يوجب لك فيه المزيد +

(فی مطلوبیۃ السکوت اذا لم یبق حاجۃ الی الکلام) روی انه كان حسن الكلام فهتف به هاتف تكلمت فاحسنت بقي عليك ان تسكت فتحسن فما تكلم بعد ذالك حتی مات +

عن ابی عبد اللہ الشخیری صحب اباحفص الحداد

(فی عدم التثریب علی الذنوب) کان یقول لا تعیّر احدًا حتی تتیقن ان ذنوبك مغفورۃ فان ذلك لا يصح لك +

عن حامد الترمذی المتوفی سنة ف

(برکۃ الخمول وبعض علامات الولی) کان یقول الولی دائمًا فی ستر حاله والکون کله ناطق عن ولایته

عن محمد بن سعید الوراق المتوفی قبل العشرین و ثلاثمائۃ

(ادب العفو) من کلامه رض الکرم فی العفوان لا تذکر جنایۃ اخیك بعد ما عفوت عنه +

(فی علاج التحقیر) من کلامه۔ اذا وقع فی قلبنا حقارۃ لاحد فو[illegible] [illegible]ۃ والاحسان الیه حتی یزول ذلك +

اور شکر میں مشغول ہونا تمہارے لئے زیادتی اور ترقی کا موجب ہوگا +

جب کلام کی ضرورت نہ رہے تو سکوت کا مطلوب ہونا مروی ہے کہ آپ بہت شیریں کلام تھے ایک مرتبہ ایک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تم نے کلام کیا اور بہت اچھا کیا اب یہ باقی رہ گیا ہے کہ سکوت کرو اور (وہ بھی) اچھی طرح کرو (یعنی سکوت کا بھی حق ادا کرو) اسکے بعد وفات تک آپ نے کلام نہیں کیا۔ (کہ) کسی کلام میں ضرورت کا درجہ نہ دیکھا ہوگا +

حضرت ابوعبداللہ شخیری رح کے ارشادات

گناہ پر کسی کو عار نہ دلانا چاہیئے فرمایا کہ کسی شخص کو اسکے گناہ پر عار نہ دلاؤ جب تلک تمہیں یہ یقین نہ ہو جاوے کہ تمہارے سب گناہ بخشدیئے گئے۔ اور (ظاہر ہے) کہ یہ درجہ تمہیں حاصل نہیں ہو سکتا +

حضرت حامد ترمذی رح کے ارشادات

گمنامی کی برکات اور ولی کی بعض علامات فرمایا کہ ولی ہمیشہ اپنے حالات کے چھپانے میں مشغول رہتا ہے مگر کائنات اُس کی ولایت پر ناطق ہوتی ہیں (یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کی ولایت کا اظہار ہو جاتا ہے)

حضرت محمد بن سعید وراق رح کے ارشادات

معافی کا حق آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ مکارم اخلاق کا تقاضا خطار کی معافی میں یہ ہو کہ جب تم نے اپنے بھائی کا قصور معاف کر دیا تو پھر اُس کو کبھی ذکر نہ کرو۔

کسی کی تحقیر دل میں آوے تو اُس کا علاج آپ کا ارشاد ہے کہ جب ہمارے دل میں کسی شخص کی حقارت واقع ہوتی ہے تو ہم اُسکی خدمت اور اُسکی ساتھ حسن سلوک کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہانتک کہ یہ خیال ہمارے دل سے نکل جا[ئے]

ف هذا بیاض فی الاصل [illegible] سنة وفاته [illegible] ۱۲ محمد شفیع عفا عنہ

Marfat.com

عن ممشاد الدینوریؒ المتوفی سنۃ سبع وتسعین ومائتین

(ادب صحبۃ الاولیاء) کان یقول ما دخلت علی فقیر قط الا وانا خال من جمیع الانسب العلوم والمعارف انتظر برکات ما یرد علی من رویتہ او کلامہ وذلک لان من دخل علی شیخ بحظ انقطع بحظہ عن برکات رویتہ ومجالستہ وادبہ وکلامہ +

عن خیر النساج لقی السری السقطی

(برکۃ رویۃ تقصیر نفسہ) کان یقول العمل الذی یبلغ فیہ العبد الی الغایات ہو رویۃ التقصیر والعجز والضعف +

عن الحسین بن عبد اللہ الصنجی المتوفی سنۃ (بیاض بالاصل)

(تدبیر الانقطاع عن شئی) کان یقول لا یقطعک شئی عن شئی الا اذا کان القاطع اتم واکمل واعلی عندک فان کان مثلہ او دونہ فلا یقطعک فالحکم لما غلب علی القلب +

حضرت ممشاد دینوریؒ کے ارشادات

اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے کا طریقہ فرمایا کہ میں جب کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس طرح گیا کہ اپنے قلب کو تمام نسبتوں اور علوم و معارف سے خالی کر لیا اور اس کا منتظر رہا کہ اُن کی زیارت اور کلام سے مجھ پر کیا برکات وارد ہوتی ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس اپنا ذخیرہ لیکر جاتا ہے تو اس ذخیرہ کی وجہ سے اُس بزرگ کی زیارت و صحبت اور ادب و کلام کی برکات سے محروم رہتا ہے +

حضرت خیر نساجؒ کے ارشادات

اپنے قصور کے استحضار کی برکت فرمایا کہ وہ عمل جس کے ذریعہ بندہ انتہائی مدارج پر پہنچتا ہے وہ اپنے قصور اور عجز و ضعف کا استحضار و مشاہدہ ہے +

حضرت حسین بن عبد اللہ الصنجیؒ کے ارشادات

کسی چیز سے منقطع ہونے کا طریقہ فرماتے تھے کہ کوئی شئی تمھیں کسی شئی سے اُس وقت تک منقطع نہیں کر سکتی جب تک کہ قطع کرنے والی چیز تمھارے نزدیک اُس سے زیادہ اتم اور اکمل اور اعلیٰ نہ ہو۔ پس اگر برابر یا کم ہو تو تم اُس چیز سے یکسو نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اثر اُس چیز کا غالب ہوتا ہے جو قلب پر غالب ہو (مثلاً دنیا) آخرت کی فکر دنیا سے اُس وقت منقطع کرے گی جب تمھارے قلب میں دنیا کی فکر دنیا سے زیادہ ہو

عن ابی جعفر بن حمدان المتوفی سنۃ احدی عشرۃ وثلاثمائۃ (ضرر التکبر اشد من المعصیۃ)
کان یقول تکبر المطیعین علی العصاۃ بطاعتہم شر من معاصیہم واضر علیہم منہا کما ان غفلۃ
عن توبۃ ذنب شر من ارتکابہ +

عن ابی علی محمد بن عبد الوہاب الثقفیؒ لقی اباحفص وحمدون القصار (شرائط المربی)
یقول لو ان رجلا جمع العلوم کلہا وصحب طوائف الناس لا یبلغ مبالغ الرجال الا بالریاضۃ من
شیخ او امام مؤدب ناصح ومن لم یاخذ ادبہ من امر لہ وناہ یریہ عیوب افعالہ ورعونات نفسہ
لا یجوز الاقتداء بہ فی تصحیح المعاملات +

عن عبد اللہ محمد بن منازل النیسابوری صحب حمدون (ترک الزوائد من الامور) کان
یقول من التزم شیئاً لا یحتاج الیہ ضیع من احوالہ ما یحتاج الیہ ولا بد منہ + (ترک الاعتراض علی المعلم)
کان یقول من احتجت الی شئ من علومہ فلا تنظر الی شئ من عیوبہ فان نظرک الی عیوبہ یحرمک عن برکۃ الانتفاع

حضرت جعفر ابن حمدانؒ کے ارشادات (تکبر کا نقصان معصیت کے نقصان سے زیادہ ہے) فرمایا کہ اطاعت
کرنے والوں کا گنہگاروں پر تکبر کرنا اُن کے گناہوں سے زیادہ شدید اور ان کے لئے اُن کے گناہوں سے زیادہ مضرت رساں
ہے۔ جیسا کہ کسی گناہ کی توبہ سے بندہ کا غفلت کرنا اُس گناہ کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے + (۶)

حضرت ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی رح کے ملفوظات آپ نے حضرت حمدون قصار کی زیارت کی ہے۔ (مربی کے شرائط) آپ
فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص تمام علوم جمع کرلے اور ہر جماعت کے بزرگوں
کی صحبت میں رہے وہ مردان راہ خدا کے درجہ کو اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کسی ایسے شیخ (مقتدا)
کے سامنے مجاہدہ و ریاضت نہ کرے جو تادیب کرنے والا اور خیر خواہ ہو۔ اور جس شخص نے کسی ایسے شیخ سے اصلاح
حاصل نہ کی جو اس کو (مفید چیزوں کا) امر کرنے والا اور (مضر چیزوں سے) منع کرنے والا ہو۔ اور جو اسکو اُسکے
اعمال کے عیوب اور نفس کی رعونت پر متنبہ کرتا ہو تصحیح معاملات (اصلاح) میں اُسکی اقتداء درست نہیں +

ملفوظات حضرت ابو عبد اللہ محمد بن منازل جو حضرت حمدونؒ کے اصحاب میں سے ہیں (فضول کاموں کا ترک کرنا) فرماتے تھے کہ جو شخص
کسی بے ضرورت چیز کا التزام کرتا ہے وہ اپنے احوال میں سے
بہت سی ایسی چیزوں کو ضائع کر دیتا ہے جن کا وہ محتاج ہے اور وہ اُس کے لئے ضروری ہیں +

مصلح پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے فرمایا کہ تم جس شخص کے علوم کے محتاج ہو اُس کے عیوب
پر نظر نہ کرو۔ کیونکہ اُس کے عیوب پر تمہارا نظر کرنا تمہیں اُس کی برکات علوم کے انتفاع سے محروم کردیگا

ابی الخیر الاقطع۔ المتوفی سنۃ نیف واربعین وثلثمائۃ کتب الی ابی جعفر الخلدی قد جہل الفقراء
کم فی ھذا الزمان واصل ذلک منکم لانکم تصدرتم للمشیخۃ قبل الکمال فاشتغلتم بتادیب
سکم عن تادیبھم (دل علی ضرر اصلاح الغیر قبل اصلاح نفسہ)
ابی الحسین بن حبّان الجمال صحب الخراز (الادب مع الاولیاء) کان یقول لا یعظم اقدار الاولیاء
من کان عظیم القدر عند اللہ عزوجل
ن مظفر القرمیسینی صحب عبداللہ الخراز (اشتراط التادیب بالتادب عن شیخ) کان یقول
ن لا یاخذ الاداب عن حکیم لا یتأدب بہ مرید
ن ابی الحسین علی بن ھندؒ (ثمرۃ حرمۃ الاکابر) قال من اکرمہ اللہ تعالیٰ بحرمۃ الاکابر اوقع
رمتہ فی قلوب الخلق ومن حرم ذلک نزع اللہ حرمتہ من قلوب الخلق فلا تزال تراہ ممقوتا
ان حسنت اخلاقہ وصلحت احوالہ عن ابی العباس بن القاسم بن مہدی ابن بنت احمد بن بشار
خلو اہل المشاھدۃ عن اللذۃ) ما التذ عاقل قط بمشاھدۃ لان مشاھدۃ الحق فناء لیس فیہ لذۃ
لا التذاذ ولا حظ ولا احتظاظ

---

(۷)

ملفوظات حضرت ابوالخیر اقطعؒ جن کی وفات ۳۴۰ھ کے کچھ بعد ہوئی آپ نے ابوجعفرؒ کو خط لکھا کہ اس زمانہ میں درویشوں نے آپ کے معاملہ میں جہالت اور بے قدری اختیار کرلی اور سبب اس کا آپ ہی لوگوں کی طرف سے ہے۔ کیونکہ آپ لوگ مسند مشیخت (تربیت واصلاح) پر حصول کمال سے پہلے بیٹھ گئے (اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اصلاح سے پہلے دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنا مضر ہے)

حضرت ابوالحسین بن حبان جمال جو خراز کے اصحاب سے ہیں (اولیاء اللہ کا ادب) فرمایا کہ اولیاء اللہ کی قدرشناسی وہی شخص کرسکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم القدر ہو۔

حضرت مظفر قرمیسینی جو عبداللہ خراز کے اصحاب میں سے ہیں (دوسروں کی اصلاح کے لئے کسی شیخ کامل سے اپنی اصلاح کرانے کا شرط ہونا) فرماتے تھے جو شخص کسی حکیم شخص سے اصلاح وادب حاصل نہ کرے اس سے کسی مرید کی اصلاح نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالحسین علی بن ہندؒ کے ملفوظات (بزرگوں کی تعظیم کا ثمرہ) فرمایا کہ حق تعالیٰ جس شخص کو بزرگوں کی تعظیم کے ساتھ مشرف فرماتے ہیں مخلوق کے قلوب میں اسکی عظمت ڈال دیتے ہیں اور جو شخص اس سے محروم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی عزت لوگوں کے قلوب سے نکال دیتے ہیں۔ یہانتک کہ تم اسکو ہمیشہ مبغوض دیکھوگے۔ حالانکہ اسکے اخلاق اور احوال درست ہوں۔

حضرت ابوالعباسؒ کے ملفوظات (اہل مشاہدہ کا لذت سے خالی ہونا) فرمایا کہ کوئی عاقل بھی مشاہدہ کی ساتھ لذت نہیں پاتا۔ کیونکہ مشاہدہ حق سبب ہے فنا کا اس میں لذت اور حظ کہاں۔

Marfat.com

عن ابی بکر الطسمتانی رحؒ۔ المتوفی سنة اربعین وثلثمائة (علام الامن من النفس) قال النفس کالنار اذا طفئت فی موضع تأججت فی موضع کذلك النفس اذهذبت من جانب تاثرت من جانب

عن ابی القاسم ابراهیم بن محمد۔ المتوفی سنة سبع وستین وثلثمائة (کون الجذب اسرع من السلوك) قال الجذب اسرع من السلوك فان کل جذبة من الحق تغنی العبد عن اعمال الثقلین۔ (خلاصة الطریق) کان یقول اصل التصوف هو ملازمة الکتاب والسنة وترك الاهواء والبدع وتعظیم حرمات المشائخ واقامة لمعاذیر الخلق والمداومة علی الاوراد وترك ارتکاب الرخص والتاویلات قلت کانه عطف تفسیری لان الرخصة الصریحة من المقاصد الشرعیه۔

عن احمد بن عطاء الروزباری۔ المتوفی سنة تسع وستین وثلثمائة (ذم الشح بلا حکمة) کان یقول اقبح من کل قبیح صوفی شحیح ف قال الشعرانی رحؒ والمراد ههنا بالشح ان یمنع بخلا لا علی وجه الحکمة فان المنع عن بعض الناس من اخلاق الله عزوجل (وخامة الخدمة بلا ادب) کان یقول من خدم الاولیاء بلا ادب هلك۔

(۸)

ملفوظات حضرت ابوبکر طمستانی رحؒ متوفی ۳۴۰ھ (نفس کے کید سے بے فکر نہ ہونا) فرمایا کہ نفس کی مثال آگ جیسی ہے کہ ایک جگہ سے بجھتی ہے تو دوسری جگہ بھڑک اٹھتی ہے۔ ایسا ہی نفس ہے کہ ایک طرف اُس کو مجاہدہ ریاضت کر کے مہذب بنایا جاتا ہے تو دوسری جانب سے متأثر ہوجاتا ہے۔

از حضرت ابوالقاسم بن ابراہیم رحؒ متوفی ۳۶۷ھ (جذب کا سلوک سے زیادہ سریع الاثر ہونا) فرمایا کہ جذب سلوک سے زیادہ سریع النفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ انسان کو تمام جن وانس کے اعمال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ (خلاصہ طریق) آپ فرماتے تھے کہ تصوف کی اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا التزام اور خواہشات و بدعات سے اجتناب اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرے اور مخلوق کے اعذار کو درست سمجھے (یعنی جہاں تک شریعت اجازت دیتی ہو اُن پر مباحات میں ملامت نہ کرے اور جہاں عذر کی گنجائش ہو اُنکے عذر کو قبول کرے) اور اوراد و معمولات پر مداومت کرے۔ اور رخصتوں اور تاویلات کے پیچھے پڑنے سے اجتناب کرے ف حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ رخص پر تاویلات کا عطف عطف تفسیری ہے یعنی رخصتوں سے وہ رخصتیں مراد ہیں جو تاویلیں نکالی جاویں کیونکہ جن امور میں صراحۃً شریعت نے رخصت دی ہو وہ تو مقاصد شرعیہ میں سے ہے۔

از حضرت احمد بن عطار روزباری متوفی ۳۶۹ھ (بدون کسی مصلحت کے بخل کرنیکی مذمت) فرماتے تھے کہ سب بُروں سے زیادہ بُرا وہ صوفی ہے جو بخیل ہو۔ امام شعرانی رحؒ فرماتے ہیں کہ بخل سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ مال کو بلا کسی حکمت کے روکے۔ کیونکہ (بوجہ حکمت کے) بعض لوگوں سے مال کو روکنا تو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(بے تہذیبی کیساتھ خدمت کرنیکا انجام بد) فرماتے تھے کہ جو شخص بے تہذیبی کیساتھ اولیاء اللہ کی خدمت کرتا ہے وہ ہلاک ہوتا ہے۔

Marfat.com

ن علی بن بندار صحب جنید اوغیرہ ۔(استحقار نفسہ) کان یقول زمان یذکر فیہ امثالنا
صلاحہ لایرجی فیہ الصلاح + عن محمد بن عبد الخالق الدینوری المتوفیٰ
فی اثر الزہد والمعرفۃ) کان یقول تعب الزہد علی البدن وتعب المعرفۃ علی القلب +
فی مضرۃ کثرۃ الکلام) ۔کان یقول ان کثرۃ الکلام تنسف الحسنات کما تنسف الارض
سماء + عن سیدی عبد القادر الجیلی المتوفی سنۃ احدی وستین وخمسمائۃ ۔(فی علامات
نوع الابتلاء) ۔کان یقول علامۃ الابتلاء علی وجہ العقوبۃ والمقابلۃ عدم الصبر عند وجود البلاء
الجزع والشکوی الی الخلق وعلامۃ الابتلاء تکفیراً وتمحیصاً للخطیات وجود الصبر الجمیل من
غیر شکوی ولا جزع ولا ضجر ولا ثقل فی اداء الاوامر والطاعات وعلامۃ الابتلاء لارتفاع الدرجات
وجود الرضا والموافقۃ وطمانیۃ النفس والسکون للاقدار حتی تنکشف +

ملفوظات حضرت علی بندار جو کہ حضرت جنید وغیرہ کے اصحاب میں سے ہیں

(اپنے نفس کو حقیر سمجھنا) آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں ہم جیسے لوگوں کو مصلح ذکر کیا جاوے اُس میں صلاح کی کوئی اُمید نہیں +

از حضرت محمد بن عبد الخالق دینوری

(زہد اور معرفت کے آثار کا محل) فرماتے تھے کہ زہد کی مشقت تو بدن پر ہوتی ہے اور معرفت کی مشقت قلب پر ۔اسی لئے زہد کا مجاہدہ عام خلق کو محسوس ہوتا ہے اور معرفت کا مجاہدہ اُن کو محسوس نہیں ہوتا حالانکہ وہ بہت اشد ہے ۔کما قیل ؎ اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ✽ حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند + (کثرت کلام کی مضرت) ۔فرماتے تھے کہ کثرت کلام حسنات کو اس طرح چوس لیتی ہے جیسے زمین پانی کو جذب کرلیتی ہے +

از حضرت سیدی عبد القادر جیلی متوفی ۵۶۱ھ

(مصائب میں مبتلا ہونے کی مختلف صورتیں اور اُن کی علامات) ۔انسان پر جو آفات و مصائب آتے ہیں اس کی وجوہ مختلف ہوتی ہیں کبھی قہر خداوندی ہوتا ہے اور کبھی اس شخص کا کفارہ سیئات منظور ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات ۔حضرت شیخ رح فرماتے ہیں کہ جو ابتلاء بطور سزا و عقوبت کے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اسکو صبر نہیں ہوتا جزع فزع میں گرفتہ رہتا ہے اور مخلوق سے شکایت کرتا ہے ۔اور جو ابتلاء کفارہ سیئات کے لئے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ مصیبت کے وقت صبر جمیل کی توفیق ہوتی ہے شکایت اور جزع فزع اور دل تنگی نہیں ہوتی اور طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں ثقل نہیں ہوتا ۔اور جو ابتلاء رفع درجات کے لئے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ رضا بقضا اور موافقت پائی جاتی ہے ۔اور نفس میں طمانیت اور سکون محسوس ہوتا ہے ۔یہانتک کہ وہ مصیبت دُور ہوجاوے +

عن ابی محمد الشنبکی۔ المتقدم زماناً علی سیدی عبد القادر الجیلی۔ (بعض لوازم الولایة) کان یقول الولی من ستر حاله ابداً والکون کله ناطق عن ولایته من غیر ظهور اعمال تمیزه ۔

عن الشیخ عقیل المنبجی۔ من شیوخ عدی بن مسافر الآتی ذکره وغیره (التسلیم فی الثمرات) کان یقول من طلب لنفسه حالاً او مقاماً فهو بعید من طرقات المعارف ۔ **عن الشیخ عدی بن مسافر** المتوفی سنة ثمان وخمسین وخمسمائة من ممدوحی الشیخ عبد القادر۔ (اشتراط الاعتقاد الکامل فی شیخه للنفع)۔ کان یقول لا تنتفع بشیخك الا ان کان اعتقادك فیه فوق کل اعتقاد ۔

(اشتراط التادیب من الشیخ للتادیب) کان یقول من لم یاخذ ادبه من المؤدبین افسد من اتبعه (ضرر التحقیق بدون التحقق) کان یقول من اکتفی بالکلام فی العلم دون الاتصاف بحقیقته انقطع

عن الشیخ ابی النجیب السهروردی۔ المتوفی سنة ثلاث وستین وخمسمائة۔ (منازل التصوف) کان یقول اول التصوف علم واوسطه عمل واخره موهبة فالعلم یکشف عن المراد والعمل یعین علی الطلب والموهبة تبلغ غایة الامل ۔

از حضرت ابو محمد شنبکی رحمۃ اللہ علیہ جو زماناً حضرت سیدی عبد القادر جیلی سے متقدم تھے (ولایت کے بعض لوازم) فرماتے تھے کہ ولی وہ شخص ہے جو ہمیشہ اپنے حال کو چھپائے اور تمام کائنات اسکی ولایت کے ناطق ہو (یعنی عموماً دنیا کے لوگ اسکو ولی اللہ مانتے ہوں) بدون اسکے کہ اسکے ایسے اعمال لوگوں پر ظاہر ہوں جو اس کیلئے امتیازی شان پیدا کریں۔ (۴)

از حضرت شیخ عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت عدی بن مسافر کے شیوخ میں سے ہیں جن کا ذکر عنقریب آتا ہے (اعمال کے ثمرات میں تفویض و تسلیم) آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے لئے حال و دولت یا کوئی خاص مقام طلب کرے وہ معرفت کے راستوں سے دور ہے ۔

از حضرت عدی بن مسافر متوفی ۵۵۸ھ سیدی عبد القادر جیلی نے انکی مدح فرمائی ہے (نفع باطن کیلئے شیخ کا اعتقاد کامل شرط ہے) آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے شیخ سے اس وقت تک نفع حاصل نہیں کر سکتے جبتک تمہارا اعتقاد ان کے متعلق سب سے زیادہ نہ ہو ۔ (اصلاح غیر کیلئے شرط ہے کہ خود کسی شیخ سے اصلاح و تربیت حاصل کرے) فرماتے تھے کہ جس شخص نے کسی مصلح کی خدمت میں رہ کر ادب و اصلاح حاصل نہ کی ہو وہ اپنے متبعین کو بھی تباہ کریگا ۔

(حقیقت کے ساتھ متصف ہونے بغیر تحقیقات کرنیکا ضرر) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم باطن میں بدون اس کے کہ اس کی حقیقت کے ساتھ متصف ہو محض زبانی کلام پر اکتفا کرے وہ طریق سے منقطع اور بعید ہو جائے گا ۔

از شیخ ابو النجیب سہروردی متوفی ۵۶۳ھ (تصوف کی منازل) آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی پہلی منزل علم ہے اور درمیانی منزل عمل اور آخری منزل محض عطاء خداوندی ہے کیونکہ علم منزل مقصود کو منکشف کر دیتا ہے اور عمل اس کی طلب میں امداد کرتا ہے اور عطاء حق منتہائے مقصود پر پہنچاتی ہے ۔

Marfat.com

[ی]ن نقیب الفقراء الا ان یکون النقیب متمکنا فی نفسہ یبعد عنہ الفساد وقال لا ینبغی للشاب [ا]ن یجلس فی وسط الحلقۃ مع الرجال انما یجلس خلف الحلقۃ ولا یواجہ الناس بوجھہ ولا یخالط [احد]اً من الفقراء حتی یلتحی اھ۔ قلت وھذا الاستثناء کان فی زمانھم اما الیوم فالاحکام عامۃ بدون [ا]ستثناء صالح المردان وصالح الفقراء والشیوخ ویقال لکلھم ؎

ہرگز نگفت می گوں لا تقربوا کہ زہراست		حال پدر بیاد از ام الکتاب دارم	

عن الشیخ ابی المسعود بن ابی العشائر المتوفی سنۃ اربع واربعین وستمائۃ

[ف]ی الحذر عن وسوسۃ البعد ولو بعیدۃ) کان یقول علیک بحسم مادۃ الخواطر المشغلۃ التی یتولد [م]نہا محبۃ الدنیا واذا صدر منہا خاطر فاعرض عنہ واشتغل بذکرہ عزوجل عن ذلک الخاطر وکان یقو[ل] حذار ان تساکن الخاطر فیتولد من الخاطر ھمٌّ وربما غفلت عن الھم فیتولد منہ ارادۃ وربما قویت الارادۃ فصارت ھوی غالبا فاذا صارت ھوی غالبا ضعف القلب وذھب نورہ وربما تلف بالکلیۃ وانعزل عنہ العقل وصار کأنَّ علیہ غطاء ؛

نقیب الفقرا ار [illegible] کے سپرد نہ کرے۔ الا اس صورت میں کہ نقیب الفقراء صاحب تمکین اور نفس پر قابو یا[فتہ] ہو اور اس پر کسی فساد کا خطرہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ نو عمر کو نہ چاہئے کہ وہ مردوں کے ساتھ وسط حلقہ میں بیٹھے۔ بلکہ حلقۂ رجال کے پیچھے بیٹھنا چاہئے۔ اور لوگوں کی طرف [منہ] نہ کرے اور نہ کسی درویش سے اختلاط کرے۔ جب تک اس کے داڑھی نہ نکل آئے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تمام استثنا انھیں بزرگوں [illegible] کے لئے تھے۔ اور آجکل تو تمام احکام عام ہیں [illegible] کسی کا استثنا نہیں [illegible] امردوں [illegible] ولی شیخ کا۔ بلکہ آجکل تو [illegible] کہا جائے گا ؎ ہرگز نگفت می گوں لا تقربوا [illegible]

از حضرت شیخ ابو مسعود ابن ابی العشائر متوفی ۶۴۴ھ	[illegible]

[illegible]

طرف مشغول [illegible]

اور ذات تعالیٰ کے ذکر میں مشغول [illegible]

وسوسہ [illegible]

بسا اوقات ارادہ قوی ہوجاتا ہے [illegible]

ہوجاتا ہے اور اس کا نور جاتا رہتا ہے۔ اور بسا اوقات [illegible]

ہوجاتی ہے اور [illegible] جاتا ہے ؛

(فی اغتنام وسائط القرب ولو ضعیفۃ) کان یقول علیک بالاستغال باللہ تع فان عجزت عن الاستغفال بہ فعلیک بالاشتغال باللہ تع فان عجزت عن الاشتغال بہ فعلیک بالاشتغال بطاعۃ اللہ تع ولا اری لک عذرا فی عدم الاشتغال بطاعتہ لانہا اوّل درجات الترقی ✦

(فی اسہل ندابیر المجاہدۃ) کان یقول یجب علی السالک اذا رأی من نفسہ خلقا سیئاً عن کبر او شرک (یعنی الریاء) اوبخل اوسوءظن باحد ان یدخل نفسہ فی ضد ما دعت الیہ ثم یقبل علی ذکر اللہ تع ویستنجد بحولہ وقوتہ ومجاہداتہ فتضعف اخلاق نفسہ ویکثر نور قلبہ فینزل الحق تع ذرۃ من محبتہ فیترک الاشیاء بلا مکابدۃ وینقطع کل مالوف بلا مجاہدۃ ✦

(فی اداء حق النفس ومنعہا عن الطغیان) - قال فی کلام طویل فیعطی النفس حظہا من الماکل والمشرب ویمنعہا مایطغیہا منہ لانہا امانۃ اللہ عزوجل عند العبد وہی المطیۃ التی یسیر علیہا فظلمہا کظلم الغیر ✦

(قرب الٰہی کے ذرائع کو غنیمت سمجھنا چاہئے اگرچہ ذرائع بعیدہ ہوں) - آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو چاہئے کہ ذات حق تعالیٰ میں ایسا محو ہو جاوے کہ ماسوا سے غفلت پیدا ہو جاوے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اُس کی ذات کی ساتھ اشتغال کی کیفیت پیدا کرے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو کم از کم حق تعالیٰ کی اطاعت ہی میں مشغول رہے - اور طاعت میں اشتغال نہ کرنے کا میرے نزدیک کوئی عذر (مسموع) نہیں کیونکہ یہ درجات ترقی میں سے بالکل ابتدائی درجہ ہے ✦ (۸)

(مجاہدہ کی سہل ترین تدبیر) - فرمایا کرتے تھے کہ سالک پر واجب ہے کہ جب اپنے نفس میں کوئی خلق رذیل دیکھے مثلاً کبر یا شرک (شرک سے مراد ریا ہے) یا بخل یا کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا وغیرہ تو اُسکو چاہئے کہ اپنے نفس کو اُس کی خواہش کے خلاف میں داخل کرے (مثلاً کسی کے مقابلہ میں کبر ہے تو اُس کی ساتھ تواضع کا برتاؤ کرے بخل ہے تو صدقہ خیرات کرے) پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کی قوت و توفیق سے اور مجاہدات سے استعانت کرے - تو اُس کے نفس کے اخلاق رذیلہ ضعیف ہو جائیں گے - اور نور قلب بڑھ جائے گا - پھر حق تعالیٰ اپنی محبت کا کوئی ذرہ عطا فرما دیں گے تو تمام (مضر اور فضول) چیزوں کو بلا مشقت چھوڑ دے گا اور ہر مرغوب نفسانی بلا مجاہدہ قطع ہو جائے گا ✦ (نفس کا حق ادا کرنا چاہئے مگر اُس کو تجاوز عن الحد سے روکنا چاہئے) ایک کلام طویل کے دوران میں ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے نفس کو اُس کا حق دے یعنی کھانا پینا اور ضروری راحت وغیرہ البتہ اُس کو ایسی چیز سے دُور رکھے جو اُس کو حدود سے نکالدے - کیونکہ انسان کا نفس اُس کے پاس حق تعالیٰ کی امانت ہے - اور ایک سواری ہے جس پر وہ سلوک کا راستہ چلتا ہے - اس لئے اُس پر ظلم کرنا بھی ایسا ہی جرم ہے جیسے کسی غیر پر ظلم کرنا ✦ فقط

Marfat.com

عن الشیخ احمد بن ابی الحسین الرفاعی ۔ الساکن بام عبیدة المتوفی سنة سبعین وخمسمائة

(فضیلة الصدقة علی النوافل) ۔ کان یقول الصدقة افضل من العبادات البدنیة والنوافل (فلکون نفعها متعدیا ولکونها شاقة علی النفس) ۔ (مضرة السفر بلا حاجة) ۔ کان یقول السفر یفقر [illegible] دینه ویشتت همه (فانه للاخلال فی الوظائف والتشویش فی الاوقات) ۔

(بعض آداب المرید) ۔ کان یقول من علامة اقبال المرید ان لا یتعجب شیخه فی تربیته بل یکون مطیعا للاشارة وان یفتخر شیخه به بین الفقراء الا انه یفتخر هو بشیخه ۔

(غض البصر عن عیوب الناس) ۔ کان یقول من شرط الفقیر ان لا یکون له نظر فی عیوب الناس ۔

عن الشیخ علی بن الهیتی المتوفی سنة اربع وستین وخمسمائة ۔ (عدم [illegible] الخلوة لاهل الوهب) ۔ مکث نحو ثمانین سنة لیس له خلوة ولا معزل بل ینام بین الفقراء و ذلک لان فتحه انما هو من طریق الوهب ۔

(صدقہ کا نوافل سے افضل ہونا) فرمایا کرتے تھے کہ عبادات بدنیہ اور نوافل سے صدقہ افضل ہے [illegible]	از حضرت شیخ احمد بن الحسین الرفاعی متوفی ۵۷۰ھ

فرماتے ہیں کہ وجہ افضلیت یہ ہے کہ صدقہ کا نفع متعدی ہے اور وہ نفس پر زیادہ شاق ہے ۔

(بلا ضرورت سفر کی مضرت) فرمایا کرتے تھے کہ سفر درویش کے دین کو [illegible] اور اس کی [illegible] کو برباد کر دیتا ہے ۔ حضرت مصنف [illegible] فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہ سفر کی وجہ سے معمولات [illegible] اور اوقات مشوش ہوتے ہیں ۔

(مرید کے چند آداب) فرمایا کرتے تھے کہ مرید کی سعادت کی علامت یہ ہے کہ [illegible] شیخ کو اس کی [illegible] مشقت میں نہ ڈالے بلکہ ہر ایک بات کا ماننے والا ہو [illegible] اشارہ پر اطاعت کرنے والا ہو [illegible] درویشوں میں اس پر فخر کرنے کا باعث ہو ایسا ہے نہ کہ وہ اپنے شیخ پر فخر کرے ۔

(لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی) فرمایا کرتے تھے درویش کے [illegible] عیوب پر اس کی نظر نہ ہو ۔

از حضرت علی بن الہیتی متوفی ۵۶۴ھ

[illegible] کے لئے خلوت کا [illegible] خلوت خانہ تھا نہ کوئی علیحدہ گوشہ بلکہ عام درویشوں کے ساتھ [illegible] دولت باطنی [illegible] طور پر حاصل ہوئی تھی ۔

(ومن الکمال عدم الخروج عن الحدود فی الغلبة)۔ کان یقول علامة صحة الحال ان یکو
صاحبه محفوظاً فی احوال غلبته کما کان مغلوباً فی حال صحوه۔ حاصله عدم خلوه فی الح
من اثار السکر وفی السکر عن اثار الصحو + (عدم دوام الحال الا لعارض)۔ کان یقول الاحوال کا
لا یمکن استجلابها اذا لم تکن ولا استبقاءها اذا حصلت الا ان یجعل بعض الاحوال
لاحد فیربیه الحق لیکون وطأً له ومثوی +

عن الشیخ عبدالرحمٰن الطفسونجی۔ (کون التواضع جبر نقصان العمل وکون الک
بخلاف ذلك)۔ کان یقول لا یضر مع التواضع بطالة اذا قام بالواجبات والسنن ولا ینتج
الکبر عمل مندوب ولا علم مطلوب + عن الشیخ ابی عمرو عثمان بن مرزوق القرشی۔ المتو
سنة اربع وستین وخمسمائة۔ (ضرر التشبه باهل الاحوال قبل التمکن)۔ کان یقول ایاک
ومحاکاة اصحاب الاحوال قبل احکام الطریق وتمکن الاقدام فانها تقطع بکم عن السیر (قلتُ
لعدم الامن من الریاء والدعوی)

(کمال کی بات یہ ہے کہ غلبہ حال کے وقت حدود سے نہ نکلے)۔ فرمایا کرتے تھے کہ صحت حال کی علامت یہ ہے کہ صاحب
حال غلبہ حال کے وقت بھی تجاوز عن الحدود سے محفوظ رہے۔ جیساکہ صحو (ہوش وسکون) کے وقت بھی وہ مغلو
رہتا ہے۔ (یعنی صحو میں جس طرح غلبہ سے خالی نہیں جو اثر ہے سکر کا اسی طرح سکر میں محفوظ رہتا ہے جو اثر ہے صحو کا
(کوئی حال دائم نہیں مگر کسی عارض کی وجہ سے)۔ فرمایا کہ حالات باطنی بجلی کی چمک کی طرح ہوتے ہیں کہ اُن کے عدم
حصول کے وقت اُن کی تحصیل ممکن نہیں اور حصول کے وقت اُن کا ابقا ممکن نہیں مگر یہ کہ بعض احوال کو کسی
شخص کے لئے غذا بنا دیا جائے تو حق تعالیٰ اُس کے حال کی تربیت فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اُس کا اوڑھنا بچھونا
ہوجاتا ہے۔ یعنی اس حال میں اُن کو دوام ہوسکتا ہے +

از شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی (تواضع سے نقصان عمل کا جبر نقصان اور کبر سے اس کے خلاف ہونا) فرمایا کرتے تھے
کہ تواضع کے ساتھ بے عملی مضر نہیں جب کہ فرائض وواجبات اور سنن مؤکدہ پر عمل کرتا رہے۔ اور کبر کے ساتھ
کوئی عمل مستحب نتیجہ خیز ہوتا ہے نہ علم مطلوب +

از شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق قرشیؒ متوفی ۵۶۴ھ (حصول استقامت سے پہلے صاحب حال لوگوں کی
وضع بنانے کی مضرت)۔ آپ (اپنے مریدین سے) فرماتے تھے کہ اصحاب احوال کی نقل اُتارنے سے بچو جب تک کہ تم طریق
میں پختہ کار ثابت قدم نہ ہوجاؤ۔ کیونکہ اگر ایسا کروگے تو وہ تمہیں سیر (یعنی منازل تصوف کے طے کرنے) سے روک دیگا حضرت مصنف
دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اسمیں ریا ودعویٰ سے اطمینان نہیں +

Marfat.com

عن الشیخ ابی مدین المغربی - الموجود فی سنة ثمانین وخمسمائة - (انفع المشاهدة) کان یقول شاهد مشاهدته لك ولا تشاهد مشاهدتك له (قلت لکون الاول اقرب الی الفناء) +

(دوام تعاهد النفس) - کان یقول کل فقیر لا یعرف زیادته ونقصه فی کل نفس فلیس بفقیر +

(ادب الموصول والمشغول بربه) - کان یقول من قطع موصولا بربه قُطِع به ومن اشغل مشغولا بربه ادرکه المقت فی الوقت +

عن الشیخ ابی عبد الله القرشی - وکان اجذم وکرامته مع زوجته مشهورة - (وخامة سوء الظن بالفقراء) کان یقول ما رأینا احدا قط انکر علی الفقراء واساء بهم الظن الا ومات علی حالة (قلت اذا کان الانکار لشائبة من النفس لا لداعی الشرع) +

(اکمل الاخلاص) - کان رض یقول اکمل العبودیة وادابها ولا تطلب بها الوصول الیه فانه اذا اراد لك له اوصلك الیه وای عمل خلص حتی تطلب به الوصول +

از شیخ ابو مدین مغربی جو ۵۸۰ھ میں موجود تھے۔ (سب سے زیادہ نافع مشاہدہ) فرماتے تھے کہ اس کا مراقبہ کرو کہ حق تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ اس کا مراقبہ کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں یہ اسلئے کہ طریق اول اقرب الی الفناء ہے۔ **ف** - یعنی جب کسی شخص کو یہ استحضار ہو جاوے کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں

(۵) تو اس کی خواہشات اور ارادے بلکہ خود اپنا وجود کالعدم ہو جائے گا۔ یہی مقام فناء ہے جو منازل تصوف میں انتہائی مقام ہے۔

(ہمیشہ اپنے نفس کی نگرانی رکھنا) - فرمایا کرتے تھے کہ جو درویش ہر گھڑی میں یہ معلوم نہ رکھے کہ میری حالت میں کمی ہو گئی یا زیادتی وہ درویش نہیں۔ (یعنی درویش کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنی حالت کی فکر میں رہے۔ اگر زیادتی ہو تو شکر کرے اور کمی ہو جاوے تو تدارک کی فکر کرے) + (جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہو اُسکا ادب) - فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہونے والے کو قطع کرے (یعنی اسکا دھیان بٹلائے) حق تعالیٰ اُسکو اپنے سے قطع فرما دیتے ہیں۔ اور جو شخص کسی مشغول بحق کو اپنی طرف مشغول کرے اُسکو حق تعالیٰ کا غضب فوراً پکڑ لیتا ہے +

از حضرت شیخ عبد اللہ قرشی مجذوم آپکی کرامت اپنی زوجہ کیساتھ مشہور و معروف ہے (کہ اُسنے باوجود آپکے جذامی ہونیکے آپکی ساتھ نکاح کو محض لوجہ اللہ گوارا کیا۔ آپ جب اُسکے پاس تشریف لیگئے تو کرامت سے آپکو حق تعالیٰ نے ایک جوان رعنا کی صورت عطا فرما دی۔ مگر اُسنے اصلی جذامی حالت میں رہنے کی درخواست کی تاکہ اخلاص میں نفس کی آمیزش نہ ہو جاوے)

(درویشوں کی ساتھ بدگمانی کا انجام بد) - فرمایا کہ ہم نے کبھی اسکے خلاف نہیں دیکھا کہ جو شخص مخلص اور سچے درویشوں پر اعتراض اور اُنکی ساتھ بدگمانی کرتا ہو تو ہمیشہ اُس کا خاتمہ خراب ہوتا ہو۔ اور بدترین حالت میں مرتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ اُس وقت ہے جبکہ اُن لوگوں پر اعتراض نفسانی شائبہ سے ہو کسی شرعی داعیہ سے نہ ہو۔ (اعلیٰ درجہ کا اخلاص) فرمایا تمہارا کام یہ ہے کہ عبودیت (بندگی) اور اُسکے آداب کو مکمل کرو اور اُسکے ذریعہ وصول الی اللہ کو بھی طلب نہ کرو۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ تمہیں اپنے تک پہنچانا چاہیں گے تو اپنے تک (خود ہی) پہنچا دینگے اور تمہارا کونسا عمل خالص ہے کہ تم اُسکے ذریعہ وصول کے طالب ہو +

عن الشیخ محمد بن ابی جمرة ـ وهو غیر عبد الله بن ابی جمرة مات قبل سنة نیف وسبعین
ستمائة كما یدل علیه ذكره فی الطبقات الكبری قبل الشیخ عبد الغفار المتوفی فی السنة المذكورة
(التحرز من اسباب سقوط حرمة الشیخ من عین المرید) ذكر فی الطبقات الكبری بعض اقواله ث
فرع علیه ما نصه لذلك قالوا لا ینبغی للشیخ ان یاكل مع المرید ولا یجالسه الا عند الضرورة خو
علی المرید من سقوط حرمته من قلبه فیحرم بركة الصحبة ✦ عن الشیخ ابی الحسن الصائغ
السكندری ـ المذكور فی الطبقات بعد الشیخ عبد الغفار القوصی المتوفی فی سنة نیف وسبعین وستما
متصلاً وقبل الشیخ ابی المسعود بن ابی العشائر المتوفی فی سنة اربع واربعین وستمائة متصلاً فدل علی
تقارب ازمانهم ✦ (الذیاد عن المردان وتبعید الناس عنهم وتبعیدهم عن الناس الا لضرورة)
كان یقول لا ینبغی لشیخ زاویة الفقراء ان یدع الشباب المرد یقیمون عنده اذا خاف من اقامتهم مفسدة
علی بعض الفقراء لاسیما جمیل الصورة من الشباب الا ان یكون الشاب غائباً عن طرق الدنیا
مقبلاً علی طرق عبادة ربه لا یتفرغ للهو واللعب بشرط ان یتولی الشیخ امره فی الخدمة بنفسه

از حضرت شیخ محمد بن ابی جمرةؒ | یہ حضرت عبد اللہ بن ابی جمرہ کے علاوہ دوسرے بزرگ ہیں جن کی وفات کچھ اوپر
(٦) چھ سو ستر ہجری میں ہوئی ہے جیسا کہ طبقاتِ کبریٰ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کا تذکرہ شیخ عبد الغفار سے پہلے
ہے جن کی وفات سن مذکور میں ہوئی ہے ✦ (ایسے اسباب سے بچنا جس سے مرید کے دل میں شیخ کی عظمت کم ہو جاوے) طبقات
کبریٰ میں آپ کے بعض ملفوظات ذکر کرنے کے بعد ان پر بطور تفریع لکھا ہے۔ اسی لئے حضرات مشائخ نے فرمایا ہے کہ شیخ
کے لئے مناسب نہیں کہ مرید کے ساتھ بے تکلف کھانا کھاوے اور یہ کہ بے ضرورت اس کے ساتھ مجالست کرے۔ کیونکہ اس
سے یہ اندیشہ ہے کہ مرید کے دل سے شیخ کی عظمت نکل جاوے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس کی برکت صحبت سے محروم
از حضرت شیخ ابو الحسن صائغ اسکندریؒ | ان کا تذکرہ طبقاتِ کبریٰ میں شیخ عبد الغفار قوصی متوفی سن چھ سو
ستر ہجری کے بعد اور شیخ ابو مسعود بن ابی العشائر متوفی ۶۴۴ھ سے پہلے متصلاً لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ
سب حضرات کا زمانہ قریب قریب ہے ✦

(امردوں سے علیحدہ رہنا اور لوگوں کو ان سے اور ان کو لوگوں سے بچانا بجز ضرورت کے علیحدہ رکھنا) فرماتے تھے
کہ درویشوں کی خانقاہ کے شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ بے ریش امردوں کو خانقاہ میں رہنے دے جبکہ ان کی وجہ
سے بعض درویشوں پر فتنہ کا اندیشہ ہو بالخصوص جبکہ نوجوان حسین صورت ہو۔ ہاں اگر دنیا کے طریق سے دور
اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو لہو و لعب کے لئے اس کے پاس وقت نہ ہو تو خانقاہ میں اس کو رہنے کی اس
شرط کے ساتھ اجازت دے کہ شیخ ... اس کی ضروری خدمت کا خود انتظام کرے۔

(بركات المراقبة لله عزوجل) . قال المراقبة لله عزوجل هي المفتاح لكل سعادة وهي طريق
…ة المختصرة وبها يطهر القلب وتند حض النفس ويقوى الانس فينزل الحب ويحصل الصدق
…ه الحارس الذى لاينام والقيوم الذى لايغفل + (فى عدم الغلو فى مقاومة النفس) قال يجب
…ى السالك ان لا يشتغل بالكلية بمقاومة نفسه فان من اشتغل بمقاومتها اوقفته كما ان من
…لها ركبته بل يخدعها بان يعطيها راحة دون راحة ثم ينتقل الى اقل من ذلك ومن
…ومها وصار خصما شغلته ومن اخذها بالخداع ولم يتابع هواها تبعته +

عن الشيخ ابراهيم الدسوقى القرشى . المتوفى سنة ست وسبعين وستمائة

(…منع المريد عن الاشتغال بما لايعنى فى كل شئ) . قال يجب على المريد ان ياخذ من العلم ما
…تادية فرضه ونفله ولا يشتغل بالفصاحة والبلاغة فان ذلك مشغل له عن مراده بل
…فحص عن اثار الصالحين فى العمل ويواظب على الذكر + (سبب الاحتياج الى الاشياخ) قال والله
…هاجر الناس مهاجرة صحيحة ودخلوا تحت الاوامر لاستغنوا عن الاشياخ ولكن جاؤا الى الطريق
بعلل وامراض فاحتاجوا الى حكيم +

(۱) (اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنے کی برکات) فرمایا اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا ہر سعادت و نیک بختی کی کنجی ہے اور یہی راستہ کا مختصر
راستہ ہے اسی سے قلب پاک ہوتا ہے اور نفس کمزور ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ اُنس قوی ہو جاتا ہے پھر قلب میں
محبت الٰہی واقع ہوتی ہے اور صدق و اخلاص حاصل ہو جاتا ہے اور یہی ایک ایسا پاسبان ہے جو سوتا نہیں اور ایک منتظم
ہے جو غفلت نہیں کرتا + (نفس کے مقابلہ میں غلو نہ کرنا چاہیئے) فرمایا کہ سالک پر واجب ہے کہ بالکلیہ نفس کی مخالفت
و مقابلہ میں منہمک نہ ہو کیونکہ جو شخص اُس کی ساتھ مقاومت و مقابلہ میں مشغول ہوگا تو نفس اُس کو (ترقی سے) روک کر
ایک جگہ ٹھیرا دے گا اور جو اس کو آزاد چھوڑ دیا تو اُس پر سوار ہو جاوے گا بلکہ چاہیئے کہ نفس کو بہلا کر دوسرے طرح
کہ اُس کو معمولی درجہ کی راحت دے پھر اُس سے کم درجہ کی طرف منتقل ہو جاوے اور جو شخص کہ نفس کی مقاومت
و مقابلہ کرتا ہے اور اُس کا مقابل و حریف بنتا ہے تو نفس اسکو اپنے ہی میں مشغول کر لیتا ہے اور جو شخص اُس کو خداع و تدبیر
کے ساتھ پابند رکھے اور اُس کی خواہشات کا تابع نہ بنے تو نفس اُس کا تابع ہو جاتا ہے +

از شیخ ابراہیم دسوقی قرشی متوفی ۶۷۶ھ (مرید کو بے فضول امور و کلام سے روکنا) فرمایا کہ مرید کے ذمہ واجب ہے
کہ پہلے اتنا علم حاصل کرے جتنا اسکے ذمہ ادائے فرض و نفل کیلئے واجب ہے اور فصاحت و بلاغت میں مشغول نہ ہو
کیونکہ یہ اسکو اپنی مراد سے غافل کرنے والے ہیں بلکہ اسکو چاہیئے کہ عمل کے بارہ میں صلحاء کے حالات کی تفتیش کرے اور ذکر اللہ
پر مداومت + (شیخ کی ضرورت کا سبب) فرمایا کہ بخدا اگر لوگ (دنیا سے) صحیح ہجرت اختیار کر لیتے اور اوامر الٰہیہ کے تحت میں داخل ہو جاتے تو
وہ شیوخ سے مستغنی ہوتے لیکن وہ اس طریق میں امراض و آفات لیکر داخل ہوتے ہیں اس لئے حکیم کی ضرورت پڑتی ہے +

(لزوم اتباع الشیخ)۔ کان یقول الشیخ حکیم المرید فاذا لم یعمل المریض بقول الحکیم لا یحصل لہ ش

(منع القاء الکلام الی غیر اھلہ)۔ کان یقول یا ولدی لا تُوْدِعَنَّ کلامی الا عند من کان منا واحب ا
یسلك طریقنا ولا تلقہ الا لمحب محق یدخل تحت طینہا وینقاد لنا فان ذکر الکلام لغیر اھلہ عورۃ

(شرط نفع الخلوۃ)۔ کان یقول لا تفید الخلوۃ الا ان کانت باشارۃ شیخ والا فضادھا اکثر من نم

(عدم القناعۃ بالصورۃ والرسم بدون الحقیقہ)۔ کان یقول لیس من تزیّا بزی القوم ینفعہ زی
اوخرقۃ فان ھذہ امور ظاھرۃ والقوم انما عملہم جوانی د فی القاموس الجوانی الجوانب ولعل المرا
انہم لا یکتفون بجانب الظاھر فقط بل یاخذون بجمیع الجوانب التی اھمہا العمل الباطن ویہتمون
اذ بذلك یرقون الی مراقی درجۃ الرجال وما رأینا احدا لبس جبۃ او کتب لہ اجازۃ فبلغ مبلغ الر
بذلك قط بل فعل ذلك یوقف المرید عن طلب المزید والامر لیس لہ قرار +

(اتباع شیخ کا لازم وضروری ہونا)۔ فرمایا کہ شیخ مرید کے لئے بمنزلہ حکیم کے ہے۔ جو مریض حکیم کے کہنے پر عمل نہ کرے
اُس کو شفاء حاصل نہ ہوگی + (غیر اہل کے سامنے کلام پیش کرنے کی ممانعت) فرمایا کرتے تھے اے عزیز میرا کلا
ایسے لوگوں کے سوا کسی کو نہ سُناؤ جو ہماری جماعت میں سے ہے اور ہمارے طریق پر چلنے کو پسند کرتا ہے۔ ا
بجز ایسے محب محقق کے جو اُس کو قبول کرے اور ہماری اطاعت کرے اور کسی کو نہ سُناؤ کیونکہ غیر اہل کے سامنے ٢
ہمارے کلام کا ذکر کرنا بمنزلہ ستر دکھلا دینے کے ہے (کہ اُس کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے) +

(خلوت کے مفید ہونے کی شرط)۔ فرماتے تھے کہ خلوت اُس وقت تک مفید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شیخ
مشورہ سے نہ ہو۔ ورنہ خلوت کا فساد اُس کے نفع سے زیادہ ہوجاتا ہے +

(صرف صورت ورسم پر بغیر حقیقت کے قناعت نہ کرنا چاہئے)۔ فرمایا جو شخص قوم (صوفیہ کرام) کی وضع
ولباس اختیار کرے تو محض یہ خرقہ تصوف اور وضع اُس کو کچھ نفع نہ دے گی۔ کیونکہ یہ محض امور ظاہرہ ہیں
اور قوم کا عمل سب جوانب (کو جمع کرنا ہے)۔ (یعنی یہ حضرات صرف ظاہر پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ سب پہلوؤں
جمع کرتے ہیں جن میں اصل عمل باطن ہے اسی کا اہتمام کرتے ہیں)۔
کیونکہ وہ اسی کے ذریعہ سے کامل رجال کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ محض خرقہ
پہن لینے یا سند اجازت حاصل کر لینے سے کبھی کاملین کے درجہ کو پہنچ گیا ہو۔ بلکہ ایسا کرنا مرید کو طلب ترقی
سے روکنے والا ہے۔ حالانکہ ترقی کی اس طریق میں کوئی انتہا نہیں + ۵

	اے برادر بے نہایت درگہیست	+	ہر چہ بروے میرسی بروے مایست	

(مترجم)

یۃ نفع التربیۃ فی هذا الزمان) قال بعد کلام طویل وفیما فعلہ اهل التمکین (من ترك الالتفات
ن رذایل العوام ونقائصهم والاقتصار علی الدعاء لهم) دلیل لغلق باب السلوك فی هذا الزمان
ن معالجۃ اهل الزمان تشغل الفقیر عن مهمات نفسه من غیر ثمرۃ کما هو مشاهد اھ قلت ویخص
منه الصادق فی طلبه المنتهی لتعبه وان قل +

عن الشیخ داؤد الکبیر بن ماخلا (لم یعرف زمانه فمن عرف فلیلحق)

(خفاء اهل الکمال فی عین الظهور) کان یقول لیس الشان الخفاء فی الخفاء انما الشان الخفاء
فی الظهور (فاهل الکمال یخفون لعلو حالهم وان لم یتستروا بالخمول) +
(کمال التربیۃ) کان یقول لیس الرجل من یصف لك دواء تستعمل لك انما الرجل من دلك
فی حضرته قلت لان الاول یستطیعه کل حد والثانی لا یصدر الا عن من کان قوی الهمۃ
کامل البرکۃ بالغ الشفقۃ فیترتب النفع علی هذه الاوصاف من عادۃ الله اللازمۃ +
(شان العلم المقبول) کان یقول اذا اراد الله بعبد خیرا وصل الی قلبه العلوم الحقیقیۃ المتلقاۃ من
حضرۃ الربوبیه بطریق لیس فیه اشکال علی الظواهر الشرعیات والا تعدی علی القواعد العقلیات +

(اس زمانہ میں تربیت کا نفع کم ہوتا ہے)۔ ایک کلام طویل کے بعد فرمایا کہ اہل تمکین کا جو یہ فعل ہے کہ (عوام کے رذائل اور
نقائص کی طرف اصلاح کی غرض سے التفات نہیں کرتے اور اُن کیلئے صرف دعا پر اکتفا کرتے ہیں) یہ فعل دلیل ہے اس امر
کی کہ اس زمانہ میں سلوک کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ ابنائے زمانہ کے معالجہ واصلاح کی فکر درویش کو اپنے نفس کی
مہمات سے غافل کر دینے والی ہے اور پھر اُس کا بھی کوئی ثمرہ و نتیجہ نہیں نکلتا جیسا کہ مشاہدہ ہے + حضرت مصنف فرماتے ہیں
کہ طالب صادق جو مجاہدہ کیلئے طیار ہو اس سے مستثنیٰ ہے گرچہ ایسے شخص کا وجود اس زمانہ میں قلیل ہے +

از حضرت شیخ داؤد کبیر بن ماخلا رحمۃ اللہ علیہ

ان کا زمانہ معلوم نہیں ہوا جس صاحب کو معلوم ہو اضافہ فرما دیں

(اہل کمال ظاہر ہو کر بھی مخفی رہتے ہیں) فرماتے تھے یہ کوئی بڑا
کمال نہیں کہ لوگوں سے علیحدہ خلوت میں چھپکر اپنے حالات کا
اخفا کرے۔ بلکہ کمال کی بات یہ ہے کہ لوگوں میں ظاہر اور ملا جلا رہے۔ اور پھر اُن پر مخفی رہے۔ (کیونکہ اہل کمال اپنے علو مرتبہ کی
وجہ سے عوام پر مخفی رہتے ہیں اگرچہ خمول و عزلت اختیار نہ کریں) + (کمال تربیت) ارشاد فرمایا کہ کامل وہ شخص نہیں جو تمہیں
دوا کا صرف پتہ بتلائے بلکہ کامل وہ ہے جو اپنے سامنے تمہاری دوا و علاج کرے + حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں
دوا کا نام و پتہ بتلا دینا تو کوئی مشکل کام نہیں ہر شخص کر سکتا ہے اور سامنے علاج کرنا اُسی شخص کا کام ہے جو قوی الہمت صاحب برکت
کامل الشفقت ہو۔ اور حق تعالیٰ کی عادت لازمہ ہے کہ اس پر نفع ضرور مرتب ہوتا ہے + (علم مقبول کی شان) فرمایا کرتے تھے کہ جب حق تعالیٰ
بندہ سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے قلب پر علوم حقیقیہ جو بارگاہ ربوبیت سے عطا ہوتے ہیں اس طرح فائض فرماتے ہیں کہ
اُن میں ظواہر شرعیات کے اعتبار سے کوئی اشکال رہتا ہے اور نہ قواعد عقلیہ کے اعتبار سے +

(منع افشاء بعض الاسرار) کان یقول من ابدی من اسرار اللہ تع مالا یلیق ابداءہ وافشی من ا[لعلم] المکنون مالا یناسب افشاءہ عوقب بسوء الظنون فیہ او بما ھو فوق ذلك من العقوبات (کالحجاب) قلت وتعیین ھذا البعض بحیکہ فی الصدر وضیقہ عن اظہارہ ولا یکون ھذا من علوم المعاملۃ الموضوعۃ للاقتداء + (عدم استغناء المنتہی من التربیۃ ولو غیبیۃ) کان یقول حاجۃ الاستاذ ا[لی من] فوقہ اشد من فاقۃ المرید الی استاذہ + (انتفاع المرید بقدر محبتہ للاستاذ)۔ کان یقول میزاب الانوار الی قلوب المریدین صدق المحبۃ + (کون العارف خادما للخلق وکون سائر الخلق تابعا للعار[ف]) کان یقول العارف فی الدنیا لغیرہ لا لنفسہ وغیرہ لنفسہ لا لغیرہ +

(آثار التوجہ الی الحق والتوجہ الی الخلق) کان یقول کلما وجہ العبد قلبہ الی اللہ تع انجمع وکلما وجہ قلبہ الی الخلق تفرق +

(بعض اسرار طریق کے ظاہر کرنے کی ممانعت)۔ فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایسے اسرار کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا اظہا[ر] مناسب نہ تھا۔ اور ایسے علم مستور کو ظاہر کرتا ہے جس کا اعلان لائق نہ تھا تو دنیا میں اُس کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ لوگ اُس سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور کبھی اس سے بھی زیادہ سخت سزا ہوتی ہے۔ (مثلاً حجاب حائل ہو جانا) حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایسے اسرار وعلوم جن کا افشا و اظہار ممنوع ہے اُن کی تعیین اس طرح ہو سکتی ہے کہ اُن کے اظہار سے قلب میں ایک تنگی اور کھٹک ہوتی ہے۔ اور یہ صورت علوم معاملہ جو عامۂ مسلمین سے متعلق ہیں اُن میں نہیں ہوتی کیونکہ وہ علوم تو وضع اسی لئے کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو پہنچائے جائیں اور اُن کا اتباع کیا جاوے۔ (بلکہ علوم مکاشفہ واسرار وحقائق میں ایسی صورتیں ہوتی ہیں۔) +

(منتہی بھی تربیت سے مستغنی نہیں ہوتا اگرچہ وہ تربیت غیبی حضرت حق کی طرف سے ہو)۔ فرمایا کہ شیخ ومعلم اپنے درجہ سے مافوق کی تربیت کا اس سے زیادہ محتاج ہے جتنا کہ مرید اپنے شیخ کا محتاج ہوتا ہے +

(مرید اپنے شیخ سے بقدر محبت نفع حاصل کرتا ہے)۔ فرمایا کہ مریدین کے قلوب پر انوار کی بارش کا ذریعہ مرید کی صدق محبت ہے۔ (یعنی جس قدر زیادہ مخلصانہ محبت شیخ سے ہوگی اُسی قدر انوار وبرکات زیادہ حاصل ہوں گے)

(عارف کا خادم خلق ہونا اور خلق کا تابع عارف ہونا) فرمایا کہ عارف دنیا میں دوسروں کیلئے ہے اپنے لئے نہیں اور دوسرے لوگ اُس کے لئے ہیں دوسروں کے لئے نہیں۔ (یعنی حق تعالیٰ عارف کے قلب میں خدمت خلق کا داعیہ پیدا فرما دیتے ہیں وہ ہمیشہ اُنھیں کی فکر میں رہتا ہے۔ اور ادھر مخلوق کے قلوب میں اُس کی خدمت واتباع کا داعیہ پیدا فرما دیتے ہیں)

(التوجہ الی اللہ اور توجہ الی الخلق کے آثار وعلامات)۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بھی بندہ اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو قلب مجتمع ہو جاتا ہے اور تشتت دور ہو جاتا ہے اور جب مخلوق کی طرف متوجہ کرتا ہے تو قلب منتشر ہو جاتا ہے اور پریشانی وتشتت پیدا ہوتا ہے

Marfat.com

(طریق تربیۃ من دونہ) . کان یقول لابد للعارف عن التنزل من اعلیٰ ھمتہ الی درجۃ مریدہ لیربیہ + (کون بعض من لاخارق لہ فوق صاحب الخوارق فی الدرجۃ) کان یقول ان الرجل العارف لیکون فی سفینتہ والاولیاء حولہ مشاۃ علی الماء یتلقون عنہ ویاخذون منہ وَھُوَ لو نزل معھم الغرق + (کون عدم القناعۃ علی حال ترقیا والقناعۃ تنزلا) کان یقول حقیقۃ الطریق ان تکون مفلسا وان تکون طالبا للہ علی ابد ومتی ظننت انک وصلت فما وصلت ومتی ظننت انک ظفرت فما ظفرت ومتی ظننت انک حصلت لک حالا فلا حال لک +

عن الشیخ محمد بن عبد الجبار النفریؒ وکان متقدما علی الشیخ محی الدین بن العربی

(من علامات شدۃ الغضب الالٰہی) . کان یقول علامۃ الذنب الذی یغضب اللہ عزوجل ان یعقب صاحبہ الرغبۃ فی الدنیا ومن رغب فیہا فقد فتح بابا الی الکفر باللہ عزوجل لان المعاصی برید الکفر وکل من دخل ذلک الباب اخذ من الکفر بقدر ما دخل +

تم الالتقاط من الجزء الاول من الطبقات الکبریٰ للامام الشعرانیؒ

(5) (اپنے سے کم درجہ لوگوں کی تربیت کا طریقہ) فرمایا کہ عارف کیلئے لازم ہے کہ اپنی ہمت کے درجہ علیا سے مرید کے درجہ کی طرف تنزل کرے تاکہ اُسکی تربیت کر سکے (یعنی شیخ کے حالات اپنے سے قریب دیکھے گا تو اُس کو انکے حصول کی طمع ہوگی اور کوشش کریگا اور اگر بہت بلند دیکھا تو مایوس ہو کر رہجائیگا نیز چونکہ نفع کی شرط مناسبت ہے اور مرید اسکے حالی مقام سے بعید ہے اسلئے مناسبت کی صورت یہ ہے کہ خود اپنے درجہ سے تنزل کر کے تربیت کرے جیسے متبحر عالم میزان پڑھاوے تو تقریر میں میزان خواں کی استعداد کا لحاظ رکھے) + (بعض وہ لوگ جو صاحب کرامت نہیں اصحاب کرامت سے افضل ہیں) فرمایا کہ بعض اوقات ایک عارف آدمی اپنی کشتی میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے اصحاب کرامت اولیاء اللہ اُسکے گرد پانی پر بذریعہ کرامت پیادہ چلتے ہوتے ہیں۔ یہ سب اُس عارف سے فیض حاصل کرتے ہیں حالانکہ اُس کا حال یہ ہے کہ اگر وہ اُن کی ساتھ دریا میں اُترجائے تو غرق ہو جاوے (کیونکہ وہ صاحب کرامت نہیں ہے) (کسی حال پر قناعت نہ کرنا ترقی ہے اور قناعت کر لینا تنزل) فرمایا کہ حقیقت طریق کی یہ ہے کہ تم ہمیشہ مفلس رہو (یعنی غیر حاصل شدہ درجات متوقعہ کے اعتبار سے) اور یہ کہ تم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے طالب رہو۔ اور جب تم نے یہ خیال کر لیا کہ مجھ وصول ہو گیا تو سمجھ لو کہ وصول نہیں ہوا۔ اور جب تم کو یہ گمان ہو کہ میں کامیاب ہو گیا تو سمجھ لو کہ کامیاب نہیں اور جب یہ گمان ہو کہ تم نے کوئی حال پیدا کر لیا ہے تو سمجھ لو کہ تمھیں کوئی حال حاصل نہیں +

از حضرت شیخ محمد بن عبد الجبار نفریؒ

یہ بزرگ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے متقدم ہیں

(حق تعالیٰ کے شدت غضب کی علامت) ارشاد فرمایا کہ جو گناہ حق تعالیٰ کے زیادہ غضب کا سبب ہوتا ہے اُسکی علامت یہ ہے کہ اسکے بعد اُس کی رغبت دنیا کی طرف بڑھ جاتا ہے اور جسکی رغبت دنیا کی طرف بڑھ گئی تو اس کیلئے کفر کا دروازہ کھل گیا کیونکہ (رغبت دنیا سبب ہے کثرت معاصی کا) اور معاصی قاصد ہیں کفر کے تو جو شخص اس دروازہ میں داخل ہوگا تو وہ جسقدر اسمیں آگے بڑھیگا اُسی قدر

طبقات کبریٰ جلد اول کا انتخاب یہاں ختم ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک +

من الجزء الثانی من الطبقات الکبریٰ

عن الشیخ ابی الحسن الشاذلی رحمہ اللہ المتوفی سنۃ ست وخمسین وستمائۃ

(عدم حجیۃ الکشف والالہام) کان رضی اللہ عنہ یقول اذا عارض کشفک الکتاب والسنۃ فتمسک بالکتاب والسنۃ ودع الکشف وقل لنفسک ان اللہ تعالیٰ قد ضمن لی العصمۃ فی الکتاب والسنۃ ولم یضمنہا لی فی جانب الکشف والالہام ولا المشاہدۃ + (فی فضل الاستغفار) وکان رضی اللہ عنہ یقول من احصن الحصون من وقوع البلاء علی المعاصی الاستغفار +

(فی اسباب القبض وعلاجہا والصبر علیہا) وکان رضی اللہ عنہ یقول اسباب القبض ثلاثۃ ذنب احدثتہ اودنیا ذہبت عنک او شخص یؤذیک فی نفسک او عرضک فان کنت اذنبت فاستغفر + وان کنت ذہبت عنک الدنیا فارجع الی ربک وان کنت ظلمت فاصبر واحتمل ہذا دواءک۔ ان لم یطلعک اللہ تعالیٰ علی سبب القبض فاسکن تحت جریان الاقدار فانہا سائرۃ +

انتخاب جلد ثانی از طبقات کبریٰ

از حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ متوفی ۶۵۶ھ

(کشف والہام کا ثبت نہ ہونا) ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا کشف کتاب وسنت کے خلاف ہو تو کتاب وسنت کا اتباع کرو اور کشف کو چھوڑ دو اور اپنے نفس سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسکی ذمہ داری کرلی ہے کہ کتاب وسنت (یعنی قرآن وحدیث) کے اتباع میں گمراہی سے محفوظ رہونگا۔ اسکی ذمہ داری نہیں فرمائی کہ کشف والہام یا مشاہدہ کے اتباع میں بھی مجھے محفوظ رکھا جائیگا + (استغفار کی فضیلت)۔ ارشاد فرماتے تھے کہ گناہوں کی وجہ سے جو بلائیں انسان پر آتی ہیں اُن سے بچنے کیلئے سب سے زیادہ محفوظ قلعہ استغفار ہے + (قبض باطنی کے اسباب اور اُسکا علاج اور اُس پر صبر) آپ فرماتے تھے کہ قبض کے تین سبب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا دوسرے یہ کہ کوئی دنیوی نعمت تم سے جاتی رہی۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص تمہارے نفس یا آبرو کے متعلق تمہیں ایذا پہنچاتا ہو (ان وجوہ سے قبض طاری ہوجاتا ہے) پس اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو (علاج اُسکا یہ ہے کہ) استغفار کرو۔ اور اگر تمہاری کوئی دنیوی نعمت زائل ہوگئی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرو (یعنی اُس سے دعا مانگو وہ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا) اور اگر کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تو صبر کرو اور اُس کو برداشت کرو۔ یہی تمہارے قبض کا علاج ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قبض کے سبب پر مطلع نہیں فرمایا تو تقدیر الٰہی پر راضی ہوکر مطمئن اور ساکن ہوجاؤ کیونکہ تقدیر تو جاری ہونے والی ہے +

٦

Marfat.com

(فی نقص الطریق بدون اتباع السنۃ)۔ کانؒ یقول اذا لم یواظب الفقیر علی الصلوات الخمس فی الجماعۃ فلا تعبأنّ بہ + (فی علاج العجب وصون الاحوال عن الزوال)۔ کانؒ یقول اذا استحسنت شیئاً من احوالک الباطنۃ او الظاہرۃ وخفت زوالہ فقل ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ +

(اشتراط الرفیق للرفیق)۔ کان یقول لا یتم للعالم سلوک طریق القوم الا بصحبۃ اخ صالح او شیخ ناصح + (لزوم الجماعۃ وحقوقہم)۔ کان یقول الزم جماعۃ المؤمنین وان کانوا عصاۃ فاسقین یاقم علیہم الحد ود واھجرھم لہم رحمۃ بہم لا تعزیرا علیہم وتقریعاً بہم +

(ذم طلب الکرامات وفیما ھو اعظم الکرامات)۔ کان یقول لا تعطی الکرامات من طلبہا وحدث بہا نفسہ ولا من استعمل نفسہ فی طلبہا۔ وانما یعطاہا من لا یری نفسہ ولا عملہ وھو مشغول بمحاب اللہ تعالیٰ ناظر لفضل اللہ تعالیٰ آیس من نفسہ وعملہ۔

(بغیر اتباع سنّت کے سلوک کا ناقص ہونا) فرماتے تھے کہ درویش اگر پانچ وقت کی نماز باجماعت میں مداومت نہ کرے تو اُس کا کچھ اعتبار نہ کرو + (خود بینی کا علاج اور حالات باطنی کی حفاظت)۔ فرماتے تھے کہ اگر تم کو اپنی کوئی حالت ظاہری یا باطنی پسند ہو اور یہ خوف ہو کہ کہیں یہ حالت زائل نہ ہوجاوے تو یہ دعا پڑھ لو ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ **ف**۔ اس دعا کی برکت سے یہ حالت بھی محفوظ ہوجاوے گی اور جب اس دعا کے معنٰی کا استحضار ہوگا تو خود بینی بھی پیدا نہ ہوگی۔ کیونکہ معنی اسکے یہ ہیں کہ جو حالت حاصل ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے ہے بغیر اُس کی امداد کے ہمیں کسی چیز پر قدرت نہیں پھر ہم کیا ناز کریں +

(طریق تصوف میں رفیق کا شرط ہونا)۔ فرماتے تھے کہ عالم کا سلوک پورا نہیں ہوسکتا جب تک کسی رفیق صالح یا شیخ ناصح کی صحبت میں نہ رہے +

(جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا اور اُن کے حقوق پہچاننا) فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اگرچہ وہ گناہگار فاسق ہوں۔ اور اُن پر تعزیرات بھی جاری کرو (یعنی ساتھ رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کے فسق و فجور میں شرکت یا سکوت کرو) اور اُن سے (چند روز کے لئے) قطع تعلق بھی کرو تو بہ نیت رحمت و شفقت نہ بہ نیت تعزیر و سزا۔

(طلب کرامات کی مذمت اور یہ کہ سب سے بڑی کرامت کیا ہے) ارشاد فرمایا کہ کرامات اُس شخص کو نہیں دی جاتی جو خود اُن کو طلب کرے یا جس کے دل میں اُن کا خطرہ بھی پیدا ہو یا وہ شخص جو انہیں کی طلب میں مشغول کرتا ہو۔ بلکہ کرامات اُس شخص کو عطا ہوتی ہیں جو اپنے نفس اور اپنے عمل کو کچھ نہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں لگا رہے اُس کے فضل پر اُس کی نظر ہو اپنے نفس اور اپنے عمل سے مایوس ہو۔

وکان یقول ماثمّ کرامة اعظم من کرامة الایمان ومتابعة السنة فمن اعطیها وجعل یشتاق الی غیرها فهو عبد مفترٍ کذّاب او ذو خطاء فی العلم بالصواب کمن اکرم بشهود الملک فاشتاق الی سیاسة الدواب ✤ (فی کون ارادة الانتقام خلاف الطریق)۔ کان یقول من الشهوة الخفیة للولی ارادته النصرة علی من ظلمه ✤ (عدم انقباض العارف عن الحظوظ المباحة) کان یقول العارف بالله تعالی لا تنغصه حظوظ النفس لانه بالله تعالی فیما یاخذ وفیما یترک الا ان کانت الحظوظ معاصی **قلت** بخلاف الزاهد فانه ینقبض من الحظوظ وان کانت مباحة لان نظره بالذات الی احوال النفس وعلاجها وان کان بالقصد الی الله تعالی ✤

(فی ذم الحرص علی تکثیر المریدین)۔ کان یقول مرید واحد یصلح ان یکون محلا لوضع اسرارک خیر من الف مرید لا یکونون محلا لوضع اسرارک ✤

(عقوبة الاعتراض علی اهل الله تعالی) کان یقول من اعترض علی احوال الرجال فلابد ان یموت قبل اجله ثلاث موتات اُخر موت بالذل وموت بالفقر وموت بالحاجة الی الناس ثم لا یجد من یرحمه منهم ✤

اور فرماتے تھے کہ کوئی کرامت ایمان اور اتباع سنت سے بڑی نہیں جس شخص کو یہ کرامت حاصل ہو اور پھر بھی وہ دوسری کرامتوں کا مشتاق ہو وہ بندہ افتراء پرداز جھوٹا ہے۔ (ایمان واتباع پر ادنیٰ چیزوں کو ترجیح دیتا ہے)۔ یا علم صحیح کے سمجھنے میں غلطی کرنے والا ہے (کہ غلط عقیدہ میں مبتلا ہے) اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بادشاہ نے اپنی حضوری وہمنشینی کا اعزاز دیا ہو اور پھر وہ (شاہی) سائس بننے کا اشتیاق ظاہر کرے ✤ (۸)

(انتقام کا ارادہ کرنا طریق کے خلاف ہے) فرمایا کہ ولی میں یہ بھی ایک مخفی شہوت نفسانی ہے کہ وہ اُس کا ارادہ کرے کہ مجھے ظالم پر نصرت حاصل ہو ✤ (عارف جائز لذتوں سے منقبض نہیں ہوتا) فرماتے تھے کہ عارف باللہ کو نفس کی لذتیں منغص ومکدر نہیں کرتیں اسلئے کہ وہ (ہر وقت) اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے اُس چیز میں بھی جسکو لیتا ہے اور اُسمیں بھی جس کو چھوڑتا ہے۔ مگر یہ کہ وہ لذات گناہ ہوں ✤ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بخلاف زاہد کے کہ وہ جائز لذتوں سے بھی مکدر رہتا ہے کیونکہ اُسکی نظر بالذات احوال نفس اور اُسکے علاج کی طرف ہے اگرچہ مقصود اس علاج سے اللہ تعالیٰ ہی کا قرب ہو ✤

(تکثیر مریدین کی حرص کا مذموم ہونا) فرماتے تھے کہ ایک مرید جو تمہارے اسرار وحقائق سمجھنے کی صلاحیت رکھے ایسے ہزاروں مریدوں سے اچھا ہے جو اسکی صلاحیت نہیں رکھتے ✤ (اہل اللہ پر اعتراض کرنے کی سزا) فرماتے تھے کہ جو شخص کاملین کے احوال پر اعتراض کرتا ہے ضروری ہے کہ وہ اپنی موت (معروف) سے پہلے تین قسم کی موت کا مزا چکھے۔ ایک موت ذلّت (یعنی عزت وجاہ کا فنا ہونا) اور دوسری موت فقر ومحتاجی۔ اور تیسری موت لوگوں کا محتاج ہونا۔ اور اُس کی ساتھ یہ بھی کہ کوئی اُس پر رحم نہ کرے ✤ فقط

Marfat.com

عن الشیخ احمد ابی العباس المرعشی المتوفی سنۃ ست وثمانین وستمائۃ

(فی الاستغناء بالاصحاب عن جمع العلوم فی کتاب)۔ کان یقول کتبی اصحابی +

(فی فناء الارادات)۔ کان یقول من احب الظهور فهو عبد الظهور ومن احب الخفاء فهو عبد الخفاء ومن کان عبد اللّٰہ فسواء علیہ اظهرہ او اخفاہ +

(برکۃ طریق الباطن فی العلم الظاهر) کان یقول من صحب المشائخ علی الصدق وهو عالم بالظاهر ازداد علمہ ظهورا + (کون الشیخ فی خاطر المرید انفع من العکس)۔ کان یقول لا تطالبوا الشیخ بان تکونوا فی خاطرہ بل طالبوا انفسکم ان یکون الشیخ فی خاطرکم فعلی مقدار ما یکون عندکم تکونوا عندہ + (علامۃ حب الدنیا)۔ کان یقول علامۃ حب الدنیا خوف المذمۃ وحب الثناء فلو زهد لما خاف ولا احب + (کون العارف مضطرا فی الجلوس مع الناس) کان یقول واللّٰہ ما جلست بالناس حتی هُدّدت بالسلب وقیل لی لئن لم تجلس لسلبناك ما وهبنا[لک] قلت وکذلك کل عارف لو لم یُفِد مبنیا للفاعل لم یُفَد مبنیا للمفعول +

از شیخ احمد ابو العباس مرعشی متوفی ۶۸۶ھ

(جس کو صالح مریدین حاصل ہوں وہ تصنیف کتب سے مستغنی ہے) (۱) فرمایا کرتے تھے کہ میری کتابیں میرے مریدین ہیں + (تمام ارادوں کا فنا کر دینا) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص شہرت کو پسند کرتا ہے وہ شہرت کا بندہ ہے اور جو خمول و گمنامی کو پسند کرتا ہے وہ گمنامی کا بندہ ہے۔ اور جو اللہ کا بندہ ہے اس کے نزدیک دونوں حال برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور فرما دیں یا گمنام رکھیں +

(طریق باطن کی برکت علم ظاہر میں) فرمایا کہ جو شخص بزرگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور علم ظاہر کا عالم ہے تو اس کا علم اس صحبت سے اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا ہے +

(شیخ کا مرید کے دل میں ہونا اس کے لئے اس سے زیادہ نافع ہے کہ مرید شیخ کے دل میں ہو) فرمایا کہ تم شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ تم اس کے دل میں رہو بلکہ اپنے دل سے اس کا مطالبہ کرو کہ شیخ اس میں رہے۔ تو جس قدر تم اس کو اپنے دل میں رکھو گے اسی قدر شیخ تمہیں اپنے دل میں جگہ دے گا + (حب دنیا کی علامت) فرماتے تھے کہ حب دنیا کی علامت یہ ہے کہ لوگوں کی مذمت سے ڈرے اور ان کی مدح و ثنا کی محبت رکھے۔ کیونکہ اگر یہ زاہد ہوتا تو نہ ہی سے ڈرتا نہ اس کی محبت کرتا + (عارف کا لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے پر مضطر ہونا) فرمایا کرتے تھے کہ بخدا میں نے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک مجھے محرومی سے نہیں ڈرایا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ اگر تم لوگوں کی ساتھ (بغرض افادہ) مجلس نہ کرو گے تو جو دولت باطن ہم نے تمہیں عطا کی ہے سلب کر لی جاوے گی + حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہر عارف کا یہی حال ہے کہ اگر وہ افادہ نہ کرے تو منجانب اللہ اسکو فیض نہیں پہنچتا +

Marfat.com

(اخراج المريد عن هواه ولو في الاوراد) وكان اذا رأى مريدا دخل في الاوراد بنفسه وهواه اخرجه منها + (المعاملة مع الناس حسب معاملتهم مع الله تعالى) كان يكرم الناس على قدر رتبتهم عند الله حتى انه ربما يدخل عليه المطيع فلا يلتفت اليه لكونه يرى عبادته ويدخل عليه العاصي فيقوم له لانه دخل بذلّ وانكسار + (حق المعاملة بين المريد والشيخ) كان يقول ينبغي للمشائخ تفقد حال المريدين ويجوز للمريدين اخبار الاستاذ بما في بواطنهم اذ الاستاذ كالطبيب وحال المريد كالعورة والعورة قد تبدو للطبيب لضرورة التداوي وفي الحقيقة كل مريد رأى له عورة مع شيخه فهو اجنبي عنه لم يتحد به + (ادب نسبة الخوف من الله تعالى والحب له في نفسه) كان يقول عن شيخه اذا قيل لك اتخاف الله تعالى فقل نعم لكن بقدر ما خلق فيّ من الخوف وكذلك القول في اتحب الله تعالى. فمن سلك ذلك لا يقع له امتحان لتعويله على الله تعالى لا على قوة نفسه +

(التفاوت بين العامة والخاصة في شان خوفهم وراحتهم). كان يقول لعامة اذا رُوّحوا راحوا واذا خوفوا خافوا

(مرید کو خود رائی سے نکالنا چاہیئے اگرچہ اوراد ہی کے بارہ میں ہو) آپ کی عادت تھی کہ اگر کسی مرید کو دیکھتے کہ اُس نے کچھ اوراد و معمولات اپنی رائے اور خواہش سے خود شروع کر دیئے تو اُن کو چھوڑوا دیتے تھے (لوگوں کی ساتھ وہ معاملہ کرنا جو اُن کا حق تعالیٰ کی ساتھ ہو) آپ کی عادت تھی کہ آنے والے لوگوں کی تعظیم اُسی قدر کرتے تھے جس قدر اُس کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سمجھتے تھے۔ (۲)
یہانتک کہ بعض اوقات آپ کے پاس کوئی عبادت گذار آدمی آتا اور آپ اُس کی طرف التفات بھی نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ اُس کے طرز سے یہ محسوس کر لیتے تھے کہ اپنی عبادت پر اُس کی نظر ہے اور (بعض مرتبہ) کوئی گنہگار آتا تو اُسکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب کہ یہ معلوم ہوتا کہ یہ ذلت و تواضع کے ساتھ آیا ہے +

(شیخ و مرید کے باہمی معاملہ کا پورا حق) فرماتے تھے کہ مشائخ کے لئے تو مناسب یہ ہے کہ مریدین کے حالات کی خبر رکھیں اور مریدین کیلئے بھی یہ جائز ہے کہ شیخ سے اپنے تمام باطنی احوال ذکر کر دیں۔ کیونکہ شیخ مثل طبیب کے ہے اور مرید کی حالت مثل ستر کے ہے اور کبھی طبیب کے سامنے بضرورت علاج ستر کھولنا بھی پڑتا ہے۔ اور درحقیقت جو مرید اپنے کسی حال کو شیخ سے پوشیدہ رکھے وہ اُس سے اجنبی ہے۔ اُسکی ساتھ متحد نہیں ہوا + (حق تعالیٰ سے خوف اور اُسکی محبت کا کیا درجہ رہنا چاہیئے) اپنے شیخ کا مقولہ نقل فرماتے تھے کہ جب تم سے کوئی یہ پوچھے کہ تمھیں حق تعالیٰ کا خوف ہے یا نہیں تو کہدو کہ ہے مگر جتنا اللہ تعالیٰ نے میرے اندر پیدا فرمادیا ہے اُسی قدر ہے۔ اسی طرح اگر محبت کے متعلق سوال کیا جاوے تب بھی یہی جواب دو کیونکہ اگر صرف اتنا کہو کہ ہے تو اسمیں ایک دعویٰ ہے اور اگر کہو کہ نہیں تو ادب کے خلاف اور ناشکری ہے۔ اور جو شخص مذکورہ طریق پر چلے اُسکا امتحان نہ کیا جاویگا۔ کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے نہ کہ اپنے نفس پر + (دربارہ خوف و رجاء عوام و خواص کی شان میں فرق) فرماتے تھے کہ عوام کی حالت تو یہ ہے کہ اُنکو خوف دلایا جاوے تو ڈرنے لگتے ہیں اور امید و راحت دلائی جائے تو امید کرنے اور خوش ہونے لگتے ہیں۔

Marfat.com

والخاصة متی خوفوا رجوا ومتی رجوا خافوا۔ قلت وسره عدم غیبة الرجاء عند الخوف و بالعکس للخاصة بخلاف العامة +

عن علی بن محمد وفاء المتوفی فی عام احدٰ ثمان مائة

(کون الاھمال مع الخوف خیرا من الاعمال مع الدعوی) قال صلوٰة تنتج الدعوی رعونة (حمق) ونوم ینتج التقوی معونة (ای علی الدین) +

(التفاوت بین الاحتیاج الی الفقهاء وبین الاحتیاج الی الصوفیة) قال اذا قال لك المتفقهون ماذا استفدت من الصوفیة الصادقین فقل لهم استفدت منهم حسن العمل بما استفدت منكم من اقوال احکام الدین۔ قلت وفیه ان لا تنفی ضرورة العلماء وان لم تستفد منهم کمال العمل + (آثار العادات واحکامها وآثار العبادات واحکامها) قال من ملك اخلاقه عبد خلاقه ومن ملکته اخلاقه احتجب عن خلاقه۔

اور خواص کی شان اس کے برعکس ہے کہ جب اُن کو خوف دلایا جاوے تو امیدوار ہوتے ہیں اور جب امید دلائی جاوے تو ڈرتے ہیں + حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ راز اس میں یہ ہے کہ بوقت خوف ان کے دل سے رجا غائب نہیں ہوتی اور بوقت رجا خوف غائب نہیں ہوتا بخلاف عوام کے (کہ انکے ذہن میں دوسری جانب نہیں رہتی)+ (۳)

از حضرت علی بن محمد رح متوفی سنہ ۸۰۱ھ

(خوف کے ساتھ بے عملی بہتر ہے اُس عمل سے جس کی ساتھ دعویٰ ہو) فرمایا کہ وہ نماز جس کا نتیجہ ہو کہ بزرگی اور مقبولیت کا دعویٰ (دل یا زبان پر) تنے لگے وہ رعونت وحماقت ہے اور وہ نیند جس کا نتیجہ خوف ہو وہ دین میں مددگار ہے + (فقہاء کی ضرورت اور صوفیہ کی حاجت میں فرق) فرمایا کہ علماء ظاہر جب تم سے پوچھیں کہ تم نے صوفیائے کرام سے کیا فائدہ حاصل کیا تو کہو کہ جو اقوال احکام دین کے متعلق آپ حضرات سے سیکھے تھے اُن پر اچھی طرح عمل کرنا اُن سے سیکھا ہے + حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ کوئی شخص علماء ظاہر سے عملی کمال بھی حاصل نہ کرے جب بھی اُس کو یہ درست نہیں کہ فقہاء وعلماء کی ضرورت کی نفی کرے (کیونکہ حسن عمل سے پہلے علم صحیح کی ضرورت ہے اور وہ انھیں حضرات سے حاصل ہوتا ہے) +

(عادات کے آثار واحکام اور عبادات کے آثار واحکام) فرمایا کہ جو شخص اپنے اخلاق کا مالک ہوگیا (یعنی ان پر قابو پالیا) اُس نے اپنے حصہ کو اپنا غلام بنالیا اور جس کے اخلاق اُس کے مالک ہو گئے (یعنی مغلوب الاخلاق) وہ اپنے حصہ سے محجوب ومحروم ہوگیا + ف مراد یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ جس شخص نے اخلاق پر قابو پالیا وہ ہر خلق کا اور ہر حال کا پورا حق ادا کرے گا اور جس پر اخلاق غالب آگئے وہ ممکن ہے کہ ایک خلق یا ایک حال سے مغلوب ہوکر دوسرے اخلاق واحوال کی رعایت نہ کرسکے اسی لئے بہا شخص منتہی میں اکمل ہے مثلاً مالک ... (تتمہ ...)

Marfat.com

وقال العادة ما فيه حظ النفوس والعبادة ما كان محضا للملك القدوس من قرب وصيام ونيام وقيام واكل طعام فكل ذلك عند العارف عبادة وقال من ملكته عاداته فسدت عليه عباداته ومن رفعت عنه العوائد فهو عارف او مشاهد +

عن الشيخ ابی المواهب الشاذلی رح

وحكى روية رسول الله صلى الله عليه وسلم عام خمسة وعشرين وثمانمائة +

(علامة المرائی) كان يقول من علامة المرائی اجابته عن نفسه اذا اضيف اليه نقص وتنقيص الصالحين من اهل زمانه اذا ذكروا + (شرط العزلة) كان يقول قال علمائنا لا تصلح العزلة الا لمن يتفقه فی دينه + (سبب ثقل خدمة البعض دون البعض على الشيوخ) كان يقول ما ثقل على الاشياخ خدمة احد من الفقراء لهم الا لعلة فی قلب الخادم كتمها عنهم +

(عدم الاغترار بالرويا) كان يقول اذا رأيت فی منامك شيئا من البشرى فلا ترض عن نفسك حتى تعلم رضا الله عنها اى عن نفسك) +

اور فرمایا کہ عادت وہ ہے جس میں نفس کی لذت ہو اور عبادت وہ ہے جو محض حق تعالیٰ کیلئے ہو جیسے تمام عبادات نماز روزہ اور سونا اور کھڑا ہونا اور کھانا وغیرہ کہ عارف کے نزدیک یہ سب عبادات ہیں۔ اور فرمایا کہ جس شخص کی عادات (۴) اُسکی مالک ہوگئی اُس کی عبادات فاسد ہوگئی اور جس شخص کو عادات سے آزادی ملگئی وہ عارف ہے یا مشاہدہ کرنیوالا ہے +

از حضرت شیخ ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ منقول ہے کہ آپنے ۸۲۵ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی (اس سے انکا زمانہ معلوم ہوا) ۔ (ریاکار کی علامت) فرماتے تھے کہ ریاکار کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی عیب اُسکی طرف منسوب کیا جاوے تو اپنے نفس کی طرف سے جوابدہی کرنے لگے۔ اور جب دوسرے بزرگوں کا تذکرہ اُسکے سامنے کیا جاوے تو اُنکی تنقیص کرے + (خلوت نشینی کی شرط) فرماتے تھے کہ ہمارے علماء کا ارشاد ہے کہ خلوت نشینی صرف اُس شخص کیلئے مناسب ہے کہ تفقہ فی الدین کر چکا ہو (یعنی علم شریعت میں ماہر ہو) + (مشائخ پر بعض لوگوں کی خدمت کے ثقیل ہونے اور بعض کے ثقیل نہ ہونیکا سبب) فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ پر کسی درویش کی خدمت (بدنی یا مالی) ثقیل وناگوار نہیں ہوتی بجز اسکے کہ اُسکے قلب میں کوئی مرض ہو جسکو اُس نے بزرگوں سے چھپایا ہو۔ چنانچہ بعض دفعہ کہہ بھی دیتے ہیں کہ تم ہمارا کام مت کرو۔

(خواب پر مغرور نہ ہونا) فرمایا کہ جب تم خواب میں کوئی بشارت دیکھو تو اپنے نفس سے راضی مت ہو جب تک تمہیں یہ یقین نہ ہو جاوے کہ حق تعالیٰ اُس سے راضی ہے۔ (اور ظاہر ہے کہ خواب سے اُس کو رضا کا یقین نہیں ہو سکتا +

Marfat.com

عن الشیخ احمد بن سلیمان الزاهد ؒ المتوفی سنة نیف وعشرین وثمانمائة

(امتحان صدق المرید) كان ؒ یمتحن المرید قبل ان یأخذ علیه العهد سنة واكثر + (هجران الفقیر للسیاسة) وكان یهجر الفقراء كثیرا وربما یامر الفقیر بالاقامة فی المیضأة سنة باملة فیفعل +

عن الشیخ شمس الدین الحنفی المتوفی سنة سبع واربعین وثمانمائة

(وخامة تغییر خواطر الفقراء) كان یقول الفقراء ماعندهم عصا یضربون بها من اساء الادب فی حقهم وما عندهم الا تغییر خواطرهم +

عن الشیخ مدین احمد الاشمونی ؒ

وكان رضاعه علی ید سیدی احمد الزاهد وفطامه علی ید سیدی الشیخ محمد الحنفی السابق ذكرهما آنفا + (السیاسة بالاخراج علی الامور الدقیقة) كان اذا رأی فقیرا لایحضر الذكر یخرجه ولایدعه یقیم عنده. فقال لفقیر یوما ما منعك یا ولدی من الحضور فقال الحضور انما هو مطلوب لمن عنده كسل لیتقوی بغیره وانا بحمد الله لیس عندی كسل۔

۵

از حضرت شیخ سلیمان زاہد رحمۃ اللہ علیہ آپکی وفات ۸۲۰ھ ہجری کے چند سال بعد ہوئی ہے۔ (مرید کے صدق واخلاص کا امتحان) آپ کی عادت تھی کہ بیعت سے پہلے سال بھر تک یا اس سے بھی زیادہ مرید کا امتحان کرتے تھے +

(مرید سے انتظاماً ترک تعلق کردینا) آپ کی عادت تھی کہ بعض مرتبہ مرید سے قطع تعلق کردیتے تھے اور بعض مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ (اُن کے پاس نہ آئے بلکہ) وضوخانہ میں رہا کرے۔ چنانچہ مرید اس کی تعمیل کرتے تھے +

از حضرت شیخ شمس الدین حنفی متوفی ۸۴۷ھ (درویشوں کا قلب مکدر کرنے کا انجام بد) فرماتے تھے کہ درویشوں کے پاس کوئی لاٹھی نہیں جس سے بے ادبی کرنے والوں کو مارا کریں۔ بلکہ اُن کی طرف سے سزا یہی ہے کہ اُن کا قلب (بے ادبی کرنے والے کی طرف سے) مکدر ہوجاتا ہے۔ (جو اُس کے لئے دینی اور دنیاوی بربادی کا سبب ہوجاتا ہے) +

از حضرت شیخ مدین بن احمد اشمونی ؒ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت باطنی سیدی احمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ہوئی اور انتہائی حضرت سیدی شیخ محمد حنفی ؒ کے دست مبارک پر (اور ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ ابھی گذر چکا ہے) + (بعض دقیق معاملات کی وجہ سے نکال دینے کی سزا) آپکی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی مرید کو دیکھتے تھے کہ حلقہ ذکر میں حاضر نہیں ہوتا تو اسکو نکال دیتے تھے اور اپنے پاس نہ رہنے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک درویش سے آپنے فرمایا کہ اے عزیز تم حلقہ میں کیوں حاضر نہیں ہوتے اُسنے عرض کیا کہ حاضری کی ضرورت تو اُس شخص کیلئے ہے جسمیں کچھ کسل وسستی ہو تاکہ دوسروں کی صحبت سے اُسکو قوت پیدا ہوجاوے اور الحمدللہ مجھ میں کسل نہیں

Marfat.com

فاخرج الشیخ وقال مثل هذا یتلف الجماعة ویصیر کل واحد یدعی بدعواه فیختل نظام الز
وشعارها۔ حکایة اخری له خرج فقیر یوماً من الزاویة فرأی جرة خمر مع انسان نکسر
فبلغ الشیخ ذلک فاخرجه من الزاویة وقال ما اخرجته لاجل ازالة المنکر وانما هو لاطلا و
بصره حتی رأی المنکر لان الفقیر لا یجاوز بصره موقع قدمیه۔ قلت لعل الشیخ امر
بهذا الاهتمام فزجره علی ترک الاهتمام فلا یشکل بنظر الفجاءة ؛

عن الشیخ علی بن شهاب المتوفی سنة احدی وتسعین وثمانمائة

(کون الخشیة والمحاسبة اهم من کثرة الاعمال)۔ کان یقول لا یعجبنی کثرة العبادات مزا
وانما یعجبنی کثرة خوفه من الله عزوجل ومناقشته لنفسه۔

شیخ نے اُس کو نکال دیا اور فرمایا کہ اس قسم کا آدمی تو ساری جماعت کو تباہ کر دے گا۔ کیونکہ ہر شخص یہی دعویٰ کرنے لگے گا جس سے خلوت گاہ (خانقاہ) کا نظام مختل ہو جاوے گا۔

ایسی کی دوسری حکایت۔ ایک درویش ایک روز خانقاہ سے باہر نکلا ایک شخص کے ساتھ شراب کی ایک مٹکی دیکھی اُسکو توڑ ڈالا شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس کو خانقاہ سے نکال دیا اور فرمایا کہ میں نے اُس کو اس وجہ نہیں نکالا کہ اُس نے ایک مُنکر (یعنی معصیت) کا ازالہ کیا۔ بلکہ اس لئے کہ اس نے اپنی نگاہ کو اتنا آزاد کیوں چھ (٦)
کہ وہ اس معصیت کو دیکھ سکا کیونکہ درویش کا کام یہ ہے کہ اُس کی نگاہ اُس کے موضع قدم سے تجاوز نہ کرے۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ غالباً شیخ نے اس مرید کو اس کا حکم کیا ہوگا کہ نظر بر قدم کا اہتمام رکھے اسی لئے اُس کا اہتمام چھوڑ دینے پر تنبیہ فرمائی۔ اس توجیہ سے یہ اشکال رفع ہوگیا کہ دفع بلا ارادہ کسی معصیت پر نظر پڑ جانا نہ تو اختیار میں ہے اور نہ شرعاً اس پر کوئی ملامت کی جاسکتی ہے تو شیخ نے اس پر سزا کیوں کی۔

ف۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ دین کے ہر شعبہ میں عموماً اور سلوک و تصوف میں خصوصاً سلف صالحین کے طرز عمل کو لوگوں نے بالکل بھلا دیا ہے۔ اب جو کوئی خدا کا بندہ اُس پر عمل کرتا ہے تو ایک نئی چیز سمجھی جاتی ہے اور ناواقف لوگ اعتراض و انکار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ الحمدللہ کہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اب بھی سیدی حضرت حکیم الامۃ دامت [illegible] کی تربیت انھیں بزرگوں کے نقش قدم پر ہے جس کو دیکھکر بیساختہ زبان پر آتا ہے ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

از حضرت شیخ علی بن شہاب متوفی ۸۹۱ھ

(خوف و خشیت اور اپنے نفس کا محاسبہ کثرت اعمال سے زیادہ بہتر ہے) فرماتے کہ بندہ کی مجھکو کثرت عبادات زیادہ پسند نہیں بلکہ مجھ زیادہ پسند یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے اور اپنے نفس پر نکتہ چینی (محاسبہ) کرتا رہے۔

Marfat.com

...ت۔ وههنا قال الشعرانیؒ ولیکن ذلك اٰخر من ذکرنا من اهل القرن التاسع (یعنی المائة التاسعة)
... ترکنا جماعات کثیرة فان کتابنا هٰذا انما وضعناه لبیان اهل الطریق واحوالهم فلذلك لم نذکر
... الغالب فی هذا الکتاب من المشائخ الا من کان له کلام فی الطریق او افعال تنشط المریدین
... فی طریقة التأسی بالاشیاخ۔ واما الکرامات ونتائج الاعمال فلیست هٰذه الدار محلا لها انما
محلها الدار الاٰخرة اهـ ملخصًا۔

ثم ذکرؒ خاتمة فی ذکر بعض مشائخه الذین ادرکهم فی القرن العاشر واکثرهم لم ینقل کلامهم
فی الطریق الا قلیلا واذکره تبعا لمناسبته بموضوع الکتاب وبعضهم مجذوبون لا یتأسی بهم
فلذلك ترکت ذکرهم الا علیا الخواصؒ اعز مشائخ الشعرانیؒ۔ فانه نقل عنه جملة کافیة
فی الطریق فنقلتهما وضممت الیها لزیادة الفائدة اقوالا اُخری له مناسبة لموضوع الکتاب
عن رسالتی الشعرانیؒ احدهما کتاب درر الغواص وثانیهما کتاب الجواهر والدرر۔

امام شعرانیؒ صاحب طبقات کبری فرماتے ہیں کہ نویں صدی ہجری کے جن بزرگوں کا تذکرہ لکھنا مقصود تھا وہ
اس جگہ ختم ہوگیا اور بہت سی جماعتوں کا ذکر ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب کو صرف اہل طریق کے احوال بیان
کرنے کے لئے وضع کیا ہے۔ اسی لئے ہم نے اس کتاب میں اکثر صرف ایسے ہی بزرگوں کا حال بیان کیا ہے جو اس طریق میں (٧)
کلام کرنے کا حق رکھتے تھے یا اُن کے ایسے افعال تھے جن کو دیکھ کر مریدین کو عمل میں نشاط اور ہمت پیدا ہو۔ یہی طریقہ
ہے مشائخ کی اقتدار واتباع کا۔ لیکن کرامات اور اعمال صالحہ کے نتائج وثمرات۔ سو اُس میں غور وفکر کرنے کا محل یہ
دنیا نہیں ہے بلکہ اُن کا محل عالم آخرت ہے۔

ف۔ کیونکہ مدار اس دنیا میں اعمال پر ہے نہ کہ نتائج اعمال پر اور نتائج وثمرات کی جگہ بھی اصل میں دار آخرت ہی ہے۔

اس کے بعد امام شعرانیؒ نے اپنے ایسے بزرگوں کا تذکرہ لکھا ہے جن سے اُن کی ملاقات دسویں صدی ہجری میں
ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جن کا کلام کتب تصوف میں ذکر نہیں کیا گیا بجز شاذ ونادر کلمات کے اور بمناسبت
کتاب ہم بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بعض اُن میں سے مجذوب ہیں جن کی اقتدا نہیں کی جا سکتی۔ اسی لئے میں نے (یعنی
حضرت حکیم الامت مدظلہم مصنف رسالہ نے) اُن کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ مگر حضرت علی خواصؒ جو شعرانی کے سب سے بڑے شیخ
ہیں۔ کیونکہ شعرانیؒ نے طریق میں اُن کے کلمات طیبہ کا ایک خاصہ ذخیرہ نقل فرمایا ہے اس سے ... نقل
اور زیادتی فائدہ کے لئے بمناسبت موضوع کتاب اُن کے دوسرے اقوال بھی شعرانیؒ کے ... دو رسالوں سے
نقل کرکے انکے ساتھ ملا دیئے۔ ایک رسالہ کا نام درر الغواص اور دوسرے کا کتاب الجواہر والدرر ہے۔

والآن اشرع فی المقصود وھو ولی الافاضۃ والجود۔ وھو جامع لثلاثۃ اشیاء الاول وھو المت...
الاقوال المتفرقۃ لبعض اھل القرن العاشر۔ والثانی اقوال علی عن الطبقات۔ والثالث اقوال...
عن الرسالتین المذکورتین۔ ولما کان مجموع اقوالہ قد رمعتداً بہ سمیتہ بمقالات الخواص
فی مقامات الاخلاص فاقول وبقوۃ اللہ اجول ؛

الاقوال المتفرقۃ لبعض اھل القرن العاشر

عن محمد المغربی الشاذلیؒ المتوفی سنۃ نیف وعشر وتسعمائۃ

(حقیقۃ رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ) کان یقول المراد برویتہ کذٰلک یقظۃ القل...
لا یقظۃ الحواس الجسمانیۃ ثم ذکر دلیلا علیہ وقال ھٰذا ھو الحق الصراح ؛

اور اب میں مقصود کو (یعنی مذکورالصدر مشائخ اور علی خواصؒ کے حالات و مقالات) کو شروع کرتا ہوں او...
اللہ تعالیٰ ہی فیض اور جود و کرم کا مالک ہے۔ اور یہ مقصود تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

اول۔ جو سب سے پہلے ہے وہ اقوال متفرقہ ہیں جو دسویں صدی ہجری کے مشائخ سے منقول ہیں۔

دوم۔ حضرت علی خواصؒ کے اقوال جو طبقات کبریٰ سے نقل کئے گئے ہیں۔ (۸)

سوم۔ علی خواصؒ کے وہ اقوال جو شعرانیؒ کے مذکورالصدر دونوں رسالوں سے لئے گئے ہیں۔

اور چونکہ ممدوح کے اقوال کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہوگیا اسلئے اُن کا ایک مستقل نام مقالات الخواص
فی مقامات الاخلاص تجویز کردیا گیا (تاکہ اُن کو علیحدہ بھی مستقل رسالہ کی صورت میں کوئی شائع کرنا چاہے تو کرسکے)

اب میں اس مقصد کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کی قوت و مدد کے بھروسہ اس میدان
میں قدم رکھتا ہوں۔

دسویں صدی ہجری کے بعض مشائخ کے اقوال متفرقہ

از حضرت محمد مغربی شاذلی

جن کی وفات سنہ ۹۱۰ھ کے کچھ بعد ہوئی ہے

(نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھنے کی حقیقت)

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھنے سے
قلب کی بیداری مراد ہوتی ہے حواس جسمانیہ کی بیداری مراد نہیں۔ پھر اس دعویٰ پہ دلیل ذکر کر کے فرمایا ہے کہ یہ
بات حق صریح ہے۔

Marfat.com

رسالہ ملقبہ

مَقَالَاتُ الخَوَّاصِ
فی
مَقَامَاتُ الاخلاص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا لولیہ لا ینتہی وسلاما علی اہلہ لا ینقضی۔ وبعد فہذہ نبذۃ یسیرۃ من اقوال علی الخواص کثیرۃ اقتصرت منہا علی ما تحملہ عقول العامۃ ولم ارد الاحاطۃ بہا التامۃ۔ وتشتمل علی ثلثۃ اقسام **القسم الاول**۔ اقوالہ عن الطبقات الکبری **القسم الثانی** اقوالہ عن درر الغواص۔ **القسم الثالث**۔ اقوالہ من کتاب الجواہر والدرر واقتصرت فی العبارۃ فی بعض المقامات وزدت بین القوسین للتوضیح بعض الکلمات والعبارات واللہ ہو المستعان فی کل مرام وہو ولی الکرم والانعام۔

(1) ترجمہ رسالہ

مَقَالَاتُ الخَوَّاصِ
فی
مَقَامَاتُ الاِخلَاصِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں مستحق ستائش (یعنی حق تعالیٰ) کی حمد کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور مستحق درود وسلام (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجتا ہوں جو کبھی منقطع نہ ہو۔ اور حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ عرض ہے کہ حضرت **علی خواص** قدس اللہ سرہٗ کے اقوال وملفوظات تو بہت ہیں یہ ایک مختصر سا حصہ ہے جس میں میں نے صرف ان اقوال پر اختصار کیا ہے جن کو عوام کی عقلیں برداشت کر سکتی ہیں اور ان کے بھی استیعاب واحاطہ کا ارادہ نہیں ہے۔ اور یہ اقوال تین قسموں پر منقسم ہیں **قسم اول** وہ اقوال جو طبقات کبریٰ شعرانی سے لئے گئے ہیں **قسم دوم** وہ اقوال جو رسالہ درر غواص سے [illegible] **قسم سوم** وہ اقوال جو رسالہ الجواہر والدرر سے منقول ہیں اور بعض مقامات میں میں نے عبارات میں اختصار کر دیا ہے اور بعض جگہ بین القوسین چند کلمات وعبارات بغرض توضیح زیادہ کر دی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے ہر مقصد میں مدد مانگی جاتی ہے اور وہی کرم وانعام کا مالک ہے۔

القسم الاوّل

(ادب الزیارۃ) کان یقول من ادب الزائر ان لا یشغل المزور عن اللہ تعالیٰ بدخولہ علیہ اما لقوۃ حال
واما ان یکون وقت فراغ۔ قال الشعرانی قلت ویقاس علی ذلک تعطیلہ عن الحرفۃ التی تکفہ عن سوال النا
قلت ویقاس علیہ بالاولیٰ تعطیلہ عن خدمۃ العلم التی تکف الناس عن الباس۔ وکان یقول ایضا
ادب الزائر ان لا یزور احداً الا ان کان یعرف من نفسہ کتمان ما یری فی المزور من العیوب والا فتر
الزیارۃ اولیٰ۔ قلت ویخص منہ ما یضر الناس فی دینہم فان اعلامہ واجب +

(فی بعض دقیق آداب الھدیۃ) کان یقول لا تبدأ واحداً بھدیۃ الا ان کان فقیراً محتاجاً او لا یتکلف
للمکافات فان من بدأ من یکافئہ اساء فی حقہ لانہ عرضہ لکلفۃ المکافات وزاد فی کتاب الجوا
فقلت لہ فان کان یکافی بطیب نفسہ فقال لا حرج +

قسم اول

زیارت کے آداب حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زیارت کرنے والے کے آداب میں سے کہ جس شخص کی ز
کیلئے گیا ہے اُسکو اپنے جانے کی وجہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے مشغول وغافل نہ کرے۔ خواہ مشغول نہ کرنے کی صورت یہ ہو کہ جسکی زیارت
کیلئے گئے ہیں اُسکا حال استدر قوی ہے کہ کوئی چیز اُسکے لئے شاغل ومانع نہیں ہوتی۔ یا یہ کہ ایسے وقت زیارت کیلئے جاویں جب وہ فا ۴
امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اسی پر اسکو بھی قیاس کیا جاوے کہ اُسکے ضروری پیشہ اور کاروبار میں بھی حارج نہ ہو جسکے ذریعہ وہ اپنے
لوگوں کے سوال سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اسی پر بدرجۂ اولیٰ اسکو بھی قیاس
کیا جاتا ہے کہ اُسکی علمی خدمت میں حارج نہ ہو جسکے ذریعہ وہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے بچاتا ہے۔

ارشاد۔ نیز فرماتے تھے کہ زیارت کرنیوالے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک اُسکو اپنے نفس پر یہ اطمینان نہ ہو کہ جس شخص
زیارت کیلئے جاتا ہے اگر اُسکے عیوب دیکھے گا تو پردہ پوشی کرے گا اُسوقت تک کسی کی زیارت کیلئے نہ جائے کیونکہ اس صورت میں
زیارت بہتر ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے وہ عیب مستثنیٰ ہے جو لوگوں کے دین میں ضرر رساں ہو کیونکہ اس
عیب کا ظاہر کرنا واجب ہے۔

ہدیہ کے بعض دقیق آداب فرماتے تھے کہ کسی کو ابتداءً ہدیہ پیش مت کرو بجز دو صورتوں کے یا یہ کہ وہ فقیر ومحتاج ہو
اور یا ہدیہ کا بدلہ دینے میں تکلف نہ کرتا ہو۔ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کو ابتداءً ہدیہ دے جسکی عادت یہ ہے کہ وسعت ہو یا نہ ہو ہدیہ کا
دینے میں ضرور تکلف کرتا ہے تو ہدیہ پیش کرکے اس نے اُسکے حق میں بُرا کیا کہ اُسکو مکافات کی مشقت میں ڈالدیا۔ اور کتاب الجوا
میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے حضرت علی خواص سے سوال کیا کہ اگر وہ شخص بطیب خاطر مکافات کرتا (یعنی ہدیہ کا بدلہ دیتا) ہے
تو کیا حکم ہے۔ فرمایا ایسی صورت میں مضائقہ نہیں۔

Marfat.com

ت فان کان فقیرا یدعا فی بالدعاء قال مثل هذا یهدی الیه لان ولیه الله تعالی وهو یکافی عنه

ض اثار التوحید)۔ کان یقول اذا کمل توحید العبد لا یصلح له ان یرأس علی احد من المخلوقین

ه یری الوجود لله تعالی اھ۔ قلت ورياسة الانبياء والخلفاء وامثالهم على الناس رياسة صورة و

سة بالاذن معنى فهي مكملة للتوحيد +

كمال الاحسان) كان يقول من كمال الرجل ان يحسن الى عمالة وهم لا يشعرون ولا يقرون به

لا يلتفتون اليه +

دم التغير لسلب الاحوال) كان يقول علامة الراسخ في علمه ان يزداد تمكينا عند السلب لانه مع الحق

الاحب لا مع نفسه بما تحب فمن وجد اللذة في حال علمه مثلا فهو مع نفسه غيبة وحضورا +

ضرر الاقتصار على توقع توجه الشيخ في احواله) كان يقول لا يكمل الفقير حتى يحمل كلمه عن شيخه

ومن رمى اثقاله على شيخه فهو سيئ الادب مع انه اذا تعود ذلك الفت نفسه ذلك فينقص استعداده

بھر میں نے سوال کیا کہ اگر یہ شخص فقیر ہو اور دعا سے مکافات کرتا ہو۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو تو ہدیہ دینا چاہیے کیونکہ اس کے متکفل حق تعالیٰ ہیں اسکی طرف سے مکافات

توحید کے بعض آثار آپ فرماتے تھے کہ جب کسی بندہ کی توحید کامل ہو جاتی ہے تو اس کیلئے اسکی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ

مخلوق میں کسی ایک شخص کا بھی سردار بنے کیونکہ وہ وجود صرف حق تعالیٰ ہی کا دیکھتا ہے ... انبیاء علیہم السلام

اور خلفاء راشدین اور ان کے امثال کی ریاست و سرداری ... صورۃً تھی اور حقیقۃً معنی

انتظام تھی اور وہ بھی باجازت حق سو وہ ریاست توحید کو مکمل کرنے والی تھی۔

کمال احسان آپ فرماتے تھے مرد کا کمال یہ ہے کہ اپنے ... کے ساتھ ... احسان کرے ... اور وہ

اس احسان کا اقرار بھی نہ کریں اور اس کی طرف التفات بھی نہ کریں +

سلب احوال سے متغیر و دل شکستہ نہ ہونا فرماتے تھے کہ اس شخص کی جو اپنے علم میں ... سلب

کے وقت اسکی تمکین و اطمینان اور زیادہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی معیت ... نہ ...

کہ اپنے نفس کی معیت مرضیات نفس کی ساتھ ... اپنی حالت علم میں مثلاً ...

وجدان و فقدان کی دونوں حالتوں میں اپنے نفس کے ساتھ ہے۔

اپنے احوال میں شیخ کی توجہ کے انتظار پر بس کرنے اور عمل میں کوتاہی کرنے کا ضرر ... فرماتے کیونکہ جو شخص اپنے ... شیخ ...

جب وہ اسکا عادی ہو جاویگا تو نفس اسی چیز کا خوگر ہو جایگا ...

ہو جاوے گی۔

فاذا جاءته صدمة هدّت جداره وشيخه ليس بمقيم له اهـ۔

القسم الثاني

(عدم الركون الى المادح) قال الشعراني سألته اى عليا رض هل اصغي لمن يمدحني تفاؤلا بان ذلـ... عنوان على مدح الحق تعالى فقال لا تركن قط الى من يمدحك فان النفس تألف ذلك من غير اشـ... وكل شيء ألفته نفسك تخلف به عن اللحوق والتخلق بآداب العبودية التي من شأنها افتقارك دا... وغناء ربك دائما۔

(ضرر الوقوع فى مواضع التهم) قال سألته عن دخول الشخص فى مواضع التهم هل يؤثر ذلك فى الكا... فقال نعم ومن فعل ذلك اتلف اتباعه اهـ قلت وبه علم كون طريق الملامتية على تفسير العوام... الاصل وما نقل عن البعض فهو كتناول السم للمعالجة وايضا لم يكن لهم اتباع۔

(ذم ركون النفس الى خرق العوائد) قال وسألته عن ركون النفس الى خرق العوائد فقال من سوء الاد... ان يألف العبد النعمة دون المنعم بها تستبدلون الذي هو ادنى (اى النعمة) بالذي هو خير (اى المنعم... ۴

پس جب اس کو کوئی صدمہ پہنچے گا تو اُسکی دیوار منہدم ہو جائیگی۔ اور اُسکا شیخ اُسکو درست نہیں کر سکے گا۔

قسم دوم

مدح کرنیوالے کی طرف مائل نہ ہونا | شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں نے حضرت علی خواص رض سے دریافت کیا کہ کیا میں اس شخص کی طرف بطور فال نیک لینے کے متوجہ نہ ہوں جو میری مدح کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مدح حق تعالیٰ کا ایک عنوان ہے۔ فرمایا نہیں جو تمہاری مدح کرتا ہے اُسکی طرف مائل مت ہو۔ کیونکہ اگر ایسا کروگے تو تمہارا نفس (مدح سننے سے) مانوس ہو جائیگا اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی اور ہر وہ چیز جس سے تمہارا نفس مانوس ہو اُسکی وجہ سے تم (کاملین کے درجہ تک) پہنچنے سے پیچھے رہ جاؤ گے۔ نیز اُن آداب عبودیت کیساتھ متخلق و متصف ہونے سے باز رہ جاؤگے جنکی شان یہ ہے کہ تمہاری احتیاج دائمی اور پروردگار کا غنا دائمی مستحضر رہے۔

مواضع تہمت میں واقع ہونیکا ضرر | شعرانی رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواص سے سوال کیا کہ مواضع تہمت میں داخل ہونا کیا کاملین کیلئے مضر ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے مریدین و متبعین کو تباہ کرتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس س... یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ملامتیہ بنا بر تفسیر عوام کا طریقہ خلاف اصل ہے اور بعض بزرگوں سے جو یہ طریقہ منقول ہے وہ ایسا ہے جیسے دوا کیلئے کوئی زہر کھالے۔ نیز جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اُنکے اتباع و مریدین بھی نہیں تھے۔

نفس کے خرق عادت کی طرف مائل ہونیکی مضرت | فرمایا کہ میں نے حضرت خواص سے سوال کیا خوارق عادات کی طرف مائل ہونا کیسا ہے۔ فرمایا کہ بڑی بے ادبی ہے کہ بندہ کو نعمت سے تو دلچسپی ہو اور منعم (نعمت دینے والے) سے نہ ہو۔ کیا تم ادنیٰ درجہ کی چیز یعنی نعمت سے بڑے درجہ کی چیز یعنی منعم کو بدلتے ہو۔

Marfat.com

قلت و دخل فی النعمۃ خرق العوائد +

مضار الحج بلا زاد) قال سألتہ عن حج بعض المشائخ فی کل سنۃ من غیر زاد و لا راحلۃ ھل ھو محمود قال
ھو مذموم شرعا لان اللہ تعالیٰ فرض الاستطاعۃ فی فرض الحج و نفلہ خوفا من تحمل منن الناس فی الطریق
و وقوعہ فی الحقد و الکراھۃ لکل من لم یطعمہ و لم یرکبہ ھذا امر لازم (فی العادۃ) و ما نقل عن السلف
من نحو ذلک انما کان ذلک لکثرۃ ریاضۃ النفس فراضو نفوسھم بالجوع حتی صارت تصبر علی الطعام
اربعین یوما او اکثر فمثل ھؤلاء لیسلم لھم حالھم و اما من یسلک الناس بالسنۃ حداد فسفرہ حرام
(عدم کتمان احوال القبیحۃ عن شیخہ) سألتہ عن الخواطر القبیحۃ و الشھوات الغالبۃ یستحیی فی العرف
عن الافصاح بھا ھل یصرح المرید لشیخہ او یکتمہا عنہ باللسان او یذکر حالہ بقلبہ (ای باعتقاد علی
کشفہ) فقال الافصاح عنہا للشیخ اولیٰ (یشمل الوجوب) لانہ لا عورۃ بین المرید و شیخہ اذ ھو طبیبہ +
و لا یکلف الشیخ بالمکاشفۃ عن حال المرید ھکذا درج الاشیاخ من السلف حتی انھم سموا الکشف
عن قبائح المرید کشفا شیطانیا یتوبون منہ و یستغفرون -

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ نعمت میں خوارق عادات بھی داخل ہیں اسلئے انکی طرف مائل ہونا بڑے درجہ کی چیز کو چھوڑ کر چھوٹے درجہ کی چیز لینا ہے

۵ **بلا توشہ کے حج کیلئے جانیکی مضرتیں** فرمایا کہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ بعض مشائخ ہر سال بغیر زاد و راحلہ (سامانِ سفر) کے حج کرتے ہیں
کیا یہ محمود ہے - فرمایا کہ وہ شرعاً مذموم ہے - کیونکہ حق تعالیٰ نے حج فرض و نفل دونوں کیلئے استطاعت وقدرت شرط کی ہے تاکہ راستہ میں
لوگوں کے احسانات نہ اُٹھائے اور جو شخص اسکو کھانا نہ کھلائے یا سواری پر سوار نہ کرے اُسکے بغض اور بُرا سمجھنے میں مبتلا نہ ہو کیونکہ (ایسی
حالت میں) یہ امر (عادۃً) لازمی ہے - اور وہ جو بعض سلف سے اس قسم کا سفر منقول ہے - (سو اُس پر آجکل قیاس کرنا صحیح نہیں) کیونکہ اُن
لوگوں نے کثرت سے مجاہدات کر کے نفس کو بھوک کا عادی بنالیا تھا - یہانتک کہ بعض لوگ چالیس روز یا اس سے بھی زیادہ نہ کھانے پر
صبر کر سکتے تھے - تو ان جیسے حضرات کے حال کو اُن کیلئے مسلم رکھا جاویگا (اُس پر نکیر نہ کیا جاویگا) اور جو شخص لوگوں کو تیز زبانی کیساتھ طعنے دے تو
اُس کا ایسا سفر حرام ہے +

اپنے بُرے حالات کا شیخ سے پوشیدہ نہ رکھنا میں نے آپ سے دریافت کیا کہ خیالات و خطرات قبیحہ شہوانیہ وغیرہ جن کا اظہار
عرفاً خلاف حیا سمجھا جاتا ہے اگر وہ غالب ہوں تو کیا مرید کو چاہیئے کہ صراحۃً شیخ کے سامنے زبان سے اُن کو ظاہر کرے یا شیخ کے کشف کے
بھروسہ) محض دل سے ذکر کرنا کافی سمجھے فرمایا کہ شیخ کے سامنے زبان سے تصریح کر دینا اولیٰ ہے (جس میں وجوب بھی داخل ہے) [illegible]
مرید اور شیخ کے درمیان کوئی پردہ نہیں . . . . . ہے کیونکہ شیخ اس کا طبیب ہے -
اور شیخ کو اسکی تکلیف نہ دے کہ وہ مرید کا حال کشف سے معلوم کرلیا کرے [illegible] ہے مشائخ سلف -
یہانتک کہ مرید کے عیوب اگر کسی پر منکشف ہوجاویں تو سلف نے اسکو کشف شیطانی قرار دیا ہے جس سے وہ توبہ و استغفار کرتے تھے

Marfat.com

ونقل عنه فی مقام ان من علامة مکرہ بالعبد ان یکشف له معاصی العباد فی قعور بیوتهم وهتک استارهم وهو کشف صحیح لکنه شیطانی یجب علی العبد التوبة منه اهـ - وما کتم مرید عن شیخه شیئا الا خان الله ورسوله وخان نفسه وشیخه اهـ - **قلت** والمراد عورات یدق علاجها یحتاج الی التعلیم ولیس المراد ما یبتنی امرها +

(الانتقام بالتصرف) قال سألته هل للعارف (اذا کان صاحب تصرف) ان یحمی نفسه واصحابه بالحال والتأثیر ممن یؤذیهم من الظلمة فقال نعم له ذلک ولو مرة وان کان ذلک نقصا فی الادب (لان الادب ان لا یفعل مع الفاعل الحقیقی شیئا ما لم یؤمر به) فهو کمال من حیث العلم (ای الدلیل) فان الشارع اذن فیه فله اختیاره بالضرورة ومن الناس من لا یرجع عن الاذی الا اذا مس باضرار (ویدخل فی عموم قوله تعالی ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ما علیهم من سبیل +

(فی المعاملة مع المجاذیب) قال بعض کلامهم فی الادب مع الاولیاء واما المجاذیب فسلموا علیهم بترک السلام (ای لا تسلموا علیهم فان السلامة فی البعد عنهم ولا تسألوهم الدعاء فربما دعوا علیکم (کما هو مشاهد)

اور حضرت خواص سے ایک دوسرے مقام پر منقول ہے کہ بندہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے مکر (استدراج) کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اس پر بندوں کے وہ عیوب و معاصی منکشف ہونے لگیں جن کو وہ بند گھروں کے اندر پردہ میں کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے سامنے اُن کی پردہ دری ہو۔ اور یہ کشف تو صحیح ہوتا ہے مگر کشف شیطانی ہے جس سے توبہ واجب ہے (انتہی)۔ اور جو مرید اپنے شیخ سے کوئی چیز چھپاتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول اور اپنے شیخ سے خیانت کرتا ہے۔ (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں) کہ مراد اس سے وہ عیوب و معاصی ہیں جن کا علاج دقیق اور مشکل ہو کہ خود اُن کا علاج نہیں کر سکتا۔ وہ معاصی مراد نہیں جن کا قبح واضح اور ظاہر ہو ۶

بذریعہ تصرف دشمن سے انتقام لینا

شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے علی خواص سے سوال کیا کہ عارف اگر صاحب تصرف ہو تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ تصرف کے ذریعہ ظالموں اور ایذا رسینے والوں سے اپنے نفس یا اپنے اصحاب کی حمایت و حفاظت کرے (یعنی انتقام لے) فرمایا جائز ہے اگرچہ یہ فعل ایک ہی مرتبہ ہو۔ گو اس میں قلت ادب ہے (کیونکہ ادب کی بات یہ ہے کہ فاعل حقیقی کا مشاہدہ کرنے والا بندہ کوئی کام اُس وقت تک نہ کرے جب تک وہ اس کا مامور نہ ہو) پس یہ تصرف بحیثیت علم کے کمال ہے (یعنی بحیثیت دلیل) اس میں کوئی نقص نہیں کیونکہ شارع نے انتقام کی اجازت دی ہے اس کے واسطے اس کو اختیار کرنا بضرورت جائز ہے اور بعض لوگ ایذا دہی سے باز ہی نہیں آتے جب تک اُن کو انتقاماً تکلیف نہ پہنچائی جاوے وہ باز نہیں آتے۔ (اور اسوقت میں) اس کا یہ فعل اس آیت کے عموم میں داخل ہو جاتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر ملامت کی کوئی راہ نہیں

مجذوبوں کے ساتھ معاملہ

اولیاء اللہ کے ساتھ ادب کے متعلق کلام کرنے کے بعد فرمایا۔ لیکن مجذوب پس ان کا سلام یہی ہے کہ ان کو سلام نہ کرو (کیونکہ سلامتی انہی سے دور رہنے میں ہے) اور ان سے دعا کی درخواست نہ کرو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے لئے بددعا کر دیں (جیسا مشاہدہ ہوا ہے)

كشفوا عوراتكم اھ قلت واكثر الناس فى غلط فى هذا الباب +

(كون الدعاء افضل من تركه ولو قويا) قال وسمعته يقول اسألوا الله العفو والعافية والحّوا عليه فى ذلك ولو كان احدكم صبورا فان الله تعالى يحب من عباده اظهارهم الضعف عن تحمل سطوات بلاياه وغضبه ومكره لتعذر مقاومتهم للقهر الالٰهى (قلت وما حكى عن بعضهم خلاف ذلك فهو حال لا مقام ويمكن غلبة حال على اهل المقام)-

(فى عدم لزوم الكرامة للكمال وكون طلبها نقصا) قال وسألته عن طلب المريد ظهور كرامة هل يقدح ذلك فى اعماله وهل عدم وقوع الكرامة يدل على عدم دخوله فى طريق القوم فقال طلب المريد الكرامة مما يقدح فى اخلاصه ثم لا يدل عدم الكرامة على انه لم يحصل له شئ من مقامات القوم وايضاح ذلك ان الدنيا ليست موطن النتيجة والثواب وانما هى موطن العمل وتهيؤ المحل فلا يجب على المريد الا تهيؤ المحل واما النتائج فانها امامه فى الدار الاخرة الى آخر ما قال واطال +

(فى تصحيح النية فى العبادات) قال وسمعته يقول ينبغى للذاكر ان يكون ذكره للتعبد فقط لا لطلب مقام

(7)

...یا تمہارے پوشیدہ عیوب کھولدیں (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں) کہ اکثر لوگ اس بارہ میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں

دعاء کا بہ نسبت ترک دعاء کے افضل ہونا اگرچہ یہ شخص قوی ہو

فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کی دعا مانگا کرو اور اس میں الحاح کرو اگرچہ تم تکلیف پر صبر کر سکتے ہو کیونکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اسکو پسند فرماتے ہیں کہ وہ بلاؤں کے حملوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب و مکر کے مقابلہ میں اپنے ضعف کا اظہار کریں کیونکہ کوئی شخص قہر الٰہی کی مقاومت اور اس پر صبر نہیں کر سکتا (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اسکے خلاف جو بعض بزرگوں سے منقول ہے وہ ایک حال (عارضی کیفیت) ہے مقام (ملکۂ راسخہ اور صفت قائمہ) نہیں اور اہل مقام پر بعض اوقات کسی حال کا غلبہ ممکن ہے)

کمال کیلئے کرامت کا لازم نہ ہونا اور اُس کی طلب کا دلیل بے کمالی ہونا

فرمایا کہ حضرت خواص سے دریافت کیا کہ مرید اگر ظہور کرامت کا طالب ہو تو کیا یہ اُسکے اعمال (اور کمال) میں حارج ہے۔ اور کیا کسی کرامت کا ظاہر نہ ہونا اسکی دلیل ہے کہ یہ شخص قوم کے طریق میں داخل نہیں ہوا۔ فرمایا کہ مرید کا طلب کرامت کرنا اسکے اخلاص کے خلاف ہے پھر کرامت کا نہ ہونا اسکی دلیل بھی نہیں کہ اس کو قوم (صوفیہ) کے مقامات میں کوئی درجہ حاصل نہیں ہوا۔ اور توضیح اسکی یہ ہے کہ دنیا (مقصود) نتیجہ اور ثواب کی جگہ نہیں بلکہ وہ عمل اور محل عمل کی طیاری کی جگہ ہے اسلئے مرید پر اسکے سوا کچھ واجب نہیں کہ اپنے نفس (کو) ... طیار کرے ... سب نتائج سو وہ آگے دار آخرت میں آنے والے ہیں۔ پھر اسی مضمون کی طویل تقریر بیان فرمائی۔

عبادات میں نیت کا صحیح کرنا

فرمایا کہ میں نے حضرت خواص کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ذاکر کو چاہیے کہ اسکا ذکر محض تعبد ہی کی نیت سے ہو کسی مقام کی طلب ...

(کراهة فسخ عزم طاعة الی طاعة اُخری بدون عذر صحیح) قال وسمعته یقول ان الشیطان لیقصد من العبد بفسخ عزمه من طاعة الی طاعة وذلك انه یحسن له ان یعاهد الله تعالیٰ علی احیاء لیلة من اللیالی بالصّلوٰة فاذا شرع فیها جاءه وحسّن الیه الذکر وما فیه من الجمعیة فیترك العبد الصلوٰة ویجلس یذکر الله تعالیٰ فیقع العبد فی نکث العهد مع الله تعالیٰ وهذا هو مراد ابلیس۔ اھ۔

(فی عدم اجتماع الحضورین مع الله تعالیٰ ومع الخلق) قال وسألته هل یصح للذاکر الاقبال علی الحاضرین ومکالمتهم ویکون مع ذلك حاضراً فی عالم الباطن کحضوره فی خلوته فقال لا یصح الا تری الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی هو سید المرسلین کان اذا اتاه الوحی یغیب عن الحاضرین الی ان ینقضی الوحی هذا مع کونه فی خطاب ملکی فکیف یکون استغراقه فی خطاب الحق تعالیٰ اھ۔

قلت وکثیر من الناس فی غرور من هذا ید یرون السبحة ویتحدثون مع الناس۔

بدون عذر کے ایک طاعت کا ارادہ فسخ کرکے دوسری طاعت کا قصد کرنا مکروہ ہے

فرمایا کہ میں نے آپ سے سُنا ہے کہ شیطان (بعض اوقات) بندہ سے اسی بات پر قناعت کرتا ہے کہ اُس کا ارادہ ایک طاعت سے توڑ کر دوسری طاعت میں مشغول کردے۔ صورت اُسکی یہ ہے کہ مثلاً اول بندہ کے دل میں ڈالتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے کہ فلاں رات کو تمام شب نماز پڑھونگا۔ پھر جب وہ رات آئی اور اُس نے نماز پڑھنا شروع کیا تو شیطان آتا ہے اور اُسکے دل میں ڈالتا ہے کہ ذکر کرنا بہ نسبت نماز کے بہتر ہے کہ ذکر میں جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے۔ یہ بندہ (اُسکے فریب میں آکر) نماز چھوڑ دیتا ہے اور ذکر کرنے لگتا ہے جسکی وجہ سے بندہ حق تعالیٰ سے عہد شکنی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ابلیس کی یہی مراد تھی۔ **ف**۔ کسی طاعت وعبادت کا معاہدہ اللہ تعالیٰ سے کرنیکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زبان سے کہے کہ میں فلاں روز مثلاً روزہ رکھونگا۔ اسکو اصطلاح شرع میں نذر اور مَنت کہتے ہیں اسکا پورا کرنا واجب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے یہ الفاظ نہ کہے صرف دل میں عزم کرے یہ اگرچہ نذر نہیں ہوئی جسکا پورا کرنا واجب ہو لیکن فی الجملہ یہ بھی نذر کے مشابہ ہے اور اسی وجہ سے اہل باطن اسکی بھی ایسی پابندی کرتے ہیں جیسے نذر کی۔ اور روایات حدیث میں اسکی حجت موجود ہے کہ بعض اعمال جو فی نفسہا واجب نہ تھے لیکن جب کسی شخص نے اُنکی عادت ڈالنے کے بعد پھر چھوڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر نکیر فرمایا۔ ایک شخص جو نماز تہجد کا عادی تھا پھر چھوڑ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو اس پر وعید ذکر فرمائی۔ (٨)

حضور مع اللہ اور حضور مع الخلق جمع نہیں ہوسکتے

فرمایا کہ میں نے حضرت خواص سے دریافت کیا کہ ذاکر کیلئے یہ ممکن ہے کہ لوگوں کی طرف متوجہ اور اُن سے بات چیت بھی کرتا رہے اور اُسکی ساتھ ہی عالم باطن میں ایسا ہی حاضر رہے جیسے خلوت کے وقت رہتا ہے۔ فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سید المرسلین ہونیکے جب آپ پر وحی آتی تھی تو حاضرین سے غائب (یعنی بے تعلق) ہو جاتے تھے یہانتک کہ وحی ختم ہو جاوے اور یہ اُسوقت ہے کہ یہ وحی کا خطاب ایک فرشتہ کیساتھ خطاب ہوتا تھا۔ اس سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اگر بلا واسطہ حضرت حق جلّ وعلا کیساتھ خطاب ہوتا تو کس قدر استغراق ہوتا۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمی اسمیں دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ تسبیح گھمائے جاتے ہیں اور لوگوں کی ساتھ باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

لت لہ ان الکمل یشہدون کمالھم لیشکروا اللہ تعالیٰ علی ذلک فقال لا کلام لنا مع الکمل
ی الکامل یسمی ابا العیون فعین ینظر بھا نقصہ لیعترف بعجزہ عن القیام باداب العبودیۃ وعین ینظر بھا
صفات الکمال لیشکر اللہ تعالیٰ علی ما اعطاہ اھ باختصار +

عدم امن الکامل علی الخاتمۃ) قال سألت شیخنا عن الولی اذا کشف لہ عن حسن خاتمتہ ھل لہ
رکون الی ذلک والامات فقال لا امان مع الحق وھو یفعل ما یشاء ونھایۃ الکشف ان یطلع العبد علی
اکتب فی اللوح المحفوظ الذی ھو خزانہ علم الحق تعالیٰ وللحق فی مرتبۃ الاطلاق ان یغیر ما فیہ بل
ورأی العارف الباری جل وعلا وقال لہ رضیت عنک رضی لا سخط بعدہ فلا ینبغی للعاقل الرکون الیہ
قلت لا سیما والکشف لیس بحجۃ واما من بشر بہ بالوحی فخوفہ لیس لاحتمال النقیض بل للھیبۃ
من عظمۃ الذات وھو امر ذوقی لا یفی لادراکہ الاستدلال +

فی کون الدعاء ھو المقصود لا الاجابۃ) قال سمعت شیخنا یقول ایاک ان تترک الدعاء

پھر میں نے عرض کیا کہ کاملین تو اپنے کمال کا مشاہدہ کرتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ کا اس پر شکر ادا کریں۔ فرمایا کہ ہماری گفتگو کاملین کے
بارہ میں نہیں کیونکہ کامل تو ابو العیون کہلاتا ہے اُسکی ایک نظر اپنے نقص وضعف وغیرہ کی طرف ہوتی ہے تاکہ آداب عبودیت (۱)
سے عجز کرنیکا اعتراف کرے اور دوسری نظر صفات، کمال کی طرف ہوتی ہے تاکہ حق تعالیٰ کے عطیہ پر شکر ادا کرے اھ +

کامل کا خاتمہ کی طرف سے بے فکر نہ ہونا فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ ولی پر اگر اُسکا حسن خاتمہ
منکشف ہو جاوے تو کیا وہ اس کشف کی طرف مائل ہو کر خاتمہ سے بے فکر ہو سکتا ہے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی قدرت وقہر کے سامنے
بے فکری نہیں ہو سکتی کیونکہ (وہ کسی قانون سے مجبور نہیں) جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کا کشف یہ ہے کہ کسی شخص کو لوح محفوظ کے
لکھے پر اطلاع ہو جاوے جو کہ علم حق تعالیٰ کا خزانہ ہے۔ مگر مرتبہ اطلاق میں (کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے مقید نہیں) حق تعالیٰ کو حق ہے کہ
لوح محفوظ کے لکھے ہوئے کو بدل دیں۔ بلکہ اگر عارف خود حق تعالیٰ کو دیکھ لے اور حق تعالیٰ اُس سے یہ فرمادیں کہ میں تجھ سے
ایسا راضی ہوں کہ اسکے بعد کبھی ناراضی نہ ہوگی تب بھی عاقل آدمی کا کام نہیں کہ اس پر مائل ہو کر بے فکر ہو جاوے۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ خصوصاً اس وجہ سے کہ کشف حجت نہیں۔ البتہ اگر کسی کو بذریعہ وحی کے بشارت
دیدی گئی ہے تو اگرچہ بے فکر وبے خوف وہ بھی نہیں ہو سکتا مگر اُس کا خوف احتمال نقیض کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیبت
حق اور عظمت ذات کے سبب ہوتا ہے۔ اور وہ ایک امر ذوقی وجدانی ہے اُس کے ادراک کے لئے استدلال
کافی نہیں +

دعا بلالحاظ قبولیت کے خود مقصود ہے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ کو یہ کہتے ہوئے
سُنا ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرو کہ تم تقدیر پر بھروسہ کرکے دعا کرنا چھوڑ دو

انکالاً علی ما سبق به القدر فتفوتك السنة فان الدعاء نفسه عبادة وسنة سواء ا
الدعاء او لم یجب فاعلم ذلك ۔

(فی محل الزهد) قال سمعت شیخنا یقول الزهد حقیقة انما هو فی المیل الی المال لا
المال نفسه لان الناس انما تمیل الی المال لما فیه من قضاء اوطارها وشهواتها لا لذاته ا
حجر ولو کان الزهد حقیقة فی عین المال لنهینا عن امساکه بالید اه باختصار (یعنی ولم نُنه

(فی دقیق الادب مع الشیخ) قال سمعت شیخنا یقول من سوء ادب المرید ان یقول لشی
اجعلنی علی بالك فقلت له وما وجه سوء ادبه فقال فی ذلك استخدام الشیخ وتهمة ل
(حیث ظن انه لا یتوجه الیه الا بطلبه) وامر له ان یستبدل الذی هو ادنی (وهو
التوجه الی الخلق) بالذی هو خیر (وهو التوجه الی الحق) والواجب علی المرید الخدمة والحق تعا
مطلع علی قلب ولیه فاذا رأی فیه محبة لهذا المرید قضی حاجته التی یطلبها من شیخه غیر
علی قلب ولیه ان یدخله محبة لـ ... واه اه باختصار ۔

کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم سے سنت انبیاء فوت ہو جاوے گی۔ کیونکہ دعاء خود ایک عبادت اور سنت ہے خوا
وہ قبول ہو یا نہ ہو۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے۔ ۲

محل زہد کے بیان میں فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ زہد حقیقۃً یہ ہے کہ مال کی طرف
میلان قلب نہ ہو نہ یہ کہ آدمی کے پاس خود مال نہ ہو۔ کیونکہ نفس کا میلان مال کی طرف اسی لئے ہے کہ اُس کے
ذریعہ نفس کی ح.جتیں اور خواہشات پوری ہوتی ہیں خود مال لذاتہ نفس کو مرغوب نہیں کیونکہ وہ تو ایک پتھر ہے۔
اور اگر زہد حقیقۃً خود مال میں ہوتا تو ہمیں اُس کے ہاتھ میں رکھنے کی بھی ممانعت کر دی جاتی۔ (حالانکہ ہمیں شریعت
نے اس سے منع نہیں کیا۔

شیخ کے ساتھ ایک دقیق ادب فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ یہ مرید کی طرف سے بے ادبی
ہے کہ اپنے شیخ سے یہ فرمائش کرے مجھے اپنے دل میں (خیال میں) رکھئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں بے ادبی کی کیا وجہ ہے
فرمایا کہ اس میں شیخ سے خدمت لینا ہے اور اُس پر یہ تہمت ہے کہ وہ ہماری طرف بغیر درخواست کے توجہ نہیں کرتے۔ اور شیخ
کو اس بات کا امر کرنا ہے کہ اعلیٰ چیز کے بدلہ میں ادنیٰ چیز خریدے یعنی توجہ الی اللہ کے بدلے توجہ الی الخلق میں مشغول
ہو جاوے بلکہ مرید پر واجب یہ بات ہے کہ وہ شیخ کی خدمت میں لگا رہے اور حق تعالیٰ خود اپنے ولی کے قلبی حالات پر مطلع ہیں
جب اپنے ولی کے دل میں اس مرید کی محبت دیکھیں گے تو جو حاجت وہ اپنے شیخ سے طلب کرتا ہے وہ خود پوری فرما دیں گے
کیونکہ حق تعالیٰ کو اپنے ولی کے قلب پر اس سے غیرت آتی ہے کہ اُس میں اُس کے سوا کسی اور کی محبت رہے۔

Marfat.com

ت لما دخل محبة هٰذا المريد فى قلبه لاجل خدمته لم يرض الله تعالىٰ ان يبقيه فيما سواه
ى المنقطع عنه ـ +

ى سبب خوف اهل الكمال من المخاوف دون ارباب الاحوال) قال سألت شيخنا عن سبب
وف الكُمّل من سبع او ظالم او نحو ذالك وعدم خوف ارباب الاحوال مع نقصهم فقال انما
ات الكمل من الخلق لشهودهم الضعف من نفوسهم ومرتبتهم دائما ـ الوقوف على حدود
عبودية بخلاف ارباب الاحوال فانهم بالعكس من ذٰلك ـ +

علامة العلم الذوقى) قال سمعت شيخنا يقول مرارًا كل شيخ سئل عن مسئلة ففكر
ى الجواب فلا يعتمد على جوابه لانه نتيجة فكره ليس ذٰلك (اى الفكر) من شرط علوم اهل الله
عزوجل اهـ **قلت** ليس المراد عدم الاعتماد مطلقًا فانه حجة من حيث كونه علما استدلاليًا
ليس حجة من حيث كونه علما ذوقيًا وايضا ليس المراد ان مطلق المكث عن الجواب ينافى كونه ذوقيا

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مراد اس کی یہ ہے کہ جب اس مرید کی محبت اس کی خدمت کی وجہ سے ولی کے
۴ قلب میں داخل ہوگی تو حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ اپنے ولی کے قلب کو اپنے سوا کسی اَور طرف مشغول رہنے دیں
یعنی ایسے شخص کی طرف جو اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے (اسلئے اس مرید کو منقطع نہ رہنے دیں گے بلکہ واصل بنا دیں گے)۔

اس کا سبب کہ اہلِ کمال خوف کی چیزوں سے خوف کرتے ہیں اور اہلِ حال نہیں کرتے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ اہلِ کمال کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خوف کی چیزوں (مثلاً درندہ ۔ ظالم وغیرہ)
سے خوف کرتے ہیں اور اہلِ حالی باوجودیکہ درجہ میں اُن سے کم ہیں ان چیزوں سے نہیں ڈرتے ۔ فرمایا کہ اہلِ کمال مخلوق سے
اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کا ضعف مشاہدہ کرتے ہیں اور اُن کا مرتبہ ہمیشہ یہ ہے کہ حدود عبودیت پر قائم
رہیں بخلاف ارباب احوال کے کہ اُن کا معاملہ برعکس ہے (یعنی بوجہ غلبۂ حال کے اُن کو اپنے ضعف کا استحضار نہیں رہتا
اور مقام عبودیت میں کسی وقت ہوتے ہیں کسی وقت نہیں ۔ +

علم ذوقی کی علامت فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے وہ بار بار ۔ فرماتے تھے کہ جس شخص سے کوئی مسئلہ دریافت
کیا گیا اور اُس نے جواب میں تأمل و غور کیا تو اُسکے جواب پر اعتماد نہ کیا جاوے کیونکہ وہ جواب اُسکے غور و فکر کا نتیجہ ہے
اور اہل اللہ کے علوم (ذوقی ہوتے ہیں) اُن کیلئے غور و فکر شرط نہیں ۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ
نہیں ہے کہ وہ جواب بالکل قابل اعتماد نہیں کیونکہ بحیثیت علم استدلالی ہونے کے وہ بھی حجت ہے (جیسے عام علماء
ظاہر کا کلام کہ استدلالی ہونے کے باوجود حجت مانا جاتا ہے) البتہ وہ علم وجدانی ہونے کی حیثیت سے حجت
نہیں ہے ۔ نیز یہ بھی مراد نہیں کہ مطلقاً جواب میں تاخیر کرنا علم ذوقی ہونے کے منافی ہے

Marfat.com

انما ینافیہ المکث للفکر اما المکث لانتظار الذوق من غیر فکر لا ینافی کونہ ذوقیا فافہم حق الفہم +

(فی عدم قصد الفرار من حال الی حال) قال اوصانی شیخی وقال ایاك والفرار من حال اقامك الله فیہ فانك لو امعنت النظر وجدت الخیرة فیما اختارہ الله لك اھ قلت ودخل فی عموم التنگی عن القبض وتمنی البسط +

(فی امتحان الشیخ للمریدین) قال سألت شیخنا عن امتحان الرجل اصحابہ (ای بعد الارادة ام قبل الارادة فباب اخر) ھل الاولی ترکہ لانہ ربما جر الی کشف عوراتھم او الاولی فعلہ تبیین المقاماتھم (الصحیح والفاسد) فقال ھو جائز للشیخ الکامل لیبین للمریدین عدم صدقھم فی ادعائھم المراتب فیستغفروا منھا واما الامتحان لغیر الشیخ الکامل فھو مما نکرھہ ولا نقول بہ فللشیخ ان یمتحن تلامذتہ بمثل ذلك (مما یتبین بہ صدقھم وعدم صدقھم) دون غیرہ من الامور التی فیھا کشف سوءاتھم اھ باختصار +

بلکہ وہ تاخیر منافی ہے جو تامل وغور کے لئے ہو لیکن اگر انتظار ذوق کے لئے بغیر تامل وفکر کے تاخیر ہو تو وہ منافی علم ذوقی ہونے کے نہیں ہے۔ +

(۴)

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا قصد نہ کرنا چاہیئے

فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں اس سے پرہیز کروں کہ جس حال میں مجھے حق تعالیٰ نے رکھا ہے میں اس سے کسی دوسرے حال میں منتقل ہوجاؤں۔ کیونکہ اگر نظر غایت ڈالی جائے تو بہتری اسی حال میں پائی جاوے گی جسکو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اختیار فرمایا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ قبض باطنی سے تنگ ہو اور بسط کی تمنا کرے۔ +

شیخ کیلئے مریدوں کا امتحان لینا

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کوئی شیخ اپنے مریدین کا (بعد اسکے کہ وہ مرید ہوجاویں) امتحان کرے۔ کیا اس کا ترک اولیٰ ہے اسلئے کہ بسا اوقات امتحان کرنے سے مریدین کے پوشیدہ عیوب ظاہر ہوجاتے ہیں۔ یا یہ بہتر ہے کہ امتحان کرے تاکہ اسکے صحیح اور فاسد مقامات واضح ہوجاویں۔ فرمایا کہ شیخ کامل کیلئے امتحان کرنا جائز ہے تاکہ مریدین پر واضح ہوجاوے کہ جن مراتب کا دعویٰ اُن کے قلوب میں پایا جاتا ہے وہ صحیح نہیں تاکہ وہ اس دعوے سے استغفار کریں۔ لیکن شیخ کامل کے علاوہ اور کسی کیلئے امتحان کرنا ہمارے نزدیک پسند نہیں اور نہ ہم اسکے قائل ہیں۔ پس شیخ (کامل) کو چاہئے ایسی چیزوں سے امتحان کرے جس سے اُن کا صدق اور عدم صدق ظاہر ہوجاوے اور ایسے امور سے امتحان نہ کرے جن سے اُن کے پوشیدہ عیوب کھل جاویں۔ اھ

Marfat.com

...ول الفضل فی الاختلاط والعزلۃ) قال سألت شیخنا عن العزلۃ عن الخلق هل اتم من الاختلاط
العکس اتم فقال الاختلاط فی حق من رزق الفهم عن الله عزوجل لانه فی کل لحظة یزید علما
الله لم یکن عنده فینتفع بعلمه بنفسه وینفع غیره) واما من لم یرزق الفهم عن الله تعالی
الخلوة اتم لکیلا یتضرر بالاختلاط)۔ +

حکم الجواب اذا کان فی المجلس من تضرر به وعدم الجواب لمن سأل امتحانا) قال قلت لشیخنا
فی حکم الجواب اذا کان فی المجلس من تضرر به وعدم الجواب لمن سأل امتحانا مثلا
اسألنی احد عن مسألة وکان من الحاضرین من یتضرر بسماع جوابها لعدم فهمه له مثلا
اذا افعل قال اذا کان الامر کذلک فاسکت وقل للسائل یترقب لجوابه وقتا اخر لانک اذا اجبت
سائل بما یوافقه تاذی جلیسه الذی لیس ... هل الذوق لاسیما ان کان کثیر الجدال وان اجبته
واب تقتضیه مزاج المجوب لم یقنعه ذلک ولم یثلج به صدره۔ ثم قال وان اعطاك الله العبارة
یث یناسب جوابك جمیع الحاضرین من اعلی وادنی فاجب والله واسع علیم۔

اختلاط اور خلوت کے بیچ میں فیصلہ فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ مخلوق سے اجتناب اتم افضل ہے،
اختلاط افضل ہے۔ فرمایا کہ جس شخص کو حق تعالیٰ دین کی فہم عطا فرمادیں اُس کے لئے اختلاط افضل ہے کیونکہ اُس کو (۵)
گھڑی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوتی رہتی ہے سو وہ خود بھی اپنے علم سے نفع اُٹھاوے گا اور لوگ بھی اُسکے علم سے نفع
اُٹھائیں گے۔ لیکن جس شخص کو فہم سلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ ہو اُس کے حق میں خلوت بہتر ہے تاکہ وہ اختلاط کی وجہ
سے ضرر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔ +

جبکہ مجلس میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جسکو مسئلہ کا جواب سننا مضر ہے اُسوقت جواب دینے یا نہ دینے کا حکم۔ اور امتحان کیلئے سوال کرنیوالے کو جواب نہ دینے کا حکم فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ اگر مجھ سے کوئی شخص مسئلہ دریافت کرے اور حاضرین میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ اگر مسئلہ کا صحیح جواب وہ سُنے تو اُس کیلئے بوجہ کم فہمی وغیرہ
کے مضر ہو تو میں ایسے وقت کیا کروں۔ فرمایا کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجاوے تو تم سکوت کرو اور سائل سے کہدو کہ اپنے جواب
کیلئے کسی دوسرے وقت کا انتظار کرے کیونکہ اگر تم سائل کے حسب حال مسئلہ کا جواب دوگے تو اُسکا ہمنشین جو اہلِ ذوق سے نہیں ہے
اُس کو ضرر ہوگا۔ خصوصاً جب کہ وہ جھگڑالو مزاج کا آدمی ہو۔ اور اگر تم اس ہمنشین کے حسب حال جواب دوگے تو اصل
سائل کا اطمینان نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھارے قلب میں کوئی ایسا عنوان ڈال دیں جس سے وہ جواب
تمام حاضرین اعلیٰ وادنیٰ کے مناسب ہو جاوے تو جواب (اُسی وقت) دینا چاہئے اور حق تعالیٰ وسعت عطا فرمانے والے
حکیم ہیں (ایسے عنوانات بھی اپنے اولیاء کے قلب میں ڈال دیتے ہیں جو کسی کے لئے مضر نہ ہوں
سب کا اطمینان ہو جاوے)۔

فقلت له فاذا علمت من السائل انه يسأل امتحاناً فقال لاتجبه بل ولو اردت ان تجيب
لاتقدر عليه لان الامتحان يسد باب الجواب ولو كان الجواب لم يزل موفوراً في قلب العالم
(المجيب) يتعسر عليه النطق به لسوء ادب الممتحن والله غفور رحيم اه قلت هذا هو الاصل
من الامر ويجوز التخلف عنه لمقتض قوي يراه المجيب والله سميع قريب۔ هذا اخر القسم الثالث
وباختتامه اختتم اصل الكتاب اى اماثل الاقوال، واسأل الله تعالى حسن الحال والمآل
وفي هذه الخاتمة لطيفة اتفقت وهي ان ختم الكتاب قسم من السكوت وفي هذا الملفوظ
الاخير ايضا دلالة على مطلوبية بعض الصموت۔ وقد وقع الفراغ منه للسابع والعشرين
من جمادى الاولى ۱۳۵۵ھ من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف سلام وتحية

وانا اشرف على التهانوي عفي عنه

كل جلي وخفي

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے سائل کے حال سے یہ معلوم ہو کہ وہ امتحاناً سوال کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اُس کو جواب مت
بلکہ اگر تم جواب دینا بھی چاہو گے تو تمہیں قدرت جواب کی نہ ہوگی کیونکہ امتحان جواب (شافی) کا دروازہ بند کر دیتا ہے
اگرچہ یہ جواب اس مجیب کے قلب میں ہمیشہ مستحضر بھی رہتا ہو تب بھی اُس کا بیان صاف اور شافی نہ کر سکے گا۔ (۶)
اس وجہ سے کہ ممتحن نے بے ادبی کی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت مغفرت کرنے والے رحیم ہیں اھ۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔ اصل اس بارہ میں یہی ہے لیکن اگر مجیب کے نزدیک کوئی امر
قوی مقتضی جواب ہو تو اس کے خلاف (یعنی جواب دینا) بھی جائز ہے (مثلاً حاضرین کو جواب نہ دینے سے ضرر کا
احتمال ہو) یا جواب سے اُس مدعی کی بدذاقی پر تنبیہ مقصود ہو اھ اللہ تعالیٰ سننے والے اور قریب ہیں۔

یہ آخر ہے قسم ثالث کا اور اسی کے اختتام پر میں اصل کتاب یعنی اماثل الاقوال کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ
سے حُسن حال و مآل کی دعا کرتا ہوں اور اس خاتمہ میں ایک لطیفہ اتفاقاً پیش آیا ہے وہ یہ کہ ختم کتاب ایک قسم ہے
سکوت کی اور اس ملفوظ اخیر میں بھی بعض اوقات سکوت کے مطلوب ہونے کا بیان ہے۔ اور اس رسالہ کی تصنیف
سے ۲۷ رجمادی الاولی ۱۳۵۵ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔

وانا اشرف على التهانوي
عفي عنه الخفي والجلي

Marfat.com

خاتمہ از مترجم

الحمد للہ کہ رسالہ اماثل الاوائل کا ترجمہ ختم ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام مجھ جیسے فاسد القلب ...سال آدمی کا نہ تھا کہ ان کاملین اصحاب ذوق کے کلمات کا ترجمہ کرسکتا۔ لیکن سیدی وسندی ...رت مصنف دامت برکاتہم جو بفضلہ تعالیٰ انھیں کاملین میں سے ہیں اُن کے ارشاد سے ...ں تفاؤل کی بنا پر یہ جرأت پیدا ہوگئی کہ شاید حق تعالیٰ ان بزرگوں کے کلمات کی برکت سے ...ں ناکارہ کی بھی اصلاح فرمادیں۔ وماذلك على الله بعزيز ولنعم ما قيل ؎

ان المقادير اذا ساعدت — الحقت العاجز بالقادر

اور اس ترجمہ سے ۱۶ ار شعبان ۱۳۵۹ھ کو فراغت حاصل ہوئی جبکہ اس ناکارہ کی عمر کا بینتالیسواں ...ال ختم ہونے والا ہے۔ اور اتفاق سے اس میں یہ لطیفہ پیش آیا کہ یہ ترجمہ احقر کی تالیفات کا بینتالیسواں ...مدہے۔ چند اشعار فارسی جو حسب حال بیساختہ آگئے اُن پر ختم کرتا ہوں۔

ای کہ پنج و چہل بنا دانی — داد در غفلت و ہوس رانی

شکر نعمت بمعصیت کردی — عذر تنبیہ ہیچ نہ نہادی

ضعف پیری رسید و در لعبی — وائے ایں بے ہشی و بوالعجبی

بسرت ہین نذیر شیب رسید — واعظ حق بہ بیں زغیب رسید

پنج باقی مگر نگہ داری

توبہ از کردہا بکف داری

والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دار العلوم دیوبند

۱۶ ار شعبان ۱۳۵۹ھ

Marfat.com

کلامِ مجذوب

از حافظِ عصر حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب دامت برکاتہم

حقیقت میں تو بتخانہ بھی میخانہ ہوتا ہے
ترے دستِ کرم میں جب کبھی پیمانہ ہوتا ہے

ترے ہوتے یہ کیا ای جلوۂ جانانہ ہوتا ہے
غضب ہے کعبۂ دل پر مرا بتخانہ ہوتا ہے

روانہ سوئے کعبہ یوں ترا مستانہ ہوتا ہے
کہو تل تو بغل میں ہاتھ میں پیمانہ ہوتا ہے

قیامت خیز ہر نعرۂ مستانہ ہوتا ہے
نہ چھیڑو چھیڑنے والو بڑا دیوانہ ہوتا ہے

عبث تو معترض ای ناصحِ فرزانہ ہوتا ہے
مقدر سے کوئی مجذوب سا دیوانہ ہوتا ہے

کبھی حالم گلستاں اور کبھی ویرانہ ہوتا ہے
جو ہوتا ہے بپاسِ خاطرِ دیوانہ ہوتا ہے

مگر اے محتسب مجھکو بھی ہے کچھ ذوقِ رندی
جبھی آتا ہے تو جب رنگ پر میخانہ ہوتا ہے

میرے اشعار کیا ہیں سر بسر میرے سوانح ہیں
مرا ہر شعر میرے دل کا ایک افسانہ ہوتا ہے

میں ای پیرِ مغاں جب تک نہیں پیتا نہیں پیتا
مگر پینے پہ آتا ہوں تو خم پیمانہ ہوتا ہے

خوشامدیں ہیں سب مجذوب کی ورنہ کہیں ہوتا
ترے عاشق میں بھی ایک کارِ معشوقانہ ہوتا

یا نوید وصل تھی یا موت کا پیغام ہے
عشق کا آغاز کیا تھا اور کیا انجام ہے

دیجئے مجھ کو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رُکا
میرا مدِ زندگی ہے یہ جو دورِ جام ہے

راہ لے صحرا کی جا مجنوں ابھی تو خام ہے
عشق کے ہم پختہ کاروں میں ترا کیا کام ہے

اب کہاں وہ دن کہاں وہ ساقی گلفام ہے
اب بجائے دورِ ساغر گردشِ ایام ہے

خیر ہے پردہ نشین کیوں آج قصدِ بام ہے
آج ارادے کیا ہیں کیا منظور قتلِ عام ہے

کیا ہے اوجِ عشق پر سیڑھی مری ایک گام ہے
وہ مرا آغاز ہے اوروں کا جو انجام ہے

ربط بے ربطی حسن و عشق کیا کیجے بیاں
بام بے زینہ ہے وہ یہ زینۂ بے بام ہے

میں تو ہوں ہی رند زاہد پارسا تو بھی نہیں
میں اگر ہوں جام در کف تو نظر بر جام ہے

دل فقط دیکر تو بس تکلیف ہی تکلیف تھی
جان بھی دیدی تو اب آرام ہی آرام ہے

(۱۰)